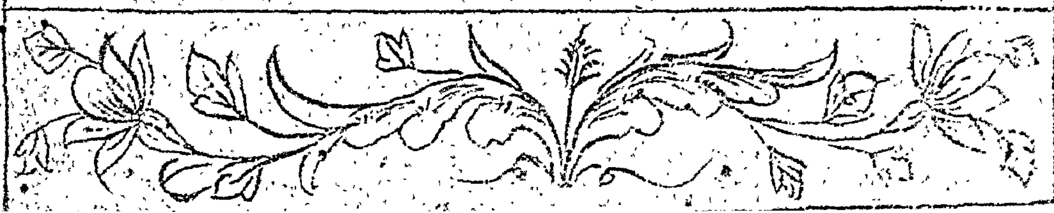


قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ

ہادی حق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین

جلد ۳ سوم

# مذاق العارفین

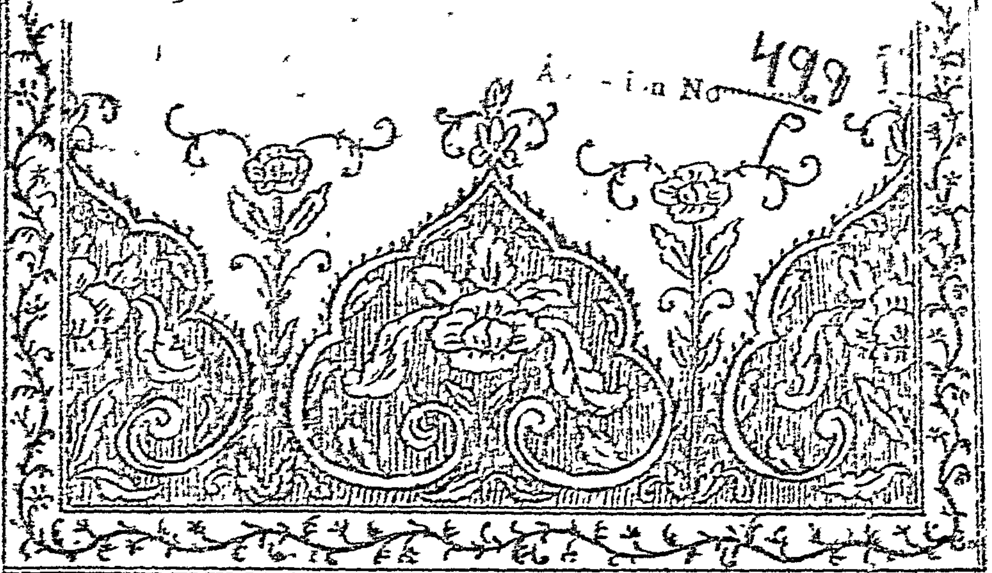
ترجمہ

# احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم ربانی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ تعالی

مطبع منشی نولکشور میں طبع ہوا




بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ ای چارہ ساز و بندہ پرور + ہر دم ہے تجھی سے استغاثہ + جلد ثالث کو کر دون پوری
یہ زور قلم مین کر عنایت + رباعی گو حمد سے بہتر نہین کوئی مذکور + لا احصی کا مضمون بھی
ہے لیکن مشہور + کیا نسبت خاک کو ہے با عالم پاک + انسان جو کرے دعوی سراسر ہے قصور

دیباچہ حمد اوس خدا کو سزاوار ہے جسکے جلال کے ادراک مین دل اور خواطر سرگردان ہین اور اوسکے نور کی ادنے تجلی سے آنکھین اور نظرین حیران سب رازہاے مخفی اور مکنونات ضمیر کو جانتا ہے اور اپنی سلطنت کی تدبیر مین مشیر و وزیر سے بے پروا عیبونکو چھپانا دلونکو پھیر دینا اوسکا کام ہے اور غفار الذنوب اور ستار العیوب اوسکا نام اور صلوۃ و سلام حضرت شفیع المذنبین سید المرسلین پر کہ انہون نے دین کی ابتری کو درست فرمایا اور بے دینونکو جڑ سے اکھاڑا اور اوسکی آل پاک و صحابہ طیبین پر بہت سا سلام بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ شرف انسانی جس سے کہ اوسکو اور مخلوقات پر فضیلت ہے وہ استعداد معرفت خداے پاک ہے اور یہی معرفت دنیا مین جمال و کمال انسان ہے اور آخرت مین اوسکا ذخیرہ و سامان اور استعداد معرفت قلب کو فرحت ہوتی اور کسی عضو کو نہین ہوتی کیونکہ خدا تعالے سے نزدیک ہونا اور اوسکو پہچاننا اور اوسکے لیے کام کرنا اور اوسکی طرف دوڑنا یہ سب کام قلب ہی کا ہے اور اسرار حضوری کا مکاشفہ بھی اوسی سے متعلق ہے دوسرے اعضا اوسکے آلات اور تابع اور خدمتگار ہین وہ اونسے اسطرح کام لیتا ہے جیسے مالک غلام سے یا حاکم رعیت سے یا کاریگر آلات سے غرض کہ اللہ تعالے کے نزدیک دل ہی مقبول ہے اگر غیر اللہ سے محفوظ ہے اور یہی محجوب بھی ہوجاتا ہے اگر غیر اللہ کی طرف بہت متوجہ ہوا اور اسی سے بازپرس متعلق ہے اور اسیکو امر اور نواہی کا خطاب ہے اور اسی پر

عتاب اور یہی سعادت قرب الٰہی سے بھی مشرف ہوتا ہے پس اگر صفائی اور تزکیہ نصیب ہو گیا
تو فلاح کو پہونچتا ہے اور اگر آلودگی میں پڑا رہا تو بدبختی اور نا امیدی کا مورد ہوتا ہے حاصل یہ
درحقیقت خداتعالے کی اطاعت دل ہی کرتا ہے اور اعضاء ظاہری میں صرف عبادت کے سبب
نور پھیل جاتا ہے اور عصیان اور تمرد بھی دل ہی کا کام ہے اور اسوقت اعضا میں فحش اور برائی کے
آثار نمودار ہو جاتے ہیں اسکی روشنی اور تاریکی سے ظاہر کے محاسن اور قبائح کا ظہور ہوتا ہی کیونکہ
برتن میں سے وہی نکلتا ہے جو اوسکے اندر ہوتا ہے اور دل ایسی چیز ہے کہ آدمی جب اسکو
جان لے تو اپنے نفس کا عالم ہو جاتا ہے جسکے جاننے پر مدار خداتعالے کی معرفت کا ہے اور اگر
دل سے جاہل ہے تو نفس سے بھی جاہل رہتا ہے اور نفس کی جہالت سے خداتعالے کو بھی
نہیں پہچان سکتا اس لیے کہ جو اپنے قلب سے ہی جاہل ہے تو غیر سے بطریق اولے جاہل ہوگا
اور اکثر لوگ اپنے قلوب اور نفوس سے ناواقف ہیں اور اونکے بیچ میں اور اونکے نفسوں کے درمیان
حجاب ہے چنانچہ خداتعالے فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ اور خدا کا حائل ہونا اسطرح ہے
کہ دل کو مشاہدہ اور مراقبہ اور ادراک صفات قلبی سے روک دے اور یہ کیفیت معلوم ہونے دے کہ دل
خداتعالے کی دو انگلیوں میں کسطرح پھرتا رہتا ہے اور یہ کہ کسطرح بعض اوقات اوسکا میلان
اسفل السافلین کی طرف ہو کر شیاطین کی حد تک پہونچتا ہے اور بعض اوقات اوسکی رغبت
اعلی علیین کیطرف ہو کر عالم ملائکہ مقربین تک عروج کر جاتا ہے اور جو شخص اپنے قلب کا حال نجانے
کہ اوسکی نگہبانی اور محافظت کرے اور خزاین ملکوتیہ جو اوسپر وارد ہوتے ہیں اونکا امیدوار رہے
وہ اون لوگوں میں سے ہے جنکے حق میں خداتعالے فرماتا ہے نَسُوا اللّٰہَ فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ اُولٰٓئِکَ
ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ اس سے معلوم ہوا کہ قلب کا پہچاننا اور اوسکے صفات کی حقیقت کو دریافت کرنا
اصل دین اور بنیاد طریق سالکین ہے اور چونکہ ہم نصف اول کتاب میں عبادات و معاملات متعلقہ
اعضائے ظاہری کا حال لکھ چکے ہیں جسکو علم ظاہر کہتے ہیں اور وعدہ کر چکے ہیں کہ نصف ثانی
میں صفات مہلکہ اور منجیات جو قلب پر جاری ہوتے ہیں اور جنکا نام علم باطن ہے بیان کرینگے
اس لیے ضرور ہوا کہ قبل تفصیل مہلکات اور منجیات کے دو باب لکھیں اول میں عجائب صفات
اور اخلاق قلبی کا مذکور ہو اور دوم میں کیفیت ریاضت قلب اور اوسکے اخلاق کی تہذیب کا سطور
اب ہم عجائب قلبی کو بطریق ضرب امثال ذکر کرتے ہیں کہ جلد سمجھ میں آوے ورنہ اسکے عجائب
واسرار جو عالم ملکوت سے متعلق ہیں اکثر سمجھ میں نہیں آتے

ف ۱ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اوسکے دل کو ۱۲

ف ۲ اونہوں نے بھلا دیا اللہ کو پھر اوس نے بھلا دیا اونکو اونکے جی ۱۲

# باب اول ذکر عجائبات قلبی کا مشتمل پندرہ بیانون پر

**بیان اول نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معنی کا اور یہ کہ ان چارون اسما سے کیا مراد ہے** جاننا چاہیے کہ ان چارون لفظونکا استعمال فصول مہلکات و منجیات مین ہوتا ہے اور علما مین سے ایسے لوگ کم ہین جو ان الفاظ کے معانی کا اختلاف اور اونکا مصداق جانتے ہون اور اکثر غلطی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ انکے معنے نہین جانتے اور انکے معانی مختلفہ مین مشترک آنے کا حال نہین پہچانتے ہین لہذا ہم انکے معانی وہ بیان کرینگے جن سے ہماری غرض متعلق ہے لفظ اول قلب ہے اسکے دو معنی ہین اول تو وہ گوشت کا ٹکڑا گاؤ دم جو سینے کی بائین جانب ہے اور اسکے پیچ مین خلا ہے جسمین سیاہ خون رہتا ہے جو منبع اور معدن روح کا ہے لیکن ہمکو اوس شکل و کیفیت کا بیان کرنا مقصود نہین اوس سے غرض اطبا کی متعلق ہوتی ہے دینی غرض اوس سے کوئی متعلق نہین اسطرح کا دل تو بہائم بلکہ مردہ مین بھی موجود ہوتا ہے پس جب ذکر قلب کا اس کتاب مین آویگا تو اوس سے یہ معنی مراد نہونگے اسلیے کہ ان معنی کے اعتبار سے تو دل ایک گوشت کا ٹکڑا بے قدر ہے اور عالم محسوسات ظاہری سے ہے یہانتک کہ جانورونکو بھی آنکھ سے سوجھ سکتا ہے آدمیونکا تو کیا ذکر ہے اور دوسرے معنے دل کے یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ روحانی ربانی ہے جسکو قلب جسمانی سے تعلق ہے اور یہی لطیفہ حقیقت انسانی کہلاتا ہے اور مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب بھی ہے اور اسی سے بازپرس ہے اور جو وجہ علاقہ کی اس لطیفہ کو قلب جسمانی سے ہے اوسکے ادراک مین اکثر لوگونکی عقل حیران ہے کیونکہ اوسکا تعلق قلب جسمانی سے ایسا ہے جیسا تعلق اعراض کا اجسام سے یا صفات کا اپنے موصوف سے یا تعلق کاریگر کا اپنے آلہ سے یا مکین کا مکان سے اور ہم جو اوس وجہ کو نہین بیان کرتے اوسکی دو سبب ہین اول تو یہ کہ یہ امر علوم مکاشفہ یعنی اسرار غیبی سے متعلق ہے اور ہم کو اس کتاب مین صرف علوم معاملہ بیان کرنے مقصود ہین دوم یہ کہ اسکی تحقیق روح کے راز فاش ہونے پر موقوف ہے اور یہ وہ راز ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا پس دوسرے کو بھی لب کشائی اسباب مین نچاہیے غرضکہ اس کتاب مین جس جگہہ ہم قلب لکھین گے اوس سے یہی لطیفہ مراد ہوگا اور ہماری غرض بھی یہی ہے کہ اوسکے اوصاف اور احوال بیان کرین اوسکی حقیقت فی ذاتہ کا بیان کرنا منظور نہین اس لیے کہ مدار علم معاملہ کا اوسکے صفات اور حالات کے جاننے پر ہے اوسمین کچھ ضرورت ذکر حقیقت کی نہین پڑتی دوسرا لفظ روح ہے اسکے بھی دو معنی ہین ایک یہ روح

ایک جسم لطیف ہے جسکا منبع قلب جسمانی کا خلو ہے اور وہانسے بذریعہ شریانو نکے تمام اعضا کے بدن مین پھیلتی ہے اور اوسکا بدن مین پھیلنا اور حیات اور حواس خمسہ کا اعضا کو فیض پہنچانا ایسا ہے جیسا ایک چراغ کسی گہر مین رکھدو اور اوس سے چارطرف روشنی پھیل جاوے اور گہر کے اندر جس جگہ یہ روشنی جاوے وہان اُجالا ہو جاوے پس روح بمنزلہ چراغ کے ہے اور حیات بمنزلہ نور کے اور روح کا باطن مین حرکت کرنا اور بدن مین ساری ہونا ایسا ہے جیسا چراغ مثلاً اطراف گہر مین پھرایا جاوے۔ یہ معنی روح کے اصطلاح اطبا کی ہے یعنی روح ایک بخار لطیف ہی جو حرارت قلب سے نضج پاتا ہے پس ان معنون کا بیان کرنا ہماری غرض نہین اس سے غرض اطبا کی متعلق ہے جو علاج بدن کرتے ہین اور اطبا دین جو قلب کی معالج اس لیے ہوتے ہین کہ اوسکو جوار رب العالمین تک پہونچا دین وہ اس روح سے ذرا بھی بحث نہین کرتے بلکہ اونکی غرض دوسری معنی سے ہے اور روح کے دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ مدرکہ ہے انسان مین اور یہ وہی معنی ہین جسکی شرح دوسرے معنی قلب مین ہم کر چکے ہین اور یہی معنی مراد ہین اس آیت شریفہ مین قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي اور یہ ایک ایسی عجیب ربانی شے ہے کہ جسکے کنہ حقیقت کے ادراک مین اکثر عقول و فہم عاجز ہین تفسیر لفظ النفس یہ بھی کئی معنو کمین مشترک بولا جاتا ہے جنمین سے دو معنی ہمارے مقصود کے موافق ہین اول یہ کہ نفس انسان مین وہ شے ہے جو قوت غضب اور شہوت کی جامع ہے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اہل تصوف مین یہ معنی اکثر شائع ہین اونکے نزدیک نفس وہی ہے جسمین صفات مذمومہ انسانی جمع ہین اور اسی بنا پر وہ لوگ فرماتے ہین کہ نفس پر مجاہدہ کرنا چاہیے اور نفس کو خوب توڑنا چاہیے اور اس حدیث شریف مین بھی کہ اَعْدٰى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ یہی معنی مراد ہین سو دوسری معنی نفس کے یہ ہین کہ نفس ایک لطیفہ ربانی ہے جسکا ہم پہلے ذکر کر چکے اور اس اعتبار سے واقع مین انسان وہی ہے اور نفس انسان اور ذات انسان بھی اوسیکو سمجھنا چاہیے البتہ اتنا ہے کہ بحسب اختلاف احوال صفات مختلفہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے پس جب شہوات سے مزاحمت کرتے کرتے اوسکا اضطراب دور ہو جاتا ہے اور فرمان برداری مین ٹھہر جاتا ہے تو اوسکو نفس مطمئنہ کہتے ہین جسکے باب مین خدا تعالے فرماتا ہے يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً کیونکہ نفس کے اول معنی جو بیان ہوئے اونکے اعتبار سے اوسکا اللہ کیطرف رجوع کرنا متصور نہین ہوتا بلکہ وہ تو اللہ سے دور کرتا ہے اور جماعت شیطان سے ہے۔ اور جب اوسکا سکون کامل نہین ہوتا مگر نفس شہوانی

کو روکتا رہتا ہے اور اوسپر اعتراض کرتا رہتا ہے تو اوسکو نفس لوامہ کہتے ہین اس لیے
اپنے مالک کو عبادت مولے مین قاصر پاکر ملامت کرتا ہے اسکا ذکر بھی خدا تعالے نے فرمایا ہے
لَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ [۱] اور جب نفس شہوانی کی روک نہ کرے بلکہ مقتضائے شہوات اور حرکات
شیطانی کا مطیع اور منقاد ہوجاوے تو اوسکو امارہ بالسوء کہتے ہین جیسا کہ خدا تعالے نے حضرت
یوسف علیہ السلام یا عزیز مصر کی بی بی کے حال مین ارشاد فرمایا وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ
بِالسُّوْءِ [۲] اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امارۃ بالسوء سے مراد نفس باعتبار معنے اول ہو تو اس صورت
مین نفس بمعنی اول نہایت ہی برا ہے اور دوسرے معنی کی روسے عمدہ ہے اس لیے کہ وہ انہین
معنی کے اعتبار سے ذات و حقیقت انسانی ہے جو معرفت الٰہی و دیگر معلومات کی عالم ہے چوتھا لفظ
عقل ہے اور وہ بھی معانی مختلفہ مین مشترک ہے جنکا بیان ہم باب العلم مین کرچکے اور اونہین
سے دو معنون کے ساتھ ہماری غرض متعلق ہے اول تو یہ کہ کبھی عقل بولتے ہین اور اوس سے
مقصود علم حقائق امور کا ہوتا ہے اس صورت مین عقل صفت علمیہ ہوگی جسکا محل قلب ہے
دوسرے یہ کہ کبھی عقل کہتے ہین اور اوس سے مراد مدرک علوم ہوتی ہے تو اس صورت مین عقل
بعینہ وہی لطیفہ مذکورہ بالا ہوگی اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ جو عالم ہے وہ بنفسہ
موجود اور قائم بذات خود ہے اور صفت علم اوسمین حلول کی ہوئی ہے اور صفت غیر ہوتی ہے
اپنے موصوف کی پس عقل سے کبھی تو یہ صفت علم مراد ہوتی ہے اور کبھی محل ادراک یعنی موصوف
اوس صفت کا مراد ہوتا ہے اور یہی معنی ہین عقل کے اس حدیث شریف مین کہ اول ما خلق اللہ
العقل کیونکہ صفت علم تو قائم بالذات نہین ایک عرض ہے اوسکا اول مخلوق ہونا کیسے ہوسکتا ہے بلکہ
تو ضرور ہے کہ اوسکا محل اوس سے پہلے یا اوسکے ساتھ مخلوق ہو ورنہ خطاب کسطرح ممکن ہوگا
جو اسی حدیث مین مذکور ہے کہ خدا تعالے نے اوسکو فرمایا کہ سامنے آ تو سامنے آئی پھر فرمایا
پھیر تو پشت پھیری اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین عقل سے محل صفت علمی مراد ہے اب معلوم
کرنا چاہیے کہ ان چارون الفاظ قلب و نفس و روح و عقل کے مدلول جدا جدا موجود ہین یعنی
قلب جسمانی اور روح جسمانی اور نفس شہوانی اور علوم اور پانچوین معنی یعنی لطیفہ مدرکہ انسانی
وہ ان چارون لفظون مین مشترک ہے اس صورت مین لفظ چار ہوئے اور معنی پانچ اور ہر لفظ کے
دو دو معنی ہوئے ۔ اور چونکہ اکثر علما پر ان الفاظ کا اختلاف اور اشتراک مشتبہ ہوگیا ہے اسی جہت سے
وہ خواطر مین لکھتے ہین کہ یہ خاطر قلب ہے اور یہ خاطر نفس سے ہے اور یہ خاطر روح ہے مگر ناظر کو ان

[۱] قسم کھاتا ہون جی کی جو الہنا دیتا ہے ۱۲

[۲] اور مین پاک نہین کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے برائی ۱۲

چیزون مین کچھ معانی کا اختلاف معلوم نہین ہوتا اسی قباحت کے دور کرنے کے لیے ہم نے ان الفاظ کی شرح اول کر دی — اور جہان کہین قرآن مجید یا حدیث شریف مین لفظ قلب واقع ہے پس اوس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان مین سمجھتی ہے اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہے اور اوسکو کنایۃً اوس قلب پر بولتے ہین جو آدمی کے سینہ مین ہے کیونکہ اوس لطیفہ اور جسم قلب مین ایک علاقہ خاص ہے اور اگرچہ وہ تمام بدن سے متعلق ہے اور سب اعضا سے کام لیتا ہے لیکن تعلق اوس کا اور اعضا سے بواسطہ قلب کے ہی یعنی لطیفہ مذکورہ کا تعلق اول قلب جسمانی ہی سے ہے گویا کہ قلب جسمانی اوسکا محل اور دار السلطنت و مرکب ہے اور اسی جہت سے سہیل تستری رحمۃ اللہ نے قلب جسمانی کو عرش سے اور سینہ کو کرسی سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ قلب عرش ہے اور صدر کرسی ہے اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اونکی غرض یہ ہے کہ قلب عرش خدا کا ہی اور صدر اوسکی کرسی ہے کیونکہ یہ امر تو محال ہے بلکہ مراد اونکی یہ ہے کہ قلب جسمانی اور صدر لطیفہ قلبی کے لیے دار السلطنت اور تختگاہ ہین کہ اول اوسکا تصرف یہان ہی سے شروع ہوتا ہے غرضکہ قلب جسمانی اور صدر کو لطیفہ قلبی سے وہ نسبت ہی جو عرش و کرسی کو ہی خداے پاک سے اور یہ تشبیہ بھی صرف بعض وجوہ سے درست بیٹھتی ہے اور چونکہ اوس سے ہماری غرض متعلق نہین اس لیے فروگذاشت کر دی ہین [?]

## دوسرا بیان قلب کے لشکرون کا

واضح ہو کہ اللہ تعالے کے لشکر قلوب اور ارواح اور دوسرے عالمون مین اتنے ہین کہ اونکی حقیقت اور گنتی سوا اوسکے اور کوئی نہین جانتا جیسا کہ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ اب بعض لشکر قلب کے بیان کرتے ہین کیونکہ ہماری غرض قلب ہی سے متعلق ہی پس جاننا چاہیے کہ قلب کے دو لشکر ہین ایک وہ جو ظاہری آنکھ سے محسوس ہوتا ہے اور ایک وہ جو عقل کی آنکھ سے سوجھتا ہی اور وہ دونون قلب کے لیے بمنزلہ خادم اور مددگار کے ہین اور یہان لشکر کے یہی معنی ہین پس وہ لشکر جو ظاہری آنکھ سے سوجھتا ہے وہ ہاتھ پاؤن آنکھ کان ناک اور تمام اعضا ظاہری اور باطنی ہین کہ سب کے سب اوسکے خادم اور مسخر ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اونمین تصرف کرتا ہے یہ سب اوسکی اطاعت کے لیے پیدا ہوئے ہین حتی کہ اوسکے خلاف کی قدرت نہین رکھتے اور اوس سے منحرف ہو سکتے ہین مثلاً جب آنکھ کو حکم کھولنے کا کرتا ہے کھل جاتی ہے اور پاؤنکو چلنے کا کہتا ہے تو چلنے لگتا ہے زبان کو بولنے کے لیے حکم ناطق دیتا ہے تو بولنے لگتی ہے اور اسیطرح تمام اعضا کا حال ہے اور اعضا اور حواس کا مطیع ہونا قلب کے لیے من وجہ ایسا ہی جیسا فرشتے اللہ تعالے کے

۱ اور کوئی نہین جانتا تمہارے رب کے لشکر کو بجز اسکے ۱۲ [?]

مطیع ہین کہ وے بہی طاعت الٰہی کے لیے مخلوق ہوئے ہین خلاف کی قدرت نہین رکہتے بلکہ اونکا حال آیت لَا یَعْصُونَ اللّٰہَ مَا اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ البتہ ایک بات کا فرق ہے کہ فرشتے اپنی طاعت اور فرما نبرداری کے عالم بہی ہوتے ہین اور اعضا مین یہ بات نہین مثلاً آنکہ کی پلکین کہلنے اور بند ہونے مین اطاعت قلب کی تو کرتی ہین مگر اونکو مطلق نہ اپنے وجود کی خبر ہے اور نہ اس اطاعت کی خبر اور چونکہ قلب کو حاجت سواری اور زاد راہ کی اوس سفر کے لیے ہوتی ہے جسکے لیے پیدا ہوا ہے یعنی سفر معرفت الٰہی اور قطع منازل دیدار رحمانی کے جیسا کہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اسی لیے اوسکو ان اعوان اور مددگارونکی حاجت پڑی ان مین سے اوسکی سواری تو بدن ہے اور زاد راہ علم ہے اور جن اسباب سے کہ یہ زاد راہ تک پہونچکر توشہ حاصل کرتا ہے وہ اعمال نیک ہین اور بندہ کے لیے ممکن نہین کہ راہ سلوک الی اللہ بدون سکونت بدن اور بسر کرنے دنیا کے حاصل ہوسکے کیونکہ بڑی منزل تک پہونچنے کے لیے چہوٹی منزل کا قطع کرنا ضرور ہے اور اسی بنا پر اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ واقع ہوا ہے گویا دنیا بہی ایک منزل ہدایت ہے اور اس کا دنیا اس وجہ سے نام ہوا کہ قدر و منزلت مین اوس دوسری منزل سے کم ہے غرض کہ قلب کو ضرور ہے کہ اس عالم مین زاد راہ حاصل کرے اور بدن وہ سواری ہے جسکے باعث سے دنیا مین پہنچ جاتا ہے پس اوسکی حفاظت اور کفالت بہی ضرور ہوئی اور اوسکی حفاظت اسطرح ہے کہ جو غذا وغیرہ اوسکے موافق ہو وہ اوسکو پہنچاوے اور جو اسباب اوسکے ہلاک کے ہون وہ اوس سے دور کیے جاوین اس اعتبار سے حصول غذا کے لیے دو خادمون کی حاجت ہوئی ایک باطنی جسکا نام بہوک اور خواہش ہے اور ایک ظاہری یعنی ہاتہ وغیرہ اعضا جنسے غذا حاصل ہو اسی لیے قلب مین بقدر حاجت خواہش بہی پیدا کی گئی اور اعضا جو ذریعہ خواہش ہین وہ بہی عنایت ہوئے اسیطرح مہلکات سے بچنے کے لیے دو لشکرونکی ضرورت ہوئی ایک باطنی جسکو غضب کہتے ہین اور جسکے باعث دشمنونسے انتقام لیتا ہے اور مہلکات کو دور کرتا ہے اور ایک ظاہری یعنی ہاتہ اور پاؤن وغیرہ جنسے غضب کے وقت حسب مقتضاے غضب کام لیتا ہے گویا ان اعضا کا وجود بدن مین مثل ہتیارونکے ہے اب جو شخص محتاج غذا کا ہے جب تک اوسکو غذا کا حال معلوم نہو تو صرف محبت غذا اور بہوک سے کام نچلے گا اس لیے قلب کو غذا کے پہچاننے کے لیے دو خادمون کی ضرورت ہوئی ایک باطنی یعنی ادراک حواس خمسہ ظاہری کا اور ایک ظاہری یعنی مواضع حواس خمسہ ظاہری کے کہ آنکہ وکان وناک وغیرہ ہین اور قلب کو جو ان اشیا کی طرف حاجت ہے اوسکی وجہ مفصل اور یہ اینمن

کیا حکمت ہی اتنا طول کلام چاہتی ہے کہ بہت سی جلدونمین بھی بیان نہو سکے اور ہم نے کچھ تھوڑا سا
باب الشکر مین لکہا ہے اوسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ قلب کی خادم تین قسم کے ہین ایک تو وہ
کہ اوسکو کسی شے کی طرف رغبت دلاوین خواہ حصول نفع کی طرف مثل بہوکھ کے خواہ ضرر دور کرنیکی طرف
مثل غضب کے اس قسم کے خادم کو ارادہ بھی کہتے ہین دوسری قسم وہ ہے جو حصول مقصود کے لیے
اعضا کو حرکت دیتی ہے اوسکو قدرت وطاقت کہتے ہین جو تمام اعضا خصوصا رگ وپے پٹھین پہیلی
ہوئی ہے تیسری قسم جاسوسون کیطرح مدرک اور پہچاننے والی ان اشیا کی ہے وہ قوت دیکہنے
اور سونگھنے اور سننے اور چکھنے اور چھونے کی ہے جو اعضاء معینہ مین موجود ہے اس قسم کا نام علم وادراک
ہے اور ان باطنی لشکرون مین سے ہر ایک کی ساتھ ظاہری لشکر بھی ہین یعنی اعضاء مرکب گوشت وپوست
وچربی وخون وہڈی وغیرہ سے یہ اعضا آلات واسباب پہلے لشکرون کے ہین مثلاً قوت گرفت
انگلیون سے متعلق ہے اور قوت بینائی آنکھ مین ہے اور علی ہذا القیاس اور قوی کو سمجھنا چاہیے
اور ہم کو اعضاء ظاہری سے بحث نہین کیونکہ یہ عالم ظاہری سے ہین بلکہ ہم اون اعوان قلبی کا ذکر
کرتے ہین جو آنکھ سے نہین سوجھتی اور وہ اون سب مین سے قسم سوم ہے یعنی قوائے مدرک اور انکی
دو قسمین ہین ایک تو وہ جسکا ٹھکانا اعضائے ظاہری مین ہے یعنی حواس خمسہ ظاہری جو متعلق
اعضاء ظاہری آنکھ کان ناک وغیرہ سے ہین اور ایک وہ جنکا مسکن منازل باطنی مین ہے یعنی دماغ
کی تجویفونمین اور یہ بھی پانچ ہین اسلیے کہ آدمی کسی چیز کو دیکھکر جو اپنی آنکھین بند کر لیتا ہے تو
اوس شے کی تصویر اپنے نفس مین پاتا ہے اسکو خیال کہتے ہین پھر یہ صورت بعض باتین
یاد رکھنے سے اوسکے ساتھ رہتی ہے وہ حافظہ کہلاتا ہے پھر یاد کی چیز کو سوچتا ہے اور بعض کو بعض
سے ملاتا ہے اور جو بھولا ہوا ہوتا ہے وہ یاد آجاتا ہے اور صورت جو ان کی تو ن نفس مین ہوتی جاتی ہے
پھر محسوسات کی سب باتونکو حس مشترک سے اپنے خیال مین جمع کر لیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن
مین یہ قوتین ہین حس مشترک اور خیال اور فکر اور ذکر اور حفظ۔ اور اگر خدا تعالے قوت حفظ
اور فکر اور ذکر اور خیال پیدا نہ فرماتا تو دماغ ان چیزون سے خالی ہوتا جیسے اب ہاتھ پاؤن وغیرہ
اون سے خالی ہین غرضکہ جیسے یہ قوتین باطنی ہین اسیطرح انکی جگہین بھی باطنی ہین **ف**
مترجم کہتا ہے کہ اطبا کے نزدیک جو حواس خمسہ باطنی ہین وہ سب کو معلوم ہین اور نام بھی اونکے
مشہور مصنف رحمہ نے جو تبدیل کی ہے نہ معلوم کس رعایت سے کی ہے اونکی تقریر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے
بس یہ اقسام ہین قلب کی لشکرونکے اور انکا بیان اسطرح کہ کم علمونکی بھی سمجھ مین آجاوے طول چاہتا ہے

اور گو اس جیسی کتاب مین غرض یہی ہے کہ منتہی لوگ انکو نفع ہو پھر بھی ہم مثالین لکھکر ایسا بیان کرتے ہین جسکو مبتدی بھی سمجھ سکین

## تیسرا بیان مثالین قلب کے باطنی خادمونکی

جاننا چاہیے کہ قلب کے دو خادم غضب اور شہوت کبھی اوسکی فرمان برداری بدرجۂ اتم کرتے ہین تو اوسوقت قلب کو سلوک مین اونسے مدد ملتی ہے بلکہ اون دونونکو اپنے سفر الی اللہ مین اچھا رفیق سمجھتا ہی اور کبھی یہ دونون اوسکی نافرمانی کرکے اوس سے باغی ہوجاتے ہین تو یہ نوبت پہونچتی ہے کہ اوسیکو غلام کرلیتے ہین اور موجب اوسکی بربادی کا ہوتے ہین اور جس سفر سے کہ اوسکو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے اوس سے باز رہتا ہے مگر اوسکے مددگار اور بہی ہین جسکو علم اور حکمت اور تفکر کہتے ہین اور اونکا بیان عنقریب آتا ہے پس ایسے وقت نازک مین قلب کو مناسب ہے کہ اون مددگارون سے جو اللہ کے گروہ کہلاتے ہین اون دونون خادمونکے مقابلہ کے لیے استعانت چاہے اسلیے کہ وہ دونون کبھی شیطان کی جماعت مین ملجاتے ہین اور قلب کو دباتے ہین پس اگر قلب نے استعانت نہ کی اور غضب اور شہوت کا مطیع ہوگیا تو یہی صورت ہلاکی اور نقصان بین کی ہے اور اکثر لوگون کا یہی حال دیکھا جاتا ہی کہ اونکی عقلین شہوات کی ایسی مطیع ہوگئی ہین کہ اپنی شہوات کے پورا کرنیکے لیے بیسیون حیلے ڈھونڈھتے ہین اور مناسب یون تہا کہ عقل کی ضروریات مین شہوت اوس کی مطیع رہتی اب ہم ناظرین کے سمجھانیکے لیے اسکی توضیح تین مثالون سے کرتے ہین **مثال اول** فرض کرو کہ نفس انسانی یعنی لطیفہ مذکورہ بالا بادشاہ ہی اور بدن اوسکا شہر اور دار السلطنت اور جوارح اور قوی اوسکے کارکن اور علمہ اور قوت عقلیہ اوسکا وزیر خیر خواہ و باتدبیر ہے اور غضب اوس شہر کا کوتوال ہے اور شہوت اوسکا غلام بدسرشت جو اوس شہر مین کہانا وغیرہ لایا کرتا ہی اور بڑا مکار چہوٹا فریبی پلید ہے کہ خیر خواہونکی صورت مین اگر بظاہر خیر خواہی کرتا ہے مگر اوسکی خیر خواہی مین سراسر فساد اور زہر قاتل ہے اور اوسکی عادت یہ ٹہر گئی ہے کہ وزیر باتدبیر کے ساتھہ اوسکی تجویزونمین نزاع کرتا رہتا ہے یہان تک کہ کوئی گھڑی اوسکے نزاع سے خالی نہین رہتا پس ایسی صورت مین اگر بادشاہ اپنے امور سلطنت مین وزیر کے مشورہ پر چلیگا اور اوس غلام پلید کے کہنے سے روگردان رہیگا اور یہ بات ٹہان لیگا کہ اسکے خلاف ہی مین بہتری ہے اور اپنی وزیر کی خاطر داری سے کوتوال کی بہی تادیب کریگا اور وزیر کی طرف ہوکر اوسکو اوس غلام خبیث اور اوسکی تابعین پر معین فرماویگا تاکہ غلام مذکور اپنے درجہ سے بڑھنے نپاوے مغلوب اور محکوم بنا رہے

زیادہ منہ نہ لگے تو ظاہر ہے کہ بادشاہی انتظام بہت درستی اور عدل کے ساتھ ہوگا اسی طرح اگر نفس عقل سے استعانت لیگا اور غضب کی تادیب کرکے اوسکو شہوت پر مسلط رکھیگا اور کبھی غضب کو کم کرنیکے لیے شہوت سے مدد چاہیگا اور کبھی شہوت کے دبانیکے لیے غضب کو اوسپر مسلط کرکے مقتضیات شہوت کو برا سمجھیگا تو اوسکے قوی سب درجہ اعتدال پر رہینگے اور اوسکے اخلاق سب بہتر ہونگے اور اگر اس طریق سے عدول کریگا تو ان لوگوں میں سے ہوگا جنکی شان میں خداتعالے فرماتا ہے أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ یا یہ ارشاد ہے وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ اور جو شخص کہ نفس کو شہوات سے روکتا ہے اوسکے حق میں یوں ارشاد ہے وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى اور کیفیت ان چیزوں کی ساتھ مجاہدہ کی اور ایک کو دوسرے پر مسلط کرنیکی انشاء اللہ عنقریب باب ریاضت نفس میں آویگی **دوسری مثال** فرض کرو کہ بدن ایک شہر ہے اور اوسکا حاکم مدبر عقل ہے یعنی وہ چیز جو انسان کے اندر مدرک ہے اور حواس ظاہری اور باطنی اوسکے لشکر اور اعوان ہیں اور اعضا اوسکے رعیت اور نفس امارہ یعنی شہوت و غضب اوسکا دشمن کہ اوسکے سلطنت کا خواہاں ہے اور رعیت کو تباہ کیا چاہتا ہے تو اب بدن کو ایک مورچہ جاننا چاہیے جسمیں بادشاہ خود حفاظت کے لیے موجود ہے پس اگر اپنے دشمن سے لڑکر اوسکو بھگادیگا یا مغلوب کریگا تو اسکا کام دربار اعلی میں پسند ہوگا جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً اور اگر اس مورچہ کو کھو بیٹھے گا اور اپنی رعیت کو بیکار کردیگا تو خدا کے نزدیک مذموم ہوگا اور اوسکی سزا اوسکو دیجاویگی جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ایسے شخص سے قیامت کو یوں کہا جاویگا ای خبیث نگہبان تو نے گوشت کھایا اور دودھ پیا مگر گمہوئی چیز کا ٹھکانا نہ لگایا اور شکستہ کو درست نہ کیا آج میں تجھسے عوض لونگا اور اسی مجاہدہ کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ **تیسری مثال** عقل کو ایک سوار سمجھنا چاہیے جسکا ارادہ شکار کا ہے اور شہوت کو اوسکا گھوڑا اور غضب کو اوسکا کتا خیال کرنا چاہیے پس اگر سوار حاذق اور ماہر ہوگا اور گھوڑا بھی سدھا ہوا اور کتا بھی تعلیم یافتہ تو بیشک اپنی مقصود کو پہونچیگا اور جب سوار بذات خود فن سواری سے جاہل ہوگا اور گھوڑا سرکش اور کتا دیوانہ تو نہ گھوڑا ہی اوسکا کہنا کریگا اور نہ کتا اشارہ پر چلیگا پس ایسے شخص کو شکار کا ملنا تو درکنار

اپنی جان ہی بچانی دشوار ہو گی اس مثال مین سوار کو سواری نہ آنی مثال انسان کی جہالت اور قلت حکمت اور کمی بصیرت کی ہے اور گھوڑے کی سرکشی مثل غلبہ شہوت کی خصوصاً شہوت شکم اور شرمگاہ کی اور کتے کی دیوانگی مثل غلبہ غضب کے ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وعنایت سے ہم کو ان سے بچاوے

## چوتھا بیان قلب انسان کی خاصیت کا ذکر

واضح ہو کہ جسقدر چیزین ہم نے اعضا وحواس سے بیان کی ہین وہ اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات کو بھی دی ہین مثلاً شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی سب حیوانونکو بھی حاصل ہین دیکھو جب بکری بھیڑیے کو آنکھ سے دیکھتی ہے تو اوس کی عداوت اپنے دل سے معلوم کر کے فوراً بھاگتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بھی ادراک باطنی موجود ہے پس اب ہم وہ چیز ذکر کرتے ہین جو خاص قلب انسانی مین پائی جاوے اور جسکے باعث اوسکو شرف اور تقرب الی اللہ کی لیاقت ہے اور وہ دو باتین ہین ایک علم اور دوسرا ارادہ علم تو امور دنیوی اور اخروی اور حقائق عقلی کا ہے کہ یہ امور نہ محسوسات کی حد مین داخل ہین اور نہ حیوانات کو انمین انسان کے ساتھہ شرکت بلکہ علوم کلیہ بدیہی بھی خواص عقل انسانی سے ہین مثلاً انسان یہ حکم کرتا ہے کہ ایک شخص کا دو مکانون مین ہونا ایک ہی حالت مین غیر ممکن ہے پس یہ حکم ہر شخص کے واسطے ہے گو اوس نے دنیا کے بعض ہی اشخاص دیکھے ہین اس صورت مین اوسکا حکم کر دینا جمیع اشخاص پر اوسکی حس کے ادراک سے زائد ہے اور جب علم ظاہر بدیہی مین یہ امر سمجھہ چکے تو اور تمام نظریات مین اور بھی ظاہر تر ہے اور ارادہ سے یہ غرض ہے کہ جب انسان عقل سے انجام کار کو سوچتا ہے اور اوسمین بہتری معلوم ہوتی ہے تو اوسکی طبیعت مین ایک شوق اوس بہتری کا اور اوسکے لوازم کے حاصل کرنیکا پیدا ہوتا ہے اسکو ارادہ کہتے ہین اور یہ ارادہ وہ نہین جو ارادہ شہوت یا ارادہ حیوانات کا ہوتا ہے بلکہ یہ ارادہ شہوت کے ارادہ کے ضد ہے مثلاً شہوت فصد اور پچھنے سے نفرت کرتی ہے مگر عقل اوسکا ارادہ کرتی ہے اور اوسکے لیے مال تک خرچ کرتی ہے یا بیماری کی حالت مین شہوت کا میل لذیذ کھانون کیطرف ہوتا ہے اور عاقل آدمی اپنے نفس مین اوسسے ایک مانع پاتا ہے اور یہ مانع شہوت کیطرف سے نہین اور اگر خدا تعالیٰ عقل کو تو پیدا فرماتا جس سے انجام کار سوجھتا ہے اور اس ارادہ کو پیدا نفرماتا جسکے باعث حرکت اعضا کی عقل کے حکم کے بموجب ہوتی ہے تو عقل کا حکم بیفائدہ محض ہوتا غرضکہ قلب انسانی مین وہ علم وارادہ ہے جو تمام حیوانات مین نہین بلکہ اول اول لڑکو نمین بھی پایا نہین جاتا

کیونکہ یہ ارادہ اونمین بعد بلوغ کی پیدا ہوتا ہی اور شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی اونمین سب موجود ہوتی ہین ہان ان علوم کی حاصل ہونیکی لڑکے مین دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اوسکی دلمین علم بدیہی بالتونکا آجاوی مثلاً جن چیزونکا وجود ظاہر مین نہین ہوسکتا اونکا محال جاننا یا ممکنات ظاہری کا جائز سمجھنا تو اس صورت مین اوسکو علوم نظریہ تو حاصل نہونگی مگر اونکی حصول کی قریب ہوجاویگا اور اوسکا حال علوم نظریہ مین ایسا ہوگا جیسا کوئی کاتب کہ کتابت مرکبات سی تو عاری ہی مگر مفردات حروف اور دوات و قلم کو جانتا ہی اسطرحکا کاتب اگرچہ درجہ کتابت پر نہین پہونچتا مگر اوسکی قریب ہوجاتا ہی۔ دوسری یہ کہ علوم اوسکو اکتساب اور تجربہ اور فکر سی حاصل ہو وین اور اونکا مخزن اوسکے پاس ہی جب چاہی اونکی طرف رجوع کری تو ایسے شخص کا حال کاتب حاذق کا سا ہی کہ گو وہ بالفعل لکھتا نہو مگر اوسکو کاتب کہینگے کیونکہ وہ کتابت پر ہر وقت قدرت رکھتا ہے اور یہ مرتبہ علوم کا انسانیت کی مدارج مین سب سے اعلی درجہ ہے لیکن اس درجہ مین مراتب غیر متناہی ہین کہ اونمین لوگ کثرت اور قلت معلومات کے باعث یا شرافت اور خست معلومات کی جہت سی متفاوت ہین اور نیز طریق حصول مین بہی تفاوت ہوتا ہے کہ بعض قلوب کو اول ہی دہلہ مین بسبیل مکاشفہ الہام الٰہی سے حاصل ہوجاتے ہین اور بعض کو نوبت اکتساب اور تعلم کی پہونچتی ہے پہر بعضے سریع الفہم ہوتے ہین اور بعضے بطی الحصول اور اس مقام مین درجات انبیاء و علما اور اولیا اور حکماء کے مختلف ہین اور درجات ترقی کی کچہہ انتہا نہین اسلیے کہ معلومات آلٰہی کی کچہہ حد نہین اور سب مین اعلی رتبہ اوس نبی کا ہوتا ہے جس پر سب حقیقتین بلا اکتساب و تکلف صرف مکاشفہ آلٰہی سے بہت جلد منکشف ہوجائین اور اسی سعادت سے بندہ کو خداوند پاک سے قرب معنوی اور حقیقی اور وصفی ہوتا ہے مگر قرب مکانی اور نزدیکی مسافت نہین ہوتی اور ان درجات مین ترقی کرنی سالکین الی اللہ کی منزلین کہلاتی ہین اور ان منازل کی کچہہ حد نہین بلکہ ہر سالک کو جس منزل تک وہ پہونچتا ہے اوسکا اوسکے نیچے کی منزلون کا حال معلوم رہتا ہے لیکن جو منزلین اوسکے آگے ہین اونکو علماً تو نہین جانتا الا کبہی ایماناً بالغیب اونکی تصدیق کرتا ہے جیسے ہم نبوت اور نبی پر ایمان رکہتے ہین اور اونکے وجود کی تصدیق کرتے ہین مگر حقیقت نبوت کو سوائے نبی کے دوسرا نہین جانتا اور جسطرح کہ پیٹ کی بچہ کو شیر خوار کا حال معلوم نہین ہوتا اور شیر خوار کو تمیز دار لڑکے کا حال معلوم نہین ہوتا کہ اوسکو کیا کیا بدیہی باتین حاصل ہوگئین ہین اور تمیز دار کو عاقل کا حال معلوم نہین ہوتا کہ علوم نظریہ سے اوسنے کیا سیکہا ہے اسیطرح عاقل کو بہی یہ معلوم نہین ہوتا کہ اللہ تعالے اپنے اولیا اور انبیاء پر کیا کیا الطاف

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا اور یہ رحمت بموجب وعدہ زیادہ فرماتے ہین
جو وادر کرم خداوندی کے عام ہے کسی کے ساتھ اوسکی طرف سے بخل نہین مگر ظہور اس رحمت کا
اون دلونمین ہوتا ہی جو نفحات رحمت کی تاک لگائے رہتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ لَنَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَا اور ان پر تاک لگانا اسطرح ہے کہ دل
کو پاک رکھین اور خبث و کدورت جو اخلاق مذمومہ سے ہوتی ہے اوس سے اجتناب کرین جیسا کہ عنقریب
اوسکا بیان آنے والا ہے اور خدائے پاک کی اسی جود کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین
یَنْزِلُ اللّٰہُ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ ھَلْ مِنْ دَاعٍ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ اور اس حدیث قدسی مین لَقَدْ طَالَ
شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلٰی لِقَائِھِمْ اَشَدُّ شَوْقًا اور اس حدیث قدسی مین مَنْ تَقَرَّبَ
اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا ان سب احادیث متبرکہ سے یہ معلوم ہوا کہ انوار علوم جو دلون سے
پوشیدہ رہتے ہین تو منعم حقیقی کیطرف سے کچھ بخل اور روک نہین بلکہ خبث اور کدورت جو دلونمین
رہتی ہے وہی باعث حجاب انوار معرفت ہوتی ہے کیونکہ دلونکا حال برتن کا سا ہے جب تک
برتن مین پانی بھرا رہیگا اوسمین ہوا نہین جا سکیگی اسیطرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہیگا
اوسمین معرفت نجا سکیگی اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین لَوْ لَا
اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَاءِ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہو اکہ
خاصیت انسان علم اور حکمت سے اور اشرف علوم علم اللہ جلشانہ اور اوسکی صفات اور افعال
کا ہے کہ جسمین کمال انسانی ہے اور اس کمال کے باعث سعادت اور لیاقت حضوری حضرت
رب العزت اوسکو حاصل ہوتی ہے غرض کہ بدن نفس کی سواری ہے اور نفس محل علم ہی اور علم
انسان کا مقصود اور اوسکی خاصیت ہی کہ جسکے واسطے پیدا ہوا ہے اور جس طرح پر کہ گھوڑا بوجھ
اٹھانے مین گدہے کا شریک ہی اور خوبصورتی اور دوڑ دھوپ مین اوس سے خاص ہے تو گویا
گھوڑیکی خاصیت یہی ہے اور اوسیکے لیے پیدا ہوا ہے پس اگر اس بات سے عاری ہوگا تو گدہے
کے درجہ کو پہنچ جائیگا اسیطرح انسان بہت سی باتونمین گھوڑے اور گدہے کا شریک ہی مگر
جو خاصیت انسانی ہے اوسکے باعث اون دونونسے ممتاز ہے اور یہ خاصیت ملائکہ مقربین
کے اوصاف مین سے ہے اور انسان کا رتبہ بہائم اور ملائکہ کے درمیان مین ہے اسواسطے کہ انسان
باعتبار غذا اور نشو ونما کے تو سبزہ ہے اور حس و حرکت اختیاری کی جہت سے حیوان ہے اور صورت
و قد و قامت کے اعتبار سے مثل نقش دیوار ہے لیکن خاصیت اوسکی حقائق اشیا کی معرفت ہے

۱ جو کچھ اللہ لوگونکے کھولے اسکو کوئی نہین روکنے والا ۱۲

۲ خدای تعالی کی رحمت کی بہت سی لپیٹین ہین تمہاری زندگی کے ایام مین پس تم اونکی تاک مین رہو ۱۲ باب الصلوۃ مین گذری

۳ خدای تعالی ہر رات مین آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماکر ارشاد کرتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ مین اوسکی دعا قبول کرون ۱۲

[illegible]

پس جس شخص نے اپنے تمام اعضا اور قولسے اسطرح کام لیا کہ علم اور عمل مین اوسکو استعانت ہو ایسا
شخص مشابہ فرشتونکے ہے اور اونمین لاحق ہونے کا سزاوار ہے اور اگر اوسکو ملک ربانی کہا جاوے
تو بجا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والیون کا قول نقل فرمایا ہے
مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ اور جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذات بدنی کیطرف مصروف کی
اور چارپایونکی طرح کہانے لگا تو وہ درجہ بہائم مین داخل ہوکر یا تو نرا ابلہ ناتجربہ کار ہوگا یا حرص
مثل سورکے یا غرانیوالا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کی یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل
لومڑی کے بنجاویگا اور اگر ان سب باتونکا جامع ہوگا تو پورا شیطان رجیم ہے اور آدمی مین کوئی
عضو یا حاسہ ایسا نہین کہ جس سے وصول الی اللہ کیطرف مدد نہ مل سکے جیسا کہ باب الشکر مین
کچھ تھوڑا سا بیان اسکا آویگا پس جو کوئی اپنے اعضا کو اسی کام مین لگا دیگا وہ فلاح کو پہونچیگا
اور جو اس سے عدول کریگا وہ نقصان مین رہیگا اور انسان کی سعادت کامل اسمین ہے
کہ دیدار الٰہی کو اپنا مقصد بناوے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدن کو
سواری اور اعضا کو خادم تصور کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو بادشاہ قرار دے جسکا دار السلطنت
قلب ہی اور قوت خیالی جو مقدم دماغ مین ہے اوس بادشاہ کا قاصد کیونکہ محسوسات کی
خبرین اوسکے پاس جمع ہوتی ہین اور قوت حافظہ جسکا مسکن موخر دماغ ہے اوسکا خزانچی
ہے اور زبان اوسکی ترجمان اور اعضا متحرکہ اوسکی محرر اور حواس خمسہ اوسکی جاسوس ہین اور واحد
انمین سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہے آنکھ عالم رنگ پر متعین ہے اور کان عالم آواز پر
اور ناک عالم خوشبو پر اور علی ہذا القیاس پھر یہ سب اپنے اپنے علاقہ کی اخبار جمع کرتے ہین اور قوت
خیالی تک پہونچا دیتے ہین جسکا کام قاصدی ہے وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد
کرتی ہے اور خزانچی بحضور بادشاہ پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ کو ان اخبار مین سے جسقدر سلطنت کی
تدابیر مین یعنی سفر کے در پے ہی اوسکی تکمیل مین یا جس دشمن کے ساتھ منازعت ہے اوسکے قلع قمع
مین یا رہزنون کے دور کرنے مین ضرورت ہو اوسقدر لے لیوے پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور
کامیاب اور خدا کی نعمتونکا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بیکار رکھا یا کام تو لیا مگر اوسمین دشمنون
یعنی شہوت اور غضب اور لذائذ فانی اور آبادی رہگذر یعنی یہ دنیا کا ہی لحاظ رکھا تو شقی اور رسوا
اور خدا کی نعمتونکا کافر ہوگا اور لشکر الٰہی کو جو اسکا تابع تھا تلف کریگا اور دشمنان خدا کی عزت
اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی انجام اوسکا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب اور عذاب اور رخیرا فی المعاد کا ہوگا

نعوذ باللہ منہا اور جو مثال کہ ہم نے بیان کی ہے حضرت کعب احبار رضنے اوسکی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انسان کی آنکھین تو راہبر ہین اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو طرف لشکر کے اور پاؤن قاصد اور قلب بادشاہ ہے پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اوسکے توابع بھی اچھے ہونگے حضرت عائشہ رض نے جواب دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی سنا ہے وہ بھی یہی فرماتے تھے اور حضرت علی رض نے تمثیل قلوب مین یون ارشاد فرمایا ہے کہ زمین مین خدا کی برتن قلوب ہین اونمین سے اوسکو زیادہ محبوب وہ ہے جو نرم اور صاف اور سخت ہو پھر ان لفظون کی تفسیر یون فرمائی کہ اپنے بھائیونکے ساتھ نرم اور یقین مین صاف اور دین مین سخت ہو آسمین اشارہ ہے اس آیت کریمہ کیطرف کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ یہ مثال نور مومن اور اوسکے دل کی ہے اور اس آیت مین اَوْکَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ فرمایا کہ یہ مثال قلب منافق کی ہے اور زید بن اسلم نے لوح محفوظ کو جو قرآن شریف مین وارد ہے فرمایا ہے کہ وہ مومن کا قلب ہے اور سہل تستری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مثال قلب اور صدر کی عرش و کرسی ہے یہ ہین مثالین قلب کی ۔

## پانچوان بیان اوصاف جامع قلب کا اور اوسکی مثالین

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت اور ترکیب مین چار آمیزشین ہین جنکے سبب اوسمین چار اوصاف سبعی اور بہیمی اور شیطانی اور ربانی جمع ہین پس اس جہت سے کہ اوسپر غضب مسلط ہے افعال سباع کا مرتکب ہوتا ہے اور عداوت اور کینہ اور لوگونسے دہول دہپا گالی گلوج کرتا ہے اور شہوت کے مسلط ہونے کے باعث بہائم کے افعال یعنے حرص و حسد و طمع وغیرہ اوس سے سرزد ہوتے ہین اور اس جہت سے کہ وہ خود فی ذاتہ امر ربانی ہے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ دعوی ربوبیت کا کرتا ہے اور تعلی اور تشخص اور سب امور پر اصرار کرنا اور ربانیت کا مدعی ہونا اور عبودیت اور تواضع کے حلقہ سے نکلنا ان سب باتونکو پسند کرتا ہے اور آرزومند تمام علوم کی اطلاع کا ہوتا ہے بلکہ علم اور معرفت اور حقائق امور پر ہونے کا مدعی ہوتا ہے اور جب علم کیطرف منسوب ہوتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جہل کی طرف نسبت کیے جانے سے ناراض اور ظاہر ہے کہ جمیع امور کے حقائق پر محیط ہونا اور سب خلق پر کبریائی کا مدعی ہونا اوصاف ربوبیت سے ہے اور انسان مین اسکی حرص موجود ہے اور چونکہ باوجود اشتراک غضب و شہوت کی تمیز کے باعث بہائم سے

جدلتے تو اسمین شیطانیت بھی ہے جس سے شریر کہلاتا ہے اور اپنی تمیز کو شر کی صورتون مین استعمال
کرتا ہے اور اپنی غرضین مکر و حیلہ و فریب سے حاصل کرتا ہے اور خیر کے بدلے شر ظاہر کرتا ہے اور
یہ سب عادتین شیطانونکی ہین غرضکہ ہر ایک آدمی مین ان چارون اصول یعنی ربانیت اور شیطانیت
اور سبعی اور بہیمی کا خلط پایا جاتا ہے اور یہ چارون قلب مین جمع ہین تو گویا انسان کی جلد مین
چار چیزین ہین سور اور کتا اور شیطان اور حکیم سور تو اوسکی شہوت ہے اسلئے کہ سور جو مذموم کہلاتا ہے
تو رنگ اور شکل کے باعث برا نہین بلکہ شدت حرص اور بسیار خواری سے مذموم ہے اور کتا آدمی کا
غضب ہے کیونکہ درندہ جو ضرر پہونچاتا ہے اور کتا جو کاٹ لیتا ہے باعتبار صورت و شکل کے یہ افراد ان سے
سرزد نہین ہوتا ہے بلکہ معنی سبعیت کے یعنی آزار دینا اور عداوت اونمین پائی جاتی ہے اسیطرح
انسان کے باطن مین بھی کیفیت وہی اور غضب درندہ کا سا موجود ہے اور حرص و طمع سور کی سی
پس سور اپنے حرص کے باعث فحش اور مناہی کیطرف بلاتا ہے اور درندہ غضب کی جہت سے ظلم
اور ایذا کیطرف اور شیطان ان دونون کی حرص و غضب کو اشتعال دیتا رہتا ہے اور ایک کو
دوسرے پر ابھارتا رہتا ہے اور اونکی جبلی صفت کو اونکی نظر مین اچھا کرتا رہتا ہے اور عقل انسانی
جو بمنزلہ حکیم کے ہے اسپر مامور ہے کہ شیطان کے مکر و حیلہ کو دفع کرے یعنی اپنی بصیرت کاملہ اور نور
واضح سے اوسکا مکر واشگاف کردے اور سور اور کتے کو مسلط کرکے اوسکی شہوت توڑدے کیونکہ غضب
سے شہوت ٹوٹتی ہے اسیطرح سور کو کتے پر مسلط کرکے اوسکی ایذا کو دفع کرے اور کتے کو اپنی سیاست کا
مغلوب رکھے پس اگر ایسا کیا تو خاصی بات بنیگی اور مملکت بدن مین عدل ظاہر ہوگا اور سبکے
سب راہ راست پر آجاوینگے اور اگر وہ حکیم اونکو مغلوب نکرسکا تو یہ چیزین اوسکو دبالیتی ہین
اور اوس سے خدمت لیتی ہین تو اب اوسکو سور کے پیٹ بھرنے اور کتے کے راضی رکھنے کے حیلے ڈھونڈنے
پڑتے ہین اور ہمیشہ ان دونونکا غلام رہتا ہے اور یہ حال اکثر لوگونکا ہے کہ اونکی اکثر ہمت شکم اور
شہوت اور اعدا کی خوشامد پر مصروف ہوتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسا آدمی بت پرستون پر
پتھر کی پرستش کا اعتراض کرتا ہے اور اگر اوسکا حجاب دور کیا جاوے اور حقیقت حال بتلائی جاوے
اور مکاشفہ والون کیطرح اوسکی صورت حال کو مجسم بناکر بیداری یا خواب مین دکھلایا جاوے
تو یہ معلوم ہوگا کہ شخص مذکور کبھی سور کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع اور اوسکے اشارہ
اور امر کا منتظر ہے اور جب اپنی خواہش کی کوئی چیز مانگتا ہے فوراً اوسکی تعمیل اور بجاآوری مین
اوٹھہ کھڑا ہوتا ہے یا یون معلوم ہوگا کہ خود ایک دیوانے کتے کیطرف مائل ہے اور اوسکی عبادت

اور اطاعت کر رہا ہے اور اوسکے التماس کو بسمع رضا سن رہا ہے اور اوسکی طاعت کی بجا آوری مین فکر و تحقیق کر رہا ہے اور ان باتوں سے اپنے شیطان کی خوشی مین ساعی ہوتا ہے کیونکہ شیطان ہی سؤر اور کتے کو بھڑکاتا ہے اور انسان سے خدمت لینے کے واسطے اونکو برانگیختہ کرتا ہے تو اسوجہ سے سور کتے کی کیا عبادت کی بلکہ شیطان کی پرستش کرتا ہے پس ہر ایک شخص اپنے حرکات اور سکنات اور سکوت اور نطق اور قیام و قعود کو تاکتا ہے اور غور سے ملاحظہ کرے پہر اگر انصاف کریگا تو معلوم ہوگا کہ تمام دن انہین چیزونکی پرستش مین سعی کرتا رہتا ہے اور یہ نہایت درجہ کا ظلم ہے کہ مالک کو مملوک کر دیا اور آقا کو غلام بنا دیا اور غالب کو مغلوب ٹھہرا دیا اسلیے کہ غلبہ اور سرداری کے قابل عقل تھی جسکو اسنے اون تینوں چیزون کا مغلوب اور خادم کر دیا پس نتیجہ اونکی طاعت کا یہ ہوگا کہ اوسکے دل پر پیاپی ایسے صفات آوینگے جنسے دل پرزنگ ہوجاویگا اور انجام کار باعث اوس کے ہلاک کی ہونگی خنزیر شہوت کی طاعت سے یہ صفات اوس سے صادر ہونگی بے حیائی خبث اسراف بخل ریا ہتک رکہانی بیہودگی حرص حسد خوشامد غضب حقد شماتت وغیرہ اور کلب غضب کی طاعت سے دل پر یہ صفات منتشر ہونگی تہور عدم صیانت تعلی خودستائی مغلوب الغضب ہونا تکبر عجب استہزا تحقیر خلق ارادہ شر خواہش ظلم وغیرہ اور شیطان کی طاعت جو طاعت غضب اور شہوت پرستی سے لازم آتی ہے اوس سے مکر و فریب وحیلہ اور دغابازی اور خباثت اور دنائت اور فحش کلامی وغیرہ صفات حاصل ہوتی ہین۔ اور اگر امر بالعکس ہوا اور سب کو صفت ربانیت کی سیاست سے دبا لیا تو دل مین صفات ربانیت قائم ہونگے یعنی علم اور حکمت اور یقین اور معرفت حقائق و ماہیت اشیا اور غالب ہونا سب پر قوت علم و عقل سے اور استحقاق تقدم خلق پر بباعث کمال علم اور جلال کے اور نیز اس صورت مین شہوت و غضب کی عبادت سے مستغنی ہوجاویگا اور خنزیر شہوت کے روکنے سے اور اوسکی حد اعتدال پر رکہنے سے بہت سی صفات شریفہ پیدا ہونگی مثلاً عفت اور قناعت اور سکون اور زہد اور ورع اور تقوی اور انبساط اور حیا اور حسن صورت اور ظرافت اور مساعدت وغیرہ اسیطرح قوت غضب کے روکنے اور مغلوب کرنے اور حد واجبی پر لانے سے یہ صفات حاصل ہونگی شجاعت اور کرم اور رفعت اور ضبط نفس اور صبر اور حلم اور عفو اور استقلال اور جوانمردی اور توقیر و اصالت وغیرہ پس اس معاملہ مین دلکو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ جسکو ان تینوں امور مؤثر نے گھیر رکہا ہے اور یہ آثار پے درپے دل پر پہونچتے رہتے ہین مگر آثار محمودہ مذکورہ بالا سے آئینہ قلب کو زیادہ تر جلا اور نور و چمک بڑھتی ہے یہانتک

کہ اوسمین تجلی حق جلوہ گر ہوتی ہے اور جو امر دینی مطلوب ہو اوسکی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے اور ایسے ہی دل کیطرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا جَعَلَ لَہٗ وَاعِظًا مِنْ قَلْبِہٖ اور اسمین بھی جس شخص کے لیے اوسکے دل سے واعظ موجود ہے اوسکے لیے خدا کیطرفسے نگاہبان رہتا ہے اور ایسے ہی دلمین ذکر الٰہی ٹھہرتا ہے جسکے لیے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور آثار مذمومہ جو آئینہ قلب پر عکس افگن ہوتی ہین اونکا حال سیاہ دھوئین کا سا ہے کہ جتنا آئینہ پر پہونچتا جاتا ہے وہ کالا ہوتا جاتا ہے اسیطرح دل بھی ان آثار سے تاریک ہوتے ہوتے بالکلیہ خدا تعالیٰ اسے محجوب ہوجاتا ہی اور اسی پردہ کا نام طبع اور رین ہے یعنی مہر اور زنگ جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ اور فرمایا اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰہُمْ بِذُنُوْبِہِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ فَہُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ اس آیت شریف مین نہ سننے کو کثرت گناہونکے باعث مہر لگ جانیکے ساتھہ مربوط کیا ہے جیسا کہ دوسری جگہہ سننے کو تقوے کے ساتھہ ربط دیا ہی اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ غرضکہ جب گناہونکی کثرت سے دل پر مہر ہوجاتی ہے تو وہ ادراک حق اور درستی دین سے اندھا ہوجاتا ہی اور امر آخرت کو ہلکا جاننے لگتا ہی اور دنیا کا کام بڑا سمجھتا ہی اور بالکل اسی مین ہمت صرف کرتا ہی اور جب کہ آخرت اور اوسکے احوال کا ذکر سنتا ہی تو ایک کان سے سنکر دوسرے سے نکالدیتا ہی اور یہ ذکر اوسکے دلمین قیام نہین کرتا اور تدارک اور توبہ کیطرف رغبت نہین لاتا تو ایسون کا یہ حال ہی کہ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ اور یہی معنی ہین سیاہی قلب کی جسکا ذکر قرآن مجید اور سنت سعید مین ہی میمون بن مہران فرماتے ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہی اور اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ منقوش ہوجاتا ہی اور جب توبہ کرتا ہی تو مٹ جاتا ہے پھر اگر دوبارہ گناہ کرتا ہی تو اوس نقطہ مین زیادتی ہوتی ہے یہانتک کہ ہوتے ہوتے ساری دلپر سیاہی دوڑتی ہی اور اسی کا نام رین یعنی زنگ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتی ہین قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَجْرَدُ فِیْہِ سِرَاجٌ یُزْہِرُ وَقَلْبُ الْکَافِرِ اَسْوَدُ مَنْکُوْسٌ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ جلشانہ کی طاعت اور شہوات کی مخالفت سے دلکو جلا ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی سے دل سیاہ ہوتا ہی پس جو کوئی گناہ کرتا ہی تو اوسکا دل سیاہ ہوجاتا ہی اور اگر گناہ کے بعد نیک کام کرتا ہی اور پہلا اثر مٹانا چاہتا ہی تو اگرچہ سیاہی دور ہوجاتی ہے مگر نور مین نقصان جب بھی رہتا ہی جیسے آئینہ پر دم کرو اور اوسکو صاف کر ڈالو پھر دم کرو پھر صاف کرو

تو اوسمیں کچھ کچھ کدورت رہجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْقُلُوْبُ اَرْبَعَۃٌ قَلْبٌ اَجْرَدُ فِیْہِ سِرَاجٌ یَزْھَرُ فَذَالِکَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ وَقَلْبٌ اَسْوَدُ مَنْکُوْسٌ فَذَالِکَ قَلْبُ الْکَافِرِ وَقَلْبٌ اَغْلَفُ مَرْبُوْطٌ عَلٰی غِلَافِہٖ فَذَالِکَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ وَقَلْبٌ مُصَفَّحٌ فِیْہِ اِیْمَانٌ وَنِفَاقٌ فَمَثَلُ الْاِیْمَانِ فِیْہِ کَمَثَلِ الْبَقْلَۃِ یَمُدُّھَا الْمَاءُ الطَّیِّبُ وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِیْہِ کَمَثَلِ الْقَرْحَۃِ یَمُدُّھَا الْقَیْحُ وَالصَّدِیْدُ فَاَیُّ الْمَادَّتَیْنِ غَلَبَتْ عَلَیْہِ حُکِمَ لَہٗ بِھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ ذَھَبَتْ بِہٖ اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ اس آیت میں بتلایا کہ جلاء قلب ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے اور ذکر تقوی ہی والے کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ تقوی ذکر کا پھاٹک ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے اور کشف فوز اکبر یعنی دیدار الٰہی کا دروازہ ہے

ف دل چار قسم کے ہیں ایک دل تو صاف ہے جسمین چراغ روشن ہے یہ تو ایماندار کا دل ہے اور دوسرا دل سیاہ اوندھا ہوتا ہے وہ کافر کا دل ہے تیسرا وہ دل جو غلاف میں ہے اور اوسکا منہ بندھا ہوا ہے وہ منافق کا دل ہے چوتھا وہ دل ہے جسمین ایمان و نفاق دونون ہون ایمان کا اثر اوسمین ایسا ہوگا جیسے سبزہ کو پاک پانی نشو و نما دیتا ہے اور نفاق کی

## چھٹا بیان دل کی مثال کا صرف باعتبار علوم کے

واضح ہو کہ محل علم کا قلب ہی یعنے وہ لطیفہ جو تمام اعضا کی تدبیر کرتا ہے اور سب اوسکی اطاعت و خدمت کرتے ہین اوسکا حال حقائق معلومات کی نسبت کر ایسا ہے جیسا آئینہ کا حال بہ نسبت صور محسوسات کی یعنے جسطرح کہ چیزونکی تصویر آئینہ مین منقش ہو کر اوسمین موجود رہتی ہے اسیطرح ہر ایک معلوم کی تصویر آئینہ قلب مین عکس افگن ہو کر اوسپر واضح ہو جاتی ہے اور جسطرح کہ آئینہ اور چیز ہے اور صورت چیزونکی اور چیز اور اونکا آئینہ مین آجانا اور چیز اسیطرح دل کے باب مین بھی تین چیزین جدا جدا ہین ایک قلب دوسرے حقائق اشیا تیسرے حصول نفس ان حقائق کا قلب مین پس عالم تو قلب ہی جسمین کہ حقائق اشیا کی صورتین حلول کرتی ہین اور معلوم حقائق اشیا ہین اور علم ان حقائق کی صورتونکا آئینہ قلب مین حاضر ہوتا ہے ایک اور مثال عالم اور معلوم اور علم کی یہ ہے کہ قبضہ اور گرفت کیلیے تین چیزین چاہیین ایک گرفت کرنیوالا مثلاً ہاتھ دوسرے جس کو گرفت کرتا ہے مثلاً تلوار تیسرے ملنا ہاتھ اور تلوار کا جسکو گرفت کہتے ہین اسیطرح معلوم کی تصویر کا دل مین پہونچنا علم کہلاتا ہے اور کبھی حقیقت چیز کی بھی موجود ہوتی ہے اور دل بھی موجود مگر علم نہین ہوتا کیونکہ علم نام اسی بات کا کہ حقیقت چیز کی دل تک پہونچ جاوے جسطرح تلوار بھی ہے اور ہاتھ بھی مگر جب تک ہاتھ مین نہ آوے گی تو گرفت نہین کہلاوے گی ہان اتنا فرق ہے کہ گرفت مین بعینہ تلوار ہاتھ مین آجاتی ہے اور معلوم بعینہ دل مین نہین آتا مثلاً کوئی اگر آگ کو جان لیوے تو خود آگ اوسمین نہین چلی جاویگی بلکہ آگ کی حقیقت جو اوسکی ظاہری شکل کے مطابق ہے وہ دل مین آتی ہے اسی جہت سے اوسکو آئینہ کے ساتھ مشابہت دینی مناسب ہے کیونکہ آئینہ مین بھی خود انسان نہین چلا جاتا بلکہ ایک نقش و صورت اوسکی مطابق حاصل ہوتی ہے

اسیطرح دل مین بہی معلوم کی صورت ہی آجاتی ہے اور بڑی وجہ مشابہت کی آئینہ کے ساتھہ یہ ہے کہ آئینہ مین پانچ وجہ سے صورت معلوم نہین ہوتی اول تو یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہو یعنی اوسکے جوہر مین نقصان ہو یا اوسکی شکل ٹہیک نہو دوسرے یہ کہ اوسمین کسی اور وجہ سے کدورت آگئی ہو تیسرے یہ کہ جس چیز کا آئینہ مین عکس پڑے وہ اوسکے سامنے نہو مثلاً اوسکے پیچھے ہو چوتھے یہ کہ چیز اور آئینہ کے بیچ مین آڑ ہو پانچوین یہ کہ جس چیز کی صورت آئینہ مین دیکھنی ہے اوسکی جہت معلوم نہو کہ اوس بموجب آئینہ ٹہیک سمت پر رکہا جاوے اسیطرح آئینۂ قلب بہی ایسی چیز ہے کہ اوسمین تمام امور مین امر حق منکشف ہو سکتا ہے مگر قلوب مین جو بعض علوم نہین آتے تو اونکا سبب وہی پانچ چیزین ہین اول خود قلب کا ناقص ہونا جیسے لڑکونکا قلب ہوتا ہے کہ اوسمین انکشاف معلومات کا نقصان کی جہت سی نہین ہوتا دوسرے کدورت گناہونکی اور میل معاصی کا کہ بباعث کثرت شہوات کے قلب پر پیاپے آتا ہے اور اوسکی صفائی اور جلا کو کہو دیتا ہے تو اس تاریکی کی وجہ سے حق بات اوسمین ظاہر نہین ہو سکتی اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو عقل اوس سے جدا ہو جاتی ہے اور پہر کبہی اوسکے پاس نہین آتی یعنی اوسکے دلمین ایسی کدورت آجاویگی کہ اوسکا اثر کبہی نہین جاویگا کیونکہ غایت فی الباب یہ ہی کہ گناہ کے بعد کوئی نیکی کریگا جسکے سبب وہ اثر دور ہو لیکن اگر گناہ نکرتا اور نیکی ہی کرتا تو بیشک دل مین نور زیادہ ہوتا مگر چونکہ پہلے گناہ کر چکا ہے تو فائدہ نیکی کا کچہہ نہوا جیسا قلب پہلی گناہ کے تہا ویسا ہی ہو گیا نور کی زیادتی نہوئی تو یہ واقع مین بڑا نقصان ہے جسکا کچہہ علاج نہین دیکہو جس آئینہ پر زنگ لگجاتا ہی اور صیقل سے دور کیا جاتا ہے وہ اوس آئینہ کے برابر نہین ہوتا جسپر بے زنگ جلا کیجاوے خلاصہ یہ کہ اللہ کی طاعت کیطرف متوجہ ہونا اور مقتضاء شہوات سے روگردان ہونا جلاء قلب اور صفاء باطن کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے والذین جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم تیسرے یہ کہ حقیقت مطلوبہ کی جہت سی پہرا ہوا ہو مثلاً ایک شخص مطیع اور صالح ہی مگر اوسکا قلب طالب امر حق نہین بلکہ اکثر طاعات بدنیہ یا اسباب معیشت کی تہیہ مین اپنی ہمت کو مصروف رکہتا ہے اور اپنی فکر کو حقائق خفیہ آلہیہ اور حضرت ربوبیت کے تامل مین نہین لگاتا تو اوسکا دل اگرچہ صاف ہوتا ہے لیکن اوسمین جلوۂ حق نہین ہوتا بلکہ اوسمین وہی امر منکشف ہوتا ہے جسکا اوسکو خیال رہتا ہی مثلاً اگر فکر آفات اعمال کی دقائق مین تہی یا نفس کے

۱ جنہون نے معرفت کی باتو در سلیم سمجھا وہ اونکو اپنی راہین ۱۲

۲ جو شخص کہ علم کے بموجب عمل کرتا ہے اللہ تعالی اوسکو ایسی چیزون کا علم دیتا ہے جو اوسکو معلوم نہون ابو نعیم در حلیہ بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲

خفیہ عیوب جاننے مین یا مصالح معیشت کے باب مین تو یہی باتین منکشف ہوجاوینگی اور جب
یہ بات ٹھہری کہ صرف ہمت اعمال اور تفصیل طاعات مین مانع انکشاف جلوہ حق ہے تو جو لوگ
اپنی ہمت کو شہوات دنیوی اور اوسکی لذات وعلائق مین مصروف رکھتے ہین اونپر کسطرح کشف
حقیقی ہوسکتا ہے چوتھا حجاب مانع انکشاف ہوتا ہے مثلاً کوئی مطیع آدمی جسنے اپنی شہوات کو
دبا رکھا ہے اگر کسی حقیقت کی دریافت مین فکر کرے تو بعض اوقات اوسکو امر حق نہین منکشف
ہوتا اس لیے کہ بباعث تقلید آبائی یا حسن ظن کے کسی ایسی بات کا اعتقاد کر لیتا ہے کہ یہی
اعتقاد امر حق مین اور اوسکے دلمین حجاب ہوجاتا ہے اور جس بات کا وہ لڑکپن سے معتقد رہا ہے
اور تقلید کی باعث اوسکے دل پر جم رہتی ہے وہ مانع ہے اس سے کہ اوسکا خلاف اوسکے دل پر منکشف
ہوجاوے اور یہ بھی بڑا حجاب ہے کہ جسکے باعث اکثر متکلمین اور مذاہب کے متعصبین امر حق سے محجوب ہین
بلکہ اکثر صالحین جنکی فکر ملکوت زمین وآسمان مین رہتی ہے وہ بھی اسی بلا مین مبتلا ہوتے ہین کہ بعض
اعتقادات تقلیدیہ اونکے نفوس مین ایسے جم جاتے ہین کہ ادراک حقائق سے مانع ہوتے ہین پانچوین
عدم واقفیت اوس جہت کی جس سے مطلوب ملے مثلاً کوئی طالب علم اگر کسی مجہول کو دریافت کرنا
چاہے تو جب تک معلومات مناسب مطلوب کو خیال نہ کریگا اور اون معلومات کو بہ ترتیب خاص
کہ علما کے نزدیک معتبر ہے نہ رکھیگا تب تک مجہول مطلوب حاصل نہوگا کیونکہ جو معلومات جبلی نہین ہین
اونکا علم بدون دوسرے معلومات کے نہین آسکتا بلکہ ہر ایک علم کے لیے یہ ضرور ہے کہ دو علم اوس سے
پہلے حاصل ہون اور اونمین ترکیب وازدواج مخصوص عمل مین آوے جب تیسرا علم حاصل ہو جسطرح
کہ بچہ نر اور مادہ سے پیدا ہوتا ہے پھر جیسا کہ بچھیرا مثلاً اگر کسی کو مطلوب ہو تو وہ اونٹ اور گدہے
اور انسان سے نہین مل سکتا بلکہ اوسکے لیے گھوڑا اور گھوڑی چاہیے کہ ان دونون مجامعت ہو تو
مطلوب حاصل ہو اسیطرح ہر ایک علم کیواسطے دو اصل مخصوص اور ایک طریق اونکی ترکیب کا چاہیے
جنسے علم مطلوب حاصل ہو پس عدم واقفیت اون اصول کی اور اونکی کیفیت ترکیب کی مانع ادراک ہوتی ہے
جیسا آئینہ مین جہت مطلوب کی معلوم نہونے سے صورت عکس افگن نہین ہوتی اور ایک مثال واضح تر
یہ ہے کہ مثلاً کوئی آدمی یہ چاہے کہ آئینہ مین اپنی پشت دیکھلے تو اگر آئینہ کو اپنے منہ کے سامنے رکھیگا
تو پشت نظر نہ آویگی کیونکہ آئینہ اوسکے محاذی نہین اور اگر آئینہ کو پشت کے محاذی کریگا تب بھی پشت
نہ سوجھیگی بلکہ خود آئینہ بھی نظر نہ آویگا کہ آنکھ سے اوجھل ہوگیا تو ضرور اس صورت مین ایک اور
آئینہ کی ضرورت ہوگی کہ ایک کو تو وہ محاذی پشت کے رکھے اور دوسرے کو ایسی طرح آنکھ کے سامنے رکھے

کہ دونون آئینونمین بھی محاذات رہے اسصورتمین یہ شخص اپنی پشت کو دیکھ سکتا ہے اسلیے کہ اسکی پشت کا عکس پیچھے کے آئینہ مین پڑیگا اور اوسکا عکس دوسرے آئینہ مین جو سامنے رکھا ہوا ہے پڑیگا تو پہلے آئینہ مین جو پشت کا عکس تہا وہ دوسرے مین معلوم ہونے لگے گا اسیطرح علوم کے حاصل کرنے مین تصرفات اور تحریفات اس مثال سے بڑھکر عجیب ہوتی ہین اور روے زمین پر ایسا کوئی نہین کہ جسکو کیفیت ان تحریفات کی معلوم ہی ہوجایا کرے تو یہی سبب قلوب کے لیے مانع معرفت حقائق امور کا ہوجاتا ہے ورنہ ہر ایک قلب کو باعتبار جبلت صلاحیت ادراک حقائق کی ہے اسلیے کہ وہ ایک امر ربانی شریف ہی اور سب جواہر مین اسی خاصیت کی باعث ممتاز واشرف ہے اور اسی کیطرف اللہ جلشانہ نے اس آیت شریف مین اشارہ فرمایا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ یعنی انسانمین ایک خاصیت ہے کہ جسکے باعث آسمانون اور زمین اور پہاڑون سے ممتاز ہوا اور تحمل امانت آلہی کی قابل ٹھہرا اور وہ امانت معرفت اور توحید کی ہے کہ ہر ایک شخص کا دل اوسکے اوٹھانیکی لیاقت رکھتا ہے مگر جو اسباب ہمنے ذکر کیے اونکے باعث امر واجبی تک پہونچ نہین سکتا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاِنَّمَا اَبَوَاہُ یُہَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُمَجِّسَانِہٖ اور اس حدیث شریف مین کہ لَوْلَا اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَآءِ اشارہ ہے بعض اسباب کیطرف جو قلب اور ملکوت مین حجاب ہوتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اوس قول مین جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ یا حضرت خدا تعالی کہان ہے زمین مین یا آسمان مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ایمان والے بندونکے دل مین ہے سچ ہے ؎ ارض وسما کہان تری وسعت کو پاسکے + میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے + اور حدیث قدسی مین ارشاد ہے نہ میری گنجایش زمین مین ہے نہ آسمان مین اور میری گنجایش میرے بندہ مومن کے دل مین ہے جو نرم اور ساکن ہو اور ایک حدیث مین ہے کہ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فَقَالَ کُلُّ مُؤْمِنٍ مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقِیْلَ مَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقَالَ ہُوَ التَّقِیُّ النَّقِیُّ الَّذِیْ لَا غِشَّ فِیْہِ وَلَا بَغْیَ وَلَا غَدَرَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل نے خدا کو دیکھا تقوی کے باعث حجاب دور ہوگیا اور جس شخص کے اور خدا تعالے کے درمیان سے حجاب اوٹھ جاتا ہے تو صورت ملک اور ملکوت کی اوسکے دل مین ظاہر ہوتی ہے تو اوسکو

ایسی جنت نظر پڑتی ہے کہ اوسمین سے تہوڑی سی کا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہو اور سب کی سب جنت تو ایسی ہوتی ہے کہ ان آسمانون اور زمینون مین نہین سما سکتی کیونکہ یہ چیزین اس عالم محسوس کی ہین اور یہ عالم اگرچہ بہت لمبا چوڑا ہے پہر بہی حد و نہایت رکہتا ہے لیکن عالم ملکوت یعنی وہ اسرار غائب جو آنکہہ سے نہین سوجہتے اور اونکے لیے نور بصیرت درکار ہے وہ بے حد و پایان ہے ہان جسقدر کہ قلب مین اونکا ظہور ہوتا ہے وہ مقدار اونکا محدود ہے مگر اونکو اگر بذات خود دیکہو یا باعتبار علم الہی کے خیال کرو تو کچہہ ٹہکانا نہین بے انتہا ہین اور عالم ملک و ملکوت کا اگر ایک ساتہہ لیا جاوے تو اوسکا نام حضرت ربوبیت ہے کیونکہ حضرت ربوبیت تمام موجودات کو محیط ہے اسلیے کہ سواے خدا کے جو کچہہ موجود ہے وہ یا اوسکے افعال ہین یا مملکت پایندے تو جسقدر اینین سے قلب پر واضح ہوتا ہے بعضون کے نزدیک بعینہ وہی جنت ہے مگر اہل حق اوسکو سبب استحقاق جنت جانتے ہین اور جنت مین وسعت ملک بموافق وسعت معرفت کے ہوگی یعنی اللہ کی صفات اور افعال مین سے جسقدر اسکو زیادہ معلوم ہوا ہوگا اوسی قدر وسعت بہی زیادہ ہوگی اور سب طاعات اور اعمال جوارح کا مقصود یہی ہے کہ دل صاف و شستہ ہو اور جلا پاوے اور اوسکی جلا سے یہ غرض ہے کہ نور ایمان یعنی لمعہ معرفت اوسمین آجاوے اور یہی مراد ہے اس آیت شریف مین فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اور اس دوسری آیت مین بہی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اب اس تجلی اور ایمان کے تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ ایمان عوام کا ہے کہ محض تقلید پر اوسکی بنا ہوتی ہے دوسرا مرتبہ ایمان متکلمین کا کہ اوسمین کچہہ حجت و دلیل بہی ہوتی ہے مگر اسکا درجہ بہی ایمان عوام کے قریب ہی ہے تیسرا مرتبہ ایمان عارفین کا جو نور یقین سے دریافت ہوتا ہے اور ہم ان مراتب کو ایک مثال سے بیان کرتے ہین وہ یہ ہے کہ مثلاً زید کے گہر مین ہونیکی تصدیق آدمی کو تین طرح سے ہو سکتی ہے ایک تو یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص بیان کرے کہ بارہا اوسکی راست گوئی کا امتحان ہوا ہو اور کسیطرح کی جہوٹی بات اوسکیطرف سے مشہور نہوئی ہو نہ اوسکی قول مین گنجایش اتہام ہو تو ایسے آدمی کے کہتے ہی یقین ہوگا کہ بیشک زید گہر مین ہے یہ مثال اوس ایمان کی ہے جو محض تقلید سے ہو یعنی ایمان عوام کی کیونکہ اونکا بہی یہی حال ہے کہ جب سن تمیز کو پہونچکر اپنے ماباپ سے اللہ تعالی کے وجود اور علم و قدرت و ارادہ و جمیع صفات الہی کو اور انبیاء کے مبعوث برحق ہونے کو اور جو احکام وے لاے ہین اونکے سچ ہونے کو سنتے ہین فوراً ایمان لاتے ہین اور اوسپر ثابت رہتے ہین

اور اوسکا خلاف اونکے دلمین نہین گذرتا کیونکہ اپنے ماباپ اور استاتذہ کی طرف حسن ظن ہوتا ہے
پس اسطرحکا ایمان باعث نجات اخروی ہوتا ہے اور ایسے ایمان دار اصحاب یمین مین سے اونچے
درجہ کے ہوتے ہین مقربین مین سے نہین ہوتے کیونکہ تقرب مین کشف اور بصیرت اور نور یقین
سے سینہ کا منور ہونا بہی ہوتا ہے جو اسطرح کے ایمان مین نہین پایا جاتا علاوہ اسکے اعتقاد کے
باب مین جو خبر بعض لوگ یا بہت سے لوگ بیان کرین اوسمین غلطی بہی ممکن ہے دیکہو یہود اور
نصاری کے دلونکو بہی اپنے ماباپ کے قول پر اطمینان ہوتا ہے مگر جس بات کے وہ معتقد ہین
وہ غلط ہے کیونکہ اونکے دلون پر غلطی ہی کا القا ہوا اور مسلمانون کا اعتقاد حق ہے اور یہ حقیقت
اس جہت سے نہین کہ اونکو اوسکی اطلاع ہو گئی بلکہ اس جہت سے ہے کہ دلون مین حق بات ہی
پڑی دوسری طرح یہ ہے کہ آدمی زید کی آواز گہر مین سے سنے اور خود دیوار کی آڑ مین ہو تو اس سے
بہی معلوم ہوگا کہ زید گہر مین ہے اور جسقدر تصدیق کہ دوسرے شخص کے کہنے سے ہوتی آواز سننے سے بیشک
اوس سے کسیقدر زیادہ ہوگی مثلاً پہلے سے سن رکہو کہ زید گہر مین ہے پہر اوسکی آواز بہی اندر سے سنو
تو زیادہ یقین ہو جاویگا کیونکہ آواز سننے سے تمام شکل وصورت بولنے والے کی دہیان مین گذر جاتی
ہے اور دلمین یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلان شخص کی ہے پس یہ مثال دوسری قسم کے
ایمان کی ہے جسمین کچہہ دلیل کا بہی ملاو ہوتا ہے مگر غلطی اسمین بہی ممکن ہے کیونکہ ایک آواز
دوسرے سے ملتی ہوئی بہی ہو سکتی ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کے نقل کرنیکو بہ تکلف ویسا ہی
بولنے لگتے ہین اور یہ امر سامع کو معلوم نہین ہوتا کیونکہ وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے اور آواز کی
مشابہت اور نقل وحکایت سے کچہہ غرض نہین رکہتا تیسری طرح یہ ہے کہ آدمی خود اندر جاکر زید کو
دیکہہ لے کہ گہر مین موجود ہے پس یہ مثال ایمان عارفین اور مقربین اور صدیقین کی ہے اسیکو معرفت حقیقی
اور مشاہدہ یقینی کہتے ہین کہ اونکا ایمان مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے اونکا ایمان ایمان عوام اور متکلمین
کو متضمن ہے مگر اسمین ایک ایسی زیادتی مشاہدہ کی ہو جاتی ہے کہ اوسکے ساتہہ احتمال غلطی کا
نہین رہتا ہان اونمین بہی مقدار علوم اور کشف مین تفاوت ہوتا ہے علم کے درجہ کا تفاوت
تو یون سمجہنا چاہیے کہ مثلاً مثال مذکورہ بالا مین ایک شخص زید کو گہر کے صحن مین قریب جاکر خوب
روشنی مین دیکہے اور دوسرا شخص اوسکو کسی کوٹہری مین یا دور سے یا شام کیوقت دیکہے تو پہلے
شخص کا دیکہنا زیادہ کامل ہوگا اور دوسرے کا ادراک بہی گو اس وجہہ سے عمدہ ہے کہ دیکہنے کے بعد
یقین اوسکے وجود کا ہو گیا مگر اوسکے خیال مین زید کی شکل وصورت مین جو علامات ہون گے

وہ اچھی طرح نہ آوینگی اسیطرح مشاہدہ امور مین بھی فرق ہوا کرتا ہے کہ بعضونکو خوب دقائق خفیہ تک معلوم ہو جاتے ہین اور بعضے اونسے محروم رہتے ہین اور جیسا کہ تفاوت علم مین ہوتا ہے ویسا ہی معلوم مین بھی ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے زید کو مع بکر و عمرو وغیرہ کے دیکھا اور دوسرے نے صرف زید ہی کو دیکھا تو اول کی معلومات زیادہ ہونگی یہی حال قلب کا باعتبار علوم کے و اللہ اعلم بالصواب

## ساتوان بیان قلب کے حال کا باعتبار اقسام علوم کے یعنے علوم عقلی اور دینی اور دنیاوی اور اخروی کے

پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ قلب اپنی طبیعت سی حقائق معلومات کے قبول کرنیکا مستعد ہے اب یہ بیان ہوتا ہے کہ جو علوم اوسمین آتے ہین اونکی دو قسمین ہین ایک عقلی اور ایک شرعی پہر عقلی کی بھی دو قسم ہین ایک وہ کہ بدیہی ہون اور ایک وہ کہ سیکہنے سی آوین اور جو سیکہنے سے حاصل ہوتی ہین وہ بھی دو طرح کی ہین یا دنیاوی ہین یا اخروی اور علوم عقلی سے ہماری غرض ہے کہ نفس عقل اونکی مقتضی ہو تقلید اور سننے کو اوسمین دخل نہو اونمین سے بدیہی وہ ہین کہ جنمین یہ معلوم نہو کہ یہ کہانسے اور کس طور حاصل ہوئی مثلاً اس بات کو جاننا کہ ایک شخص دو مکانونمین ایک ہی وقت نہین رہ سکتا اور ایک ہی چیز قدیم اور حادث یا موجود اور معدوم معاً نہین ہو سکتی تو یہ علوم آدمی لڑکپن سے جانتا ہے مگر یہ معلوم نہین کہ یہ کب اور کسطرح حاصل ہوئے یعنے انکا کوئی سبب قریب ظاہری نہین جانتا ورنہ یہ تو جانتا ہے کہ یہ علوم خدا کیطرف سے دل مین آگئے ہین اور جو علوم کہ سیکہنے سے آتے ہین وہ وہ ہین کہ جنمین تعلم اور استدلال کی ضرورت ہی اور ان دونون قسمونکو عقل کہتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے رباعی دو قسمین ہین عقل کی یہ سمجھو مسلم اول طبعی ہے دوم سمعی جانو طبعی کے بدون ہو وے سمعی بی فیض ✦ خورشید سے جیسے نفع اندھی کو نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سی ارشاد فرمایا ہی کہ مَا خَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنَ الْعَقْلِ اس سے عقل اول قسم کی مراد ہے اور اس ارشاد مین اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اَنْتَ بِعَقْلِکَ دوسری قسم کی عقل مراد ہی کیونکہ تقرب الی اللہ عقل غریزی فطری سے ممکن نہین اور نہ علوم بدیہی سی حاصل ہو سکتا ہے بلکہ اسکے لیے علوم مکتسبہ درکار ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا شخص ہے تقرب کے لیے اون علوم کی حاصل کرنے مین کہ جنسے قرب رب العالمین حاصل ہو عقل کو استعمال کر سکتا ہے ہر ایک کا کام نہین غرضکہ قلب کو بمنزلہ آنکھ کے تصور کرنا چاہیے اور عقل فطری کو اوسمین بمنزلہ قوت بینائی معلوم کرنا چاہیے اور قوت بینائی

ایک ایسا لطیفہ ہے جو اندھے مین نہین ہوتا اور بینا مین موجود رہتا ہے گو وہ اپنی آنکھین بند کرے یا اندھیری رات مین ہو اور قلب کو جو علم اس عقل سے حاصل ہوتا ہے اوسکو بجاے قوت ادراک آنکھ کے یعنی رویت عین اشیا کی گننا چاہیے اور عقل کی آنکھ سے جو علوم وقت طفلی سے سن تمیز اور بلوغ تک مخفی رہتے ہین اسکو یون جاننا چاہیے کہ آنکھ بھی جب تک آفتاب نہین چمکتا اور مبصرات پر اوسکا نور نہین پھیلتا تب تک کچھ کام نہین کرتی اور وہ قلم کہ جس سے خدا تعالی معلوم کو قلب پر نقش فرماتا ہے بمنزلہ قرص آفتاب کی خیال کرنا چاہیے اور لڑکپن مین جو علم نہین حاصل ہوتا اوسکی وجہ یہی ہے کہ اوس وقت تک اوسکی قلب کی تختی مین لیاقت نقش علوم کی نہین ہوتی اور قلم سے ہماری یہ غرض ہے کہ خدا نے ایک ایسی چیز پیدا کی ہے جس سے علوم کا نقش دل پر ہوجاتا ہے جیسا خود فرمایا کہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ[1] اور خدا تعالی کا قلم ہماری تمہاری قلم کی صورت کا نہین جیسے اوسکے اوصاف خلق کے اوصاف بالکل جدا ہین اوسکا قلم لکڑی اور نے وغیرہ کا نہین جیسے وہ خود جوہر و عرض ہونے سے منزہ ہے غرض کہ بصیرت باطنی اور بینائی ظاہری مین ان وجوہ مذکورہ بالا سے مشابہت ہوسکتی ہے مگر شرف اور رتبہ مین کچھ مناسبت نہین کیونکہ بصیرت باطنی عین نفس ہے جو لطیفہ مدرکہ کہلاتا ہے اور وہ بمنزلہ سوار کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے اور سوار اگر اندھا ہو تو اوسکا زیادہ ضرر ہے بہ نسبت گھوڑی کی نابینائی کے بلکہ ایک ضرر کو دوسرے سے کچھ بھی مناسبت نہین اور چونکہ بصیرت باطنی اور ظاہری مین مشابہت پائی جاتی ہے تو خداوند کریم نے بھی دل کے ادراک کو بینائی سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا کہ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی[2] اور اسیطرح اس آیت شریفہ مین وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[3] ادراک قلبی کو رویت سے بیان فرمایا اس سے رویت ظاہری ہرگز مقصود نہین کیونکہ اوسمین کچھ خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہین رہتی بلکہ گنجایش اعتراض کی باقی رہتی ہے اور نیز بوجہ مشابہت مذکورہ ضد ادراک کو نابینائی سے تعبیر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ[4] اور فرمایا وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا[5] یہ بیان علم عقلی کا اب علوم دینی کو سمجھنا چاہیے کہ وہ وہ ہین کہ بطور تقلید انبیا صلوات اللہ علیہم سے پہونچے ہون اور وہ کتاب اللہ اور حدیث شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکھنے اور اونکے معانی کے سمجھنے سے حاصل ہوتے ہین اور صفت قلبی کا کمال اونہین سے ہوتا ہے اور قلب امراض اور دردون سے اونہین کے باعث بچا رہتا ہے غرض کہ علوم عقلیہ قلب کی سلامتی کے لیے کافی نہین گو اونکی حاجت ہوتی ہو جسطرح کہ دوام صحت بدن کے لیے صرف عقل کافی نہین بلکہ خواص ادویہ اور اونکے اصول کو اطبا سے دریافت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے

ف ۱ سکھایا قلم سے علم سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۱۲

ف ۲ جھوٹ نہ سمجھا دل نے جو دیکھا ۱۲

ف ۳ اور اسیطرح ہم دکھلانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی ۱۲

ف ۴ سو کچھ آنکھین اندھی نہین ہوتین پر اندھی ہوجاتے ہین دل جو سینون مین ہین ۱۲

ف ۵ اور جو کوئی رہا اس جہان مین اندھا سو پچھلے جہان مین اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے ۱۲

کیونکہ یہ باتین خود بخود عقل سے نہین معلوم ہوتین بلکہ سننے کی ابتدا اونکے سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل کو سماع سے چارہ نہین اور سننے کو عقل سے گزیر نہین پس جو شخص کہ محض تقلید ہی کا ہورہے اور عقل کو بالائے طاق رکھے وہ جاہل ہے اسیطرح جو صرف عقل ہی پر اکتفا کرے اور انوار قرآنی اور حدیث شریف کیطرف ملتفت نہو وہ مغرور ہے طالب کو چاہیے کہ ان دونون طریقونکو چھوڑے اور دونون اصلونکا جامع ہو کیونکہ علوم عقلیہ مثل غذا کے ہین اور علوم شرعیہ مثل دوا کے بیمار شخص کو اگر دوا نملیگی تو صرف غذا سے البتہ تکلیف ہوگی اسیطرح قلوب کی بیماری کا علاج اونہین معجونونسے ہوسکتا ہے جو شریعت کی شفاخانہ سے ملتی ہین یعنی وظائف عبادات اور اعمال جنکو اصلاح قلوب کے لیے حکماء روحانی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ترتیب دیا ہے پس جو شخص اپنے دل بیمار کا علاج عبادات شرعیہ سے نکرے اور علوم عقلی ہی پر کفایت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا جیسا اوس بیمار کو ہوتا ہے جو دوا نہ کہاوے اور غذا کہاتا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کی خلاف ہین اور دونونکا جامع ہونا ممکن نہین تو یہ بات اونکی لاعلمی سے ہے وہ لوگ نور بصیرت سے عاری ہین بلکہ ایسے لوگونکے نزدیک بعض اوقات بعض علوم شرعیہ بھی ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہونے لگتے ہین اور اونکے جمع کرنے سے عاجز ہوکر یہ گمان کرتے ہین کہ اس دین ہی مین تناقض ہے اور حیران ہوکر دین مین سے ایسے نکل جاتے ہین جیسا بال آٹے مین سے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ اونکو اپنے عجز کے باعث دین مین اختلاف معلوم ہوا حالانکہ یہ بات نہ تھی اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اندھا آدمی کسیکے گھر مین جاوے اور اتفاقاً اوسکا پاون برتنون پر پڑجاوے اور لوگونسے کہنے لگے کہ عجب طرح کے آدمی ہین کہ برتن راہ مین رکھہ چھوڑے ہین انکو اپنی موقع پر کیون نہین رکھا تو وہ لوگ اوس سے کہین کہ میان صاحب برتن تو سب اپنے اپنی موقع سے ہین مگر آپ کو نابینائی کے سبب راہ کی تمیز نہین اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ اپنی آپکو بجز منسوب کیجیے اور دوسرونکا قصور بتلاؤ یہی نسبت علوم دینیہ کیطرف علوم عقلیہ کی ہے پہر علوم عقلی کی دو قسمین ہین دنیوی اور اخروی دنیوی جیسے علم طب اور حساب اور ہندسہ اور نجوم وغیرہ صناعات اور حرفہ اور اخروی مثل علم احوال قلب اور آفات اعمال اور علم اللہ تعالے اور اوسکی صفات و افعال کا جیسا کہ باب العلم مین ہم مفصل کہ چکے ہین اور یہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین اس نظر سے کہ اگر کوئی شخص انمین سے ایک کیطرف بتمام ہمت متوجہ ہوگا تو غالباً اوسکی بصیرت دوسرے سے قاصر رہیگی اور اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا اور آخرت کی تین مثالین فرمائی ہین ایک مین فرمایا کہ دونون مثل دو پلہ ترازو کے ہین اور دوسرے مین ارشاد کیا کہ دونون مثل مشرق اور مغرب کے ہین

اور تیسری مین فرمایا کہ وہ دونون مثل دو سوتونکے ہے اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناخوش ہوگی اور یہی سبب ہے کہ جو لوگ امور دنیا مین خوب ہوشیار ہوتے ہین اور علم طب اور حساب اور ہندسہ اور حکمت خوب جانتے ہین وہ امور آخرت سے جاہل ہوتے ہین اور جن لوگونکو دقائق علوم آخرت میں عبور ہوتا ہے وہ اکثر علوم دنیا نہین جانتے کیونکہ قوت عقلی اکثر لوگونکی دونون باتونکے جمع کرنیکو وفا نہین کرتی جب ایک کو سیکھتے ہین تو دوسری بات مین کمال نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ یعنی جنکو کہ امور دنیا مین شعور نہین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا کہ ہمنے ایسے لوگونسے ملاقات کی ہے کہ اگر تم اونکو دیکھو تو مجنون کہو اور اگر وے تمکو دیکھین تو شیطان کہین پس آدمی کو چاہیے کہ جب کسی امر دینی عجیب کو سنے کہ علماء علوم ظاہری اوسکے منکر ہون تو یہ شبہ کرے کہ اونکو ایسے امور کے اقرار سے انکار ہی بلکہ یون سمجھے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ کوئی چلے تو مشرق کو اور مغرب کی چیز اوسے ملجاوے امر دنیا اور آخرت بھی ایسے ہی ہین دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور یہ بھی فرمایا یَعْلَمُوْنَ ظَاھِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ حاصل یہ کہ امور دنیا و دین مین کمال بصیرت اونہین لوگونکو حاصل ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندونمین سے تدبیر معاش و معاد دونون عنایت فرمائی ہین اور وہ زمرہ انبیاء علیہم الصلوۃ کا ہے کہ جنکو روح قدس اور قوت الٰہی سے تائید ہوتی رہتی ہے اونکے دلونمین سب امور کی گنجایش ہے اور کچھ دقت نہین مگر اور لوگونکے قلوب اگر امر دنیا مین پکے ہونگے تو آخرت کے کمال سے قاصر رہینگے

## آٹھوان بیان فرق کا الہام اور تعلم مین اور امر حق کی وضاحت ہونے مین صوفیہ اور علماء ظاہر کے

جاننا چاہیے کہ جو علم بدیہی نہین اور دلمین کبھی کبھی آتے ہین اونکا دلمین آنا کئی طرح ہوتا ہے کبھی تو دل پر ایسی طرح آجاتے ہین گویا کسی نے بےخبر دلمین ڈال دیے اور کبھی بطریق تعلم اور استدلال کے حاصل ہوتے ہین پس جو علم کہ بدون اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہین اونکو الہام کہتے ہین اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہین اونکو اعتبار اور استبصار بولتے ہین پھر علم اول کی دو قسمین ہین ایک تو یہ کہ بندہ کو یہ خبر نہو کہ علم مذکور کہان سے اور کسطرح حاصل ہوا اوسکو تو الہام اور نفث فی القلب کہتے ہین اور یہ اولیا اور اصفیا کیلیے ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم حاصل ہو وہ بندہ کو معلوم ہوجاوے یعنی وہ فرشتہ جو دلمین ڈالتا ہے وہ نظر آجاوے اوسکو وحی کہتے ہین اور یہ خاصہ

جانتی ہین اوپر اوپر دنیا کو یعنی ظاہر حیات دنیا اور وہ لوگ آخرت سے خبر نہین رکھتے ۱۲

سو تو دھیان نکر اوسپر جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نچاہے مگر دنیا کا جینا یہان تک اونکی پہنچ سمجھ کی ۱۲

ابنیا کا ہے اور علم جو اکتساب اور استدلال سے ہوتا ہے وہ علما کو ہوتا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ قلب
میں استعداد اس امر کی ہے کہ سب چیزوں میں امر حق اوسکو معلوم ہو جاوے مگر وہی پانچ وجہیں جنکا ذکر ہو چکا
اوسکو مانع ہوتی ہیں تو گویا یہ چیزیں آئینہ قلب اور لوح محفوظ کے درمیان میں حجاب ہو جاتی ہیں اور لوح محفوظ
وہ ہے جسپر تمام امور شدنی قیامت تک کی منقوش ہیں اور لوح محفوظ سے حقائق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا
ایسا ہی جیسا ایک آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ محاذی میں معلوم ہوا کرتا ہے اور جسطرح کہ دونوں آئینوں کے
درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے سرکا دیتے ہیں اور کبھی خود بخود ہوا سے ہل جاتا ہے اسیطرح کبھی نسیم الطاف
یزدانی چلتی ہے اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے تو بعض چیزیں جو لوح محفوظ میں مسطور ہیں
وہ نظر آنے لگتی ہیں اور یہ امر کبھی تو خواب میں ہوتا ہے کہ اوس سے مستقبل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور بالکل
حجاب کا مرتفع ہونا موت پر ہے موت کی باعث انکشاف تام ہو جاتا ہے اور کبھی بیداری میں ہوتا ہے کہ حجاب
کے اوٹھتے ہی پردہ غیب سے عجیب عجیب باتیں علوم کی دل پر کہلتی ہیں مگر یہ انکشاف بعض اوقات
بجلی کیطرح دل پر گذرتا ہے اور بعض اوقات پے در پے ایک حد تک گذرتا رہتا ہے اور اسکا دائمی ہونا
نہایت قلیل ہے خلاصہ یہ کہ الہام اور اکتساب میں نہ تو نفس علم میں فرق ہے نہ محل اور سبب میں بلکہ
صرف فرق حجاب کے زائل ہونے کا ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں اسیطرح وحی اور الہام میں بھی کچھ
فرق نہیں صرف اتنا فرق ہے کہ وحی میں وہ فرشتہ جو ذریعہ علم کا ہوتا ہے نظر آتا ہے اور علم جو ولی کو
حاصل ہوتا ہے وہ فرشتوں ہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہی جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ
يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اور جب یہ معلوم
ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ اہل تصوف علوم الہامی کی طرف راغب ہوتے ہیں علوم تعلیمی کیطرف مائل
نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ کتابیں مصنفین کی نہیں پڑھتے اور اقوال اور ادلہ سے بحث نہیں کرتے
بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہیے اور صفات ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے بہمہ تن تمام
ہمت خدا تعالے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور جب یہ بات حاصل ہو جاویگی تو خدا تعالے خود متکفل اور
متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہو جاویگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اوسپر سایہ رحمت ہوگا اور قلب میں نور چمکنے
لگے گا اور سینہ کھل جاویگا اور سر ملکوت اوسپر ظاہر ہوگا اور قلب کے سامنے سے حجاب دور ہو جاویگا اور امور
الہیہ کی حقائق اوسمیں روشن ہونگے پس اس تقریر کے بموجب بندہ کا کام صرف اتنا ہے کہ محض تصفیہ کرے
اور اپنی ہمت کو ارادہ صادق کے ساتھ متوجہ کرے اور رحمت الہی سے انکشاف کا ہمیشہ منتظر اور پیاسا رہے
پس انبیا اور اولیا کے اوپر جو امر منکشف ہو جاتا ہے اور دلوں پر نور پہیل جاتا ہے کچھ تعلم و نوشتخواند

کسب سے نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں زہد کرنے اور علائق سے منقطع ہونے اور اشتغال دنیا ویسے فارغ البال ہونے اور تمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونے سے ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ اوسکا ہو جاتا ہے اور اہل تصوف کا یہی مقولہ ہے کہ اس بات میں اول علائق دنیا کو تماما منقطع کر ڈالے اور دل کو اونسے خوب فارغ کرلے اور ہمت کو اہل اور مال اور اولاد اور وطن اور علم اور ولایت اور جاہ سے اٹھالے اور دل کو ایسی حالت میں کرے کہ اوسکے سامنے چیز کا ہونا اور نہونا برابر ہو جاوے پھر اپنے آپ ایک گوشہ میں ہو بیٹھے اور صرف بابت فرائض و وظائف پر کفایت کرکے بجمیع ہمت ماسوی اللہ سے فارغ البال ہو جاوے یہانتک کہ قرات قرآن اور معانی تفسیر و حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا دہیان پریشان نکرے بلکہ اس باب میں کوشش کرے کہ سوا خدا تعالے کے دلمیں اور کچھ نہ آنے پاوے اور خلوت میں بیٹھکر ہمیشہ بحضور قلب اللہ اللہ کہتا رہے اور اس اسم پاک کا یہانتک ورد کرے کہ ایسی حالت پر پہونچ جاوے کہ اگر زبان کی حرکت موقوف کردے تب بھی یہی معلوم ہو کہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا ہے پھر اس پر حالت پر ٹھہر کر اوس لفظ کا اثر زبان سے مٹا دے اور قلب سے اوس ذکر کی مواظبت کرے حتی کہ قلب میں سے صورت اور ہیئت لفظوں کی محو ہو جاوے اور صرف معنی اوس لفظ کے مدام موجود رہیں گویا کہ قلب کے ساتھ لازم ہیں اور اس حد تک پہونچنے میں اور اس حالت کے مدام رکھنے میں بندہ کو اختیار ہے اسطرح کہ وسوسہ غیر اللہ کا دفع کرتا ہے لیکن رحمت الٰہی کی کشش کا اختیار نہیں بلکہ اس فعل سے جذبۂ رحمت کی لیاقت ہو جاتی ہے پس اب یہی باقی رہا کہ اس درجہ کو پہونچکر فتوحات غیبی کا منتظر ہووے کہ جیسا اللہ تعالے نے انبیا اور اولیا پر امور حق منفتح فرمائے اسپر بھی منکشف فرماوے اور اسصورت میں اگر اوسکا ارادہ سچا ہوگا اور ہمت بھی درست ہوگی اور مواظبت بھی خوب کریگا اور جذبات شہوات سے بچا رہیگا اور علائق دنیا کی کوئی بات دلمیں نہ آویگی تو البتہ لوامع حق کے اوسکے دلمیں چمکنے لگینگے اور ابتدا میں بجلی کیطرح گذر جاینگے اور دیر نہیں ٹھہرینگے پھر دوبارہ ایسا ہی ہوگا اور بعض اوقات دیر بھی ہو جاویگی اور اگر دوبارہ آوینگے تو کبھی ٹھہرینگے اور کبھی نہیں ٹھہرینگے اور ٹھہرنیکی صورت میں بھی کبھی زیادہ مدت ہوگی اور کبھی تھوڑی اور بعض اوقات اسیطرح کے لوامع پے درپے ہونگے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی فن پر اقتصار رہیگا اور بلحاظ ان وجوہ مذکورہ کے اولیا کی منازل کا تفاوت کچھ انتہا نہیں رکھتا جیسے کہ اونکے اخلاق کی تفاوت کی انتہا نہیں غرض کہ مآل اہل تصوف کی تقریر کا یہ ہے کہ تصفیہ اور جلاء قلب بندہ کی جانب سے ہونا چاہیے اور پھر لیاقت حاصل ہونیکے بعد امیدوار رحمت ہونا چاہیے اور علماء ظاہر کو اس طریق کے امکان میں اور سبیل منتہا و منزل

مقصود تک پہونچ جانے مین توکسیطرح کا انکار نہین کیونکہ اکثر انبیا اور اولیا کا یہی حال ہوتا ہی مگر یہ کہتے ہین کہ یہ طریق نہایت مشکل ہے اور اسکا نتیجہ دیر کر حاصل ہوتا ہی اور ان شروط کا جمع ہونا بھی بہت بعید ہے کیونکہ علائق کا اس درجہ تک کہو دینا گویا کہ غیر ممکن ہے اور اگر ہو بھی جاوے تو اوسکا باقی رہنا اوس سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ذرا سے وسواس اور اندیشہ سے قلب کو تشویش ہو جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ تَقَلُّبًا مِنَ الْقِدْرِ فِي غَلَيَانِهَا اور یہ بھی فرمایا[۲] کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ علاوہ اسکے اس مجاہدہ مین کبھی مزاج بد مزہ ہو جاتا ہے اور عقل خبط ہو جاتی ہے اور بدن بیمار پڑتا ہے اور اگر پہلے سے حقائق علوم سیکھکر نفس کی تہذیب نہین کیجاتی تو دلمین صدہا طرح کے خیالات فاسد جمع ہوتی ہین جبتک اونکے رفع کیے ہوئے نفس اونہین مین مبتلا رہتا ہے اور عمر بہر وہ حل نہین ہوتے بہت سے صوفی جو اس راہ پر چلے ایک ہی خیال مین بیس بیس برس الجھے رہے اگر پہلے سے علم پڑھ لیتے تو اسطرح کے خیال کا التباس اونپر فورا کہل جاتا اس سے معلوم ہوا کہ اشتغال تعلم ہی کی طریق بہت معتبر اور اقرب الی المقصود ہی اور علما یہ حجت پیش کرتے ہین کہ اہل تصوف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص فقہ نہ سیکہے اور یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو نہین سیکہا تہا اور وحی اور الہام سے بلا قید فقیہ ہو گئے تہے پس مین بہی ریاضت اور مواظبت کرتے کرتے ویسا ہی ہو جاونگا تو جس کسی نے ایسا خیال کیا اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور عمر بہر ناحق تلف کی بلکہ وہ تو ایسا ہے کہ کہیتی اور کمائی کچہہ نہ کرے اور اس بات کا متوقع ہو کہ کہین سے خزانہ ملجاوے تو گو یہ بات ممکن ہی مگر نہایت بعید ہی اور علما کا اس باب مین یہ قول ہی کہ اول تحصیل علم کرنی چاہیے اور علما کے اقوال کے معانی سمجہنے چاہین پہر اوسکے بعد اس بات کا منتظر ہووے کہ جو اور علما کو نہین معلوم ہوا وہ مجکو معلوم ہو جاوے تو شاید بعد مجاہدہ کے یہ بات حاصل ہو جاوے

## نوان بیان دونون مقامونکی فرق کا ذکر مثال محسوس سے

جاننا چاہیے کہ قلب کی عجائب جو اس سے مدرک نہین ہو سکتے جیسا کہ خود قلب جبطرح حواس سے خارج ہے اور جو چیز مدرک بالحواس نہین ہوتی تو جب تک اوسکی مثال محسوس خیر سے نہ بتلائی جاوے تب تک سمجہہ مین اچہی طرح نہین آتی لہذا کم سمجہون کے واسطے ہم اسکی دو مثالین بیان کرتے ہین ایک تو یہ کہ فرض کرو کہ ایک حوض زمین مین کہدا ہوا ہے اب اسمین پانی ہونیکے دو طریق ہین یا تو اوپر سے نالیان بنا کر کسی جگہہ سے اسمین پانی بہر دیا جاوے یا زمین کو اتنا کہودا جاوے کہ خود بخود اندر سے پانی

[۱] قلب مومن ہنڈیا کے ابال سے بھی زیادہ پلٹتا رہتا ہے ۱۲ احمد و حاکم بروایت مقداد ابن الاسود ۱۲

[۲] مومن کا قلب خدا تعالیٰ کی دو انگلیون میں ہے مسلم بروایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲

نکل آوے یہ دوسرے طریق کا پانی صاف بھی زیادہ ہوگا اور ہمیشہ بھی رہیگا اور بعض اوقات زیادہ بھی ہوگا پس قلب کو حوض سمجھنا چاہیے اور علم کو پانی اور حواس خمسہ کو مثل نالیون کے تصور کرنا چاہیے تو قلب کیطرف علم کا پہنچانا یون بھی ہو سکتا ہے کہ حواس خمسہ کی ذریعہ سے جسقدر مشاہدات ہوتے جاوین علم آتا جاوے یہانتک کہ قلب خوب علم سے بھر جاوے اور ایک صورت یہ ہے کہ حواس کی نالیان عزلت کی باعث بند کردی جاوین اور خود قلب کی کاوش مین سعی کی جاوے اسطرح کہ خلوت مین بیٹھکر اوسکی صفائی کیجاوے اور پردونکی طبقات اوسپر سے دور کیے جاوین یہانتک کہ خود اوسمین سے علم کا چشمہ پیدا ہوجاوے مگر اسمین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب دلمین علم موجود نہین تو اوسکے اندر سے کسطرح چشمہ نکلیگا اسکا جواب یہ ہے کہ اسرار قلبی مین سے یہ ایک عجیب بات ہے اور علم معاملہ مین اوسکا اسیقدر ذکر ہوسکتا ہے کہ حقائق اشیا لوح محفوظ مین مکتوب ہین بلکہ فرشتون کے دلونمین مسطور ہین جسطرح کہ معمار پہلے ایک سادہ کاغذ پر نقشہ عمارت کا کھینچ لیتا ہے پہر اوسیکی موافق عمارت بناتا چلا جاتا ہے اسیطرح خالق آسمان و زمین نے عالم کا حال اول سے آخر تک لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اور اوسیکے مطابق بناتا رہتا ہے پس اس عالم ظاہری کی شکل آدمی کے حس اور خیال مین بھی موجود ہوتی ہے مثلاً آسمان اور زمین کیطرف دیکھکر اگر کوئی آنکھین بند کرلے تو صورت ان دونون کی خیال مین معلوم ہوگی گویا اونہین کیطرف دیکھہ رہا ہے یہانتک کہ اگر بالفرض آسمان و زمین نابود ہو جاوین اور دیکھنے والا صرف باقی رہجاوے تب بھی آسمان و زمین کی صورت اپنے خیال مین ایسی ہی پاویگا گویا اونکی طرف دیکھہ رہا ہے پہر خیال سے ایک اثر قلب پر پڑتا ہے تو اوسمین حقائق اون اشیا کی آتے ہین جو حس اور خیال مین موجود رہتے ہین پس جو کچھہ دلمین حاصل ہوا ہے وہ تو مطابق صورت خیالی کے ہے اور صورت خیالی موافق وجود ظاہری کے ہے جو انسان اور اوسکے قلب سے دونوسے علیحدہ موجود ہے اور یہ عالم ظاہری مطابق اوس نقشہ کے ہے جو لوح محفوظ مین مندرج ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عالم ظاہری کو چار وجود ہین ایک تو لوح محفوظ مین اور یہ وجود اوسکے وجود جسمانی سے مقدم ہے دوسرے وجود حقیقی جو دنیا مین ہوتا ہے تیسرا وجود خیالی جو وجود حقیقی کے بعد صورت خیال مین موجود ہوتی ہے چوتھا وجود عقلی جو صورت خیالی سے قلب مین صورت حاصل ہوتی ہے اور ان چارون وجودونمین بعض تو وجود جسمانی ہین اور بعض روحانی اور وجود ہا روحانی مین سے بعض مین روحانیت زیادہ ہے اور بعض مین کم اور ایسی باتونمین حکمت الٰہی نظر پڑتی ہے دیکھو آنکھہ کی حدقہ کو ایسا بنایا کہ باوجود چھوٹے ہونیکے

جہانکی صورت اور آسمان و زمین کی شکل اوسمین پیدا ہو جاتی ہے اور ان چیزونکا پہیلاو اسقدر ہے
کہ بیان نہین باہر پھر آنکھ کے ذریعہ سے ان چیزونکا وجود خیال مین پہنچتا ہے اور وہانسے دلمین جاتا ہے
جب دلکو معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدمی جب تک کوئی چیز اوس تک نہین پہونچتی خبر نہین ہوتی پس اگر
خدا تعالے آدمی کے دلمین عالم کی صورت نہ بناتا تو جو چیزین آدمی سے علیحدہ ہوتین انکا کبھی
علم نہ آتا سبحان اللہ قلوب اور ابصار مین کیسی عجیب باتین رکھین ہین اور بعض قلوب اور ابصار کو
اندہا بھی کر دیا ہی یہانتک کہ اکثر لوگونکو اپنے نفس کی اور اوسکے عجائب کی مطلق خبر نہین اب ہم اصل
مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین کہ قلب مین جو حقیقت عالم کی آتی ہی تو کبھی تو حواس ہی سے آتی ہی
اور کبھی لوح محفوظ سے آتی ہی جسطرح پر کہ آنکھ مین سورج کیصورت کبھی تو اوسکی طرف دیکھنے سے
آتی ہے اور کبھی بذریعہ پانی کے دیکھنے کے جسمین کہ آفتاب کا عکس ہوتا ہی اور یہ عکس آفتاب کیصورت
اصلی ہی کے مشابہ ہوتا ہی اسیطرح جب دلکے سامنے سے حجاب دور ہو جاتا ہی تو لوح محفوظ کی خبرین
سوجھنے لگتی ہین اور اونکا علم اسمین آجاتا ہی اسصورت مین جو اسکے استفادہ سے مستغنی ہو جاتا ہی اوسکی
ایسی ہی مثال ہو جاتی ہے کہ گویا زمین کو اسقدر کہودا کہ خود بخود اوسمین سے پانی نکل آیا
اور کبھی قلب کی توجہ اون خیالات کیطرف ہوتی ہے جو محسوسات سے حاصل ہوتی ہین تو یہ
امر اوسکو مطالعہ لوح محفوظ سے مانع ہوتا ہے جیسے کہ پانی جب نہر مین جمع ہو جاتا ہی تو نیچے سے
نہین نکل سکتا یا جسطرح کہ کوئی شخص آفتاب کی عکس کو پانی مین دیکھے تو اوسکو خود آفتاب
نظر نہ آویگا حاصل یہ کہ قلب مین دو دروازہ ہین ایک تو عالم ملکوت اور لوح محفوظ کیطرف کو ہی
اور ایک دروازہ حواس خمسہ کی جانب کو ہی جو عالم ظاہر سے اخذ اشیا کرتے ہین اور ان دونون
عالمونمین ایکطرحکی مشابہت ہی پس دروازۂ عالم ظاہری سے جسطرح پر کہ قلب کو بذریعہ حواس
علم ہوتا ہے وہ تو معلوم ہی ہے مگر جو دروازہ کہ عالم ملکوت کیطرف ہی اور اوس سے لوح محفوظ کا
مطالعہ کرتا ہے اوسکا بھی یقین ہو سکتا ہے اگر اس بات کو سوچو کہ خواب مین عجیب عجیب حالات
پیش آتے ہین اور دل کو احوال آیندہ اور گذشتہ معلوم ہو جاتا ہی حالانکہ حواس کو اوسمین کچھ
دخل نہین ہوتا اور یہ دروازہ اوس شخص کے لیے کہلتا ہے جو خدا تعالے کے ذکر ہی مین مستغرق رہے
جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِيْلَ وَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَضَعَ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَوْزَارَهُمْ فَوَرَدُوا الْقِيَامَةَ خِفَافًا پہران لوگون کی توصیف
مین خداوند کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پہر مین اپنے چہرہ کو اونکی طرف کرکے متوجہ ہوتا ہون تجہی

معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین اپنا چہرہ کرتا ہون اور کوئی جانتا ہے کہ مین اونکو کیا دیا چاہتا ہون
پہر ارشاد فرمایا کہ اول ہی عطا ہوتی ہے کہ اونکے دلوںمین روشنی ڈالدیتا ہون تو وہ میرے حال سے
خبر دینے لگتے ہین جیسے مین اونکا حال کہتا ہون اور مدخل ان خبرونکا دروازہ باطنی ہے اس بیان سے
فرق علوم اولیا اور انبیا اور علوم علما اور حکما کا ظاہر ہوا وہ یہ ہی کہ علم اولیا وانبیا کا تو اوس دروازے سے
ہوتا ہے جو عالم ملکوت کیطرف کہلا ہوا ہے اور علم حکمت وغیرہ ابواب حواس سے حاصل ہوتا ہے جو عالم
ظاہری کیطرف مفتوح ہین غرضکہ عجائب قلبی اور اوسکی آمد وشد دونون عالمون غیب اور شہادت
مین علم معاملات مین حصر نہین ہوسکتے صرف اس مثال سے مدخل دونون علمون کا معلوم ہوگیا
اب دوسری مثال اس لیے بیان ہوتی ہے کہ اوس سے علما اور اولیا کے عمل کا فرق معلوم ہوجاوے
یعنی علما کا عمل تو یہ ہے کہ نفس علوم کو حاصل کرتے ہین اور اوسکو دل کیطرف کہیچتے ہین اور اولیا
صوفیہ صرف قلوب کی جلا اور صفائی مین کوشش کرتے ہین تو ان دونون کی مثال یہ ہے
کہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے مذکور ہوا کہ اہل روم اور چین والے نقاشی کے کام مین بڑے
ماہر ہین اور تصویر بہت عمدہ کہینچتے ہین اوسکے دلمین یہ آیا کہ ایک مکان ایک طرف تو روم والونکو
سپرد کرنی چاہیے اور ایک جانب چین والونکو دینی چاہیے تاکہ دونون فریق اپنی کارستانی ظاہر کرین
اور بیچ مین ایک ایسا پردہ ڈالنا چاہیے کہ ایک کام کی دوسرے کو اطلاع نہو چنانچہ ایسا ہی کیا
پس روم والون نے عجیب عجیب رنگ بیشمار اکٹھے کیے اور چین والے رنگ ہی کام مین مصروف
ہوے یعنے اپنی طرف کی جانب کو خوب جلا کرنی شروع کردی جب روم والے رنگ کے نقوش سے
فارغ ہوئے تو چین والون نے بہی کہا کہ ہم بہی نقش کرچکے بادشاہ بہت متحیر ہوا کہ انہون نے کیا نقش
بنایا ہے جسمین رنگ کی ضرورت نہوئی اونسے پوچہا تو انہون نے جواب دیا کہ آپکو اس سے کچھ غرض
نہین پردہ اٹھا کر ملاحظہ فرما لیجیے جونہین پردہ اٹھایا گیا تمام نقوش رومیون کے چین والونکی
جانب مین جلا کی سبب معلوم ہونے لگے بلکہ اونمین چمکاہٹ زیادہ تہا کیونکہ اونکی جانب جلا کے
سبب آئینہ کے مثال ہوگئی تہی اس سے اور بہی زیادہ خوبی معلوم ہوتی تہی پس اولیاء اللہ کی
توجہ بہی چین والون کیطرح قلب کی جلا اور تطہیر وصفا مین مصروف رہتی ہے یہانتک کہ اونمین
امور حق چمکنے لگتے ہین اور علمائے ظاہر کی توجہ روم والونکی طرح اکتساب اور نقوش علمی کی طرف
رہتی ہے بہرصورت علم قلب مین کسیطرح حاصل ہو قلب مومن کا فنا نہین ہوتا اور نہ اوسکا علم
موت پر جاتا رہتا ہے نہ صفائے قلب مین کچھ کدورت آتی ہے جیسا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

کہ خاک محل ایمان کو نہین کہاتی بلکہ وسیلہ تقرب الی اللہ ہوتی ہے اور نفس علم جو دلمین آتا ہے اور صفا اور استعداد اس علم کے حاصل ہونیکی یہ چیزین لابدی ہین سعادت ابدی بدون علم اور معرفت کے کسیکو نہین مل سکتی اور اس سعادت مین بہی بعض لوگ اشرف ہین بعض سے جسطرح کہ تونگری کیواسطے مال کی ضرورت ہوتی ہے تو تہوڑے روپیہ والا بہی غنی کہلاتا ہے اور جسکے پاس بہت سے خزانے ہون وہ بہی غنی ہے مگر دونون مین بہت فرق ہوتا ہے اسیطرح معرفت و ایمان مین بہی بکثرت تفاوت درجات ہے کہ اوسکی کچہہ انتہا نہین معرفت وہ نور ہے جس سے کہ ایمان والے خدا تعالےٰ کے دیدار کیطرف چلینگے جیسا خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ بعضونکو نور مثل پہاڑ کے عنایت ہوگا اور بعضونکو اوس سے کم یہانتک کہ سب سے پچہلا وہ شخص ہوگا کہ اوسکو صرف دونون پاؤنکے انگوٹہونپر نور عنایت ہوگا اور وہ کبہی تو چمکنے لگیگا اور کبہی گل ہوجاویگا چمکنے کی حالت مین تو وہ قدم آگے کو بڑہاویگا اور گل ہونیکی صورت مین کہڑا رہیگا اور پل صراط پر گزرنا بہی موافق نور ہی کے ہوگا کوئی تو آنکہہ کے جہپکتے ہی اوتر جاویگا اور بعض بجلی کیطرح اور کوئی بادل کیطرح اور کوئی شہاب کیطرح اور کوئی سرپٹ گہوڑے کیطرح گذریگا اور جسکو صرف انگوٹہون پر نور ہوگا وہ رگڑتا چلیگا کہ ایک ہاتہہ کو بچاویگا تو دوسرا لٹک جاویگا اور اسیطرح ہاتہہ پاؤنکو آگ لگکر خلاص ہوگا اس بیان سے لوگون کے ایمان کا تفاوت معلوم ہوتا ہے اور یہ جو ایک روایت مین آیا ہے کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام جہانون کے ایمان کے ساتہہ سوای پیغمبرون کے وزن کیا جاوے تو اونہین کا ایمان بہاری ٹہہرے اسکی یہ مثال ہے کہ کوئی یون کہے کہ اگر آفتاب کا نور اور تمام دنیا کی چیزاونکا مقابل کیا جاوے تو آفتاب ہی کا نور غالب رہیگا پس عوام مین سے بعضون کے ایمان کا نور چراغ جیسا ہے اور بعضون کا نور مثل جیسا اور صدیقین کے ایمان کا نور مثل چاند اور ستارونکی نور کے ہے اور انبیا کے ایمان کا نور آفتاب کی مانند تو جسطرح کہ آفتاب کی نور سے تمام آفاق کی صورت باوجود وسعت کی منکشف ہوجاتی ہے اور چراغ کے نور سے صرف مکان کا ایک کونا ظاہر ہوتا ہے اسیطرح سینہ کی انشراح کا فرق سمجہنا چاہیے کہ قلوب عارفین پر بباعث معرفت تمام عالم ملکوت منکشف ہوجاتا ہے اور اسی بنا پر حدیث شریف مین ارشاد ہے کہ يُقَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَنِصْفُ مِثْقَالٍ وَرُبُعُ مِثْقَالٍ وَشَعِيْرَةٍ وَذَرَّةٍ اس حدیث سے کئی باتین نکلتی ہین ایک یہ کہ درجات ایمانی مین تفاوت ہوتا ہے اور ایک یہ کہ اسقدر ایمان دخول نار کا مانع نہین اور ایک یہ کہ جس شخص کا

ایمان مثقال سے بڑہکر ہوگا تو وہ داخل نار نہوگا کیونکہ اگر وہ بھی داخل ہوتا تو حکم اوسکے اخراج
کا بھی ہوتا اور ایک یہ کہ جس کے دلمین بوزن ذرہ ایمان ہوگا اگرچہ دوزخ مین جاوے مگر اوسمین
ہمیشہ نرہیگا اور اسیطرح اس حدیث شریف میں لَيْسَ شَيْءٌ خَيْرًا مِنْ أَلْفٍ مِثْلِهِ إِلَّا الْإِنْسَانُ الْمُؤْمِنُ
اشارہ ہی فضیلت پر قلب عارف باللہ کے جو یقین کامل رکہتا ہو کیونکہ وہ ہزار عام لوگون کے قلب سے بہتر
ہوتا ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ مومنین کو فضیلت دی
مسلمانون پر اور مومن سے غرض یہ ہے کہ عارف ہو مقلد نہو اور یہ بہی فرمایا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ اس آیت مین الذین امنوا سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنہون نے بدون
علم کے تصدیق کی اون لوگون کو علم والون سے علیحدہ بیان فرمایا اور اس سے یہ بہی پایا جاتا ہے
کہ مومن کا لفظ مقلد پر بہی بولا جاتا ہی اگرچہ تصدیق اوسکی کشف اور بصیرت سے نہو اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ اللہ تعالی عالم کا
درجہ مومن پر سات سو درجہ اونچا کریگا کہ ہر درجہ کا فاصلہ اسقدر ہوگا جیسا آسمان و زمین کا ہے
اور حدیث شریف مین ہے کہ أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ وَعِلِّيُّونَ لِذَوِي الْأَلْبَابِ اور نیز یہ ارشاد فرمایا
فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي اور ایک روایت مین یعنی اور وارد ہے
كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ان دلیلون سے واضح ہوتا ہے کہ تفاوت درجات
اہل جنت کا مطابق اونکے معارف اور قلوب کی ہوگا اسی لیے روز قیامت کو یوم التغابن یعنی گہاٹے
کا دن کہتی ہین کیونکہ جو کوئی اللہ کی رحمت سے محروم رہیگا اوسکو بڑا گہاٹا اور نقصان ہوگا اور اسطرح کا
شخص اپنے اوپر بڑے درجے دیکہیگا تو اوسکا دیکہنا ایسا ہوگا جیسے دس روپیہ والا ایسے شخص کو دیکہے
جو روی زمین کا مالک ہی اگرچہ دونون غنی ہین لیکن دونون مین فرق زمین و آسمان کا ہے
پس جسکو آخرت کی بڑے بڑے درجات اور فضائل سے کہم کم ملیگا اوسکو کتنا بڑا نقصان ہوگا

**بیان دلائل شرعی کا اس بات پر کہ اہل تصوف جو تحصیل معرفت تعلم سے اور معتاد طور سے نہین کرتی اونکا یہ طریق درست ہے**

جاننا چاہیے جس شخص کے دلمین کچہہ تہوڑی سی چیزین بطریق الہام یا بے خبر دلمین پڑ نیکی منکشف ہو جاوے
تو وہ بہت صحت طریق کے عارف کہلاویگا اور جسکو یہ بات کبہی نہ معلوم ہوئی تو اوسکو بہی اسپر ایمان
چاہیے کیونکہ درجہ معرفت آدمی کے اندر امر جبلی ہے اور اسکے لیے دلائل شرعی اور تجربہ اور حکایات
موجود ہین دلائل یہ ہین اللہ تعالے فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی حکمت کی

ظہور قلب سے بسبب دوام عبادت کے بے تعلم بطریق کشف اور الہام کے ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَوَفَّقَهُ فِيمَا يَعْمَلُ حَتّٰى يَسْتَوْجِبَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِمَا يَعْلَمُ تَاهَ فِيمَا يَعْلَمُ وَلَمْ يُوَفَّقْ فِيمَا يَعْمَلُ حَتّٰى يَسْتَوْجِبَ النَّارَ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی اشکالات اور شبہات سے مخرج نصیب ہوتا ہے اور علم و فطانت بدون تعلم اور تجربہ کے عنایت ہوتا ہے اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا اسمین فرقان سے مراد نور ہے کہ جس سے حق و باطل مین فرق کرے اور شبہات سے نکل جاوے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤنمین اکثر نور اسطرح مانگا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا وَزِدْنِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي قَبْرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا یہانتک کہ فرماتے میرے بال اور گوشت و پوست اور خون اور ہڈیونمین نور عنایت فرما اور جب آپ سے اس آیت کی تفسیر مین أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ شرح صدر کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اس سے غرض فراخی ہے یعنی نور جب قلب مین ڈالا جاتا ہے تو اوسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات خفیہ نہین بتلائی ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی سمجھ مرحمت کر دیتا ہے اور یہ بات تعلم سے نہین آتی اور اس آیت مین کہ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ بعضون نے حکمت کی تفسیر فہم کتاب اللہ کی ہے اور اس آیت مین فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ جو بات حضرت سلیمان علیہ السلام پر بواسطہ کشف ظاہر ہوئی تھی اوسکو فہم سے تعبیر فرمایا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مومن وہ ہے جسکو اللہ کے نور سے پردہ کے پیچھے کی چیز نظر آوے اور قسم کھا کر ارشاد فرماتے کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ امر حق کو مومن کے دلونمین ڈالدیتا ہے اور اونکی زبانون پر جاری کر دیتا ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ مومن کا غلبہ گمان کہانت ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور اوسی طرف اشارہ ہے اس آیت مین إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ اور اسمین کہ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ اور حضرت امام حسن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون روایت فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ بَاطِنٌ فِي الْقَلْبِ فَذٰلِكَ هُوَ الْعِلْمُ النَّافِعُ بعض علماء سے علم باطن کے معنی پوچھے گئے تو اونہون نے فرمایا کہ وہ ایک بھید ہے اللہ کے اسرار مین سے کہ اپنے دوستونکے دلونمین ڈالدیتا ہے اور کسی فرشتہ خواہ آدمی کو اوس پر آگاہ نہین فرماتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مُحَدَّثِينَ وَمُعَلَّمِينَ وَمُكَلَّمِينَ

وان عمر منہم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ کے
بعد ولا محدث بھی پڑہا ہے اور محدث کے معنی صدیقین فرمائی ہین غرضکہ محدث اوسکو کہتے ہین
جسپر الہام ہوا اور الہام والا وہ شخص ہے کہ جسپر باطن قلب سے انکشاف اشیا ہو محسوسات خارجی کی
حاجت نہو اور قرآن شریف مین یہ امر صریح ہے کہ تقوی مفتاح ہدایت اور کشف ہے اور ایسا علم بدون
تعلم ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ اور
هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت مین اہل تقوی کے تخصیص فرمایا ہے اور ابو یزید
وغیرہ رضو فرماتے تھے کہ عالم اوس شخص کا نام نہین ہے کہ کتاب مین سے کچھ یاد کرلے اور جب اوسکو بہول
جاوے تو جاہل ہوجاوے بلکہ عالم اوسکو کہتے ہین کہ علم اشیا پروردگار کے پاس سے جسوقت چاہے
بدون درس و حفظ حاصل کرلے اور علم ربانی اسیکو کہتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین
وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ورنہ ہر ایک علم اوسکی طرف سے ہے فرق یہ ہے کہ بعض علوم بواسطہ تعلیم خلق
ہوتے ہین اونکا نام علم لدنی نہین بلکہ علم لدنی وہ ہے کہ جو قلب مین بدون کسی سبب خارجی معتاد کے
حاصل ہو یہ دلائل نقلی ہین اور اگر سب آیات و احادیث جو اس باب مین وارد ہین لکھے جاوین تو بیشمار
ہوجاوین تجربہ سے جو مشاہدہ ان امور کا ہوا ہے وہ بیان ہوتا ہے اور وہ بھی بے نہایت ہے اور صحابہ و تابعین
اور بعد کے لوگون کو سب کو ہوا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے حضرت عایشہ رض سے
اپنی موت کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنین ہین حالانکہ حضرت کی زوجہ اوسوقت
حاملہ تہین اور بعد کو بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرلیا کہ لڑکی ہوگی اور حضرت عمر رض
نے عین خطبہ کے درمیان مین ارشاد فرمایا کہ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ یعنی جب آپکو کشف سے معلوم ہوا
کہ دشمن لشکر اسلام پر چڑہ آیا تو آپنے لشکر اسلام کو للکارا کہ پہاڑ کیطرف ہوجاؤ پہر اس آواز کا اوس
لشکر مین پہونچ جانا نہایت بڑی کرامت ہے اور انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ مین ایکروز حضرت عثمان
کی خدمت مین جاتا تھا راستے مین مجکو ایک عورت ملی مینے اوسکو دیکہا اور اسکے حسن کو اچھی طرح معاینہ کیا جب
مین خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت عثمان رض نے مجکو ارشاد فرمایا کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس ایسے
آتے ہین جنکی آنکہون مین زنا کا اثر ہوتا ہے کیا تجکو یہ معلوم نہین کہ آنکہون کا زنا بری طرح سے دیکہنا ہے یا تو توبہ کر
ورنہ مجکو سزا دونگا مینے پوچہا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی وحی ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن
بصیرت اور فراست صادق ہے اور ابو سعید خراز سے نقل ہے کہ ایکبار مین حرم شریف مین گیا اور ایک فقیر کو
دیکہا کہ دو خرقے پہنے ہوئے ہے دل مین کہا کہ اس قسم کے لوگ آدمیون پر بہاری ہوتے ہین اوسنے مجکو پکارا اور کہا

أَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْ أَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ توبہ کیئے اپنے دلمین استغفار کیا پھر اوسنے مجھکو پکار کر کہا اَلَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ
اور یہ کہکر میری نظر ون سے غائب ہو گیا اور زکریا ابن داود سے روایت ہے کہ ابو العباس ابن مسروق آئے
ابی الفضل ہاشمی کی عیادت کو گئے اور یہ مریض عیال والے تھے اور بسر اوقات کا سامان ظاہری کچھ
نہ تھا تو جب ابو العباس اوٹھنے لگے دلمین کہا کہ الٰہی یہ شخص کہانسے کہاتا ہوگا اوسیوقت ابو الفضل نے
نے آواز دی کہ خبردار اس نکمی بات کا کبھی وہیان نکر خدا تعالے کے الطاف پوشیدہ بہت ہین اور احمد
نقیب سے روایت ہے کہ ایک دن مین حضرت شبلی رہ کی خدمت مین گیا تو آپ نے فرمایا کہ ای احمد خدا تعالے نے
ہم سبکو پہچان کے لیے داغ دیا ہے مین نے پوچھا کہ حضرت کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ مین اس وقت
بیٹھا ہوا تھا میرے دلمین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہے احمد کہتے ہین کہ مینے عرض کیا کہ حضرت مین تو
بخیل نہین ہون پھر آپ نے تامل کرکے فرمایا کہ بیشک تو بخیل ہے پھر مینے دلمین قصد کیا کہ جو کچھ آج مجھکو
ملے گا اوسکو جو فقیر مجھکو اول ملے گا اوسے دیدونگا مین اسی فکر مین تھا کہ ایک شخص میرے پاس پچاس
اشرفیان لیکر آیا اور کہا کہ اسکو اپنے مصارف مین خرچ کرین اونکو لیکر اپنا وعدہ کے لیے اوٹہا دیکھا
تو ایک اندہا فقیر نائی سے سر منڈاتا ہی مین اوسکے سامنے جاکر اشرفیان اوسکو دینے لگا اوسنے جواب دیا
کہ اس نائی کو دیدے مین نے کہا کہ پچاس ہین اوسنے جواب دیا کہ تجھسے کہہ نہین دیا ہے کہ تو بخیل ہے
نائی کو دیدے جب نائی کو دینے لگا تو اوسنے کہا کہ جب سے یہ فقیر مجھسے سر منڈانے بیٹھا ہے مینے عہد کیا ہے
کہ اجرت نہین لونگا پس مینے اون اشرفیونکو دریا مین پھینک دیا اور یہ کہا کہ جو کوئی تمہاری عزت کرتا ہے تو
خدا ذلیل کرتا ہے اور حمزہ بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ حضرت ابو الخیر رہ کے گھر گیا اور دلمین
عہد کیا کہ اونکے گھر کچھہ کہانا نہ کہاونگا جب مین گھر سے نکلا تو دیکھا کہ وہ میرے پاس ایک کہانیکا طباق
لیے آتے ہین اور فرمایا کہ لو اب کہاؤ یہان تو میرا گھر نہین ہے اور ان صاحب کی اور کرامتین بھی
مشہور ہین چنانچہ ابراہیم رقی سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ اونکی زیارت کو گیا مغرب کی نماز
اونہون نے پڑہائی تو الحمد بھی اچھی طرح نہ پڑہ سکے مینے اپنے دلمین سوچا کہ ناحق مین اونکے پاس آیا
جب نماز ہو چکی تو مین استنجے کو باہر گیا ایک شیر نے مجھکو لتاڑا مین حضرت ابو الخیر کی خدمت مین
آکر حال بیان کیا آپ نے وہین سے شیر کو للکارا کہ کیون تمنے کہہ نہین دیا کہ ہمارے مہمانون سے تعرض مت
نکیا کرو یہ سنتے ہی شیر علیحدہ ہو گیا مین طہارت کے بعد جب پھرا تو مجھسے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنے ظاہر کو
سیدہا کیا ہے اسی جہت سے شیر سے ڈر گئے اور ہمنے اپنے باطن کو سیدہا کیا ہے اسلیئے شیر ہمسے ڈرتا ہے اسیطرح کی
انتہا حکایتین ہین جنمین مشائخ کی فراست اور لوگونکے دلونکا حال معلوم کرنا اور اونکے اعتقاد کو بنا دینا

ف ۱ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تو اوس سے ڈرو ۱۲

ف ۲ وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے ۱۲

پایا جاتا ہی بلکہ مشائخ نے جو حضرت خضر سے ملاقات کی ہی اور اونسے سوال کیے ہین یا ہاتف کی آوازین سنی ہین یا اور کچھ اقسام کی کرامات متعدد ہین کہ اونکا حصر ہی نہین ہو سکتا ہان منکر کے لیے صرف حکایات کافی نہین جب تک اوسکو اوسکے نفس سے اسکا مشاہدہ نہو جاوی اور جو شخص خود اس کیفیت کا منکر ہوگا وہ سب تفصیل کا منکر ہوگا لیکن وہ دلیل قاطع کہ جسکا کوئی انکار نکرے دو باتین ہین اول تو عجیب و غریب سچے خواب ہین کہ اونسے غیب کا حال کہلتا ہی کیونکہ جب یہ ممکن ہوا کہ خواب مین احوال غیب منکشف ہوجاوے تو بیداری مین ہو جانا محال نہین کیونکہ سوا اسکے کہ فرق دونون حالتون مین صرف یہی ہی کہ خواب مین حواس ساکن ہوتی ہین اور محسوسات ظاہری کیطرف مشغول نہین ہوتے اور یہ بات اکثر بیداری مین بہی واقع ہو جاتی ہی کہ آدمی اگر کسی بات کو خوب غور کر رہا ہو تو اوس وقت نہ آواز سنتا ہے نہ کوئی چیز دیکھتا ہی اپنے دہیان مین لگا رہتا ہی دوسرے خبر دینا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کے احوال سے اور امور آیندہ سے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہی اور جب یہ بات نبی سے ثابت ہوئی تو غیر نبی سے بہی ہو سکے ہی کیونکہ نبی اوسی شخص کو کہتے ہین جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہون اور اصلاح خلق مین مشغول ہو تو ممکن ہے کہ کوئی اور شخص اسطرح کا ہو جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین مگر اصلاح خلق اوسکا کام نہو تو ایسے شخص کو نبی تو نہ کہینگے بلکہ ولی کہینگے اب جو آدمی انبیا کو مانیگا اور سچے خوابونکی تصدیق کریگا اوسکو بالضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ قلب کے دو دروازہ ہین ایک خارج یعنی حواس کیطرف اور دوسرا عالم ملکوت کیطرف جسکو دروازہ الہام اور وحی کہتی ہین جب ان دونون دروازونکا اقرار کریگا تو پہر یہ نہین کہہ سکتا کہ علوم کا انحصار صرف تعلم اور اسباب معتادہ ہی پر منحصر ہی بلکہ یہ بہی ہو سکتا ہی کہ ذریعہ علم کا صرف مجاہدہ ہو اس بیان سے حقیقت آمد و شد قلب کی درمیان عالم ظاہری اور عالم ملکوت کی صاف ظاہر ہی لیکن یہ بات کہ خوابمین انکشاف امر کیون ہوتا ہے اور انبیا اور اولیا کے لیے فرشتے صور مختلفہ مین کیون معلوم ہوتے ہین یہ بہی اسرار عجائب قلب مین سے ہے اور اوسکا بیان علم مکاشفہ کے لائق ہے اسی لیے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہین کیونکہ ترغیب مجاہدہ اور راہ وصل سے احوال کے معلوم کرنیکے لیے اتنا ہی بہت ہی بعض مکاشفین سے منقول ہے کہ اونہون نے فرمایا کہ مجکو کراما کاتبین نے ظاہر ہو کر یہ کہا کہ تم اپنا ذکر خفی اور مشاہدہ توحید کچہہ لکہدو کیونکہ ہم تمہارا کوئی عمل نہین لکہتے اور اس بات کی آرزو مند ہین کہ جس عمل سے تم تقرب الی اللہ کرتے ہو اوسکو لیکر آسمان کو جاوین مینے پوچہا کیا تم میرے فرائض نہین لکہتے اونہون نے کہا کہ فرائض تو لکہتے ہین مینے جواب دیا کہ لکہنے کو بس اسیقدر کفایت ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراما کاتبین کو بہی اسرار قلب پر اطلاع نہین ہوتی وہ بہی اعمال ظاہری پر مطلع ہوتے ہین اور بعض عارفین سے منقول ہی کہ مینے ایک ابدال سے مسئلہ مشاہدہ یقین پوچہا تو وہ اپنی بائین طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیون بہائی کیا کہتا ہی پہر دہنی طرف

متوجہ ہو کر یہی کہا پھر سینہ کیطرف گردن جھکا کر یہی کہا اسکے بعد بڑا عجیب و غریب جواب دیا کہ میں نے
ویسا کبھی نہیں سنا تھا پھر میں نے اونسے متوجہ ہونیکا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھکو جواب تمہارے
سوال کا معلوم نہ تھا تو میں نے بائیں طرف کی فرشتہ سے پوچھا اوسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہیں تب میں نے
دہنے فرشتہ سے پوچھا کہ وہ زیادہ جانتا ہے اوسنے بھی لاعلمی کا بیان کی تب میں نے اپنے دل کی طرف
دیکھا اور اوس سے دریافت کیا تو اوسنے وہ جواب دیا جو میں نے تم سے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اون
دونون سے زیادہ جانتا ہے پس یہ صاحب گویا مصداق اس حدیث کے ہے اِنَّ فِی اُمَّتِی مُحَدَّثِینَ
وَاِنَّ عُمَرَ مِنْهُمْ اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اَیُّمَا عَبْدٍ اطَّلَعْتُ عَلٰی قَلْبِهٖ فَرَاَیْتُ
الْغَالِبَ عَلَیْهِ التَّمَسُّكَ بِذِكْرِیْ تَوَلَّیْتُ سِیَاسَتَهٗ وَكُنْتُ جَلِیْسَهٗ وَمُحَادِثَهٗ وَاَنِیْسَهٗ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین
کہ قلب بمنزلہ ایک برج کے ہے جسکے چارون طرف دروازے بند ہین اونمین سے جو دروازہ اوسکے لیے کھلتا ہے
وہ اوسمین کام کرتا ہے غرضکہ اس بیانسے ظاہر ہوا کہ قلب کی دروازون سے ملکوت کی جانب بھی
ایک دروازہ ہے اور وہ مجاہدہ اور ورع اور انقطاع شہوات دنیاوی سے کھلتا ہے اور اسی جہت سے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے رئیسونکو ارقام فرمایا تھا کہ مطیع لوگ تم سے کچھ کہین اوسکو یاد
رکھا کرو کیونکہ اونپر امور صادقہ منکشف ہوتی ہین اور بعض علمانے یہ فرمایا ہے کہ حکما کے منہ پر اللہ کا
ہاتھ ہے وہی بات اونکے منہ سی نکلتی ہے جو اللہ تعالے اونکے لیے امر حق تیار کردیتا ہے اور ایک بزرگ
فرماتے ہین کہ اللہ تعالے خاشعین کو اپنے بعض اسرار پر مطلع فرما دیتا ہے۔

## گیارہوان بیان شیطان کے مسلط ہونیکا دل پر وسواس کی جہت سے اور معنی وسوسہ کی اور اوسکے غلبہ کا سبب

یہ مثال پہلے بیان ہو چکی ہے کہ قلب مثل ایک برج کے ہے جسکے گرد بہت سے دروازے ہون اونمین
دروازونسے اوسپر احوال کی آمد و شد ہوتی ہے یا قلب کو مثل تودہ کے سمجھنا چاہیے جسپر چار طرف سے نشانی
لگتی ہون یا مثال آئینہ کے جاننا چاہیے جسپر مختلف صورتین گذرتی رہتی ہین اور ایک کا عکس
بعد دوسرے کی پڑتا رہتا ہی یا ایک حوض ہی جسمین مختلف نالیونسے پانی آتا ہے پھر صورت قلب میں
ہر وقت انہی آثار کا ظہور یا تو حواس خمسہ ظاہری کی جہت سی ہوتا ہی یا باطن کی جہت سے اس صورتمین خیال اور شہوت
اور غضب اور اخلاق مرکبہ انسان کے مزاج مین داخل ہین مثلاً اگر کسی چیز کو حواس سے معلوم کریگا
تو اوس سے دلمین ایک اثر پیدا ہوگا اسیطرح کثرت غذا اور زور طبیعت کے باعث اگر ہیجان شہوت ہوگا تو اس سے
بھی دل پر ایک اثر ہوگا اور اگر حواس کو روک دیوے تو نفس مین جو خیالات باقی رہتی ہین اونکی طرف

خیال بٹے گا اور جسطرح خیال ایک شے سے دوسری کیطرف بدلتا جاویگا اسیطرح دل بھی ایک حال سے دوسرے کیطرف بدلتا جاویگا غرض کہ دل کی تغیر اور تاثیر ہمیشہ انہیں اسباب سے ہوتی ہے اور جو آثار حاصل ہوکر دلمین آتے ہین اونکو خواطر کہتے ہین یعنی فکر اور ذکر اور فکر اور ذکر سے یہ مراد ہے کہ جو علوم قلب ادراک کرتا ہے خواہ وہ نئے ہون یا پہلی باتون کا تذکرہ ہو اسی کا نام خواطر ہے کیونکہ یہ چیزین دلمین آتی ہین حالانکہ پہلے سے دل کو انسے غفلت تھی اور ارادونکی محرک بھی خواطر ہوتے ہین اس لیے کہ جس چیز پر آدمی نیت اور عزم اور ارادہ کرتا ہے پہلے وہ چیز دلمین گذرتی ہے خلاصہ یہ کہ آدمی کے افعال کا مبدا خواطر ہین پھر خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہے اور رغبت سے عزم اور نیت کو حرکت ہوتی ہے اور نیت اعضا کو حرکت دیتی ہے لیکن جن خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہے اوسکی دو قسمین ہین ایک خاطر شر جو انجام کو مضر ہو اور ایک خاطر خیر جس سے آخرت مین نفع ہو اور چونکہ یہ دونون بالکل مختلف ہین اسلیے انکے نام بھی جدا جدا رکھے گئے ہین خاطر خیر کو تو الہام کہتے ہین اور خاطر شر کو وسواس بولتے ہین اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خاطر جو دلمین حادث ہوتی ہے کوئی اسکا بانی بھی چاہیے جسکے سبب یہ دلمین حادث ہوتی ہین اور ازانجا کہ مسبب مختلف ہین انکے اسباب بھی مختلف ہی ہونگے اور خدا تعالے کی عادت بھی اسیطرح جاری ہے کہ جیسا مسبب ہوتا ہے ویسا ہی اوسکا سبب ہوتا ہے مثلاً اگر گھر مین آگ جلاوین اور دیوارین اوسکی روشنی سے روشن ہو جاوین اور دھوین سے چھت کالی پڑ جاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ سیاہی کا سبب آگ کی روشنی نہین ہے اسیطرح دل کی روشنی اور سیاہی کے بھی سبب جدا جدا ہین یعنی خاطر خیر کا سبب فرشتہ ہے اور خاطر شر کا سبب شیطان اور دل کی نرمی جس سے کہ الہام خیر کے قبول کے لیے تیار ہوتا ہے توفیق کہلاتی ہے اور اگر اوس سے وسواس شیطانی کو پذیرا کرے تو اوسکو خذلان بولتے ہین کیونکہ معانی کے اختلاف سے الفاظ مین بھی اختلاف ہونا چاہیے اور فرشتہ سے وہ مخلوق مراد ہے کہ جسکو خدا تعالے نے افاضہ خیر اور افادہ علم اور کشف حق اور وعدہ خیر اور امر بالمعروف کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ اسی کام کے لیے مسخر ہے اور شیطان وہ مخلوق ہے کہ جسکا کام اسکے خلاف ہو یعنی وعدہ شر اور امر بالفحشاء اور خیرات کرنیکے وقت مفلسی کا خوف دلانا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کے مقابل الہام ہے اور شیطان کے مقابل فرشتہ اور خذلان کے مقابل توفیق اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ یعنی موجودات تمامہا متقابل اور جفت ہین سوائے ذات خدا پاک کے کہ اوسکا نہ کوئی جفت ہے نہ مقابل بلکہ وحدہ لاشریک خالق تمام جفت چیزون کا ہے غرضکہ قلب انسانی شیطان اور فرشتہ کی

انیجا تا ہی مین رہتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ فی القلب لمتان لمۃ من الملک ایعاد بالخیر وتصدیق بالحق فمن وجد ذلک فلیعلم انہ من اللہ سبحانہ ولیحمد اللہ ولمۃ من العدو ایعاد بالشر وتکذیب بالحق ونھی عن الخیر فمن وجد ذلک فلیستعذ باللہ من الشیطان الرجیم پھر آپ نے یہ آیت پڑھی الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء آخر تک اور حسن بصری کا قول ہے کہ دو قصد دل کے گرد پھرتے ہین ایک اللہ کیطرف سے اور ایک دشمن کیطرف سے پس اللہ رحم کرے اوس بندہ پر جو قصد کرنیکے وقت توقف کیا کرے اگر اللہ کیطرف سے معلوم ہوا کرے تو اوسکو جاری کرے اور اگر دشمن کیطرف سے جانے تو اوس سے لڑے اور قلب کی اسی انیجاتا نی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث مین قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن کیونکہ خدا تعالے اس بات سے بری ہے کہ اوسکی کوئی انگلی مرکب گوشت و پوست و خون وہڈی وغیرہ سے ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسا آدمی جلد جلد انگلیوں سے کام کرتا ہے اور دوسرے کی سرعت کو تحریک انگلیون مین بتلایا کرتا ہے اسیطرح اللہ تعالی فرشتہ اور شیطان سے کام لیتا ہے اور یہ دونون دل کے بدلنے مین مثل آدمی کے انگلیون کے ہین اجسام کے بدلنے مین اور باعتبار اصل پیدایش کے دلمین لیاقت قبول کرنے آثار ملکی اور شیطانی کے دونون کے مساوی ہے کسی کو ترجیح ایک دوسرے پر نہین ہان اتباع شہوات اور اونکی مخالفت سے ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح ہوجاتی ہے یعنے اگر انسان غضب اور شہوت کے مقتضا کے موافق کام کریگا تو شیطان بواسطہ خواہش نفسانی غالب ہوجاویگا اور اس صورت مین قلب شیطان کا ملجا اور ماوا ہوگا کیونکہ خواہش نفسانی اوسکی چراگاہ اور سیرگاہ ہے اور اگر شہوات کا مقابلہ کرکے فرشتون کے اخلاق اختیار کریگا تو اس صورت مین دل فرشتون کی منزل اور مستقر ہوجاویگا اور چونکہ قلب مین صفات بشریہ یعنی شہوت و غضب و حرص و طمع و طول امل وغیرہ جو خواہش نفسانی کی فرع ہین سب موجود ہین تو بالضرور ہر ایک قلب مین شیطان کو بھی وسوسہ کرنیکی مجال ہے اسی جہت سے حدیث شریف مین آیا ہے کہ ما منکم من احد الا ولہ شیطان قالوا وانت یا رسول اللہ قال وانا الا ان اللہ اعانني علیہ فاسلم فلا یامر الا بخیر اور شیطان کا خیر کے لیے امر کرنا صرف شہوت ہی کے ذریعہ سے تصرف کرتا ہے پس جس کسی پر خدا تعالے نے عنایت کی اور اوسکی شہوت کو اوسکا ایسا مطیع کردیا کہ حد مناسب کے سوا اوسکا ظہور نہ ہونے پاوے تو اس صورت مین اوسکی شہوت اوس شخص کو شر کیطرف داعی نہین ہوتی پس شیطان بھی کہ شہوت ہی کا چڑھایا ہوا ہے اوسکو امر خیر کے سوا کچھ نہین کہتا اور جب دل پر ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہوجاتا ہے تو شیطان کو مجال وسوسہ کی ملتی ہے اور اپنے کام مین مصروف ہوتا ہے اور جب قلب ذکر اللہ کیطرف رجوع کرتا ہے تو شیطان کو موقع

یعنی دل مین ایک فرشتہ کا لگاؤ ہے اور اسکا کام خیر کا وعدہ دینا اور حق کو سچ جاننا ہے جسکو یہ معلوم ہو تو جان لے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور شکر خدا کرے اور ایک لگاؤ دشمن یعنی شیطان کا ہے اور اسکا فعل ارتکاب شر اور حق کو جھٹلانا اور امر خیر کو منع کرنا ہے جسکو یہ معلوم ہو اوسکو چاہیے کہ خدا سے پناہ مانگے شیطان مردود سے ترمذی و نسائی و ابن حبان و مسلم و ابن مسعود

ہمین ملتا ہے اور چلدیتا ہے اسوقت فرشتہ اپنی مداخلت کرتا ہی ان شیاطین اور فرشتونکے دونون لشکرون مین ہمیشہ یہی کشمکش دلپذیر رہتی ہے یہانتک کہ قلب ایک کا انہین سے منقاد ہوجاتا ہے اور یہہ اوسیکا مستقر اور مکان بنجاتا ہے دوسرے کا گذر اوسمین اگر ہوتا بھی ہے تو چھینا جھپٹی کے طور پر ہوتا ہے لیکن اکثر قلوب کا یہہ حال ہے کہ لشکر شیاطین نے اونکو مفتوح اور مسخر کرلیا ہے اور اونکا مالک بن بیٹھا ہے تو ایسے دل وسوسون سے پر ہین اور انہون نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رکھا ہی اور اس لشکر کے غالب ہونیکا مبدا شہوات اور ہوائے نفسانی کا اتباع ہے اب جب تک کہ شیطان کا زور کم نہوگا اونکا مسخر ہونا ممکن نہین اور اوسکا زور اسطرح کم ہوتا ہے کہ شہوات اور ہوائے نفسانی سے دل کو خالی کرے اور اللہ تعالے کے ذکر سے اوسکو پر کرے جسکے سبب فرشتونکا اثر دل پر نزول کرتا ہے جابر بن عبیدہ عدوی فرماتے ہین کہ علاء بن زیاد سے مینے شکایت کی کہ میرے دلمین وسوسہ ہوتا ہے اونہون نے فرمایا کہ اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ ایک گہر مین چور گہسے اگر اوسمین کچھہ ہوگا تو مار کر لیجاوینگے اور اگر کچھہ نہوگا تو چھوڑ جاوینگے غرض اس سے یہہ ہے کہ جو دل ہوائے نفسانی سے خالی ہے اوسمین شیطان نہین جاتا اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ پس جو آدمی اتباع ہوائے نفسانی کرتا ہے وہ گویا اللہ کا بندہ نہین ہے اوسکو بندہ ہوا کہنا چاہیے چنانچہ دوسری جگہہ ارشاد ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ اسمین صاف ارشاد فرمایا کہ متبع ہوائے نفسانی بندہ ہوا ہے اوسیکو اپنا معبود سمجھتا ہے پس ایسے شخص پر شیطان کو غالب فرمادیتا ہے اور شیطان سے بچاؤ کے لیے بہی احادیث مین ذکر اللہ ہی مذکور ہے مثلاً حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یارسول اللہ شیطان مجہہ مین اور میری نماز مین حائل ہوتا ہے یعنے نماز و قرأت مین وسوسہ ڈالتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ذٰلِکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَہٗ خَنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَہٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْہُ وَاتْفُلْ عَنْ یَسَارِکَ ثَلَاثًا عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ مینے آپکے ارشاد کے بموجب عمل کیا تو وہ بات جاتی رہی اسیطرح دوسری حدیث مین وارد ہے اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَیْطَانًا یُقَالُ لَہُ الْوَلْھَانُ فَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْہُ اور خدا کے ذکر ہی سے شیطان کا دفع ہونا ایک عمدہ وجہ سے ہم ثابت کرتے ہین وہ یہہ ہے کہ وسوسہ شیطانی دلمین سے جبہی جاویگا جب اوس وسوسہ کے سوا کوئی اور بات دلمین گذرے کیونکہ جب ایک بات کا دلمین گذر ہوتا ہے تو دوسری جو اوس سے اول تھی وہ اوسمین نہین رہتی پس دلکو کسی اور بات کیطرف متوجہ کرنے سے وسوسہ شیطانی رفع ہوسکتا ہے مگر یہہ بہی ممکن ہے کہ اس دوسری بات مین بہی وسوسہ کرنے لگے لیکن ذکر الٰہی اور اوسکے متعلقات ایک ایسے ہین کہ اونکے ہوتے ہوئے شیطان کی مجال نہین ہوتی

کہ دو کامل ہین تیسرے اس سے معلوم ہوا کہ وساوس کے دفع کے لیے سوا ذکر الٰہی اور اوسکے متعلقات
کے کوئی شے مفید نہیں وہی سے دفع شیطان کے لیے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ واقع ہوا ہی اور اوسکے دفع کی قدرت انہیں کو ہے
جو متقی ہین اور اکثر ذکر الٰہی مین مصروف رہتے ہین ایسے لوگو نپر شیطان زلات کیوقت مین خفیہ
گذر کر جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ
تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ اور مجاہد رض مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ شیطان
دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ دبکتا ہے اور سکڑ جاتا ہی اور جب غافل ہوتا ہی تو پھیلتا ہے
اور ذکر اللہ اور وسوسہ مین ایسا خلاف ہی جیسا روشنی اور اندھیرے مین یا دن اور رات مین ہی اور انکی
ضدیت ہی کی جہت سے خدا تعالے نے فرمایا ہی اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ الشَّيْطَانَ وَاضِعٌ خَطْمَهُ
عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِنْ هُوَ ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالَى خَنَسَ وَإِنْ نَسِيَ اللّٰهَ تَعَالَى الْتَقَمَ قَلْبَهُ اور ابن وضاح سے روایت ہے
کہ جب آدمی چالیس برس کا ہو جاتا ہی اور توبہ نہیں کرتا تو شیطان اوسکے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہی اور کہتا ہے
کہ اس صورت کی قربان جائیے کہ فلاح نہیں پانیکی غرض کہ شہوات آدمی کے گوشت اور خون مین
گھسے ہوئے ہین تو سلطنت شیطان کی ہی اوسکے خون اور گوشت مین موجود ہی اور قلب کو چہار طرف سے محیط ہے
اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہی کہ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهُ
بِالْجُوعِ اور اسی لیے فرمایا کہ بھوک کے باعث شہوات کم زور ہوتے ہین اور شیطان کی دخل کی راہ شہوات
ہی ہین اور قلب کا چار طرف سے شہوات مین گھرا رہنا اس آیت سے ثابت ہی لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ اور پھر ایک حدیث صحیح مین ہے
کہ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِطُرُقٍ فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ أَتُسْلِمُ وَتَتْرُكُ دِينَ آبَائِكَ
فَعَصَاهُ وَأَسْلَمَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ أَتُهَاجِرُ أَتَدَعُ أَرْضَكَ وَسَمَاءَكَ فَعَصَاهُ وَهَاجَرَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ
الْجِهَادِ فَقَالَ أَتُجَاهِدُ وَهُوَ تَلَفُ النَّفْسِ وَالْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتُنْكَحُ نِسَاؤُكَ وَيُقْسَمُ مَالُكَ فَعَصَاهُ وَجَاهَدَ
پھر آپ نے یہ فرمایا کہ جو شخص ایسا کریگا خدا تعالے بالضرور اوسکو داخل جنت کریگا پھر آپ نے ذکر وسوسہ کا فرمایا کہ وہ
اسیطرح کی خواطر ہین جیسے مجاہد کے دل مین گذرین کہ اگر مارا جاؤنگا تو میری منکوحہ غیر سے منسوب ہو جاویگی
اور اسیطرح کی اور وساوس جو اوسکو جہاد سے مانع ہوں اور یہ خواطر سب کو معلوم ہین تو وسواس بھی
معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ سبب ان خواطر کا شیطان ہوتا ہے اور آدمی کا اوس سے جدا ہونا

متصور نہیں البتہ اوسکی متابعت اور نافرمانی کی جہت سے آدمیونمین اختلاف ہوتا ہے اسی جہت سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما من احد الا وله شيطان اس سارے بیان سے معنی وسوسہ
اور الہام اور فرشتہ اور شیطان اور توفیق اور خذلان کے معلوم ہوگئے اب اگر کوئی یہ دریافت کیا چاہے
کہ شیطان کیا چیز ہے وہ جسم لطیف ہی یا نہیں اور اگر جسم ہی تو انسان کے بدن میں کیسے گھستا ہی تو ان
باتونکا ذکر علم معاملہ مین ضروری نہین بلکہ جو کوئی ایسی باتین پوچھے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے
کسی کے کپڑونمین سانپ گھس جاوے تو وہ اس بات کی تو فکر نہ کرے کہ کیسطرح نکل جاوے اور اوسکے
آسیب سے حفاظت ہو جاوے بلکہ یون پوچھنے لگے کہ سانپ کا رنگ اور شکل کیسی ہے اور اوسکا طول وعرض
کیا ہے تو ایسا سوال جہالت محض ہی پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ آدمی کے دلمین ایسے خواطر گذرتے ہین
جو باعث شر کے ہوا کرتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اون خواطر کا کوئی سبب ہوا کرتا ہی اور یہ امر بھی
یقینی ہے کہ جو چیز آئندہ کی شر کیطرف داعی ہو وہ دشمن جانی ہے تو ان باتونسے دشمن کا وجود یقینًا
معلوم ہوا اب اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دشمن ضرر نہ پہونچا سکے اللہ تعالی نے اوسکی
عداوت کا اپنی کتاب پاک مین اکثر جا اسی لیے ارشاد فرمایا کہ لوگ اوسپر ایمان لاوین اور اوسکی ضرر سے
بچین ایک جگہ فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهٗ لِيَكُونُوا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيرِ
اور دوسری جگہ ارشاد ہوا اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ
پس آدمی کو واجب ہے کہ اس دشمن سے اپنے آپکو بچاوے یہ نہ پوچھے کہ اسکی اصل ونسب ومسکن کیا ہی بلکہ یہ
پوچھنے کے قابل یہ امر ہے کہ اوسکے ہتیار کیا کیا ہین تاکہ اونسے اپنے آپکو دور رکھے اور یہ اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ
شیطان کے ہتیار شہوات اور ہوا ر نفسانی ہین پس اسقدر علما کے لیے جاننا کافی ہے لیکن پہچاننا
اوسکی ذات کا اور فرشتونکی حقیقت کا پس یہ امر متعلق عارفین سے ہی جو علوم مکاشفات مین مستغرق
رہتے ہین اسکے دریافت کی حاجت علم معاملہ مین نہین پڑتی یہان یہ بات جاننے کے قابل ہی کہ خواطر
تین قسم پر ہین اول تو وہ کہ قطعًا داعی الی الخیر ہون تو اونکے الہام ہونے مین کچھ شک نہین دوسرے
وہ کہ یقینًا داعی الی الشر ہون اونکے وسوسہ ہونے مین کچھ کلام نہین تیسرے وہ کہ بین بین ہین اور معلوم نہو
کہ یہ خاطر فرشتہ کی طرف سے ہی یا شیطان کیطرف سے تو اسمین تردد ہوا کرتا ہے اور تمیز اسکی بہت دقیق ہے
کیونکہ بعض لوگ جو نیک ہوتے ہین شیطان اونکو صریح شر کی طرف تو بلا نہین سکتا بلکہ شر کو خیر
کی صورت مین لا کر اونکے سامنے کرتا ہی اور یہ بڑا فریب ہی اس سے اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہین مثلًا
عالم سے بطریق وعظ کہتا ہے کہ خلق کا حال دیکھو کہ جہل مین گرفتار اور غفلت مین سرشار و دوزخ

۳ یعنی کیا نہ کہہ رکھا تھا تم کو ای آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے تمہارا ۱۲

کنارے پر ہین ان اللہ کے بندون پر رحم کر کے ہلاکی سے بچانا چاہیے اور وعظ و نصیحت انکو سنانا چاہیے
خدا تعالی نے جسکو نعمت علم اور دل روشن اور تقریر دلکش اور لحن خوش سے بہرہ مند فرمایا ہے تو اللہ کی
نعمت کی ناشکری کسطرح کریگا اور علم کی اشاعت سے رک کر مورد عنایت خداوندی کیونکر ہوگا اور لوگونکو
راہ راست کیطرف بلانا چاہیے اسطرح کی تقریرین اوسکے نفس سے ہمیشہ کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اوسکو
وعظگوئی پر بلطائف الحیل آمادہ کر دیتا ہے پہر اسکے بعد لوگون کے دلمین یہ ڈالتا ہے کہ اگر عمدہ لباس پہنکر
اچہے لہجہ سے تقریر اور اظہار خیر نہ کروگی تو تمہاری بات دل پر اثر نہ کریگی اور نہ کسیکو راہ راست ملیگی اور جلوت کی
تقریرین مدام کرتا رہتا ہے اور اوسکی غرض ان باتون سے یہ ہوتی ہے کہ عالم مذکور کو ریا مین ڈالے کہ اسکو شوق
اپنی تعظیم اور کثرت خدام کا اور تکبر اپنے علم اور جاہ کا اور حقارت کی آنکہہ سے اورونکو دیکہنے کا ہو جاوے پس خود
کہ ظاہر مین تو کیسی خیرخواہی کی باتین پیش کرتا ہے مگر واقع مین ایک غریب بیچارہ کی ہلاک کا فکر ہے
اسکی چکنی باتون سے سننے والا یہی جانتا ہے کہ یہ خیرخواہی کرتا ہے اور اللہ کے نزدیک بہار اثر ام ہوگا
حالانکہ اوسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ ریا اور عجب مین پڑکر تباہ ہو جاوے ایسے ہی لوگونکی طرف اشارہ
ہے ان حدیثون مین اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِقَوْمٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ
بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اسی لیے حضرت عیسی علیہ السلام نے شیطان مردود کے جواب مین کیا اچہا ارشاد فرمایا تہا
یعنی ابلیس مردود جو حضرت کے سامنے آیا اور آپ سے عرض کیا کہ فرمایئے لا اله الا الله تو آپنے ارشاد فرمایا
کہ یہ کلمہ تو ٹہیک ہے مگر تیرے کہنے سے مین نہین کہونگا اس سے غرض آپ کی یہی تہی کہ یہ مردود خیر کے
اندر بہی کچہہ دغا کرتا ہے اور شیطان کے اس قسم کے فریب بے شمار ہین اونکے باعث علما اور عابد و زاہد
اور فقرا اور اغنیا اور اور قسم کے لوگ جو صرف ظاہر شر کو برا جانتے ہین اور محض گناہ علانیہ کے مرتکب
نہین ہوتے تباہ و برباد ہو جاتے ہین باب غرور و مغالطہ مین ہم کچہہ شیطان کے فریب اس جلد کے
آخر مین لکہینگے اور اگر فرصت ملی تو شاید ایک کتاب بہی اسی باب خاص مین لکہکر اوسکا نام تلبیس ابلیس
رکہینگے کیونکہ آجکل اوسکے فریب زمانہ مین اور مخلوق مین خاصکر مذاہب اور اعتقادات مین بہت پہیلے
ہوئے ہین حتی کہ خیر کا نام ہی نام رہگیا ہے اور یہ اسی لیے ہے کہ لوگ شیطان کے دہوکہونکو یقین کر لیتے
ہین پس بندہ پر واجب ہے کہ جو قصد اوسکے دلمین آوے اوسمین توقف اور تامل کرے یہ بات معلوم کرے
کہ یہ فرشتہ کی جانب سے ہے یا شیطان کی جانب سے اور اسکو خوب غور سے سوچے کیونکہ یہ بات بدون نور تقوی کے
اور کثرت علم اور بصیرت کے معلوم نہین ہو سکتی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ آیت سے غرض یہی ہے کہ تقوی والے

ایسے وقت مین نور علم کیطرف رجوع کرتے ہین اور انکا اشکال دور ہوجاتا ہے اور جو شخص کہ تقوی
نہین کرتا اوسکو خواہش نفس کی متابعت کی جہت سے شیطان کے فریب کا یقین ہوجاتا ہی اور بہت سے
دہوکے کہاتا ہے اور بے سمجھے بوجھے ہلاک ہوجاتا ہے انہین جیسون کے حق مین خدا تعالے فرماتا ہی وَبَدَا
لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۱ یعنی جن عملونکو وہ حسنات تصور کرتے تھے وہ سیئات مین داخل ہوئے
اور علم معاملہ مین سب سے باریک بات نفس و شیطان کے فریبون کا معلوم کرنا ہے اور یہ ہر ایک بندہ پر
فرض عین ہے مگر لوگ اس سے غافل ہوکر ایسے علوم مین مشغول ہوئے ہین جن سے وسواس زیادہ ہو
اور شیطان غالب ہو اور اوسکی عداوت اور اوس سے بچنے کا طور بہول جاوین اور کثرت وسواس
سے بچنے کا یہ طور ہے کہ ابواب خواطر کے بند کیے جاوین اور وہ حواس خمسہ ظاہری ہین اور باطن ہین شہوات
اور دنیا کے علائق ہین حواس ظاہری تو اسطرح بند ہوتے ہین کہ اندہیرے مکان مین بیٹہیے اور باطن
کے وسواس کم کرنیکا یہ طور ہی کہ اہل و مال سی جدا ہوجاوی اسصورت مین صرف تخیلات کے راستے کہلے رہینگی جو ہر وقت
دلمین جاری رہتی ہین اونکی دفع کے لیی سوای ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہین لیکن شیطان دلکو یہان بہی
نہین چہوڑتا ہی اور خدای تعالی کا ذکر اوس سی بہولاتا رہتا ہی پس اسصورت مین اوس سی مجاہدہ کرنا چاہیے
اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چہٹکارا نہین ہوتا
ہان بعض اوقات ایسا زبردست ہوجاتا ہی کہ شیطان کا فرمان بردار نہین رہتا اور مجاہدہ سے اوسکے
شر کو ٹال دیتا ہے لیکن جب تک خون بدن مین رہتا ہی جب تک اوسکا مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب
شیطانی زندگی بہر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہین اور بند نہین ہوتے اور وہ غضب اور شہوت اور طمع
اور حسد وغیرہ ہین جیسا کہ عنقریب اونکا بیان ہوگا اور جب یہ دروازے کہلے ہون اور دشمن بہی غافل نہو
تو بجز حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلیگا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچہا کہ ای ابو سعید
شیطان سویا بہی کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اگر وہ سوتا تو ہمکو چین ہوتی خلاصہ یہ کہ بندہ مومن کو اوس سے
چہٹی نہین البتہ اوسکا زور کم کرسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُنْضِي شَيْطَانَهُ كَمَا يُنْضِي أَحَدُكُمْ
بَعِيْرَهٗ فِي سَفَرِهٖ ۲ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ مومن کا شیطان دبلا ہوتا ہے اور قیس ابن حجاج فرماتے
ہین کہ میرا شیطان مجہسے کہنے لگا کہ مین تمہارے پاس اونٹ کے موافق توانا آیا تہا اب چڑیا جیسا ہون مینے
پوچہا کہ یہ کسطرح ہے جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے مجہے گہلاتے ہو تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ تقوے
والون پر ابواب ظاہری شیطانی کا بند ہونا مشکل نہین کہ جو طریق واضح مفضے الی المعاصی ہین
اون سے اجتناب کرتے ہین اور حفاظت و حراست کما ینبغی بجالاتے ہین مگر جو شیطان کے طریق غامض

۱ اور ان کو اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا ۱۲

۲ مومن اپنے شیطان کو ایسا لاغر کرتا ہے جیسے تم مین سے کوئی اپنا اونٹ سفر مین لاغر کر دیتا ہے ۱۲ احمد نے روایت کی ابی ہریرہ سے اور اوسکی سند مین ابن لہیعہ ضعیف ہے ۱۲

ہین اونمین ۔ ۔ ۔ بھی لغزش ہوجاتی ہے کیونکہ وہ جلدی معلوم نہین ہوتے کہ اونکی حفاظت کرین جیساکہ ہمنے علما کی فریب دینی مین ایک مثال لکھدی ہی اور زیادہ تر مشکل یہ ہی کہ جو ابواب شیطانی دل پر مفتوح ہین وہ تو بہت سے ہین اور فرشتون کیطرف کا دروازہ صرف ایک ہی اور یہ اکیلا دروازہ ان سب مین مشتبہ ہوگیا ہے بندہ کا حال باعتبار ان دروازونکے ایسا ہی جیسا کوئی مسافر اندہیری رات مین کسی جنگل مین کہڑا ہو جسمین بہت سی راہین دشوار گذار موجود ہین تو اوس شخص کو ٹہیک راستہ دو طرح معلوم ہوسکتا ہے یا تو بصیرت اور عقل سے یا آفتاب کی چاندنی سے پس ان دروازونکی معرفت مین قلب متقی بجاے بصیرت اور عقل کی ہی اور علم کثیر کتاب اللہ اور سنت کا مثل آفتاب کہ انکی سبب سے البتہ راستہ درست معلوم ہوگا ورنہ شیطان کے طریق بہت ہین اور نامعلوم اور اسیکے مطابق وہ روایت ہی جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سامنے ایک خط کہینچا اور فرمایا کہ یہ رستہ اللہ کا ہے پہر اوس خط کے دہنی اور بائین بہت سی خطوط کہینچے اور فرمایا کہ یہ رستی شیطان کے ہین ہر ایک راہ پر ایک شیطان ہے کہ اوسیطرف کو بلاتا ہی پہر یہ آیت پڑہی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور سبل انہین خطوط کو ارشاد فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے رستونکی کثرت واضح کردی اور ہمنے اوسکی باریک راہ کی ایک مثال بہی لکہدی جس سے کہ وہ علما اور عابدونکو فریب دیتا ہی حالانکہ یہ لوگ اپنے شہوات کی مالک ہوتے ہین اور گناہ ظاہری بہی نہین کرتے اب ہم اوسکی ایک واضح طریق کا ذکر کرتے ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اوس راہ چلنے لگتا ہی اور یہ قصہ حدیث شریف مین بہی وارد ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک راہب تہا شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبایا اور اوسکے گہر والونکے دلمین یہ بات ڈالی کہ اسکا علاج فلان راہب کے پاس ہے پس وے لوگ اوسکو راہب کے پاس لیگئے اوسنے اول معالجہ سے انکار کیا مگر انہون نے اصرار کرنا شروع کیا یہانتک کہ راہب مان گیا اور لڑکی کو اپنے پاس علاج کے لیے رکھ چہوڑا اب شیطان نے راہب کے پاس آکر اوس سے صحبت کرنیکا وسوسہ دلمین ڈالا یہانتک کہ وہ نہ رہ سکا اور مباشرت کر بیٹہا اور اوسکو حمل رہگیا تب اوسکے دلمین یہ بات پیدا کی کہ اب تیری فضیحت ہوگی اسکے گہر والے آوینگے بہتر یہ ہے کہ اسکو مار کر دفن کردے اگر کوئی پوچہنے آویگا تو کہدیجو کہ مر گئی راہب نے ایسا ہی کیا پہر شیطان اوس لڑکی کی اقربا کی پاس گیا اور اونکے دلمین وسوسہ کیا کہ راہب نے اوسکے ساتہہ ایسا ایسا کیا اور مار کر دفنا دیا وہ لوگ راہب سے پوچہنے آئے اور پہہ حال مین کا لا معلوم کرکے اوسکو قصاص مین مار ڈالنے کے لیے گرفتار کیا تب شیطان اوسکے سامنے آیا کہ یہ کام میرے کیے ہوئے ہین اب اگر میرا ہی کہنا مانی

(۱) نسائی اور بزار حاکم بروایت ابن مسعود

(۲) اور کہا یہ راہ ہے میری سیدھی سو چلو اسپر اور مت چلو کئی راہین

تو اس خونسی بچیگا اوسنی پوچھا کہ کیا کرون کسطرح خونسی نجات پاؤن اوسنی جواب دیا کہ مجھکو دو سجدی کرلی
تو بچ جاویگا جب اوسنی سجدی کر لیے تو کہا کہ مین کچھ نہین کر سکتا ہین تجھی کیا جانون یہی شخص ہے
جسکا حال اللہ تعالی نی یون ارشاد فرمایا ہی کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک
تو دیکھنا چاہیی کہ کیسا بڑا حیلہ باز ہی کہ راہب کو کسطرح کبیرہ گناہون مین مبتلا کر دیا اور منشاء اسکا صرف
اسقدر ہوا کہ راہب نے علاج کی بابمین اوسکا وسوسہ مان لیا اور یہ ایک امر بہت آسان تھا ابتداء ہی معلوم
ہوتا تھا کہ علاج کرنا عمدہ بات ہی پس اس سی معلوم ہوا کہ اول اول وہ مین ایسی بات ڈالتا ہی کہ آدمی بسبب رغبت
خیر کی اوسکو اچھا جانی اور انجام کو کام ہاتھہ سی نکلجاتا ہی اور ایک بات سی دوسری ایسی پیدا ہو جاتی ہی کہ اوس سے
چھوٹنا میسر نہین ہوتا ابتداء امور کی ضائع ہونی سی خدا بچاوی اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہی من حام
حول الحمی یوشک ان یقع فیہ اس مین بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے

## بارہوان بیان تفصیل شیطانکے راستونکی دل کی طرف

جاننا چاہیی کہ قلب انسانی بمنزلہ ایک قلعہ کی ہی اور شیطان دشمن ہی کہ اوسکی اندر گہسکر اوسکا قبضہ کرنا چاہتا ہے
تو اگر قلعہ کی دروازونکی حفاظت کیجاوی اور شیطانکی آمد کی راستونکی حراست رہی تو قلب محفوظ رہ سکتا ہی لیکن جو شخص
اوسکی دروازی ہی نجانتا ہو وہ حفاظت بہی نہین کر سکتا اور قلب کو بچانا وسواس شیطانی سی واجب ہے بلکہ ہر بندہ
عاقل بالغ پر فرض عین ہے اور جو چیز کہ ذریعہ فرض عین تک پہنچنی کا ہو وہ بہی واجب ہے اور دفع کرنا شیطانکا اوسکی
آمد کی راستونکی پہچاننی سی ہو سکتا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی راستونکا پہچاننا واجب ہے اور یہ راستی بندونکی
صفات مین اسی لیی انکی کچھہ انتہا نہین لیکن ہم اونمین سی بڑی بڑی راستونکو بتلائی دیتی ہین کہ جنپر شیطانکی لشکرونکی
کثرت رہتی ہی اول اوسکا بڑا مدخل غضب اور شہوت ہی کیونکہ غصہ سی عقل جاتی رہتی ہی اور جب عقل کم
ہوتی ہی فورا لشکر شیطان حملہ کرتا ہی اور جب آدمی غصہ کرتا ہی تو شیطان اوس سے ایسا کہیلتا ہی جیسا لڑکا
گیند سی کہیلا کرتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ ابلیس حضرت موسی علیہ السلام سی ملا اور عرض کیا کہ تم تو وہ ہو جنکو خدا نے
رسول کیا اور کلام کیا اور مین بہی اللہ کی مخلوق ہون مجھسی ایک گناہ ہوگیا ہی اور اوس سے توبہ کیا چاہتا ہون تو آپ
خدا سی میری سفارش کر دیجیی کہ توبہ قبول فرماوی حضرت موسی علیہ السلام نے اوسکی غرض قبول کی اور جب پہاڑ پر تشریف
لیگئے اور رب سی ہم کلام ہو کر اترنا چاہا رب العزت سی ارشاد ہوا کہ ای موسی امانت ادا کر آپنی عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ
ابلیس چاہتا ہی کہ اوسکی توبہ قبول ہو حکم ہوا کہ اگر وہ آدم کی قبر کو سجدہ کری اوسکی توبہ قبول ہوگی حضرت موسی نے
نی ابلیس سی فرمایا کہ تیری حاجت پوری کی یون حکم ہوا ہی کہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہو جاویگی
وہ ملعون غصہ ہوا اور تکبر سی کہنے لگا کہ مین نی اوسکو زندگی مین تو سجدہ کیا ہی نہین مری پر تو کیون

کرنے لگا ہون یہہ عرض کیا کہ آپ کا مجہپر حق ہے کہ آپ نے خدا سے میری سفارش کی مین آپکو
ایک بات بتلاتا ہون کہ مجکو تین چیزونمین یاد کیجیے اونسے آپکو ضرر نہ پہونچا سکونگا ایک تو غصہ کی حالت
مین کیونکہ میری روح تو آپ کی دلمین ہے اور آنکہ آپکی آنکہہ مین اور جہان جہان بدن کا خون پہرتا ہے
وہان وہان میرا گذر ہے تو غصہ کی حالت مین میرا خیال ضرور کر لیا کرو اس لیے کہ آدمی جب غصہ
کرتا ہی تو مین اوسکی ناک مین پہونک مار دیتا ہون پہر اوسکو خبر نہین رہتی کہ مین کیا کرتا ہون
اور ایک صف قتال مین مجکو یاد رکہو کیونکہ جب آدمی لڑائی مین جاتا ہے تو مین اوسکو اوسکا گہر اور جورو بچے
یاد دلاتا ہون یہانتک کہ بہاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکہو کہ جس عورت کا محرم پاس نہو
اوسکے پاس ہرگز مت بیٹہنا کیونکہ مین اوسکی طرف تمہارا پیام پہونچاتا ہون اور اوسکا پیام تمکو
پہونچاتا ہون یہانتک کہ دونون گناہ مین مبتلا ہوجاو غرض ان باتون نے اونسے شہوت اور غضب اور
حرص کیطرف اشارہ کیا کیونکہ آدم کو مرنی سجدہ نکرنا تو حسد کے باعث تہا اور بہاگنا صف قتال سے دنیا کی
حرص کی جہت سے ہوتا ہی اور یہ شیطان کے بڑے مداخل مین سے ہے اسیطرح بعض اولیا سے منقول ہے
کہ اونہون نے ابلیس سے پوچہا کہ آدمی کے دل پر توکسوقت غالب ہوتا ہی اوسنے جواب دیا کہ غضب اور
خواہش نفسانی کیوقت اوسکو دبا لیتا ہون اور یہ بہی مروی ہے کہ ابلیس ایک راہب کے سامنے آیا اوسنے
پوچہا کہ آدمی کی کونسی صفت سے تجکو زیادہ مدد ملتی ہی اوسنے کہا کہ تیزی مزاج سے کیونکہ جب آدمی
تیز مزاج ہوتا ہے تو مین اوسکے دل کو ایسا لوٹتا ہون جیسا کوئی لڑکا گیند کو لوٹتا ہے اور کہتے ہین
کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ آدمی مجہپر کسیطرح غالب ہو سکتا ہی کیونکہ جب وہ ہنسی خوشی رہتا ہی تو مین
اوسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اوسکے سر مین پہونچتا ہون دوسرا بڑا مدخل
شیطان کا حسد اور حرص ہی جب آدمی کسی شئے پر حریص ہوتا ہے تو حرص اوسکو اندہا اور بہرا کر دیتی ہے
جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ پس جب نور بصیرت حسد اور حرص کے
باعث جاتا رہتا ہے تو کچہہ نہین سوجہتا اور شیطان کو اسوقت موقع ملجاتا ہے کہ جو چیز حریص کی
خواہش تک پہونچانیکی ہو اوسکو اوسکی نظر مین اچہا کرکے دکہلاتا ہی گو وہ کیسی ہی بری اور بیہودہ ہو حضرت
نوح علیہ السلام جب کشتی مین سوار ہوئے اور موافق ارشاد الہی کے ہر ایک چیز کا اوسمین ایک جوڑا رکہلیا
تو کشتی مین آپ نے ایک بوڑہا اجنبی شخص دیکہا آپنے پوچہا کہ تو کیون سوار ہوا ہی اوسنے عرض کیا کہ آپکے
یارونکے دل لینے آیا ہون اونکے بدن آپ کی ساتہہ رہینگے اور دل میرے ساتہہ ہونگے آپنے فرمایا کہ معلوم
ہوا تو مردود دشمن خدا ہے یہان سے نکل جا اوسنے عرض کی کہ پانچ باتین ہین جنسے مین لوگونکو ہلاک کرونگا

حدیث حبک الشیء یعمی ویصم
رواہ ابو داود
من حدیث ابی الدرداء
بسند ضعیف

تین تو آپکو بتلا دونگا ورنہ نہین بتاؤنگا اوسوقت آپ کو وحی ہوئی کہ جو باتین یہ بتایا چاہتا ہی اونکی آپ کو کچھہ حاجت نہین ہے وہ دو باتین پوچھو جو چھپاتا ہے تو آپنے اوس سے پوچھا کہ وہ دو باتین کونسی ہین اوسنے کہا وہ یہ ہین کہ کبھی مجھے دہوکا نہ دینگی اور لوگونکے ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہ کرینگی وہ دونون حسد اور حرص ہین حسد تو وہ چیز ہے جس سے مین ملعون اور شیطان رجیم ہوا ہون اور حرص وہ ہے کہ آدم کے لیے تمام جنت سوا ایکدرخت کے مباح ہوئی تھی تو مینے حرص ہی کی جہت سے اپنا کام نکالا اور انکو خرابی مین ڈالا اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے پیٹ بھر کر کھانا ہے خواہ مال حلال طیب ہی کیون نہو اس لیے کہ پیٹ بھرنے سے شہوات کا زور ہوتا ہے اور شہوات شیطان کی ہتیار ہین چنانچہ روایت ہے کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے سامنے ابلیس آیا اور اوسکے ہاتھہ مین پھندے تھے آپ نے پوچھا کہ یہ پھندے کیسے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ شہوات ہین کہ انسے آدمیونکو پھنساتا ہون آپنے پوچھا کہ انمین کوئی میرے لیے بھی ہے اوسنے جواب دیا کہ ہان کبھی جو آپ پیٹ بھر کھانا کھاتے ہین تو مین آپ پر نماز پڑھنا اور ذکر کرنا بھاری کر دیتا ہون پھر آپ نے فرمایا کہ اسکے سوا کوئی اور چیز بھی ہے اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ مجھکو بھی قسم ہے کہ کبھی پیٹ بھر کھانا نکھاؤنگا شیطان نے کہا کہ مین بھی قسم کھاتا ہون کہ مسلمانسے کبھی خیرخواہی کی بات نہ کہونگا اور کہتے ہین کہ بہت کھانے مین چھہ چیزین مذموم جمع ہین اول یہ کہ خوف الہی دل سے جاتا رہتا ہے دوسرے یہ کہ خلق پر رحم نہین رہتا کیونکہ یہ جانتا ہے کہ سب پیٹ بھرے ہین تیسرے یہ کہ طاعت خدا بھاری پڑجاتی ہے چوتھے یہ کہ حکمت کی بات سننے سے دل مین نرمی نہین ہوتی پانچوین یہ کہ اگر اورونکو نصیحت کرتا ہے تو کسی کے دل مین تاثیر نہین ہوتی چھٹے یہ کہ بیماریون کا گھر ہو جاتا ہے اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے اچھا معلوم ہونا زینت ظاہری کا اسباب اور لباس اور مکان وغیرہ سے ہے کیونکہ شیطان جب یہ بات قلب انسان پر غالب پاتا ہے تو اوسمین انڈے بچے دیدیتا ہے اور ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ گھر خوب اونچا اور وسیع بناکر اوسکی چھت اور دیوار کو خوب آراستہ کرنا چاہیے اسیطرح لباس اور سواری بھی خوب ترق کی ٹھیک کی ہونی چاہیے غرض کہ مدت العمر اسی بات مین لگائے رہتا ہے اور جب آدمی کو ایکبار اس امر مین لگا پایا تو پھر دوبارہ اپنے آنیکی ضرورت بھی نہین جانتا کیونکہ آدمی کو خود ایک چیز سے دوسرے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور ننانوے کی پھیر مین پڑجاتا ہے یہانتک کہ موت آجاتی ہے اور اوسی راہ شیطانی اور ہوائے نفسانی مین چلدیتا ہے اور اس سے خوف خرابی عاقبت اور کفر کا بھی ہے نعوذ باللہ اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے طمع ہے دوسرے شخصونکی کیونکہ جب دل پر طمع غالب

ہوتی ہے تو شیطان یہ سکھلاتا ہی کہ جس سے طمع رکھتا ہے اوسکے سامنے خوب تکلف اور زیب و زینت اظہار
کرنی چاہیے اور اپنی تلبیس اور ریا کراتا ہے کہ گویا جس سے طمع ہی وہی اوسکا معبود ہے اور ہمیشہ اسکی فکر میں
رہتا ہے کہ کوئی حیلہ ایسا نکلے جس سے اوسکی نظروں میں محبوب ہو جاؤن اور اس بات کیواسطے [illegible]
خاک چھانتا ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ اوسکی تعریف میں غلو کرتا ہی اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا
موقع آوے تو دیدہ و دانستہ اوسکے سامنے درگذر کرتا ہی حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ ایکبار
ابلیس عبد اللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہا کہ میں تجکو ایک بات سکھائے دیتا ہوں یاد رکھنا اونہون نے
فرمایا کہ مجکو تیری بات کی ضرورت نہیں اوسنے عرض کیا کہ اگر اچھی ہو تو یاد رکھنا بری ہووے تو میرے
لیے باندھنا بات یہ ہی کہ سوا خدا کے کسی سے ایسا سوال مت کرنا جسمین طمع پائی جاوے اور
غصہ کے وقت اپنی آپکو سنبھالنا کیونکہ اوسوقت تم میرے قابو میں ہوتے ہو اور ایک [illegible]
نیک کاموں میں جلدی کرنا اور استقلال کو ہاتھ سے دینا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے
کہ العجلة من الشيطان والتأني من الله تعالى اللہ تعالی فرماتا ہی خلق الانسان من عجل
اور فرمایا وکان الانسان عجولا اور آپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ولا تعجل
بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا ارتکاب بعد تبصرہ اور جانچ کے ہوتا ہے
اور جانچ کیواسطے تامل اور مہلت چاہیے جلدی سے یہ بات نہیں ہو سکتی اور جلدی میں شیطان اپنی
بدی انسان پر ایسی طرح ڈالدیتا ہی کہ اوسکو خبر بھی نہیں ہوتی چنانچہ روایت ہی کہ جسوقت حضرت
عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تو سب شیطان ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ آج سب بت اوندھے ہو گئے
اوسنے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی نئی بات ہوئی تم یہاں ہی ٹھہرو میں خبر لاتا ہوں اور [illegible]
زمین پر اوڑ گیا مگر کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی پہر دیکھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں
اور اونکو فرشتوں نے گھیر رکھا ہے پس اپنے گروہ سے آکر بیان کیا کہ شب گذشتہ میں ایک پیغمبر پیدا ہوا
اور جو عورت حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے میں اوسوقت موجود رہتا ہوں مگر اس لڑکے کا مجکو علم
تو آج سے بتوں کی پرستش سے ناامید ہونا چاہیے لیکن آدمیونکو جلدی کیوقت میں بہکایا کرو اور ایک
اوسکی بڑی راہوں میں سے روپیا پیسا اور اسباب اور جائداد وغیرہ ہے کیونکہ ان چیزونمیں سے جب
مقدار قوت سے زائد ہوتی ہے اوسمیں شیطان کا پیرا ہوتا ہی اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ جسکے پاس مقدار ضرورت
سے جو موجود ہو وہ آدمی فارغ البال ہے لیکن اگر کسیطرح اوسکو سو روپیہ ملجاوین تو اوسکے دل کی اندر
دس لیسے شہوات اوٹھینگے کہ ہر ایک کی پورا ہونے کیلیے سو سو روپیہ چاہئیں تو جسقدر اسکے پاس

۱ جلدی شیطان [illegible]
۲ بنا ہی آدمی شتابی کا
۳ [illegible]
۴ [illegible]

اوس سے کام نہ نکلے گا بلکہ نوسو کی اور ضرورت رہیگی حالانکہ جب کچھہ نہ تہا تب فارغ البال اور
بے پروا تہا اسکو یہی علم ہے کہ سو روپیہ مجھکو تونگری ہو گئی یہ خبر نہین کہ سو کے ملنے سے نوسو کا محتاج
ہو گیا مثلاً سو جب ملے تو یہ خیال ہو کہ اگر نوسے اور ہوتے تو ایک گہر مول لیتے اور اسباب خانہ داری
اور لباس وغیرہ بہی درست ہو جاتا اور پہر ایک انمین سے ایسی شے ہے کہ جسکو دوسری کوئی اور
چیز لازم ہے اسی طرح بے انتہا چیزین ضروری نکلتی چلی آتی ہین انکا فکر کرتے کرتے انجام یہ ہوتا ہے
کہ جہنم مین پڑ جاتا ہے اور اسی پر خاتمہ ہوتا ہے حضرت ثابت بنانی رحمہ روایت کرتے ہین کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جامۂ رسالت در بر فرمایا ابلیس نے اپنے گروہ سے کہا کہ کوئی نئی بات
ہوئی ہے اوسکو تلاش کرو سب شیاطین ادہر اودہر دیکہ کر عاجز ہو کر چلے آئے کہ ہمکو کچھہ معلوم نہین ہوتا
ابلیس نے کہا کہ رہو مین خبر لاتا ہون اور خود جا کر یہ خبر لایا کہ خدا تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
پیغمبر فرمایا اب تم اونکے یارونکی خبر لو شیاطین نا امید ہو کر اوسکے پاس گئے اور کہا کہ ایسے لوگ ہم نے
کبہی دیکہے ہی نہین اگر کوئی بات ہم اونسے کرا پاتے ہین وہ نماز کو کہڑے ہو جاتے ہین اس سے اونکی
خطائین محو ہو جاتی ہین ابلیس نے کہا کہ چندے توقف کرو غالب ہے کہ جب لوگ ملکون کو فتح کرینگے
اور اونکو دنیا ملیگی تو اوس وقت ہمارا مطلب نکل آویگا اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسی علیہ السلام
نے ایک پتہر اپنے سر تلے رکہ لیا ابلیس کا جو گذر اودہر ہوا کہنے لگا کہ یا حضرت آپ کو بہی دنیا کی رغبت
ہوئی آپ نے پتہر کو سر کے نیچے سے نکالکر پہینک مارا اور فرمایا کہ یہ مع دنیا تیرے ہی لیے ہے اور در حقیقت
اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیہ کی بجا پتہر ہو تو اوسکے پاس اتنی دنیا تو ہو گئی کہ شیطان اپنا
داؤ کہیلے مثلاً اگر کوئی تہجد کو اٹہے اور اوسکی قریب ایک پتہر بہی ہو جسپر تکیہ ہو سکتا ہے تو شیطان ضرور
دل مین ڈالے گا کہ ذرا اسپر تکیہ لگالے اور اسصورت مین رغبت نیند کی ہو جاتی ہے کہ گاڑہی دیکہکر
پاؤن پہولتے ہین اگر سرہانے پتہر نہوتا تو ایسی بات دل مین نہ گذر سکتی اور نہ سونے کی رغبت ہوتی
یہ حال تو پتہر کا ہے لیکن جسکے پاس گاؤ تکیے اور گدگدے فرش اور اور آرام طلبی کے لوازم موجود ہین
اوسکو عبادت الٰہی سے کب مزا حاصل ہو سکتا ہے اور ایک اوسکی بڑی راہ ہے انمین سے بخل اور فقیر ہو جانیکا
خوف ہے اور یہ وہ بات ہے کہ صدقہ اور خیرات کچہہ نہین کرنے دیتی بلکہ جمع کرنے اور گاڑ رکہنے کی رغبت
دلاتی ہے ایسے لوگونکے واسطے عذاب الیم کا وعید کلام مجید مین موجود ہے خیثمہ بن عبد الرحمن فرماتے ہین
کہ شیطان کا قول ہے کہ آدمی کتنا ہی مجہپر غالب ہو جاوے مگر تین باتونمین مجہپر نہین رہ سکتا
جو کہتا ہون وہ مانتا ہے اول ناحق کسی کا مال لینا دوسرے اوسکا بے موقع خرچ کرنا تیسرے

رواہ ابن ابی الدنیا فی مکاید الشیطان عن ثابت البنانی رضی اللہ عنہ

جہان ضرورت خرچ کی ہو وہان نہ خرچ کرنا اور سفیان رح فرماتے ہین کہ شیطان کے پاس کوئی ہتیار
مفلسی کے خوف دلانے سے بڑہکر نہین جب آدمی اسکو مان لیتا ہے تو باطل کیطرف راغب ہوتا ہی اور حق
سے باز رہتا ہے اور مطلب ہی کی بات کہتا ہے اور خدا تعالے سے بدگمان ہوجاتا ہے اور بخل اور
حرص کی آفتون مین سے یہ بہی ہے کہ مال جمع کرنیکے لیے ہر وقت بازار مین موجود رہے جو شیطان
کے رہنے کی جگہہ ہی اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [1]
کہ جب ابلیس زمین پر اترا تو رب العزت سے درخواست کی کہ الٰہی تو نے مجھکو زمین پر اوتار کر مردود کر دیا
میرے لیے رہنے کی جگہہ کیا ہے فرمایا کہ حمام تیرے رہنے کا مقام ہے عرض کیا کہ بیٹھک بہی ارشاد ہو
حکم ہوا تیری بیٹھک بازار اور چوراہے ہین عرض کیا کہ میری خوراک بہی مقرر ہو حکم ہوا کہ جس کہانے پر خدا کا نام
نلیا جاوے وہ تیری غذا ہے عرض کیا کہ میرے لیے پانی بہی عنایت ہو ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزین تیرا پانی ہین
عرض کیا کہ مجھے ایک خبر رسان بہی دو حکم ہوا کہ مزامیر تیرے موذن ہین عرض کیا کہ میرے لیے کچھ پڑہنے کی
چیز مرحمت ہو حکم ہوا کہ وہ شعر ہین عرض کیا کہ لکھنے کے لیے بہی ارشاد ہو حکم ہوا کہ بدن کو گودنا تیری کتابت ہے
عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو حکم ہوا کہ جہوٹ تیری حدیث ہے عرض کیا کہ میری شکارگاہ بہی مقرر ہو
حکم ہوا کہ وہ عورتین ہین اور ایک اوسکے بڑے رستون مین سے تعصب مذاہب ہے اور خواہش نفسانی کا ہی اور
اپنے خلاف پر ہون اون سے بغض رکہنا اور اونکو حقارت سے دیکہنا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے
عابد اور فاسق دونون ہلاک ہوتے ہین کیونکہ لوگون پر طعن کرنا اور اونکی برائیون کا ذکر کرنا یہ ایک
صفت سبعی ہے جو آدمی کی طینت مین داخل ہے پس جب شیطان اس صفت کو آدمی کی نظر مین
حق قرار دیتا ہے اور اوسکی طبیعت مین تو پہلے ہی سے تہی تو قلب پر اوسکا چسکا پڑجاتا ہے اور تمام
ہمت اوسمین لگجاتا ہے اور اس بات سے بہت خوش ہوتا ہی اور جانتا ہے کہ مین دین مین سعی کرتا ہون
یہ خبر نہین کہ اتباع شیاطین کرتا ہون مثلاً ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت
مین متعصب ہے مگر حرام خوار اور منہ پہٹ اور جہوٹا اور بکہیڑیا اور فسادی ہے تو ایسے شخص کو اگر حضرت
صدیق رض دیکہتے تو اپنا بڑا دشمن تصور فرماتے اس لیے کہ اونکا دوست تو وہ ہی جو اونکی راہ چلے اور
اونکی سیرت کو دستور العمل بناوے اور زبان کو واہیات سے روکے حضرت کا یہ دستور تہا کہ منہ مین کنکر
رکہے رہتے تہے تا کہ کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے پس یہ مدعی کیسی اونکی محبت کا دعوی کرتا ہی اور اونکی سیرت
اختیار نہین کرتا اسیطرح بعضونکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت مین تعصب ہوتا ہی حالانکہ
ریشمی کپڑے بدن پر ہوتے ہین اور مال حرام سے خوب زرق برق بنے رہتے ہین پہر دعوی محبت علی کا

[1] طبرانی بروایت ابو امامہ و ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

کرتے ہین حضرت ممدوح نے عین خلافت مین وہ کپڑے پہنے ہین کہ اونکا دام ایک روپیہ بہی
کم تہا پہر ایسے شخص سے وہ کیسے خوش ہونگے بلکہ قیامت کو یہ شخص اونکا دشمن ہوگا مقام غور ہے
کہ اگر کوئی شخص کسیکے فرزند لخت جگر کو اپنے یہان لیجاوے اور اوسکی بال نوچے اور بدن کو قینچی سے
کاٹے اور سب طرح کی ایذا دے اور پہر اس بات کا مدعی ہو کہ مین اس بچہ کی باپ سے محبت رکہتا ہون
یہ دعوی کسطرح صحیح ہوگا یہی حال ان لوگون کا ہے کہ دین اور شریعت جو خلفاء اربعہ اور جمیع
صحابہ کے نزدیک فرزند و زن و مال و عیال بلکہ خود اپنی جانون سے بہی عزیز تہا اوسکی تو یہ لوگ
یون ٹکڑے کرین کہ کوئی بات اوسکی اختیار نکرین بلکہ پابندی شہوات سے ابلیس لعین دشمن دین کی
خوشی بہاتے رہین پہر محبت صحابہ رض کا دم بہرین قیامت کی روز معلوم ہوگا کہ صحابہ اور اولیا کے
سامنے ان لوگون پر کیا گذرے گا قیامت تو دور ہے اگر دنیا ہی مین پردہ اٹہا لیا جاوے اور صحابہ رض کا
عندیہ ایت کے باب مین معلوم ہوجاوے کہ انکو کسطرح کی لوگ اچہی معلوم ہوتے ہین تو یہ لوگ اپنی حالات
کو دیکہکر شرم کے مارے کبہی اپنی زبان ناقص سے اونکا نام بہی نہ لین خلاصہ یہ کہ تخیلات شیطانی کر
انکے دلون مین یہ بات جم گئی ہے کہ جو کوئی محبت مین حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض کے مریگا اوسکے
گرد شعلہ دوزخ نہ پہریگا یا جو کوئی محبت مین حضرت علی رض کی وفات پاویگا اوسکے گرد خوف نہ آویگا
اس حدیث شریف کو نہین دیکہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر قرۃ العین حضرت فاطمہ رض
سے فرماتے ہین کہ اِعْمَلِي فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا[۱] اور یہ ہوائے نفسانی ہین سے ایک شاخ ہے
اسیطرح اون لوگونکا حال ہے جو امام ابوحنیفہ و شافعی اور مالک اور احمد رح کے باب مین تعصب کرتے ہین
یعنی جو لوگ ایک امام کے مذہب کا دعوی کرتے ہین اور اونکی سیرت اختیار نہین کرتے قیامت کے
روز وہی امام اونکے مقابل ہوکر پوچہینگے کہ میرا مذہب تو عمل تہا قول نہتا اور قول بہی عمل
کیواسطے تہا جبتک کہ نیکی کے لیے نہین تہا تو نے میرے عمل کی مخالفت کیون کی جسپر مین ہمیشہ رہا اور اوسپر
خاتمہ ہوا اور پہر جہوٹ موٹ کا دعوی میرے مذہب کا کیا غرضکہ یہ ایسا بڑا راہ شیطان کی
آمد کا ہے کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوتے ہین وعظ و نصیحت ایسے لوگونکے متعلق ہے جو خدا کا خوف
نہین کرتے دین کے مسائل سے کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہے لوگونکی معتقد کرنے کی
حرص بہت ہی اور لوگونکا اعتقاد اور اونکا وصرف تعصب ہی سے بڑہا ہے اس لیے اچہی بات کو
اچہا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اوسکے فریب جاری ہونیکے لیے وہ
اوسکے نائب بن گئے ہین اور لوگ بہی اونہین کی باتون پر جم گئے ہین اور اصول دین کو بالکل

[۱] عمل کر کہ مین تیری طرف سے خدا تعالیٰ کی کسی چیز کو نہین بچا سکتا ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

بہول گئے تو وہ خود بہی تباہ ہوئے اور اورونکو بہی تباہ کردیا خدا تعالی اونکی اور ہماری توبہ قبول فرماوے اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ مینے امت محمد صلعم کے لیے معصیتونکو آراستہ کیا تو انہون نے استغفار کر کرکے میری پیٹہہ توڑ دی پہر مینے اونکے لیے ایسے گناہ گڑہے کہ اونسے استغفار نہ کرین اور وہ خواہشات نفسانی ہین اور یہ بات اوس ملعون نے سچ کہی کیونکہ ایسے امور مین لوگونکو خبر ہی نہین ہوتی کہ انکا انجام نافرمانی ہے ورنہ استغفار ضرور کرتے اور ایک بڑا حیلہ شیطان کا یہ ہی کہ انسان اپنی آپ لوگونکے اختلافات اور خصومات مین لگجاوے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک جماعت ذکر الٰہی مین مشغول تہی شیطان نے چاہا کہ یہ یہانسے اوٹھ کھڑے ہون اور جدا ہوجاوین مگر کچہ بن نہ پڑی پس ایک دوسری جماعت مین گیا جو دنیا کی باتین کررہے تہے اونمین فساد کرادیا یہانتک کہ اونکے آپسمین کشت وخون ہونے لگا تو پہلی جماعت اوٹھ کھڑی ہوئی اور اونمین بیچ بچاؤ کردیا مطلب اوسکا یہ نتہا کہ پچھلی جماعت مین کشت وخون ہو بلکہ جماعت اول کا اوٹہانا مقصود تہا سو اسطرح اٹہا دیا اور ایک اوسکی طرق مین سے یہ ہی کہ عوام لوگونکو جو علم مین کم تجربہ رکہتے ہین خدا تعالی کی ذات اور صفات اور ایسے امور کی فکر مین اوجہا دیتا ہے جو اونکی عقل مین نہ آسکین یہانتک کہ اصل دین مین شک کرنے لگتے ہین اور خداوند کریم کی نسبت اونکو ایسے خیال پیدا ہوتے ہین کہ اونسے یا کافر یا دہریہ ہوجاتے ہین اور ان باتونسے بہت خوش ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ بصیرت اور معرفت بہی ہے اور یہ امر ہمکو کشف سے معلوم ہوا ہی اپنی تیزی عقل پر نازان ہوتے ہین حالانکہ سب مین زیادہ بیوقوف وہ ہے جو صرف اپنی عقل پر زیادہ اعتماد کرے اور عقیل وہ شخص کہ اپنی عقل کو متہم سمجہکر اکثر علما سے پوچہتا ہے حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِيْ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَيَقُوْلُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ يَذْهَبُ عَنْهُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہین فرمائی کہ اس وسواس کی علاج مین بحث کیجاوی کیونکہ یہ وسواس عوام کو ہوتا ہی علما کو نہین ہوتا عوام کو یہی چاہیے کہ ایمان واسلام لاکر اپنی عبادت ومعیشت مین مصروف ہون علم کی باتین علما پر چھوڑین عامی آدمی اگر زنا اور چوری کرے تو اس سے بہتر ہی کہ ایسی باتونمین پڑے کیونکہ جو کوئی نے جانے بوجہے اللہ تعالی اور اوسکے دین کی نسبت کچہہ کہے گا کافر ہوجاویگا اور اوسکو خبر بہی نہوگی اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تیرنا نجانے اور دریا میں کود پڑے غرضکہ مذاہب اور عقائد کے

باب مین شیطان کے فریب کی جدو انتہا ہین ہمنے بطور نمونہ کچہہ لکہدیا ہے اور ایک اوسکی دروازونمین
مسلمانونسے بدگمان ہونا ہی جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی جو کوئی دوسرے پر بدی کا گمان کریگا شیطان اوسکو اس بات کی بہی ترغیب
دیگا کہ اوسکی غیبت کری یا اوسکے حقوق کم ادا کرے یا تعظیم مین سستی کرے اور اوسکو بچشم حقارت دیکہے
اور اپنے آپکو اوس سے بہتر سمجہے یہ سب صورتین تباہی کی ہین اور اسی جہت سے شریعت مین تہمتون سے بچنے کے لیے
حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّھَمِ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت
سے احتراز فرمایا علی بن حسین رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی سے روایت کرتی ہین کہ انہون نے فرمایا
کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین معتکف تہے مین جب آپکی خدمت مین گئی تو جاتے ہوئے
شام کو وہانسے مراجعت کی اور آپ بہی میرے ساتہہ چلے راستہ مین دو انصار ملے اور آپکو سلام کرکے
بڑہے آپ نے اونکو پکارا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے یعنی میری زوجہ ام المومنین ہے انہون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم ہمکو آپکے ساتہہ گمان خیر ہی آپ نے فرمایا کہ یہ درست ہی مگر شیطان آدمی کے ساتہہ ایسا ہے
جیسا خون بدن مین ہے اس لیے مجہے یہ خوف ہوا کہ کہین تمکو نہ بہکاوے پس اس شفقت نبوی کو
دیکہنا چاہیے کہ اونکے دین کا خوف کرکے اونکو بہی بچا دیا اور امت کے لیے طریق احتراز تہمت سکہلا دیا
کہ ایسا نہو کوئی عالم متقی جو دینداری مین انگشت نما ہو تہمت کے حالات مین سہل انگاری کرے
اور اپنے نفس پر عُجب کرکے یہ جانے کہ مجہپر کوئی بدگمانی نہ کریگا لوگ میرے ساتہہ ظن خیر ہی سے پیش آوینگے
اس لیے کہ کیسا ہی بڑا متقی اور عالم ہو سب لوگ اوسکے یکسان نہین معتقد ہوتے بلکہ بعض اوس سے
خوش رہتے ہین اور بعضے ناراض جو خوش ہین وہ اوسکے عیب نہ دیکہینگے اور فریق ثانی اظہار عیب
ہی مین مبتلا رہینگے جیسا کہ قول سعدی کا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید
ہنرش در نظر + ور ہنرے داری و ہفتاد عیب + دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر + پس ضرور ہوا
کہ بدگمانی اور بدون کی تہمت سے احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ فرقہ تمام لوگونسے بدگمان رہتا ہی پس
جب کوئی آدمی ایسا نظر آوے کہ لوگونکی طرف بدگمانی کرتا ہو اور اونکے عیوب کا متلاشی ہو تو جان
لینا چاہیے کہ وہ خود باطن مین خباثت رکہتا ہے اور یہ عیب جوئی اوسی خباثت کا ظہور ہے کہ سبکو
اپنی ہی جیسا جانتا ہے کیونکہ عیب جوئی منافق کا کام ہے مومن کا سینہ سب خلق کیطرف سے صاف
رہتا ہے یہ بہی تہوڑا سا بیان شیطان کے راستونکا قلب کی جانب اور اگر سب راستونکو لکہا جاوے تو ہماری
قدرت سے باہر ہے اسی قدر سے اورونکا قیاس ہوسکتا ہے مثلاً یون جاننا چاہیے کہ جو صفت

بد آدمی کی ہے وہ شیطان کا ہتہیار ہے اور وہی اوسکا مدخل بہی ہے اب اگر کوئی یون پوچہے کہ شیطان
کے دفع کرنیکی تدبیر کیا ہے اور اوسکے دفعیہ مین زبان سے [1] لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ یا کوئی اور ذکر اللہ
کافی ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ دل کا علاج شیطان سے بچانیکے لیے یہی ہے کہ اوسکی راہین
بند کردی جاوین یعنے دلکو اون صفات مذمومہ سی صاف کیا جاوے اور اسکا بیان بہت طویل ہے
اور اس جلد مین ہمکو یہی غرض ہے کہ صفات مہلکہ انسانی بیان کرین ہر ایک صفت کے لیے ایک باب
علیحدہ کی حاجت ہی جیسا کہ مشرح آئندہ بیان ہوگا یہان اسقدر ضروری ہے کہ جب قلب ان صفات
کے اصول سے منقطع اور علیحدہ ہوجاتا ہی تو پہر شیطان صرف ہیر اپہیری اور خطرات ہی کرتا رہتا ہے
جمکر نہین بیٹہتا اور اوسکی آمد و رفت کو ذکر اللہ مانع ہے کیونکہ دلمین ذکر اللہ جبہی جاگزین ہوتا ہے
تقوی اور صفائی کے باعث صفات مذمومہ سی دل آباد ہوجاتا ہی اور اگر ایسا نہو تو ذکر بہی از قبیل
خطرات ہوتا ہے اسکو دل پر کچہہ قابو نہین ہوتا اور شیطان کو بہی دفع نہین کرسکتا اسی جہت سے
خداوند کریم نے اس آیت مین [2] إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا
هُم مُّبْصِرُونَ ذکر دافع شیطان کو متقی کے ساتہہ خاص فرمایا ہی خلاصہ یہ کہ شیطان کو مثل بہوکے
کتے کے اپنے پاس سے سمجہنا چاہیے پس اگر آدمی کے پاس روٹی گوشت وغیرہ نہو تو صرف دوت کہنے ہی
ٹل جاویگا لیکن اگر سامان کہانیکا ہوگا اور کتا بہوکا ہوگا تو ضرور کہانے پر گریگا اور صرف للکارنے سے
نہین ٹلیگا اسیطرح جس دلمین غذا شیطانی نہین تو اوسکے پاس سی شیطان صرف ذکر اللہ سے
ہٹ جاویگا لیکن اگر دل پر شہوت غالب ہے تو دل کا سویدا شیطان کے قابو مین ہوگا اوسوقت
ذکر اللہ کو قلب کے اطراف مین بہیلائے گا اور متقیون کے دل جو ہوائے نفسانی اور صفات مذمومہ سے
خالی ہوتے ہین اونپر شیطان کا آنا شہوات کی باعث نہین ہوتا بلکہ جسوقت ذکر سے غفلت ہوتی ہے
اوسوقت اپنی راہ نکالتا ہے اور جب یہ ذکر کرنے لگتے ہین تو ٹل جاتا ہے اور اوسکی دلیل یہ ہے
کہ خدا تعالے نے اسکے دفع کے لیے فرمایا [3] فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اسیطرح اور آیات اور اخبار
جو ذکر کے باب مین ہین مفہوم ہوتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار مومن کا
شیطان اور کافر کا شیطان آپسمین ملے کافر کا شیطان تو خوب چکنا اور موٹا اور اچہا لباس پہنے تہا اور مومن کا
شیطان ننگا و بال اغبار آلودہ تہا اوسنے اس سے پوچہا کہ تو دبلا کیون ہے اوسنے کہا کہ مین ایسے شخص کے ساتہہ
رہتا ہون کہ اپنے کہانے اور پینے اور کپڑے پہنے اور سر مین تیل ڈالنے کیوقت بسم اللہ کہتا ہی تو نہ مجہے کہانا نصیب ہاتا ہے
نہ پانی نہ کپڑا نہ تیل اسیوجہ سے بہوکا پیاسا ننگا بال بکہرے رہتا ہون کافر کے شیطان نے کہا کہ یہ مین تو ایسے کی

[1] نہین ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ قوت طاعت کی مگر اللہ تعالی کی توفیق سے ۱۲

[2] جو لوگ ڈر رکہتے ہین جب پڑگیا ان پر شیطان کا گذر چونک گئے پہر تبہی ان کو سوجہہ آگئی ۱۲

[3] سو پناہ مانگ اللہ کی شیطان مردود سے ۱۲

سناتا ہوں کہ ان باتوں میں سے کسی پر بھی خدا کا نام نہیں لیتا اسی لیے میں ان سب امور میں شریک رہتا ہوں اور محمد بن واسع رح ہر روز بعد نماز صبح یہ دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ سَلَّطْتَ عَلَیْنَا عَدُوًّا بَصِیْرًا بِعُیُوْبِنَا یَرَانَا ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا نَرَاھُمْ اَللّٰھُمَّ فَاٰیِسْہُ مِنَّا کَمَا اٰیَسْتَہٗ مِنْ رَّحْمَتِکَ وَقَنِّطْہُ مِنَّا کَمَا قَنَّطْتَہٗ مِنْ عَفْوِکَ وَبَاعِدْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَحْمَتِکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیطان مجکو مسجد کے راستہ میں ملا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ ابلیس ہوں میں نے پوچھا کہ کس غرض سے آیا ہے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس دعا کو کسیکو مت سکھلانا میں تجھسے کچھ مزاحم نہوں گا میں نے کہا کہ میں ہرگز کسیکو منع نہیں کرونگا جو چاہے پڑھے تیرا جو دل چاہے وہ کر اور حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت میں ہاتھ میں آگ کی مشعل لیکر کھڑا ہوا کرتا تھا اور قرارت اور استعاذہ سے نہیں جاتا تھا آپ کی خدمت مبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ یوں پڑھیے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ پس حضرت نے اسیطرح پڑھا تو اوس مردود کی شمع گل ہو گئی اور اوندھے منہ گر پڑا اور حضرت حسن بصری رح سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکی خدمت مبارک میں آئے اور عرض کیا کہ ایک جن آپسے دغا کیا چاہتا ہے جب آپ بستر پر لیٹیں آیت الکرسی پڑھ لیا کیجیے اور حدیث شریف میں آیا ہے لَقَدْ اَتَانِی الشَّیْطَانُ فَنَازَعَنِیْ فَاَخَذْتُ بِحَلْقِہٖ فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ مَا اَرْسَلْتُہٗ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ مَاءِ لِسَانِہٖ عَلٰی یَدَیَّ وَلَوْلَا دَعْوَۃُ اَخِیْ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَاَصْبَحَ طَرِیْحًا فِی الْمَسْجِدِ اور یہ بھی وارد ہے مَا سَلَکَ عُمَرُ فَجًّا اِلَّا سَلَکَ الشَّیْطَانُ فَجًّا غَیْرَ الَّذِیْ سَلَکَہٗ عُمَرُ اور اس جہت سے فرمایا کہ اون قلوب شیطانوں کے مداخل اور غذا سے پاک تھے یعنے شہوات کا دخل نہ تھا پس اگر کوئی اور شخص چاہے کہ صرف ذکر الٰہی سے شیطان دور ہو جاوے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہو گیا تھا تو یہ امر محال ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسا کوئی شخص دوا پیوے اور پرہیز نکرے حالانکہ معدہ میں بھی بلا پرہیزی ہو اور امید توقع دوا کی نفع کی بھی کرے کہ جیسا پرہیز اور تنقیہ والوں کو فائدہ ہوتا ہے ویسا ہی مجھے بھی ہو یہاں ذکر الٰہی کو دوا سمجھنا چاہیے اور تقوے کو پرہیز اور قلب کے خالی ہونیکو شہوات سے تنقیہ تصور کرنا چاہیے تو جب ذکر الٰہی ایسے قلب میں جاوے گا جو ماسوی اللہ سے خالی ہے تو شیطان دفع ہو جاویگا جیسے تنقیہ کے بعد دوا کھانے سے بیماری جاتی رہتی ہے اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اور دوسری جگہہ فرمایا کُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ پس جو کوئی عمل کرو سے

شیطان کی متابعت کریگا وہ اوسکا تہانگی اور یار کہلاویگا اگرچہ زبان سے ذکر اللہ کرے اب اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث مین تو مطلق یون وارد ہے کہ ذکر اللہ سے شیطان دفع ہوتا ہے اور یہ خصوصیات جنکا علماے دین بیان کرتے ہین اوسمین لفظ عام مین مفہوم نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے اسکا امتحان اپنے ہی نفس مین کر لینا چاہیے تاکہ حقیقت اونکی بیان کی معلوم ہو غور کرنا چاہیے کہ آدمی کا منتہاے ذکر اور عبادت نماز ہے تو جب نماز مین کہڑا ہو اوسوقت اپنے دل کا حال دیکہتا ہے کہ شیطان کہان کہان اوسکو کہینچتا ہے کبہی فکر بازار اور لوگونکے حساب کتاب مین اور کبہی دنیا کی دوا دار و اور معاندین کے جواب مین غرض کہ یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ جو دنیا کی بات دل سے جاتی بہی رہی ہو وہ بہی نماز ہی مین یاد آتی ہے اور شیطان کا حملہ بہی نماز ہی مین زیادہ ہوتا ہے پس نماز دلونکے لیے کسوٹی ہے کہ اوس سے خوبی اور برائی اونکی معلوم ہو جاتی ہے اور جو دل کہ شہوات دنیا سے بہرے ہین اونکی نماز مقبول نہین ہوتی ع لب در ذکر و دل در فکر خانہ + چہ حاصل زین نماز پنجگانہ تو ایسی نماز کی سبب سے دفعیہ شیطان کا بہی نہین ہوگا بلکہ غالباً وسواس اور زیادہ ہوگا جیسے دوا بدون پرہیز کے اکثر نقصان ہی کیا کرتی ہے اگر کسیکو شیطان سے خلاص منظور ہو تو اول پرہیز تقوی اختیار کرے بعد اوسکے ذکر کی دوا پیے تب شیطان اوسکے پاس سے بہاگیگا جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہاگتا تہا وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور شیطان کو ظاہر مین برا مت کہو کہ تم باطن مین اوسکے دوست یعنی فرمانبردار ہو اور بعضون نے فرمایا کہ بڑا تعجب کی بات ہے کہ آدمی جس شخص کا اپنے اوپر احسان دیکہ لے پہر محسن کی نافرمانی کرے اور شیطان لعین کی سرکشی اور زور معلوم کرلے اور پہر اوسکی اطاعت کرے اور جسطرح بموجب اس آیت شریف کے ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ دعا مانگتے ہو اور قبول نہین ہوتی اسیطرح ذکر الہی کرتے ہو اور شیطان نہین دفع ہوتا کیونکہ شرطین ذکر اور دعا کی سب مفقود ہین حضرت ابراہیم بن ادہم سے کسی نے پوچہا کہ یہ تو فرمایئے کہ ہم لوگونکی دعا کیون نہین قبول ہوتی اور خدا تعالے فرماتا ہے ادعونی استجب لکم آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ تمہارے دل مردہ ہین پوچہا کہ اونکی مردہ ہونیکی کیا جہت ہے آپ نے فرمایا کہ آٹہہ عادتین ہین اول یہ کہ اللہ کا حق معلوم کرلیا اوسکو بجا نہ لائے دوم قرآن کو پڑہا اور اوسکی بموجب عمل نکیا سوم دعوی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اور انکے طریق کے موافق عمل نہ کیا چہارم موت کا خوف کیا اور اوسکے لیے سامان نہ کیا

پنجم حکم الٰہی یون تہا کہ شیطان کو دشمن جانو جیسا کہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا
مگر تم نے معصیت مین اوس سے یاری کی ششم دعویٰ خوف دوزخ کا کیا مگر پہر اپنے بدنون کو
اوسمین جہونکدیا ہفتم جنت کو دلسے چاہتی رہے مگر اوسکے لیے کوئی کام نہ کیا ہشتم صبح اٹہتے ہی
اپنے عیبونکو تو پیٹہ پیچہے ڈالدیا اور لوگونکی عیب چینی اختیار کی پس ان باتونسے خدا تعالےٰ
ناراض ہوگیا تو دعا کسطرح قبول فرماوے باقی رہی یہ بات کہ معاصی مختلفہ کا داعی ایک ہی
شیطان ہے یا سب گناہونکے لیے جدا جدا شیطان ہین تو اس امر کا جاننا علم معاملہ مین چندان
ضروری نہین یہان یہی ضرور ہے کہ اپنی نفس کو دشمن سے بچاوے اور اپنی مطلب سے غرض رکہے
بقول شخصے کہ آم کہانے یا پیڑ گننے تاہم جو کچہہ اخبار اور نور بصیرت سے واضح ہوا ہے اوسکو ہم
بیان کیے دیتے ہین کہ ہر نوع معصیت کے لیے ایک شیطان مخصوص ہے اوسکا کام یہی ہے کہ اوسی
خاص گناہ کیطرف بلاتا ہی اس حساب سے شیطانونکے دل کے دل ہین اور جس طریق سے کہ یہ امر
دریافت ہوا ہے اوسکا لکہنا طویل ہے وہی ایک بات کافی ہے کہ سبب کی اختلاف سے
سبب کا اختلاف معلوم ہوتا ہی جیسا کہ آگ کی روشنی اور دہوین کی سیاہی مین مذکور ہوا
لیکن دلائل اخبار یہ ہین کہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہین کہ شیطان کے پانچ فرزند ہین اونمین سے
ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا ایک کا نام ثبر ہے اور اوسکو مصیبت کا کام سپرد ہی تو واویلا کرنا
اور گریبان پہاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اوسیکے اغوا سے ہوتا ہے دوسرے کا نام
اعور ہے اوسکا کام زنا کے لیے بہکانا اور اوسیکو نظر ونمین اچہا معلوم کرانا ہے تیسرا مسبوط ہے
جسکو جہوٹ کا عہدہ ہی چوتہا داسم ہے کہ آدمی کے ساتہہ گہر ونمین جاکر اقربا کی برائیان اوسکے
سامنے پیش کرتا ہی اور اوسکو اونسے خفا کر دیتا ہے پانچوان زلنبور وہ بازار مین رہتا ہی
وہان کے فسادات سب اوسیکی جہت سے ہوتے ہین اور یہ بہی ایک روایت مین ہی کہ نماز کے
شیطان کا نام خنزب ہی اور وضو کے شیطان کا نام ولہان اور جیسے کہ شیطان کثرت سے ہین
ویسے ہی فرشتونمین کثرت ہی باب الشکر مین ہم لکہہ چکے ہین وجہ انکی کثرت کی اور ہر عمل کے لیے
جدا جدا مخصوص ہونیکی کیا وجہ ہی اور حضرت ابو امامہ باہلی نے یہ حدیث روایت کی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وُکِّلَ بِالْمُؤْمِنِ مِائَۃٌ وَسِتُّوْنَ مَلَکًا یَذُبُّوْنَ عَنْہُ مَا لَمْ یُقْدَرْ
عَلَیْہِ مِنْ ذٰلِکَ الْبَصَرِ سَبْعَۃُ اَمْلَاکٍ یَذُبُّوْنَ عَنْہُ کَمَا یُذَبُّ الذُّبَابُ عَنْ قَصْعَۃِ الْعَسَلِ فِی الْیَوْمِ الصَّائِفِ
وَمَا لَوْ بَدَا لَکُمْ لَرَأَیْتُمُوْہُ عَلٰی کُلِّ سَہْلٍ وَجَبَلٍ کُلٌّ بَاسِطٌ یَدَہٗ فَاغِرٌ فَاہُ وَلَوْ وُکِّلَ الْعَبْدُ اِلٰی نَفْسِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ

کالخطفة والشیاطین اور ایوب بن یونس سے روایت ہے کہ مجکو یون پہونچا ہے کہ اولاد آدم کے ساتھہ اولاد جن بھی پیدا ہوتی ہے اور اونہین کے ساتھہ نشو ونما ہوتی ہے اور جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہون نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا تو نے مجھہ مین اور شیطان مین عداوت کر دی اگر میری اعانت نہوگی تو مین اوسپر غالب نہونگا ارشاد ہوا کہ تیرا جو فرزند پیدا ہوگا اوسپر ایک فرشتہ موکل معین ہو جاویگا عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ اگر کوئی ایک بدی کریگا تو ایک ہی بدی کی سزا پاویگا مگر نیکی کا بدلہ دس گنی سے جہانتک مجکو منظور ہوگا دونگا پھر زیادتی اعانت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جب تک روح بدن مین رہیگی دروازہ توبہ کا مفتوح رہیگا شیطان نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو تو نے مجھسے اشرف بنایا اگر مجکو اعانت نہوگی تو مین کیسے قادر ہونگا حکم ہوا کہ جو بچہ آدم کے ہوگا اوسکے ساتھہ تیرا بھی بچہ پیدا ہوگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ جیسے خون بدن مین چلتا ہے ویسا ہی تو بھی اونکے رگ وپے مین جاری ہوگا اور اونکے سینون مین اپنا گھر بناویگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ مدد ملے حکم ہوا اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا اور حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَلَقَ اللّٰهُ الْجِنَّ ثَلٰثَةَ أَصْنَافٍ صِنْفٌ حَيَّاتٌ وَعَقَارِبُ وَخَشَاشُ الْأَرْضِ وَصِنْفٌ كَالرِّيحِ فِي الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ عَلَيْهِمُ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْإِنْسَ ثَلٰثَةَ أَصْنَافٍ صِنْفٌ كَالْبَهَائِمِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وَصِنْفٌ أَجْسَامُهُمْ كَأَجْسَامِ بَنِي آدَمَ وَأَرْوَاحُهُمْ كَأَرْوَاحِ الشَّيَاطِينِ وَصِنْفٌ فِي ظِلِّ اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ شیطان ایکبار حضرت یحییٰ کی خدمت مین آیا اور کہا کہ مین آپ کو کچھہ نصیحت کیا چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ مجکو تیری نصیحت کی حاجت نہین مگر مجھسے بنی آدم کا حال کچھہ کہہ اوسنے کہا کہ ہمارے نزدیک اونکی تین قسمین ہین ایک قسم جو ہم پر بڑے سخت ہین وہ لوگ ہین کہ ہم اونکے پاس جاتے ہین اور اونکو بہکا کر اپنے قابو مین لاتے ہین مگر وہ استغفار اور توبہ کرنے لگتے ہین ہمارا کیا کرایا سب مٹی ہو جاتا ہے پھر اگر ہم دوبارہ کچھہ مکر کرتے ہین وہ اوسکے بعد بھی ایسا ہی کرتے ہین اسی حیص وبیص مین نہ ہم اونسے ناامید ہی ہوتے ہین نہ مطلب ہی نکلتا ہے مشقت ہی اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ وہ ہمارے پنجہ مین ایسے ہین جیسے لوگونکی ہاتھہ مین گیند ہوتا ہے اونکو ہم جدھر چاہتے ہین اودھر پھیر لیتے ہین

اونکی ہمین کچھ فکر نہین اور تیسری قسم آپ جیسے لوگ معصوم ہین اونپر ہمارا کچھ بس نہین چلتا اب اگر یہ کہو کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگونکو تو شیطان صورت پکڑکر سوجہتا ہے اور بعضونکو نہین معلوم ہوتا اور پہر جب نظر آتا ہی تو وہ شکل اوسکی اصلی صورت ہی یا اوسکا عکس و مثال ہی اور اگر اصلی صورت ہی تو اوسکی مختلف صورتین کیون معلوم ہوتی ہین اور ایک ہی وقت مین دو جگہہ جدا جدا صورت دو شخصونکو کیسی معلوم ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ شیطان اور فرشتونکی اصلی صورتین بہی ہین مگر اون اصلی صورتونکو مشاہدہ سے نہین دیکہہ سکتے بلکہ اونکا دیکہنا انوار نبوت سے ہوتا ہے اسی لیے حضرت جبریل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا تہا یعنے ایک دفعہ تو خود حضرت نے اونسے درخواست کی کہ اپنی اصلی صورت مجکو دکہاؤ اونہون نے وعدہ کیا کہ بہت اچہا اور کوہ حرا پر اصلی صورت مین نمود ہوئے تو شرق سے غرب تک تمام آفاق کو روک لیا اور دوسری دفعہ معراج کی رات مین سدرۃ المنتہی پر اونکو اصلی صورت مین دیکہا ورنہ اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین ملاحظہ فرماتے تہے اور یہ شخص نہایت خوبصورت تہے اور اکثر مکاشفہ اہل دل کا یون ہوتا ہے کہ صورت اصلی کی مثال اونکے سامنے ہو جاتی ہے مثلاً شیطان بیداری مین صورت پکڑکر اونکی آنکہ کے سامنے آتا ہے تو وہ اوسکو دیکہتے بہی ہین اور کلام بہی سنتے ہین اور یہی صورت قائم مقام صورت اصلی کے ہو جاتی ہے جیسا کہ اکثر صلحا کو خواب مین اتفاق ہوتا ہے اور صاحب کشف اوسکو کہتے ہین کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاوے کہ باوجود مشغولی حواس کے دنیا مین اوسکے مکاشفہ مین خلل نہ آوے یعنی اوسکو بیداری مین وہ بات معلوم ہو جاوے جو اورونکو خواب مین سوجہے ہی جیسا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہی کہ ایک شخص نے رب العزت سے یہ دعا مانگی کہ مجکو وہ جگہہ دکہلا دے جہان قلب بنی آدم پر شیطان رہتا ہے تو خواب مین یہ دیکہا کہ ایک آدمی کا جسم بلور کی صورت کا ہے یعنی اوسکے اندر کی چیز باہر سے معلوم ہوتی ہے اور شیطان مینڈک کی صورت مین اوسکے بائین شانہ پر مونڈہے اور کان کے درمیان بیٹہا ہے اور اوسکی ایک پتلی اور لمبی سونڈ ہے جسکو آدمی کے دل مین ڈالکر وہان ہی سے وسوسہ کرتا ہے اور جب وہ ذکر الہی کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اسیطرح کا امر کبہی بیداری مین ہو بہو معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض اہل کشف نے دیکہا کہ شیطان ایسی صورت مین نظر آیا کہ گویا کوئی کتا مردار پر گرتا ہے اور لوگونکو اوسطرف بلاتا ہے یعنی دنیا بصورت مردار معلوم ہوئی پس اسطرح پر معلوم ہونا قائم مقام صورت اصلی کی [illegible] کیونکہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قلب کے لیے دو طرف ہین ایک وہ جو عالم ملکوت

مقابل ہوتی ہے اور وہی مدخل وحی والہام ہے کہ عالم ظاہری کیطرف کو ہے تو جب قلب کی پہلی جانب پر عالم ملکوت سے کسی شے کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہے تو اوسکے اثر سے وہ جانب جو عالم ظاہری کیطرف ہے اوسمین بھی چمک آجاتی ہے اس لیے کہ دونون جانبین ایک دوسیر سے ملی جلی ہین تو ظاہر ہے کہ اس جانب مین جو عالم ظاہری کیطرف کو ہے جو شے نظر آویگی وہ ایک صورت متخیلہ ہوگی اس وجہ سے کہ تمام عالم ظاہری متخیلات ہی مین داخل ہے اتنا فرق ہے کہ آدمی کا خیال جو حس ظاہر سے ہوتا ہے اوسمین یہ بات ممکن ہے کہ صورت مطابق سیرت نہو کیونکہ عالم ظاہری مین تلبیس بہت واقع ہوتی ہے مثلاً ممکن ہے کہ جو آدمی ظاہر مین خوبصورت نظر آتا ہے وہ باطن کا خبیث ہو مگر جو صورت کہ عالم ملکوت کی چمک سے دل کو حاصل ہوتی ہے وہ بعینہ مطابق صفت اور سیرت کے ہوتی ہے کیونکہ عالم ملکوت مین صورت مطابق سیرت ہی کے ہوا کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا باطن برا ہوگا وہ اسطرح پر بری ہی نظر آویگی اسی لیے شیطان جب اسطرح نظر آتا ہے تو کتے اور مینڈک اور سور وغیرہ کی صورت مین معلوم ہوتا ہے اور فرشتہ اوسکے برعکس خوبصورت سوجھتا ہے پس یہ صورت گویا باطن کا عنوان ہو جاتی ہے اور اوسکی مطابق ہوتی ہے پس اگر کوئی شخص خواب مین بندر یا سور دیکھے تو اوسکی تعبیر انسان خبیث کی دیکھنے سے ہوگی اور اگر بکری دیکھے تو انسان سلیم الطبع سے مراد ہوگی اور تمام تعبیرات خواب کا یہی حال ہے غرضکہ یہ امر بھی اسرار قلبی مین سے ایک عجیب بات ہے اوسکا ذکر کرنا علم معاملہ کی مناسب نہین یہان یہی مقصود ہے کہ اس بات کا یقین کر لیا جاوے کہ شیطان خواہ فرشتہ اہل دل کو منکشف ہوتا ہے کبھی تو بطریق حکایت اور تمثل کے جیسا خواب مین ہوتا ہے اور کبھی بطور حقیقت کی لیکن اکثر اسیطرح ہوتا ہے کہ تمثل ایسی صورت مین ہوتا ہے جو مشابہ باطن کے ہو مگر نظر آنا اوس مثال کا آنکھ سے حقیقت مین ہوتا ہے اور اوسکو ارباب مکاشفہ صرف دیکھ سکتے ہین اوسکی گرد کے لوگ نہین دیکھ سکتے جیسے سونیوالے نہین دیکھ سکتے

## تیرہوان بیان اس امر کا کہ قلب کی وساوس اور وہم اور قصد اور خطرے سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہے اور کونسی چیز معاف ہے

واضح ہو کہ اس باب مین آیات اور اخبار مختلف واقع ہوئے ہین کہ سوائے علماء کاملین شریعت کے اور کسی سے تطبیق نہین ہو سکتی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ آپنے فرمایا عُفِیَ عَنْ اُمَّتِی مَا حَدَّثَتْ بِهٖ نُفُوسُهَا مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ اَوْ تَعْمَلْ بِهٖ اور ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى یَقُوْلُ لِلْحَفَظَةِ اِذَا هَمَّ عَبْدِیْ بِسَیِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَیْهِ فَاِنْ

یعنی میری امت سے وہ گناہ معاف کیے گئے ہین جو انکے دلوں مین کھٹکتے ہین جب تک کہ وہ انکو بولین یا عمل مین لاوین ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضی ان اللہ تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسہا ۱۲

عملها فاکتبوها سیئة واذا هم بحسنة فلم یعملها فاکتبوها حسنة فان عملها فاکتبوها عشرا اور یہ حدیث
بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ عمل قلبی اور اوسکا میلان طرف
بدی کے معاف ہی اور دوسری روایت یون ہی کہ من ہم بحسنة فلم یعملها کتبت له حسنة ومن
هم بحسنة فعملها کتبت له عشرا الی سبعمائة ضعف ومن هم بسیئة فلم یعملها لم تکتب علیه
وان عملها کتبت اور ایک روایت یون ہے واذا تحدث بان یعمل سیئة فانا اغفرها له ما لم یعملها
اور ان سب سے عفو ہی سمجھا جاتا ہی اور مواخذہ کی باب مین یہ آیت ہی ان تبدوا ما فی انفسکم
او تخفوه یحاسبکم به الله فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اور یہ آیت ولا تقف ما لیس
لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا یعنی عمل قلب مثل عمل آنکھ
اور کان کے ہی معاف نہین ہوئیگا اور یہ آیت ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه آثم قلبه اور یہ آیت
لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم ان سب سے مواخذہ
پایا جاتا ہے اور اس مسئلہ مین حق یہ ہی کہ جب تک تفصیل اعمال قلوب کی شروع سے لیکر اعضا کی
ارتکاب تک نہ بتلائی جاوی تب تک کچھ حکم عفو یا مواخذہ کا مطلق نہین کہنا چاہی اب ہم کہتی ہین
کہ قلب پر اول جو چیز وارد ہوتی ہے اوسکو خاطر اور حدیث نفس کہتی ہین مثلا ایک عورت کی صورت
دل مین آوی جو اسکی پس پشت ہو کہ اگر چاہے تو پہر کر اوسکو دیکھ لے دوسری بات دیکھنی کی رغبت کا
ہیجان ہے یعنی وہ شہوت جو طبیعت مین موجود ہی متحرک ہو اور یہ امر پہلے خاطر سی پیدا ہوتا ہی اوسکو
میل طبع کہتے ہین تیسری بات دل کی اجازت اس رغبت کی تعمیل کے لیے مثلا مثال مذکور مین
دیکھنے کے لیے اجازت دینی کیونکہ بعضی دفعہ طبیعت کی رغبت تو ہوتی ہے مگر موانع کے باعث
دل اجازت نہین دیتا مثلا حیا کے سبب نہین دیکھ سکتا یا پہر کر دیکھنے سی کچھ خوف معلوم ہوتا ہے
اور ان موانع کا برطرف ہونا تامل سے ہوتا ہی جو بہر حال عقل کی ہی اجازت ہے اسکا نام اعتقاد ہی
اور یہ اول دو پہلی باتوں کے بعد ہوتا ہی چوتہی بات پکا کرنا ارادہ کا متوجہ ہونے پر اسکو نیت اور قصد
اور ارادہ کہتے ہین اس ارادہ کا مبدا کبہی ضعیف ہوتا ہی مگر باعتبار خاطر اول کے کشش نفس کی
اسقدر ہوتی ہے کہ یہ ارادہ مصمم اور موکد ہو جاتا ہے بعد اس ارادہ کے مصمم ہونیکے کبہی آدمی
ندامت کی باعث فعل کا مرتکب نہین ہوتا اور کبہی اس نظر سے نہین کرتا کہ کسی وجہ سی غافل
ہو جاتا ہے اور اس کام کی طرف توجہ نہین رہتی اور کبہی کوئی ایسا مانع پیش آتا ہی کہ اوس کام کا کرنا
متعذر ہو جاتا ہے غرضکہ دل کے لیے پہلے اعضا کی عمل سی چار حالتین ہوتی ہین اول حدیث نفس

یہ میل طبع یہ اعتقاد یہ عزم اب ان چارون کا حکم سننا چاہیے کہ حدیث نفس اور میل طبع پر
تو مواخذہ نہین اسواسطے کہ انسان کا ان پر کچھ بس نہین یہ باتین آدمی کے اختیار سے باہر ہین
اور اس حدیث مین کہ عُفِيَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ نُفُوسُهَا یہی دونون مراد ہین اس لیے کہ حدیث
نفس اوسیکو کہتے ہین کہ صرف دلمین گذرے اور اوسکی کرنیکا عزم نہو اور عزم اور ارادہ کو حدیث
نفس نہین کہتے بلکہ حدیث نفس یہی جیسا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اونہون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا حضرت میرے جیمین یون آتا ہی کہ اپنی
بی بی خولہ کو طلاق دیدون آپ نے فرمایا کہ مَهْلًا إِنَّ مِنْ سُنَّتِي النِّكَاحَ اونہون عرض کیا کہ میرا
جی یون چاہتا ہے کہ خصی ہو جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَهْلًا خِصَاءُ أُمَّتِي دُؤُوبُ الصِّيَامِ عرض کیا کہ میرا
جی یہ چاہتا ہے کہ راہب بن جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَهْلًا رَهْبَانِيَّةُ أُمَّتِي الْجِهَادُ وَالْحَجُّ عرض کیا
کہ میرا دل چاہتا ہے کہ گوشت کہانا چہوڑ دون آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَهْلًا فَإِنِّي أُحِبُّهُ وَلَوْ أَصَبْتُهُ
لَأَكَلْتُهُ وَلَوْ سَأَلْتُ اللهَ لَأَطْعَمَنِيهِ پس جن خواطر کے ساتہہ عزم نہین ہوتا وہ حدیث نفس مین
داخل ہین جیسے ان صحابی کے خواطر تہی اسی جہت سی اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے انکے باب مین مشورہ لیا کہ عزم اونکے ارتکاب کا نہ تہا تیسری بات یعنی اعتقاد اوسکی
دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری اور دونون کا حکم بہی مختلف ہی کہ اختیاری پر
مواخذہ ہوتا ہے اور اضطراری پر نہین ہوتا اور چوتہی بات یعنی قصد فعل اسپر مواخذہ ہوتا ہے
مگر جب کام اس قصد کے بعد نہین کیا تو یہ دیکہنا چاہیے کہ خوف الٰہی اور ندامت کی باعث سے
نہین کیا یا کسی اور سبب سی اول صورت مین ایک نیکی اسکے لیے لکہی جاویگی اس لیے کہ ارادہ سیئہ گناہ
ہے اور اوس سی باز رہنا اور نفس پر مجاہدہ کرنا نیکی ہے اور نیز ارادہ کرنا بر حسب اقتضای طبع اسپر دلالت
نہین کرتا کہ خدا سے بالکل غافل ہو گیا لیکن نفس کو مجاہدہ سے طبیعت کی خلاف پر باز رکہنا اسکو
بڑی قوت چاہیے تو اسمین جسقدر کوشش ارادہ فعل کی جہت سے شیطان کی متابعت مین کی تہی
اوس سے زیادہ مخالفت طبع اور للہ کام کرنے مین کی اس لیے سزاوار ایک نیکی کا ہوا اور اگر
کسی مانع یا عذر کے باعث اوس فعل سے باز رہا ہی تو اسپر ایک برائی لکہی جاویگی اس لیے کہ ارادہ
کرنا بہی قلب کا فعل اختیاری ہے اور یہ احکام جو ہمنے مفصل لکہی ہین انکی دلیل یہ ہی کہ اسیطرح
الفاظ حدیث مین مفصل مذکور ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرُ بِهِ فَقَالَ ارْقُبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ

بِمِثْلِهَا وَاِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهُ حَسَنَةً فَاِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِي اور جس روایت مین لَمْ يَعْمَلْهَا آیا ہی اوس سے
بھی یہی مراد ہے کہ خدا کے خوف سی چھوڑ دیا ہوا اور اگر گناہ پر ارادہ کرکے کسی عذر یا غفلت کے
سبب چھوڑا ہو تو اوس صورت مین نیکی کا مستحق نہین ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے
اِنَّمَا يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ اور یہی معلوم ہے کہ جو کوئی رات کو اس بات کا ارادہ کرے کہ صبح کو
کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سی زنا کرونگا اور اوسی رات مین مرجاوے تو اپنے ارادہ پر
مُصر مریگا اور اسی نیت پر اسکا حشر ہوگا حالانکہ فعل کا مرتکب نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ حدیث
مذکور مین لَمْ يَعْمَلْ سے مراد یہی ہے کہ خدا کے خوف سی چھوڑ دیا ہوا اور دلیل قاطع نیت پر مواخذہ کے
باب مین یہ حدیث شریف ہی اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فقیل
یَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ لِاَنَّهُ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ اس سے صریح معلوم ہوگیا
کہ صرف ارادہ کی جہت سی ناری ہوا باوجودیکہ خود ظلماً مقتول ہوا پس مواخذہ نیت جب نص
صریح سے معلوم ہوا تو اب گمان یہ نہین ہوسکتا کہ خدا تعالی نیت پر مواخذہ نہ فرماوے گا بلکہ
جو قصد کہ آدمی کے اختیار سی ہوگا اوسپر اوسکا مواخذہ ہوگا لیکن اگر اسکا کفارہ نیکی سے کردیگا
تو مواخذہ سی بری ہوجاویگا اور اپنے عزم کو ندامت کی سبب فسخ کرنا نیکی ہے اس لیے مستحق نیکی کا
ہوتا ہے مگر مانع کے سبب کام کو ترک کرنا نیکی نہین اسلیے مواخذہ وار رہتا ہے اور خواطر اور میل طبع
بندہ کے اختیار مین نہین اگر انپر مواخذہ ہو تو گویا جو بات طاقت سی باہر ہے اوسکا حکم ہوا
اور یہی وجہ ہو کہ جب یہ آیت اتری وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ
کچھہ صحابی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ ہمپر حکم
ایسی بات کا ہوا جو ہماری طاقت سی باہر ہے ہم مین سے بعضونکے دلمین ایسی باتین گذرتی ہین
کہ یہ منظور نہین کہ وہ دلمین رہین پھر ان پر مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ شاید تم بھی ایسا کہتے ہو
جیسا یہودیون نے کہا تھا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یون کہو کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اونہون نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
ایک برس کے بعد خداوند کریم نے وہ تنگی رفع کی اور یہ آیت اتری لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا
پس ظاہر ہوا کہ جو بات اعمال قلبی سے بندہ کی اختیار مین نہین اوسپر مواخذہ بھی نہین یہی
بیان شافی اس امر کا اور جو لوگ یہ گمان رکھتے ہین کہ جو بات دل پر گذرے وہ حدیث نفس ہے
اور ان اقسام کی کچھہ تفریق نہین کرتے وہ بیشک غلطی پر ہین اور کیا وجہ ہو کہ اعمال قلبی پہ
مواخذہ نہو حالانکہ کبر اور عجب اور ریا اور نفاق اور حسد وغیرہ سب اعمال قلب ہی مین سے ہین

بلکہ اصل یہی ہے کہ جو اعمال بندہ کے اختیار مین ہین خواہ آنکھہ کے ہون یا کان یا دل کے سب پر مواخذہ ہوگا یہانتک کہ اگر آنکھہ بے اختیار کسی غیر محرم پر پڑجاوے تو اوسپر بھی مواخذہ نہین ہان اگر دوبارہ پھر دانستہ دیکھیگا تو اوسپر مواخذہ ہوگا اسیطرح خواطر قلبی کا حال ہے بلکہ مواخذہ قلب ہی سے اول ہونا چاہیے کیونکہ اصل وہی ہے حدیث شریف مین ہے کہ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا[1] یعنی دل کیطرف اشارہ کرکے آپ نے یہ لفظ فرمایا اور اللہ تعالی فرماتا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ[2] اور ایک حدیث مین اسطرح ارشاد ہے اَلْاِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوْبِ[3] اور یہ بھی آیا ہے اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّ اِلَیْهِ الْقَلْبُ وَاِنْ اَفْتَوْکَ وَاَفْتَوْکَ یہانتک کہ ہم کہتے ہین کہ اگر مفتی کے دل نے کسی چیز کے واجب ہونیکو کہا اور وہ مثلاً غلطی پر ہو تب بھی اوسکو ثواب ہوگا یا کسی نے یہ جانا کہ مین وضو سے ہون اور نماز پڑہی بعد نماز کے خیال ہوا کہ مجھکو وضو نہ تہا تو اوسکو پہلی نماز کا ثواب ملیگا لیکن باوجود جاننے اپنی طہارت کی نماز چھوڑدیگا تو مستحق عقاب ہوگا گو پیچھے یاد آوے کہ مجھکو وضو نہ تہا یا کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو پایا اور یہ جانا کہ میری منکوحہ ہے اور اوس سے جماع کیا تو گناہ گار نہوگا گو وہ عورت اجنبی ہی ہو اور اگر بالفرض اوسکی منکوحہ ہی ہوتی مگر یہ شخص اوسکو غیر عورت جانکر صحبت کرتا تو گناہ گار ہوتا پس ان سب مسائل کی بنا دل ہی ہے نہ اعضا کو یعنی آنکھہ وغیرہ نہین

## چودہوان بیان اس بات کا کہ ذکر کرنیکے وقت وسوسہ بالکل منقطع ہوجاتا ہے یا نہین

واضح ہو کہ جو علما قلوب کے احوال کے نگران ہین اور اوسکی صفات و عجائب کو دیکھتے رہتے ہین اس مسئلہ مین اونکے پانچ فرقے ہین ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذکر الہی سے وسوسہ منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ اور خنس کے معنی خاموشی کے ہین گویا کہ شیطان چپ ہوجاتا ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ اصل وسوسہ تو نہین جاتا مگر اوسکا اثر جاتا رہتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب دل مین ذکر بھرجاویگا تو وسوسہ تاثیر نکرنے پاویگا جیسے کوئی آدمی کسی سوچ مین بیٹھا ہو تو بعض اوقات کلام نہین سمجھتا اگرچہ آواز اوسکی کان تک پہونچتی ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ نہ وسوسہ منقطع ہوتا ہے نہ تاثیر جاتی ہے مگر غلبہ اوسکا دور ہوجاتا ہے یعنے وسواس تو ہوتا ہے مگر بہت ضعیف اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذرا سی دیر ذکر سے وسوسہ معدوم ہوجاتا ہے اور اتنی ہی دیر کو وسوسہ سے ذکر معدوم ہوجاتا ہے اور انکے پے در پے اور جلد جلد آنے سے ایک تار سا بندھ جاتا ہے اور انکی مثال ایسی ہے کہ ایک کرہ پر چند نقطے متفرق دیکر اگر اوسکو زور سے گھماؤ تو وہ نقطے دائرہ کی شکل معلوم ہونگے کیونکہ تیزی حرکت کی باعث ایک دوسرے سے

[1] تقوی یہان ہے ۱۲ مسلم بروایت ابوہریرہ
[2] ہرگز اللہ کو نہین پہونچتے اونکے گوشت اور نہ لہو لیکن اوسکو پہونچتا ہے تمہارے دلکا ادب ۱۲
[3] گناہ خلجان مین ڈالنے والا ہے دلکو ۱۲ باب العلم مین گذری ۱۲

جو نیکی ہو وہ ہے جس پر دلکو اطمینان ہو ۱۲ طبرانی بروایت ابی ثعلبہ ... ابوبکر ... حدیث ... ابن ابی الدنیا و ابن عدی بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲

ملے معلوم ہونگے اور یہ لوگ اپنے قول کی دلیل یہ فرماتے ہین کہ حدیث شریف مین خنس مذکور ہے مگر اوسکو
ذکر کے ساتھہ وسوسہ سے چھپنا ہے تو اوسکی تطبیق بجز بیان مذکور کے اور کسی طرح نہین ہوسکتی اور ایک
فرقہ کا یہ قول ہے کہ وسوسہ اور ذکر دل پر ہمیشہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہین اور منقطع نہین ہوتے
جیسے کوئی آدمی ایک ہی حالت مین اپنی آنکھہ سے دو چیزین دیکھے اسیطرح دل بھی دو چیزون کا مقام
ہوتا ہے حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَلَهٗ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ عَيْنَانِ فِیْ رَأْسِهٖ يُبْصِرُ بِهِمَا
اَمْرَ دُنْيَاهُ وَعَيْنَانِ فِیْ قَلْبِهٖ يُبْصِرُ بِهِمَا اَمْرَ دِيْنِهٖ اور یہی مذہب محاسبی رح کا ہے اور ہمارے نزدیک
یہ سب مذہب درست ہین مگر اقسام وسواس کا حصر کسی مین نہین ہر ایک نے جس وسواس کو دیکھا
ویسا ہی تبلا دیا اسیلیے ہم اوسکے اقسام لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ وسواس تین قسم کے ہین اول یہ
کہ امر حق کو مشتبہ کرنے سے شیطان وسوسہ کرے مثلاً یون سمجہاوے کہ دنیا کی لذت چھوڑنی
چاہیے زندگی بہت ہی خواہشات کو اتنے دنون روکنا بڑا عذاب ہے پس اسوقت اگر بندہ اللہ تعالے
کا حق اور اوسکا ثواب عظیم اور عقاب یاد کریگا اور اپنے نفس کو سمجہاویگا کہ خواہش سے رکا رہنا
تو سخت ہی مگر دوزخ کی آنچ کا سہنا سخت تر ہے دونون مین سے ایک ہی ہوسکتا ہے تو جب اسطرح
وعدہ اور وعید کو یاد کرکے تجدید اپنے یقین کی کریگا تو شیطان بہاگ جاویگا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ دوزخ کی آگ پر صبر کرنا گناہون کی صبر سے ہلکا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ گناہ کا انجام دوزخ
نہین اسیلیے کہ اگر کہے گا بھی تو بندہ کتاب اللہ پر ایمان رکہنے سے اوسکی کب سنیگا پھر کیفا اوسکا
وسواس منقطع ہوجاویگا اسیطرح اگر عجب کے لیے وسوسہ ڈالے مثلاً دلمین یہ بات ڈالے کہ آج
تیری برابر معرفت اور عبادت الٰہی مین کوئی نہین تیرا رتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے اور اوسوقت
بندہ یہ یاد کرے کہ میری معرفت اور اختیار اور قلب اور اعضا جنسے کہ مینے جانا یا عمل کیا سب کے سب
اللہ تعالی نے پیدا کیے ہین پس عجب کس پر کرنا چاہیے تو اسوقت بھی شیطان ٹلے گا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ یہ اللہ کی جانب سے نہین اور اگر کہے بھی تو ایمان کی جہت سے شنوائی کب ہوسکتی ہے
غرضکہ اس قسم کا وسواس تو بالکل منقطع ہوجاتا ہے جو لوگ عارف ہین اور نور ایمانی اور معرفت سے
روشن ضمیر ہین اونکے پاس نہین رہتا دوسری قسم وسواس کی یہ ہے کہ شہوت کو حرکت دے اور اسمین
یہ تفریق ہے کہ تحریک یا تو ایسی چیز کیطرف ہو کہ بندہ کو یقینی معلوم ہوجاوے کہ وہ چیز معصیت ہے
یا صرف غلبہ ظن ہی ہو پس یقینی جاننے کی صورت مین شیطان ہیجان شہوت سے تو باز نہین رہیگا
مگر ایسا ہیجان نہین کریگا جس سے تحریک ہو اور اگر امر مظنون ہوگا تو اکثر مؤثر رہیگا یہان تک کہ

کہ اوسکے دفع کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہوگی پس وسوسہ تو موجود رہتا ہے مگر دبا ہوا ہوتا ہے
تیسری قسم وسوسہ کی خواطر ہین اور غائب چیزونکا حال یاد کرنا پس جب دل متوجہ ذکر الٰہی
کیطرف ہوتا ہے تو ذرا الجھاتا ہے پھر آجاتا ہے پھر ذرا دیر کو الجھاتا ہے تو ذکر اور وسوسہ پے درپے
اسی طرح آتے ہین کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دونون کا ایک سلسلہ ہوگیا ہی یہانتک کہ ذہن مین
معنی قرارت کی بھی آتے ہین اور یہ خواطر بھی رہتے ہین گویا ان دونون چیزون کے ٹھکانے
دلمین دو جگہہ ہین اور اس قسم کا وسوسہ بالکلیہ منقطع ہوجانا بہت مشکل ہے مگر محال نہین اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَہٗ فِیْہِمَا بِشَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا
غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ پس اگر یہ بات محال ہوتی تو حضرت ذکر نفرماتے ہان یہ امر
دلمین ہوسکتا ہے جس پر محبت الٰہی حاوی ہوگئی ہو کیونکہ قلب کو جس طرف مشغولی تام ہوتی ہے
اوسکے سوا اور کچھہ دل پر نہین گذرتا جیسے عاشق اگر فکر محبت مین مستغرق ہوتا ہی تو سوا
ذکر محبوب اور کوئی بات اوسکے دلمین نہین گذرتی یا جسکو کسی دشمن کا خیال ہوتا ہی تو بعض
اوقات دو رکعت یا زیادہ کی مقدار ایسا فکر مین ڈوبا رہتا ہے کہ سواء اوس دشمن کی بات کی اور
دل پر نہین گذرتا یہانتک کہ اگر اس عرصہ مین کوئی پاس کو نکل جاوے یا کچھہ کہجاوے تو اوسکو
خبر نہین ہوتی گویا کہ اوسپر آنکھہ ہی نہین پڑی پس جب یہ بات دنیا کی تفکرات مین ممکن ہے
تو اگر کسیکو خوف دوزخ یا حرص جنت سی یہ استغراق نصیب ہو تو کیا بعید ہے ہان بنظر ضعف
ایمان کے البتہ شاذ و نادر ہے پس جب ان سب اقسام وساوس کو سوچو تو معلوم ہوجاوے کہ مذہب
مذکورۂ بالا مین سے ہر ایک کی لیے ایک وجہ ہی لیکن اوسکا محل مخصوص ہے خلاصہ یہ کہ شیطان سے
خلاص ہونا ایک لحظہ یا ساعت کو کچھہ بعید نہین مگر عمر بھر اوس سے نجات ملنی بہت بعید ہی بلکہ
محال ہے کیونکہ اگر یہ بات ممکن الوجود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی قسم کا
وسوسہ نہوتا حالانکہ وسوسہ آپ کو بھی ہوا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آپنے نماز مین
اپنے کپڑے کے نقوش پر نگاہ کی اور سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا شَغَلَنِیْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اور ایکبار
سونیکے حرام ہونے سے پیشتر آپ کی ہاتھہ مین ایک انگوٹھی سونیکی تھی خطبہ پڑہتے مین اوسپر نگاہ
جا پڑی تو آپ نے اوسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا نَظْرَۃٌ اِلَیْہِ وَ نَظْرَۃٌ اِلَیْکُمْ تو لذت نگاہ کو
سونیکی انگوٹھی یا کپڑے کے نقش کیطرف حرکت دینی وسوسہ کے باعث تھی اسی لیے آپ نے اونکو پھینک دیا
اس سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ متاع دنیاوی اور نقد کا جبھی منقطع ہوگا جب اوسکو علیحدہ

۱؎ جو شخص دو رکعت نماز ایسی پڑھے کہ اوس مین اوسکا نفس کوئی بات دنیا کی نکرے تو اوسکے سب گناہ اگلے بخش دیے جاتے ہین باب الصلوٰۃ مین گذری ۱۲

۲؎ مجھکو [illegible] نماز سے [illegible] ۱۲

۳؎ [illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ [illegible] ۱۲

کر دیا جاوے اور جب تک ایک وسیہ بھی ملک مین رہیگا نماز مین شیطان اوسیکا وسوسہ کریگا کہ اوسکو کہان چھپایا جاوے کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور حفاظت کسطرح ہو اور کس خرچ مین اٹھانا چاہیے اور کیونکر اوسکو ظاہر کرکے نام پیدا کیا جاوے اسیطرح کے بیسیون وسوسہ کرتا ہے پس جو کوئی دنیا مین پہنسکر یہ طمع کرے کہ مجھے شیطان سے نجات ملی اوسکی ایسی مثال ہے کہ شہد بدن پر لیسکر یہ جانے کہ اسپر مکھی نہ بیٹھی گی اور یہ بات محال ہے غرضکہ دنیا وسوسہ کا بڑا پھاٹک ہے اور اوسکا ایک راست نہین بہت سے راستے ہین ایک حکیم کا قول ہے کہ شیطان اول نبی آدم کے پاس معاصی کیطرف سے آتا ہی اگر اوسنے کہنا نمانا تو نصیحت کی طور پر پیش آتا ہے کہ کسی بدعت مین پہنساوے اور اگر اسکو بھی نمانا تو اوسکو تنگی اور شدت کا حکم کرتا ہے کہ جو چیز حرام نہو اوسکو بھی حرام کرلے اگر اسکو بھی پذیرا نہ کیا تو وضو اور نماز مین شبہ ڈالدیتا ہے کہ کسی کا یقین نرہے اگر یہ بھی بن نہ پڑا تو اعمال نیک کو اوسپر آسان کر دیتا ہے اور جب لوگ اوسکو صابر اور عفیف دیکھتے ہین اور اوسکی طرف راغب ہوتے ہین تو عجب مین ڈالکر تباہ کر دیتا ہے مگر اسصورت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسلیے کہ یہ جانتا ہے کہ اگر ابکی بار پہندے مین نہ آیا تو کہر جنت کو چلا جاوے گا

## پندرہوان بیان قلب کے جلد بدلنے کا اور تغیر اور ثبات کی اعتبار اوسکی تقسیم کا

پیشتر ہم لکھ چکے ہین کہ قلب پر آثار اور احوال مختلف طرق سے آتے رہتے ہین اور اس باب مین گویا وہ ایک تو وہ ہے جسپر چہار طرف سے تیر پڑتے رہتے ہین پس جب ایکطرف سے کسی چیز کا اوسپر اثر ہوا دوسری طرف سے اوسکے خلاف کوئی چیز آجاتی ہے تو پہلی صفت بدلجاتی ہے مثلاً اگر شیطان نے اوسکو ہوائے نفسانی کیطرف کہینچا فرشتہ اوسکو اگر اوس سے باز رکھتا ہے اور اگر ایک شیطان نے ایک برائی کو کہا دوسرے نے دوسری طرف کہینچلیا اور اگر ایک فرشتہ نے کسی چیز کی رغبت دلائی دوسرے نے دوسری چیز سے چھڑائی پس کبھی تو دو فرشتونکی کشاکش مین رہتا ہے اور کبھی دو شیطانون کی اور کبھی ایک فرشتہ اور ایک شیطان کی مگر کسی وقت فارغ نہین رہتا اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ اور از انجا کہ قلب کو خداوند کریم نے ایک عجیب چیز بنایا ہے اور اوسمین بہت عجائب بھرے ہین اور ان عجائب سے اور اوسکے بدلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی واقف کیا تہا تو اکثر آپ اسطرح قسم کہاتے تہے وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ اور اکثر یون دعا مانگتے تہی یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ لوگون نے

۱ ق اور وہم اور [illegible] پڑنا اثر کا دل اور [illegible] ۱۲

۲ یہ نہین قسم ہے دلونکے بدلنے والیکی ۱۲ بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ

۳ اے دلونکے بدلنے والے ثابت رکہ میرے دل کو اپنے دین پر ترمذی بروایت انس رضی ۱۲

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو اپنے قلب کا خوف ہی آپ نے فرمایا کہ وَمَا یُؤْمِنُنِی
وَالْقَلْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ ۱ اور ایک روایت مین ہی اِنْ شَاءَ
اَنْ یُقِیْمَہٗ اَقَامَہٗ وَاِنْ شَاءَ اَنْ یُزِیْغَہٗ اَزَاغَہٗ ۲ اور آپ نے قلب کی تین مثالین فرمائین ایک یہ
کہ فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ مِثْلُ الْعُصْفُوْرِ یَتَقَلَّبُ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ اور دوسری جگہہ فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ
فِیْ تَقَلُّبِہٖ کَالْقِدْرِ اِذَا اسْتَجْمَعَتْ غَلْیَانُہَا اور تیسری مثال مین فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ کَمَثَلِ رِیْشَۃٍ
بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُہَا الرِّیَاحُ ظَہْرًا لِبَطْنٍ اور یہ دلونکی تبدیل اور اللہ تعالی کی عجیب صنعت اس
باب مین ایسی ہے کہ بجز اون لوگونکے جو اپنے احوال کے نگران رہتے ہین اور مراقبہ مین لگے رہتے ہین
اور کسیکو معلوم نہین ہوتے۔ اور قلب باعتبار ثابت رہنے کی خیر اور شر پر یا مذبذب رہنے کے ان دونو
مین تین قسم پر ہے ایک قلب تو وہ ہے کہ تقوی سے پر ہوا اور ریاضت سے اوسکا تزکیہ ہوا ہوا تو خبیثہ
عادات سے پاک وصاف ہو گیا ہو ایسے دلمین خواطر خیر خزانہ غیب از طریق ملکوت سے آتے ہین
اور عقل ان خواطر کے تفکر مین مصروف ہوتی ہے کہ اونکے دقائق خیر اور اسرار فوائد سے مطلع ہو پس
جب نور بصیرت سے اوسپر اونکی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے تو کہدیتی ہے کہ اس کام کا کرنا ضروری ہی
اور قلب کو اوسکے ارتکاب کی ترغیب دیتی ہے اور فرشتہ کی نظر جو اس قلب پر پڑتی ہے تو
دیکھتا ہے کہ اسکا جوہر صاف ہی اور نور خرد سے تمام اوجالا ہو رہا ہی تقوی سے معمور ہی شمع
معرفت سے نور علی نور ہے ہماری رہنے کے قابل ہی اور ہماری اوترنیکی صلاحیت حاصل تو اوسوقت
ایسے لشکر ونسے اوسکی مدد کرتا ہی کہ جو سوجہتے نہین اور بہت سے اور خیرات کیطرف ہادی بنتا ہے
یہانتک کہ ایک خیر سے دوسری اور پہر تیسری اور پہر چوتہی اسیطرح بے شمار خیرات کی ترغیب
علی الدوام کرتا رہتا ہے اور ان باتونکو اوسپر آسان کرتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی اسیطرح کے دلمین مطلع ربوبیت سے خورشید
معرفت طلوع ہوتا ہی کہ جسکی لمعان نور سے اوسپر شرک خفی چہپا نہین رہتا حالانکہ وہ اندہیری
رات مین سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے اسیطرح اور پوشیدہ باتین اوسپر
چہپی نہین رہتین اور نہ مکر شیطانی کارگر ہوتا ہے بلکہ شیطان کہڑا ہو کر بہت سی چکنی باتین
دہوکہی کی کہتا ہے مگر وہ متوجہ بہی نہین ہوتا اور اسطرح کا دل جب مہلکات سے صاف ہو جاتا ہے
منجیات سے معمور ہوتا ہے یعنی شکر اور صبر اور خوف ورجا اور فقر وزہد اور محبت اور رضا اور شوق
اور توکل اور تفکر اور محاسبہ وغیرہ جنکو آگے بیان کرینگے اونکا محل ہو جاتا ہے یہی دل ہے

۱ کوئی چیز جسکو بےخوف کرتی ہی حالانکہ دل درمیان دو انگلیون کے ہی خدا کی انگلیون سے وہ اوسکو جیسے چاہتا ہے پہیر دیتا ہے ۱۲ ۲ اگر اوسکو سیدہا کرنا چاہتا ہے تو سیدہا کرتا ہی اور کج کرنا چاہتا ہی تو کج کرتا ہی ۱۲ دونون روایتون کو حاکم نے بروایت نواس بن سمعان بلا اختلاف نقل کیا ہی ۱۲ ۳

کہ جسکی طرف خود مبداء فیاض یعنی خداء عز و جل کی توجہ ہوتی ہے اور قلب مطمئن اسیکا نام ہے
جو اس آیت سے مراد ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور اس آیت مین بہی وہی غرض ہے
یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ دوسرا قلب اول کے عکس ہے یعنے ہوای نفسانی سے معمور
اور عادات مذمومہ مین آلودہ ہو دروازے شیطانون کے اسکی طرف مفتوح ہون اور فرشتون کے
ابواب مسدود ولیسے دلمین آغاز شر کا اسطرح ہوتا ہے کہ اول اوسمین ایک خطرہ ہوائے نفسانی کا
آتا ہے اور دلمین کھٹکتا ہے تو وہ حاکم عقل کی تجویز پوچہتا ہے کہ مصلحت کیا ہے تو چونکہ عقل پہلے سے ہوائے نفسانی
کی خدمتگذاری کی مستعد ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسکے لیے حیلے ڈہونڈہا کرتی ہے اور اوسیکی
مرضی کی موافق کام کرتی ہے اب بہی نفس کی مساعدت کرتی ہے اور اوسکے مطابق
جواب دیتی ہے تو ہوائے نفسانی کے لیے سینہ کہل جاتا ہے اور اوسکا اندہیرا پہیلتا ہے اور لشکر عقل
مغلوب ہوجاتا ہے شیطان کی بن پڑتی ہے خوب پاؤن پہیلاتا ہے اور زینت ظاہری اور
فریب اور طول امل اور اوسیطرح کی بہی باتونکی ترغیب یہانتک کرتا ہے کہ سلطان ایمان
کمزور ہوجاتا ہے اور نور یقین گل ہوجاتا ہے یعنے وعدہ اور وعید اور خوف آخرت کا یقین
نہین رہتا کیونکہ ہوائے نفسانی سے ایک ایسا سیاہ دہوان نکلتا ہے کہ قلب کے چہار طرف پہیلکر
اوسکے نور کو بجہا دیتا ہے عقل کا حال اوسوقت ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کی آنکہہ مین کڑوا دہوان
بہرا ہو اور دیکہہ نسکے یہی حال غلبۂ شہوت سے قلب پر طاری ہوتا ہے کہ تامل اور استبصار
ذرا نہین رہتا اور اگر امر حق کو کوئی واعظ سمجہا دے تو بہی نہین سمجہتا اور نہ کان دہرتا ہے ایسی
صورت مین شیطان جدا حملہ کرتا ہے شہوت جدا ہیجان مین آتی ہے اعضا جدا موافق ہوائے نفسانی
کے حرکت کرتے ہین معصیت تقدیر الہی کی جہت سے ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی دل کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے
اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَہُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ ہُمْ
اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ہُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا اور اس آیت مین بہی لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِہِمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ
اور اس آیت مین سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور بعضے قلوب کا تو حال
بہ نسبت سب شہوات کے ایسا ہی ہوتا ہے اور بعضونکا ایسا حال باعتبار بعض شہوات کی ہوتا ہے
مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ بعض معصیتون سے پرہیز کرتے ہین لیکن جب کوئی خوبصورت
صورت نظر پڑتی ہے تو اوس سے صبر نہین کرسکتے عقل رخصت ہوتی ہے اور دل کو ضبط نہین
کرسکتے اور بعضونکا یہ حال ہے کہ اگر جاہ اور ریاست اور کبر کا سامان نظر پڑتا ہے تو اوسپر دیوانہ ہوجاتے ہین

اور بعضے لوگ ایسے ہین کہ اگر کوئی کلمہ اپنی حقارت یا عیب کا سنین غصہ کی مارے آگ بہولا
ہوجاتے ہین اور بعضے روپیہ پیسا لینے کیوقت ایسے تیز ہوتے ہین کہ مروت اور تقوی کا کچہہ
خیال نہین رکہتے پس سب باتین انسی سے ہوتی ہین کہ سیاہ دہوان ہواء نفسانی کا قلب پر
چہاجاتا ہے اور اوسمین نور بصیرت دہندہلا پڑجاتا ہی اسی جہت سی حیا اور ایمان اور مروت کو
بالاے طاق رکہکر مراد شیطانی کی تحصیل مین کوشش کرتے ہین تیسرا قلب وہ ہی کہ اوسمین ہواء نفسانی
کی خاطر ظاہر ہوتی ہے اور اوسکو شر کیطرف کہینچتی ہے اوسیوقت خاطر ایمان آتی ہی اور خیر کیطرف
بلاتی ہے اور نفس شہوت پرست خاطر شر کیطرفداری پر مستعد ہوتا ہی اسوقت شہوت کو بہہ
غلبہ ہوتا ہی اور تمتع اور لذت اچہی معلوم ہونے لگتی ہے پس عقل خاطر خیر کی ترجیح کرتی ہے اور شہوت
کی برائی بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ کام نادانی کا ہے یا مشابہ افعال بہائم اور سباع کی ہی
جنکے انجام کی پروا نہین ہوتی اور بدی پر گرپڑتے ہین تو نفس عقل کی نصیحت پر راغب ہوجاتا ہے
اوسیوقت شیطان عقل پر حملہ کرتا ہے اور ہواء نفسانی کو کمک پہونچاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زہد
خشک کیسا ہی تو اپنی خواہش سے کیون رکہتا ہی دنیا مین اور بہی کوئی ہے جو اپنا مطلب چہوڑتا ہی
کیا دنیا کی لذتین اور ونکے حصہ مین ہین تیرے نصیب مین بدبختی اور رنج و مصیبت اور حرمانگی
سوا کچہہ نہین لوگ تجہپر ہنسینگے دیکہہ فلان فلان شخص نے یہی بات چاہی تہی اور اوکی مراد تک
ہوئے کیسے چین کرتے ہین تو اوسنے بڑہکر رتبہ کیون نہین حاصل کرتا فلان شخص عالم بہی
تو ایسا ہی کرتا ہی اور اوس سے پرہیز نہین کرتا اگر یہ بات منع ہوتی تو وہ کیون کرتا ان باتونسے
نفس شیطان کی طرف کو جہکتا ہے اوسوقت فرشتہ شیطان پر چڑہ آتا ہی اور یون سمجہاتا ہے کہ
جو شخص اتباع لذت حال کرتا ہے اور انجام اور مآل پر دہیان نہین دہرتا وہ تباہ ہوجاتا ہے
کیا اس چند روزہ عیش پر قانع ہوکر ابدالآباد کی لذت بہشتی کو چہوڑے دیتا ہے شہوت سے صبر
کرنیکا رنج نہین اوٹہا سکتا دوزخ کا عذاب ہلکا سمجہا ہوگا لوگونکی اتباع شہوات مین پڑنے سے
اور اطاعت شیطانی کرنے سے تو بہی اپنی نفس سے غافل ہوا جاتا ہی یہ بڑا دہوکہا ہے
دوسرونکا گناہ تیرے عذاب کو ہلکا نہین کریگا اگر بالفرض جیٹہہ اساڑہ کی دوپہرین اور لوگ دہوپ
مین جلتی ہون اور تجہکو کوئی ٹہنڈا مکان میسر ہوجاوے تو تو لوگونکا ساتہہ دیگا یا اپنا بچنا
غنیمت جانیگا جب دہوپ مین تجہکو اور ونکے ساتہہ کہڑا ہوتے ڈر لگتا ہے تو دوزخ مین اور ونکے
ساتہہ جاتے کیون نہین ڈرتا اس نصیحت سے نفس فرشتہ کیطرف میل کرتا ہی اور اسی کشاکشی مین

دونون فریق کے رہتا ہے یہانتک کہ دل پر اگر صفات شیطانی غالب ہونگی تو اوسپر شیطان
کا ہورہیگا اور گروہ شیاطین کا مددومعاون ہوکر گروہ رحمانی سے اعراض کریگا اور اعضا پر
سابقہ تقدیر ازلی سے وہ کام جاری ہونگے جو اللہ تعالے سے دور ہونیکے سبب ہون اور
اگر اوسپر صفات ملکیہ کا غلبہ ہوگا تو اغواء شیطانی اور اوسکی ترغیب کو ہیچ جانیگا اور دنیا
فانی کی ترجیح اور آخرت کی سستی کیطرف ذرا بھی مائل نہوگا بلکہ گروہ رحمانی کی طاعت قبول
کریگا اور اعضا سے وہی کام صادر ہونگے جو موجب رضاء الٰہی ہون اور یہ بھی معاملہ تقدیر ہی
کا ہے کیونکہ قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن واقع ہے یعنی کشاکشی درمیان ان
دونون فریق کے اکثر رہتی ہے اور تقلب ادھر اودھر کرتا رہتا ہے مگر ایک ہی گروہ کیطرف
ہمیشہ کو جم جانا بہت کم ہے اور جمیع طاعات خواہ معاصی خزانہ غیب سے جو عالم ظہور میں
آتے ہین بواسطہ خزانہ قلب کے آتے ہین کیونکہ قلب خزائن ملکوت سے ہے اور اونکے ظہور ہی سے
ارباب قلوب قضاء الٰہی پہچانتے ہین یعنے جو جنت کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے اسباب طاعت
آسان کردیے جاتے ہین اور جو دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے لیے لوازم معصیت کے مہیا
ہوجاتے ہین صحبت بھی ویسی ہی ملتی ہے حکم شیطان دلمین جرجاتا ہے کیونکہ وہ بیسیون
حکمتون سے احمقونکو فریب دیتا ہے اور کہتا ہے ع غفور ست وا ورتو ساعت بنوش
کچھہ پروا نہ کر سب لوگ خدا سے ڈرتے ہین اونکے خلاف نہونا چاہیے ابھی زندگی بہت ہے
کل توبہ کر لیجو یَعِدُھُمْ وَیُمَنِّیْھِمْ وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا یعنے توبہ کا وعدہ دیتا ہے اور مغفرت
کی تمنا دلاتا ہے تاکہ ان جیسے حیلونسے آدمی کو تباہ کرے پس آدمی دہوکے مین آکر اوس کی
بات مان لیتا ہے اور امرحق کے قبول سے اوسکا دل تنگ ہوتا ہے اور پہلے سے حکم الٰہی
اسیطرح ہوتا ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ
ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَاءِ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ
مِّنْ بَعْدِہٖ کا آگے معلوم ہوا کہ ہدایت اور ضلالت اوسکے ہاتھ ہے یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ نہ اوسکے
حکم کو کوئی ٹال سکے اور نہ اوسکی قضا کو کوئی تاخیر کرسکے اوسی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے
لیے کچھہ لوگ بنائی اونکو ویسے ہی کامون مین لگایا اور دوزخ کو بھی پیدا کیا اوسکے لیے بھی کچھ
بنائے اور اونکو ویسے ہی کامون مین لگایا لوگون کو نشان دونون طرح کے لوگون کے تبلا دیے
اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ پھر اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبان سے یون بھی ارشاد فرمایا هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا أُبَالِي غرضکہ اوسکا
معاملہ بہت بڑا ہے لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ اب ذکر عجائب قلبی کو ہم اسی تہوڑے سی
مقدار پر کفایت کرتے ہین اسکا پورا بیان علم معاملہ کے مناسب نہین بلکہ اوسیقدر بیان
کر دیا ہے جس سے کہ علوم معاملہ کی باریک باتین اور اسرار کے دریافت کرنے مین حاجت پڑتی ہے
کیونکہ بعض لوگونکو صرف بیان ظاہر سے سیری نہین ہوتی وہ کچھہ اوسمین باریکیان بھی
معلوم کرنیکے مشتاق ہوتے ہین پس اسقدر بیان سے انشاء اللہ اونکو اطمینان اور فائدہ
ہو جاویگا واللہ ولی التوفیق عجائب قلبی پوری ہو گئے انکے بعد ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا
ذکر ہے وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا ○

## باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریون کے علاج مین اسمین گیارہ بیان ہین

رباعی ہے خلق حسن وصف نبی مرسل
ثمرہ ہے عبادت کا ریاضت کا پہل
بد خلق کو زمرہ شیاطین کا نصیب
دارین مین رہتا ہے ذلیل و ارذل

معلوم کرنا چاہیے کہ حسن خلق صفت سید المرسلین کی ہے اور اعمال صدیقین مین سے افضل یہی ہے اور حقیقت مین نصف دین اور ثمرہ مجاہدہ متقین اور نتیجہ ریاضت عابدین اسیکو کہنا چاہیے اور اخلاق بد زہر قاتل اور مہلک ہین اور ذلت و خواری اور فضیحت و رسوائی انہین سے ہوتی ہے خدا کے قرب سے دور کرتے ہین اور شیطان کے گروہ مین ملاک تک نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ کے کہلے دروازہ ہین جیسے کہ اخلاق جمیلہ دار النعیم کے کہلے پہاٹک ہین اور قرب الی اللہ کے وسائل خلاصہ یہ کہ اخلاق بد قلوب کی ایسی بیماریان ہین کہ جنسے حیات ابدی جاتی رہتی ہے اور امراض بدنی صرف حیات جسمانی دور کرتی ہین پس اونمین اور انمین کچھہ نسبت نہین اور ازانجا کہ اطبا اون امراض کا علاج کرتے ہین جنسے کہ صرف حیات فانی جاتی رہتی ہے اور اوسکے لیے قانون اور تشخیص و علامات کیطرف توجہ مصروف رکہتے ہین تو امراض قلوب جنسے کہ حیات باقی فوت ہو جاتی ہے اونکے علاج کے لیے بھی ضبط قوانین پر ضرور ہے اور یہین طب کا سیکہنا سب اہل عقل پر واجب کیونکہ ہر ایک دلمین کوئی نہ کوئی مرض ہوتا ہے اگر اوسکا علاج نکیجیے تو صدہا مرض لا علاج پیدا ہوتے ہین اسی لیے ہر شخص کو اون امراض کا پہچاننا اور اونکے اسباب کا جاننا اور پہر انکے

علاج و اصلاح کے لیے مستعد ہونا ضروری ٹھہرا اور آیت قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا مین دل کے علاج ہی سے غرض ہی اور وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا مین اوسکے علاج سے غفلت مقصود ہے ہم اس باب مین کچھہ امراض قلوب اور اونکا علاج بطور اجمال بیان کرتے ہین اور تفصیل وار بیان ہر مرض کا مع علاج جداگانہ آگے بیان کرینگے یہان صرف یہ مقصود ہی کہ تہذیب اخلاق اور اوسکے ڈھنگ ڈالنے کو عام طور پر بیان کرین اور اثناء ذکر مین علاج بدنی مثال دینگے تاکہ سمجھہ مین جلد آجاوے

## بیان اول فضیلت حسن خلق اور مذمت خلق بد کا

واضح ہو کہ جناب رب العزت نے اپنے حبیب نبی کریم کی ثنا مین و نیز اپنی نعمت کا اظہار کر کے فرمایا وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تہا اور جب یہ آیت اتری خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ تو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے اونہون نے عرض کیا کہ جب تک جناب احدیت سے یہ سوال کرون مجکو معلوم نہین پہر حضرت جبریل آسمان پر گیے اور تشریف لاکر عرض کیا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ آپ سے جو علیحدہ ہو اوس سے آپ ملین اور جو آپ کو نہ دے اوسکو آپ مرحمت فرماوین اور جو کوئی آپ پر ظلم کرے اوسکو آپ معاف فرماوین اور حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ اور یہ بہی فرمایا أَثْقَلُ مَا يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اور ایک شخص نے آپکے سامنے سے آکر سوال کیا مَا الدِّينُ یعنی دین کیا ہے آپ نے فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ یعنی خوش خلق ہونا پہر وہ شخص آپکی داہنی طرف سے آکر پوچہنے لگا کہ مَا الدِّينُ آپ نے وہی جواب فرمایا پہر بائین طرف سے ہو کر وہی سوال کیا آپ نے پہر وہی جواب دیا اوسنے پیچہے سے آکر وہی سوال کیا آپ نے اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا أَمَا تَفْقَهُ هُوَ أَنْ لَا تَغْضَبَ اور ایک شخص نے آپ سے پوچہا کہ نحوست کیا چیز ہے آپ نے فرمایا سُوءُ الْخُلُقِ یعنی بدخلقی اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجکو کچہہ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ جہان کہین رہے خدا سے ڈر اوسنے عرض کیا کچہہ اور فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ ہو جاوے تو اوسکے پیچہے نیکی کیا کر اوس سے وہ گناہ مٹ جاویگا اوسنے عرض کیا کچہہ اور فرمایئے آپ نے فرمایا خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ اور ایک شخص نے پوچہا کہ اعمال مین افضل کون سا ہے آپ نے فرمایا کہ حسن خلق اور ایک حدیث مین ہے مَا حَسَّنَ اللَّهُ خَلْقَ عَبْدٍ وَخُلُقَهُ فَتُطْعِمَهُ النَّارُ اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو تہجد پڑھتی ہے مگر بدخلق ہے ہمسایوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ لَا خَیْرَ فِیْھَا ھِیَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے میزان میں جو چیز اول تلے گی حسن خلق اور سخاوت ہوگی اور جب اللہ تعالے نے ایمان کو پیدا کیا اوسنے عرض کیا کہ الٰہی مجھے قوت عنایت کر خداوند کریم نے اوسکو حسن خلق اور سخاوت سے زور دیا اور جب کفر کو پیدا کیا اوسنے بھی تقویت کی لیے عرض کیا اوسکو بخل اور بدخلقی سے زور عنایت ہوا اور ایک حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اسْتَخْلَصَ ھٰذَا الدِّیْنَ لِنَفْسِہٖ وَلَا یُصْلِحُ لِدِیْنِکُمْ اِلَّا السَّخَاءُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَلَا فَزَیِّنُوْا دِیْنَکُمْ بِھِمَا اور ایک جگہ یوں فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ خُلُقُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مومنین میں سے باعتبار ایمان کے کون افضل ہے آپ نے فرمایا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا یعنے خلق میں سب سے اچھا اور ایک حدیث میں ہے کہ اِنَّکُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ فَسَعُوْھُمْ بِبَسْطِ الْوَجْہِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ اور یہ بھی فرمایا کہ سُوْءُ الْخُلُقِ یُفْسِدُ الْعَمَلَ کَمَا یُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ اور حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو خدا تعالے نے خوبصورت بنایا ہے اپنی خلق کو بھی خوبصورت کر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب میں زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خوش خلق تھے

| | |
|---|---|
| حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری | آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری |

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یوں دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اکثر اسطرح دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِیَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کَرَمُ الْمَرْءِ دِیْنُہٗ وَحَسَبُہٗ حُسْنُ خُلُقِہٖ وَمُرُوَّتُہٗ عَقْلُہٗ اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوا اوسوقت بدو لوگ آپ سے یہ پوچھ رہے تھے کہ بندہ کو سب میں بہتر کیا چیز عنایت ہوئی ہے آپ نے فرمایا خُلُقٌ حَسَنٌ اور ایک روایت میں ہے اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص میں تین چیزیں نہوں یا ایک بھی اون میں کی نہو تو اوسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تقوی یَحْجُزُہٗ عَنْ مَعَاصِی اللّٰہِ اَوْ حِلْمٌ یَکُفُّ بِہِ السَّفِیْہَ اَوْ خُلُقٌ یَعِیْشُ بِہٖ بَیْنَ النَّاسِ اور شروع نماز میں آپ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا

يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ اور حضرت انس
فرماتے ہین کہ ہم ایک روز آپ کی خدمت فیضدرجت مین حاضر تھے آپ نے فرمایا اِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ
لَيُذِيْبُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا تُذِيْبُ الشَّمْسُ الْجَلِيْدَ اور فرمایا مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ حُسْنُ الْخُلُقِ اور اَلْيُمْنُ حُسْنُ الْخُلُقِ
اور حضرت ابوذر کو فرمایا یَا اَبَاذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ اور حضرت انس رض فرماتے ہین
کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر کسی عورت کی دنیا مین
دو شوہر تھے اور وہ دونون مرگئے اور جنتی ہوئے وہ عورت کسکو ملے گی آپ نے فرمایا
لِاَحْسَنِهِمَا خُلُقًا كَانَ عِنْدَهَا فِي الدُّنْيَا يَا اُمَّ حَبِيْبَةَ ذَهَبَ حُسْنُ الْخُلُقِ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اور نیز فرمایا
اِنَّ الْمُسْلِمَ الْمُسَدِّدَ لَيُدْرِكُ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ بِحُسْنِ خُلُقِهِ وَكَرَمِ ضَرِيْبَتِهِ اور ایک روایت مین دَرَجَةَ
الظَّمْاٰنِ فِي الْهَوَاجِرِ آیا ہے اور حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپکی خدمت مین تھے
آپ نے فرمایا کہ مینے رات کو عجیب خواب دیکھا کہ ایک آدمی میری امت مین سے دو زانو بیٹھا ہے
اور اوسکے اور خدا تعالے کے درمیان حجاب ہی اتنے مین اوسکا حسن خلق آیا اور اوسکو خدا کے
سامنے کردیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہین کہ بعض لوگ عبادت مین
ضعیف ہوتے ہین مگر اپنے حسن خلق کی جہت سے شرف منازل اور بڑے بڑے درجات آخرت
کے پاوینگے اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوئے اوسوقت آپ کی خدمت مین کچھ قریش کی عورتین جمع تھین اور آپ سے
زور زور باتین کررہی تھین جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جلد پردے مین
ہوگئین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ کو ہنستے پایا اونہون نے سبب
آپکے ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتون کی بات پر ہنسی آئی جو میرے پاس تھین
کہ جب تمہاری آواز سنی فوراً پردہ کرلیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ
زیادہ تر مستحق ہیبت تھے پھر عورتونکی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ دشمنو مجھسے ڈرتی ہو اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ڈرتی اونہون نے جواب دیا کہ ہان تمہارا خوف ہی کیونکہ
تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت مزاج ہو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ
وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ اور ایک حدیث مین ہی
کہ سُوْءُ الْخُلُقِ ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ وَسُوْءُ الظَّنِّ خَطِيْئَةٌ تَفُوْحُ اور نیز آپ نے فرمایا اِنَّ الْعَبْدَ لَيَبْلُغُ مِنْ سُوْءِ
خُلُقِهِ اَسْفَلَ دَرْكِ جَهَنَّمَ اور لقمان حکیم سے اونکے بیٹے نے پوچھا انسان مین کونسی خصلت اچھی ہے

فرمایا کہ دین اوسنے پوچھا کہ اگر دو ہون تو کونسے ہون فرمایا کہ دین اور مال پوچھا کہ اگر
تین ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا پوچھا کہ اگر چار ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا
اور حسن خلق پوچھا کہ اگر پانچ ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق اور سخاوت ہین
پوچھا کہ اگر چھہ ہون انہون نے ارشاد کیا کہ جسمین یہ پانچ ہی خصلتین جمع ہوئے صاف متقی
اور اسد کا ولی اور شیطان سے بری ہوجاتا ہے زیادہ کی کیا حاجت ہی اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہین کہ جو کوئی بدخلقی کرتا ہے اپنی جان کو ستاتا ہی اور حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آدمی اپنے حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلے درجہ کو پہونچ جاتا ہی گو عبادت نکرتا ہو
اور بدخلقی کے باعث اسفل طبقہ جہنم کو پہونچ جاتا ہے گو عابد ہی ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہی
کہ حسن خلق روزی کا خزانہ ہی اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ بدخلق آدمی پہوٹی گھڑے کی
مثال ہے کہ نہ جڑ سکے نہ مٹی ہو سکے اور فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی بدکار خوش خلق آدمی میرے
ساتھہ رہی اس سی بہتر ہے کہ عابد اور بدخلق ہو اور حضرت ابن المبارک رح سے منقول ہے کہ ایک بار
کوئی بدخلق آدمی اونکے ساتھہ سفر مین ہولیا آپ اوسکی بہت سی مدارات اور نازبرداری کرتے
جب وہ علیحدہ ہوگیا تو رونے لگے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اوسپر رحم آیا
کہ مین تو اوس سے علیحدہ ہوگیا مگر اوسکا خلق بد اوسکے ساتھہ ہی رہا وہ نہ جدا ہوا اور حضرت
جنید رح فرماتے ہین کہ چار باتین آدمی مین ایسی ہین کہ گو علم و عمل کم ہو تب بھی اعلی درجات
ملجاتے ہین وہ حلم اور تواضع اور سخاوت اور حسن خلق ہین اور کمال ایمان اسی حسن خلق سے
ہوتا ہے اور کنانی رح کا قول ہی کہ تصوف خلق کا نام ہی جو کوئی آدمی مین خلق زیادہ کردے
وہ گویا اوسکے تصوف کو زیادہ کردے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون سے
اخلاق کے ساتھہ ملو اور اعمال کی جہت سی اونسے علیحدہ رہو اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بدخلقی
ایسی بلا ہے کہ اوسکے ہوتے حسنات کی کثرت سی کچھہ فائدہ نہین ہوتا اور خوش خلقی ایسی
خوبی ہے کہ اوسکے ہوتے برائیونکی کثرت سی کچھہ ضرر نہین ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کسی نے سوال کیا کہ کرم کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جو خدا تعالے نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہے
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ پوچھا کہ حسب کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جو خوش خلق زیادہ ہے وہی
خوش حسب زیادہ ہی اور یہ سب بزرگوارون کا قول ہے کہ عمارت بنا پر موقوف ہی اور بناء
اسلام حسن خلق ہی اور ابن عطا رح کا قول ہے کہ جس کسیکو شرف رتبہ حاصل ہوا ہی صرف حسن خلق

[illegible]

کے باعث سے ہدایت ہے اور کوئی شخص اوسکے کمال کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین پہونچا اخلاق مین زیادہ مقرب الی اللہ وہی لوگ ہین جو خوش خلقی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے ہین

## دوسرا بیان حقیقت خوش خلقی اور بدخلقی کا

جاننا چاہیے کہ لوگون نے خوش خلقی کے باب مین بہت کچھ لکھا ہے مگر اوسکی حقیقت کے بیان کا تعرض کسی نے نہین کیا فقط اوسکے ثمرات اور نتائج لکھے ہین وہ بھی پورے نہین لکھے بلکہ جسکی جو سمجھ مین آیا وہی ثمرہ لکھدیا اوسکی حد اور ماہیت اور بیان ثمرات کا مفصل کسی نے نہین لکھا ہم کچھ اقوال اون لوگونکے نقل کرتے ہین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خوش خلقی عبارت اس سے ہے کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے اور واسطی کا قول ہے کہ وہ یہ ہے کہ نہ خود کسی سے خصومت کرے نہ اوس سے کوئی خصومت کرے اور اونکا دوسرا قول یہ ہے کہ مفلسی اور تونگری مین خلق کو راضی رکھے اور شاہ کرمانی معرفت الٰہی کے جوش مین یون کہتے ہین کہ ایذا سے باز رہنا اور مشقتونکا سہنا ہے اور بعضونکا قول ہے کہ لوگون سے قریب رہنا اور انمین غریب ہونا ہے اور ابوعثمان فرماتے ہین خدا تعالی کی خوشنودی سے مراد ہے اور سہل تستری سے جو خوش خلقی کو پوچھا تو جواب دیا کہ ادنے یہ ہے کہ بردباری کرے اور انتقام نہ لے بلکہ ظالم پر رحم اور شفقت کرے اور اوسکے لیے مغفرت چاہے اور اونکا دوسرا قول یہ ہے کہ رزق کے باب مین خدا سے بدگمان نہو اوسپر اعتماد کرے اور جس چیز کا وہ ضامن ہوا ہے اوسکی وعدہ پورا ہونے پر ساکت رہے اور اوسکے جتنے حقوق ہین اونمین اور حقوق عباد مین اوسکی نافرمانی نہ کرے بلکہ اطاعت کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خوش خلقی تین چیزونمین ہے محرمات سے بچنا اور حلال روزی کا تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور حسین بن منصور فرماتے ہین کہ خوش خلقی یہ ہے کہ بعد معلوم ہونے حق کے ظلم لوگونکا تاثیر نکرے اور ابوسعید خراز کہتے ہین کہ سواے خدا تعالے کی طرف ہمت کرنیکا نام خوش خلقی ہے اسیطرح کی بہت سے اقوال ہین مگر ان سب مین ثمرات خوش خلقی کا ذکر ہے اوسکا حد ذکر نہین علاوہ ازین ثمرات بھی سب مذکور نہین ہین نظر بر این حقیقت امر بیان کرنا ان اقوال کے نقل سے بہتر معلوم ہوتا ہے پس جاننا چاہیے کہ خلق اور خُلق دو لفظ ہین کہ ایک ہی ساتھ مستعمل ہین یعنے اسطرح بولتے ہین کہ فلان شخص خوش خلق اور خوش خُلق ہے یعنے حسن ظاہری اور باطنی دونو رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ خلق سے صورت ظاہری مراد ہوتی ہے اور خُلق سے صورت باطنی

کیونکہ انسان دو چیزون سے مرکب ہی ایک تو بدن جو آنکھہ سے سوجھتا ہے اور ایک روح یعنی نفس جو بصیرت اور عقل سے معلوم ہوتا ہے اور انمین سے ہر ایک کی لیے ایک صورت ہوتی ہی خواہ اچھی خواہ بری اور نفس جو عقل کی آنکھہ سے سوجھتا ہی قدر و منزلت مین جسم سے بڑھکر ہے اور اسی لیے خدا تعالے نے بھی اوسکو اپنی طرف منسوب کیا تاکہ اوسکی عظمت معلوم ہو فرمایا کہ اِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ اس آیت مین صاف ارشاد ہی کہ جسم منسوب ہے مٹی کیطرف اور روح منسوب ہے خدا تعالی کیطرف اور روح اور نفس اس جگہہ ایک ہی ہین غرضکہ خلق کی تعریف یہ ہی کہ خلق وہ ہیئت راسخہ ہی نفس مین جس سے کہ افعال آسانی بلا فکر و تامل صادر ہون پس اگر یہ ہیئت ایسی ہے کہ اوس سے ایسے افعال صادر ہون جو عقلا اور شرعا عمدہ ہین تو اس ہیئت کا نام خلق خوش ہے اور اگر اوس سے برے افعال صادر ہون تو اوس ہیئت کا نام خلق بد ہی اب ہم ان قیدونکا فائدہ بتلاتے ہین کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کوئی شخص اتفاقا کسی ضرورت مین بہت سا روپیہ ڈالے تو اوسکا خلق سخاوت نہ کہلاویگا جب تک کہ یہ بات اوسکے دل مین نہ جم جاوے اور بدون تامل کی قید صدور افعال مین اس لیے ہے کہ اگر کوئی بڑے فکر و تامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اوسکا خلق سخاوت اور حلم نہو گا خلاصہ یہ کہ یہان چار باتین ہین اول فعل اچھا یا برا دوسرے اوسپر قادر ہونا تیسرے اوسکو پہچاننا چوتھے نفس مین ایسی صورت ہونی جس سے کہ اوسکو دونون طرف مین سے ایک کی طرف رغبت ہو یعنی حسن و قبح مین سے ایک اوسپر آسان ہو جاوے پس خلق صرف فعل کا نام نہین کیونکہ بہت سے آدمی خلق سخا رکھتے ہین مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ کرنے سے معذور ہین یا بعضے ایسے ہین کہ خلق بخل رکھتے ہین مگر ریا وغیرہ کی جہت سے خرچ کرتے ہین اور نیز خلق ملکہ کا نام بھی نہین اسلیے کہ ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ اور ضدین کیطرف بھی یکسان ہے اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سے سخا اور بخل پر قدرت رکھتا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت اوسمین ہو اور صرف معرفت یعنی پہچاننا بھی خلق نہین کیونکہ معرفت بھی مثل ملکہ اور قدرت کی اچھی بری سب کی ساتھہ متعلق ہو سکتی ہے تو اب چوتھی بات رہی یعنے وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا کا مستعد ہوتا ہے تو خلق نام اوسی نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا ہے اور جسطرح کہ حسن ظاہری صرف ایک عضو مثلاً آنکھونکے اچھا ہونے سے کامل نہین ہوتا بلکہ ناک منہ رخسار سب کی عمدہ ہونے سے حسن ظاہری

ص ۱ مین بناتا ہون ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکون اور پھونکون اوس مین ایک اپنی جان تو گر پڑو اوسکے آگے سجدہ مین

پورا ہوتا ہے اسیطرح باطن کے حسن کے لیے بھی چار ارکان ہین جب اونمین حسن ہو گا تو خوش خلقی
پوری ہوگی یعنے جب وہی چارون ارکان درجہ اعتدال پر تناسب ہونگے تو خوش خلق کہلائیگا
وہ چارون ارکان یہ ہین قوت علم قوت غضب قوت شہوت قوت عدل یعنے اون تینون قوتونکو
اعتدال پر رکھنے کی طاقت قوت علم کی خوبی تو یہ ہے کہ آدمی اوسکے سبب اقوال کا صدق اور
کذب اور اعتقادات مین حق و باطل اور اعمال مین اچھا اور برا جان لیوے پس جب قوت علم
اسطرح کی ہوجاویگی تو اوسکا ثمرہ حکمت حاصل ہوگی جو کہ سب اخلاق عمدہ مین اصل ہے اور
جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور قوت غضب اور
شہوت کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونون حکمت کے موافق ہووین اوسکے اشارہ پر چلین یعنے جس بات کو عقل
و شرع تجویز کرے ویسا ہی عمل کرین اور قوت عدل سے یہی غرض ہے کہ غضب اور شہوت کو
عقل و شرع کے پابند کر دینکی قدرت ہو پس عقل کو مثل مشیر ناصح کے سمجھنا چاہیے اور قوت
عدل کو ایسا جاننا چاہیے کہ یہ اشارہ عقل کی تعمیل کرنیوالی ہے اور غضب وہ چیز ہے جسپر
اشارہ کی تعمیل منظور ہے اوسکو بمنزلہ شکاری کتے کے تصور کرنا چاہیے جسکو تعلیم کی حاجت
ہوتی ہے یہانتک کہ چھوڑنا اور ٹھہرنا سب اشارہ پر ہو اپنی خواہش نفس کی ہیجان سے نہ ہو
اور شہوت کو مثال اوس گھوڑے کے جاننا چاہیے جسپر شکار کی تلاش مین سوار ہوتے ہین اور وہ
کبھی تو مؤدب اور عادی ہوتا ہے کبھی سرکش اور شریر ہوتا ہے غرضکہ جس شخص مین یہ چارون
رکن درجہ اعتدال پر ہونگے وہ خوش خلق مطلق کہلاویگا اور جسمین کہ صرف ایک ہی چیز
یا دو چیز حد اعتدال پر ہونگی تو وہ صرف اوسی اعتبار سے خوش خلق ہوگا جیسے کسی کے
چہرہ مین بعض چیزین اچھی ہون تو اونہی چیزونکو اچھا کہینگے پورا خوبصورت نہین کہلاویگا
اب قوت غضبی کے اعتدال اور حسن کا نام شجاعت ہے اور قوت شہوت کے حسن و اعتدال کا
نام عفت پس قوت غضبی اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اوسکا نام تہور ہے اور اگر کم ہوگی
تو نامردی اور جبن کہلاویگی اور قوت شہوت زیادہ ہونیکی صورت مین شرہ اور حرص کہی
جاتی ہے اور کمی کی صورت مین جمود یعنی بستگی طبیعت نام ہے اور انکی فضیلت اور عمدگی اوسط
درجہ کو ہے دونون طرفین کمی زیادتی کی مذموم اور رذیل ہین اور قوت عدل مین کمی بیشی
کچھ نہین ہوتی اسکی ضد صرف ظلم ہے کہ جب عدل نہ ہوا تو ظلم ہوگا اور قوت علمیہ کا حسن
و اعتدال یعنے حکمت اگر اسکی زیادتی خراب مطلبونمین واقع ہو تو اسکا نام مکر و فریب ہوتا ہے

اور کمی کی صورت میں بے وقوفی کہلاتی ہے اور درجہ اوسط کا نام حکمت ہے اس بیان سے
معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصل چار چیزیں ہیں حکمت اور شجاعت اور عفت اور عدل حکمت سے
ہماری غرض وہ حالت نفس کی ہے جس سے کہ سب احوال اختیاری میں صحت اور غلطی کو
معلوم کرے اور عدل سے مراد وہ حالت نفس کی جس سے کہ غضب اور شہوت کو قابو میں رکھے
اور اونکا چھوٹنا اور روکنا مقتضائے حکمت کے موافق ہو اور شجاعت سے یہ غرض ہے کہ غضب عقل کا
منقاد ہو جہاں وہ اقدام کو کہے وہاں کرے اور عفت سے یہ غرض ہے کہ قوت شہوت عقل کی
تادیب کی موجب کاربند ہو پس ان چاروں اصول کے اعتدال کے باعث سب اخلاق عمدہ
پیدا ہوتے ہیں اور افراط و تفریط سے اخلاق بد ہوتے ہیں مثلاً قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چیزیں
پیدا ہوتی ہیں حسن تدبیر اور تیزی ذہن اور رائے صائب اور دقائق اعمال اور آفات پوشیدہ
نفس کا معلوم کرنا وغیرہ اور اوسکی زیادتی سے مکر و فریب اور حقد اور خبث باطن پیدا ہوتے ہیں
اور کم ہونے سے ناتجربہ کاری اور بے شعوری اور حمق اور جنون پیدا ہوتے ہیں ناتجربہ کاری سے
یہ غرض ہے کہ باوجود سلامتی تخیل کے تجربہ نہو جیسے بعض آدمی ایک بات میں ہوشیار ہوتے ہیں اور
دوسرے میں جاہل اور حمق اور جنون میں یہ فرق ہے کہ احمق کا مقصود تو صحیح ہوتا ہے مگر اوس تک
پہونچنے کا راستہ اوسکو معلوم نہیں ہوتا اور یہ نہیں جانتا کہ کس طریق سے غرض تک پہنچونگا تو اوسکا
طریق فاسد ہوتا ہے اور جنون یہ ہے کہ جو بات قابل اختیار نہیں ہے اوسکو اختیار کرے پس اوسکے
اختیار ہی میں سرے سے فساد ہوتا ہے مقصود ہی صحیح نہیں ہوتا اور قوت غضبی کے اعتدال یعنے
خلق شجاعت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں کرم اور دلیری اور شہامت اور کسر نفس اور حلم اور استقلال
اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار وغیرہ اور یہ سب باتیں اچھی ہیں اور اوسکی زیادتی یعنے تہور سے کبر اور
شیخی اور غصہ سے جل اٹھنا اور عجب وغیرہ صادر ہوتے ہیں اور اوسکی کمی یعنی نامردی سے خواری
اور ذلت اور خوف اور خست اور پست حوصلگی اور اچھی بات سے منقبض ہونا صادر ہوتے ہیں
اور اعتدال قوت شہوت یعنی عفت سے یہ افعال صادر ہوتے ہیں سخاوت حیا صبر چشم پوشی
قناعت پرہیز لطافت حوصلہ قلت طمع اور اوسکی کمی اور بیشی کی صورت میں یہ باتیں صادر ہوتی ہیں
حرص بے حیائی خبث اسراف گھر والوں پر کم خرچ کرنا ریا بے حرمتی بخشش لغو خوشامد حسد شماتت
تونگروں میں ذلیل بننا فقیروں کو حقیر جاننا وغیرہ غرض کہ محاسن اخلاق کے اصول میں چار چیزیں
یعنے حکمت و شجاعت اور عفت و عدل ہیں اور باقی چیزیں انکی فروع ہیں اور ان چاروں کا کمال

پر ہونا سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو نصیب نہین ہوا اور آپ کے بعد لوگون مین تفاوت ہے جو شخص کہ ان اخلاق مین آپ سے قریب ہے وہ اوسیقدر خدا تعالے سے قریب ہے اور جو بعید ہے وہ بعید ہے اور جو شخص جامع ان سب اخلاق کا ہو وہ مستحق اسکا ہے کہ مرجع کل ہو اور لوگ اوسکی اطاعت اور اقتدا کرین اور اوسکی پیروی سب افعال مین عمل مین لاوین اور جو کوئی انمین سے کسی بات کے ساتھ متصف نہو بلکہ انکے ضدونکا جامع ہو وہ اس بات کے لائق ہے کہ شہرونمین سے نکالدیا جاوے کیونکہ وہ شیطان الرجیم سے قریب ہوگیا ہے تو چاہیے کہ شیطان کیطرح اوس سے بھی علیحدگی کیجاوے جیسا کہ پہلا شخص فرشتہ کے قریب ہوجاتا ہے تو وہ اسی بات کے لائق ہے کہ اوسکی پیروی اور نزدیکی کیجاوے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث ہوئے ہین کہ مکارم اخلاق کو پورا کرین جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے اور قرآن مجید مین بھی مؤمنین کے اوصاف مین ان اخلاق کیطرف اشارہ ہے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی اللہ و رسول پر بے تردد ایمان لانا قوت یقین سے ہوتا ہے جو ثمرہ عقل اور منتہا حکمت ہے اور مجاہدہ مال سے کرنا سخاوت ہے جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہے اور جہاد نفس کا نام شجاعت ہے جو شرائط عقل اور حد اعتدال کے مطابق استعمال قوت غضبی سے ہوتی ہے اور صحابہ کی تعریف مین اسطرح ارشاد ہوا ہے کہ اَشِدَّاۤءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شدت اور رحمت جدے جدے مقامون پر ہوتے ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہ ہر حال مین شدت ہی کرنے سے کمال ہے نہ رحمت کرنے مین یہ بیان حقیقت خلق اور اوسکے حسن و قبح اور ارکان اور ثمرات و فروع کا

## تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اخلاق مین تغیر ہو سکتا ہے

جاننا چاہیے کہ جن لوگون پر اعتقاد باطل کا غلبہ ہے اون پر مجاہدہ اور ریاضت تزکیہ نفس کے لیے شاق ہے اونکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ تزکیہ نفس باوجود نقصان اور خبث باطن کے ہو سکے تو اس قسم کے لوگونکا یہ قول ہے کہ اخلاق مین تغیر ہو ہی نہین سکتی کیونکہ طبیعت مین تبدیل نہین ہو سکتی اور اس دعوی کی دو حجتین بیان کی ہین اول یہ کہ خلق صورت باطن کا نام ہے جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہین لیکن صورت ظاہری کی تبدیل ممکن نہین مثلاً بونا آدمی اپنے قد کو بڑا نہین سکتا نہ بڑے قد والا چھوٹا ہو سکتا ہے اور نہ بدصورت خوبصورت بن سکتا ہے اور نہ اسکا عکس ممکن ہے باطن کی برائی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری حجت

یعنی آدم اور ابلیس ہیں

حرز جاں ہوا ۱۲

ایمان والے وہی ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اسکے رسول پر اور شبہ نہ لائے اور جہاد کیا انہوں نے راہ میں اللہ کی اپنے مال اور جان سے وہ وہی ہیں سچے ۱۲

زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں ۱۲

کہ حسن خلق سے شہوت اور غضب کا استیصال مراد ہے مگر ہمنے جو طول مجاہدہ سے امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ چیزین مزاج اور طبیعت کے اقتضا سے ہوتی ہین اور کبھی منقطع نہین ہوتین پس اسکے درپے ہونا بے فائدہ عمر کا ضائع کرنا ہے کیونکہ غرض تزکیہ نفس سے یہ ہے کہ قلب کا التفات لذات فانی کیطرف نہ رہے اور اسکا وجود محال ہے اب ہم ان دونون وجہونکا جواب دیتے ہین

وجہ اول کے جواب مین کہتے ہین کہ اگر اخلاق مین تغیر نہوسکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بیکار جاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیون فرماتے کہ حَسِّنُوا اَخْلَاقَکُمْ آدمی تو درکنار یہ بات تو جانور مین بھی ممکن ہے دیکھو باز کی وحشت کیسی انس کے ساتھہ بدلجاتی ہے شکاری کتا کیسا تعلیم سے مؤدب ہوجاتا ہے کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہے کھانیکی حرص مطلق نہین کرتا گھوڑا سرکش کیسا غریب اور فرمان بردار بنجاتا ہے پس اگر یہ اخلاق کی تغیر نہین تو اور کیا ہے اور اصل اس باب مین یہ ہے کہ موجودات مین سے بعض اشیا تو ایسے ہین کہ جنکا وجود کامل ہے اور جس جس بات کی اونمین ضرورت تھی وہ ہوچکی اب آدمی کے اختیار سے اونمین کچھہ نہین ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور اعضا ظاہری و باطنی انسان یا حیوان کے اور بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکا وجود ناقص ہے مگر استعداد کامل ہونیکی اونمین موجود ہے اگر شرائط کمال پائے جاوین تو وہ درجہ کمال کو پہنچ جاوین اور وے شرائط کبھی انسان کے اختیار مین ہوتی ہین مثلاً آم کی گٹھلی نہ تو پھل ہے نہ پیڑ ہے مگر اوس کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ پیڑ ہوسکتی ہے بشرطیکہ خدمت معمولی کیجاوے اور اگر اوس گٹھلی کو پھل بنانا چاہین تو ہرگز نہین ہوسکے گا اسکی استعداد اوسمین نہین جب گٹھلی بندہ کے اختیار سے متاثر ہوتی ہے کہ ایک حال سے دوسرے مین بدلجاتی ہے تو غضب اور شہوت اگر متغیر ہوجاوین تو کیا بعید ہے ہان اونکا اسطرح پر استیصال ہوجانا کہ بالکل اثر نہ رہے اسپر ہمارا قابو نہین مگر اونکا دبا دینا اور ریاضت و مجاہدہ سے اپنے قابو مین کرنا یہ ہوسکتا ہے اور اسیکا ہمکو حکم بھی ہے اور یہی ہماری نجات اور وصول الی اللہ کا سبب ہے البتہ طبائع مختلف ہین کہ بعضی جلدی متاثر ہوتی ہین اور بعضی دیر کر کے پس انکے اختلاف کے دو سبب ہین اول دیر پا ہونا وجود اوس شی کا جسکا بدلنا مقصود ہے یعنے اصل پیدایش سے اوسکے ساتھہ ہے مثلاً شہوت اور غضب اور تکبر ہر ایک انسان مین موجود ہین مگر سب سے زیادہ مشکل بدلنا شہوت کا ہے کیونکہ یہ شروع پیدایش سے ساتھہ ہی ہے چنانچہ لڑکپن سے بچے کو خواہش ہوتی ہے اور غصہ اکثر سات برس کی عمر مین پیدا ہوتا ہے اور اسکے بعد قوت تمیز عنایت ہوتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ خلق یعنی عادت کبھی کثرت عمل سے کبھی

اچھے اخلاق کو ایمان کامل ہونا ... ابوبکر بن ... لال ... اخلاقہا بروایت معاذ ... راوی ... منقطع ہے ۱۲

مضبوط ہو جاتی ہے کہ لوگ اپنی عادت کے مقتضا کے موافق کام کرتے ہین اور اوسکی طاعت مین سرگرم رہتے ہین اور اوسیکو پسندیدہ اور عمدہ سمجھتے ہین اور اس باب مین لوگونکے چار درجہ ہین پہلا تو یہ کہ آدمی جیسا پیدا ہوا ہے ویسا ہے حق و باطل اور اچھے برے مین تمیز نہ کر سکے سب اعتقادات سے غافل اور خالی ہو اور اتباع لذات سے شہوت بھی کامل نہو ئی ہو تو ایسے شخص کا علاج جلد ہو سکتا ہے اسکے لیے صرف ایک استاد اور مرشد ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک اوسکی نفس مین باعث اوسکے مجاہدہ کا ہو تو تہوڑی ہی دنون ایسے شخص کا خلق درست ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ عمل بد کو تو جانتا ہی مگر عمل صالح کا عادی نہین عمل بد ہی اچھا معلوم ہوتا ہی اس امر مین اپنی شہوت کا تابع ہے اور رائے صواب سے منحرف تاہم اپنے عمل کے قصور سے واقف ہے تو ویسے شخص کا روبراہ ہونا پہلے کی نسبت سخت ہی کیونکہ اسمین دو باتونکی ضرورت پڑیگی اول تو عادت عمل بد کی چھڑانی دوسرے عمل صالح کی عادت ڈالنی بھرحال ایسا شخص بھی قابل تاثیر ہے اگر ریاضت مین خوب اچھی طرح مستعد ہو تیسرا یہ کہ اخلاق بد پر اوسکو یہ اعتقاد ہو کہ یہ بہت اچھی ہین اور انکا کرنا واجب ہے اور انہین پر اوسکی پرورش بھی ہوئی ہو تو ایسے آدمی کا علاج گویا محال ہے اور اوسکی صلاح کی توقع نہین کیونکہ گمراہی کے اسباب کی کثرت ہی چوتہا یہ کہ باوجود رائے فاسد پر نشو ونما پانی اور اعمال بد پر پرورش ہونی کی یہ بات بھی ہو کہ بہت سی شر کرنے کو اور لوگون کے تباہ کرنے کو باعث فضیلت اور فخر جانتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ ہماری عزت اسی سے ہے پس یہ درجہ سب مین زیادہ سخت ہی ایسے جیسے شخص کی شان مین یہ مصرع شیخ کا ہی ع تربیت نا اہل را چون گردگان بر گنبد ست ان چارونمین سے اول تو جاہل محض ہی دوسرا جاہل و گمراہ ہے تیسرا جاہل و گمراہ و فاسق ہے چوتہا جاہل و گمراہ و فاسق و شریر ہے اب ہم دوسری وجہ کے جواب کیطرف متوجہ ہوتی ہین که وه لوگ یہ بات جو کہتے ہین کہ حسن خلق سے استیصال شہوت و غضب کا ہوتا ہی اور یہ آدمی مین پایا جانا محال ہے تو اونکو یہ خیال ہوا ہے کہ حسن خلق سے یہ صفات بالکل نیست ہو جاتی ہین حالانکہ یہ بات مقصود نہین بلکہ شہوت تو ایک فائدہ کے لیے پیدا ہوئی ہی خلقت انسانی مین اوسکا ہونا بھی ضرور ہے اگر بالفرض شہوت کہانیکی نرہے تو آدمی ہلاک ہو جاوے یا شہوت جماع نرہے تو نسل منقطع ہو اسیطرح غضب اگر بالکل نابود ہو جاوے تو مہلک چیزونکو آدمی دفع نکر سکی اور تباہ ہو جاوے اور اگر اصل شہوت باقی ہے تو حب مال جو شہوت تک پہونچاتی ہی وہ بھی باقی رہیگی اور بخل کی ترغیب دیگی اور اس اصل کا بالکل نیست و نابود کرنا غرض نہین بلکہ یہ

ضرور ہے کہ افراط اور تفریط کو چھوڑ کر معتدل درجہ پر آجاوے علی ہذا القیاس غضب میں یہ مقصود ہے
کہ تہور اور نامردی سے علیحدہ ہو کر حسن حمیت کا پابند ہو اور اوسکو عقل کا منقاد کر دے جیسا کہ
اللہ تعالی نے فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ صحابہ کو وصف شدت کی ساتھہ کی جو غضب سے
صادر ہوتی ہے اگر غضب بالکلیہ جاتا رہے تو جہاد بھی منقطع ہو جاوے اور غضب اور شہوت کی بالکل
منقطع ہو جانیکا کیسے کوئی دعوی کر سکتا ہے انبیا علیہم السلام تو اس سے علیحدہ ہوئے ہی
نہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ اور جب کبھی کوئی
بات آپکے سامنے خلاف مرضی بیان ہوتی تو ایسے غصہ ہوتے کہ رخسار مبارک سرخ پڑجاتے مگر جب بھی
حق بات ہی فرماتے یعنی آپکا غصہ بھی آپکو احاطۂ حق سے باہر نہیں جانے دیتا تھا اور خدا تعالی فرماتا ہے
وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اسمین صفت ایسے لوگونکی ہے جو غصہ ہوتے ہین مگر اوسکو
دبا لیتے ہین یہ نہیں فرمایا کہ جنمین غصہ بالکل نہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ غضب اور شہوت کا حد
اعتدال پر آنا اسطرح پر کہ کوئی انمین سے عقل پر غالب نہو بلکہ عقل ہی کے قابو مین ہین ممکن ہے
اور تبدیل خلق سے بھی غرض یہی ہے اسلیے کہ بعض اوقات آدمی پر شہوت ایسا زور کرتی ہے
کہ پھر عقل سے کچھہ بن نہیں پڑتی مگر ریاضت سے اوسکا حد اعتدال پر آنا ممکن ہے امتحان اور تجربہ سے
یہ بات ایسی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اوسمین کسی طرحکا شک نہین رہتا اور اس بات کی دلیل کہ اخلاق
مین غرض افراط و تفریط نہین بلکہ درجہ اوسط مطلوب ہی یہ ہی کہ خدا تعالی درجہ اوسط اخلاق ہی
کی تعریف فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا
اسمین اشارہ سخاوت کیطرف ہی جو اسراف اور کمی کے درمیان ہی اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً
اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ اور اسیطرح شہوت طعام مین اعتدال مطلوب ہی حرص اور
لنگی طبع ناپسند ہی جیسا کہ فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝
اور غضب کی باب مین فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور حدیث شریف مین ہے کہ
خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا اور اوسط درجے محمود ہونے مین ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ سعادت انسان کی
اسمین ہے کہ اوسکا قلب عوارض دنیاوی سے سالم ہو جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ
بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اور بخل اور اسراف دونون عوارض دنیاوی سے ہین تو دل کو ان دونوں سے بچا رہنا چاہیے
نہ جمع مال کیطرف متوجہ ہو اور نہ اوسکے خرچ کرنیکا حریص ہو اسلیے کہ جسکو خرچ کرنیکی حرص
ہوگی اوسکا دل اوسمین لگا رہیگا اور جو بخل دوست ہوگا وہ امساک مین اپنا دل مصروف رکھیگا

تو کمال قلب اسمین ہوا کہ یہ دونون وصف ویسمین نہوون اور چونکہ ارتفاع نقیضین دنیا مین ہو نہین سکتا تو ایسی بات کیطرف رجوع کرنی پڑی جو دونون وصفونکے نہونیکی مشابہ اور ان سے علیحدہ ہو وہ درجہ اوسط اون دونون کا ہے گویا درجہ اوسط مین دونون وصف نہین مثلاً پانی گرم کی اگر حرارت نکل جاوے اور ٹھنڈا بھی نہونے پاوے تو اوسکو نہ ٹھنڈا ہی کہتے ہین نہ گرم یہی حال سخاوت کا ہے درمیان اسراف اور کم خرچی کے اور شجاعت کا درمیان تہور و نامردی کے اور عفت درمیان حرص و بستگی اور اور تمام اخلاق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ دونون طرفین مذموم ہین اور صرف وسط مقصود ہے اور وہ ممکن ہے ہان استاد و مرشد کو یہ چاہیے کہ مرید کو یہی فرماوے کہ غصہ بالکل نہ کر اور مال کو بھی مت رکھ اور ہمیشہ غضب اور امساک کی برائی بھی اوسکے سامنے بیان کرتا رہے تاکہ بموجب اس مثل کے کہ بمرگش گیر تا بتپ راضی شود دونون چیزین اوسمین اوسط درجہ پر ہو جاوینگی ورنہ اگر اوسکو ذرا بھی ان دونون چیزونکا اشارہ ملجاوے گا تو اوسکو بخل اور غضب کا اچھا حیلہ ہو جاویگا جسقدر ان دونون کا مرتکب ہوگا یہی سمجھیگا کہ اتنے کی مجھے اجازت ہو گئی ہے اسلیے اوس سے یہی فرماوے کہ ان دونون کا استیصال کر مگر یہ بھید اوس سے کہنے کا نہین احمقونکو اس سے دہوکا ہو جاتا ہے وہ یہی تصور کرتے ہین کہ ہمارا غضب اور بخل جائز طور پر ہین

## چوتھا بیان اوس سبب کا جس سے حسن خلق حاصل ہو

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ حسن خلق سے اعتدال قوت عقل اور کمال حکمت اور اعتدال قوت غضب و شہوت اور اونکا منقاد ہونا شرع اور عقل کو مقصود ہے یہ بات دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے وجہ اول داد الٰہی ہے کہ آدمی ابتداء پیدایش سے کامل العقل خوش خلق پیدا ہو اور شہوت و غضب کا اوسپر غلبہ نہو بلکہ یہ دونون عقل و شرع کے منقاد رہین تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہو جاتا ہے اور بے تادیب مؤدب جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہم اجمعین اور اور انبیا علیہم السلام اور یہ بات کچھ بعید نہین کہ آدمی کی پیدایش اور فطرت مین وہ بات ہو جو اکتساب سے حاصل ہوتی ہے اکثر لڑکے شروع ہی سے سخی اور جری اور صادق اللہجہ پیدا ہوتے ہین اور بعضے انکے خلاف ہوتے ہین مگر پیدا مرا اونکو اور لوگون میں ملنے جلنے سے حاصل ہوتا ہے جو ان اوصاف سے متصف ہوتے ہین اور کبھی سیکھنے سے آتا ہے دوسری وجہ ان اخلاق کو مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا یعنے نفس سے ایسے کام لینے جن سے کہ خلق مطلوب حاصل ہو جاوے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کیا چاہے اوسکا طور یہ ہے کہ بتکلف اہل سخاوت کا

فعل یعنے بذل مال اختیار کرے اور ہمیشہ اپنی نفس پر زور دے دیکر یہ کام لیتا رہے یہانتک کہ اوسکی عادت ہوجاوے اور طبیعت مین جم جاوے تو اس بات سے سخی ہوجاویگا اسیطرح جو شخص خلق تواضع کو حاصل کیا چاہے اور اوسپر کبر غالب ہو تو اوسکو چاہیے کہ اول مدت مدید اہل تواضع کے افعال پر بہ تکلف ومجاہدہ مواظبت کرے یہانتک کہ وہ افعال اوسپر آسان ہوجاوین اور خلق وطبیعت بنجاوین اور جتنے اخلاق شرعًا محمود ہین سب اسیطرح حاصل ہوسکتے ہین اور اوسکی انتہا یہ ہے کہ اوس کام مین آدمی کو لذت معلوم ہونے لگے مثلًا سخی اوسکو کہینگے کہ جو مال خرچ کرے اور اوسمین اوسکو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہے مگر برا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہوگا اسیطرح متواضع وہ آدمی ہوگا جسکو تواضع مین مزا ملے اور اخلاق دینی نفس مین جبتک نہین جمتے جبتک نفس بری عادتونکو چھوڑ کر اچھی عادتونکا معتاد نہوجاوے اور افعال حسنہ پر مشتاقون کیطرح مواظبت نکرے اور انسے لذت حاصل نکرے اور افعال قبیحہ کو برا جانکر اونسے ایذا پاوے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ اور جبتک عبادات کا بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑنا برا معلوم ہوگا اور نفس پر شاق گذریگا تبتک نقصان باقی رہیگا اور کمال سعادت کو نہ پہونچیگا ہان ان باتون پر مواظبت بہ نسبت نہ کرنیکی بہتر ہوگی مگر طوع ورغبت کیساتھہ کرنیکی نسبت بہتر نہین اسی بنا پر اللہ تعالی نے فرمایا وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُعْبُدِ اللّٰهَ فِي الرِّضَاءِ فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ پہر سعادت موعودہ کی حاصل ہونیکے لیے یہ امر کافی نہین کہ کبھی تو طاعت مین فرا ملے اور نافرمانی بری معلوم ہو اور بعض اوقات نہو بلکہ تمام عمر یہی بات رہنی چاہیے اب جسقدر عمر زیادہ ہوگی یہ فضیلت زیادہ مستقل ہوگی اور اسی لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے سوال کیا کہ سعادت کیا ہے آپ نے فرمایا طُوْلُ الْعُمْرِ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور اسی جہت سے انبیا اور اولیا موت کو برا سمجھتے تھے کیونکہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ واقع ہے پس جسقدر طول عمر سے عبادات زیادہ ہونگی اوسیقدر ثواب زیادہ ہوگا اور نفس طاہر اور اطہر بنیگا اور اخلاق اقوی اور راسخ تر ہونگے علاوہ ازین مقصود عبادات سے یہ ہی کہ اونکا اثر قلب پر ہو اور تاثیر قلب پر جبھی ہوتی ہے جب عبادات پر مواظبت اور مداومت کثرت سے ہو اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان اخلاق سے غرض یہ ہے کہ نفس مین سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور خدا تعالے کی محبت اوسمین جم جاوے یہانتک کہ کوئی چیز اوسکے نزدیک دیدار الہی سے محبوب تر نرہے اور مال بھی ایسے ہی باتون مین خرچ کرے جس سے یہ مطلب حاصل ہو اور غضب وشہوت کو بھی ایسی ہی طرح

کام مین لاوے کہ جس سے خدا ملے اور ظاہر ہے کہ یہ اس صورت مین ہوگا کہ شرع اور عقل کے مطابق ہو پھر اسطرح کے کامون سے خوش ہو اور مزا پاوے اور اگر کسیکو نماز مین راحت اور خنکی چشم حاصل ہو عبادات اچھی معلوم ہونے لگین تو کچھ بعید نہین عادت کی باعث نفس مین اس سے بھی زیادہ عجیب باتین ہو جاتی ہین دیکھو جواری مفلس جوے مین کیسا خوش ہوتا ہے اور مزا پاتا ہے حالانکہ جس حال مین وہ ہے اگر دوسرے کو وہ نوبت ہو تو بے قمار ہی زندگی ناگوار ہو جاوے اسکے سوا قمار کے باعث مال سب جاتا رہتا ہے گھر خراب ہوتا ہے پھر بھی محبت اور چسکا قمار کا لگا رہتا ہے یہ اسی باعث سے ہے کہ کھیلتے کھیلتے اوس سے الفت ہوگئی ہے اسیطرح کبوتر باز دن بھر دھوپ مین کھڑا رہتا ہے دھوپ کی گرمی نہین مانتا اس لیے کہ کبوترونکا اوڑنا اور اونکی حرکات اور بازیان اچھی معلوم ہوتی ہین چور اچکونپر کیسے کیسے کوڑے پڑتے ہین اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے مگر وہ لوگ اسکو اپنا فخر سمجھتے ہین اور سختی کی برداشت سے خوش ہوتے ہین یہانتک کہ بالفرض اگر اونکے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تب بھی نہ مال کا نشان دینگے نہ اپنے ساتھیونکا نام لینگے پس ایسی سختیونکا سہنا اور سیاستونکو خیال مین نہ لانا اسی جہت سے ہے کہ اپنے کام کو کمال اور شجاعت اور بہادری اعتقاد کر لیا ہے اور باوجود دیکہ اوسمین اتنے شدائد ہین تاہم اونکی راحت اوسیمین ہے سب سے زیادہ بدتر حال مخنث کا ہے کہ اپنے آپ کو عورتونکی صورت بناتا ہے مگر وہ بھی اس حالمین خوش ہی رہتا ہے بلکہ اپنے کمال کا فخر کرتا ہے اور مخنثونمین بیٹھکر شیخی بگھارتا ہے اسیطرح کنجر اور حلال خور اپنے پیشہ مین فخر و مباہات کرتے ہین جیسا علما اور سلاطین مین ہوتا ہے تو یہ سب امور عادت سے متعلق ہین کہ جب ایک بات پر مدت مدید مواظبت ہوتی ہے اور ہمجولیون مین وہی مشاہدہ ہوتی ہے تو اپنے نفس کو اچھی لگتی ہے پس جب عادت کی سبب امر باطل سے لذت ہوتی ہو اور نفس اوسکی طرف راغب ہوتا ہو تو امر حق پر اگر مواظبت مدت مدید رہیگی اوس سے کیون نہین لذت حاصل ہوگی بلکہ رغبت نفس کی امور بد کی طرف مقتضائے طبع سے خارج ہے اور ایسی ہے جیسے کسیکو مٹی کھانیکی رغبت ہو جاوے جیسا کہ بعض لوگونکو کہاتے کہاتے عادت ہو جاتی ہے لیکن حکمت کیطرف راغب ہونا اور محبت و معرفت و عبادت الٰہی کا میل کرنا حسب مقتضائے طبیعت قلبی ہے اور ایسا ہی جیسا کھانے پینے کی رغبت کرنی اس لیے کہ قلب ایک امر ربانی ہے مقتضائے شہوت کیطرف اوسکا میل کرنا امر عارضی ہے اور اوسکی ذات سے بعید بلکہ اوسکی غذا حکمت و معرفت و محبت الٰہی ہے مگر کسی بیماری لاحقہ سے اپنے مقتضائے طبعی سے منحرف ہو گیا ہے جسطرح معدہ مین کچھ خلل ہو تو کھانیکو اور پینے کو دل نہین چاہتا حالانکہ کھانے پینے ہی سے زندگی ہوتی ہے پس جسقدر کوئی دل غیر اللہ کی محبت

کیطرف مائل ہوگا اوسیقدر اوسمین مرض ہوگا مگر اوسصورت مین کہ اوس شے کی محبت صرف اس غرض سے ہو کہ اوس سے محبت اور دین الہی مین مدد ملیگی اس صورت مین البتہ یہ محبت غیر اللہ مرض مین شمار ہوگی اس بیان سے اب قطعاً معلوم ہوگیا کہ ان اخلاق حسنہ کا اکتساب ریاضت سے ہو سکتا ہے یعنے اولا بتکلف اونکی مرتکب ہونے سے آخر کو امور طبعی اور خلقی ہو جاتے ہین اور یہ ایک عجیب طرح کا علاقہ قلب اور اعضا مین ہے کہ جو صفت قلب مین ظہور کرتی ہے اوسکا اثر اعضا پر پہونچتا ہے کہ اوسکے موافق حرکت کرنے لگتے ہین اور جو فعل اعضا سے کیا جاتا ہے اوس سے بھی کبھی اثر دل پر بطریق دور ہو جاتا ہے اوسکو مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ خوشخطی مین ماہر ہو جاوے تو اوسکا طریق یہی ہے کہ جیسے کاتب اپنی ہاتھ سے مشق کرتے ہین ویسے ہی یہ بھی مدت مدید تک مشق کیے جاے یہانتک کہ صفت کتابت اسکی نفس مین جم جاوے اور حروف خوشخط آمد کے طور پر ہاتھ سے نکلنے لگین جیسے پہلی آورد سے نکلتے تھے اسیطرح اگر کوئی فقیہ بننا چاہے تو افعال فقہا کی مواظبت کرے یعنے فقہ کے مسائل مکرر سہ کرر زبان سے ادا کرے یہانتک کہ دل پر اثر اس فقہ کا پہونچے اور اوسوقت فقیہ النفس ہو جاویگا اسیطرح جو سخی یا پارسا حلیم متواضع ہونا چاہے اوسکو چاہیے کہ ابتدا ان لوگون کے افعال بتکلف ادا کرے تاکہ رفتہ رفتہ یہ امور طبیعت مین جگہ پکڑلین اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہین اور جس طرح کہ طالب فقہ ایک روز تعطیل کرنے سے اپنی مطلب سے محروم نہین رہتا اور صرف ایک روز کی بحث سے فقیہ نہین ہو جاتا اسیطرح جو شخص تزکیہ اور تکمیل اور تحسین قلب کی اعمال حسنہ سے چاہتا ہے وہ نہ ایک دن کی عبادت مین یہ رتبہ پاسکتا ہے اور نہ ایک دن کی نافرمانی سے اس رتبہ سے محروم ہو سکتا ہے اور یہ جو قول ہمارے بزرگون کا ہے کہ ایک کبیرہ موجب ہمیشہ کی بدبختی کا نہین ہوتا اوسکے بھی یہی معنی ہین ہان ایک روز کو بیکار چھوڑنا دوسرے روز کی بیکاری کا باعث ہوتا ہے پھر اسیطرح ہوتے ہوتے آخر کو نفس کسل کا عادی ہو کر سرے سے تحصیل ہی چھوڑ دیتا ہے اور فضیلت فقہ سے محروم رہتا ہے اسیطرح ایک گناہ صغیرہ کا ارتکاب دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور بتدریج اصل سعادت سے باز رکھتا ہے اور خاتمہ کیوقت اصل ایمان کو غارت کرتا ہے نعوذ باللہ منہ اور جسطرح ایک رات کی بحث سے فقہ کے آثار نمودار نہین ہوتے بلکہ بتدریج مثل نشو و نما بدن اور قد کے ظاہر ہوتے ہین اسیطرح ایک طاعت کی کرنے سے اثر تزکیہ نفس کا اوسوقت محسوس نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ مدت کی بعد معلوم ہوتا ہے تاہم تھوڑی طاعت کو حقیر نہ جاننا چاہیے اس لیے کہ تھوڑی ہی تھوڑی ہو کر بہت ہو جاتی ہے اور مجموع کا اثر کچھ کچھ حصہ ہر ایک ایک کے بھی مقابل ہوتا ہے گو محسوس نہین ہوتا علاوہ ازین اگر تاثیر مخفی ہے تو ہوا کرے

ثواب تو کہیں نہیں گیا وہ عوض تاثیر کی موجود ہے اسیطرح معصیت کو قیاس کرنا چاہیے اور بہت سے فقیہ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک روز کی تعطیل کو ہیچ سمجھتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ پیاپے تعطیل کرکے نفس کو ایک ایک روز کی توقع دیتے رہتے ہیں یہانتک کہ طبیعت قبول فقہ سے خارج ہو جاتی ہے اسیطرح لوگ صغیر گناہونکا حقیر جانتے ہیں اور نفس کو توبہ کا وعدہ آج کل دیتے رہتے ہیں یہانتک کہ دفعۃً موت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور سیاہی گناہونکی دلپر دہواں دہار ہو جاتی ہے اور توبہ مشکل پڑجاتی ہے اس لیے کہ تہوڑے تہوڑے گناہ ہوتے ہوتے بہت ہو گئے اور قلب ان پہندوں میں ایسا پہنسا کہ لوٹنا غیر ممکن ہو گیا اور دروازہ توبہ کی بند ہونے سے یہی مراد ہے اور اس آیت سے بھی یہی غرض ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور اسی جہت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ قلب مین اول ایمان ایک سفید نقطہ کے برابر ہوتا ہے جتنا ایمان زیادہ ہوتا جاتا ہے اوسیقدر یہ سفیدی بڑہتی جاتی ہے جب بندہ کا ایمان کامل ہو جاتا ہے تو تمام دل نورانی ہو جاتا ہے اور نفاق سے اول ایک نقطہ سیاہ کی برابر دل میں ظاہر ہوتا ہے پھر جتنا بڑہتا جاتا ہے اوتنا سیاہی دوڑتی ہے جب نفاق کامل ہوتا ہے تو دل بہی تمام سیاہ ہو جاتا ہے اس بیانسے واضح ہوا کہ اخلاق حسنہ کبھی تو طبیعت اور اصل پیدائش سے ہوتی ہیں اور کبھی عمدہ افعال کے عادی ہونے سے اور کبھی صلحا اور ارباب خیر کے افعال دیکھنے سے کیونکہ ایک طبیعت دوسری سے شر اور خیر دونوں چوراتی ہے پس اگر کوئی شخص ایسا ہو جسمین تینوں جہات جمع ہو گئے ہوں یعنے طبعاً اور عادۃً اور تعلم سے فضیلت کو پہونچا ہو تو ایسا شخص نہایت درجہ فضیلت پر ہے اور جو شخص کہ طبیعت کا اچھا نہو اور اسباب شر کے مہیا ہونے سے اوسی کا عادی ہو گیا ہو اور صحبت والے بھی بد ہوں تو وہ نہایت درجہ خدا تعالی سے بعید ہے اور جسمین ان جہات کا کچھ اختلاف ہے وہ اون دونوں مرتبوں کے درمیان ہے اور اوسکا قرب و بعد موجب اوسکی صفت اور حال کے ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

## پانچواں بیان تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا

یہ بہی معلوم ہو چکا ہے کہ مزاج بدن میں اخلاق کا معتدل رہنا صحت نفس کہلاتا ہے اور اونکا اعتدال نہ رہنا سقم اور مرض نفس ہے جیسے کہ اعتدال اخلاط صحت بدن ہے اور انکا میل کرنا اعتدال سے مرض بدن اب جاننا چاہیے کہ نفس کا علاج باین طور کہ اوس سے رذیل اور ردی اخلاق دور کیے جاویں اور فضائل اور افعال حسنہ کا مورد بنایا جاوے مشابہ بدن کی علاج کے ہے کہ اوس سے امراض کو دور کرکے

اوسکی صحت و تندرستی مین کوشش کیجاوی پس جسطرح پر کہ اکثر اصل مزاج اعتدال ہی پر ہوتا ہے اور غذا اور خواہش و دیگر عوارض کی جہت سے معدہ مین خلل ہوجاتا ہی اسیطرح اصل فطرت بھی صحیح و معتدل ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے کُلُّ مَوْلُودٍ یُولَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ یعنی آدمی عادت خواہ تعلم سے اکتساب رذائل کرتا ہے اور جیسے کہ بدن ابتدا مین کامل نہین پیدا ہوتا بلکہ نشو اور تربیت اور غذا سے کامل ہوتا ہے اسیطرح نفس بھی ناقص پیدا ہوتا ہے مگر لیاقت کمال کی اوسمین ہوتی ہی تزکیہ اور تہذیب اخلاق اور غذاء علم سے کامل ہوجاتا ہی اور جسطرح کہ بدن اگر صحیح ہو تو طبیب حفظ صحت کی تدبیر کرتا ہے اور اگر بیمار ہو تو حصول صحت کی فکر مین رہتا ہی اسیطرح اگر آدمی کا نفس پاک و صاف و مہذب ہو تو چاہیے کہ اس باب مین کوشش کرے کہ ویسا ہی بنا رہے بلکہ ان امور کو اوسمین قوت اور زور ہوجاوے اور اگر اوسمین کچھ کمال نہو تو اوس کمال کے حاصل کرنے مین سعی کرے اور جیسا کہ اوس علت کا علاج جس سے اعتدال مین خلل ہوا ہی اوسکی ضد سے ہوتا ہی مثلاً اگر حرارت سے ہو تو برودت سے تدبیر کی جاتی ہے اور اسکا عکس اسیطرح رذائل یعنی امراض قلبی کا علاج بھی اونکی ضد سے ہوتا ہی مثلاً جہل کا علاج تعلم سے اور بخل کا علاج سخی بننے سے اور کبر کا تواضع سے اور حرص کا علاج بزور خواہش نفسانی کے روکنے سے ہوتا ہے اور جیسے مرض بدنی مین تلخی دوا کی برداشت کرنی پڑتی ہے اور دل چاہتی چیز سے صبر کرنا ہوتا ہے اسیطرح علاج قلب مین تلخی مجاہدہ کا برداشت کرنا اور علاج پر صبر کرنا ہوتا ہی بلکہ اسمین بطریق اولی چاہیے اسواسطے کہ مرض بدنی سے تو مرنے پر نجات ہوجاتی ہے اور مرض قلبی معاذ اللہ ایسا مرض ہے کہ بعد موت بھی ابد الآباد تک رہتا ہے اور جسطرح کہ ہر ایک حرارت کے لیے ہر دوا سے رکافی نہین بلکہ برعایت شدت اور ضعف اور دوام اور اتفاق اور کثرت اور قلت کے مختلف طور پر دیجاتی ہے اور خوراک کے لیے بھی وزن معین ہوتا ہے کیونکہ مراعات وزن کے نہونے سے فساد زیادہ ہوتا ہے اور وزنکی مقدار دوا کی درجہ کی موافق اور احوال بدن کے مناسب اور مریض کے سن و سال وغیرہ کے مطابق اور مرض کی شدت و ضعف کی بموجب ہوا کرتی ہے کہ جب طبیب حرارت یا برودت کی قوت و ضعف معلوم کر لیتا ہے تو انہین باتون کے لحاظ سے نسخہ تجویز کرتا ہی اسیطرح مرشد استاد جو مریدون کے نفوس کے معالج ہین اونکو چاہیے کہ مریدون پر ایک بار گی ریاضت اور تکلیف ایک فن مخصوص یا طریق معین کی نہ ڈالین جب تک کہ اونکی اخلاق و امراض سے بخوبی واقف نہون اور جیسے کہ طبیب اگر سب مریضونکا علاج ایک ہی دوا سے کرے تو اکثر مر جائینگے اسیطرح مرشد

۱؎ ہر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہی اصل اپنے پر اور اوسکے ماں باپ اوسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہین ۱۲ بخاری و مسلم روایت ابی ہریرہ ۱۲

اگر سب مریدونکو ایک ہی لکڑی ہانکے گا وہ بھی ہلاک ہونگے بلکہ یون چاہیے کہ مرید کا مرض اور اوسکا حال اور سن و سال اور مزاج غور سے دیکھے اور معلوم کرے کہ کس قسم کی ریاضت اس سے ہو سکتی ہے اوسی قسم کی مشقت اوس سے لیوے مثلاً اگر مرید مبتدی جاہل ہو اور احکام شرع نجانتا ہو تو اول اوسکو طہارت اور نماز اور عبادات ظاہری سکھلاوے اور اگر مال حرام اور معصیت مین مشغول ہو تو اوسکو ان چیزونکے ترک کا حکم کرے جب ظاہر اوسکا زیور عبادات ظاہر سے آراستہ ہو جاوے اور اعضا بھی علانیہ معاصی سے پاک ہو جاوین تو قرائن احوال سے اوسکی باطن کیطرف متوجہ ہو کر اوسکے اخلاق اور امراض قلبی کو دیکھے پس اگر اوسکے پاس قدر ضرورت سے مال زیادہ جانے اوس سے لیکر خیرات کر ڈالے کہ اوسکی طرف سے فارغ البال ہو جاوے اور اوسطرف ملتفت نہو اور اگر رعونت اور کبر اوس پہ غالب پاوے تو اوسکو بازار مین گداگری کے لیے بھیجے کیونکہ عزت ریاست کی اور شیخی نفس کی بے ذلت نہین جاتی اور سوال سے زیادہ کوئی ذلت نہین پس اوسکو اسکی مواظبت کا حکم کرے جب تک اوسکا کبر جاتا رہے کہ کبر اور رعونت امراض قلبی مین سے مہلک ہین اور اگر بدن کی صفائی اور نظافت لباس کو غالب دیکھے اور اوسکا دل بھی ان باتونکی طرف متوجہ پاوے تو اوس سے آبدار خانہ کا کام لے اور خس و خاشاک کی جگہہ مین جھاڑو دلواوے اور مدام باورچی خانہ اور دھوئین کی جگہون مین بیٹھنے کی اجازت دے یہانتک کہ صفائی کی رعونت مزاج سے نکلجاوے کیونکہ جو لوگ کپڑونمین بناو سنگار کرتے ہین اور زنگار رنگ کی مصلے تلاش کرتے ہین اونمین اور دولہن مین کیا فرق ہے وہ بھی دن بھر اپنے آپ کو بنایا سنوارا کرتی ہے اور آدمی خواہ اپنے تن کی پرستش کرے خواہ کسی بت کی عبادت کرے اسمین بھی کچھہ فرق نہین کیونکہ جب غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے تو خدا تعالے سے حجاب ہو جاتا ہے اسمین اپنا نفس اور بت برابر ہین پس جو کوئی اپنے کپڑے کیطرف مائل ہو اور بجز حلال اور طاہر ہونیکی اور طور پر اوسکی طرف دل لگاوے تو وہ اپنے نفس کا پابند ہے اور ایک عجیب طرح کی ریاضت یہہ ہے کہ جب مرید رعونت یا کسی دوسری صفت کی ترک پر اصلا راضی نہو اور اوسکی ضد کو دفعۃ گوارا نہ کرے تو مرشد کو چاہیے کہ اوسکو ایک عادت بد سے دوسری عادت بد مین جو اوس سے ہلکی ہو لگاوے مثلاً اگر کپڑے پر خون لگجاتا ہے اور پانی سے اوسکا دھبا نہین جاتا تو اول کپڑے کو پیشاب سے دھوتے ہین بعد اوسکے پانی سے دھوتے ہین یا لڑکے کو مکتب مین اول ترغیب گیند بلا وغیرہ کی دیجاوے پھر کھیل سے عمدہ کپڑونکی ترغیب دیجاوے اوسکے بعد ریاست اور جاہ کی ترغیب دیجاوے پھر ان سب کے بعد جاہ و ریاست آخرت کیطرف برانگیختہ کیا جاوے

اسیطرح جس کسیکا نفس دفعتہ جاہ کو چھوڑنی پر راضی نہو تو چاہیے کہ اوسکو کسی ہلکی جاہ مین مصروف کیا جاوے
اسیطرح بتدریج اوس صفت کو اوس سے دور کرنا چاہیے اور جب اوسپر حرص کھانیکی غالب ہو تو ہمیشہ
روزہ رکھواوے اور کھانا کم کھلاوے اور یہ حکم کرے کہ مزہ دار کھانے پکا کر دوسرونکو کھلاوے آپ اونمین
سے نہ کھاوے یہانتک کہ اوسکے نفس کو صبر کی عادت ہو اور کھانیکی حرص دور ہو اور جب اوسکو جوان
شائق نکاح جانے مگر نان نفقہ سے عاجز ہو تو اوسکو روزہ رکھنے کا حکم کرے اور اگر اس سے خواہش
کم نہو تو یون کہے کہ رات کو پانی سے افطار کیا کرو روٹی نہ کھاؤ اور دوسرے دن شام کو روٹی کھاو
پانی نہ پیو اور گوشت و سالن کی ممانعت قطعی کر دے تاکہ اوسکا نفس ذلیل ہو اور خواہش کم ہووے
کیونکہ شروع مین بھوک سے بڑھکر کوئی اچھا علاج نہین اگر غصہ کو اوسپر غالب دیکھے تو حلم اور سکوت کی
حکم کرے اور ایک بدمزاج کے ساتھ اوسکو کر کے کہدے کہ اسکی اطاعت کیا کر یہانتک کہ اوسکا نفس
بد دہشت کرنے پر عادی ہو جاوے چنانچہ بعض بزرگون کے حال مین لکھا ہے کہ وہ اپنے نفس کو حلم کی
عادت ڈالنے اور شدت غضب کو دور کرنیکے لیے ایسے آدمیونکی مزدوری کیا کرتے تھے جو برملا گالیان
دیتے پس اپنے نفس سے بزور صبر کراتے تھے اور غصہ پیتے تھے یہانتک کہ حلم اونکی عادت ہو گئی اور اسمین
ضرب المثل بن گئے اور بعضے بزرگ اپنے آپ مین نامردی اور ضعف قلب پاتے تھے تو تحصیل شجاعت کے لیے
جاڑونکے موسم مین جب سمندر مین خوب موجین اوٹھتی ہوتین سوار ہوتے اور ہندو عابد کسل عبادت کا
علاج یون کرتے ہین کہ تمام تمام رات ایک ہی ہیئت پر کھڑے رہتے ہین اور بعض بزرگ ابتدا
مریدی مین قیام سے کسل کرتے تھے تو اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ تمام رات سر کے بل کھڑا رہونگا
تاکہ پاؤن پر کھڑا ہونیکو بخوشی مان لے اور بعضون نے دوستی مال کا یون علاج کیا کہ سارا مال بیچکر
اوسکا دام دریا مین پھینک دیا اس خوف سے کہ لٹانے مین شبہ سخاوت یا ریا کا بھی تھا ان سب مثالونسے
علاج قلوب کا طور معلوم ہوتا ہے مگر ہماری غرض یہ نہین کہ ہر ہر مرض کے لیے جدا جدا دوا لکھین
اسکا بیان آگے آویگا یہان یہی غرض ہے کہ طریق عام اس باب مین نفس کی خواہش کے خلاف
چلنا ہے اور اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین اس بات کو ایک ہی کلمہ مین ارشاد فرمایا ہے قولہ تعالیٰ
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى اور اصل جو مجاہدہ نفس مین
پورا کرنا عزم کا ہے پس جب آدمی ترک شہوت کا عزم کرے اور اوسکے لوازم پیش آجاوین تو یہ
جانے کہ یہ خدا تعالی کیطرف سے امتحان ہے اوسوقت چاہیے کہ صبر کرے اور اپنے وعدہ پر جما رہے اسلیے
کہ اگر عہد شکنی کریگا تو نفس کو ویسی ہی عادت ہو جاویگی اور تباہ ہو جاویگا بلکہ اگر عہد شکنی کرے

تو اپنے اوپر ایک سزا مقرر کرے جیسا کہ ہمنے باب محاسبہ اور مراقبہ مین نفس کی تعزیر مین بیان کیا ہے اور اگر اوسکو سزا سے نہین ڈراویگا تو نفس اوسپر غالب آجاویگا اس صورت مین شہوت کی بدولت مرتکب ہو بیٹھیگا جسکے سبب سے ریاضت برباد ہو جاوینگی

## چھٹا بیان قلوب کی بیماریون کی علامتون کا اور اوسکے تندرست ہو جانے کی علامتون کا

واضح ہو کہ ہر ایک عضو اعضاء بدن سے ایک فعل خاص کے لیے پیدا ہوا ہے اگر اوس سے وہ فعل صادر نہ ہوگا یا کچھ اضطراب کی طور پر صادر ہوگا تو وہ عضو صحیح نہ کہلاویگا بیمار ہوگا مثلاً ہاتھ کا مرض یہ ہے کہ اوس سے گرفت نہو سکے اور آنکھ کا مرض یہ ہے کہ دیکھہ نسکے یا دیکھنا مشکل ہو اسیطرح مرض قلب دہ ہے کہ جس سے قلب اپنا فعل خاص نہ کرسکے اور اوسکا فعل خاص علم اور حکمت اور معرفت اور محبت اور عبادت الٰہی ہے اور اوسکے ذکر سے لذت پانا اور سوا اوسکے ہر چیز کی خواہش پر اسی لذت کو ترجیح دینی اور تمام اعضا اور آرزوؤن سے اوسکے لیے مدد چاہنی جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ پس اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسانی کا فعل خاص عبادت و معرفت الٰہی ہے اور خاصیت نفس انسانی وہی ہونی بھی چاہیے کہ جس سے بہائم سے علیحدہ ہو جاوے کیونکہ قوت کہانے اور پینے اور جماع اور دیکھنے مین تو انسان اونسے متمیز نہین بلکہ اس امر مین متمیز ہے کہ چیزونکو اون کی اصل حقیقت پر جانتا ہے اور اونکا کہ موجد اور مخترع تمام اشیا کا اللہ جل شانہ ہے پس اگر کوئی تمام اشیا کو جانے اور اونکے صانع کو نہ پہچانے تو گویا اوسنے خاک بھی نجانا اور علامت خدا کی پہچان کی اوس کی محبت ہے جو اوسکو پہچانتا ہے اوسکی دوستی مین محو ہو جاتا ہے

| | |
|---|---|
| این مدعیان در طلبش بیخبر انند | آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد |

اور اوسکی محبت کی یہ نشانی ہے اوسپر دنیا اور مافیہا اور تمام اپنی محبوب چیزونکو ترجیح دے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ پس جب کسی کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی چیز محبوب تر ہو تو اوسکا دل مریض ہے جیسا کہ کسیکے معدہ مین روٹی اور پانی کی نسبت محبت مٹی کی زیادہ ہو جاوے اور غذا کی خواہش جاتی رہے تو وہ مریض ہوتا ہے پس مرض قلوب کی یہ علامات ہین اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام قلوب بیمار ہین اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اور چونکہ بعضے مرض ایسے ہوتے ہین کہ بیمار کو معلوم نہین ہوتے اور مرض قلب بھی

اونہین مین سے ہی اسیواسطے آدمی غافل رہتا ہے اور اگر جان بہی جاتا ہے تو اوسکے علاج کی تلخی پر صبر مشکل ہے اس لیے کہ دوا اوسکی شہوات کی مخالفت ہے جسکو جان کندنی سمجہتا ہے اور اگر نفس مین صبر بہی پاتا ہے تو کوئی معالج حاذق نہین ملتا کہ اوسکا علاج کرے کیونکہ طبیب اس مرض کی علما ہین اور وہ خود اس مرض مین مبتلا ہین پس جب وہ اپنا ہی علاج نہین کرتے تو دوسرے کا کسطرح کرینگے

| | | |
|---|---|---|
| جو معالج تہا وہی اس درد سے لاچار ہے | | پہر دوا بیمار کی ہونے بہت دشوار ہے |

اسی جہت سے مرض قلوب مرض لاعلاج ہو گیا ہے نہ اسکا علم لوگون مین رہا نہ اس مرض کو کوئی جانتا ہے لوگ حب دنیا پر جہک پڑے اور ایسے اعمال پر متوجہ ہوے کہ ظاہر مین عبادت ہون اور باطن مین ریا و عادت یہانتک اصول امراض کی علامات ہو چکین اب علامات صحت کو بعد معالجہ کے سننا چاہیے وہ اسطرح ہے کہ جس بیماری کا علاج کرنا ہے اگر وہ بخل ہے جو موجب تباہی اور بعد عن اللہ ہوتا ہے تو اوسکا علاج مال کے دے ڈالنے اور خرچ کرنے سے ہوتا ہے مگر بذل مال اس درجہ پر کرے کہ مسرف نہو جاوے ورنہ ایک اور مرض مین مبتلا ہو جاویگا جیسے کوئی شخص سردی کا علاج گرمی سے اتنا کرے کہ حرارت بڑہ جاوے تو یہ بہی ایک مرض ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعتدال سردی اور گرمی مین ہو جاوے اسیطرح یہان بہی یہ مقصود ہے کہ فضول خرچی اور کم خرچی مین اعتدال ہو جاوے اور درجۂ وسط جو دونون طرفون سے نہایت فاصلہ پر ہے حاصل ہو جاوے پس اگر یہ منظور ہو کہ درجۂ وسط معلوم کرو تو اوسکا طریق یہ ہے کہ جو فعل کسی خلق کی باعث ہوتا ہے اوسکو دیکہنا چاہیے اگر وہ سہل اور شیرین معلوم ہو تو جان لینا چاہیے کہ یہی خلق نفس پر غالب ہے مثلاً اگر مال کا روکنا اور جمع کرنا آسان اور لذیذ معلوم ہو بہ نسبت مستحقین کے دینے کے تو جان لو کہ بخل کا غلبہ ہے اس صورت مین دادو دہش کی مواظبت زیادہ کرنی چاہیے اور اگر غیر مستحقون کو دینا آسان اور لذیذ معلوم ہوتا ہو بہ نسبت امساک واجبی کے تو اپنے اوپر فضول خرچی کا غلبہ سمجہو اور اس صورت مین امساک کی مواظبت کیطرف رجوع کرو اور اسیطرح نفس کے افعال کو دیکہکر اونکی سہولت اور اشکال سے عادت پر استدلال کرتے رہو یہانتک کہ علاقہ دل مال کیطرف التفات سے منقطع ہو جاوے اور بذل اور امساک دونون کی طرف رجوع نکرے بلکہ مال کا حال پانی کا سا ہو جاوے کہ اگر امساک بہی ہو تو کسی محتاج کی حاجت کے لیے ہو اور بذل بہی ہو تو ایسا ہی کچہہ ہو مگر ان دونون کو ایک دوسرے پر غلبہ نرہے پس جو قلب اسیطرح کا ہو جاوے گا وہ اس مقام خاص سے سالم رہیگا اور تمام اخلاق سے سالم ہونا ضرور ہے یہانتک کہ متعلقات دنیا مین سے کسی چیز کا علاقہ نرہے اور یہان سے روح ایسی اوٹہہ جاوے نہ خود دنیا کا التفات ہو نہ اوسکی لوازم کا شوق اسوقت پروردگار کے سامنے اطمینان کے ساتہہ

جاویگا کہ وہ اس سے راضی اور یہ اوس سے خوش اور بندگان مقرب یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی جماعت مین داخل ہوگا جو عمدہ رفیق ہین اور ازانجا کہ درجہ اوسط دونون طرفون مین نہایت باریک بلکہ بال سے زیادہ پتلا اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو بالضرور جو اس صراط المستقیم پر دنیا مین قائم رہیگا وہ اسیطرح آخرت کی پل صراط پر گذریگا اور چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ صراط مستقیم درجہ اوسط سے البتہ ایک نہ ایک طرف کو جھک جاتا ہی اسی لیے اوسکا قلب متعلق اوسی جانب کے ہوتا ہے جسطرف کہ جھکا ہے اور ہمین لحاظ کچھہ نہ کچھہ عذاب اور گذر دوزخ ضرور ہوگا گو بجلی ہی کیطرح نکل جاوی اللہ تعالے فرماتا ہے وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا یعنے وہ لوگ کہ صراط مستقیم سے اکثر قریب رہی بعید کمتر ہے اور اسی استقامت کی دشواری کی جہت سی ہر روز بندہ پر اشنار قراءت الحمد مین سترہ بار یہ دعا واجب ہوئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کردیا اسکی وجہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوسمین حکم خداوندی یون ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ اس سے معلوم ہوا کہ استقامت راہ راست پر نہایت دشوار ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ اگر استقامت حقیقی میسر نہو تو اوس سے قرب ہی کے لیے کوشش کی جاوے غرض کہ جو شخص اپنی نجات چاہے تو بدون عمل صالح نہوگی اور اعمال صالح عمدہ اخلاق سے ہوتی ہین اسلیے ضرور ہی کہ آدمی اپنے صفات اور اخلاق کیطرف متوجہ ہو اور ایک ایک کا علاج برتیب کرے خداوند کریم ہمکو توفیق نصیب فرماوے

## ساتوان بیان اوس طریق کا جس سے انسان اپنے عیب پہچانے

جاننا چاہیے کہ جب خدا تعالے کو کسی کے ساتھہ بھلائی کرنی منظور ہوتی ہے اوسکی نظر کو خود اوسکے عیبون کیطرف پھیر دیتا ہے پس جسکی عقل تیز ہوتی ہے اوسپر اوسکے عیب پوشیدہ نہین رہتے اور عیب کے معلوم ہونیکی بعد علاج بھی ممکن ہے مگر افسوس کہ لوگ اپنے عیبون سے جاہل ہین دوسرونکے عیوب ذرا ذرا سا معلوم کرتے ہین لیکن اپنے بڑے عیب بھی نہین جانتے قطعہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | اے ہنرہا نہادہ برکف دست | | عیبہا را گرفتہ زیر بغل | |
| | تا چہ خواہی خریدن اے مغرور | | روز درماندگی بسیم دغل | |

پس جو کوئی اپنے عیب جاننا چاہے اوسکے چار طور ہین اول یہ کہ جو مرشد کہ عیوب نفس جان سکتا اور آفات پوشیدہ کو معلوم کرسکتا ہو اوسکے سامنے بیٹھے اور اپنے آپکو اوسکے حوالے کرے اور جو کچھہ وہ مجاہدہ بتلاوے اوسکی بموجب عمل کرے یہ حال مرید کا مرشد کے ساتھہ ہے کہ مرشد عیوب نفس اور علاج دونون

تبلا دیتا ہے مگر اسوقت مین ایسے شخص کا وجود کمیاب ہی دوسرے یہ کہ کسی اپنے دوست صادق
متدین عقیل سے کہے کہ میرے احوال اور افعال کو تاکتے رہو اور جو کچھ میرے اخلاق و افعال ظاہری
و باطنی مین برا معلوم ہو اوس سے مجکو اطلاع کرو اور اکابر ائمہ دین اسیطرح کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اوس شخص پر جو مجکو میرے عیب تبلا دے اور حضرت سلمان فارسی
سے اپنے عیب پوچھا کرتے جب حضرت سلمان آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی
بات بھی میری تم تک پہونچی ہے جو تمہین بری معلوم ہوا اونہون نے عرض کیا کہ اس بات سے
مجکو معاف رکھیے آپ نے بہت اصرار سے پوچھا تو انہون نے کہا کہ مینے سنا ہی کہ آپ نے دسترخوان پر
دو سالن جمع کیے اور آپ کے پاس دو لباس ہین ایک رات کا ایک دن کا آپ نے فرمایا کہ انکے سوا کچھ
اور سنا ہے انہون نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ ان دونو سے تسلی رکھو انکی ایک وجہ ہی اور حضرت حذیفہ
سے پوچھتے کہ آپ منافقین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہین یہ تبلاؤ کہ مجھمین
تو کوئی نشان نفاق کا نہین باقی سبحان اللہ باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ
اپنے نفس کو اسقدر متہم کرتے تھے پس جو کوئی عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہوگا وہ عجب کم
کریگا اور سب سے زیادہ وہ اپنے نفس پر تہمتین باندھیگا اور اس زمانہ مین ایسا دوست ملنا دشوار ہی کہ منہ
دیکھے پر کا لحاظ برطرف کرکے عیب تبلا دے یا حسد کے باعث جتنا چاہیے اوس سے زیادہ کہی آجکل کے
دوست حاسد اور خودغرض ہین کہ جو عیب نہو اوسکو بھی عیب جانین یا خوشامد کی مارے عیب چھپادین
اسی جہت سے داؤد طائی نے لوگون سے کنارہ کرلیا تھا جب اونسے پوچھا کہ لوگون سے آپ کیون
نہین ملتے اونہون نے کہا کہ مین ایسے لوگون سے ملکر کیا کرون جو میرے عیب پوشیدہ رکھین غرضکہ
ارباب دین کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ دوسرے کے تبلانے سے اپنی عیبون پر متنبہ ہون لیکن اب زمانہ
ایسا ہوگیا ہے کہ جو کوئی نصیحت کی بات کہے اور ہمکو ہمارے عیب تبلاوے وہ سب سے زیادہ دشمن گنا جاتا ہے
اور یہ علامت ضعف ایمان کی ہے کیونکہ اخلاق بد مثل سانپ اور بچھو کے ہین پس اگر کوئی ہم سے
یون کہے کہ تمہارے کپڑون مین بچھو ہے تو اوسکا ممنون ہونا چاہیے اور خوش ہوکر اوسکی علیحدہ کرنے
اور قتل کرنے مین کوشش کرنی چاہیے حالانکہ بچھو کا زہر اور رنج صرف ایک روز یا اوس سے بھی کم رہتا ہے
اور اخلاق بد کا وبال یہ خوف ہی کہ بعد موت بھی ہمیشہ کو ہزارون برس ہی تو جو کوئی اونکا
حال ہمکو تبلاتا ہے اوس سے خوش نہین ہوتے اور اونکی دور کرنے مین مشغول نہین ہوتے بلکہ
اوسکے مقابلہ مین کوئی عیب نصیحت کنندہ کا کہنے لگتے ہین کہ تم مین بھی تو فلان عیب ہے اور اس

عیب جوئی کی جہت سے اوسکی نصیحت کا فائدہ مہمل ہو جاتا ہے اور یہ امر کثرت ذنوب سے سختی دل کا نشان ہے اور اصل سب کی وہی ضعف ایمان ہے ہم اللہ سے چاہتے ہیں کہ ہمکو راہ ہدایت کی دکھلاوے اور ہمارے عیبوں پر ہمکو مطلع کرکے اونکے علاج میں مصروف کردے اور اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ جو کوئی ہمکو عیب بتلاوے اوسکے ممنون اور مشکور ہوں تیسرا طور یہ ہے کہ اپنے عیب دشمنوں کی زبانی معلوم کرے کہ وہ لوگ عیوب ہی کی درپے رہتے ہیں اور غالب یہ ہے کہ آدمی اس باب میں بنسبت دوستوں کے دشمنان عیب جو سے زیادہ نفع حاصل کر سکتا ہے اس لیے کہ دوست خوشامد کی جہت سے عیب نہیں ظاہر کرتے مگر آدمی کی پیدائش میں یہ بات ہے کہ دشمن کے قول کو جھوٹا اور مبنی بر حسد جانتے ہیں لیکن اہل بصیرت دشمنوں کے قول سے بھی فائدہ مند ہوتے ہیں اس لیے کہ برائیاں ضرور اونکی زبانوں پر مذکور ہوتی ہیں چوتھا طور یہ ہے کہ آدمیوں میں ملکر جو بات اونمیں بری دیکھے اپنے نفس کو اوس سے متنبہ کرے اس لیے کہ مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے دوسرے کی عیب دیکھکر اپنے عیب معلوم کر لے اور جان لے کہ طبیعتیں سب کی قریب قریب ہوتی ہیں جو بات ایک میں ہوگی اوسکی اصل دوسرے میں بھی ہوگی یا اوس سے بڑھکر ہوگی اس طرح جو بات دوسرے سے بری معلوم ہو اوس بات کو اپنے نفس سے دور کرے اور یہ تادیب بہت عمدہ ہے اگر آدمی اسپر عمل کریں تو مرشد و مودب کی کچھ حاجت نہو حضرت عیسی علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ آپکو ادب کس نے سکھلایا آپ نے فرمایا کہ مجھکو کسی نے ادب نہیں سکھلایا جاہل کی جہالت مجھکو بری معلوم ہوئی اوس سے میں کنارہ کیا اور یہ طور اون لوگوں کے لیے ہیں جنکو ایسا اوستاد کامل میسر نہو جو عارف اور ذکی اور عیوب نفس سے واقف ہو اور شفقت سے دین کی نصیحت کرے اور اپنے نفس کی تہذیب سے فارغ ہو کر اللہ کے بندوں کی تہذیب و تعلیم میں مشغول ہو ورنہ جسکو ایسا مرشد میسر آجاوے تو گویا طبیب ملگیا اوسکا پیچھا نچھوڑے وہ اس کا مرض کھو دیگا اور ہلاک سے بچا دیگا

## آٹھواں بیان دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت کا اس بات پر کہ امراض قلوب کا علاج شہوات کے چھوڑنے سے ہے اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہے

جاننا چاہیے کہ بیان مذکورہ بالا کو بنظر تامل اور اعتبار کے دیکھا جاوے تو آدمی کی بصیرت کھل جاوے اور امراض قلوب مع اونکے علاج کے نور علم و یقین سے معلوم ہو جاویں اگر اس سے

عاجز ہو تو یہ ضرور چاہیے کہ اسکی تصدیق اور ایمان براہ تقلید حاصل ہو کیونکہ ایمان کا جدا درجہ ہے اور علم کا جدا علم بعد ایمان کے حاصل ہوتا ہی اور اوسکا درجہ بھی ایمان کے اوپر ہے قال اللہ تعالی یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس جس شخص نے اس بات کی تصدیق کی کہ شہوت کی مخالفت موصل الی اللہ ہے اور اسکا سبب اور بھید نہین جانا تو وہ ایمان والون مین ہی اور جب سبب اور بھید پر بھی وقوف ہو گیا تو علم والا مومن ہو وکلا وعد اللہ الحسنی اور اس بات پر ایمان لانا قرآن وحدیث و اقوال علما سے ثابت ہے اللہ تعالی فرماتا ہی ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور فرمایا اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی اسکی تفسیر یونکی ہی کہ اونکے دلون سے محبت شہوات نکال لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومن بین خمس شدائد مومن یحسدہ ومنافق یبغضہ وکافر یقاتلہ وشیطان یضلہ ونفس ینازعہ پس بیان فرمایا کہ آدمی کا نفس دشمن نزاع کنندہ ہی اور اوس سے مجاہدہ واجب ہے اور ایک روایت مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داود اپنے اصحاب کو شہوات کے کہانے سے ڈرا اور بچا کیونکہ جن قلوب کی عقلین شہوات دنیا وی سے متعلق ہین وہ مجھسے محجوب ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ خوشحال اوس شخص کا جسنے حال کی شہوت کو بن دیکہی وعدہ کے لیے چہوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگونکو فرمایا جو جہاد سے پہر کر آئے تھے مرحبا بکم قدمتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر لوگون نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا جہاد النفس اور فرمایا المجاہد من جاہد نفسہ فی طاعۃ اللہ عز وجل اور فرمایا کف اذاک عن نفسک ولا تتابع ہواہا فی معصیۃ اللہ تعالی اذاً تخاصمک یوم القیامۃ فیلعن بعضک بعضا الا ان یغفر اللہ تعالی ویستر اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ نفس سے سخت تر علاج مینے کسی چیز کا نہین دیکہا کبہی تو میری مفید ہوتا ہی اور کبہی مضر اور ابو العباس موصلی اپنے نفس سے کہتے کہ نہ تو شہزادونکے ساتہہ دنیا کا مزا پاتا ہی نہ آخرت کی طلب مین عابدونکے ساتہہ محنت اٹہاتا ہی کیا مجکو دوزخ اور جنت کی بیچ مین قید کریگا شرم نہین کرتا اور حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نفس سے زیادہ سرکش گہوڑے کو بھی سخت لگام کی حاجت نہین ہے اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ نفس کے ساتہہ ریاضت کی تلوارون سے لڑنا چاہیے اور ریاضت چار طرح پر ہے تہوڑا کہانا تہوڑا سونا بقدر حاجت بولنا اور سب لوگون کی ایذا کو سہنا تہوڑے کہانے سے شہوت مرجاتی ہے اور تہوڑے سونے سے نیت صاف ہوتی ہی اور کم بولنے سے آفتون سے سلامت رہتا ہی اور ایذا کی برداشت سے اقصے مراتب کو پہونچتا ہے اور بندہ پر حلم اور برداشت جفا کے

برابر کوئی چیز سخت نہین پس جب نفس مین سی ارادہ شہوات کا اُٹھے یا تیزی کلام بیہودہ کی اوس سے جوش مارے اوسیوقت چاہیے کہ شمشیر قلت طعام غلاف کمخوابی سے برہنہ کرے اور خاموشی کا تازیانہ اوسپر جڑے یہانتک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اوسکے وبال سے چھوٹے اور کدورت شہوات سے اوسکو پاک و صاف کر دے تب کہین اوسکی آفتونسے چھٹی ملے اسوقت نوری اور روحانی ہلکا پھلکا ہوجاویگا اور میدان خیرات مین دوڑتا پھریگا اور طاعت کی رستون مین سرپٹ گھوڑیکی طرح جولانیان کریگا اور ایسا ہو جائیگا جیسے بادشاہ چمن مین سیر کرتا ہی اور یہ بھی اونھون نے ہی فرمایا ہی کہ انسان کے دشمن تین ہین دنیا اور شیطان اور نفس تو دنیا سے تو زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اوسکی مخالفت کرنے سے اور نفس سے ترک شہوات سی اور بعض حکما کا قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہوجاتا ہی وہ اوسکی چاہ کی چاہ مین قید ہوجاتا ہی اور بیڑیان اور طوق پڑجاتا ہے باگ اوسکے قبضہ مین ہوتی ہے جدھر چاہتا ہے لیے پھرتا ہی قلب کو فوائد سے مانع ہوتا ہے اور امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسپر علما و حکما کا اتفاق ہے کہ عیش دائمی بے عیش چھوڑے نہین ملتا اور ابو یحیی وراق فرماتے ہین کہ جس نے اعضا کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اوسنے مزرعہ دلمین تخم ندامت بویا اور وہب بن الورد فرماتے ہین کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس مین داخل ہی اور یہ بھی اونکا قول ہے کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبت کرتا ہی چاہیے کہ ذلت کیواسطے تیار رہے اور روایت ہی کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اوسوقت مین کہ آپ مالک مصر ہوگئے تھے عرض کیا اے یوسف حرص اور شہوت نے بادشاہونکو غلام کر دیا اور صبر و تقوی نے غلامون کو بادشاہ بنا دیا آپ نے فرمایا کہ تو خدا ہی نے کہا ہے اِنَّہُ مَن یَّتَّقِ وَیَصبِر فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحسِنِینَ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ ایک دفعہ رات کو مین جاگا اور نماز پر کھڑا ہوا کچھہ وہ لذت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تھی تو ارادہ کیا کہ سو رہون یہ بھی نہ ہو سکا پھر بیٹھنا چاہا تو وہ بھی ممکن نہ ہوا آخر مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ایک آدمی کمل مین لپٹا ہوا رستہ مین لیٹا ہی جب اوسنے میری آہٹ پائی تو کہا کہ ای ابو القاسم اسوقت ذرا میرے پاس آ مینے کہا کہ میان صاحب پہلے سی تو آپ نے اطلاع نہین پائی اوس نے کہا کہ ٹھیک ہی مینے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمہارے دل کو میرے لیے حرکت دی مینے کہا کہ یہ تو اللہ تعالے نے کیا اب آپ فرمائین کیا مطلب ہے اوسنے کہا کہ نفس کا درد کسوقت اوسکا علاج ہوتا ہی مینے جواب دیا کہ جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہی تو اوسکو تکلیف ہوتی ہے مگر یہی اوسکا علاج اور دوا ہی پس وہ شخص اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوکر

ف ١ البتہ جو کوئی پرہیزگار ہوا اور ثابت رہی تو اللہ نہین کھوتا حق نیکی والونکا

کہنے لگا کہ سن میں نے تجکو بات بار ہی جواب دیا تھا تو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سنونگا اب سن لیا پھر وہ شخص چلدیا اور میں نے نہ پہچانا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹھنڈا پانی مجکو دنیا میں نہ دو ایسا نہو کہ آخرت میں اوس سے محروم رہوں اور ایک شخص نے عمر بن عبد العزیز سے پوچھا کہ میں کسوقت کلام کیا کروں آپ نے فرمایا کہ جب نفس خاموشی چاہے اوسنے پوچھا کہ چپ کسوقت ہوں فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسکو شوق جنت کا ہے وہ دنیا میں شہوات سے الگ ہے اور حضرت مالک بن دینار بازار میں پھرتے جب کوئی چیز اونکا جی چاہتی دیکھتے تو نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے بخدا کہ میں جو تجکو منع کرتا ہوں صرف تجکو اپنے نزدیک بڑا سمجھکر روکتا ہوں ان سب روایتوں سے معلوم ہوا کہ علما اور حکما کا اسپر اتفاق ہے کہ سعادت اخروی کا طریق سوای روکنے نفس کے ہوای نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہیں تو اسپر ایمان واجب ہے اور علم تفصیل اس امر کا کہ شہوات سے کون شی ترک کرنی چاہیے اور کونسی نہیں اوس بیان سے معلوم ہوتا ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اور اصل ریاضت اسکا نام ہے کہ جو چیز قبر میں نجاوے اوس سے نفس کو بقدر ضرورت بہرہ مند کرے یعنے کہانا اور لباس اور نکاح اور مسکن اور جو چیزیں کہ ضروری ہوں اونسے بقدر حاجت و ضرورت مستفید ہو اگر اسقدر سے کچھ بھی زیادتی کریگا تو اوسیقدر کے ساتھ انس والفت ہوگی جب مریگا تو اسی جہت سے تمنا دنیا میں پھر آنیکی باقی رہیگی اور دنیا میں آنیکی تمنا اوسیکو ہوگی جسکو آخرت سے بہرہ نہوا اور اس سے نجات کیصورت یہی ہے کہ قلب خدا کی معرفت اور محبت اور فکر میں مشغول رہے اور اوسیکا ہو رہے اور دنیا سے اوسقدر پر قناعت کرے جو فکر اور ذکر کے مانع نہو اور یہ باتیں سب اوسیکی عنایت سے میسر ہوتی ہیں پس جو کوئی اس ریاضت حقیقی تک پہونچ سکے اوسکے قریب پہونچنے کا قصد کرے اس باب میں لوگ چار طرح پر ہیں ایک وہ ہے کہ اوسکا قلب ذکر الٰہی میں مستغرق ہے اور دنیا کیطرف سوای ضرورت معیشت کے التفات ہی نہیں کرتا ایسا شخص صدیقین میں سے ہے مگر یہ رتبہ بہت دنونکی ریاضت اور مدت تک ترک شہوات کی بعد ملتا ہے ع

| | | | |
|---|---|---|---|
| | عمرے باید کہ یار آید بکنار | | این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند |

دوسرا وہ شخص ہے کہ دنیا میں اوسکا دل ڈوبا ہوا ہے اور اللہ تعالے کا ذکر صرف بطور حدیث نفس کے آجاتا ہے یعنے صرف زبانی ذکر کرتا ہے نہ دل سے تو ایسا شخص ہالکین میں سے ہے تیسرا وہ شخص ہے کہ دنیا اور دین میں دونوں میں مشغول ہے لیکن قلب پر دین غالب ہے تو ایسا شخص

آگ مین توضرور جائیگا مگر جسقدر دلپر غلبہ ذکر الٰہی ہوگا اوسیقدر جلد نجات پاویگا جو تہا وہ شخص ہی کہ دونون مین مشغول ہے مگر دنیا کا غلبہ دلپر ہے تو یہ شخص دوزخ مین زیادہ رہیگا لیکن اوسمین سے بیشک نکلے گا کیونکہ اگرچہ دنیا اوسکے دلپر غالب تہی مگر خدا کا ذکر بہی تہ دل سے کرتا تہا اوسیکی تو نتیجہ نجات حاصل ہوگی الٰہی ہمکو ذلت ورسوائی سے بچانا ۵

نفس وشیطان زد گریار راہ ما
رحمتت باد اشفاعت خواہ ما

بعضے لوگ یہ کہتے ہین کہ اشیاء مباح سے لذت لینی مباح ہے تو اس سے خدا کی دوری کیسے ہوگی مگر یہ اونکا خیال خام ہے بلکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ دوستی دنیا کی ہر ایک گناہ کی جڑ ہے اور ہر ایک حسنہ کو حبط کرتی ہے اور مباح شے جو ضرورت سی زیادہ ہو وہ مثنیٰ دنیا ہی ہے اور دوری کا سبب ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر ذم دنیا کے باب مین آویگا ابراہیم خواص کہتے ہین کہ مین ایک دفعہ پہاڑ لکام پر تہا مجکو انار نظر پڑے اور دل چاہا ایک توڑکر جو چیرا تو کہٹا پایا اوسے ڈالکر چلدیا راہ مین ایک شخص پڑا ہوا تہا اور اوسپر بہڑین جمع تہین مینے اوس سے کہا السلام علیک اوسنے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم مینے پوچہا کہ تمنے مجہے کیسے پہچانا اوسنے کہا کہ جو خدا کو پہچانتا ہے اوسپر کوئی چیز مخفی نہین رہتی مینے کہا کہ آپ تو رسیدہ ہین خدا سے دعا کیون نہین مانگتے کہ ان بہڑونسے تمکو بچا دے اوسنے جواب دیا کہ آپ بہی تو رسیدہ ہین دعا کیون نہین کرتے کہ انار کی خواہش سے تمہارے دلکو بچاوے بہڑونکا رنج تو دنیا ہی تک ہے شہوت کا دکہہ تو آخرت تک رہیگا مین چُپ ہوکر چلا گیا اور سری رح فرماتے ہین کہ چالیس برس سے میرا نفس یون چاہتا ہے کہ روٹی چہوہارے کی شیرہ مین ترکرکے کہاؤن مگر مینے نہ کہلائی اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح قلب طریق آخرت کی سلوک کے لیے نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو شہوات سے اور مباح چیزون کی لذت سے روکا نجاوے اسلیے کہ مباحات کی لذت سے محظورات مین پڑجاتا ہے مثلاً اگر کوئی چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو اوسکو چاہیے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضروریات دین کی اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے یہانتک کہ شہوت کلام فنا ہوجاوے پہر جو کلام نکلے گا وہ حق ہوگا اور سکوت و کلام دونون عبادت ہونگی اور جب آنکہہ مین یہ عادت ہو کہ ہر ایک اچہی چیز کیطرف پڑتی ہے تو حرام چیزون پر بہی پڑیگی اور علی ہذا القیاس اور شہوات کو خیال کرو کیونکہ حلال اور حرام دونونکی شہوت تو ایک ہی ہے اور بندہ کو حکم ہے کہ حرام سے شہوت کو روکیں اگر بمقدار حاجت پر کفایت کا عادی نہوگا تو شہوت کا غلبہ ہوجاویگا اور یہ ادنیٰ آفت مباحات کی ہے اسکی سوا اور بڑی آفتین ہین

وہ یہ ہی کہ لذت دنیا پاکر نفس خوش ہوتا ہی اور اوسکیطرف میل اور اطمینان کرتا ہی اور ازراہ
پہولا نہین سماتا اور ایسا ہوجاتا ہی جیسا کوئی مستالا کہ کبھی ہوش مین نہین آتا اور یہ خوشی
اوسکے حق مین زہر قاتل ہے کہ رگ وریشہ مین پہیل جاتی ہے اور دل سے خوف اور ذکر موت
اور اہوال قیامت کو یکلخت اڑا دیتی ہے اسی کا نام موت قلب ہے قرآن مجید مین اکثر جا مذمت
دنیا کی اور اوسپر خوش ہونیکی موجود ہی جیسا کہ ارشاد ہوا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا
اور فرمایا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ اور فرمایا اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ
وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ خدا تعالیٰ ان آفات سے بچاوے علاوہ ازین
جو لوگ ارباب قلوب مین محتاط ہین اونہون نے امتحان کیا ہے تو دنیاوی خوشی کی حالت مین دل کو
سخت اور سرکش اور ذکر الٰہی سے کم متاثر پایا اور غم کی حالت مین نرم اور صاف اور متاثر معلوم
کیا اس سے جان لیا کہ نجات آدمی کی اسی مین ہے کہ مدام غمگین رہے اور اسباب خوشی اور طغیان سے
کوسون دور اسی لیے اپنے نفسونکو اس بات کی عادت ڈالی کہ شہوات خواہ حلال ہون یا حرام
سب پر صبر کرے اور جتنے اوسکے مفر اور ٹہکانے تہے اوسکو سب سے علیحدہ کردیا اور یہ بہی جان لیا
کہ حلال شہوات مین بہی حساب ہوتا ہے جو ایک قسم کا عذاب ہی اس لیے کہ جس سے مناقشہ حساب
کا ہوگا عرصات قیامت مین کیسی تکلیف اوٹہاویگا ان باتونکے لحاظ سے اونہون نے اپنے نفسونکو
اس تکلیف سے بچایا اور شہوات کی غلامی اور قید سے چہوٹ کر دونون جہانکی آزادی اور بادشاہت
لی اور خدا تعالےٰ کے ذکر وطاعت سے شغل وانس حاصل کیا اور اپنے نفسونسے وہ معاملہ کیا جو باز سے
تادیب کی وقت کیا جاتا ہے یعنے اولاً باز کو اندہیرے مکان مین رکہتے ہین اور اوسکی آنکہین سیدیتے ہین
تاکہ ہوا مین اڑنا اور چہڑ پہاڑ رہنا جسکا پہلے سے عادی تہا وہ موقوف ہوجاوے بعد اوسکی اوسکو
گوشت پر لگاتے ہین تاکہ اپنے مالک کو پہچان لے اور جب اوسکی آواز سنے اوسکے پاس پہر آوے
اسیطرح نفس بہی اپنے رب سے مانوس نہین ہوتا اور نہ اوسکی ذکر سے الفت کرتا ہی لیکن اول اوس کی
عادتین خلوت اور عزلت سے چہڑائی جاتی ہین اور کان اور آنکہہ کو اونکے مالوف چیزونسے حفاظت
کیجاتی ہے پہر ذکر وثنا کی عادت ڈالی جاتی ہے یہانتک کہ اوسکو اسی سے انس ہوجاوے اور انس
دنیاوی مع تمام شہوات نسیاً منسیاً ہوجاوے اور یہ امر مرید کو اول مین گران گذرتا ہی مگر انجام مین
چاٹ پڑجاتی ہے جیسے شیرخوار لڑکے کا دودہ چہڑاوین تو کیسا روتا ہے کیونکہ دم بہر بہی اوسکو
بے دودہ پینے کی عادت نہ تہی اب دفعتہ روک دیا گیا اسی لیے بہت روتا ہی اور عوض دودہ کے

جو کھانا اوسکے سامنے لاتے ہین اوس سے بھی نفرت کرتا ہی مگر جب سرسے دودہ نہین ملتا تب بیچ
بعد چندی غلبہ بھوک مین بتکلف کچھ کھانے لگتا ہی یہانتک کہ پھر کھانا ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے
دودہ کا نام بھی نہین لیتا بلکہ اوسکو برا جانتا ہے اسیطرح بچھیرا اول اول لگام اور زین اور سواری
سے بھاگتا ہے لیکن بزبردستی اوس سے یہ کام لیا جاتا ہی اور چھوٹے رہنے کی عادت چھڑانے کو اگاڑی
پچھاڑی لگائی جاتی ہے مگر رفتہ رفتہ ایسا مؤدب ہو جاتا ہے کہ جس جگہ سوار چھوڑ دے وہانسے
نہین ہلتا گو بندھا نہو انہین چیزونکی تادیب کیطرح نفس کی تادیب بھی ہوتی ہے اور اوسکو ادب
اسطور دیتے ہین کہ لذائذ دنیاوی کے دیکھنے اور اونسے انس اور خوشی حاصل کرنے سے روک دیتے ہین
بلکہ جتنی چیزین کہ موت کے بعد اس سے چھوٹ جاتی ہین سب کا انس چھڑا دیتے ہین اور یون سمجھاتے
رہتے ہین کہ جس چیز کے ساتھ چاہے محبت کر انجام کو چھوڑنی پڑیگی جب اوسکو یقین ہو جاتا ہی
کہ جو شخص کسی چیز کی طرف دل لگاویگا بیشک درد فراق مین مبتلا ہوگا اور جدا ہونا ضروری ہی تو
اس نصیحت سے ایسی چیز کی محبت کرتا ہے جس سے کبھی جدا نہو یعنی ذکر الٰہی کہ قبر مین بھی ساتھ رہیگا
جدا نہوگا اور اس بات کے واسطے چندروز صبر کرنا پڑتا ہی یعنے مدت حیات تک جو بہ نسبت حیات
آخرت کی بہت ذراسی ہے دیکھو عاقل آدمی اس بات پر راضی ہوتے ہین کہ چندی سفر کر کے
کوئی کام یا پیشہ ایک آدھ مہینے مین ایسا سیکھ لین جس سے ایک برس خواہ عمر بھر کو چین ہو جاوے
پس اگر حساب کرو تو مدت زندگی بہ نسبت ابدالآباد کے اتنی بھی نہین ہے جتنی مدت ایک
مہینے کی ہے بہ نسبت ایام زندگی کے تو اتنے دنونکا صبر اور مجاہدہ اوس خوشی دائمی کے لیے
بہت ضرور ہے اور طریق مجاہدہ اور ریاضت کا باعتبار احوال ہر ایک انسان کے مختلف ہے
مگر کلیہ یہ ہی کہ اسباب دنیا مین سے جس شخص کو جس سے خوشی ہوتی ہو اوسکو ترک کردے مثلاً
جو لوگ مال اور جاہ سے خوش ہوتے ہون یا اپنے وعظ کی تاثیر سے خوش ہوتے ہون یا ریاست
و حکومت کی عزت سے یا کثرت تلامذہ سے خوش ہوتے ہون تو انکو چاہیے کہ اول ان چیزونکو
ویسی بھلا دین پھر اسکے بعد اگر کوئی چیز ان چیزون مین اونسے روک دی جاوے اور کہا جاوے کہ
تمکو اسکے کھونے سے کچھ آخرت کا ثواب کم نہین ہوگا اور وہ اس سے ناراض ہون اور رنج اٹھاوین
تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اون لوگون مین سے ہین کہ رَضُوا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا
اور یہ اونکے حق مین زہر ہے جب اسباب فرح کو چھوڑ دے تو لوگونسے الگ ہو اور اپنے دلکا نگہبان رہے
یہانتک کہ بجز ذکر اور فکر الٰہی کے اور کسی چیز مین مشغول نہو اور جو کچھ نفس مین وسوسہ یا شہوت

قولہ رضوا بالحیوة الدنیا یعنی راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اطمینان کیا اوسی پر

ظاہر ہوا اوسکو تاکتا ہے جبھی کچھہ پیدا ہوا فوراً اوسکی جڑ اڑا دے یعنے ظہور وسوسہ کے لیے کوئی سبب ضرور ہے پس اوسکا استیصال اس سبب کے قطع کر دینے سے ہوگا اور اسیطرح عمر بھر کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ نفس کی انتہا موت ہی ہے

## نوان بیان تحقیق علامات حسن خلق کا

جاننا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہین ہوتی پس جب ذرا سا مجاہدہ کرکے بڑے بڑے گناہ چھوڑ دیتا ہے تو جاننے لگتا ہے کہ اب مین مہذب ہوگیا اور مجھہ مین حسن خلق آگیا اب مجاہدہ کی ضرورت نہین اس لیے ضرور ہوا کہ علامات حسن خلق تبلا دیے جاوین کیونکہ حسن خلق عین ایمان ہے اور سوء خلق عین نفاق اور کتاب مجید مین خداوند کریم نے صفات مومنین اور منافقین کے بیان کر دیے ہین اور وہی سب نتیجہ حسن خلق اور سوء خلق کے ہین کچھہ ہم بیان کرتے ہین تاکہ نشانی حسن خلق کی معلوم ہوجاوے فرمایا اللہ تعالی نے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ آخر اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ تک اور فرمایا اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تک اور فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ آخر سورہ تک پس جس کسیکو اپنی حالمین کچھہ شک پڑے تو ان آیتونکے مطابق اپنے آپ کو دیکھے اگر سب باتین اوسمین انہین کے مطابق ہون تو حسن خلق حاصل ہوا اور اگر کوئی مطابق نہین تو سوء خلق کی علامت ہے اور اگر تھوڑی باتین مطابق ہین اور تھوڑی نہین تو اوسیقدر نقصان ہے ایسی صورت مین جو بات حاصل ہو گئی ہے اوسکی حفاظت کرے اور دوسری بات کی تلاش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو بہت صفات سے ذکر فرمایا اور ان سب سے اشارہ محاسن اخلاق کیطرف فرمایا مثلاً یہ ارشاد کیا اَلْمُؤْمِنُ یُحِبُّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ اور فرمایا مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ اور ایک روایت مین فَلْیُکْرِمْ جَارَهٗ ہے اور ایک مین فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ صفات مومنین کی حسن خلق ہی ہین چنانچہ ارشاد فرمایا اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا اور فرمایا اِذَا رَاَیْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوْتًا وَقُوْرًا فَادْنُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلَقَّنُ الْحِکْمَةَ اور فرمایا مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهٗ وَسَاءَتْهُ سَیِّئَتُهٗ فَهُوَ مُؤْمِنٌ اور فرمایا لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اَخِیْهِ بِنَظْرَةٍ تُؤْذِیْهِ اور فرمایا لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یُّرَوِّعَ مُسْلِمًا اور فرمایا اِنَّمَا یَتَجَالَسُ الْمُتَجَالِسَانِ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا یَحِلُّ لِاَحَدِهِمَا اَنْ یُّفْشِیَ عَلٰی اَخِیْهِ مَا یَکْرَهُهٗ اور بعض لوگون نے سب علامات حسن خلق کو جمع کر دیا ہے اور فرمایا کہ خوش خلق وہ آدمی ہے کہ کثیر الحیا کثیر الصلاح

کم آزار کم سخن بچیز مشغول کثیر العمل کم لغزش راست گفتار نیکوکار صاحب وقار صابر شاکر راضی حلیم
رفیق پارسا شفیق ہشاش بشاش ہو بدگفتار و دشنام دہندہ چغل خور غیبت کنندہ جلد باز کینہ ور
بخیل حاسد نہو بغض و غضب اللہ ہی کے واسطے کرے اور حب و رضا بھی اللہ ہی کے لیے انہی
باتوں سے خوش خلق ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علامات مومن اور منافق
کو پوچھا تو آپ نے فرمایا اِنَّ الْمُؤْمِنَ ھِمَّتُہٗ فِی الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَالْعِبَادَۃِ وَالْمُنَافِقُ ھِمَّتُہٗ فِی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ کَالْبَھِیْمَۃِ
اور حاتم اصم فرماتے ہین کہ مومن فکر و عبرت مین مشغول رہتا ہی اور منافق حرص و امل مین مومن
سوا خدا کے کسی سے توقع نہین رکھتا ہے اور منافق بجز اللہ تعالے کے سب سے متوقع رہتا ہی مومن
سوا خدا کے سب سے مامون و نڈر ہی اور منافق سوا خدا کے سب سے ڈرتا ہی مومن مال دیتا ہے
دین نہین دیتا اور منافق دین دیتا ہے مال نہین دیتا مومن حسنات کرکے روتا ہی اور منافق
گناہ کرکے ہنستا ہے مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہے اور منافق کو جماعت اور بھیڑ
اچھی لگتی ہے مومن کھیتی کرتا ہی اور اوسکے بگاڑ سے ڈرتا ہے اور منافق بیخ کنی کرتا ہے اور تخم
خرمن کی رکھتا ہے مومن امر و نہی سیاست کی کرکے اصلاح کرتا ہی اور منافق امر و نہی فساد کی
کرکے فساد کرتا ہی اور حسن خلق کا اول امتحان ایذا پر صبر کرنے سے ہوتا ہی بس جو کوئی دوسرے کی
بدخلقی کی شکایت کرے اوسکی بدخلقی کی دلیل ہے کیونکہ حسن خلق ایذا و جفا کی برداشت کا نام
ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر نجرانی موٹی کنارے کی اوڑھکر
تشریف لیے جاتے تھے اور آپکے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے ایک اعرابی رستہ مین ملا اور
چادر پکڑ کے اس زور سے کھینچا کہ چادر کا کنارہ آپکی گردن مبارک مین گھس گیا اور کہا کہ اے محمد ص
تمہارے پاس جو خدا کا مال ہے اوسمین سے مجھے بھی دو آپ نے اوسکی طرف دیکھا اور ہنسکر اوسکو کچھ
دلوا دیا اور جب قریش نے ایذا و ضرب آپ پر بہت روا رکھی تو فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ
لَا یَعْلَمُوْنَ اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلام آپ نے احد کی لڑائی مین فرمایا تھا بہر صورت انہین
باتون سے اللہ تعالے نے آپکی شان مین فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ پ ۲۹ اور روایت ہی کہ ایک
روز ابراہیم ادہم کسی جنگل مین جاتے تھے ایک سپاہی ملا اوسنے کہا کہ تو بندہ ہی آپ نے فرمایا کہ ہان
اوسنے پوچھا کہ بستی کدہر ہی آپ نے قبرستان کیطرف اشارہ کردیا اوسنے کہا کہ مین آبادی پوچھتا ہون
آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہے اس سے سپاہی کو غصہ آیا سر مین ایسا کوڑا مارا کہ سر پھٹ گیا
اور اونکو شہر مین پکڑ لایا جب دوست آشنا آئے اور حال پوچھا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا اونہون نے کہا

کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہین سپاہی گھوڑے سے اتر پڑا اور آپکے ہاتھ پاؤن چومنے لگا اور عذر کرنے لگا
بعد اسکے لوگون نے انسے کہا کہ آپ نے کیون فرمایا تہا کہ مین بندہ ہون آپ نے فرمایا کہ اوسنے مجھے
یون نہین پوچھا کہ تو کس شخص کا بندہ ہے بلکہ یون پوچھا کہ تو بندہ ہے چونکہ مین بندہ خدا تہا اسواسطے
کہدیا کہ بندہ ہون جب اوسنے مجھے مارا تو مینے اوسکے لیے دعا جنت کی مانگی لوگون نے پوچھا اوسنے تو
آپ پر ظلم کیا تہا آپ نے فرمایا کہ یہ مجھکو یقین تہا کہ اس مصیبت پر مجھکو ثواب ملیگا تو مینے یہ اچھا نجانا کہ اوسکی بدولت
مجھکو ثواب ملے اور میری طرف سے اوسکو عذاب ہو ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت
کی بہانے بلایا جب آپ اوسکے گہر گئے تو کہا کہ اسوقت تو مجھسے کچھ بن نہین سکا آپ وہان سے پہر آئے
جب بہت دور نکل آئے پہر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اسوقت موجود ہے اوسی پر قناعت کیجیے جب دروازہ پر
پہونچے تو جیسا پہلے کہا تہا ویسا کہا پہر آپ لوٹ گئے اسیطرح کئی بار بلایا اور پہر لوٹا دیا مگر آپ ذرا ملول نہ
ہوئے پہر تو وہ شخص پاؤن پر گر پڑا اور کہا کہ مینے آپکو آزمانا چاہا تہا سبحان اللہ کیا خلق ہے آپ نے فرمایا
کہ جو بات تونے میری دیکھی وہ تو صفت کتے کی ہے کہ جب بلاو چلا آوے اور ہنکاو تو ہٹ جاوے
اور یہہ بہی انہین کا ذکر ہے کہ کسی روز سوار ہوکر ایک کوچہ مین گذرے اوپر سے کسی نے اوپر راکہہ پہینک
دی آپ اتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑون پر سے راکہہ جہاڑ دی اور کچہہ نہ کہا لوگون نے کہا کہ تم
نے راکہہ ڈالنے والے کو جہڑکا نہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تہا اوسپر راکہہ پڑی تو اوسکو غصہ کرنا مناسب
نہین اور روایت ہے کہ حضرت علی بن موسی الرضا کا رنگ سانولا تہا اس جہت سے کہ آپکی والدہ
حبشن تہین نیشاپور مین آپکے دروازہ پر ایک حمام تہا جب آپ حمام مین جایا چاہتے تہے تو حمامی
آپ کے لیے حمام خالی کر دیا کرتا تہا ایک روز جو آپ حمام مین تشریف لے گئے وہ دروازہ بہیڑ کر کسی
کام کو چلا گیا اتنے مین ایک شخص رستاقی آیا اور حمام کا دروازہ کہولکر اندر گہسا اور کپڑے اتار کر
حمام مین گیا آپ کو دیکہکر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہے آپ سے کہا کہ اٹہکر میرے لیے پانی لا آپ نے
اوسکا کہنا کیا اور جو جو کہتا گیا کرتے گئے جب حمامی پہر کر آیا اور رستاقی کے کپڑے دیکہے اور اوسکی
گفتگو آپ کے ساتہہ سنی ڈر کر بہاگ گیا جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کو پوچہا لوگون نے کہا کہ وہ خوف کے مارے
بہاگ گیا آپ نے فرمایا کہ اوسکو بہاگنا کیا ضرور تہا قصور اوسکا ہے جسنے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا
اور ابو عبداللہ خیاط کے حال مین لکہا ہے کہ آپ دوکان پر بیٹہتے اور کپڑا سیتے ایک مجوسی جو آپسے
دشمنی رکہتا تہا اپنا کپڑا اسلئے لاتا اور کہوٹے درم مزدوری مین دیتا آپ اونکو لیکر نہ واپس کرتے
اور نہ اوسکو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپ کو نہ پایا آپکا شاگرد بیٹہا تہا اوسکو

اجرت دیکر اپنا کپڑا مانگتا شاگرد نے کھوٹا دام دیکھکر پھیر دیا جب وہ عبداللہ آئے تو اونسے حال کہا آپ نے فرمایا کہ تو نے برا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہے اور میں چپ چاپ اجرت لیکر کنوئیں میں ڈالدیتا ہوں تاکہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ ہووے اور یوسف بن اسباط رح فرماتے ہیں کہ حسن خلق کی علامت دس باتیں ہیں قلت خلاف حسن انصاف انتقام نہ لینا گناہ ہونیکا برا جاننا عذر کرنا اپنے نفس کو ملامت کرتے رہنا دوسرونکی عیوب سے قطع نظر کر کے اپنے عیوب کو پہچاننا چھوٹے بڑے سے کشادہ پیشانی پیش آنا اپنے سے ادنے اور اعلے کی ساتھ نرمی سے بولنا کسی شخص نے سہل تستری رح سے پوچھا کہ حسن خلق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ادنے یہ ہے کہ انتقام نہ لے اور ایذا کو سہے اور ظالم پر رحم کر کے اوسکے لیے دعاء مغفرت مانگے اور احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگون نے پوچھا کہ اونکی حلم کا کیا حال ہے آپ نے کہا کہ ایک روز وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے اونکی لونڈی ایک سیخچہ جسپر کباب چڑہے تھے لیکر آئی اوس کی ہاتھ سے چھوٹکر اونکی ایک لڑکے صغیر سن پر گرا اوسکی صدمہ سے وہ لڑکا مرگیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کہ مجھ خوف نکر میںنے تجھے للہ آزاد کیا اور حضرت اویس قرنی رح کا حال لکھا ہے کہ جب آپ کو لڑکے دیکھتے تو پتھر مارتے تھے آپ اونسے کہتے کہ بھائیو اگر مارنا ضرور ہی ہے تو چھوٹے پتھر مارو کہ میری پاؤن سے خون نہ نکلے اور نماز کا حرج نہو اور احنف بن قیس کو ایک آدمی نے گالیان دینی شروع کین آپ چپ چاپ چلے گئے جب محلہ کے قریب پہونچے تو ٹھہرکر اوس سے یہ کہا کہ اگر کچھہ اور جی مین ہو تو یہین ابھی کہہ لے ایسا نہو کہ محلہ کا کوئی بیوقوف تیری آواز سنے تو تجھے ایذا دے اور حضرت علی رض نے ایک بار اپنی ایک غلام کو پکارا وہ نہ بولا پھر آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا آپ خود اوسکی پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپ نے پوچھا کہ پھر جواب کیون نہین دیا اوسنے عرض کیا کہ مجھکو یہ خوف تو تھا ہی نہین کہ آپ مارینگے اس لیے کسل کر گیا آپ نے فرمایا کہ مین نے للہ تجھے آزاد کیا اور مالک بن دینار رح کو ایک عورت نے پکارا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بھول گئے تھے اور یحیی ابن زیاد حارثی کے پاس ایک غلام بدخلق تھا لوگون نے اونسے کہا کہ آپ اسکو کیون رکھتے ہین آپ نے فرمایا تاکہ مین اس سے حلم سیکھون ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان لوگونکی نفوس ریاضت سے ڈھلے ہوکر انکے اخلاق اعتدال پر آگئے تھے اور دغا و خیانت اور حقد سے دل صاف تھا اوسکا ثمرہ یہ ہوا کہ تقدیرات الٰہی پر راضی ہوئے جو کہ اقصی غایت حسن خلق کی ہے کیونکہ جو شخص خدا کی کام کو اچھا

اور اوسپر راضی نہو تو اوسکی نہایت بدخلقی ہے ان لوگونکی ظاہر مین علامتین حسن خلق کی
موجود نہین جیسا کہ مذکور ہوا پس اگر کوئی شخص اپنے نفس مین یہ علامات نپاوے تو اوسکو متصف
بحسن خلق نہ خیال کرے اور دہو کھا نہ کھاوے بلکہ ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہو یہانتک
کہ درجہ حسن خلق نصیب ہووے یہ درجہ نہایت عظیم الشان ہے مقربین و صدیقین ہی اوسکو پہونچتے ہین

## دسوان بیان لڑکونکی ریاضت اور تادیب اور تحسین اخلاق کا

واضح ہو کہ لڑکونکی تہذیب ایک امر نہایت ضروری ہے اور لڑکا ما باپ کی پاس امانت ہے اور اوسکا
قلب ایک جوہر نفیس سادہ ہر نقش و صورت سے خالی ہر ایک نقش کی قابل ہے اور جسطرف کو مائل
کرو اوسطرف میلان کے لائق ہوتا ہے مثلاً اگر تعلیم خیر کی پاوے اور اوسکا عادی کیا جاوے تو بڑا
ہوکر بھی ایسا ہی رہیگا اور دونون جہان کی سعادت لیگا اور اس ثواب مین ما باپ اور استاد ادب
شریک رہینگے اور اگر برائی کا عادی ہوگا اور جانورونکی طرح بے غور چھوڑا جاویگا تو تباہ ہو جاویگا
اور اوسکا وبال اوسکی مربی پر ہوگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا
تو جب باپ دنیا کی آگ سے اپنی اولاد کو بچاتا ہے تو آخرت کی آگ سے بچانا بطریق اولے ضرور ہے
اور اوسکی حفاظت نار آخرت سے اسطرح ہے کہ ادب اور تہذیب اور محاسن اخلاق سکھاوے اور صحبت
بد سے بچاوے زینت اور بناو سنگار اور لذت اور آرام طلبی اوسکی نظرونمین حقیر کرے تاکہ بڑا ہوکر
انکی طلب نکرے اور ہلاک ابدی سے بچے بلکہ شروع ہی سے اوسکی حفاظت ضرور ہے یا نیطور کہ اوسکو
کسی عورت نیک بخت متدین حلال خوار کا دودہ پلاوے کیونکہ حرام کے دودہ مین برکت نہین ہوتی
اور جب لڑکپن مین حرام کا دودہ پیتا ہے تو اوسکے خمیر مین رچ جاتا ہے بڑا ہوکر خبث کیطرف میل کرتا ہے
اور جب اوسمین کچھہ تمیز شروع ہو تب زیادہ حفاظت ضرور ہے اور شروع تمیز حیا کے ظاہر ہونے سے
ہوتی ہے اس لیے کہ جب لڑکا بعض افعال حیا کے سبب چھوڑ دیتا ہے تو یہ اسی سبب سے ہوتا ہے
کہ عقل کے نور کی جھلک اوسمین آتی ہے اور بعض چیزونکو بہ نسبت بعض کے برا جانتا ہے تو افعال
بد سے حیا کرنے لگتا ہے اور یہ امر خدا کی عنایت سے ہے اور اعتدال اخلاق اور صفاء قلب پر دلالت
کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہونے پر کمال عاقل ہوگا تو ایسے شرمالو لڑکے کو مہمل نہین چھوڑنا چاہیے
بلکہ حیا اور تمیز پر تادیب مین اوسکی مدد کرنی چاہیے اول اول جو صفت کہ لڑکے پر غالب ہوتی ہے
وہ خواہش کھانیکی ہے تو اوسیکے ادب اوسکو سکھانے چاہیئین کہ داہنے ہی ہاتھ سے کھاوے اور کھانے پر
بسم اللہ کہے اور اپنے سامنے سے کھاوے اور دوسرونسے پہلے کھانا شروع نکرے اور کھانیکی طرف گھورے نہین

ت ۱ اے ایمان والو بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والونکو آگ سے ۱۲

اور نہ کسی کہانے کیطرف تاکے اور جلد جلدی جلدی نہ کہاوے اچھی طرح چبا کر کہاوے اور پے درپے
لقمہ منہ مین نہ دے اور ہاتھہ اور کپڑا نہ بہرے اور کبہی کبہی روکھی روٹی کی بہی عادت ڈالنی چاہیے
کہ یہ نجانے کہ سالن کے ساتہہ ہی کہانا ضرور ہے اور بسیار خواری کی مذمت اوسکے سامنے کرنی چاہیے
اسطرح کہ جو زیادہ کہاتا ہے وہ چوپایونکی طرح ہے یا کسی لڑکے بسیار خوار کی مذمت اوسکے سامنے
بیان کیجاوے اور کم خوار کی ثنا کیجاوے اور اوسکی نظر مین یہ بات بہی اچھی جتانی چاہیے کہ کہانا
دوسرونکو دیدیا کرے اپنی آپ اوسکی پروا کم کرے اور دال دلیہ جو کچہہ میسر آوے اوسپر قناعت کرے
اور کپڑونمین سے سفید کپڑا اوسکو پسند کرانا چاہیے رنگین اور ریشمی کو کہدینا چاہیے کہ یہ عورتون اور
مخنثونکا لباس ہے مرد اوسکو برا جانتے ہین اور اسیطرح کئی بار اوس سے کہا جاوے اور جب کوئی لڑکا
رنگین اور ریشمی کپڑا پہنے نظر پڑے اوسکی حقارت اوسکے سامنے بیان کرین اور اوسکو ایسے لڑکو
صحبت سے بچانا چاہیے جنکو شوق و عادت آرام طلبی اور عمدہ پوشاک کی ہو اور ایسونسے بہی نہ ملنے دے
جنکے کہنے سے اوسکے دلمین ان باتونکی رغبت ہوجاوے اس لیے کہ ابتدا مین اگر لڑکے کی خبر گیری
نہین ہوتی تو اکثر عادات بد اوسمین پیدا ہوتے ہین جہوٹا حاسد چور جہگڑالو چغل خور بیہودہ گو ہنسوڑا
مکار بے پروا ہوجاتا ہے ان امور سے بچاو بہت حسن تادیب سے ہوتا ہے بعدہ مکتب مین بہیجنا چاہیے
اور قرآن و حدیث اور صلحا کی حکاتین سکہانی چاہیین تاکہ محبت صالحین کی اوسکے دلمین جمے
اور ایسے اشعار جنمین عشق و عاشق کا ذکر ہو اوسکو پڑہنے نہ دیوین بلکہ جو لوگ ایسے اشعار کو ظرافت
اور ہوشیاری جانتے ہون اونسے بہی نہ ملنے دین کہ ان اشعار سے فساد کا بیج دل مین پڑتا ہے
اور جب لڑکا کوئی عمدہ کام کرے تو چاہیے کہ اوسکو کچہہ انعام دین کہ جس سے خوش ہو اور لوگ
اوسکی تعریف کرین اور اگر کبہی ایک آدہ مرتبہ امر خلاف کرے تو اوس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اوسکا
پردہ نہین کہولنا چاہیے خاص کر ایسی صورت مین کہ خود لڑکا اوس کام کو چہپاوے اور اوسکے
پوشیدہ رکہنے مین جد و جہد کرے کیونکہ اگر اوسکو معلوم ہوجاویگا کہ اس امر کے ظاہر ہونے سے کچہہ نہین
تو آیندہ کو جرات ہوگی اور راز کہلنے کی پروا نہ رہیگی اگر دوبارہ اوس حرکت کو کرے تو اوسکو پوشیدہ عتاب
کرنا چاہیے اور تاکید سے کہنا چاہیے کہ خبردار آیندہ ایسا مت کرنا اگر پہر کروگے تو لوگون مین فضیحت ہوگی
اور ہر وقت عتاب نہین کرنا چاہیے اس ملامت کا عادی ہوجاتا ہے اور بری باتین کرنیکی جرات
بڑہجاتی ہے کلام کی تاثیر دل سے جاتی رہتی ہے ٭

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

اور باپ کو چاہیے کہ اوسکے ساتھہ کلام لحاظ کے ساتھہ کرے کسیوقت صرف گھرک دیا کرے اور یہ بھی
اوسکو بری باتونسے روکے اور باپ کا خوف دلاوے اور دن کو سونے کی عادت نہ ڈالنی چاہیے
کہ موجب سستی کا ہوتی ہے مگر رات کو سونے سے روکنا نچاہیے الا گدا بچھونا نہ دینا چاہیے تاکہ بدن
سخت رہے آرام طلب نہو غرض کہ فرش ولباس و غذا مین آرام طلبی چھوڑانے کا لحاظ رہے اور کوئی
کام اوسکو پوشیدہ نہ کرنے دیوین کیونکہ جس امر کو وہ اپنے نزدیک برا سمجھیگا اوسکو چھپا کر کرے گا
پس اوسکو عادت علانیہ کام کرنے کی ہوگی تو برے افعال سے باز رہیگا اور دن کو کوئی وقت ایسا
مقرر کرنا چاہیے کہ جسمین چلنے پھرنے کی عادت ہو تاکہ سستی کا غلبہ نہو اور اوسکی یہ بھی عادت رہے کہ اپنے
ہاتھہ پاون نہ کہولے اور دوڑ کے نہ چلے اور اپنے باپ کی چیزونسے جو لیوین پر فخر نکرے خواہ کہانے پینے کی
اشیا پر نہ اتراوے اور نہ تختی و دوات وغیرہ پر ناز کرے بلکہ جو اوس سے ملے اوسکے ساتھہ تواضع اور
اکرام سے پیش آوے اور کلام ملائمیت کی ساتھہ کرے اور لڑکونسے کوئی چیز نہ لے اگر امیر زادہ ہے تو اوسکو
یون سمجھایا جاوے کہ تمہارا مرتبہ دینے کا ہے لینا نہین چاہیے کسی سے لینا خست اور دنائت کا
نشان ہے اور اگر فقیر زادہ ہے تو اوسکو یہ کہا جاوے کہ طمع اور لینا ذلت ہے اور کتے کی عادت کیونکہ
لقمہ کے لیے وہی دم ہلایا کرتا ہے حاصل یہ کہ لڑکونکو سونے چاندی کی محبت اور طمع سے روکنا چاہیے
اور سانپ بچھو سے زیادہ ان چیزونکا خوف دلانا چاہیے کیونکہ ان چیزونکی آفت کا ضرر بنسبت انکے
لڑکے کے حق مین زیادہ مضر ہے بلکہ بڑونکے حق مین بھی یہی حال ہے اور اس بات کی بھی عادت
ڈالنی چاہیے کہ بیٹھنے کی جگہہ مین تھوک وغیرہ نہ ڈالے اور دوسرے کے سامنے جمائی نہ لیوے او
نہ کسی کی طرف پشت پھیر کر بیٹھے اور ایک پاون پر دوسرا نہ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھہ نہ دے اور نہ ہاتھہ
کو سر کا تکیہ کرے کیونکہ یہ سب امور سستی کے نشان ہین کیفیت جلوس کی اوسکو بتانی چاہیے اور کثرت
کلام سے منع کرنا چاہیے اور بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ بولنا بے حیائی کا کام ہے کمینے آدمی زیادہ
بکا کرتے ہین اور قسم خواہ سچی ہو خواہ جھوٹی مطلق دونونسے روکنا چاہیے تاکہ لڑکپن مین عادت قسم
کی نہ پڑے اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ سب سے پہلے نہ بولے بلکہ کوئی کچھہ پوچھے تو صرف
اوسکا جواب دیوے زیادہ کچھہ نکہے اور جب کوئی دوسرا شخص خواہ بڑا کچھہ بات کہے تو اوسکو خوب سنے
اور اپنے سے بڑے کی اوٹھکر تعظیم کرے اور اوسکے لیے جگہہ خالی کردے آپ اوسکے سامنے بیٹھے
اور لغو اور فحش اور لعنت اور دشنام سے روکنا چاہیے بلکہ جس شخص مین یہ عادتین ہون اوس سے
ملنا دینا بھی نہین چاہیے کیونکہ یہ باتین صحبت بد سے حاصل ہوتی ہین اور تادیب مین لڑکونکی

اصل یہی ہے کہ بدلوگونکی صحبت سے روکنا چاہیے اور جب اوستاد مارے تو زیادہ شور و غل نکرے نہ کسیکو سفارشی ڈہونڈہے بلکہ صبر کرے اور اوس سے کہدینا چاہیے کہ صبر کرنا مردون اور بہادرون کا کام ہے اور زیادہ رونا پیٹنا عورتون اور غلامون کا کام اور مکتب سے آنیکے بعد اوسکو اجازت کسی اچھی کہیل کی دینی چاہیے جس سے کہ مکتب کی مشقت سے راحت ملے مگر کہیل بہی اتنا کہیلے کہ تہک نجاوے اگر اسقدر کہیل کی اجازت نہو اور تعلیم مین ہمیشہ کمال سخت گیری کیجاوے تو لڑکے کا دل مرجاتا ہے اور تیزی طبیعت کی جاتی رہتی ہے اور زندگی تلخ ہوجاتی ہے یہانتک کہ کوئی حیلہ ایسا ڈہونڈہنے لگتا ہے کہ جس سے بالکل کچہہ بہی نہ سیکہے اور یہ بہی تعلیم ضرور ہے کہ اپنے والدین اور معلم مؤدب اور عمر مین زیادہ کی فرمان برداری کرے خواہ اپنا ہو یا بیگانا اور اونکی طرف نظر تعظیم سے دیکہے اور اونکے سامنے نہ کہیلے اور جب سن تمیز کو پہونچے تو طہارت اور نماز کے سکہلانے مین بہی غفلت نکرنی چاہیے اور رمضان مین کچہہ روزے رکہانے چاہیئین اور حریر ودیبا اور سنہرے کپڑے پہننے سے قطعی روکا جاوے اور بقدر ضرورت حدود شرع تعلیم کرنی چاہیئین اور چوری اور مال حرام اور خیانت اور جہوٹ اور فحش اور جو باتین کہ لڑکون پر غالب ہوجاتی ہین اونسے ڈرانا چاہیے جب اسطرح پر پرورش ہوئی تو قریب بلوغ ان باتونکے اسرار بتلانی چاہیئین اور یہ کہنا چاہیے کہ کہانے بمنزلہ دواؤنکے ہین انسے یہ غرض ہے کہ انسانمین طاقت خدا تعالی کی عبادت کی آوے اور چونکہ دنیا ایک ناپایدار چیز ہے اسلیے اسکی کچہہ اصل نہین موت پر اسکی لذتین جاتی رہتی ہین یہ صرف گذرگاہ ہے آخرت رہنے کی جگہہ ہے اور موت ہر گہڑی تاک رہی ہے دانا و ہوشیار وہی ہے جو دنیا سے زاد آخرت لے اور چلدے اور خدا تعالے کے پاس بڑا رتبہ پاوے اور وسعت جنت سے مزا اوٹہاوے پس اگر پہلے سے تربیت اچہی ہوگی تو یہ باتین دل مین بلوغ کے وقت دل پر پتہر کی لکیر ہوجاوینگی اور اگر تربیت اچہی طرح نہوگی اور لڑکے کو عادت کہیل کود اور فحش اور بے حیائی اور کہانے اور لباس وغیرہ اور تفاخر کی ہوگی تو ان باتونکا اثر دل پر کچہہ نہوگا جیسے خشک مٹی دیوار پر نہین ٹہہرتی حاصل کلام یہ ہے کہ لڑکونکی تربیت ابتدا مین بہت ضروری ہے کہ اوسوقت اوسکا جوہر قلبی سب طرح کی لیاقت رکہتا ہے خیر و شر دونون سیکہہ سکتا ہے اور اسکا اختیار ماں باپ کو ہے جسطرف چاہین اوس طرف پہر سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاِنَّمَا اَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ اَوْیُمَجِّسَانِہٖ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رحمہ فرماتے ہین کہ جب مین تین برس کا تہا رات کو جاگتا

اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے دیکھتا ایک روز انہون نے فرمایا کہ تو اللہ کا ذکر نہین کرتا جسنے تجکو پیدا کیا ہے مین نے کہا کسطرح ذکر کرون کہا کہ جب تو لیٹا کرے تین بار یہ الفاظ دل سے کہہ لیا کر زبان مت ہلا اللہ معی اللہ ناظر الی اللہ شاہدی مینے چند شب ایسا ہی کیا اور انکو اطلاع دی انہون نے فرمایا کہ سات بار کہا کر مینے ویسا ہی کیا اور اونسے کہدیا اونہون نے فرمایا کہ گیارہ مرتبہ کہا کر مینے گیارہ بار کہنا شروع کیا تو میرے دلمین اسکا مزا معلوم ہوا جب ایک برس روز اسکا ورد کیا تو اونہون نے فرمایا کہ جو کچھ مینے تجکو سکھایا ہے اوسکو یاد رکھنا اور ہمیشہ کیے جانا رہنا تاکہ کہ قبر مین جاوے یہ بات تجکو دونون جہانمین کام آوے گی مینے چند سال اسکی مداومت کی اور باطن مین حلاوت زیادہ معلوم ہوئی تو ایک روز ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہیل جو شخص کہ اللہ اسکے ساتھ ہو اور وہ اوسکا ناظر اور شاہد رہے بھلا وہ شخص اوسکی نافرمانی کرسکتا ہے خبردار خدا کی نافرمانی مت کرنا پس مین الگ ہو کر یہی ذکر کرتا جب مجکو مکتب مین بٹھایا تو یہ ڈر ہوا کہ کہین اس امر مین فتور نہو اسی لیے مینے کہا کہ استاد سے یہ شرط کرلو کہ ایک گھنٹہ پڑھکر چلا آؤنگا پھر مکتب مین جاکر چھ یا سات برس کی عمر مین کلام اللہ حفظ کرلیا اور ہمیشہ روزہ رکہتا اور جو کی روٹی بارہ برس کی عمر تک کہاتا جب تیرہ برس کا ہوا تو ایک سوال میرے دلمین آیا مینے گھر والونسے کہا کہ مجھکو بصرہ مین بھیجدو کہ وہان جاکر پوچھون بصرہ مین گیا وہانکے علماسے دریافت کیا کسی نے جواب شافی ندیا تو عبادان کو چلا گیا وہان ایک بزرگ ابو حبیب حمزہ تھے اونسے جاکر پوچھا تو اونہون نے جواب شافی دیا مین انکی خدمت مین ایک مدت تک رہا اونکی کلام سے نفع لیتا اور اونکے طریق سیکھتا پھر مین تستر کو چلا آیا اور اپنی غذا یون مقرر کی کہ ایک درم کی جو خریدتا اور اونکو پسواکر روکھی روٹی بے نمک سحر کیوقت بقدر ایک چھٹانک کے کہاتا تو ایک درم سال بھر کو کافی ہوجاتا پھر مینے یہ قصد کیا کہ تین دن روزہ اتصال رکھتا اور ایک روز افطار کرتا پھر پانچ دن پھر سات دن کا اتصال کرتا یہانتک کہ پچیس دن کے اتصال پر نوبت پہونچی اور بیس برس اسی طرح گذر گئے پھر مینے چند سال ملکون کا سفر کیا اور تستر مین لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا

اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے ۱۲

## گیارہوان بیان مرید ہونیکی شرطون اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کے چلنے مین بتدریج مرید کی ترقی کا

جاننا چاہیے کہ جو کوئی اپنے دل سے آخرت کو مشاہدہ یقینی کرلیتا ہے وہ آخرت کی زاد کا مشتاق ہوتا ہے اوسیکے راستہ پر چلتا ہے دنیا کی نعمتون اور لذتون کو خوار اور ناپایدار سمجھتا ہے جیسا

کسیکے پاس پوت ہو اور اوسکو کوئی جوہر قیمتی نظر پڑے تو پوت کی رغبت اوسکے دل سے
جاتی رہیگی اور یہ چاہے گا کہ اس جوہر سے اسکو بدل لون اور جسکو کہ رغبت آخرت نہین
اور نہ دیدار الٰہی کا طالب ہی وہ اس وجہ سی ہے کہ اللہ تعالے اور قیامت پر اوسکو ایمان نہین
اور ہماری غرض اوس ایمان سے نہین کہ زبان سی کلمۂ شہادت کہلیا اور بے صدق و اخلاص
دلمین وسوسہ سا گذر گیا اسطرح کی ایمانکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اس بات کی تصدیق کرے کہ جوہر
پوت سی اچھا ہے مگر جوہر کا نام ہی سنا ہے اوسکی حقیقت نہین جانتا اور اسطرح کا شخص اگر پوت کی
الفت مین پڑجائیگا تو اوسکو نہین چھوڑیگا یا جوہر کا اشتیاق خوب نہ کریگا اس سے معلوم ہوا کہ وصول
الی اللہ بے سلوک کے نہین ہوتا اور سلوک بے ارادہ ممکن نہین اور ارادہ کا مانع ایمانکا نہونا ہے
اور سبب ایمان کے نہونیکا یہ ہے کہ کوئی ہادی اور مذکر نہین اور علما جو راہ حق بتاوین اور
دنیا کی حقارت اور اوسکا فانی ہونا اور آخرت کا امر عظیم ہونا اور اوسکی بقا سمجھاوین مفقود ہین
خلق خدا غافل ہے اور اپنے شہوات مین مستغرق اور معرفت الٰہی سے خواب خرگوش مین ہین
کوئی عالم دین ایسا نہین کہ اونکو متنبہ کرے اگر کوئی متنبہ ہوتا ہے تو خود ناواقفیت کی
جہت سی چل نہین سکتا اور اگر علما سے پوچھتا ہے تو وہ خود ہوای نفسانی مین مبتلا ہوکر راہ راست
سے علیحدہ ہین تو ضعف ارادہ اور راہ کی ناواقفیت اور علما کا ہواء نفسانی سے بولنا اس
بات کا باعث ہوا کہ خدا تعالے کی راہ کے چلنے والے نہ رہے پس جب مقصود محجوب ہوا اور راہبر مفقود
اور ہواء نفسانی غالب اور طالب غافل تو راہ البتہ خالی رہیگی اور پہونچنا دشوار ہوگا پھر
اگر کوئی ہوشیار خود بخود یا کسی دوسرے کی ترغیب سے تجارت آخرت کا ارادہ کرے تو اوسکو معلوم
کرنا چاہیے کہ ارادت یعنی مرید ہونیکے لیے شروع مین چند شرطین ہین کہ اونکا پہلے بجالانا چاہیے
اور ایک گرفت کی چیز ہے جسکو گرفت کرنی چاہیے اور ایک قلعہ ہی جسمین پناہ لینی چاہیے تاکہ
دشمنان راہزن سے بچے اور نیز چند وظائف ہین کہ اثناء سلوک مین اونکی مداومت کرنی چاہیے
پس جو شرطین کہ اونکا اول مقدم کرنا ضرور ہے وہ یہ ہین کہ اپنے اور حق کے بیچ مین جو حجاب
اور روک ہے اوسکو دور کرنا چاہیے کیونکہ خلق کا محروم رہنا حق سے اسی باعث ہی کہ بہت سے
پردے بیچ مین حائل ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ اور یہ حجاب مرید اور حق کے درمیان چار ہین مال اور جاہ اور تقلید
اور نافرمانی مال کا حجاب اسطرح دور ہوتا ہی کہ اوسکو بانٹ دی اور بقدر ضرورت کے سوا اپنے

حاشیہ اور زنا کی ہمیشہ ہوکہ اگر دیوار اور اسکے دیوار پیرا اور دنیا سوار نہین ۱۲

ملک سے نکالدے کیونکہ جب تک ایک درم بھی پاس رہیگا دل کی توجہ اوسکی طرف رہیگی اور وہی حجاب رہیگا اور جاہ کے حجاب دور کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ایسی جگہہ مین رہے جہان جاہ حاصل ہو اور سکوت اور تواضع اختیار کرے اور ایسے اعمال کرے کہ خلق کو اس سے نفرت ہوجاوے اور تقلید کا حجاب مرتفع ہونے کا یہ طور ہے کہ مذہبون کا تعصب چھوڑ دے اور لا اله الا الله محمد رسول الله کے معنے کی تصدیق کرکے اسکی تصدیق حقیقی کے حاصل کرنے کی حرص کرے یعنے سوا خدا تعالے کے جو چیز اسکی معبود ہو اوسکو نابود کرے اور سب سے بڑا معبود آدمی کا ہوائے نفسانی ہے اوسکو دور کرے اگر ایسا کیے جائیگا تو جس چیز کا اعتقاد تقلید کے باعث حاصل ہوا ہے اوسکی حقیقت کھل جاویگی اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے مجادلہ سے نہین ہوتی پس اگر اوسپر تعصب کا غلبہ ہو گا کہ نفس مین سوا اوس اعتقاد تقلیدی کے اور بات کی گنجایش نہوگی تو اسی مین پہنسا رہے گا اور یہی امر باعث حجاب ہو گا کیونکہ مرید مین یہ شرط نہین کہ کسی خاص مذہب کا ہو اور نافرمانی کے حجاب رفع کرنیکی تدبیر بجز اسکے نہین کہ توبہ کرے اور گناہون سے صاف ہو اور عہد مضبوط کرے کہ دوبارہ ایسا نہ کرونگا اور پہلے گناہون سے شرمندہ ہو جو چیز کسیکی چہین لی ہو وہ واپس کرے اور حق والونکو اونکے حق ادا کرے پہر جو کوئی توبہ تو نکرے اور گناہ ظاہری بہی نہ چہوڑے اور یہ چاہے کہ اسرار دین کے مکاشفہ سے معلوم ہوجاوین اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے عربی سیکھے یہ چاہے کہ قرآن شریف کے اسرار اور تفسیر معلوم ہوجاوے حالانکہ دستور یہ ہے کہ اول ترجمہ الفاظ عربی کا سیکھتے ہین پہر اوسکے بعد معانی کے اسرار معلوم کرتے ہین اسیطرح یہان اول ظاہر شریعت کو ابتدا سے آخر تک درست کر لیتے ہین پہر اوسکے اسرار و دقائق کیطرف ترقی کرتے ہین غرضکہ جب ان چارون شرطون کو مقدم کرکے مال و جاہ سے کنارہ کریگا تو ایسا ہو جاویگا کہ جیسا کوئی شخص وضو اور طہارت کرکے نماز کے قابل بنجاوے اور صرف ایک امام کی اقتدا کی ضرورت رہے اسیطرح مرید کو ایک مرشد اور اوستاد کی ضرورت ہوگی جو راہ مستقیم بتاوے اس لیے کہ دین کا رستہ بہت باریک ہے اور شیطان کی راہ ظاہر اور بہت ہین تو اگر مرشد ہادی نہوگا تو بالضرور شیطان اپنے راستونکی طرف کہینچ لیگا کہ بدون راہبر راہ پرخطر مین چلنا اپنی جان کو تباہی مین ڈالنا ہے اور جو اپنی عقل پر اعتماد رکہتے ہین وہ ایسے ہین جیسا خود رو پیڑ ہوتا ہے کہ تہوڑے ہی عرصہ مین سوکہہ کر رہجاتا ہے اور اگر چند روز ٹہہر گیا اور پتے بہی نکل آئے تو پہل نہین لگتا خلاصہ یہ کہ بعد تقدیم چارون شروط مذکورہ کے مرید کیلیے جو شے قابل گرفت ہے

وہ استاد ہے اور پیر تمسک ایسا چاہیے جیسا نہر کے کنارہ اندہا آدمی اپنی لاٹھی پکڑنے والے پر کرتا ہے کہ اپنا سب امر اوسکے سپرد کردیتا ہے نیچ اونچ مین اوسکی متابعت کرتا ہی اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسیطرح مرید کو مرشد کے ساتھہ ہونا چاہیے اور یہ جان لیوی کہ اگر مرشد غلطی بھی کریگا تو اوسکی غلطی مین مجکو نفع زیادہ ہی بہ نسبت اسکی کہ مین اکیلا چلون اور اتفاقاً راہ صواب ہی جاؤن تو جب ایسا مرشد ملجاوے تو مرشد کو چاہیے کہ اپنے مرید کو ایسی پناہ کی جگہہ اور قلعہ مین بٹھادیوے کہ راہزنون سے محفوظ رہے اور یہ قلعہ چار چیزین ہین خلوت اور سکوت اور بیداری اور بہوکہہ کیونکہ مقصود مرید کا یہ ہی کہ قلب کی اصلاح ہوجاوے تاکہ اوس سے پروردگار کا مشاہدہ کرے اوسکی قرب کی لیاقت بہم پہونچاوے اور یہ بات ان چارون چیزونسے حاصل ہا بہوکہہ سے دلکا خون کم ہوتا ہے اور سفید ہوجاتا ہے اور سفیدی مین اوسکا نور ہی اور نیز چربی دل کی بہوکہہ سے دور ہوتی ہے اور یہ باعث اوسکی نرمی کا ہے جو کلید مکاشفہ ہی جسطرح سختی دل باعث حجاب ہی اور جب خون دل کم ہوجاتا ہی تو دشمن کی راہ تنگ ہوجاتی ہے اسلیے کہ اوسکی گذرگاہ رگین ہین جنمین شہوات بہرے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حوارین کو فرمایا کہ اپنے شکمونکو بہوکہار کہو تاکہ اپنے پروردگار کو دیکہو اور حضرت سہیل تستری فرماتے ہین کہ ابدال چار چیزونسے یہ رتبہ پاتے ہین پیٹ کو بہوکہار رکہنا جاگنا سکوت اور عزلت غرضکہ بہوکہہ سے روشنی قلب کا ہونا ظاہر ہے تجربہ بھی اسکا مد ہے اور باب کسر شہوتین مین اسکا بیان مفصل آویگا اور بیداری سے یہ فائدہ ہے کہ جلا اور صفا قلب کی حاصل ہوتی ہی اور جسقدر بہوکہہ سے نور حاصل ہوا تہا اوسپر یہ نور زیادہ ہوجاتا ہے اور دل مثل ستارہ یا آئینہ جلا کیے ہوئے کے چمکنے لگتا ہے اور اوسمین جمال حق ظاہر ہوتا ہی اور درجات بلند آخرت کا اور دنیا کی حقارت اور اوسکی آفتین نظر آنے لگتی ہین تو اس صورت مین آدمی کا دل اوسکی طرف سے ہٹ جاتا ہی اور ہمہ تن متوجہ آخرت کیطرف ہوتا ہی اور بیداری بھی نتیجہ بہوکہ ہی کا ہے پیٹ بہرے پر جاگنا نہین ہوسکتا نیند دل کو سخت اور مردہ کردیتی ہے لیکن اگر بقدر ضرورت ہو تو سبب مکاشفہ اسرار غیبی کا ہوتی ہے ابدال کی صفات مین لکہا ہے کہ غذا اونکی فاقہ ہے اور نیند غلبہ اور کلام بقدر ضرورت اور ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ ستر صدیقین کی راے اس بات پر متفق ہوئی ہے کہ زیادہ پانی پینے سے نیند بڑہتی ہے اور سکوت کا فائدہ یہ ہی کہ اس سے عزلت آسان ہوجاتی ہے مگر عزلت نشین کو اوس شخص کا دیکہنا ضرور ہوتا ہی جو کہانا پانی وغیرہ پہونچاوے تو چاہیے کہ اوس سے ضرورت کی سوا کلام نکرے کلام سے دل اور طرف مصروف

ہو جاتا ہے اور دلکو کلام کیطرف بڑی رغبت ہے کیونکہ ذکر و فکر سے تھک کر اوسمین آرام ملتا ہے خلاصہ یہ کہ سکوت سے عقل کو قوت ہوتی ہے اور باعث ورع و تقوی کا ہوتا ہے اور خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ آنکھ اور کان جو قلب کے دروازے ہین کہ رہین اور شغل دور ہو جاوین کیونکہ دل بمنزلہ ایک حوض کے ہے جسمین حواس کی نہرون سے گندہ پانی اور خس و خاشاک گرتا ہے اور ریاضت سے یہ منظور ہے کہ حوض اس خراب پانی سے خالی ہو جاوے اور کیچڑ تہ مین سے نکل جاوے تاکہ اوسکو کھودتے کھودتے اصل پانی تک پہونچاوین اور پھر صاف و شستہ پانی نکل آوے لیکن یہ غیر ممکن ہے کہ نہرونسے پانی کو نہ روکین اور حوض خالی ہو جاوے بلکہ جتنا خالی کروگے اوس سے زیادہ اوپر چلا آویگا اسلیے ضرور ہوا کہ حواس کو ضرورت کے سوا ضبط کیا جاوے اور یہ بات بدون خلوت نشینی اندھیرے مکان کے نہین ہو سکتی اور اگر اندھیرا مکان نہ ملے تو اپنا منہ چادر یا لنگی وغیرہ سے ڈھانپ لیوے اسوقت مین آواز غیب سننے لگیگا اور جلال ربوبیت سوجھنے لگے گا دیکھو آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی حال مین آواز پہونچتی تھی کہ یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ[۲] اور یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ[۳] اس سے معلوم ہوا کہ یہ چارون چیزین بمنزلہ قلعہ یا سپر کے ہین جنسے رہزن دور ہوتے ہین اور موانع برطرف جب یہ بات بھی کر چکے تو اب راہ معرفت کی چلنے مین مشغول ہو اور اوسکا چلنا بدون طے کرنے گھاٹیون کی نہ ہوگا اور اس راہ مین گھاٹیان صفات قلبی ہین جو التفات دنیا کے سبب سے ہوتی ہین اور انمین سے بعض آسان ہین اور بعض مشکل اونکا طے کرنا بترتیب شروع کرے یعنے اول سب سے آسان کو قطع کرے پھر اوس سے مشکل کو پھر اوس سے مشکل کو اور یہ صفات اونہین علائق کے اسرار اور آثار ہین جو شروع ارادت مین قطع کیے ہین یعنے مال و جاہ و حب دنیا و التفات الی الخلق اور معاصی کا میل پس ضرور ہے کہ جیسا ظاہر مین اونکے اسباب دفع کر دیے باطن سے بھی اونکے نشان دفع کرے اور اسمین مجاہدہ بہت چاہیے اور اختلاف احوال کے اعتبار سے یہ بھی مختلف ہوتا ہے بعض لوگ اکثر صفات سے محفوظ ہوتے ہین اونکو تھوڑا ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجاہدہ کی حقیقت ہوا اور شہوات کی خلاف سے کرنا ایسی صفت ہے کہ نفس مرید کے ہر صفت پر غالب ہوتی ہے پس جب شہوات سے محفوظ ہو جاوے یا اونکو ضعیف کر پاوے اور دلمین کوئی علاقہ قابل شغل نرہے تو مرشد کو چاہیے کہ ہمیشہ اوسکی دلکے پیچھے پڑا رہے اور وظائف ظاہری زیادہ نہ پڑھنے دے بلکہ فرائض اور سنتون پر اکتفا کر کے صرف ایک وظیفہ جو لب لباب اور ثمرہ تمام

[۱] بخاری و مسلم بروایت جابر رضی اللہ عنہ
[۲] ای جو بدن تک اوڑھنا ۱۲
[۳] ای لحاف مین لپٹا ہوا ۱۲

اوراد کا ہے اوسکا ورد کر دے اور وہ یہ ہے کہ جب دل غیر اللہ سے فارغ ہوجاوے خدا تعالی
کا ذکر کراوے اور جب تک اوسکا دل اور علائق کیطرف ملتفت ہو اوس ذکر مبارک کا شغل
نہ بتاوے چنانچہ حضرت شبلی رحمۃ نے اپنے مرید حصری سے فرمایا تھا کہ جس جمعہ کو تم میرے پاس
آتے ہو اگر اوس سے لیکر دوسرے جمعہ تک تمہارے دلمیں سوا خدا کے کوئی اور چیز گذرے
تو تمکو میرے پاس آنا حرام ہے اور اسطرح کا تجرد بے صدق ارادت اور غلبہ محبت الٰہی کے حاصل
نہیں ہوتا جب تک کہ عاشق صادق نہ بنجاوے کہ سوائے ایک فکر کے دوسرا باقی نہ رہے
جب اسطرح کا حال مرید کا ہو تو مرشد اوسکو اجازت دے کہ کسی گوشہ میں تنہا بیٹھے اور ایک
آدمی ایسا مقرر کر دے کہ اوسکو تھوڑی سی غذاء حلال پہونچا دیا کرے روزی حلال
ہونی بہت ضرور ہے کیونکہ طریق دین کی اصل یہی ہے کہ غذاء حلال کھاوے اور پھر اوسکو
کوئی ذکر تعلیم کرے کہ وہ اپنا دل اور زبان اوسمیں مشغول کرے مثلا اللہ اللہ یا سبحان اللہ
سبحان اللہ یا اور الفاظ جو مرشد کی تجویز میں آویں ہمیشہ بیٹھا کہتا رہے یہاں تک اسکی
مواظبت کرے کہ حرکت زبان کی موقوف ہوجاوے اور کلمہ مذکور گویا زبان پر بلے
حرکت جاری ہوجاوے پھر اس حال پر مداومت کرتے کرتے زبان سے بھی اثر جاتا رہے ولیکن
صورت لفظ کی منقوش ہوجاوے پھر اوسپر مداومت کرنے سے صورت لفظوں کی یعنی
حروف دلپر سے مٹ جاویں صرف معانی لفظ کے دل کے ساتھ اور اوسپر غالب ہیں
اسطرح کہ کبھی سامنے سے غائب نہوں اور کل ماسوا سے دل خالی ہوجاوے کیونکہ
دل جب ایک چیز میں مشغول ہوتا ہے تو دوسری شے کوئی سی ہو اوس سے نکلجاتی ہے
اسی لیے اگر ذکر الٰہی مقصود بالذات میں مشغول ہوجاویگا تو بیشک ماسوا سے خالی ہوجاویگا
اب اسوقت یہ چاہیے کہ وساوس اور خواطر دنیاوی سے دلکو بچاوے اور اپنا اور پرایا
حال کچھ یاد نہ کرے اس لیے کہ اگر ذرا بھی دل اسطرف متوجہ ہوگا یاد الٰہی سے خالی ہوگا
اور اتنا ہی نقصان ہوجاوے گا تو ایسے امور کو ضرور ہی دفع کرنا چاہیے ہر چند جب ان
وساوس کو دفع کرکے ایک خاص کلمہ کیطرف نفس کو پھیریگا تو اوسی کلمہ کے بابمیں وساوس
پیدا ہونگے کہ یہ کلمہ کیا ہے اور اللہ کے معنی کیا ہیں اور وہ کس سبب سے خدا اور معبود ہے
اور ان وساوس سے فکر کا دروازہ کھل جاویگا اور شیطان کیطرف سے ایسے وساوس آنے
لگینگے کہ کفر و بدعت ہوں مگر جب ان وساوس کو برا جانتا ہوگا اور قلب سے انکو دور کرنا چاہیگا

مستعد رہے گا تو اسے کچھ ضرر نہ پہونچے گا پھر ان وساوس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ جنمیں یقینی معلوم ہو جاوے کہ خداوند کریم ان شبہات سے پاک ہے مگر شیطان دلمیں ڈالکر اونمیں پھنسایا چاہتا ہے تو اوسکا علاج یہ ہے کہ اوسکی پروا نکرے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو اور خدا تعالے سے اسکے لیے پناہ مانگے وہی اوسکو دور کریگا جیسا خود فرمایا وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ اور ایک وہ ہیں کہ اونمیں تردد اور شک ہو تو اونکی تدبیر یہ ہے کہ مرشد سے کہے بلکہ جو کچھہ دلپر گذرے خواہ سستی ہو یا نشاط یا التفات کسی علاقہ کیطرف یا صدق ارادت سب کو اوس سے کہدینا چاہیے سوا اوسکے اور دوسرے اوسکا ذکر نہ کرے پھر مرشد کو چاہیے کہ اوسکی حال کو اور اوسکی ذکا اور کیاست کو بنظر تامل دیکھے اگر اوسکو ایسا جانے کہ بحال خود چھوڑنے اور فکر کی اجازت دینے سے خود بخود امر حق پر متنبہ ہو جاویگا تو اوسکو فکر ہی میں لگادے اور اوسپر مداومت کی اجازت دے یہانتک کہ اوسکے دلمیں نور الٰہی جلوہ گر ہو اور حقیقت امر جو ان کی تون معلوم ہو جاوے اور اگر ایسا جانے کہ اس جیسا شخص آپ ہی آپ معلوم نہ کرسکے گا تو اوسکے سامنے اعتقاد یقینی شبہ مذکور کا جسقدر اوسکے دل کو تحمل ہو بیان کرے اور پند و نصیحت کے بعد ایک ایسی دلیل اعتقاد کی سنادے جو اوسکے فہم میں آجاوے اور چاہیے کہ حسب مقتضاے حال بہت نرمی سے سمجھاوے کیونکہ یہ طریق مہلک اور پرخطر ہے بعض مریدون کو اثناء شغل ریاضت میں ایسے خیال فاسد جم گئے ہیں کہ اونکے کشف پر اونکو قدرت نہوی تو اپنی چال چھوڑکر راہ بطالت طے کرنے لگے اور یہ امر نہایت درجہ کی تباہی کا ہے اور جو شخص کہ صرف ذکر ہی کا ہو رہے اور اون علائق کو جو دل کو مشغول کرتے ہیں دفع کرے وہ بھی ایسے افکار سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ خطر کی کشتی میں سوار ہے لیکن اگر بچ گیا تو دین کا بادشاہ ہے اور اگر چوک گیا تو تباہ ہوا اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلَيْكُمْ بِدِينِ الْعَجَائِزِ یعنے اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد بطور تقلید مانکر اعمال خیر میں مصروف ہونا چاہیے اسکے خلاف میں بہت سے خطرے ہیں اسی لحاظ سے بعضونکے نزدیک مرشد پر واجب ہے کہ مرید کا حال فراست سے معلوم کرلے اگر ذکی اور

ہوشیار رہو اور اعتقاد ظاہری بھی قرار واقعی نہ رکھتا ہو تو اوسکو ذکر و فکر مین مشغول نکرے بلکہ اعمال ظاہری کا پابند کرکے وظائف متواترہ ومشہورہ بتلاوے یا فقرا و الوکی خدمت مین مشغول کردے تاکہ اونکی برکت مین یہ بھی شریک ہوجاوے جب کوئی شخص جہاد سے عاجز ہو تو اوسکو چاہیے کہ مجاہدین کو پانی پلاوے اور اونکے جانورون کی خبر لے تاکہ قیامت کو اونکے ساتھ اوٹھے اور اونکی برکت مین شریک ہوگا اونکا درجہ پہنچاوے پہر مرید اگر اوسکو بہت سے راہ زن مثل عجب اور ریا اور احوال کے منکشف ہونیکی خوشی اور اوائل کرامات کے ظاہر ہونے کی فرحت کی پیش آتے ہین کہ اگر انمین سے کسی کیطرف التفات کرے اور نفس کو اوسکے قید پر مانع کردے تو سلوک مین خلل واقع ہو اور اوسی جگہہ رہ جاوے تو ایسی صورت مین اوسکو چاہیے کہ اپنے حال پر مدت عمر چلا جاوے اور کسی امر پر قناعت نکرے بلکہ اپنا حال مثل اوس پیاسے کے جانے کہ اگر بالفرض دریا کے دریا اوسکے سامنے آجاوین تب بھی پیاسا نہ بجھے اور راس المال اپنا خلق سے علیحدہ گی اور خلوت کو جانے بعض سیاحون سے منقول ہے کہ مین نے ایک ابدال عزلت گزین کی خدمت مین عرض کیا کہ تحقیق کی راہ کسطرح ہے اور ایک دفعہ یہ پوچہا کہ کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے مدام میرا دل خدا کے ساتھ رہے اونہون نے فرمایا کہ خلق کو مت دیکھہ اونکی طرف دیکھنا تاریکی ہے مین نے کہا کہ یہ تو ضروری ہے اونہون نے فرمایا اونکا کلام مت سن کہ سختی دل کا باعث ہے مین نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہے اونہون نے فرمایا کہ اونسے لین دین مت کر اس سے وحشت ہوتی ہے مینے کہا کہ اونمین تو رہتا ہون لین دین کیسے چھوڑ دون اونہون نے فرمایا کہ اونمین مت رہو اونمین رہنا تو عین تباہی ہے مین نے کہا کہ اونکے درمیان رہنی کا فرض ہوگیا ہے اونہون نے فرمایا کہ عجیب بات ہے غافلون کی طرف دیکھنا بھی چاہتے ہو جاہلون کا کلام بھی سنو چھوڑنے معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ مدام دل خدا تعالے کے ساتھ رہے یہ کبھی نہین ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ منتہائے ریاضت یہ ہے کہ آدمی علی الدوام اپنے دل کو خدا تعالے کے ساتھ پاوے اور یہ بات بدون اسکے کہ غیر سے خالی ہو غیر ممکن ہے اور غیر سے خالی ہونا بے مجاہدہ نہین ہوسکتا پس جب اپنے دل کو اللہ کے ساتھ پاویگا تو جلال حضرت ربوبیت منکشف ہوگا اور حق جلوہ گر اور ایسے ایسے لطائف اللہ تعالے کیطرف سے معلوم ہونگے جنکی صفت ہرگز نہین ہوسکتی جب مرید کا حال اس درجہ کو پہنچے

اور انمین سے کچھہ منکشف ہونے لگے تو اوسوقت بڑا راہ زن یہ امر ہوتا ہے کہ ان امور کو بطور پند و نصیحت بیان کرنے لگتا ہے اور وعظ گوئی کے درپے ہوتا ہے اس سے نفس کو کمال درجہ کی لذت ملتی ہے اور اوس لذت سے اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اون معانی کو جس الفاظ سے مرتب و مزین بیان کیجیے اور حکایات و دلائل قرآن و حدیث سے مدلل اور ایسی خوبصورتی سے ادا ہون کہ لوگونکو انکے سننے کیطرف رغبت ہو اور شیطان دلمین یہ خیال ڈالدیتا ہے کہ یہ امر اسلیے ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل ہین انکے دل زندہ ہوجاوین ہمکو اس سے نہ کچھہ فائدہ ہے نہ لذت ہم صرف خدا تعالی اور اوسکے بندونمین ذریعہ ہین کہ اونکو اوسکی راہ بتاتے ہین اور یہ شیطانی وسوسہ اوس وقت کھلتا ہے کہ کوئی اپنے ہمسرون مین ایسا ہو کہ اوسکا وعظ اپنی نسبت عمدہ ہو اور لوگون کا میلان بھی اوسکی طرف زیادہ ہو پس اگر وعظ گوئی لذت کی سبب سے ہوئی ہوگی تو ایسے شخص کو دیکھکر رگ حسد اندر سے جوش کریگی اور اگر واقع مین یہی منظور ہوگا کہ لوگ براہ راست پر آجاوین تو ایسے شخص سے کمال طبیعت خوش ہوگی اور خدا کا شکر کریگا کہ خوب ہوا ایکسے دو ہوئی جیسے کوئی لاوارث مردہ کو دفنانا چاہے اور کوئی وہان موجود نہو اور شرعاً اسکے ذمہ آپڑے تو ایسے وقت مین اگر کوئی مددگار پیدا ہوجاوے تو کمال خوشی ہوتی ہے اور کسیطرح کی حسد نہین اٹھتی اسیطرح غافل لوگ مردہ ہین اور وعظ اونکے دلونکو زندہ کرنا چاہتے ہین تو واعظین کی کثرت سے ایک دوسرے کو اعانت اور راحت ہوتی ہے یہ مقام خوشی کا ہے نہ حسد کا اور ایسا بہت کم پایا جاتا ہے اسلیے مرید کو چاہیے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ شیطان کے بڑے جالونمین سے ہے جس سے اون لوگونکی راہ مارتا ہے جنپر اول اول کچھہ راہ معرفت کھلتی ہے اور لوگ اسوجہ سے اس جال مین پھنس جاتے ہین کہ زندگانی دنیاوی انسان پہ طبعاً غالب ہے اسی جہت سے اللہ تعالے نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا پھر فرمایا کہ طبیعتونمین شر ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور کتب سابقہ مین بھی اسکا ذکر ہوا ہے اور یہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰى صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى یہی حال مرید کو ریاضت سکھانے کا اور بتدریج اوسکی تربیت کا خدا تعالے کے دیدار کے لیے اور تفصیل ریاضت کی ہر ہر صفت مین آگے مذکور ہوگی اور ازانجا کہ صفات انسانی مین غالب تر شہوت پیٹ اور شرمگاہ اور زبان کی ہے اور اوسکی بعد غضب ہے جو شہوات کی حمایت کرتا ہے اور جب شہوت پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھہ مانوس ہوتا ہے تو دنیا کی

محبت ہوتی ہے اور مال اور جاہ مین مبتلا ہوتا ہے مال و جاہ مین پڑکر کبر و عجب و ریاست مین ایسا پہنستا ہے کہ مرتے دم تک دنیا چھوڑنے کو دل نہین چاہتا اور دین مین بہی ایسی بات کو لیتا ہے جسمین ریاست اور غرور پایا جاوے اس لیے ضرور ہوا کہ بعد ان دونون بابون کے آٹھہ باب اس تفصیل سے لکھین باب اول شہوت شکم و فرج کی کمی مین باب دوم حرص کلام کے دور کرنے مین باب سوم غضب اور حقد و حسد کے دور کرنے مین باب چہارم دنیا کی مذمت اور اوسکی مکرون کی تفصیل مین باب پنجم مال محبت توڑنے اور بخل کی برائی مین باب ششم ریا اور محبت جاہ کی برائی مین باب ہفتم کبر و عجب کی برائی مین باب ہشتم دہوکھا کہانے کے مواقع مین ان مہلکات اور اونکے معالجات کے تمام ہونے کے بعد جو ہماری غرض اس جلد مین بیان کرنی ہے انشاء اللہ پوری ہو جاویگی کیونکہ باب اول مین تو ہمنے صفات قلبی کی شرح کی ہے جو معدن مہلکات اور منجیات دونون کا ہے اور دوسرے باب مین تہذیب اخلاق اور امراض قلبی کے معالجات کا طور بطور کلی اجمالاً ذکر کیا ہے اب ان بابون مین اونکی تفصیل بیان ہوگی ذکر ریاضت نفس و تہذیب اخلاق خدا تعالی کی مدد و حسن توفیق سے تمام ہوا اسکے بعد دو شہوتون کے دور کرنے کا مذکور ہوتا ہے والحمد للہ

أَوَّلًا وَآخِرًا وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

## باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کی توڑنی کے بیان مین اور اسمین آٹھہ بیان ہین

| | |
|---|---|
| رباعی دل کہتا تہا حمد کبریا کو لکہیے | زان بعد ثنای مصطفےٰ کو لکہیے |
| پر حوصلہ اپنا دیکہہ عاجز ہو کہا | احسن ہے یہی کہ مدعا کو لکہیے |

جاننا چاہیے کہ بڑا مہلک اولاد آدم کا شہوت شکم ہی جسکے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام دار القرار سے اس دار ناپائدار مین نکالے گئے کیونکہ اونکو درخت خاص سے منع کیا گیا تہا مگر اونکی شہوت غالب ہوئی کہا بیٹھے اور ستر اونکی برائیان اونپر کہل گئین اور درحقیقت شکم سرچشمہ شہوات اور معدن آفات ہے اسلیے کہ شہوت شکم کو شہوت جماع لازم ہے پیٹ بہرنے پر یہ سوجہتا ہے کہ بہت سی منکوحہ ہون اور خوب صحبت کیجیے اسکے بعد مال و جاہ کو دل چاہتا ہے کہ اون کے ذریعے سے مطلب بخوبی نکلتا ہے اور مال کی کثرت سے طرح طرح کی رعونتین اور حسدین پیدا ہوتی ہین اور انہین مال و جاہ کی بدولت ریا اور تفاخر اور غرور پیدا ہوتا ہے جن سے حقد و حسد و کینہ و دشمنی اوٹہتی ہے اور پہر یہ نوبت پہونچتی ہے کہ آدمی سرکشی اور نافرمانی

اور مکروہات و ممنوعات کرنے لگتا ہے اور یہ سب اس بات کا ثمرہ ہے کہ معدہ کو خالی نہ رکھا اور ناکون ناک بھر لیا اگر آدمی اپنے نفس کو بھوک سے ذلیل رکھے اور اوسکی سبب شیطان کے راستے تنگ کردے تو البتہ قدم جادہ طاعت الٰہی سے نہ اوٹھاوے گا اور سیری سرکشی اور اترانا پاس نہ پھٹکنے گا اور بالکل آخرت کو چھوڑ کر دنیا کا نہ ہو رہے گا اور دنیا کے واسطے آپس میں جھگڑے اور خصومات نہ مول لے گا پس ازانجا کہ آفت شہوت شکم اس درجہ ہے تو ضرور ہوا کہ اوسکی آفات و مہلکات کو بیان کر دیا جاوے کہ اوس سے لوگ بچیں اور طریق مجاہدہ کا اور اوسکی فضیلت بھی شرح کر دیجاوے تاکہ اوسکی طرف رغبت کریں اور جیسے کہ شہوت فرج بھی کچھ ایسی ہی ہے اور اسکے بعد ہوتی ہے اس لیے اسکا بیان بھی ضرور ہے لہذا ہم ان سب امور کو آٹھہ بیانوں میں ذکر کرینگے

## بیان اول بھوکھہ کی فضیلت اور سیری کی مذمت میں

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جَاهِدُوا أَنْفُسَكُمْ بِالْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَإِنَّ الْأَجْرَ فِي ذٰلِكَ كَأَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلٍ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جُوعٍ وَعَطَشٍ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے اوس شخص کے پاس نہین آتے جو اپنا پیٹ بھرے اور کسی نے آپسے پوچھا کہ آدمیون مین سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا مَنْ قَلَّ طُعْمُهُ وَضِحْكُهُ وَرَضِيَ بِمَا يَسْتُرُ بِهِ عَوْرَتَهُ اور فرمایا سَيِّدُ الْأَعْمَالِ الْجُوعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوفِ ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا ہے کہ اون کا کپڑا پہنو اور آدھے پیٹ کھاؤ سو یہ ایک نبوت کا جزء ہے اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا ہے فکر نصف عبادت ہے اور قلت غذا پوری عبادت اور یہ بھی انہین سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا أَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَطْوَلُكُمْ جُوعًا وَتَفَكُّرًا فِي اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَأَبْغَضُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُلُّ نَؤُومٍ أَكُولٍ شَرُوبٍ اور روایت ہے کہ آپ بے ضرورت بھی بھوکے رہتے تھے یعنے یہ امر آپ کو پسند تھا اور حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالے اوس شخص سے کہ جسکا خورد و نوش دنیا مین کم ہو فرشتون پر فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندہ کو دیکھو کہ مین نے اوسکو دنیا مین اکل و شرب کم دیا ہے اوسنے صبر کیا اور اونکو ترک کر دیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑیگا اوسکے عوض جنت مین درجات عنایت کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُمِيتُوا الْقَلْبَ بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ الْقَلْبَ كَالزَّرْعِ يَمُوتُ إِذَا كَثُرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ اور فرمایا

جلد اول باب الصوم مین گذر چکا ۱۲

مَا مَلَأَ ابْنُ اٰدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنِهٖ حَسْبُ ابْنِ اٰدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ وَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ
لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهٖ اور ایک حدیث طویل مین اسامہ بن زید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم
سے فضیلت بھوکہہ کی وارد ہوئی ہے اوسمین ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ عز وجل
سے زیادہ قریب وہ ہونگے جو دنیا مین زیادہ بھوکے پیاسے اور غمگین ہے وہ لوگ چھپے
متقی ہین کہ اگر ظاہر ہون تو کوئی نہ جانے اور اگر غائب ہو جاوین تو کوئی تلاش نہ کرے
زمین اونکو سب جانتی ہے اور فرشتے اونکو گھیرے رہتے ہین وہی اچھے لوگ ہین اور خدا تعالی
کی طاعت بھی اچھی طرح وہی کرتے ہین لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہین اور وہ اپنا ہاتھ
اور گھٹنے بچھاتے ہین نبیون کے اخلاق اور افعال لوگو نکو نہ ملے مگر اونکو حفظ ہین جس زمین
سے وہ چلے جاتے ہین تو زمین اونکے لیے روتی ہے اور جس شہر مین کوئی اونمین سے نہو
اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہی دنیا کے لیے مردار پر کتو نکی طرح نہین لڑتے بقدر سد رمق
کہاتے ہین اور پھٹا پرانا پہنتے ہین میلے کچیلے حال سے رہتے ہین لوگ یہ جانتے ہین کہ انکو
کچھہ مرض ہے حالانکہ اونکو کوئی مرض نہین اور بعضے سمجھتے ہین کہ اونکی عقلین جاتی رہین
اور یہ بات بھی نہین ہوئی بلکہ جن چیزون پر لوگونکی عقل دنیا مین دوڑتی ہے وہ اونمین
نہین پائی جاتی اسواسطے لوگ جانتے ہین کہ بے عقل ہین مگر وہ لوگ وہ باتین سمجھتے ہین
کہ جہان لوگون کی عقل گم ہوتی ہی شرف آخرت اونہین لوگونکے لیے ہی اے اسامہ جس شہر مین ایسے
لوگ نظر آوین تو جان لے کہ اس شہر کی امن کا باعث یہی ہین جس قوم مین وہ ہوتے ہین اسکو
خدا عذاب نہین دیتا زمین بھی اونسے خوش ہی اور خدا بھی راضی آدمیونمین اونکو اس لیے
رکھا ہی کہ شاید اونکی باعث اونکی نجات ہو اور اگر تجھسے بھوکہہ پیاس کی برداشت مرتے دم تک
ہو سکے تو کیا کر اسکے باعث تجھکو شرف منزلت ملیگا اور نبیون کی صحبت مین داخل ہوگا
اور جب تیری روح فرشتونکی پاس جائیگی تو وے خوش ہونگی اور خدا تجھپر رحمت کریگا اور حضرت حسن
ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبِسُوْا الصُّوْفَ وَشَمِّرُوْا وَكُلُوْا فِيْ اَنْصَافِ
الْبُطُوْنِ تَدْخُلُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حوارین
اپنے معدو نکو بھوکہا رکھو اور بدنون کو ننگا تاکہ تمہارے دل خدائے عز وجل کو دیکھہ پاوین
اور یہی روایت طاؤس رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی ہے اور روایت ہے
کہ توریت مین لکھا ہے کہ اللہ تعالی کو موٹا عالم پسند نہین اس لیے کہ موٹا پن غفلت اور کثرت

غذا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق میں اچھا نہیں اور اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اوس قاری سے جو پیٹ بھر بھر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے اور ایک حدیث
میں ہے کہ شیطان آدمی میں خون کی طرح پھرتا ہے تو اوسکے راستوں کو بھوکھ اور پیاس سے
تنگ کرو اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ بھرے پر کھانے سے برص ہو جاتا ہے اور فرمایا
کہ المؤمن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء یعنی مومن کی نسبت کافر سات گنا
کھاتا ہے یا اوسکی خواہش مومن سے سات گنی ہوتی ہے اور آنت کو بجاے شہوت مجازاً
ارشاد فرمایا اس لیے کہ طعام کا قبول کرنا اور لینا شہوت کے متعلق ہے جیسا کہ آنت اوسکو
اخذ اور قبول کرتی ہے اور اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ منافق کی آنتیں درحقیقت زیادہ ہوتی ہیں
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ یہ فرماتے تھے ادیموا قرع باب الجنة یفتح لکم
انہوں نے پوچھا کہ باب جنت کو ہمیشہ کیسے کھٹکھٹاویں آپ نے فرمایا بالجوع والظمأ یعنی
بھوک اور پیاس سے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس اقدس میں ڈکار لی آپ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی
زیادہ بھوکا ہوگا جسنے دنیا میں زیادہ پیٹ بھرا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا اور بعض اوقات اونکی بھوک
دیکھکر رحم کے مارے رو پڑتیں اور آپ کے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیر کر کہتیں کہ میں آپ کے قربان
جاؤں دنیا سے اتنا تو لے لیا کرو جس سے قوت رہے اور بھوکھ سے محفوظ رہو تو آپ یہ فرماتے
کہ اے عائشہ میرے بھائیوں نے یعنے اولوالعزم رسولوں نے جو مجھ سے بھی زیادہ شدائد اٹھاکر
اور اونپر صبر کرکے جب پروردگار کے سامنے گئے تو اونکی بڑی تکریم ہوئی اور نہایت ثواب
عنایت ہوا مجھکو یہ حیا آتی ہے کہ ایسا نہو زندگی میں کچھ آرام کرنے سے کل کو اونسے کمتر
رتبہ ملے پس چند روز صبر کرنا آسان ہے اس سے کہ کل کو آخرت میں حصہ کم ملے اور مجھکو
اپنے بھائیوں اور دوستوں سے ملنے کے سوا کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی حضرت عائشہ
فرماتی ہیں کہ بخدا اس گفتگو کے بعد آپکو ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ آپ نے وفات پائی
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک
روٹی کا ٹکڑا آپ کی خدمت میں لائیں آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اونہوں نے کہا کہ میں نے

۱ باب الصوم میں گذری اور ابن ابی الدنیا نے بروایت امام زین العابدین اسکو لکھا ہے ۱۲
۲ مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات میں بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق و ابو ہریرہ ۱۲
۳ باب جنت کو ہمیشہ کھٹکھٹاتے رہو ۔۔۔ ۱۲
۴ ۔۔۔ ابو جحیفہ ۔۔۔ ابن ماجہ ۔۔۔ ۱۲
۵ ۔۔۔ ابن اسامہ ۔۔۔ ضعیف ۱۲

ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپ کے پاس لے آئی آپ نے تناول فرما کر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ کے منہ مین تین دن پیچھے پہونچی ہے اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والونکو تین دن پیہم گیہون کی روٹی پیٹ بھر نہین دی اور آپنے فرمایا ہے اِنَّ اَهْلَ الْجُوْعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ اَهْلُ الشِّبَعِ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ الْمُتَخَمُوْنَ الْمَلَاٰى وَمَا تَرَكَ عَبْدٌ اَكْلَةً يَشْتَهِيْهَا اِلَّا كَانَتْ لَهٗ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ ۔ اور آثار بھی فضیلت بھوک مین بہت ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ پیٹ بھرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی مین موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبو ہوتا ہے اور شقیق بلخی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جسکے دکان خلوت اور اوزار بھوک ہے اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا جب معدہ پر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حکمت بیکار ہوجاتی ہے سعدی فرماتے ہین

تہی از حکمتے بعلت آن ۔ کہ پری از طعام تا بینی

اور حضرت فضیل بن عیاض اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہے کیا بھوک سے ڈر لگتا ہے اوس سے خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اوسکے باعث خدا کے سامنے ہلکا پھلکا رہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب سب بھوکے رہتے تھے اور کہتے فرماتے کہ الٰہی تو نے مجھکو بھوکا رکھا ننگا رکھا اندھیری راتون مین بے چراغ رکھا کیسے وسیلے سے مجھکو اس درجہ پر پہونچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بھوک زیادہ ہوتی تو کہتے کہ الٰہی تو نے مجھکو مرض اور بھوک مین مبتلا کیا اور تو اپنے دوستون سے ایسا کیا کرتا ہے تو کونسی بات سے تیری نعمت کا شکر کرون اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے محمد بن واسع سے کہا کہ خوش حال وہ شخص ہے جسکے پاس تھوڑا غلہ اوسکی سد رمق کے لیے ہو اور لوگون کا محتاج نہو اونھون نے فرمایا کہ اے مالک خوش حال وہ ہے جو صبح اور شام کو بھوکا رہے اور پھر خدا سے راضی ہو اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے کہ الٰہی تو نے مجھکو اور میری عیال کو بھوکا رکھا اور اندھیری راتون مین بے چراغ رکھا یہ باتین تو اپنے دوستون سے کیا کرتا ہے مجھکو یہ مرتبہ کیسے ملیگا اور یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ راغبین کی بھوک تنبیہ کے لیے ہوتی ہے اور تائبین کی امتحان کے لیے اور مجتہدین کی بزرگی کے لیے اور صابرین کی سیاست کے لیے اور زاہدین کی حکمت کے لیے اور توریت مین مذکور ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بھرے تو بھوکے کو یاد کرو اور ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہین

بیشک بھوکے لوگ دنیا مین وہی آخرت مین سیر ہونے والے ہین اور سب سے زیادہ دشمن اللہ کے نزدیک وہ ہین جو بدہضمی والے ہین اور بہرے رہتے ہین اور بندہ جو لقمہ باوجود خواہش کے چھوڑ دیتا ہے اوسکو جنت مین ایک درجہ ملتا ہے ۱۲ طبرانی در کبیر و ابونعیم در حلیہ روایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

کہ رات کے کہانے مین سے ایک لقمہ کم کہانا مجکو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کی اچہا معلوم ہوتا ہے اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ بہوکہہ اللہ کے خزانہ سے اوسکو عنایت ہوتی ہے جسکو وہ دوست رکہتا ہے اور حضرت سہیل بن عبداللہ تستری پچیس روز نہ کہاتے اور ایک درم کی غلہ مین ایکسال گذار دیتے اور بہوکہہ کا بڑا رتبہ جانتے اور اوسکے باب مین مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملیگا جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جہت سے فضول طعام کو چہوڑنے سے ملیگا اور یہ بہی فرمایا کہ دانا لوگون کو کوئی چیز دونو جہان کی نافع بہوکہہ سے بڑہکر نہین ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق مین کوئی چیز کہانے سے زیادہ مضر نہین اور فرمایا کہ حکمت اور علم بہوکہہ مین ہین اور معصیت اور جہل سیری مین اور فرمایا کہ کوئی عبادت اس سے بڑہکر نہین کہ ہواے نفسانی کی خلاف حلال چیز کو ترک کرے اور جس حدیث مین مذکور ہے کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لیے ہے اوسمین آپ نے فرمایا کہ جو اس مقدار پر زیادہ کہائیگا وہ اپنی نیکیان کہائیگا اور اس درجہ سے بڑہکر مرتبہ کا حال جو اون سے پوچہا گیا تو فرمایا کہ اوسکی فضیلت نہوگی جب تک کہ غذا کا نکہانا اوسکے نزدیک کہانے کی بنسبت محبوب نہو اور اگر ایک رات بہوکا رہے تو خدا تعالے سے دعا مانگے کہ دو رات بہوکا رکہے اور جب یہ حال اوسکا ہوجائیگا کہ غذا نکہانیکو محبوب جانیگا اور ایک رات کی فاقہ سے دو رات کی فاقہ کی دعا مانگیگا تو البتہ فضیلت اوسکو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوئے ہین تو شکم کو بہوکہا رکہتے اور بیداری اور سکوت اور خلوت سے ہوئے ہین اور فرمایا کہ آسمان و زمین مین ہر نیکی کی جڑ بہوکہہ ہے اور ہر بدی کی اصل پیٹ بہر کہانا اور فرمایا کہ جسنے اپنے نفس کو بہوکہا رکہا اوس سے وساوس دور ہوتی ہین اور فرمایا کہ اللہ عزوجل کا متوجہ ہونا بندہ پر بہوکہہ اور مرض و مصیبت سے ہوتا ہے مگر جسکو خدا چاہے اور فرمایا کہ جان لو یہ وہ زمانہ ہے کہ اوسمین نجات اوسیکو ملیگی جو بہوکہہ اور صبر اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا کہ جو آدمی اسی پانی کو خوب پیٹ بہر کر پیے تو مجہکو نہین معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالے کا کرلے پس کہانے سے سیر ہونی مین کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچہا کہ مین اپنی نفس کو کس چیز سے روکون اوسنے جواب دیا کہ بہوکہہ اور پیاس کی بڑیہی ڈال اور گمنامی اور ترک عزت سے اوسکو ذلیل کر اور آخرت والونکا خاک پا بنا کر اوسکو چہوٹا کر اور پڑہے ہوئے لوگون کے لباس چہوڑنے سے اوسکو توڑ اور اوسکی طرف مدام بدظن ہوکر اوسکی آفتون سے بچ اور اوسکی خواہشون کی خلاف کرتا رہ اور عبداللہ

ابن زید فرماتے کہ بخدا محبت الٰہی نہین ملتی مگر بھوکہ سے اور اولیا پانی پر نہین چلتے اور زمین اونکے لیے طی نہین ہوتی مگر بھوکہ سے اور خدا تعالے اونکی کفالت نہین فرماتا مگر بھوکہ سے اور ابو طالب مکی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ پیٹ مثل ستار کے ہی کہ خالی لکڑی مین تار لگے رہتے ہین مگر اوسکی حسن صوت ہلکی اور رقت سی ہوتی ہے کہ جوف دار ہوتا ہی اوسمین کچہہ بہرا نہین ہوتا اسیطرح پیٹ کا حال ہے کہ جب خالی رہتا ہے تو تلاوت بہی شیرین معلوم ہوتی ہی اور شب بیداری اور قلت خواب پر بہی مداومت کرتا ہے اور بکر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ تین کو خدا تعالی دوست کہتا ہی کم خواب کم خوار کم راحت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام دو مہینے تک خدا تعالے سے مناجات اور باتین کرتے رہے اور کچہہ نکہایا یکایک جو روٹی کا خیال دل مین آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکہا کہ روٹی سامنے رکہی ہے آپ مناجات کی جاتے رہنے سے بیٹہے رو یا کیے اتنے مین ایک مرد پیر اونکے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ اے ولی اللہ خدا تجہکو برکت دے مین ایک حالت مین تہا کہ روٹی کا دہیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی تو خدا سے میرے لیے دعا کر اوسنے کہا کہ الٰہی جب سی مینے تجہے پہچانا ہے اگر روٹی کا دہیان مجہے آیا ہو تو میری مغفرت مت کیجیو بلکہ جو کچہہ کبہی دہیان مین گذرا اوسکو بے فکر کہا لیا اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو جب شرف ہم کلامی خدا سے نصیب ہوا تہا تو چلیہ بہر کہانا نہین کہایا تہا

## دوسرا بیان بہوکہہ کی فائدی اور پیٹ بہرنی کی آفتین

اب اگر کوئی یون کہے کہ بہوکہہ مین اتنی فضیلت کہان سے آئی اور اسکی وجہ کیا ہے کیونکہ بہوکہہ سی تو صرف معدہ کا رنج دنیا اور تکلیف اٹہانا ہی ہے اور اگر تکلیف ہی مین فضیلت ہے تو چاہیے کہ جو لوگ خودکشی کرین یا اپنی بوٹیان کاٹین یا بری چیزین کہائین یا ایسی ہی اور حرکات کرین اونکو زیادہ ثواب ملا کرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول ایسا ہی کہ کوئی دوا پینے سے اچہا ہو جاوے تو یون سمجہے کہ اسمین جو برائی اور تلخی تہی اوس سے مجہکو آرام ہوا ہے اور اسی خیال سی اور بری کڑوی چیزین کہانے لگے حالانکہ یہ امر غلط ہی دوا کا نفع تلخی کی جہت سی نہین بلکہ اوسمین ایک خاصیت ہی جسکو اطبا جانتے ہین اسیطرح بہوکہہ کے نفع جو فوائد ہین اونکو علما جانتے ہین جو کوئی اوسکے نافع ہونیکا یقین کرکے اپنے اوپر بہوکہہ اختیار کرے اور جانے کہ شرعاً یہ اچہی چیز ہے تو اوسکو بیشک نفع ہوگا گو نفع کا سبب معلوم نہو

جیسے دوا پینے والے کو نفع ہوتا ہے گو اوسکی وجہ نہین جانتا مگر بمضمون اس آیت کے
یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ درجات اگر کوئی علاوہ فوائد کے
تصدیق کی اونکا علم بہی ترقی مدارج کے لیے چاہیے تو اوسکے لیے ہم بہوکہہ کے دس فائدہ لکہے دیتے ہین
فائدہ اول قلب کی صفائی اور طبیعت کی تیزی اور بصیرت کا نافذ و کامل ہونا کیونکہ
سیری سے غباوت ہوتی ہے اور ذہن اندہا ہو جاتا ہے اور دماغ مین بخار نشہ کیطرح زیادہ
چڑہتا ہے اور فکر کی جگہہ کو گہیر لیتا ہے تو دل بہاری ہو کر فکر کیطرف نہین دوڑتا اور جلد
ادراک نہین کر سکتا بلکہ لڑکا جب زیادہ کہاتا ہے تو اوسکے حفظ مین فرق آجاتا ہے اور ذہن
بگڑ جاتا ہے اور غبی ہو جاتا ہے اور حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بہوکہہ کو اختیار
کرنا چاہیے کہ اوس سے نفس ذلیل اور قلب رقیق ہوتا ہے اور باعث علم آسمانی کا ہوتی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَحْیُوْا قُلُوْبَکُمْ بِقِلَّةِ الضِّحْکِ وَقِلَّةِ الشِّبَعِ و
طَهِّرُوْهَا بِالْجُوْعِ تَصْفُوْ وَتَرِقُّ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بہوکہہ مثل رعد کے ہے اور قناعت
مثل ابر کے اور حکمت مثل مینہ کے یعنی اون دونون سے حاصل ہوتی ہے اور حدیث شریف
مین ہے مَنْ اَجَاعَ بَطْنَهٗ عَظُمَتْ فِکْرَتُهٗ وَفَطِنَ قَلْبُهٗ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ شَبِعَ وَنَامَ قَسَا قَلْبُهٗ اور پہر آپ نے فرمایا کہ
لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوةٌ وَزَکٰوةُ الْبَدَنِ الْجُوْعُ اور حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب کبہی
مین خدا کے واسطے بہوکہا رہا ہون تو ایک دروازہ حکمت اور عبرت کا اپنے دل مین ایسا
کہلا پایا ہے کہ پہلے نہ تہا اور یہ تو بدیہی بات ہے کہ مقصود عبادات سے وہ فکر ہے جو معرفت تک
پہونچاوے اور حقائق اشیا جون کی تون نظر آوین اور بہوکہہ سے یہ مقصود حاصل ہے
اور سیری اسکی مانع اور چونکہ معرفت الہی جنت کا ایک دروازہ ہے تو ضرور ہے کہ بہوکہہ کی
ملازمت سے جنت کے دروازہ کا کہٹکہٹانا نصیب ہو اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے
اپنے بیٹے کو کہا تہا کہ جب معدہ پر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور حکمت ساکت ہوتی ہے اور اعضا
عبادت سے ٹہیر رہتے ہین اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بہوکہہ ایک
ابر ہے جس بندہ کے دل سے بہوکہہ کیوقت حکمت برستی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا نُوْرُ الْحِکْمَةِ الْجُوْعُ وَالتَّبَاعُدُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الشِّبَعُ وَالْقُرْبَةُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حُبُّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوُّ مِنْهُمْ
لَا تَشْبَعُوْا فَتُطْفِئُوْا نُوْرَ الْحِکْمَةِ عَنْ قُلُوْبِکُمْ وَمَنْ بَاتَ یُصَلِّیْ فِیْ خِفَّةٍ مِنَ الطَّعَامِ بَاتَ الْحُوْرُ حَوْلَهٗ حَتّٰى یُصْبِحَ

دوسرا فائدہ قلب کی نرمی ہے جس سے استعداد ادراک لذت ذکر کی حاصل ہوتی ہے بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ ذکر زبان پر حضور دل کے ساتھہ جاری رہتا ہے مگر قلب کو اوس سے لذت اور اثر نہین ہوتا گویا قلب مین اور اثر مین حجاب سختی دل کا پڑا ہوا ہے اور بعض دفعہ ذکر سے خوب اثر ہوتا ہے اور مناجات مین ایک لذت معلوم ہوتی ہے اور ظاہرا اسکی علت معدہ کا خالی ہونا ہی ہے چنانچہ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مجھکو عبادت مین زیادہ حلاوت جبھی آئی ہے جب میری پیٹھہ پیٹ سے لگی رہے اور یہہ بھی اونکا ہی قول ہے کہ جب دل بھوکھا پیاسا رہتا ہے تو صاف و رقیق ہوتا ہے اور جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو اندھا اور کثیف اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ بعض آدمی اپنے سینے مین کھانے کی آخور رکھہ لیتے ہین اور پھر مناجات کی حلاوت چاہتے ہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ آسان ہونا فکر کا اور حصول معرفت اور شیء ہے اور اوس سے لذت و تاثیر ہونی اور چیز اور یہ دوسرا فائدہ ہے تیسرا فائدہ انکسار اور فروتنی ہے اور دور ہونا اترانے اور خوشی کا جو مبدء طغیان اور غفلت کا ہے کیونکہ نفس کسی شے سے اتنا منکسر اور ذلیل نہین ہوتا جتنا بھوکھ سے ہوتا ہے اور بھوکھ کی حالت مین جب اوسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور حیلہ جاتا رہتا ہے اور ٹکڑا روٹی کا اور گھونٹ پانی کا نہین ملتا تو مالک کی اطاعت کرتا ہے اور ذلیل و عاجز بنا رہتا ہے اور جب تک انسان اپنے نفس کو عاجزی و ذلیل مشاہدہ نہین کرتا تب تک عزت و غلبہ مولی نہین سوجھتا اور چونکہ سعادت انسانی اسمین ہے کہ ہمیشہ اپنے آپکو ذلیل و عاجز جانے اور خدا تعالے کو عزیز و غالب تو ضرور ہوا کہ ہمیشہ بھوکھا اور خدا کیطرف مضطر رہے اور اس اضطرار مین ذوق و حلاوت پاوے اور یہی باعث تھا کہ جب دنیا اور اوسکے خزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے اونسے اعراض کیا اور فرمایا کہ لا بل اجوع یوما و اشبع یوما فاذا جعت صبرت و تضرعت و اذا شبعت شکرت یا کچھہ اور طرح فرمایا غرض کہ شکم اور شرمگاہ ایک دوزخ کے دروازونمین سے ہے اور اوسکی اصل پیٹ بھرنا ہے اور عاجزی اور انکسار جنت کا دروازہ ہے اور اوسکی اصل بھوکھا رہنا ہے پس جو کوئی دروازہ دوزخ کو بند کریگا تا باب جنت کھل جاوے گا اس لیے کہ یہ دونون ایک دوسری کی ضدین ہین جیسا مشرق و مغرب کہ جتنا ایک کیطرف چلو دوسرے سے دور ہو جاؤ گے چوتھا فائدہ نہ بھولنا عذاب الہی اور اہل مصیبت کا اس لیے کہ پیٹ بھرے کو بھوکھا اور بھوکھہ دونون یاد نہین رہتے اور ہوشیار آدمی جب کوئی مصیبت دیکھتا ہے اوس سے

(حاشیہ) یعنی نہین بلکہ ایک روز بھوکھا رہون اور ایک روز شکم سیر ہون تاکہ جب بھوکا ہون تو صبر اور تضرع کرون اور جب شکم سیر ہون تو شکر کرون ۱۲

یہ حدیث ترمذی کی ہے پیشتر گزری ۱۲

آخرت کی مصیبت یاد کرتا ہے پیاس سے پیاس آخرت کو عرصات قیامت مین یاد کرتا ہی اور بہوکہہ سے دوزخیون کی بہوکہہ یاد کرتا ہے کہ جب اونکو بہوک لگیگی تو سینڈہ اور خاردار درخت غذا کے لیے ملینگے اور پیاس کیوقت پیپ اور ریم پجاویگی اور بندہ کو ایسا ہی چاہیے کہ عذاب آخرت کو مدنظر رکہے اس لیے کہ اوس سے خوف الٰہی کا جوش ہوتا ہے اور جو آدمی کبہی ذلت و علت و مصیبت مین گرفتار نہوا ہو وہ عذاب آخرت کو بہول جاتا ہے بلکہ خود عذاب ہی کو نہین جانتا اور نہ اوسکے دل پر اوسکا خوف غالب ہو تو بالضرور بندہ کے لیے مصیبت مین رہنا یا مصیبت کو دیکہنا چاہیے اور سب سی ادنے مصیبت جو آدمی اوٹہا سکتا ہے وہ بہوکہہ ہے کہ اوسمین سوائے یاد کرنے عذاب آخرت کی اور بہت سی فوائد عمدہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ انبیا اور اولیا حسب مدارج کسی مصیبت خاص مین مبتلا ہوتے ہین حضرت یوسف علیہ السلام سے لوگون نے کہا کہ آپ بہوکہے کیون رہتے ہین آپ کی قبضہ مین تو زمین کے خزانے ہین آپنے فرمایا کہ مجہے یہ خوف ہے کہ پیٹ بہر کر بہوکہون کو نہ بہول جاون اس سے معلوم ہوا کہ بہوکون محتاجون کی یاد بہی ایک فائدہ بہوکہہ کا ہے اس لیے کہ بہوکہہ سے رحم اور کہانا کہلانا اور شفقت خلق خدا پر پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بہرے کو بہوکہے کی تکلیف کیا معلوم ہو

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | آنکہ در راحت و تنعم زیست | | اوچہ داند کہ حال گرسنہ چیست | |

جسکی نہ بہتی ہو بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی پانچوان فائدہ جو سب فائدون مین زیادہ ہے توڑنا شہوات معاصی کا اور غالب آنا نفس امارہ پر ہے کیونکہ منشا تمام گناہونکا شہوات اور قوی ہین جنکا مادہ غذائین اور کہانے ہین پس اونکو کم کرنے سے ہر ایک شہوت و قوت کمزور ہوجاتی ہے اور چونکہ سعادت تمامہا اسمین ہی کہ آدمی اپنے نفس کو قابو مین رکہے اور شقاوت یہ ہے کہ نفس کے قابو مین پڑجاوے تو جیسے سرکش گہوڑا بے آب و دانہ رکہنے سے قابو مین آجاتا ہے اسیطرح نفس بہی بہوکہا رہنے سے دب نکلتا ہے بعض اکابر سے منقول ہی کہ اونسے لوگون نے کہا کہ آپ اب ضعیف ہوئی نفس کی خدمت کیون نہین کرتے کہ اب تو وہ کمزور ہوگیا آپ نے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ جلدی اکڑنے لگتا ہے اور بہت شرارت کرتا ہے ایسا نہو کہ سرکشی کرکے مجہے کسی ورطہ مین ڈالدے اسکی ساتہہ سختی برتنی اس سے بہتر ہے کہ مجہے ارتکاب گناہ کا درپے ہو اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے جب کبہی پیٹ بہر کر کہایا تو یا گناہ کیا یا قصد گناہ مین مبتلا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اول بدعت

جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے تھے کہ لوگ سیر ہو کر کہانا کہانے لگے پیٹ
بہر کر کہاوینگے تو ضرور اونکے نفس دنیا کی طرف کو زور کرینگے اور اس کو ایک فائدہ تقدیر
کرنا چاہیے بلکہ فوائد کی کہان جاننی چاہیے اور اسیواسطے بزرگ فرماتے ہین کہ بہوک خدا تعالے
کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہے ایک ادنے بات یہ ہے کہ بہوک کے سبب شہوت شرمگاہ
اور شہوت کلام جاتی رہتی کیونکہ بہوکے کا دل زیادہ بولنے کو نہین چاہتا اور اس جہت سے
زبانکی آفتون سے مثل غیبت اور فحش اور جہوٹ اور چغلی وغیرہ کے سب سے محفوظ رہتا ہی اور پیٹ بہر
پر دل لگی سوجہتی ہے اوسوقت لوگونکی غیبت کا ضرور ہی ذکر ہوتا ہی غرض کہ زبان ہی کی بدولت
آدمی دوزخ مین جاوینگے اور شہوت زنا کی برائی خود مخفی نہین مگر بہوک سے اوسکے شر سے بہی
محفوظ رہتا ہے اور شکم سیر ہونے پر اور شہوت زور کرتی ہے اپنے آپ مین نہین رہتا اور اگر تقوے
کی جہت سے اوسکو روکا تو آنکہہ قابو مین نہ رہیگی اور وہ بہی زنا مین داخل ہے اور اگر بالفرض
آنکہہ بہی بند کرے گا تو فکر تو اختیاری نہین دل مین خطرات خبیث اور وساوس اسباب شہوت
کے ایسے پیدا ہونگے جن سے مناجات گہٹی پڑ جاوے بلکہ اکثر اسطرح کے افکار نماز کی حالت مین
پیش آوینگے اسیطرح اور اعضا کے معاصی کو خیال کرنا چاہیے زبان اور شرمگاہ کو ہمنے
بطور مثال لکہدیا ہے سب اعضا کسی افعال کا سبب قوت ہوتی ہے جو پیٹ بہرنے سے
حاصل ہوتی ہے ایک حکیم کا قول ہے کہ جو مرید سیاست پر صبر کرے اور برس روز نصف پیٹ
روکہی روٹی کہاوے اور اوسمین کوئی چیز اپنے دل چاہتی نہ ملاوے تو اللہ تعالے اوسسے
عورتونکا فکر دور فرماتا ہے چہٹا فائدہ نیند کا دفع ہونا اور مدام بیدار رہنا کیونکہ جو پیٹ بہر کر کہاوے گا
وہ پانی بہت پیے گا اور زیادہ پانی پینے سے نیند بہت آتی ہے بعض اکابر اسی بنا پر اپنے مریدون سے
کہانا کہانیکے وقت فرماتے کہ بہت مت کہائیو ورنہ پانی بہت پیوگے اور زیادہ سووگے
اور کثرت سے حسرت کروگے اور ستر صدیق اسبات پر متفق ہین کہ نیند کی کثرت بہت پانی
پینے سے ہوتی ہے اور کثرت نیند سے اور بہی خرابیان ہین تہجد جاتا رہتا ہے طبیعت غبی ہوتی ہی
دل سخت ہوتا ہے اور ازانجا کہ عمر جوہر انفس ہی اور تجارت کیلیے راس المال آدمی کا یہی ہے
اور نیند بمنزلہ موت ہی تو کثرت نیند سے عمر کم ہوتی ہے اور غلبہ خواب سے حلاوت تہجد بہی
نہین ہوتی پہر مجرد آدمی اگر شکم سیری پر سو رہیگا تو احتلام ہو جاویگا یہ بہی تہجد سے مانع ہے
اس لیے کہ حاجت غسل مین ٹہنڈے پانی سے تکلیف ہوتی ہے اور گرم پانی رات کو اوسوقت

بعض اوقات نہین ملتا تو اگر وتر بھی اول شب نہ پڑہے ہونگے وہ بھی قضا ہو جاوینگے اسلیے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ احتلام عقوبت ہی کہ بہت سی عبادت سے مانع ہو جاتا ہی بروقت آدمی سے غسل نہین ہو سکتا ہے غرضکہ نیند چشمہ آفات ہی اور سیری اوسکا سبب ہے اور بھوکہ اوسکی دافع

**ساتوان فائدہ** آسان ہونا عبادت کی مواظبت کا کیونکہ خود کھانا کثرت عبادت سے باینوجہ مانع ہے کہ اوسکے لیے ایک وقت چاہیے اور کبھی آٹا وغیرہ مول لینے مین اور پکانے مین بھی وقت گذر جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھہ دہونے اور خلال کرنے مین اور کبھی دفعہ پانی پینے مین بھی زمانہ صرف ہوتا ہے اگر ان اوقات کو ذکر و مناجات مین صرف کرتا تو زیادہ نفع ہوتا سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے جرجانی رحمہ کے پاس ستو دیکھے کہ سوکھے پھانک رہے تھے مین نے کہا کہ یہ کس باعث سے آپ کرتے ہین کہا کہ مین نے چابنے اور پھانکنے کا جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چابنے مین زیادہ دیر لگتی ہے اسی لیے چالیس برس سے مین نے روٹی کھانی چھوڑ دی غور کی جگہہ ہے کہ انہون نے کیسے اپنے وقت کا تلف ہونا چابنے مین سوچا اور اوسکو ضائع نہ ہونے دیا اسیطرح ہر ایک سانس عمر کا جوہر نفیس بیمول ہے اوس سے آخرت کا خزانہ باقی حاصل کرنا چاہیے اور یہ بات اوسکو اللہ کے ذکر و طاعت مین مصروف کرنے سے ہوتی ہے علاوہ ازین کثرت غذا سے مدام طاہر نہین رہ سکتا نہ مسجد مین ٹھہر سکتا ہے کیونکہ بار بار پانی پینے اور پیشاب کرنیکے لیے نکلنا پڑیگا اور روزہ رکھنا بھی ایسے شخص کو دشوار ہی اسلیے کہ جسکو بھوکہ کی عادت ہوتی ہے وہی روزہ رکھہ سکتا ہے پس روزہ رکھنا اور دوام اعتکاف و طہارت اور اوقات حصول غذا اور اوسکے لوازم کو عبادت مین صرف کرنا بڑی نعمتین اور نفع کی چیزین ہین انکی قدر اون غافلون کو معلوم نہین جنکی شان مین یہ وارد ہی رضوا بالحیوۃ الدنیا واطمأنوا بہا اور یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتی ہین کہ سیری مین چھہ آفتین ہین مناجات کی حلاوت نہ پانی حکمت کی حفظ سے معذور رہنا خلق پر شفقت سے بے بہرہ رہنا کیونکہ اپنی سیری سے اورونکو بھی ایسا ہی سمجھتا ہے عبادت کا گران معلوم ہونا شہوات کی زیادتی سب ایماندار مسجدون کے گرد پھرین اور پیٹ بھرے گندی جگہون کے گرد

**آٹھوان فائدہ** بدن کا تندرست رہنا اور بیماریون کا دفع ہونا اس لیے کہ امراض کا سبب بھی ہوتا ہے کہ غذا کی زیادتی سے نکمے اخلاط معدہ اور رگون مین جمع ہو جاتے ہین پھر مرض پیدا ہوتے

عبادت نہیں ہو سکتی دل کو تشویش ہوتی ہے ذکر و فکر نہیں کر سکتا زندگی تلخ ہو جاتی ہے فصد
و حجامت و دوا و طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اور ان سب کے لیے پیسا چاہیے جس سے کہ انسان
رنج بھی اوٹھاوے اور معصیت سے خالی نرہے اور بھوکہ میں یہ سب باتیں مفقود ہیں روایت ہے کہ ہارون
رشید نے چار طبیب ہندی اور رومی اور عراقی اور حبشی بلا کر اونسے کہا کہ ہر کوئی ایسی دوا بتلاؤ
جس سے مرض نہو ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا سیاہ ہڑ ہے اور عراقی نے کہا کہ میرے نزدیک
ترہ تیزک ہے اور رومی نے گرم پانی بتلایا حبشی کہ سب میں زیادہ جانتا تھا بولا کہ ہڑ سے معدہ تنگ
ہوتا ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے اور ترہ تیزک سے معدہ نرم ہوتا ہے وہ جدا مرض ہے اور گرم
پانی سے معدہ سست ہوتا ہے وہ بھی روگ ہے اونہوں نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک کونسی
دوا ہے اونے کہا کہ میرے نزدیک جس دوا سے مرض نہو یہ ہے کہ کھانا ایسے وقت کھاوے کہ خواہش
ہو اور موقوف ایسی وقت کرے کہ خواہش باقی ہو اسکو سب مان گئے بعض حکما اہل کتاب کے
سامنے اس حدیث کا ذکر ہوا کہ ثُلُثٌ طعام و ثُلُثٌ شراب و ثُلُثٌ النفس تو اونے متعجب ہو کر
کہا کہ کمی غذا کے باب میں اس سے زیادہ محکم کوئی قول میں نے نہیں سنا یہ کلام بیشک کسی حکیم
کا معلوم ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البطنة اصل الداء والحمیة اصل
الدواء وعودوا کل جسم ما اعتاد ہمارے نزدیک اگر اس حدیث سے طبیب زیادہ تعجب کریں تو لائق ہے اور ابن سالم
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی گیہوں کی روکھی روٹی ادب کے ساتھ کھاوے تو مرض موت کے سوا کبھی
بیمار نہ پڑے لوگوں نے کہا کہ ادب کیا ہے اونہوں نے کہا کہ بھوکھ پر کھانا اور سیری سے پہلے
ہاتھ کھینچنا اور بعض اطباء فاضلین کا قول بسیار خواری کی مذمت میں یہ ہے کہ معدہ میں
سب سے زیادہ فائدہ انار کرتا ہے اور سب سے زیادہ ضرر نمک لیکن تھوڑا نمک کھانا بہ نسبت بہت
انار کھانے کے مفید ہے اور حدیث میں ہے صوموا تصحوا بھوکھ بھی صوم میں داخل ہے غرضکہ
غذا کی کمی میں اجسام مرضوں سے محفوظ رہتے ہیں اور قلوب کو سرکشی اور تکبر وغیرہ کا روگ نہیں ہوتا
نواں فائدہ خرچ کا کم ہونا کیونکہ جو کم کھاوے گا اوسکو تھوڑا سامان کافی ہوگا اور اگر
پیٹ بھرنے کی عادت ہوگی تو ہمیشہ پیٹ کا تقاضا ہوگا اور گردن پکڑ کے کہے گا کہ کھانے کی بھی
فکر ہے تو آدمی در بدر اوسکے لیے پھرتا پھریگا پھر اگر وجہ حرام سے کچھ پیدا کریگا تو گناہ گار ہوگا اور جو وجہ
حلال سے لاویگا تو بھی رنج و ذلت سے خالی نہیں اسلیے کہ اکثر لوگوں کی طرف طمع سے دیکھنا پڑیگا
جو کمال درجہ کی ذلت ہے مومن وہ ہے جو اپنا خرچ کم رکھے بعض حکما کا قول ہے کہ میں اپنی اکثر

۱ ایک تہائی غذا اور ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس کیلئے ۱۲

۲ شکم سیری اصل مرض ہے اور پرہیز کرنا اصل دوا اور معتاد کرو ہر جسم کو جس چیز کا عادی ہو ۱۲ اسکی سند نہیں ملی ۱۲

۳ روزہ رکھو تندرست رہو گے ۱۲ طبرانی اور بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲

چاہتیں اسطرح پوری کرتا ہوں کہ اونکو ترک کر دیتا ہوں اس سے دلکو بڑی آسایش پاتا ہوں
اور ایک حکیم اور کہتے ہیں کہ جب میں کسی دوسرے شخص سے اپنی خواہش پورا کرنے کے لیے قرض
لیا چاہتا ہوں تو اپنے نفس ہی سے اوس خواہش کو قرض لیکر ترک کر دیتا ہوں تو نفس میرا اس
میرے لیے خوب موذی ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ اپنے یار دوستوں کو لات کا
نرخ پوچھتے اگر وہ گران بتلاتے تو فرماتے کہ ترک کر کے ارزان کر لو اور سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں
کہ بسیار خوار تین حال میں برا ہے اگر اہل عبادت ہے تو سستی کریگا اور اگر پیشہ والا ہے تو آفات
سے خالی نرہے گا اور اگر کچھہ آمد والا ہے تو اپنے دل سے خدا کا انصاف نہ کرے گا حاصل یہ
کہ حرص دنیا موجب تباہی ہے اور دنیا کی حرص پیٹ اور شرمگاہ کے سبب سے ہے اور شہوت
جماع شہوت غذا سے ہوتی ہے جسکے تھوڑا کرنے سے یہ سب باتیں جاتی رہتی ہیں اور یہ
ابواب دوزخ ہیں انکے بند ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدِیْمُوْا قَرْعَ بَابِ الْجَنَّۃِ بِالْجُوْعِ بس جو شخص ایک چپاتی پر ہر روز قناعت
کرے گا وہ سب شہوت سے قناعت کرے گا اور آزاد اور مستغنی ہو کر رنج سے راحت پاویگا
اور عبادت الٰہی اور تجارت اخروی ہی کا ہو رہے گا اور اون لوگوں میں سے ہوگا جنکی
شان میں ہے لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کہ دنیا کے معاملات ایسوں کو لہو میں نہیں ڈالتے کیونکہ
یہ لوگ اوس سے بے پروا ہیں اور جنکو اوسکی طرف حاجت ہے اونکو لہو میں ضرور ڈالتے ہیں
دسواں فائدہ یہ کہ جو غذا کھانے سے بچے گی اوس سے صدقہ اور خیرات ہو سکتی ہے اور یتیموں
مسکینوں کی خبرگیری سے قیامت کی دہوپ میں حدیث کے موجب اپنے صدقہ کے سایہ میں
رہے گا جسقدر آدمی کہا لیتا ہے وہ مٹی اور پاخانہ ہو جاتا ہے اور جو صدقہ دیتا ہے وہ فضل الٰہی
کے لیے ذخیرہ ہوتا ہے تو بندہ کو مال میں بہی یہ پہونچتا ہے کہ خواہ صدقہ سے اوسکو جمع کر رکہے
یا کہا کر فنا کر دے یا پہنکر پرانا کر دے مگر اپنی غذا کو کم کر کے اگر بقیہ سے صدقہ کرے تو اس سے
بہتر ہے کہ شکم سیر ہو کر ہیضہ میں مبتلا ہو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب یہ آیت پڑہی
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا فرمایا کہ خداوند کریم نے انہیں ساتوں آسمانوں کو جو مزین بنجوم ہیں اور حملہ
عرش ارشاد فرمایا کہ تم بار امانت کو مع ما فیہا اوٹہالو اونہوں نے عرض کیا کہ اوسکے اندر کیا ہے ارشاد
ہوا کہ اگر نیک کرے ثواب پاوے اور برا کرے تو عذاب ہو عرض کیا کہ ہم سے نہیں اٹھیگا

۱ اہل کسی چیز کا ... دروازہ ... کھٹکھٹاتے رہو بہوکا رہکر

۲ یعنی غافل ... عقبہ بن عامر ۱۲

۳ ...

پہر اسیطرح زمین سے پوچہا اوسنے بہی انکار کیا پہر بڑے بڑے مضبوط سخت پہاڑ و نپر یہ مضمون پیش ہوا اونہون نے بہی انکار کیا پہر انسان سے جو فرمایا تو اوسنے مان لیا کیونکہ اپنے نفس پر ظالم اور امر ربانی کی حکمت سے ناواقف تہا اور بخدا کہ اب اس ظلم و جہل کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایمان کو مال کے بدلے مین بیڈالتے ہین اور شہرون کے مالک ہوکر گہرونکو وسیع اور قبرونکو تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین کو دبلا کرتے ہین اور صبح شام حاکم کے دروازے پر جا جاکر اپنی جانون کو مصیبت لگاکے حاکم حقیقی سے بے خوف ہوئے ہین کوئی یہ کہتا ہے کہ مین چاہتا ہون اور یہ آرزو رکہتا ہون اور میرے لیے فلانی فلانی چیز لے آؤ اور بائین ہاتہہ پر تکیہ لگا کر پرایا مال چکہتا ہے اور جب نوبت بدہضمی اور ہیضہ کی پہونچتی ہے تو نوکرونسے کہتے ہین کہ کوئی ایسی چیز لاؤ جس سے کہانا ہضم ہو ارے بیوقوف کہانا ہضم کیا چاہتا ہے یا دین کو ہضم کر بیٹہا فقیر اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہان گئے جنکی خبرگیری کا حکم تجہکو خدا نے دیا تہا اس بیان سے اسی فائدہ کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے یعنے جو کچہہ کہانے سے بچے اوسکو محتاج کو دینا چاہیے تاکہ اجر اخروی کا ذریعہ ہو اور کہانے کی نسبت یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ اوس سے دونا گناہ ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی توند دیکہکر انگشت مبارک سے توند کیطرف اشارہ کرکے اوسکو فرمایا کہ اگر اسقدر غیر کے پیٹ مین جاتا تو تیرے واسطے اچہا ہوتا یعنے اگر تو اپنی خوراک کم کرکے اورونکو کہلاتا تو آخرت کی لیے ذخیرہ ہوتا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ہمنے ایسے لوگ دیکہے ہین کہ جنکے پاس اتنی غذا تہی کہ اگر وہ چاہتے تو سب کہا لیتے مگر یہ کہا کہ بخدا اب اپنی پیٹ مین نہ ڈالونگا کچہہ للہ بہی دونگا پس یہ دس فائدے بہوکہہ کے ہین جنمین سے ہر ایک حاوی فوائد بیشمار ہے اسی لیے بہوکہہ کو فوائد اخروی کا خزانہ کہنا چاہیے بعض اکابر سے منقول ہے کہ بہوکہہ کلید آخرت اور زہد کا پہاٹک ہے اور شکم سیری کلید دنیا اور باب رغبت اور یہی مضمون اخبار مین بہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ان فوائد کی تفصیل جاننے سے معانی ان اخبار کی بخوبی معلوم و مفہوم ہو جاتے ہین اور اگر تفصیل فوائد معلوم نہوا اور صرف بہوکہہ کو مفید جانے تب بہی رتبہ ایمان تقلیدی کا حاصل ہوگا

## بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے

جاننا چاہیے کہ مرید کو شکم اور غذا کے باب مین چار چیزین مقرر کرنی چاہیین اول مقدار غذا دوم وقت غذا سوم جنس غذا چہارم درجات ورع مین جنکا بیان باب حلال و حرام مین

لکہا ہے یہان تین اول کی چیزونکا ذکر لکہا جاتا ہے مگر جان لینا چاہیے کہ مقدم غذاء حلال ہی اسلیے کہ عبادت غذاء حرام کے ساتہہ ایسی ہے جیسی عمارت پانی پر بنایا چاہین اول بات جو مقرر کرنیکی ہے مقدار غذا کو کم کرنا ہے اور اسمین ریاضت تبدریج کرنی چاہیے تاکہ ایک اندازہ پر پہونچ جاوی کیونکہ اگر کوئی شخص بہت کہانے کا عادی ہوگا اور دفعتہً کم کر دیگا تو مشقت بہی زیادہ ہوگی اور مارے ضعف کے اوسکا مزاج متحمل ریاضت نہوگا پس تہوڑا تہوڑا کم کرنا چاہیے مثلاً اگر دو روٹی کہاتا ہے اور یہ چاہے کہ ایک روٹی کہایا کرون تو چاہیے کہ ایسی طرح کم کرے کہ مہینے بہر مین ایک روٹی پر آجاوے اور یہ بات کئی طرح ہو سکتی ہے خواہ اول مقدار دو روٹی کو وزن کرلے اور پہر ہر روز ایک روٹی کے وزن کا تیسوان حصہ کم کر دیا کرے یا لقمون کے شمار سے اوسکو گہٹاوے تو نہ اوسکو ضرر ہوگا اور نہ کچہہ اثر کسیطرحکا معلوم ہوگا اور غذا کے باب مین چار درجہ ہین درجہ اعلیٰ یہ ہے کہ غذا اتنی کم کرے کہ مقدار سد رمق رہجاوے جسکے بدون زندگی نہ ہو سکے یہ مرتبہ صدیقین کا ہے اور سہیل تستری رحمہ اللہ بہی اسیکو پسند فرماتے ہین وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ تین چیزون سے عبادت لیتا ہے زندگی اور عقل اور قوت پس اگر بندہ کو اول کی دو چیزین جاتے رہنے کا خوف ہو تو کہانا روزہ ہو تو افطار کرے پاس نہو تو تلاش کرے اور اگر اون دونون کے جانے کا خوف نہو صرف طاقت جانے کا ڈر ہو تو کچہہ پروا نکرے گو ضعیف ہو جاوے یہانتک کہ بیٹہہ کر نماز پڑہے اور یہ جانے کہ بہوکہ کے ضعف سے بیٹہکر نماز پڑہنی قوت غذا سے کہڑے ہو کر پڑہنے کی نسبت افضل ہے اور اونکی جو کسی نے شروع کا حال اور غذا کی کیفیت پوچہی تو فرمایا کہ میری غذا سال بہر مین تین درم ہوتی تہی ایک درم کا مین شیرۂ انگور لیتا تہا اور ایک کا چانول کا آٹا اور ایک کا گہی اور سب ملا کر تین سو ساٹہہ گولیان بنا لیتا تہا ہر ایک شب ایک گولی سے افطار کیا کرتا تہا لوگون نے کہا کہ اب کیا حال ہے اونہون نے فرمایا کہ اب کچہہ مقدار و وقت مقرر نہین اور بعض راہبین کی حکایت ہے کہ وہ اپنی خوراک ساڑہے تین ماشہ غذا تک پہونچاتے ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ رات دن مین مقدار نصف مد یعنی سوا پاؤ کہاوے اور غالب ہے کہ اکثر لوگون کی نسبت یہ مقدار سوم حصہ شکم کی مساوی ہوگی جسکا ذکر حدیث شریف مین وارد ہے اور لقیمات سے بڑہکر ہے کیونکہ یہ وزن یا جمع سالم کا قلت کے لیے مستعمل ہے جو دس سے کم پر بولتے ہین حضرت عمر رض کی عادت یہی تہی آپ سات لقمہ یا نو کہایا کرتے تہے تیسرا درجہ یہ کہ مقدار ایک مد کے یعنے اڈہائی پاؤ کہاوے یہ ثلث شکم سے بڑہکر ہے اور غالب ہے کہ دو ثلث شکم کے مساوی ہو اس صورت مین ثلث شکم پانی کا حق

رہی گا مگر ذکر کے لیے کچہ نہ رہا جیسا کہ بعض روایتون مین بجاے نفس کے ثلث للذکر واقع ہوا ہے جو تہا درجہ یہ ہے کہ اس سے بڑہکر ایک سیر تک کہاوے اور سیر سے زیادہ کہانا اسراف مین داخل ہے اور حکم ربانی وَلَا تُسْرِفُوا کے مخالف مگر یہ حکم اکثریہ ہے ورنہ مقدار غذا باعتبار شخص و عمر اور کار متعلقہ ہر شخص کے جداگانہ ہے اور ایک پانچوان طور اور بہی ہے مگر اوسمین دہوکے کا مقام ہے وہ یہ ہے کہ جب اشتہاے صادق ہو جب کہانا کہاوے اور ابہی اشتہاے صادق باقی ہو کہ ہاتہہ کہینچے لیکن جو شخص ایک یا دو روٹی کی مقدار مقرر نکریگا اوسکو انتہاے اشتہار صادق کی ظاہر نہوگی بلکہ اشتہار کاذب سے اوسکو تمیز نہ کرسکے گا اگرچہ اشتہار صادق کی علامتین بہی لکہی ہین اول تو یہ کہ کوئی سی روٹی روکہی ملے اوسکو کہالے جب کسی معین روٹی کو جی چاہے یا سالن کی تمنا ہو تو اشتہار صادق نہوگی اور ایک یہ ہے اگر تہوکے تو مکہی تہوک پر نہ بیٹہے یعنے چکنائی تہوک مین نہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معدہ خالی ہے اور اوسکی پہچان مشکل ہے تو مرید کے حق مین اولی یہی ہے کہ ایسی مقدار کہانے کی مقرر کرلے کہ جو نسی عبادت کے درپے ہے اوسکو بخوبی کرسکے اور اوسکے کرنے مین کمزور نہو جاوے جب اس حد پر پہونچے تب ٹہہر جاوے گو اشتہا باقی رہے خلاصہ یہ کہ اندازہ خاص غذا کا نہین ہوسکتا کیونکہ احوال اور اشخاص کے اعتبار سے ہر ایک کے لیے حد جداگانہ ہے ہان صحابہ رضہ مین سے ایک جماعت کا معمول تہا کہ ہفتہ مین ایک صاع گیہون تناول فرماتے اور اگر خرما کہاتے تو ڈیڑہ صاع ہفتہ مین کہاتے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے تو اب اس سے ایک روز کی غذا کو حساب کرو تو ایک روز مین کچہہ اوپر نصف مد گیہون ہوتے ہین اور خرما کے بڑہنے کی یہ وجہ ہے کہ اوسمین سے گٹہلی نکل جاتی ہے پس یہ مقدار اوسی کے قریب ہے جسکو ہمنے سوم حصہ شکم کے لیے لکہا ہے اور حضرت ابو ذر غفاری رحمہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہر ہفتہ مین تین سیر جو کہاتے اور بعد آپ کی بہی اسیقدر تناول فرماتے اور کہتے کہ بخدا مین اس مقدار پر زندگی بہر نہ بڑہاؤن گا کیونکہ مینے سنا ہے کہ آپ فرماتے تہے کہ تم مین سے قیامت کو مجہسے زیادہ قریب اور محبوب تر وہ ہوگا کہ مرتے دم تک اوسی حال پر رہے جسپر اب موجود ہے اور بعض صحابہ رضہ کا حال دیکہکر برا معلوم ہوتا اور کہتے کہ تمنے سب بدل ڈالا جو کو چہاننے لگے پتلی چپاتیان پکوانے لگے دو دو سالن اور رنگ برنگ کے کہانے کہانے لگے کپڑے صبح کو اور شام کو اور پہننے لگے یہ باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کہان تہین اور ارباب صفہ کی غذا یہ تہی کہ دو آدمیون پیچہے تین پاؤ خرما ہر روز کہاتے اور اوسمین گٹہلی بہی ہے

ف اور یہ حاشیہ ... جانب ... 

۱۲) مجمد درزنو اور اوسمین کچہ بسبب لینیز ناسک ۱ اور سند منقطع ۱۲

۳) حاکم براویت طلو بصری ۱۲

جسکو دور کرنے سے بہت ہی کم مقدار رہتی ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مومن مثل بہیڑ کی ہے اوسکو ایک مٹھی سڑے خرما کی یا ستو کی اور ایک گھونٹ پانی کافی ہے اور منافق درندہ اژدہا کے موافق ہے کہ نگلے چلا جاتا ہے نہ ہمسایہ کے لیے اپنے پیٹ مین کمی کرے نہ اور کسی بہائی بند کو اپنے اوپر ترجیح دے اور سہیل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض دنیا خون خالص ہی ہوتی تب بہی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی اس لیے کہ مومن وہی ہے جو ضرورت کے وقت بقدر سد رمق کہاوے دوسری بات مقرر کرنے کی وقت غذا ہی کہ کتنی دیر کے بعد کہاوے اسمین تین درجہ ہین اعلی درجہ یہ ہے کہ تین دن یا اس سے زیادہ کچھہ نہ کہاوے اور بعض عارفین نے اس باب مین اتنی ریاضت کی ہے کہ تیس روز اور چالیس روز کے طی تک نوبت پہونچا دی ہے اور علما مین سے بہی بہت سے لوگ ایسے ہی ہین مثلاً محمد بن عمر عزنی اور عبد الرحمن بن ابراہیم اور ابراہیم تیمی اور سلیمان خواص اور سہیل تستری اور ابراہیم بن احمد خواص وغیرہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی چہہ روز کا طے فرماتے اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اور ابو الجوزا سات روز کا اور سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم تین روز کا غرضکہ یہ سب بزرگ بہوکہ سے طریق آخرت پر مدد چاہتے تہے بعض علما کا قول ہے کہ جو کوئی خدا کیواسطے چالیس روز کچھہ نہ کہاوے اوسپر بعض اسرار الہی کہل جاتی ہین اور ایک شخص اس جماعت مین کا ایک راہب کی پاس گیا اور اوسکو نصیحت کرنی شروع کی کہ اسلام اختیار کرنا چاہیے تمہارے طریق مین صرف وہو کہا ہی وہو کہا ہی اسکو چہوڑ دینا چاہیے یہانتک اوس سے گفتگو کی کہ راہب کہنے لگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام چالیس روز تک طی کا روزہ رکہتے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ سواے نبی صادق کے اور کوئی نہین کرسکتا صوفی نے کہا کہ اگر مین پچاس دن طی کا روزہ رکہون تو تو اپنے دین کو چہوڑ دے گا اور دین اسلام کو قبول کرکے جان لے گا کہ تمہارا دین باطل ہے اور اسلام حق ہے اوسنے کہا کہ ہان ایسا ہی کرونگا پہر صوفی نے اوسکے سامنے ہی بیٹھکر پچاس روز پورے کیے اور کہا کہ ساٹھہ پورے کیے دیتا ہون پس ساٹھہ روز کے بعد راہب کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ مجکو یہی خیال تہا کہ عیسی علیہ السلام سے بڑہکر کوئی نہ کرسکے گا آخر کو مسلمان ہو گیا اور یہ ایک بڑا درجہ ہے اسکو ایسا ہی شخص پہنچتا ہی کہ قطع علائق و عادات کرکے مکاشفہ اور مشاہدہ مین مستغرق ہو کر بہوکہ و حاجت سے مستغنی ہوا ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو روز سے تین روز تک کا طی کرے اور یہ امر عادت سے خارج نہین بلکہ ممکن ہے اور تہوڑے سے مجاہدہ اور کوشش سے اس تک پہونچ سکتا ہے

تیسرا درجہ جو ادنےٰ ہے وہ یہ ہے کہ رات دن میں ایک بار کہاوے اور اگر اس سے زیادہ
ہوگا تو اسراف میں داخل ہوا اور ہمیشہ شکم سیر رہنا کہ بہوکہہ کی حالت محسوس نہو عیاشون کا
کام ہے اور خلاف سنت حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اگر صبح کو کہاتے تو شام کو نہ کہاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کہاتے اور اکابر کا بہی
یہی دستور تہا کہ ایکبار غذا کہاتے تھے اور حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضہ کو آپ نے فرمایا
إِيَّاكِ وَالسَّرَفَ فَإِنَّ أَكْلَتَيْنِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ وَأَكْلَةٌ وَاحِدَةٌ فِي كُلِّ يَوْمَيْنِ إِقْتَارٌ وَ
أَكْلَةٌ فِي كُلِّ يَوْمٍ قَوَامٌ بَيْنَ ذَلِكَ وَهُوَ الْمَحْمُودُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ پس جو کوئی ایک دفعہ رات دن میں
کہانا چاہے تو مستحب یون ہی کہ سحر کیوقت صبح صادق سے پہلے تہجد کے بعد کہاوے کہ دن کو
بہوکہا رہنے سے روزہ ہو جاوے گا اور رات کو بہوکہا رہنے سے تہجد کے لیے اوٹھنا سہل ہوگا
اور معدہ کے خالی رہنے سے فارغ البال اور رقیق القلب اور مجتمع الہم رہیگا نفس بہی ساکن
رہیگا پہلے وقت سے تقاضا نکرے گا اور عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضہ
سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تہجد نہیں پڑہتے تہے جیسا تم پڑہتے ہو
بلکہ آپ کا دستور تہجد کا یہ تہا کہ کہڑے کہڑے پانو ورم کر جاتے تہے اور روزہ وصال بہی تمہاری طرح
نہ رکہتے تہے بلکہ افطار روزہ سحر کے وقت کیا کرتے تہے اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو سحر میں ملا دیتے تہے پس اگر روزہ دار کا دل بعد مغرب کہانیکا مائل ہو
اسطرح کہ تہجد میں حضور قلب نہو سکے تو ایسی صورت میں چاہیے کہ جسقدر کہانے کی اسکی عادت
کی ہے اوسکے دو حصہ کرے ایک کو بعد مغرب کہا لیوے اور ایک کو سحر کیوقت افطار کیوقت
کہانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ نفس کہانیکی طرف نہ تکیگا اور تہجد اچہی طرح ادا ہوگا اور سحر کے کہانے کو
دن کو بہوکہہ کی زیادتی نہوگی اور جو ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکہے تو اوسکو
اسمین کچہہ مضایقہ نہیں کہ روزہ کے دن سحر کیوقت کہالے اور افطار والے دن ظہر کے وقت
یہ طریق ہے غذا کا وقت مقرر کرنے کا تیسری بات مقرر کرنیکی جنس غذا ہے اور سالن کا چہوڑنا
پس معلوم کرنا چاہیے کہ غذا سب سے عمدہ گیہون کا آٹا ہے اگر چہان کر لے تو آسایش میں داخل ہی کم
اور اوسط غذا چہنا ہوا آٹا جو کا اور ادنی اوسکا بن چہنا آٹا اور عمدہ سالن گوشت اور مٹہائی ہے اور
اوسط شوربا اور چکنائی بے گوشت اور ادنی نمک و سرکہ ہے اور سالکین کی عادت یہ ہی کہ سالن
کبہی نہیں کہاتے بلکہ لذیذ چیز جسکو انسان کی طبیعت چاہے اوس سے بہی باز رہتے ہیں کیونکہ اس سے

نفس مین شیخی اور سختی ہوتی ہے اور لذات دنیا دلمین گھر کر جاتی ہین اوسنے مالوف ہوکر موت
اور دیدار الٰہی کو برا جاننے لگتا ہے اور دنیا کو جنت اور موت کو قیدخانہ تصور کرتا ہے اور اگر
نفس کو شہوات سے روکا جاوے تو سب معاملے برعکس ہوجاتے ہین نفس تنگ ہوکر چاہتا ہے
کہ کل کا مرتا آج مرجاؤن یہان کی لذتون سے محروم ہون وہان کی لذات سے جلد بہرہ یاب
ہون اور زندگی کی قید سے چھوٹون یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین ای گروہ صادقان جنت کا
ولیمہ کہانا ہے اپنے نفسونکو خوب بہوکہا کر رکھو جتنی بہوکہہ زیادہ ہوگی اوتنی ہی اشتہا اوس
کہانے کی بڑہیگی علاوہ ازین جتنے آفات شکم سیری کی ہمنے لکھی ہین وہ دل چاہتی چیزون کے
کہانے اور لذات مین بڑی سی ہوتی ہین اسی لیے شہوات کے ترک مین اگر مباحات کو بہی چھوڑ
دیا جاوے تو ثواب بہت ہوتا ہے اور اونکے کہانے مین خطرہ رہتا ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین یاکلون مخ الحنطۃ اور اس سے یہ غرض نہین کہ میدا کہانا
حرام ہے بلکہ وہ تو مباح ہے اسطرح پر کہ اگر گاہ گاہ کہا لیا تو کچھہ برا نہین مگر اسی پر مداومت کرے
تب بہی اسکے کہانے سے گناہگار نہوگا الا نفس کو لذت کی چاٹ پڑجاویگی اور دنیا کے انس مین
مبتلا ہوکر اوسکے طلب مین ساعی ہوگا اسمین گناہ ہونگا ارتکاب بہی ہوجاویگا اسی جہت سے
شرار امت فرمایا کہ میدا ایسے امور مین مبتلا کرتا ہے کہ وہ باعث معاصی ہون اور نیز فرمایا شرار امتی
الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامھم وانما ھمتھم الوان الطعام وانواع اللباس ویتشدقون
فی الکلام اور خدا تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ یہ یاد کرلیا کرو کہ قبر مین رہنا ہی
اس سے بہت سی شہوتونسے باز رہوگے اور اکابر سلف لذیذ کہانون سے بہت ڈرتے اور اونکو
علامت بدبختی سمجھتے اور اللہ تعالے کے منع فرمانے کو نہایت سعادت جانتے چنانچہ وہب بن منبہ
فرماتے ہین کہ دو فرشتے چوتہے آسمان پر آپسمین ملے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کہانسے آئے ہو
اوسنے کہا کہ مجکو حکم ہوا کہ ایک مچھلی سمندر سے فلانی جگہہ لیجاؤن جسکو فلانے یہودی نے تمنا کی تہی
دوسرے نے کہا کہ مین بہی اس بات پر مامور تہا کہ فلانے عابد کے لیے تیل ڈال آؤن جو اوسکا
آرزومند تہا پس اس سے اسبات کا اشارہ ہے کہ آسان ہونا لوازم خیر کا علامت اچھی نہین
اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی کا شربت نہ پیا اور فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے
الگ رکھو غرضکہ کوئی عبادت الٰہی مخالفت شہوات اور ترک لذات سے بڑہکر نہین جیسا کہ ریاضت
نفس مین ہمنے بیان کیا ہے اور حضرت نافع رض فرماتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایکبار مریض تہے

تازی مچھلی کو اونکا جی چاہا مدینہ منورہ مین باوجود تلاش نہ ملی بعد چند ے جو ملی تو ڈیڑہ درم کو مول لیکر اوسکو پکایا اور ایک روٹی پر رکھکر آپ کے سامنے لے گئے اتنے مین ایک سائل دروازہ پر آیا آپ نے خادم سے کہا کہ اسکو روٹی مین لپیٹ کر سائل کو دیدے خادم نے عرض کیا کہ جناب عالی آپکا دل اتنے دنونسے چاہتا تہا جب تو ملی نہ تہی اب جو ملی تو ڈیڑہ درم کو ہمنے مول لیکر آپ کے واسطے پکائی تو اگر آپ فرماوین اوسکو اوسکا نقد دام دیدیا جاوے آپنے فرمایا کہ اسیکو روٹی مین لپیٹ کر دیدو پہر خادم نے سائل سے کہا کہ تم اسکو ایک درم کی عوض دیتے ہو اوسنے کہا اچہا خادم نے ایک درم اوسکو دیدیا اور مچھلی کو آپ کے سامنے لاکر رکہا اور کہا کہ اوسکو ایک درم دیکر یہ مول لی ہے آپنے فرمایا کہ اوس سے درم بہی واپس نہ کرو اور یہ بہی معہ روٹی دیدو مین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تہے اَیُّمَا امْرِءٍ اشْتَہٰی شَھْوَۃً فَرَدَّ شَھْوَتَہٗ وَاٰثَرَ بِھَا عَلٰی نَفْسِہٖ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا سَدَّدْتَ کَلَبَ الْجُوْعِ بِرَغِیْفٍ وَکُوْزٍ مِّنَ الْمَاءِ الْقَرَاحِ فَعَلَی الدُّنْیَا وَاَھْلِھَا الدَّمَارُ تمہین اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مقصود یہ ہو کہ بہوک پیاس سے مشقت و ضرر کا دور کرنا ہے لذات دنیاوی سے عیش کرنا منظور نہین حضرت عمر رض کو خبر پہونچی کہ یزید بن ابی سفیان طرح طرح کے کہانے کہاتے ہین آپ نے اونکے خادم سے فرمایا کہ جب اونکا طعام شبینہ تیار ہو مجہکو اطلاع کرنا اوسنے ویسا ہی کیا آپ اونکے یہان تشریف لیگئے جب کہانا آیا تو اول ثرید اور گوشت لائے آپ نے بہی اونکے ساتہہ کہایا بعد اسکے بہنا ہوا گوشت آیا اونہون نے ہاتہہ بڑہایا مگر حضرت عمر رض نے اپنا ہاتہہ روک لیا اور فرمایا کہ اے یزید بن ابی سفیان کیا ایک غذا کے بعد دوسری بہی ہے قسم بخدا کہ اگر تم سلف کی سنت کو چہوڑدوگے تو بیشک اونکا طریق بہی تمسے جاتا رہیگا اور یسار بن عمیر رح فرماتے ہین کہ مین نے کبہی حضرت عمر رض کے لیے آٹا نہین چہانا اور اگر چہانا بہی ہے تو اونکی مرضی کے خلاف کیا ہی اور عتبہ رح اپنا آٹا گوندہکر دہوپ مین رکہدیتے جب سوکہہ جاتا تو کہا لیتے اور کہتے کہ ایک ٹکڑا اور نمک پر رہنا چاہیے یہانتک کہ آخرت مین بہنا گوشت اور عمدہ کہانا تیار ہو جاوے اور کوزہ اوٹہاکر ایک ٹہلیا مین سے پانی پیتے جو تمام دن دہوپ مین رہتی تہی آپ کی لونڈی کہتی کہ اگر اپنا آٹا آپ مجہکو دیدیا کرین تو مین پکا دیا کرونگی اور پانی ٹہنڈا کردیا کرونگی آپ جواب دیتے کہ غرض بہوک کے کتے کا روکنا ہے سو یون بہی رک جاتا ہی اور شقیق بن ابراہیم کہتے ہین کہ مینے ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق اللیل مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہہ کے قریب ہی دیکہا کہ رستہ سے ایک کنارہ پہ بیٹہے ہوئے رو رہے تہے مین بہی راہ چہوڑکر اونکے پاس جا بیٹہا

حاشیہ: … جب … حدیث … اور … اسکو … ضعیف … دیا اللہ تعالی اوسکی مغفرت کرے گا … جان … ضعیف اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین نقل کیا ہے ۱۲ … جب تو نے کتا بہوک کے … ایک روٹی اور خالص پانی سے کیا … تو دنیا اور اوسکے اہل پر … ۱۲

اور سبب گریہ کا پوچھا اونہون نے فرمایا خیریت ہی پھر مین نے دو بارہ و سہ بارہ پوچھا تو اُنہون نے
فرمایا کہ کسی سے کہو نہین تو کہون مین نے کہا کہ بہتر آپ فرمائین اونہون نے کہا کہ تیس برس سے
میرا دل حریرہ کو چاہ رہا تہا مگر مین کمال کوشش سے اوسکو روکتا تہا کل رات مین بیٹہا ہوا تہا
کہ اونگہنے لگا اتنے مین ایک شخص آیا جسکے ہاتہ مین سبز پیالہ تہا اوسمین بہاپ اور خوشبو حریرہ
کی آتی تہی مین اپنی ہمت سے نفس کو روکا پھر اوسنے پیالہ میرے قریب کرکے کہا کہ اے ابراہیم کہا لے
کہا کہ مینے اوسکو للہ چہوڑ دیا ہے مین نہ کہاونگا اوسنے کہا کہ اگر خدا ہی کہلا دے تو کہانا چاہیے مجہے
کچہ جواب اور تو نہ بن آیا رونے لگا پھر اوسنے کہا کہ کہاؤ مین نے کہا کہ ہمکو حکم ہے کہ جب تک نہ معلوم
ہو کہ کہانا کہان سے آیا ہے تب تک ہاتہ نہ ڈالین اوسنے جواب دیا کہ کہاؤ یہ تمہارے ہی
واسطے عنایت ہوا ہی مجہکو حکم ہوا ہے کہ اے خضر اس پیالہ کو لیجا اور نفس ابراہیم بن ادہم کو کہلا
کیونکہ اوسنے اب بہت دنون سے نفس پر صبر کرکے اوسکو روک رکہا ہے اب اللہ نے اوسپر رحم کیا
اور اے ابراہیم یہ بہی یاد رکہہ کہ مین نے فرشتون سے سنا ہی کہ وہ کہتے ہین جو شخص عطا کو نہین
لیتا تو پہر اگر طلب کرتا ہے تو نہین ملتی مین نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو مین تمہارے سامنے ہون اسکا عقدہ
اسہی کہولیگا پہر مینے جو دیکہا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اوسنے پہلے کچہ دیا اور کہا کہ تو ہی اپنے
ہاتہ سے کہلا دے پس اوسنے میرے منہ مین لقمہ دینا شروع کیا یہانتک کہ مین سو گیا جب جاگا
تو اوسکا مزا منہ مین پایا شقیق کہتے ہین کہ جب ابراہیم رح نے یہ بات تمام کی مین نے کہا کہ اپنا ہاتہ
تو لاؤ اونکا ہاتہ اپنے ہاتہ مین پکڑکے بوسہ دیا اور یون کہنے لگا کہ خداوندا جو لوگ اپنی شہوتون کو
اچہی طرح روکتے ہین تو اونکی آرزو پوری کرتا ہے دلمین یقین تو ہی ڈالتا ہے دلونکو اون سے
مطمئن تو ہی رکہتا ہے اپنے بندہ شقیق پر ہی نظر توجہ ہو پہر حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہاتہ آسمان
کیطرف اٹہا کر کہنے لگا کہ الٰہی اس ہاتہ کی اور اس ہاتہ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت
سے جو تونے انپر فرمایا اپنے بندہ مسکین پر عطا کر وہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہے
اگرچہ اوسکا سزاوار نہین اسکے بعد وہ اُٹہ کہڑے ہوئے اور چلکر حرم شریف مین داخل ہوئے اور مالک
بن دینار رح کو کہتے ہین کہ چالیس برس دودہ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز اونکی پاس تر کہجور بطور
ہدیہ آئی اور لوگون نے اونسے کہا کہ انکو کہائیے اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ تم ہی کہالو مین نے چالیس برس سے
انکو نہین چکہا اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ ابو سلیمان دارانی کا دل ایکبار گرم روٹی
نمکین کو ہوا مین سامنے لے گیا آپ نے ایک بار دانت سے کتر کر چہوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت ہی

محنت و مشقت کے بعد تونے میری آرزو جلد عنایت کی اب مین پکی توبہ کرتا ہون مجکو معاف فرما
احمد کہتے ہین کہ پھر کبھی تمک زندگی بھر نہ کہایا اور مالک بن ضیغم فرماتے ہین کہ مین بصرہ کی بازار مین
جاتا تہا ایک ترکاری دیکھی میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجکو یہ کہلا دے مین نے قسم کہائی کہ چالیس
روز نہ کہلاؤنگا اور حضرت مالک بن دینار بصرہ مین پچاس برس رہے مگر اون لوگونکے تر و خشک خرما
کبھی نہ کہائے بعد اسکے اونسے کہا کہ بصرہ والو مین تم مین پچاس برس رہا اور تمہاری تر و خشک کہجور
کا مزہ نہ رکہا مگر پھر بہی جو چیز مجہسے کم ہوئی تم مین نہ بڑہی اور نہ جو چیز تم مین زیادہ تہی مجہسے کم
ہوئی اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ مین نے دنیا کو پچاس برس سے چہوڑ دیا ہے میرا دل دودہ کو
چالیس برس سے چاہتا ہے مگر بخدا عمر بھر نہ پیون گا اور حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہین کہ مین داؤد
طائی کے پاس آیا وہ دروازہ بند کیے ہوئے کہہ رہے تہے کہ تونے روٹی چاہی مین نے کہلا دی پھر خرما
کہانا چاہتا ہے مین نے قسم کہائی کہ کبھی نہ کہلاؤن گا پھر جب مین نے سامنے ہو کر سلام کیا تو معلوم
ہوا کہ صرف اکیلے اپنے نفس سے کہہ رہے تہے اور ابو حازم ایک روز بازار مین جاتے تہے ایک میوہ نظر پڑا
بیٹے سے کہا کہ یہ میوہ جو ٹوٹا ہوا رو کا ہوا دہرا ہے اسمین سے میرے واسطے خرید لا شاید میوہ جنت
بن ٹوٹا بے روک بہی ملجاوے جب وہ خرید کر لایا اپنے نفس سے کہنے لگے کہ تونے فریب دیا کہ دیکہتے
ہی آرزو پیدا کی اور پھر اوسکو مول لوایا بخدا کہ کہلاؤن گا نہین پس اوسکو یتیم محتاجونکو بانٹ دیا
اور موسیٰ اشج سے نقل ہے کہ بیس برس سے میرا دل ذرہ نمک کو چاہتا ہے اور احمد بن خلیفہ
کہتے ہین کہ بیس برس تک میرا نفس یہی کہتا رہا کہ پانی پیٹ بھر کر پلاوے مگر مین نے کبھی سیر نہ کیا
اور عتبہ غلام کہتے ہین کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا بعد اسکے مجہے شرم آئی کہ
کب تک ٹالتا ہون سات برس سے تو ٹال رہا ہون آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر بہونا اور اوسکو
لیکر ایک روٹی مین لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکہکر اوس سے پوچہا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے جو مر گیا اوسنے
کہا کہ ہان مین وہ روٹی اوسکے حوالہ کی کہتے ہین کہ روٹی دیکر آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑہی
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ف ۱ اور پھر کبھی گوشت نہ کہایا اور خیند روز اون کا
دل خرما کو چاہا کیا ایک روز کسیقدر خرید کر رات کے لیے رکہہ چہوڑے کہ اوسی سے افطار کرون گا
اتنے مین ہوا کا طوفان آیا اور اندہیرا ہو گیا لوگونکو خوف معلوم ہوا عتبہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ بلا
اسی سبب سے آئی کہ مین نے تیری خاطر سے اتنے خرما مول لیے اب خبردار انکو مت چکہنا اور داؤد
طائی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل اور پیسے کا سرکہ مول لیا اور تمام رات نفس سے کہتے رہے کہ اچہو دنیا میت کو

ف ۱ اور کہلاتے ہین کہانا اوسکی محبت پر محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے کو اور قیدی کو ۱۲

کیسا بڑا حساب دینا پڑیگا پہر ہمیشہ روکہی روٹی کہائی اور عتبہ غلام نے ایک روز عبدالواحد بن زید سے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس مین ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ مین اوس رتبہ کو اپنے نفس مین نہین پاتا اونہون نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ تم روٹی کے ساتہہ خرما کہاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کہاتا ہے عتبہ نے کہا کہ اگر مین بہی خرما چہوڑ دون تو وہ رتبہ حاصل ہوگا اونہون نے کہا کہ بیشک پہر عتبہ رونے لگی لوگون نے کہا کہ کیا خرما پر روتے ہو عبدالواحد نے فرمایا کہ کچہہ نہ کہو انکی نفس نے جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہین اور جس چیز کو چہوڑ دینگے پہر اوسکی طرف رجوع نہ کرین گے اور جعفر بن نصر کہتے ہین کہ مجہکو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تہوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب مین مول لے آیا تو افطار کے وقت ایک منہ مین ڈالا اور تہوک دیا اور کہا کہ اوٹہا لیجا مین نے سبب پوچہا تو فرمایا کہ گوش دل مین غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چہوڑا تہا کیا پہر کہائیگا اور صالح کہتے ہین کہ مین نے عطا سلمی کی خدمت مین عرض کیا کہ مین آپ کے لیے ایک چیز بہیجا چاہتا ہون بشرطیکہ آپ واپس نہ کرین اونہون نے فرمایا بہتر مین نے اپنے لڑکے کے ہاتہہ ستو گہی اور شہد مین ملا کر بہیجدیے اور کہدیا کہ جب تک وہ کہا نہ لین تب تک مت آنا آپ نے کہا لیے دوسرے روز مین نے پہر بہیجے آپ نے نہ پیے اور واپس کردیے پس مین آپ سے خفا ہو کر کہنے لگا کہ سبحان اللہ آپ نے میرا ہدیہ واپس کیا جب اونہون نے مجہکو غصہ مین دیکہا فرمایا کہ برا ماننے کی بات نہین ایکبار تو مین نے تعمیل کی جب دوسری بار تم نے بہیجا تو ہر چند مینے کہانا چاہا مگر نہو سکا جب مین ارادہ کہانیکا کرتا تہا یہ آیت یاد پڑتی تہی يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ آخر تک صالح کہتے ہین کہ مین رو پڑا اور دلمین کہنے لگا کہ مین اور کہین ہون اور تم اور کہین اور سری سقطی فرماتے ہین کہ میرا نفس تیس برس سے چاہتا ہے کہ روٹی شیرہ انگور مین تر کرکے کہاؤن مگر مین نے نہین کہلائی اور ابو بکر جلائی نے فرمایا کہ ایک شخص مینے ایسا دیکہا ہے کہ اوسکا نفس اوس سے کہتا تہا کہ مین دس روز تک کچہہ نہ کہاؤنگا بشرطیکہ تو دس روز کی بعد جو کہون وہ کہلا دے اوسنے جواب دیا کہ مین دس روز کا فاقہ نہین چاہتا تو یہی تمنا چہوڑ دے ایک عابد کا ذکر ہے کہ اونہون نے کسی اپنے یگانہ کی دعوت کی اور روٹیان سامنے رکہدین وہ شخص روٹیونکو لوٹنے لگا کہ اچہی دیکہکر کہاوے عابد نے فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو تمکو معلوم نہین کہ جس روٹی کو تم نے چہوڑ دیا اوسمین کتنی حکمتین ہین اور کتنے کاریگرون کے ہاتہہ سے نکلکر تمہارے پاس آئی اول ابر سے چلو کہ اوسمین پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا اور چوپایہ تیار ہوئی اور بہت سے لوگون نے کام کیا جب کہین تم تک آئی اب تم اونکو لوٹتے ہو رغبت سے نہین کہاتی حدیث شریف

مین ہے کہ لَا یَسْتَدِیرُ الرَّغِیفُ وَیُوضَعُ بَیْنَ یَدَیْکَ حَتّٰی یَعْمَلَ فِیْهِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ صَانِعًا اَوَّلُهُمْ
مِیْکَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ الَّذِیْ یَکِیْلُ الْمَاءَ مِنْ خَزَائِنِ الرَّحْمَةِ ثُمَّ الْمَلٰٓئِکَةُ الَّتِیْ تُزْجِی السَّحَابَ
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالْاَفْلَاکَ وَمَلٰٓئِکَةُ الْهَوَاءِ وَدَوَابُّ الْاَرْضِ وَاٰخِرُهُمُ الْخَبَّازُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

| | |
|---|---|
| ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند | تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری |

اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین قاسم جوعی کے پاس آیا اور اونسے پوچھا کہ زہد کیا چیز ہی اونہون نے کہا کہ تمنے اوسکے باب مین کیا سنا ہے مین نے چند اقوال نقل کیے وہ چپ ہو رہے مینے کہا کہ آپ کیا کہتے ہین اونہون نے کہا کہ پیٹ آدمی کا دنیا ہے جسقدر اوسکو ضبط کریگا وتنا ہی زہد حاصل کریگا اور جتنا اوسکو نہ روکیگا وتنی ہی دنیا اوسپر قابض ہوگی اور بشر بن الحارث ایکبار بیمار ہوے عبدالرحمن بن عطیہ کے پاس جاکر ماکولات مین سے اپنے مزاج کے موافق پوچھنے لگے اونہون نے کہا کہ پوچھتے تو ہو لیکن اگر مین بتاؤنگا تو مانوگے نہین اونہون نے کہا کہ تم بتاؤ تو سہی مین مانونگا کہا کہ سکنجبین پیو اور سیب چوسو بعد اسکے شوربا کہاؤ اونہون نے فرمایا کہ سکنجبین سے کمتر کوئی چیز ہے کہ اوسکے قائم مقام ہو کہا کہ مجھے معلوم نہین اونہون نے کہا مجھے معلوم ہی وہ کاسنی ہے سرکہ کے ساتھہ پھر پوچھا کہ سیب سے کمتر چیز قائم مقام اوسکے ہی اونہون نے کہا کہ مین نہین جانتا کہا کہ مین جانتا ہون وہ شامی لوبیے کی پھلی ہے پھر پوچھا کہ شوربا سے کم کوئی چیز اوسکا عوض معلوم ہے کہا کہ نہین اونہون نے کہا کہ مجھکو معلوم ہی نخود آب گاوے گھی مین اوسکا بدل ہی عبدالرحمن نے کہا کہ تم مجھسے طب زیادہ جانتے ہو پھر بے فائدہ پوچھتے ہو ان حکایات سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو شہوات سے باز رہے اور غذا شکم سیر سے رکے اسکا باعث وہی فوائد ہین جنکا تم نے ذکر کیا اور بعض اوقات یہ بھی وجہ ہوتی تھی کہ روزی حلال وصاف نجانتے تھے اس وجہ سے بضرورت اپنے نفس کو اجازت غذا دیتے تھے اور دل چاہتی چیزین داخل ضرورات نہین چنانچہ ابو سلیمان فرماتے ہین کہ نمک بھی شہوت و آرزو کی چیز ہے اسلیے کہ روٹی سے زیادہ ہے اور جو چیز روٹی کے سوا ہے سب زائد اور شہوت مین داخل ہے یہ انتہا درجہ کی بات ہی اگر کوئی اسپر قادر نہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اپنے نفس سے غافل نہو اور شہوات مین مستغرق نہو آدمی کو اسیقدر اسراف کافی ہے کہ جو دل چاہے وہ کہاوے اور جو جی مین آوے وہ کرے اسلیے ضرور ہوا کہ مداومت گوشت کی چھوڑدے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین جو شخص چالیس روز گوشت ترک کردے بدخلق ہوجاتا ہے اور جو برابر چالیس روز کہاوے سخت دل ہوجاتا ہے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ گوشت کی مداومت مثل شراب کے نشہ آور ہوتا ہے

اور جب بہو کہا ہوا ور جماع کو بھی دل چاہے تو یہ نہ کرے کہ کہا کر صحبت کرے اور نفس کی دو آرزوین پوری کرے کیونکہ وہ اوسوقت قوی ہو جاوے گا اور بعض دفعہ غذا اسی لیے کہاتا ہی کہ صحبت کی نشاط زیادہ ہو اور مستحب ہی کہ شکم سیری پر نہ سوی نہین تو دو غفلتون کا جامع ہوگا اور سستی کا عادی اور سختی دل بہی اس سے پیدا ہوتی ہے ایسی صورت مین نماز پڑہے یا بیٹھکر ذکر کرے کہ یہ بات شکر کے قریب ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہے اَذِیبُوا طَعَامَکُم بِالذِّکرِ وَالصَّلٰوۃِ وَلَا تَنَامُوا عَلَیہِ فَتَقسُوَ قُلُوبُکُم اور ادنیٰ مقدار یہ ہی کہ چار رکعتین پڑہے یا سو دفعہ سبحان اللہ کہے یا ہر غذا کے بعد کچہہ قرآن شریف کی تلاوت کرے حضرت سفیان ثوری رح جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن کو سیر ہوتے تو پیاپے نماز و ذکر مین مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بہرو اور محنت لو خواہ یون کہتے کہ گدہے کو شکم سیر کرکے اوس سے محنت لو اور جب کبھی کسی غذا کے بعد کچہہ تنقلات کو جی چاہے تو روٹی نکہانی چاہیے اوسکی عوض اوسی میوہ کو کہالے تاکہ غذا مین داخل ہو اور نفس جامع عادت اور شہوت کا نہو اور سہیل تستری رحمہ اللہ نے ابن سالم کے ہاتھہ مین روٹی اور چہوارے دیکہ فرمایا کہ چہوارے اول کہاؤ اگر کافی ہو تو فبہا ورنہ پہر روٹی بقدر ضرورت کہا لینا اور جب ایک کہانا لطیف اور ایک غلیظ میسر آوے تو اول لطیف کہاوے کیونکہ اوسکے بعد غلیظ کو دل نچاہیگا اور اگر پہلے اچہا نہ کہاوے گا تو دوسرے کہانے کے بعد اوسپر طبیعت کہنچتی رہے گی اور بعض اکابر اپنے ساتہیوں سے کہتے کہ جی چاہتی چیزین مت کہاؤ اور اگر کہاؤ تو اونکی تلاش نہ کرو اور اگر تلاش کرو تو اوس سے محبت نہ رکہو اور خاص طرح کی روٹی ڈہونڈہنی داخل شہوت ہی حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے کہ عراق سے ہمارے پاس کوئی تحفہ روٹی سے بڑہکر نہین آتا تو دیکہنا چاہیے کہ روٹی کو آپنے تحفہ ارشاد فرمایا حاصل کلام یہ ہی کہ مباحات کی شہوت و اتباع مین بہی نفس کو ڈالنا نچاہیے ایسا نہ ہو کہ اگر یہان شہوتین پوری کرین اور قیامت کو کہا جاوے کہ اَذہَبتُم طَیِّبَاتِکُم فِی حَیَاتِکُمُ الدُّنیَا وَاستَمتَعتُم بِہَا اور جسقدر کہ یہان نفس پر مجاہدہ کرکے شہوات کو چہوڑیگا اوسیقدر آخرت مین چاہتی چیزین پاویگا بصرہ کے ایک بزرگ چانول کی روٹی اور مچہلی کو بیس برس تک چاہتے رہے مگر نفس پر مجاہدہ کرکے اوسکو روکا اور ہر چند اونکا نفس مانگا گیا مگر کبھی نہ دی جب وفات پائی تو کسی نے اونکو خواب مین دیکہکر پوچہا کہ تمہارے ساتہہ خدا تعالے نے کیا معاملہ کیا اونہون نے کہا کہ جو نعمتین اور کرامتین عنایت فرمائین مین اچہی طرح بیان نہین کرسکتا سب سے اول چیز جو مجہکو عنایت ہوئی چانول کی روٹی اور مچہلی تہی ارشاد ہوا کہ آج جتنا چاہے بے حساب

جی بھر کر کھالے چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتا ہی کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ پہلے عمل ہی کیا تھا کہ شہوات کو چھوڑ دیا تھا اسی جہت سے ابو سلیمان رحمہ فرماتے ہین کہ ایک شہوت کا چھوڑ دینا برس روز کے روزے اور شب بیداری سے زیادہ نافع ہوتا ہی خدا ہمکو بھی اپنی رضا کی توفیق عنایت کرے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

## بیان چوتھا اختلاف مین حکم بھوکہ کے اور اوسکی فضیلت کی اور یہ کہ احوال لوگون کا اسمین مختلف ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ غایت مقصود تمام احوال اخلاق مین بحکم خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُہَا کے میانہ روی ہے اور دونون طرفین افراط و تفریط کے مذموم ہین اور بھوکہ کی فضیلت مین جو کچھہ ہم لکھہ آئے ہین اوس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اوسکی افراط منظور ہے بلکہ وجہ اوسکی یہ ہے کہ جن چیزون کی طرف اقصے کو طبیعت طالب ہوتی ہے اور اوسمین کچھہ فساد ہوتا ہے تو اسرار حکمت شرعی مین سے ہے کہ ایسی صورت مین منع مبالغہ کے ساتھہ کیا جاتا ہے یہانتک کہ جاہل کو یہ گمان ہو کہ مقصود یہی ہے کہ ہر حال مین طبیعت کا ضد خیال کیا جاے اور جہانتک ممکن ہو اوسکے خلاف عمل کیا جاوے اور عاقل یہ سمجھتے ہین کہ منظور درجہ اعتدال ہے مثلاً نہایت شکم سیری اقتضاے طبع ہے تو شریعت کمال درجہ کی بھوک کی صفت اوسنا کرتی ہی تاکہ طبیعت کسیقدر اپنے مقتضا سے باز رہکر صرف درجہ اعتدال حاصل کرے کیونکہ اقتضاے طبع کو بالکل استیصال کرنا امر محال ہی تو ضرور کوئی انتہا اوسکی ہوگی کہ اوسپر عمل کرنیسے شرعاً ممدوح ہو اسیطرح اگر کوئی مسرف خلاف طبع اسراف کرے تو شریعت مین اوسکی مذمت پائی جاوے گی مثلاً شب بیداری اور روزہ کے باب مین شریعت مین نہایت مبالغہ کے ساتھہ وصف ہی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ بعض لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور تمام رات جاگتے ہین تو اونکو اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود صرف درجہ اعتدال ہی پس کھانے کی باب مین افضل اور معتدل یہ ہی کہ اتنا کھاوے کہ نہ معدہ ثقیل ہو نہ بھوکہ کی تکلیف معلوم ہو نہ چندان بخور کز دہانت بر آید نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید بلکہ کھانا ایسی طرح کھاوے کہ اوسکا اثر معلوم نہو اس لیے کہ غرض غذا سے بقاے حیات اور قوت عبادت ہی معدہ کی گرانی سے بھی عبادت نہین ہو سکتی اور بھوکہ کی تکلیف بھی دل کو شغل کر مانع ہے تو یہی نتیجہ نکلا کہ ایسی طرح کھاوے کہ غذا کا اثر معلوم نہ ہوتا کہ فرشتون کے مشابہ ہوجاے

کہ اونکو بہی غذا کی گرانی اور بہوکہ کی تکلیف نہین معلوم ہوتی اور انسان کا درجہ کمال بہی یہی ہے کہ اونکا اقتدا کرے اور چونکہ سیری اور بہوکہ سے تو چہوٹ ہی نہین سکتا تو دونون حالتون سے دور تر درجہ وسط ہی جسکو اعتدال کہتے ہین اور رجوع کرنا افراط و تفریط سے درجہ وسط و اعتدال کیطرف ایسا ہے کہ ایک لوہے کی گرم کنڈل کو زمین مین ڈالکر ایک چیونٹی کو اوسکی بیچ مین چہوڑدو اب چیونٹی اس حلقہ کی گرمی سے بچنا چاہے گی اور چارون طرف سے نکلنا چاہے گی مگر ہرطرف وہی گرمی موجود ہے کسی طرف سے نکل نہین سکتی بہاگتی پہرے گی یہانتک کہ اوس حلقہ کی مرکز مین پہونچکر ٹہرجاوے تو البتہ سب طرف کی حرارت سی دور تر رہیگی اسیطرح شہوات بہی انسان کو محیط ہین اور یہ چیونٹی کی طرح اونکی کنڈل مین پڑا ہوا ہی اور فرشتے اس سے خارج ہین اور انسانکو اوسے نکلجانا تو غیر ممکن ہی اور تشبہ فرشتون کا کیا چاہتا ہے تو اسی صورت سی ہوسکتا ہی کہ شہوات سے جتنا دور ممکن ہو وتنا ہوجاوی اور چونکہ درجہ اعتدال سب اطراف سی برابر دوری پر ہے اسیواسطے سب اخلاق متقابلہ مین وہی مطلوب ہونا چاہیے اور اسی اعتدال سے اس حدیث مین مقصود ہے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسی کی طرف اس آیت مین اشارہ ہی کلوا واشربوا ولا تسرفوا پس جب انسان کو بہوکہ اور سیری دونون محسوس نہونگی تب نفس ہلکا رہیگا اور عبادت و فکر آسان معلوم ہوگی اور عمل کرنے پر قادر ہوگا مگر چونکہ ابتدا امر مین نفس سرکش ہوتا ہی اور شہوات کا شائق اور افراط کا مائل تو اعتدال کا حاصل ہونا سہل نہین ہوتا اور نہ اوس سے چندان فائدہ بلکہ اوسوقت بہوکہ سے اوسکی ایذا دینے مین خوب مبالغہ کرنا چاہیے جیسا اول اول گہوڑے وغیرہ کی شایستگی کے لیے بہوکہا پیاسا رکہتے ہین اور خوب کوڑے پڑتے ہین تب کہین سیدہا ہوتا ہی اور کام دیتا ہی پہر جسوقت حسبِ منشا کام کرنیکے لیے درست ہوتا ہے اوس سے مشقت دور کردی جاتی ہے اور اعتدال پر چہوڑدیا جاتا ہے اور اسی سبب سی بہت سے مرشد اپنے مریدون کو ایسے کام بتاتا ہے جو خود نہین کرتا مثلاً بہوکہا رہنے کو کہتا ہے یا شہوات کے چہوڑنے کو فرماتا ہے حالانکہ خود بہوکہا نہین رہتا نہ شہوات سی بالکلیہ منقطع ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات فواکہ اور شہوات کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کی تادیب سے فارغ ہوگیا اب تکلیف دینے کی اوسکو حاجت نہین اور چونکہ نفس غالب احوال مین شہوت پرست اور شریر و سرکش اور عبادت کا چور ہوتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ بہوکہا رکہا جاوے کہ اکثر احوال مین تکلیف اوٹہاوے اور انکسار پاکر درجہ اعتدال حاصل کرے بعد اسکے غذا بہی معتدل کردیجاوے اور ہمیشہ بہوکہا رہنے سے دوہی شخص باز رہتی ہین ایک صدیق اور ایک احمق دیکہو کیسے

فصل

مین پڑا ہوا صدیق کو تو اس وجہ سے بہوکہ کی ضرورت نہین کہ اوسکا نفس راہ راست پر مستقیم ہے اسکو تکلیف دہی نفس کی حاجت نہین اور جو شخص احمق ہے وہ اسلیے بہوکہا نہین رہتا کہ اپنے آپ کو صدیق جانتا ہے اور نفس کو تادیب کے قابل نہین سمجھتا اور یہ ایک بڑا دہوکا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اس لیے کہ نفس کی تادیب بوجہ کمال کمتر ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ بہی ہوتا ہی کہ کسی صدیق کو دیکہا کہ وہ اسباب مین پروا نہین کرتا تو آپ بہی ویسا ہی کرنے لگا اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست آدمی کو جو مرض سے شفا پاچکا ہے کوئی چیز کہاتے دیکہے تو اپنے آپ کو صحیح جانکر وہی چیز کہانے لگے اور ہلاک ہو جاوے اور اس بات کی وجہ کہ مقدار اور جنس اور وقت غذا مین کچہہ تخصیص نہین بلکہ مقصود اصلی مجاہدہ نفس نافرمان کا ہی جو حق سے متجاوز ہو کر رتبہ کمال کو نہین پہونچا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہی مقدار و وقت غذا مقرر نہ تہا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اسقدر روزے رکہتے کہ ہم کو گمان ہوتا کہ اب افطار نہ کرینگے اور کبہی افطار کے دن اتنے ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہ رکہینگے اور جب گہر مین تشریف لاکر پوچہتے کہ کچہہ ہے اور گہر کے لوگ عرض کرتے کہ ہے تو تناول فرماتے ورنہ فرماتے کہ تو آج میرا روزہ ہے اسیطرح جب آپ کے سامنے کوئی چیز پیش ہوتی تو فرماتے کہ میرا ارادہ تو روزہ رکہنے کا تہا اور ایکبار روز آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مین روزہ سے ہون حضرت عائشہ رض نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہمارے یہان حیس یعنے چہوارے گہی اور پنیر ملے ہوئے آئے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تو روزہ رکہنا چاہا تہا مگر خیر لے آؤ اور اسی جہت سے سہیل تستری سے نقل ہے کہ اونسے کسی نے پوچہا کہ شروع مین آپ کا کیا حال تہا اونہون نے عجیب عجیب مشقتین بیان فرمائین یہانتک کہ فرمایا کہ مدت تک مین بیری کے پتون پر گذر کی اور تین برس تک انجیر کو کوٹ کر کہائے پہر یہ کہا کہ تین برس مین تین درم کی غذا کہاتا تہا پہر جب پوچہا گیا کہ اب آپ کی غذا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اب کچہہ حد اور وقت مقرر نہین اس سے یہ غرض نہین کہ اب بہت کہاتا ہون بلکہ یہ مطلب ہی کہ کوئی مقدار مقرر نہین ہے اور نہ کچہہ وقت مقرر ہے جسقدر کو ضروری سمجہتا ہون اور جسوقت مناسب جانتا ہون کہا لیتا ہون اور حضرت معروف کرخی رح کے پاس اچہے اچہے کہانے لوگ بہیجتے آپ کہا لیتے لوگون نے کہا کہ آپ کے بہائی بشر ایسے کہانے نہین کہاتے آپ نے فرمایا کہ میرے بہائی بشر کو ورع نے روک رکہا ہے اور مجہکو معرفت نے کشادہ کر رکہا ہے پہر فرمایا کہ مین خدا کا مہمان ہون جب مجہے کہلاتا ہے کہاتا ہون جب بہوکہا رکہتا ہے صبر کرتا ہون مجہکو اعتراض

تمیز سے کیا کام پڑا ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے اپنے بھائیون مین سے کسی کو چند درم دیئے
اور کہا کہ انکا مکھن اور شہد اور روٹی لے آؤ اونہون نے عرض کیا کہ حضرت ان سب کا آپ نے فرمایا
بہلے مانس اگر ہمکو ملتا ہے تو مردون کی طرح کہاتے ہین اور اگر نہین ہوتا تو مردون ہی کی طرح
صبر کرتے ہین اور ایک دفعہ بہت سا کہانا پکوایا اور چند لوگونکی دعوت کی کہ اونمین اوزاعی اور ثوری رح تھے
پس سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ ای ابا اسحاق تمکو خوف نہین معلوم ہوتا کہ یہ کہین اسراف نہو جاوے آپنے فرمایا
کہ کہانے مین اسراف نہین ہوتا اسراف کپڑے اور اثاث البیت مین ہوتا ہی پس جس شخص کو علم
سمعی باتوں سے اور نقل و تقلید سے ہوتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم کا تو یہ حال سنتا ہی اور مالک
بن دینار رح کا حال یہ سنتا ہے کہ اونہون نے فرمایا کہ میرے گہر مین بیس برس سے نمک نہین آیا اور
سری سقطی رح کا حال دیکہتا ہے کہ چالیس برس تک اونکا دل شیرہ انگور سے روٹی کے ٹکڑہ کو چاہتا تہا
مگر نہ کہایا تو ان باتون کو ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہی اور حیران ہو کر جانتا ہے کہ انمین سے بیشک
ایک شخص خطا پر تہا اور جس بصیر آدمی پر اسرار علم کہل گئے ہین وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب لوگ حق پر تہے
مگر باعتبار احوال و اوقات انکی اعمال مختلف تہے پھر ان احوال مختلف کو سنے سے محتاط آدمی تو یہ
سمجھتا ہے کہ مین درجہ معرفت کو نہین پہونچا مجھکو کسی طرح کی مسامحت اور سچے پیروان اکابر
نہین چاہیے میرا نفس کچھ مالک بن دینار یا سری سقطی کے نفس سے زیادہ مطیع نہین ہے جنہون نے
لذات کو ترک کر دیا تہا پس اونہین کا اقتدا کرتا ہے اور مغرور آدمی یون سوچتا ہے کہ میرا نفس ابراہیم
بن ادہم اور معروف کرخی کے نفس سے زیادہ نافرمان نہین ہین بہی اونہین کا اقتدا کرون اور غذا کی
انداز کو بالائے طاق رکہون مین بہی اپنے خدا کے گہر مہمان ہون مجہکو اعتراض سے کیا کام پڑا ہے
پہر اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے حق مین یا تعظیم مین یا مال و جاہ مین ایک طور پر کفایت کرے تو اوپر
قیامت برپا ہو اور اعتراض کرنے لگے احمقون کے ساتہ شیطان کو اس باب مین بڑا دخل ہوتا ہے
بلکہ غذا اور روزہ رکہنے اور اشتہا کی چیزونکو کہانیکی قید اوٹہانی صرف اوسیکو زیبا ہی جو نور ولایت
اور نبوت سے دیکہتا ہی اور اوسکے اور خدا کے درمیان کوئی علامت انقباض خواہ ۱ستر سال کی ہو گئی ہی
اور یہ بات جبہی نصیب ہوتی ہے جب نفس ہوا و نفسانی کی اطاعت سے نکلجاوے اور عادات سے بالکلیہ
منقطع ہو جاوے یہانتک کہ اگر کچھ کہاوے تو اوسمین بہی کچھ نیت ہو اور نہ کہاوے تو وہ بہی خالی
از نیت نہو تو البتہ اس صورت مین غذا اور عدم غذا دونون خدا کے واسطے ہونگے اس باب مین
حضرت عمر رض کی احتیاط مد نظر رکہنی چاہیے کہ باوجودیکہ آپ کو معلوم تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو شہد پسند تہا اور اوسکو تناول فرمایا کرتے تہے مگر اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نفس مبارک پر قیاس نفرمایا بلکہ جب شہد کا ٹہنڈا شربت لوگ اونکے سامنے لائے تو اپنے ہاتھہ مین لیا
برتن کو پہیرتے تہے اور کہتے تہے کہ اگر اسکو پیون تو مزہ تہوڑی دیر مین جاتا رہیگا مگر اسکا مواخذہ
باقی رہیگا یہ کہکر کہا کہ مجہسے اسکا حساب الگ کرو مین نہ پیونگا مرشد کو چاہیے کہ ان اسرار کو مرید سے
بیان نہ کرے بلکہ صرف بہوکہہ کی صفت پر کفایت کرے اور یہ نہ کہے کہ اسمین اعتدال کرنا چاہیے
کیونکہ وہ اعتدال سے کسیقدر ضروری قصور کریگا بلکہ غایت درجہ کی بہوکہہ کو ارشاد کرے تاکہ
اعتدال پر نوبت آجاوے چنانچہ بمرگش بگیر تا بہ تپ راضی شود مثل مشہور ہے اور یہ بہی اوس سے
نہ کہے کہ عارف کامل ریاضت سے مستغنی ہوجاتا ہے نہین تو شیطان اوسپر ہمیشہ وسوسہ ڈالیگا کہ اب تو
عارف کامل ہوگیا اور کوئی دقیقہ باقی نہین رہا سب تمکو حاصل ہے حضرت ابراہیم خواص جو ریاضت
مرید کو بتلاتے وہی آپ بہی اوسکے ساتہہ کرتے تاکہ اوسکے دلمین یہ نہ آوے کہ پیر جو خود تو کرتے ہی نہین یہ
مجہسے کہتے ہین اور یاین بخاطر ریاضت سے نفرت کرنے لگے اور زبردست آدمی جب دوسرے کو ریاضت
سکہاتا ہے اور اوسکی اصلاح کے درپے ہوتا ہی تو ضرور ہے کہ کمزورون کیطرح ہوجاوے جیسا کہ کشتی
وغیرہ سکہانے والے کیا کرتے ہین اس امر سے زیادہ تر تلطف پایا جاتا ہے اور جلد آدمی سعادت کو
پہونچتا ہے اور اسمین انبیا اور اولیا کا بڑا امتحان ہوتا ہے اور از آنجا کہ حد اعتدال ہر ایک شخص کے
حق مین ایک امر پوشیدہ ہے پس حزم واحتیاط کو کسی حال مین ہاتہہ سے ندینا چاہیے حضرت عمر رض
نے ایکبار اپنے لڑکے عبداللہ کو دیکہا کہ وہ گوشت اور گہی روٹی کے ساتہہ کہا رہے ہین آپ نے درہ سے
اونکو مارا اور فرمایا کہ کسی روز روٹی دودہ سے کہا اور کسی روز گہی سے اور کسی روز تیل سے اور
کسی روز نمک سے اور کسی روز روکہی پہیکی کہا اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اسی کا نام ہے گوشت اور شہوتو
کی چیزون پر مواظبت کرنی افراط اور اسراف مین داخل ہے اور بالکل گوشت کو ترک کردینا تفریط
اور تنگی مین شمار ہے اور کبہی کبہی کہا لینا درجہ اوسط و اعتدال ہے ۔

## پانچوان بیان ریا کی آفت کا جو شہوات کے تارک اور کم خوراک آدمی کو آتی ہے

جاننا چاہیے کہ تارک شہوات پر وہ آفتین جو جی چاہتی چیزونکے کہانے سے بہی زیادہ ہین آتی ہین
اول تو یہ ہے کہ نفس بعض شہوات کو نہین چہوڑ سکتا اونکی خواہش ہوتی ہے لیکن یہ نہین چاہتا
کہ کوئی جانے اسواسطے لوگون سے علیحدہ ہوکر اوس چیز کو کہا لیتا ہے مجمع مین نہین کہاتا اسکا نام
شرک خفی ہے بعض علما سے کسی زاہد کا حال پوچہا تو وہ چپ ہورہے لوگون نے کہا کہ کوئی

برائی اونکی آپ کو معلوم ہے اونہون نے کہا کہ وہ تنہائی مین ایسی چیزین کہاتا ہی جو مجمع مین نہین کہاتا
غرضکہ یہ بہت بڑی آفت ہے بندہ کو یہ مناسب ہے کہ اگر شہوات کی محبت مین مبتلا ہوجاوے تو اوسکو ظاہر
کردیوے صدق حال اسیکو کہتے ہین اس سے صرف اتنا معلوم ہوگا کہ اعمال کی شامت سے مجاہدہ
جاتا رہا اور اگر کسی نقصان کو چہپاکر اوسکے مقابل کا کمال ظاہر کریگا تو اوسمین دو نقصان ہونگے
جیسے جہوٹ بولے اور اوسکو چہپاوے تو دو جہوٹ ہوتے ہین اور دونا غصہ ہوتا ہے اور جب تک دو
توبہ صادق نہین کرتا تب تک اوس سے کوئی خوش نہین ہوتا اور اسی بنا پر خداوند کریم نے منافقوں کا
عذاب زیادہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کیونکہ کافر نے کفر علانیہ کیا ف ۱ منافق نیچے سب کے نیچے درجے مین ہونگے ۱۲
اور منافق نے کفر کرکے چہپایا تو چہپانا دوسرا کفر ہوا اسلیے کہ اوسنے اس بات کو ہلکا جانا کہ خدا تعالے
دل کو دیکہتا ہی اور بندونکی نظر کو زیادہ سمجہکر اپنے ظاہر مین سے کفر کو دور کردیا اسلیے مستحق دونے
عذاب کا ہوا اور عارف مین شہوات کیا بلکہ معاصی مین بہی مبتلا ہوجاتے ہین مگر ریا مین گرفتار نہین
ہوتے اور اپنے عیوب کو پوشیدہ نہین کرتے بلکہ کمال عرفان یہ ہے کہ خدا کیواسطے شہوات اپنی نفس
سے دور کرے اور ظاہر مین لوگونکی اعتقاد دور کرنے کو اظہار شہوات کرے بعضے اکابر کوئی چیز چاہتی چیز
مول لیکر اپنے گہر مین لٹکا دیتے حالانکہ اوسکو کہاتے نہین تہے مگر یہ باعث تہا کہ غافل لوگ اونکی پاس کر
خلل انداز نہون اور جانین کہ یہ شخص مبتلاء شہوات ہے زاہد کا بڑا کمال اسیمین ہے کہ زہد مین شے
کرے یعنے اوسکے خلاف ظاہر کرے اور یہ کام صدیقین کا ہے کیونکہ اسنے دو صدق کو اوٹہا لیا
یعنے دوبار نفس پر بوجہہ ڈالا اور جام صبر نوش کیا ایک بار تو اوس چیز سے روکنے کے باعث اور
دوسری بار لوگون کے طعن کے باعث تو ایسے لوگونکا یہ حال ہی اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا
اور اوسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص ظاہر مین کسیکو کچہہ دے اور وہ اوسوقت تو لے لیوے اور پہر
چہپاکر مالک کو پہیر دے تو اس شخص کا دل دوبار شکستہ ہوگا اول تو ظاہر مین لینے کی ذلت سے دوم
چہپاکر واپس کرنے اپنی احتیاج باقی رکہنے سے پس جب تک یہ مرتبہ نہ حاصل ہووے تب تک آدمی کو چاہیے
اپنے کو ناقص جانے اور اظہار شہوت سے اجتناب نکرے اور شیطان کے اس دہوکہ مین نہ آوے کہ اگر تم
یہ بات ظاہر کروگے تو دوسرے لوگ بہی تمہاری پیروی کرینگے دوسرون کی اصلاح اسی مین ہے
کہ اسی و بار کہو اسلیے کہ اگر فی الحقیقت دوسرونکی اصلاح منظور ہوتی تو خود اپنے نفس کی اصلاح
مقدم اور اہم ہوتی بقول شخصی کہ اول خویش بعدہ درویش ورنہ خود را فضیحت و دیگری را نصیحت
کے کیا معنی معلوم ہوا کہ صرف مقصود ریا ہے کہ دوسرونکی اصلاح کے بہانہ سے شیطان نے

ف ۲ دوسرے کو پہلے [illegible] اپنا حق [illegible] [illegible] ۱۲

اسکو اوسمین مبتلا کر رکہا ہے اسلیے اوسکا کہل جانا گران معلوم ہوتا ہے گویہ بہی جانتا ہو کہ لوگونکو اطلاع ہونے سے کوئی میری پیروی نہ کریگا اور نہ میرے تارک الشہوات ہونے سے بداعتقاد ہوگا دوسری آفت یہ ہے کہ ترک شہوت پر قادر تو ہے مگر عفیف مشہور ہونیکا شائق ہے اور اس سے خوش بہی ہوتا ہے تو اسصورت مین شہوت غذا جو ضعیف تہی اوسکا تو تارک ہوا مگر جو بدی مین اوس سے زیادہ تہے یعنی خواہش جاہ اوسکی اطاعت کی اور اسکو شہوت خفیہ کہتے ہین پس جب آدمی اسطرح کی خواہش اپنے جی مین پاوے تو اوسکا توڑنا شہوت غذا سے موکد تر سمجہکر اگر کہا لیوے تو اوسکے حق مین اچہا ہے حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب میرے سامنے جی چاہتی چیز آوے جسکا تو تارک ہے تو اوسمین سے ذرا سی کہا لے نفس کی مرضی کے موافق مت کہا اسمین دو فائدہ ہونگے ایک تو یہ کہ شہرت نہین رہنے کی دوسرے نفس تیرستارہ جاویگا اور حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ ارشاد فرماتے کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو مین اپنے نفس کیطرف دیکہتا ہون اگر اوسکی تمنا ظاہر مین اوسپر پاتا ہون تو اوسکو کہلا دیتا ہون روکنے سے یہ امر افضل ہے اور اگر خواہش مخفی کرتا ہے اور ظاہر مین تارک ہونیکو چاہتا ہے تو اوسکی سزا یہ ہے کہ اوس چیز کو مین ترک کر دیتا ہون اور کبہی نہین دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طریق سزا نفس کا شہوت خفیہ پر اسطرح ہوا کرتا ہے غرض یہ ہے کہ شہوت غذا کو چہوڑکر جو شخص ریا مین مبتلا ہو وہ ایسا ہے کہ بچہو سے ڈرکر سانپ کے پاس جاوے اسلیے کہ ریا کا ضرر خواہش غذا کے ضرر سے بہت زیادہ ہے

## چہٹا بیان شہوت شرمگاہ کا حال

جاننا چاہیے کہ آدمی پر شہوت جماع دو فائدونکے لیے مسلط ہوئی ہے اول تو یہ کہ اس سے لذت حاصل کرکے قیامت کی لذتون کو یاد کرے کیونکہ اگر یہ لذت دیرپا ہوتی تو اجسام کی لذتون سے سب سے زیادہ قوی ہوتی جسطرح کہ آگ کی تکلیف سب تکلیفون سے زیادہ ہے اور آدمیونکو سعادت اور جنت کی رغبت دلانی اور شقاوت اور دوزخ سے ڈرانا بدون لذت محسوس اور تکلیف محسوس کے نہین ہوسکتا تو جب دنیا مین مثلاً کوئی لذت جماع کو عمدہ پاویگا جان لیگا کہ جنت کی لذائذ بہی اسیطرح کی خواہش سے اعلیٰ ہونگے دوسرا فائدہ نسل کا باقی رہنا ہے یہ تو دو فائدے ہین مگر اسمین آفتین ایسی بڑی ہین کہ اگر آدمی اس شہوت کو ضبط کرکے اعتدال پر نہ رکہے تو دین و دنیا دونون کہو بیٹہے اس آیت شریف مین رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ[1] بعضون نے طاقت سے زیادہ چیز کے یہی معنے لکہے ہین

ف ۱ اے رب ہمارے اور مت اٹہوا ہم پر جسکی طاقت نہین ہمکو ۱۲

کہ شدت شہوت جماع مراد ہے اور مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ مین حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ مراد
آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے ہے اور بعضون نے اسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی
ہے مگر تفسیر اسطرح کی ہے کہ آلہ تناسل وقت دخول مراد ہی اور اس مین تو شک نہین کہ جب آدمی
کو جوش شہوت کا ہوتا ہے تو دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین
فرماتے اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقَلْبِیْ وَمَنِیِّیْ اور یہ بھی فرمایا اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ وَلَوْلَا هٰذِهِ الشَّهْوَةُ
لَمَا کَانَ لِلنِّسَاءِ سَلْطَنَةٌ عَلَی الرِّجَالِ ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کسی مجلس مین
بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس آیا اوسکے سر پر ٹوپی تھی جسمین بہیون رنگ چمکتے تھے جب حضرت کے
قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھدی اور خدمت مین آکر سلام کیا حضرت نے پوچھا کہ تو کون ہے عرض کیا
کہ ابلیس ہون آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے موت دے یہان کیون آیا ہے عرض کیا کہ چونکہ اللہ کے
نزدیک آپکو رتبہ اور منزلت ہے اس جہت سے آپکو سلام کو آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے سر پر
کیا چیز تھی بولا کہ ٹوپی ہے جس سے آدمیونکے دل اچکتا ہون آپ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے کہ جب
انسان اوسکو کرتا ہے تو تو غالب ہوجاتا ہے عرض کیا جب عجب مین دیکھے نفس اوسکے دل مین
سماتا ہے اور گناہون کو بھولکر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اوسوقت میرے قابو مین آجاتا ہی اور
تین باتون سے مین آپکو ڈراتا ہون اول تو یہ کہ اجنبی عورت کے ساتھ علیحدہ مت ہونا کیونکہ جو مرد
اجنبی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو وہان مین خود جاتا ہون اپنے اور کارندون کو نہین بھیجتا
اور اوس مرد کو فتنہ مین ڈالدیتا ہون دوسری بات یہ ہے کہ اللہ سے جو عہد کرو اوسکو پورا کرنا
اور جو زکوۃ وصدقہ کے لیے مال نکالو اوسکو بانٹ دینا اس لیے کہ جب آدمی کچھ خیرات کرنے کو
روپیہ علیحدہ کرتا ہے تو وہان بھی مین خود جاکر ایسا پیچ ڈالتا ہون کہ اپنی نیت پوری نہ کرسکے
اسکے بعد شیطان چلا گیا اور یہ کہتا تھا کہ افسوس حضرت موسی کو آدمیونکے مبتلا ہونیکی وجہ معلوم
ہوگئی اور سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو نبی زمانہ سابق مین مبعوث ہوئے شیطان کو یہی توقع
رہی کہ مین اونکو عورتون کی جہت سے ہلاک کرلونگا اور میرے نزدیک بھی کوئی چیز اوس سے بڑھکر
خوفناک نہین اسلیے مین مدینہ منورہ مین سوا اپنے گھر کے اور کسی کے گھر مین نہین جاتا یا اپنی بیٹی کے
یہان جمعہ کو صرف نہانے جاتا ہون اور بعض اکابر کا قول ہے کہ شیطان عورت سے کہتا ہی کہ تو
میرا آدھا لشکر ہے اور تو میرا تیر ہے کہ جب چلاتا ہون چوکتا ہی نہین اور تو میرے بھید کی جگہہ ہے اور
تو میری حاجت مین میری قاصد ہے یعنے نصف لشکر اوسکا شہوت ہے اور نصف غضب

سب شہوات سے بڑہکر عورتونکی شہوت ہے پہر اس شہوت کے تین درجہ ہین افراط اور تفریط
اور اعتدال افراط یہ ہے کہ عقل کو دبالے اور مرد کو ہمہ تن عورتونکی صحبت مین مصروف کردے اور
سلوک طریق آخرت سے محروم رکہے یا دین پر غالب ہوکر امور قبیحہ مین مبتلا کردے اور بعض اوقات
اسکے افراط سے کئی امر شنیع پیدا ہوتے ہین اول دو یہ مقوی باہ کی فکر پڑتی ہے جیسے بعضے لوگ
کہانے کے ہضم کے لیے چورن کی تلاش مین رہتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درندون
اور سانپونمین جا پڑا ہو اور وہ اگر کبہی اس سے غفلت کرین اور سو جاوین تو یہ کسی حیلہ سے اونکو
جگاوے پہر جب وہ ضرر پہونچاوین تو اونکی اصلاح و علاج مین مشغول ہو اسیطرح شہوت غذا
اور جماع دونون موذی ہین انسے اول ہی محفوظ رہنا چاہیے اور جب چورن یا مقویات سے اونکو
چوکنا کردیا تو پہر آفت سے بچنا معلوم یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے باہ کی شکایت کی تو آپ نے
ہریسہ کہانیکو بتایا تو قوت باہ کی تلاش حدیث سے ثابت ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیان تہین اور آپ پر سب کے اطمینان واجب تہا اس لیے کہ غیر پر اونکا نکاح
حرام تہا گو آپ طلاق بہی دیدیں تو اس لیے آپنے قوت چاہی تہی نہ لذت حاصل کرنیکے لیے
دوسرے یہ کہ افراط کے باعث امراض خبیثہ پیدا ہوتے ہین بلکہ کچہ اسی پر منحصر نہین اسکی اولاد تک
بہی اونکا اثر رہتا ہے تیسرے یہ کہ افراط شہوت سے بعض گمراہونکو عشق سوجہتا ہے اور اس سے
کمال درجہ کی جہالت غرض اصلی جماع سے پائی جاتی ہے اور قوت بہیمی مین چوپاؤن سے بہی
بڑہ جاتا ہے اس لیے کہ چوپایہ اپنی شہوت کو کسی طرح دور کردیتا ہے اور عاشق ایک خاص شخص
کے سوا اور طرح اپنی شہوت رفع نہین کرسکتا گو سب خواہشونمین بری ہے اور شرم و حیا کا
مقام ہے مگر اوسکا اعتقاد یہی ہے کہ اوسی معین شخص سے ہو یہانتک کہ اوسکے لیے ذلت پر ذلت
اور غلامی اوٹہاتا ہے اور شہوت کی خدمت مین اپنی عقل کو فرمان پذیر کرتا ہے یہ نہین
جانتا کہ پیدائش عقل کی اسلیے ہے کہ چہ اور دن سے کام لے نہ یہ کہ خود شہوت کے مطیع ہوکر
اوسکی اجرا کی حیلے تلاش کرے اور اگر عشق پر بغور سے دیکہو تو ایسے آدمی کا کام ہے جسکے دلپر
کوئی فکر نہو اور اوسکا منشا وہی افراط شہوت ہے اوائل مین اس سے بچنے کا ڈہنگ یہی ہے
کہ دوبارہ نہ دیکہے اور اپنی فکر مین مشغول رہے ورنہ مستحکم ہوئی پہر اوسکا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل | | سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل | |

اخرجہ العقیلی فی الضعفا والطبرانی فی الاوسط من حدیث حذیفہ اور یہ موضوع ہے ۱۲

اسیطرح عشق مال اور جاہ اور اولاد اور ستار نوازی اور شطرنج و چوسر بازی وغیرہ کا ہے کہ بعض اوقات لوگون پر ایسے حاوی ہوتے ہین کہ اونکے دین و دنیا کے کام نہین ہونے دیتے اور کسیوقت اونکو چین نہین لینے دیتے اگر اول مین عشق کا روک جاوے تو ایسا ہے جیسا سوار دروازہ سے باہر ہو اور منظور یہ ہو کہ گھوڑا دروازے مین نجاوے تو اوسے اشارہ باگ کا کافی ہوتا ہے اور بعد استحکام کے علاج کرنا ایسا ہے کہ پہلے سے گھوڑے کو چھوڑ دیا جب وہ دروازہ مین گھس گیا تو اوسکی دم پکڑکر پیچھے کو گھسیٹنا چاہا تو دونون باتون مین فرق زمین و آسمان کا ہے اسلیے احتیاط ابتدا امر مین ضروری ہے انجام کو علاج بہت دشواری اور نہایت کوشش سے ہوتا ہے کہ نوبت جان کندنی کی پہونچتی ہے خلاصہ یہ کہ اس درجہ کی افراط شہوت مذموم اور کمی کا درجہ نامرد بنجانے کا ہے وہ بھی مذموم اور برا ہے اور اعتدال کا درجہ جو محمود ہے وہ یہ ہے کہ شہوت مطیع عقل و شرع کی رہے اور نہین اوسکے بموجب کام کرے اور جب اوسمین زیادتی ہو تو اوسکا توڑنا بھوکھ اور نکاح سے ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معشر الشباب علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصیام فانہ لہ وجاء

## ساتوان بیان مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال مین

ابتداء امر مین مرید کو شغل نکاح مین پڑنا نہین چاہیے کہ اس سے سلوک آخرت سے باز رہیگا اور بیوی کی محبت مین پھنس جاویگا اور جو غیر اللہ کے ساتھ انس اختیار کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس نہین ہوتا اور اس بات سے دھوکا نہ پڑے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے نکاح کیے تھے اسلیے کہ قلب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی چیزین اللہ تعالی کی طرف سے پھیر نہین سکتی تھین تو اون پر قیاس کرنا بیجا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک آپ کا استغراق محبت الٰہی مین اس درجہ پر تھا کہ بعض مرتبہ گرمی محبت کا دلمین یہ جوش پاتے کہ یون خوف ہوتا کہ دل پھٹ جائیگا اور اوسی جوش و خروش مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے اور فرماتے کہ کچھ باتین کرو تاکہ اونکے ہاتھونکے باعث قلب پر جو زیادتی حرارت ہے اوسکا اثر کم ہو جاوے کہ بدن مبارک کو طاقت اوسکی تحمل کی نہ تھی واقع مین یہ بوجہ ایسا ہی ہے

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من بیچارہ زدند

غرضکہ حضرت کی طبیعت دل کو اللہ تعالی کے ساتھ انس طبعی تھا اور خلقت کے ساتھ عارضی تاکہ بدن کو کچھ راحت ملجاوے پھر جب لوگون مین بیٹھتے تو صبر نہ آتا اور تنگ ہو کر فرماتے ارحنا یا بلال تاکہ جس چیز مین آپ کی آنکھ کو ٹھنڈک ملتی تھی اوسمین مصروف ہو جاوین پس دوسرا شخص یعنے

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہین کرسکتا اور اگر کریگا تو دہوکا کہاویگا اسلیے کہ آپکے افعال کی اسرار کوئی نہین سمجہہ سکتا غرضکہ ابتدا مین مرید کو تجرد ہی شایان ہی ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص نکاح کرتا ہی وہ دنیا کی طرف مائل ہوتا ہی مینے کسی مرید کو نہین دیکہا کہ بعد نکاح کے پہلا ساحال رہا ہو اور وہی فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالے سے بازرکہے خواہ بیوی ہو یا مال یا اولاد اوسکو منحوس جاننا چاہیے اور ایکبار اونسے کسی نے پوچہا کہ آپکو کیا حاجت ہوئی کہ ایک عورت سے مانوس ہوئے فرمایا کہ خدا نکرے کہ مین اوس سے انس کرون یعنے اوس سے انس کرنا اللہ کے ساتہہ انس کرنے سے روکتا ہی بہرحال مرید کو تجرد جبہی تک زیبا ہی جب تک شہوت کا زور نہو اور اگر اوسکا غلبہ دیکہی تو اول بہوکہہ اور ہمیشہ کی روزہ سے اوسکو توڑے پہر اگر اس سے بہی دفع نہو باین طور کہ گو اپنی شرمگاہ کو روک سکتا ہے مگر آنکہہ کے روکنے پر قادر نہین تو ایسی صورت مین تسکین شہوت کے لیے نکاح کرنا مناسب ہے ورنہ اگر آنکہہ کو روک نسکیگا تو فکر اچہی طرح نہ کرسکیگا اور مطلب مین پریشانی واقع ہوگی اور بعض اوقات ایسی مصیبت مین پڑیگا کہ طاقت سے زیادہ ہو علاوہ ازین آنکہہ کا زنا صغیرہ گناہون مین بہت بڑا ہے اور اسی سے کبیرہ بہی ہوجایا کرتا ہے جو شخص اپنی آنکہہ پر قادر نہین وہ اپنے دین کی بہی حفاظت نہین کرسکتا حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ نظر سے بچتے رہو کیونکہ اوس سے دلمین شہوت کا بیج پڑتا ہے اور اسیقدر فتنہ کافی ہے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو فتنہ مین مبتلا ہوے صرف نظر کے باعث سے ہوے اور اسی جہت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر اور سانپ کے پیچہے جائیو مگر عورت کے پیچہے نہ جائیو حضرت یحیی علیہ السلام سے کسی نے پوچہا کہ زنا کی ابتدا کیا ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ دیکہنا اور للچانا اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہی کہ نظر میری قدیم کی تیر و کمان ہے کہ کبہی خطا نہین کرتی اور حدیث شریف مین ہے النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس فمن ترکھا خوفا من اللہ تعالی اعطاہ اللہ تعالی ایمانا یجد حلاوۃ فی قلبہ اور فرمایا ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء اور فرمایا اتقوا فتنۃ الدنیا وفتنۃ النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کان من قبل النساء اور اللہ تعالے فرماتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم الآیہ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لکل ابن آدم حظ من الزنا فالعینان تزنیان وزناھما النظر والیدان تزنیان وزناھما البطش والرجلان تزنیان وزناھما المشی والفم یزنی وزناہ القبلۃ والقلب یھم او یتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ اور حضرت ام سلمہ فرماتی تہین کہ ایکبار ابن ام مکتوم اندہے رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا چاہا اوسوقت مین اور میمونہ بیٹہی ہوئی تہین آپ نے فرمایا کہ پردہ کرلو ہمنے

عرض کیا کہ وہ تو اندہا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو اوسکو دیکھتی ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورتون کو اندہون کے
پاس بیٹھنا اور بے ضرورت اونکو دیکھنا جائز نہین جیسا آج کل مروج ہو رہا ہی ہان حاجت
کے وقت عورت کو مرد سے بات کرنی خواہ دیکھنا جائز ہے اور اگر مرید کا یہ حال ہو کہ عورتون سے
تو آنکھہ بچا سکتا ہے مگر امردون کو دیکھنے سے نہین رہ سکتا تب بھی نکاح اولے ہے اس لیے کہ امردونکی
حسن پرستی مین زیادہ خرابی ہے کیونکہ اگر مثلاً کسی عورت کیطرف دل راغب ہوگا تو اوس سے نکاح کر کر
تمنا کو پہونچنا ممکن ہے اور لڑکے مین یہ بات مفقود ہے اسی لیے لڑکے کو نگاہ بد سے دیکھنا حرام ہی بلکہ امرد
کیصورت بھی اگر اچھی ہو اور ڈاڑہی والے کی نسبت دلمین زیادہ کھپتی ہو تو اوسکی طرف بھی دیکھنا
ناجائز ہے لیکن اگر یون کہو کہ خوبصورت اور بدصورت مین تو ہر کوئی فرق کیا ہی کرتا ہے اور امردونکے
چہرے ہمیشہ کہلے رہتے ہین تو اونسے بچاو کسطرح ہو سکتا ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ ہماری غرض صرف
تمیز ہی سے نہین تمیز اچہے اور برے کی سب ہی اشیا مین ہوتی ہے مثلاً ایک درخت ہرا ہوا اور دوسرا سوکھا
یا ایک پانی صاف ہو اور دوسرا میلا یا ایک درخت مین پہول اور کلیان ہون اور دوسرے مین ایسے
بھی نہون تو بالضرور انمین سے ایک کیطرف طبیعت کو میل ہوگا مگر اس رغبت مین شہوت نہوگی
کہ اوس سے بوس و کنار کیجیے پس اگر اسیطرحکا حال خوبصورت شکل کا ہے کہ جیسے اور چیزین خوب صورت
اچھی معلوم ہوتی ہین اور اونمین لگاو شہوت کا نہین ہوتا تو دیکھنے مین کچھہ مضائقہ نہین اور اگر
نفس مین یہ بات بھی ہو کہ کسیطرح سے اسکا قرب اور چہیڑ چہاڑ میسر ہو تو ایسی نظر نظر بد کہلاتی ہے اور
حرام ہے اور اس باب مین آدمی بہت سستی برتتے ہین اور آیندہ کو ہلاکیون مین پڑتے ہین بعض تابعین
کا قول ہے کہ مجکو جوان سالک پر امرد کی ہمنشینی کا اتنا خوف ہی کہ اتنا درندہ کا خوف نہین اور حضرت
سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص براہ شہوت کسی لڑکے کی پاون کی انگلیون مین بھی
گدگدی کرے گا تو لوطی ہوگا اور بعضے اکابر سلف کا قول ہے کہ اس امت مین تین طرحکی لوطی ہونگے
بعضے تو صرف دیکھینگے اور بعضے مصافحہ کرینگے اور بعضے فعل شنیع کے مرتکب ہونگے اس سے معلوم
ہوا کہ نظر کی باعث بڑی بڑی آفتین پیدا ہوتی ہین تو جب مرید اپنی نظر کے روکنے اور فکر کے ضبط کرنے
پر قادر نہو تو اوسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ نکاح کر لے اسلیے کہ اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین جنکا جوش شہوت
بہوکہہ سے کم نہین ہوتا چنانچہ ایک بزرگ روایت کرتے ہین کہ ابتداء سلوک مین مجھپر شہوت غالب
ہوئی تو مین خدا کی درگاہ مین خوب رویا خواب مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پوچھتے ہین کہ تیرا کیا
حال ہے مین نے ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ آگے آو مین بڑہ گیا اونہون نے اپنا ہاتھہ

میرے سینہ پر رکھا اوسکی ٹھنڈک مین نے اپنے دل اور بدن مین پائی صبح کو جو جاگا تو وہ جوش
اپنے آپ مین نہ پایا برس روز تک ویسا ہی رہا پھر غلبہ ہوا پھر مینے فریاد مچائی ایک شخص خواب مین
نظر آیا اوسنے کہا کہ اگر تجھے اپنی گردن کٹوانی منظور ہو تو تیرا علاج کرون مین نے کہا کہ بہتر اوسنے
کہا تو گردن جھکا مینے گردن جھکا دی اوسنے ایک نور کی تلوار میری گردن پہ ماری مین جاگ پڑا
اور برس روز تک پھر اچھا رہا بعدہ پھر وہی زور ہوا بلکہ اوس سے بھی سخت تو اس حال مین مینے
ایک شخص کو خواب مین دیکھا کہ میرے سینہ اور پہلو کے درمیان ہے اور مجھسے کہتا ہے کہ جس چیز
کا خدا کو دور کرنا منظور نہین اوسکے دفع ہونے کے واسطے کب تک التجا کیا کرے گا پھر مینے
جاگ کر نکاح کر لیا اور اولاد ہوئی اور زور جاتا رہا پس اگر مرید کو حاجت نکاح ہو تو شرط ارادت
کسی حال مین نہ چھوڑے یعنی ابتدا مین تو نیت اچھی ہو اور انجام مین حسن خلق و سیرت سعی مین
آوے اور حقوق واجبہ کو ادا کرے جیسا کہ احکام نکاح مین ہم بیان کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی
ضرورت نہین اور صدق نیت کی علامت یہ ہے کہ کسی مفلس دیندار عورت سے نکاح کرے
مالدار کی تلاش نہ کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ مالدار عورت سے نکاح کرنے مین پانچ خرابیان
ہین اول مہر کا زیادہ ہونا دوم رخصت مین لیت و لعل ہونا سوم خدمت کا نکرنا چہارم زیادہ
خرچ کا تحمل پنجم اگر دل چھوڑنے کو ہو تو مال کے حرص سے چھوڑ نجانا اور مفلس مین ان مین سے
کوئی سی بات نہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ عورت چار چیزون مین مرد سے کم ہونی چاہیے ورنہ
وہ مرد کو حقیر سمجھیگی عمر مین قد مین مال مین اور حسب مین اور چار چیزون مین بڑہکر ہونی چاہیے
خوب صورتی مین ادب مین پرہیز مین اور خلق مین اور علامت صدق ارادت کی دوام نکاح
مین خلق ہی ہے بعض مریدون نے نکاح کیا اور ہمیشہ اوسکی خدمت کرتے رہے یہانتک کہ وہ
شرمائے اور اپنے باپ سے کہنے لگے کہ مین اس شخص کے حال مین حیران ہون اتنی برس سے اسکے گھر مین
جب پاخانہ کو جاتی ہون لوٹا مجھسے پہلے وہان رکھدیتا ہے اور ایک بزرگ نے ایک خوبصورت
عورت سے نکاح کیا جب رخصت کے دن قریب آئی اوسکے چیچک نکل آئی اوسکے گھر والون کو نہایت
رنج ہوا کہ اب شوہر اسکو پسند نکریگا اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھین دکھتی ہین
اور بعد اسکے اندہا بن گیا جب وہ عورت گھر مین آئی بیس برس تک رہکر مر گئی پھر آپ نے آنکھین
کھولدین لوگون نے سبب پوچھا کہا کہ مین جان بوجھکے اندہا ہوا تھا تا کہ سسرال والے رنج نکرین
لوگونکو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا مین نہین اور ایک صوفی نے

ایک بدخلق عورت سے نکاح کیا ہمیشہ اوسکی باتین سہتے لوگون نے کہا کہ آپ طلاق کیون نہین
دیدیتے آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید کوئی اور شخص اسکے باعث ایذا نپاوے پس اگر مرید
نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوک آخرت
مین خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہے کہ اونکو یہان اَسّی ہزار
درم کا اناج ہر روز آتا تھا بصرہ کے لوگون اور علما کو لکھا کہ مین کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا ہون
سبنے باتفاق لکھا کہ بی بی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کرین تو مناسب ہے آپنے اونکو اسطرح خط لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد وصلوۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالے نے مجھکو آج اتنا غلہ دیا ہے کہ
اسّی ہزار درم کا ہر روز آتا ہے اور کچھ دن ہی جاتے ہین کہ پورے لاکھ کا ہر روز عنایت فرماویگا
اگر تم مجھکو منظور کرو تو یہ سب تمہارا ہی ہے فقط اونہون نے جواب لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم
بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ دنیا مین زہد کرنے سے دل کو چین اور بدن کو راحت ہی اور اوسکیطرف
رغبت کرنا موجب رنج واندوہ آپکو چاہیے کہ بفور پہنچنے اس رقعہ کے اپنی زاد آخرت کی تیاری
کرین اور معاد کی فکر مین لگین اور خود اپنے نفس کی وصی ہون تاکہ اور لوگونکو میراث بانٹنے مین
وصی کرنیکی حاجت نہ رہے تمام عمر روزہ رکھو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہے کہ اگر
خداوند کریم مجھکو اتنا عنایت کرے جتنا تمکو دیا ہے یا اوس سے بھی دوچند سہ چند ہوتب بھی ایک لمحہ
بے یاد الٰہی مجھے اچھا معلوم ہوگا فقط اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغل الٰہی سے ہو اور جسمین
نقصان ہے تو مرید بھی اپنے حال اور قلب پر غور کرے اگر مجرد رہنا اچھا معلوم ہو تو تنہا اور اگر
نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہے اور اس مرض کی تین دوا ہین اول بھوکہ دوم نظر کا بند رکھنا سوم
دل کو ایسے شغل مین مصروف کرنا جو اوسپر حاوی ہو جاوے اگر ان تینون تدبیرون سے
کچھ فائدہ نہو تو آخر کو نکاح ہے اس سے اوس بیماری کی جڑ جاتی رہتی ہے اور اسی جہت سے سلف کے
لوگ نکاح کیطرف سبقت کرتے تھے اور اپنی لڑکیونکا نکاح کر دیتے تھے سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شیطان کسی سے
بے توقع نہین ہوا عورتونکے سبب ضرور ہی جال مارتا ہے اور جب اونکی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور ایک آنکھ
بھی جاتی رہی اور دوسری بھی ارتوند آتا تھا اوسوقت فرماتے تھے کہ مجھے عورتونسے زیادہ کسی چیز کا خوف نہین
اور عبداللہ بن ابی وداعہ کہتے ہین کہ مین اونکے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا چند روز نگیا پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا
کہ کہان تھے مینے کہا کہ میری بیوی مرگئی تھی اس لیے حاضری سے مقصر رہا آپنے فرمایا کہ تمنے ہمکو اطلاع نکی
ہم بھی آتے بعد اسکے مینے اٹھنا چاہا آپنے فرمایا کہ اب کوئی اور بیوی ہے کہ اُٹھے جاتے ہو مینے

عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسہ کی اوقات ہے مجہے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ مین دیتا ہون مینے
عرض کیا کہ آپ دینگے فرمایا کہ ہان اور خطبہ پڑہکر تہوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجہسے کر دیا مین
وہانسے اوٹہا اور خوشی کے مارے پہول رہا تہا اور یہ سوچتا تہا کہ کس سے اودہار لون کیا کرون اتنے مین
مغرب کا وقت ہوا مین نماز پڑہکر گہر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کہانے بیٹہا تہا
اتنے مین دروازہ سے دستک کی آواز آئی مین نے پوچہا کون ہے کہا سعید مین نے بہت فکر کیا
کہ کونسے سعید ہین خیال مین نہ آیا اور سعید بن المسیب کا دہیان بہی نہ تہا کیونکہ اونہون نے
چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تہا جب مین دروازہ پر آیا تو دیکہا کہ سعید
بن المسیب ہین مجہکو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہوئی ہوگی مینے عرض کیا کہ آپنے
مجہے کیون نہ بلوا لیا فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تہا مینے پوچہا کہ کیا حکم ہے فرمایا کہ تجہہ
نکاح کیا تہا مجہے تمہارا اکیلا سونا برا معلوم ہوا اسلیے تمہاری بیوی کو پہونچانے آیا ہون مینے
جو دیکہا تو واقع مین وہ نیکبخت اونکے پیچہے کہڑی ہوئی ہے اونہون نے اوسکا ہاتہہ پکڑکے دروازہ مین
کر دیا اور دروازہ کو بند کر دیا وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی مینے دروازہ کو خوب بند کر دیا
پہر جس پیالے مین روٹی اور تیل رکہا تہا اوسکو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر
اوسپر نہ پڑے پہر چہت پہ چڑہکر اپنے ہمسایونکو پکارا سب جمع ہو گئے پوچہا کیا حال ہے مینے کہا
کہ سعید بن المسیب نے آج دنکو اپنی بیٹی مجہے بیاہی تہی اب رات کو مجہے خبر بہی نہ تہی وہ اوسے
یہان پہونچا گئے لوگون نے تعجب سے پوچہا کہ کیا سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے مینے کہا ہان
اونہون نے پوچہا کہ لڑکی گہر مین ہے مینے کہا ہان تو سب لوگ اوسکے پاس گئے اور میری والدہ کو
جو خبر پہونچی انہون نے آکر کہا کہ اگر تین دن تک تو نے اوسکو چہیڑا تو کبہی منہ نہ دیکہون گی
تین دن مین ہم اسکو ٹہیک کر لین گے تب مضائقہ نہین تین دن مین علحدہ رہا پہر جو مین نے
اوسکو دیکہا تو نہایت خوبصورت کلام اللہ کی حافظہ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ مین اونکے
پاس گیا بعد مہینے کے مین گیا تو آپ حلقہ مین تہے مینے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیکر کچہہ نہ کہا
جب لوگ اٹہہ گئے اوسوقت پوچہا کہ اوس آدمی کا کیا حال ہے مینے کہا کہ بہت اچہا حال ہے
کہ دوست خوش ہون اور دشمن جلین کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی پاؤ تو لاٹہی سے
خبر لینا مین گہر کو چلا آیا اونہون نے بیس ہزار درہم میرے پاس بہیجدیے اور یہ لڑکی وہی تہی جسکو

عبد الملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھہ اپنے عہد خلافت مین نسبت چاہتے تہے مگر سعید بن المسیب نے انکار کردیا تہا اور عبد الملک نے ایک حیلہ قائم کرکے اونکے سو کوڑے مارے تہے اور جاڑے کے موسم مین ایک گہڑا ٹہنڈا اون پر ڈالا تہا اور کمبل کا کرتہ پہنایا تہا پس اون کا اوسی رات رخصت کردینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہی جزاہ اللہ خیر الجزا

## آٹھوان بیان فضیلت اوس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے

جاننا چاہیے کہ شہوت شرمگاہ سب شہوات انسانی سے غالب ہی اور ہیجان کے وقت سب سے زیادہ عقل کے نافرمان علاوہ اس کے اوسکا نتیجہ ایسا برا ہی کہ جس سے شرم آتی ہے اور اوس کی مباورت سے خوف معلوم ہوتا ہے اور لوگ جو اسکی مباورت نہین کرتے تو یا عاجزی کے سبب یا لوگون کے خوف کے باعث یا حیا کے مارے یا حشمت بچانے کی جہت سے نہین کرتے اور ان سے کسی مین ثواب نہین اسلیے کہ اسمین ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دینی ہے ہان ان موانع مین بہی ایک فائدہ ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے کسی سبب سے بچے مگر درجہ اور ثواب اسمین ہے کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے صرف خدا کے خوف سے زنا نکرے خاصکر جبکہ شہوت صادق موجود ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن عَشَقَ فَعَفَّ فَكَتَمَ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ اور فرمایا کہ سات آدمیونکو قیامت کے روز اللہ تعالے عرش کے سایہ مین جگہہ دیگا اور اوسدن سوا اوسکے کہین سایہ نہوگا اونہین سے ایک وہ شخص بہی ہوگا جسکو کوئی عورت خوبصورت حسب و نسب والی اپنی طرف بلاوے اور وہ جواب مین کہے کہ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ زلیخا کے ساتھہ باوجود قدرت اور اوسکی رغبت کی مشہور و معروف ہے جسپر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین اونکی ثنا کی ہے اور آپ اس باب مین سب کے امام ہین حضرت سلیمان بن یسار جو بہت خوبصورت جوان تہے اونکا ذکر ہے کہ ایک عورت اونکے گہر آئی اور اوسنے مباشرت کی طالب ہوئی اونہون نے انکار کیا اور اوسکو گہر مین چہوڑ بہاگ گئے رات کو خواب مین حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکہا اور اونکی خدمت مین عرض کیا کہ تم یوسف ہو اونہون نے فرمایا کہ ہان مین وہ یوسف ہون کہ ارادہ کیا تہا اور تو وہ سلیمان ہے کہ ارادہ بہی نہ کیا یعنے آپ نے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کی طرف اشارہ فرماکے اونکی مدح کی اور ایک اور عجیب قصہ انہین کا مذکور ہے کہ ایک رفیق کے ساتھہ ایک بار مدینہ منورہ سے حج کے لیے نکلے جب ابوا مین پہونچے تو انکا رفیق دسترخوان لیکر کچہہ خریدنے کو

بازار چلا گیا اور خیمہ مین بیٹھے رہے ایک بدوی عورت کی نگاہ جو انکے حسن و جمال پر پڑی بیقرار جان عاشق ہو گئی اور پہاڑ سے اتر کر سامنے آکر کھڑی ہوئی اور چونکہ خود بھی مہ پارہ تھی برقع اوٹھا کر چاند سورج کی جوت ملائی اور اوسنے کہا کہ مجھے کچھہ دیجیے انہون نے جانا کہ کھانا مانگتی ہے یہ روٹی لیکر دینے لگے اوسنے کہا کہ مین یہ نہین مانگتی میری تمنا وہ امر ہے جو میان بیوی مین ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ تجھکو شیطان میرے پاس لایا ہے پھر اپنا سر گھٹنون کے اندر کرکے خوب زور سے رونے لگے جب اوسنے یہ حال دیکھا تو اپنا سا منہ لیکر اپنے گھر چلی گئی جب اونکا رفیق آیا تو دیکھا کہ روتے روتے آنکھین سوج گئی ہین اور گلا پڑ گیا ہے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھہ نہین مجھے لڑکی یاد آگئی تھی اوسنے کہا کہ کوئی اور بات ہے تین منزل مین آپکو لڑکی کبھی یاد نہ آئی آج کیا تھا غرض بہت سے اصرار سے جو پوچھا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ کہدیا وہ شخص دسترخوان کھکر بہوت رونے لگا اونہون نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اوسنے جواب دیا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ اگر آپ کی جگہہ مین ہوتا تو مجھسے نہ رہا جاتا معصیت مین مبتلا ہو جاتا تھوڑی دیر تک دونون روتے رہے جب مکہ مین پہونچے اور طواف اور سعی کے بعد حجر اسود کے پاس آئے تو سلیمان ابن یسار گوٹ مار کر بیٹھہ رہے اور اونکو نیند آگئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص دراز قد خوبصورت لباس فاخرہ پہنے اور عمدہ خوشبو لگائے ہوئے ہے اونہون نے پوچھا کہ آپ کون ہین فرمایا کہ مین یوسف ہون پوچھا کہ یوسف صدیق فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ آپ کا حال زلیخا کے ساتھہ بڑا عجیب ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارا حال ابوا والی عورت کی ساتھہ اوس سے بھی زیادہ عجیب ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یون سنا ہے کہ زمانہ گذشتہ مین تین آدمی چلے جاتے تھے رات کو ایک غار مین رہے ایک پتھر اتفاقا پہاڑ سے ایسا گرا کہ اوس غار کا منہ بند ہو گیا آپسمین کہنے لگے اپنے اپنے عمل صالح یاد کرکے خدا سے دعا مانگو شاید اونکی برکت سے یہ پتھر سرک جاوے ایک نے اون مین سے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے ماباپ بوڑھے تھے اور مین شام کا کھانا پہلے اونکو کھلا دیتا تھا جب اپنی گھر والون اور جانورونکو دیتا تھا ایک روز مجھکو چارہ لانے مین دیر ہو گئی تو وہ سو گئے اور مین اونکے لیے دودہ دوہکر اونکے پاس لے گیا تو سوتا پایا مجھکو جگانا اچھا نہ معلوم ہوا پیالہ ہاتھہ مین لیے اونکے پاس صبح تک کھڑا رہا بچے میرے پاؤن پر لوٹا کیے مگر مینے ماباپ سے پہلے اونکو دینا اچھا نجانا جب صبح کو وے پی چکے تب اورونکو دیا الٰہی اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام مینے صرف تیری

رضامندی کے لیے کیا ہے تو اس بلا سے نجات فرما اسکی دعا سے وہ پتھر اتنا سرکا کہ آسمان سوجھنے لگا دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور اوس سے وصال کی استدعا کی مگر اوسنے انکار کیا جب اوسکو قحط سالی میں تکلیف ہوئی تو میرے پاس آئی مینے ایک سو بیس اشرفیاں دیں بشرطیکہ مجھسے انکار نہ کرے اوسنے میرا کہنا مان لیا لیکن جب مینے اوس سے صحبت کرنا چاہا تو اوسنے کہا کہ خدا کا خوف کر ناحق میرا تنک مت کر میں ڈر گیا اور اوسکو چھوڑ دیا اور جو کچھ دے چکا تھا وہ بھی نہ لیا اور محبت بھی بدستور رکھی الٰہی اگر یہ امر مینے تیری خوف سے چھوڑا تھا تو ہماری مصیبت کو ٹالدے اسکی دعا سے وہ پتھر تھوڑا اور سرک گیا مگر ایسا راستہ نہوا کہ اوسمیں سے نکل سکیں تیسرے نے کہا کہ الٰہی مینے ایک بار چند مزدوروں کو کام پر لگایا تھا اور سبکی مزدوری چکا دی تھی مگر ایک فرد اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا مینے اوسکو اوسکے پیچھے بڑہایا یہانتک کہ بہت سا مال ہوگیا جب وہ مدت کے بعد مجھسے مزدوری مانگنے آیا تو مینے جسقدر اوسکا مال تھا اونٹ اور گائے اور بکری سب دکھا دیا اور کہا کہ یہ سب تیرا ہے اوسنے کہا کہ بندۂ خدا کیا ہنسی کرتے ہو مینے کہا کہ ہنسی نہیں ہے یہ تیری ہی مزدوری کی تجارت سے ہوئی ہیں انکو لیجا وہ اون سب کو ہانک لے گیا اور کچھ نچھوڑا الٰہی اگر یہ امر مینے تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمکو بلا سے نجات عنایت فرما پس اسکی دعا کے بعد وہ پتھر بالکل علیحدہ ہوگیا اور سبھوں نے اپنی اپنی راہ لی یہ حال وفضیلت تو اوسکی ہے جسنے کہ اپنے آپ کو شہوت رانی سے بچایا اور پارسا رہا اسکی قریب وہ شخص بھی ہے جو آنکھ کی شہوت رانی سے محفوظ رہے کیونکہ زنا کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے اس لیے کہ نظر کا روکنا بھی اہم اور مشکل ہے اسلیے کہ اسکو سہل تصور کر لیا ہے اور اسکا خوف بہت نہیں ہے حالانکہ جتنی آفتیں ہیں سب کا منشا نظر ہے ایکبار دیکھنے سے تو مواخذہ نہیں ہوتا مگر دوبارہ تاکنے پر مواخذہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لک الاولی وعلیک الثانیۃ مراد اس سے نظر ہی ہے اور علاء بن زیاد فرماتے ہیں کہ اپنی نگاہ کسی عورت کی چادر پر مت ڈال اسلیے کہ نظر تخم شہوت دلمیں بوتی ہے اور انسان جب کبھی عورت یا لڑکے پر نظر ڈالتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ دوبارہ نہ تاکے پس جب جمال کا خیال مدنظر ہوگا تو دوبارہ دیکھنے پر طبیعت راغب ہوگی اوسوقت اپنے نفس میں یہ ٹھہرا لے کہ دوبارہ دیکھنا عین حماقت ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اگر دوسری دفعہ میں صورت اچھی معلوم ہوئی تو نفس مقتضی شہوت کا ہوگا اور اوسکو ملنے کی نہیں تو بجز ارمان حسرت اور کیا ہاتھ آویگا اور اگر بری معلوم ہوئی

توجس واسطے دیکھتا تھا یعنے حصول لذت کے لیے وہ حاصل نہوگی تو گناہ بے لذت مین مبتلا ہوگا
بہر صورت یا حسرت سے ہم آغوش ہوگا یا لذت کہ نہ حاصل ہونے سے ہمکنار اور دونون امر محض
بیکار ہین اور اگر آنکھین بند کرلیجاوین تو بہت سی آفتین دل پرسے جاتی رہتی ہین اور اگر آنکھہ
سے خطا بھی ہوئے اور باوجود قدرت اپنی آپ کو زنا سے بچایا تو یہ بڑے زور کا اور نہایت توفیق کا
کام ہے ابوبکر بن عبداللہ مزنی روایت کرتے ہین کہ ایک قصاب اپنی ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق
ہوا جب اوسکی مالک نے اوسکو کسی کام کے لیے دوسرے گاؤن بھیجا تو قصاب اوسکے پیچھے ہوا اور مطلب کا
خواہان اوس لونڈی نے کہا کہ جتنا تم مجھے چاہتے ہو اوس سے زیادہ مین تمہین چاہتی ہون مگر
اس بات سے درگذر و کہ مجھکو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے اوسنے کہا کہ جب تجھے خوف ہی تو مجھے
نہوگا غرض کہ تائب ہوکر پہر ابعد اسکے اوسکو اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنیکے ہوگیا
اتنے مین انبیاء بنی اسرائیل مین سے کسی کا قاصد ملا اوسنے اس سے حال پوچھا اسنے کہا کہ مین
پیاسا ہون نبی کے قاصد نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دعا کرین کہ خدا تعالے اس گاؤن مین جانے تک ابر کا
سایہ ہمپر کردے اوسنے کہا کہ مینے کوئی کام نیک نہین کیا کہ دعا مانگون تم دعا مانگو قاصد نے کہا
کہ اچھا مین دعا مانگتا ہون تم آمین کہنا پہر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہانتک
کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان دونون کے سر پر ہوگیا اور گاؤن مین پہونچ گئے جب قصائی اپنے مکان
کیطرف کو جدا ہوا تو ابر بھی اوسکے ساتھہ ہی ہولیا قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ میرے پاس کوئی
عمل نیک نہین دعا مینے مانگی تھی اور آمین تم نے کی تھی اور بادل دونون پر آیا تھا اب کسطرح
تمہارے ساتھہ ہولیا اپنا حال مجھسے کہو اوسنے قصہ توبہ کا بیان کیا قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک
تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہین اور احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہین کہ کوفہ مین ہماری پاس
ایک جوان نہایت شکیل وخوبصورت وخوش سیرت عابد رہتا تھا کبھی مسجد جامع سے کو جدا
نہوتا ایک عورت جمیلہ عقیلہ اوسکو دیکھکر فریفتہ ہوئی اور مدت تک ویسے ہی رہی ایک روز وہ
شخص مسجد کو جاتا تھا اوسکی راہ مین کہڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میاں صاحب جو کچھہ مین کہون اوسکو
سن لیجیے پھر جو دل مین آوے سو کیجیے مگر شخص مذکور نے کچھہ نہ کہا اور چلا گیا پھر جب وہ گھر کو جانے لگا
پھر راستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتے جاؤ اونہون نے گردن جہکالی اور بڑی دیر کے بعد فرمایا
کہ یہ تہمت کی جگہہ ہے مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ کوئی مجھپر تہمت کرے اوسنے کہا کہ مین جو یہان آکر
کہڑی ہوئی ہون تو یہ بات نہین ہے کہ تمہارا حال نہین جانتی بلکہ خدا نکرے کہ لوگونکو میری طرف سے

ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجھکو جو خود اس جیسے کام مین تمہارے پاس آنا پڑا مجھے خود معلوم ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہین اور تم لوگ عابد مثل آئینہ کے ذرا سی بات سے تمکو عیب لگ جاتا ہی مجھے سو کی ایک بات یہ کہنی ہے کہ ؎

سمایا ہے جبسے تو نظرون مین میری　　جدہر دیکھتی ہون ادہر تو ہی تو ہی

تو میرے اور تیرے معاملہ کو خدا ہی چکا دے راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سنکر گھر چلے گئے اور نماز پڑہنی چاہی مگر سمجھہ مین نہ آیا کہ کیا پڑہتے ہین ایک پرچہ کاغذ لیکر اوسپر ایک رقعہ لکھا اور گھر سے نکلے دیکھا کہ عورت راہ مین اوسی جگہہ کھڑی ہوئی ہے وہ رقعہ اوسکی طرف پھینک کر اپنے گھر چلے آئے مضمون رقعہ کا یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ای عورت آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی خدا کی کرتا ہے تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہی تب بھی پردہ پوشی فرماتا ہی ع گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم ۔ اور جب گناہ کو اپنا شعار کر لیتا ہے تو پھر اوسپر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اوسکو زمین و آسمان سہار سکین نہ پہاڑ و اشجار نہ دد و دام ؎

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم　　بمانند کرو بیان صم و بکم

پس ایسے غضب کی کسکو طاقت ہی اور جو تو نے بات کہی تھی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اوس دن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دہنی روئی کیطرح اور صولت جباری اور دبدبہ قہاری اس زور و شور پر ہوگا کہ تمام لوگ گھٹنے کے بل گرے ہوئے ہونگے اور میرا حال یہ ہے کہ مین اپنی ہی نفس کی اصلاح نہین کر سکتا تا بدیگرے چہ رسد اور اگر تیرا مقولہ حق ہی تو ایسا طبیب بتلائے دیتا ہون کہ تمام دردون کی دوا کرے اور مہلک بیماریون کا علاج فرمائے وہ ذات پاک اللہ جل شانہٗ کی ہے اوسی کیطرف صدق دل سے رجوع کرنا چاہیے اور مجکو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ اس آیت سے کوئی مفر نہین ہوتا فقط پھر وہ عورت بعد چند کے آئی اور راہ مین کھڑی ہوئی جب اوس شخص نے اوسکو دور سے دیکھا گھر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اوسکی صورت نظر نہ پڑے اوسنے کہا کہ کیون جاتے ہو آج کے سوا کبھی ملاقات نہوگی اب خدا ہی کے یہان ملین گے یہ کہکر خوب روئی اور کہا کہ مین خدا سے دعا کرتی ہون جسکے ہاتھہ مین تیرا دل ہے کہ مجھپر تیری مشکل آسان کرے لیکن مجھکو کوئی نصیحت اور وصیت کر کہ اوسپر عمل کرون اوسنے کہا کہ مین تجھی کو وصیت کرتا ہون کہ اپنے آپ کو اپنے نفس سے بچائے رکھنا اور یہ آیت یاد رکھنا وَهُوَ

الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ۔ اوس عورت نے گریبان مین منہ ڈال کر پہلی مرتبہ سے
بہی زیادہ رونا شروع کیا اور پہر افاقہ کے بعد اپنے گہر چلی آئی اور خدا تعالی کی عبادت مین چند روز
مصروف رہکر اسی رنج مین مرگئی وہ جوان اوسکو یاد کرکے رویا کرتے لوگ پوچہتے کہ مصرع
ای باد صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ آپ ہی نے تو اوسکو مایوس کیا تہا اب کیون روتے ہو
فرمایا کہ مین نے بمضمون گر بہ کشتن روز اول اوسکی طمع کو اول ہی دفعہ ذبح کرڈالا اور اوس سے
کنارہ کشی کو خدا کے یہان اپنے لیے ذخیرہ کیا اب یہ شرم آتی ہے کہ یہ ذخیرہ کہین ایسا نہو کہ ضائع ہو جاوے
باب کسر شہوتین تمام ہوا اسکے بعد آفات زبان مذکور ہوتے ہین والحمد للہ اولاً و آخراً
وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی من اہل الارض و السماء

## باب چہارم آفات زبان مین

رباعی کر احسن تقویم مین پیدا انسان ۔ اسرار دلی کیے ودیعت بزبان
پہر اسکے بنی سے من صمت سنوایا ۔ اللہ اللہ تیرے ہین کیا کیا احسان

جاننا چاہیے کہ زبان اگرچہ ایک مضغۂ گوشت ہی مگر خدا تعالی کی بڑی نعمتون اور صنائع
لطیفہ مین سے ہے اسکا گناہ بہی سب سی زیادہ ہے اور طاعت بہی بڑہکر ہے کیونکہ کفر و ایمان
جو پرلے درجہ کی طغیانی وطاعت کہلاتی ہین وہ زبان کی شہادت سی ظاہر ہوتی ہین کوئی
سی چیز معدوم ہو یا موجود خالق ہو یا مخلوق معلوم ہو یا موہوم خیالی ہو یا ظنی سب کے سب
زبان پر آتے ہین اور اونکی نفی و اثبات مین تعرض کرتی ہے مثلاً جس چیز پر علم حاوی ہوتا ہے
اوسکو زبان ہی سے بیان کرتے ہین خواہ حق ہو یا باطل اور علم سی کوئی چیز باہر نہین اس لیے
زبان پر سب طرحکی مذکورات آسکتے ہین اور یہ ایک ایسی خاصیت ہے کہ اور اعضا مین نہین پائی جاتی
مثلاً آنکہہ رنگ کی چیزونکی صورتون کے سوا اور چیز نہین دیکہہ سکتی کان آواز کے سوا نہین سن سکتا
ہاتہہ اجسام کے سوا نہین پہونچ سکتا اسیطرح سب اعضا کو جاننا چاہیے مگر زبان کا میدان وسیع ہے
اسکے لیے کچہہ حد و انتہا نہین جیسے خیر کے بولنے پر قادر ہی ویسے ہی شر کے بولنے پر جا بجا کہتی ہے
پس جو کوئی اپنی زبان کو اختیار مین نہ رکہے نہ معلوم شیطان اوس سی کیا کیا کہلائے اور کس
گڈہے مین ڈہکیلے ۔ وَلَا یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ ۔ حدیث صحیح ہی ہان شرع کی
شرارت سی وہی بچیگا جو اوسکو لگام شرع دیکر رہیگا اور منہ سے بات وہی نکالے گا کہ جسمین نفع دنیا
یا آخرت کا ہو اور جس بات کی ابتدا و انتہا مین کچہہ شک پاویگا اوسکو زبان تک نہ لاویگا اور اوس بات کا

فائدہ
اور نہین اوندہا ڈالیگا لوگون کو ناک کے بل دوزخ مین مگر نتیجے اونکی زبان کے یعنی اقوال ۱۲

معلوم کرنا کہ کس بات کا کہنا اچھا ہے اور کس کا برا بہت دقیق ہے اور اوسکی اوپر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل انسان کے حق مین سب اعضا سے زیادہ نافرمان زبان ہے کیونکہ اسکے ہلانے مین ذرا بھی مشقت نہین ہوتی اور ازانجا کہ خلق اسکی آفات سے بچنے اور مضرات سے خوف کرنے مین سہل انگاری کرتی ہے حالانکہ یہ انسان کے بہکانے کو شیطان کے بڑے اوزارون مین سے ہے اس لیے ہم اللہ کی مدد و توفیق سے سب آفتین زبان کی ایک ایک مع تعریف و سبب اور اونسے احتراز کی تدبیر مفصل لکھتے ہین اور اخبار و آثار جو اونکی مذمت مین وارد ہین وہ بھی نقل کرینگے قبل ذکر آفات کے فضائل خاموشی کے لکھتے ہین بعد اسکے بیس آفتین جو زبان سے متعلق ہین ذکر کرینگے اسطرح کہ اول جو سب سے ادنی ہوگی اوسکو لکھینگے بعد اوس سے زیادہ پھر اوس سے زیادہ اسیطرح آخر تک مرتب لکھینگے

## بیان زبان کے خطرہ کے بڑے ہونے کا اور فضیلت چپ رہنے کی

معلوم کرنا چاہیے کہ زبان کے باعث اندیشہ بہت بڑا ہے اور اوس سے بچنے کی صورت بجز سکوت کے اور کوئی نہین اسیواسطے شرع مین سکوت کی مدح و ترغیب پائی جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا اور فرمایا الصمت حکم وقلیل فاعلہ یعنی خاموشی حکمت اور احتیاط کی شے ہے اور عبداللہ بن سفیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام مین کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیجیے کہ پھر آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آوے آپ نے فرمایا کہ قل امنت باللہ ثم استقم پھر اونہون نے عرض کیا کہ مین کس چیز سے بچون آپ نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے بچو اور عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا امسك علیك لسانك ولیسعك بیتك وابك علی خطیئتك اور سہیل بن سعد ساعدی فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من تکفل لی بما بین لحییہ ورجلیہ اتکفل لہ بالجنۃ اور فرمایا من وقی شر قبقبہ وذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ یعنی جو شخص اپنے شکم اور شرمگاہ اور زبان کے شر سے بچا وہ سب شرون سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انہین تین شہوات سے تباہ ہوتے ہین اور اسی لیے ہمنے بھی بعد بیان شہوتین کے آفات زبان کی تشریح کو مقدم سمجھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے باعث جنت مین کثرت سے جائینگے آپ نے فرمایا تقوی اللہ وحسن الخلق اور جب یہ پوچھا کہ دوزخ مین کس چیز کے سبب

زیادہ جاوین گے فرمایا کہ الاجوفان الفم والفرج اس حدیث مین فم سے مراد آفات زبان ہین
کیونکہ منہ زبان کا محل ہے اور شکم بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اوسکے بھرنے کا راستہ منہ ہی ہے اور حضرت
معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم جو بولتے چالتے ہین اسپر ہم سے مواخذہ ہوگا
آپ نے فرمایا ثکلتک امک یا ابن جبل وھل یکب الناس فی النار علی مناخرھم الا حصائد السنتھم
اور حضرت عبد الثقفی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ کوئی بات قابل تمسک مجکو ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا
قل ربی اللہ ثم استقم اونھون نے عرض کیا کہ جس چیز کا آپکو مجھپر زیادہ خوف ہو وہ کیا ہے آپنے
اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ یہ ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ نے جب آپ سے پوچھا کہ اعمال
مین سے افضل کونسا ہے آپ نے اپنی زبان نکال کر اوسپر انگلی رکھی یعنی سکوت افضل اعمال ہے اور حضرت
انس بن مالک سے یہ حدیث مروی ہے کہ لا یستقیم ایمان العبد حتی یستقیم قلبه ولا یستقیم
قلبه حتی یستقیم لسانه ولا یدخل الجنة رجل لا یامن جاره بوائقه اور فرمایا من سره ان یسلم فلیلزم الصمت
اور سعید بن جبیر روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے اعضا سب زبان سے
کہتے ہین کہ ہمارے باب مین خدا کا خوف رکھنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی رہینگے ورنہ تو ٹیڑھی
ہوئی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑکر کھینچ رہے تھے آپ نے پوچھا کہ اے نائب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسنے مجھے بہت ناک چنے چبوائے ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جسمین کوئی ایسا عضو نہین کہ زبان کی تیزی کی شکایت
خدا سے نکرتا ہو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صفا پر چڑھے ہوئے یون فرماتے تھے یا لسان
قل خیرا تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم لوگون نے پوچھا کہ یہ اپنی طرف سے آپ فرماتے ہین
آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ انہون نے ارشاد فرمایا ہے ان
اکثر خطایا ابن آدم فی لسانه اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث فرماتے ہین من کف لسانه
ستر اللہ عورته ومن ملک غضبه وقاه اللہ عذابه ومن اعتذر الی اللہ قبل اللہ عذره
اور روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ مجکو کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا اعبد اللہ
کانک تراه واعدد نفسک فی الموتی پھر فرمایا کہ اگر تو کہے ایسی بات بتادون کہ اس سب سے زیادہ
تجکو نافع ہو اور ہاتھ سے اشارہ زبان کیطرف فرمایا اور صفوان بن سلیم سے یہ حدیث شریف مروی ہے الا اخبرکم
بایسر العبادة واھونھا علی البدن الصمت وحسن الخلق اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ مروی ہے من کان یومن

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ ہمکو یہ حدیث پہنچی ہے رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا تَكَلَّمَ فَغَنِمَ أَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل تبلائی کہ جس سے جنت ملے آپ نے فرمایا کہ کبھی بولو مت انہون نے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوسکتا فرمایا کہ خیر کے سوا کچھہ زبان سے مت نکالو اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کلام بالفرض چاندی ہو تو چپ رہنا سونا ہے اور برا ابن عازب رض فرماتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا تبلائیے جس سے مجھکو جنت ملے آپ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھی بات کا امر کر اور بری بات سے منع کر اور اگر یہ نہو سکے تو اپنی زبان سے سوا خیر کے اور کچھہ مت بول اور ایک حدیث شریف مین فرمایا اَخْزِنْ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّكَ بِذٰلِكَ تَغْلِبُ الشَّيْطَانَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَ لِسَانِ كُلِّ قَائِلٍ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ امْرُؤٌ عَلٰى مَا يَقُولُ اور فرمایا اِذَا رَأَيْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوتًا وَقُورًا فَادْنُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلَقَّنُ الْحِكْمَةَ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا آدمی تین قسم کے ہین ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ایک آفتون سے محفوظ جو خاموش رہے اور ایک ہلاک ہونے والا جو باطل مین خوض کرتا رہتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے جب بولنا چاہتا ہے تو اول دل مین سوچ لیتا ہے جب زبان سے نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ عبادت کے دس حصہ ہین نو حصہ تو سکوت مین ہین اور ایک حصہ لوگون سے جدا رہنے مین اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ سَقَطُهُ وَمَنْ كَثُرَ سَقَطُهُ كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ وَمَنْ كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ كَانَتِ النَّارُ أَوْلٰى بِهِ آثار حضرت ابوبکر صدیق منہ مین کنکر رکھتے تاکہ بولنے سے رکے رہین اور اپنی زبان کیطرف اشارہ کرکے فرماتے اسنے مجکو بہت سے گھاٹ اتارا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہین زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکھنے کی محتاج نہین اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دون تو مجھے چیر کرے اور وہب بن منبہ حکمت آل داؤد مین فرماتے ہین کہ عاقل پر واجب ہے کہ عارف زمان اور حافظ زبان اور اپنی وضع کا پورا ہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسنے اپنی زبان نہ روکی اوسنے دین کو بھی نہین سمجھا اوزاعی فرماتے ہین کہ ہمکو عمر بن عبدالعزیز رح نے یون لکھا تھا کہ جو کوئی موت کو بہت یاد کرتا ہے دنیا سے تھوڑی چیز پر

قناعت کرتا ہے اور جو اپنے کلام کو بھی عمل تصور کرلے وہ بیفائدہ کم بولے گا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ سکوت سے آدمی مین دو خصلتین جمع ہوتی ہین اول تو دین سلامت رہتا ہی دوم دوسرے کی بات خوب سمجھتا ہی اور محمد بن واسع رحمہ اللہ نے مالک بن دینارؒ کو فرمایا کہ آدمی کو زبان کا روکنا روپیہ پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے اور یونس بن سعید رح فرماتے ہین کہ جسکی زبان ایک ٹھکانہ پر رہتی ہے اوسکے سب کام ٹھیک رہتے ہین اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ امیر معاویہ رضہ کی مجلس مین لوگ بول رہے تھے اور احنف بن قیس چپ بیٹھے تھے حضرت مالکؒ نے اونسے کہا کہ آپ کچھ نہین فرماتے آپ نے جواب دیا کہ اگر جھوٹ کہون تو خدا کا خوف آتا ہی اور اگر سچ کہون تو تم سے ڈر لگتا ہے اور ابو بکر بن عیاش رح فرماتے ہین کہ ایکبار چار بادشاہ جمع ہوئی بادشاہ ہند اور بادشاہ چین اور بادشاہ فارس اور قیصر روم ایک نے کہا کہ جو مین کہتا ہون اوس سے پچتاتا ہون اور جو نہین کہتا اوس پر کچھہ ندامت نہین ہوتی دوسرے نے کہا کہ جب مین کوئی کلمہ بولتا ہون مین اوسکے اختیار مین ہوجاتا ہون وہ میرے قابو مین نہین رہتا اور جبتک نہین بولتا تو وہ میرے اختیار مین رہتا ہے مین اوسکے قابو سے باہر رہتا ہون تیسرے نے کہا کہ مجھے اپنے بولنے والے ہی سے تعجب ہے کہ اگر وہی بات اوس پر واپس آوے تو ضرر دے اور اگر واپس نہ آوے تو کچھہ فائدہ نہ دے چوتھے نے کہا کہ مین ان کہے بات کی ہٹا لینے پر زیادہ قادر ہون کہی ہوئی کو نہین ہٹا سکتا اور منصور بن المعتمر کے حال مین لکھا ہے کہ عشا کے بعد چالیس برس تک کوئی کلمہ نہین بولتے تھے اسیطرح ربیع بن خثیم نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہین کیے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور پرچہ کاغذ اپنے پاس رکھہ لیتے جو کچھہ بولتے وہ کاغذ پر لکھہ لیتے شام کو اپنی نفس سے اوسکا حساب لیا کرتے یہ فضائل سکوت کے ہین اور وجہ سکوت کی افضل ہونے کی یہ ہے کہ بولنے مین صدہا آفات ہین خطا اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور ریا اور نفاق اور فحش اور تکرار اور اپنے آپ کو پاک بتلانا امر باطل مین خوض کرنا خصومت زیادہ گوئی بات بدلنی بڑھانا گھٹانا خلق کو ایذا دینا پردہ دری کرنی یہ سب زبان ہی کے سبب سے ہوتے ہین زبان ہلاتی کچھہ دقت نہین معلوم ہوتی دل مین مزا معلوم ہوتا ہے طبیعت اور شیطان اکساتا رہتا ہے اور یہ بات بہت کم ہے کہ جو بولنے کا عادی ہو تو زبان کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جہان بولنا چاہیے وہان ہی بولے اور جس بات کو کہنا نہ چاہیے اوس سے باز رہے کیونکہ اسکا معلوم ہونا بہت مشکل ہے کہ کونسی بات کہنے کے قابل ہے اور کونسی نہین اس نسبت سے بولنے مین خطرہ رہتا ہے اور خاموشی مین سلامتی ہے اسی بنا پر اسکی فضیلت بہی

زیادہ ہوتی علاوہ ازین سکوت سے یہ بھی فائدہ ہین کہ ہمت اکٹھی رہتی ہے اور ہیبت بنی رہتی ہے
فکر و ذکر و عبادت کی فراغت میسر ہے بولنے کی آفات سے دنیا مین نجات حاصل اور آخرت مین
حساب سے برایت ہی اللہ تعالی فرماتا ہی مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ اور فضیلت سکوت کی
ایک اور دلیل عقلی عمدہ ہے وہ یہ ہے کہ کلام چار قسم ہے ایک تو وہ کہ اوسمین ضرر ہی ضرر ہو
دوسری وہ کہ اوسمین محض نفع ہی نفع ہو تیسری وہ کہ ضرر و نفع دونون ہون چوتھی وہ کہ نہ نفع ہو
نہ ضرر تو قسم اول سے تو سکوت ضروری ہی ہے اور ایسی ہی قسم سوم سے بھی اگر ضرر نفع سے زیادہ ہو
اور چوتھی قسم کے کلام مین وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ بھی بڑا نقصان ہے پس قابل بولنے کی
دوسری قسم ہی رہی یعنے ایک چوتھائی کلام کے قابل بولنے کے ہے تین چوتھائی مین سکوت ہی
اولے ہے اب یہ چوتھائی بھی خطرے سے خالی نہین کیونکہ اسمین بعض آفات خفی مثل ریا اور تکلف
اور خود پرستی اور زیادہ گوئی و غیبت و چغلی وغیرہ ملجاتے ہین کہ متکلم کو معلوم نہین ہوتی اس لیے
بولنے سے ہر وقت خطرہ ہی ہے اور جو شخص زبان کی آفات سے ہماری تفصیل کے موافق آگاہ ہو جاویگا
وہ قطعًا جان لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مَنْ صَمَتَ نَجَا بہت درست اور خطاب فیصل
ہے خداوند کریم نے اوس ذات ستودہ صفات کو حکمت کے دُرِّ بے بہا اور کلمات جامع عنایت فرمائے ہین کہ
ہر ہر لفظ مین موتی کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہین سمندر کو کوزہ مین پر بند کر دیتے ہین صلی اللہ علیہ وسلم
افضل صلواۃ خواص علماء کے سوا آپ کی کلام کے دقائق اور نکات اور کوئی سمجھ بھی نہین سکتا انشاءاللہ
بیان آیندہ سے اسکی حقیقت واضح ہوگی اب ہم بہ ترتیب آفتین شروع کرتے ہین

## پہلی آفت کلام بے فائدہ ہی

یعنی ایسا کلام منہ سے نکالنا کہ اگر اوسکو نہ کہے تو کچھ گناہ نہو اور نہ حال و مال مین کچھ ضرر ہو
واضح ہو کہ سب مین عمدہ حال یہ ہی کہ آدمی اپنے سب الفاظ مین یہ خیال رکھے کہ جتنی آفتین مثل
غیبت اور چغلی اور جھوٹ اور خصومت وغیرہ کے ہین سب سے الفاظ محفوظ رہین اور صرف وہی بات
منہ سے نکلے جسکا بولنا مباح ہی اور اوس سے نہ اپنی کو ضرر ہو نہ اور کسی بھائی کا ضرر ہو لیکن بعض وقت
ایسی باتین بھی منہ سے نکلجاتی ہین کہ جنکی کچھ احتیاج نہو ایسی صورت مین وقت کا ضائع کرنا
اور اپنی گردن پر حساب زبان کا لینا اور کمتر چیز کے بدلے بہتر شے کو دیڈالنا ہے اسلیے کہ اگر بولنے
کے وقت کو فکر مین مصروف کرتا تو شاید فتوحات غیبی مین سے ایسی خیر و رحمت ہوتی کہ اوسکا نفع
زیادہ ہوتا یا تہلیل اور تسبیح اور تکبیر یا کسی اور ذکر مین لگتا تو یقینًا بہتر ہوتا بہت الفاظ ایسے ہین

۱ نہین بولتا ایک بات جو نہین اوس پاس ایک راہ دیکھتا یار ۱۲

جنکے باعث جنت مین مکان بنتا ہی پس جس شخص کو قدرت اس بات کی ہو کہ خزانہ لے سکے او وہ اوسکے
عوض مین ڈھیلی جمع کرلے تو نقصان کے سوا اور کیا کہنا چاہیے تو ذکر اللہ جو عمدہ خزائن مین سے ہے
اوسکو چھوڑ کر کلمات بی حاجت کو زبان سے نکالنا ایسا ہی ہے گو اونکا بولنا مباح تھا اور کچھ گناہ
نہ ہوا مگر چونکہ بڑا مطلب اونکے سبب سے فوت ہو گیا اس جہت سی خسارہ ہی ہوا ایمانذار کا سکوت فکر
ہوتا ہے اور نطق ذکر اور دیکھنا عبرت اور اسیطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
بلکہ آدمی کا راس المال اوقات مین جب اونکو کلام بے ضرورت مین صرف کرے گا اور اسسے ثواب
آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کرے گا تو راس المال مین بٹہ پڑے گا اسی جہت سی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيهِ بلکہ اس سے بھی سخت ایک حدیث ہے حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ احد کی لڑائی مین ایک گروہ ہم مین سے شہید ہوا ہمنے جو دیکھا
تو بھوکھ کے سبب اوسکی پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اوسکی ما اوسکے منہ سے مٹی جھاڑ کر کہنے لگی کہ بیٹا جنت
مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا شاید وہ کلام بی فائدہ کیا
کرتا ہو اور جس چیز سے اوسکا ضرر نہو وہ اور ونکو ندیتا ہے اور دوسری حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو چند روز ندیکھا تو پوچھا کہ کہان ہین لوگون نے عرض کیا کہ
بیمار ہین آپ عیادت کو تشریف لائے جب اونکے پاس آئے تو فرمایا کہ خوش خبری ہو تجھکو اے کعب اونکی
ما نے کہا کہ اے کعب تجھکو جنت بی روک ٹوک مبارک ہو آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے کہ خدا پر حکم کرتی ہے
حضرت کعب نے عرض کیا کہ میری ما ہے آپ نے فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارے بیٹے نے کوئی
کلام بے حاجت کیا ہو یا کسی چیز کو بیفائدہ منع کیا ہو اس سے یہ غرض ہی کہ کھرا جنت مین بے حساب
وہی جاتا ہے جسکے ذمہ کچھ حساب نہو اور جب کلام بے حاجت کرتا ہے تو اوسکا حساب باقی رہتا ہے
اگرچہ مباح ہی کیون نہو تو باوجود مناقشہ حساب کے یہ کہنا کہ بے روک ٹوک جنت مبارک ہو نہین
چاہیے اور محمد بن کعب سی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازہ سی آج جو
اول آویگا وہ جنتی ہوگا حضرت عبداللہ بن سلام داخل ہوئے تو اونکو دیکھکر کچھ اصحاب رضی اللہ عنہم
اونکے پاس گئے اور جو کچھ آپ نے اونکے حق مین فرمایا تھا اونسے کہا اور پوچھا کہ جو اپنا عمل محکم تم کرتے ہو
اور اوس سے توقع ترقی ہوا اوسکو ہمکو بھی بتلاؤ اونہون نے فرمایا کہ مین ضعیف آدمی ہون میرا
عمل کیا ہے الا جس سے مجھکو توقع ہے وہ یہ ہی کہ سینہ کو بچائے رکھتا ہون اور بیفائدہ کلام نہین کرتا
اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے فرمایا کہ تجھے

۳ ترمذی مختصراً و ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲
۴ ابن ابی الدنیا بروایت کعب بن عجرہ ۱۲
۵ ابن ابی الدنیا بلا اسناد اور اسکی سند مین ایک راوی مختلف فیہ ۱۲
۶ ابن ابی الدنیا بسند منقطع ۱۲

ایسا عمل تبلادون کہ بدن پر ہلکا ہو اور میزان مین بھاری انہون نے عرض کیا کہ بہت بہتر فرمایئے
آپ نے فرمایا ہُوَ الصَّمْتُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيكَ اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے
حضرت ابن عباس رض سے سنا ہی یہ کہا کرتے تہے کہ پانچ چیزین مجہے روپیون کے وقف سے بہی اچہی
معلوم ہوتی ہین ایک کلام بیفائدہ کا ترک کرنا کیونکہ وہ زیادہ ہوتا ہے اور اوس سے گناہ کا خوف
لگا رہتا ہے دوسرے کلام مفید بیموقع نکہنا کہ اکثر کلام مفید بہی اگر بیموقع بولا جاتا ہی خرابی لاتا ہے
تیسرے حلیم اور بیوقوف سے بحث نہ کرنی کیونکہ حلیم سے بحث کرنے سے اوسکو غصہ دلاتا ہے
اور بیوقوف سے ایذا اوٹہانی چوتہے ذکر کسی غائب بہائی کا ایسی طرح کرنا جیسی طرح خود اپنا
ذکر اوس سے کہلانا منظور ہوا اور اوسکی اون قصورون سے درگذر کرنا جنکو اوس سے معاف کرانا اچہا
معلوم ہو اور اوس سے وہ معاملہ کرنا کہ وہ بہی ویسا ہی کرے تو اچہا لگے ان سب کا خلاصہ
یہ ہے کہ ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند پانچوین عمل کرنا اس یقین کے ساتہہ کہ احسان
کرنے سے جزا پاؤنگا اور جرم کرنے سے سزا اور لقمان حکیم رحمہ اللہ سے پوچہا کہ آپ کیا حکمت
کرتے ہین فرمایا کہ جو چیز خود معلوم ہو جاوی اوسکے پوچہنے کے درپے نہین ہوتا اور تحقیق کلام
بے فائدہ نہین کہتا اور مورق عجلی کہتے ہین کہ مین بیس برس سے ایک امر کی تلاش مین ہون
نہ ابتک ملا نہ اوسکی طلب مین نے چہوڑی لوگون نے پوچہا کہ وہ کیا بات ہی انہون نے فرمایا
کہ کلام بیفائدہ سے سکوت چاہتا ہون اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ کلام بے فائدہ کا متعرض نہ ہونا
چاہیے اور دشمن سے کنارہ کش اور دوست سے پرحذر رہنا چاہیے مگر جو دوستا مین ہو اور امین
وہی ہے جو خدا تعالے سے ڈرے اور بدکار کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ اوسکا اثر اپنی آپ مین
ہو جاویگا اور اپنے بہید کی اوسکو خبر نکرنی چاہیے اور مشورہ کامون مین ایسے لوگون سے کرے
جنکو خوف خدا ہو اب جاننا چاہیے کہ تعریف کلام بے فائدہ کی تو اوپر مذکور ہوئی یہان اوسکی
مثال تبلائی جاتی ہے مثلا کوئی شخص لوگون مین بیٹہکر اپنے سفرون کا ذکر کرے اور کوہ و دریا اور
سبزہ و آب روان و حالات ماضیہ اور عمدہ کہانے اور کپڑے اور عجیب و غریب طرز مشائخ کے
خواہ اور کوئی چیز جو سفر مین دیکہی ہو یا سنی ہو اوسکو بیان کرے تو یہ ایسی باتین ہین کہ اگر
انکو بیان نہ کرے تو کچہہ گناہ بہی نہ ہو اور نہ کچہہ اپنا نقصان ہو بشرطیکہ ان حکایات مین اپنی
طرف سے کچہہ کم و بیش نہ کرے نہ اپنا فخر ظاہر ہو کہ ہمنے ایسے بڑے بڑے امور دیکہے نہ کسی کی غیبت
شامل ہو اور نہ مذمت کسی مخلوق کی پائی جاتی ہو جب اسطرح پر بیان کرے گا تو یہ کلام بیفائدہ ہوگا

اچہو سکوت اور حسن خلقی اور ترک غیر مفید کلام

اور ایسا کلام کرنا اپنے وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آدمی بات کہنے مین آفات سے کسیطرح نہین بچ سکتا کسی نہ کسی مین مبتلا ہوجاتا ہی ورنہ تضیع اوقات تو نقد وقت ہوتا ہے اوسمین کسیطرح کا شک نہین اور ایک کلام بے فائدہ یہ ہے کہ دوسرے سے سوال بیفائدہ کرے تو اوس سے ایک تو اپنا وقت سوال مین ضائع کرتا ہی اور چونکہ دوسرے کو جواب دینا پڑے گا تو گویا اوسکا وقت بہی کہو دیا اور یہ اوسی صورت مین ہی کہ سوال مین کوئی آفت نہو ورنہ اکثر سوالون مین بڑی بڑی آفتین رہتی ہین اگر کسی سے اوسکی عبادت کا حال پوچہو مثلاً اسطرح کہ تم روزہ دار ہو تو اس سوال کے جواب مین چار صورتون مین سے ایک صورت پیش آوے گی یا تو وہ ہان کہے گا تو اپنی عبادت کو ظاہر کرنا پڑے گا اور ریا مین داخل ہوجاوے گی اور اگر بالفرض ریا مین شامل نہوی تب پوشیدہ عبادت کا جو ثواب بدارج زیادہ ملا کرتا ہی وہ تو ضرور ہی جاتا رہیگا یا نہین کہے گا تو اس صورت مین جہوٹ بولے گا یا خاموش رہے گا کچہہ جواب نہ دیگا تو تمکو جبر المعلوم ہوگا کہ ہمنے پوچہا انہون نے نہ بتایا شاید ہمکو حقیر سمجہا یا جواب ندینے کا کوئی حیلہ سوچے گا تو ایک مشقت مفت مین اوسکے ذمہ پڑ جاوے گی پس اسطرح کے سوال سے ریا خواہ جہوٹ خواہ حقیر سمجہنا خواہ حیلہ کی فکر مین مبتلا ہونا کوئی سی نکوئی سی خرابی مجیب پر آویگی علی ہذا القیاس اور عبادتوں کا حال پوچہنا بہی ایسا ہی ہے اسیطرح اگر گناہونکا حال یا پوشیدہ امور کا حال پوچہو اور وہ کہنے کو شرماوے یا یون پوچہو کہ فلان شخص نے تم سے کیا کہا اور تمہاری کیا رای ہے یا کسی مسافر سے پوچہو کہ کہان سے آئے اکثر بتلانا منظور نہین ہوتا کوئی وجہ مانع ہوتی ہے اگر سچ کہتا ہی تو راز کہلتا ہی یا حیا آتی ہے ورنہ جہوٹ بولنا پڑتا ہی اور ان دونون باتون کا سبب صرف سوال ہی ہے یا کسی مسئلہ کی حاجت تو نہو ویسے ہی کسی عالم سے پوچہو اور اوسکو یاد نہو مگر یہ کہنے کو جی نہین چاہتا کہ مجہکو نہین آتا بلکہ ان گہڑ جواب کہدیگا پس کلام بے فائدہ سے ہمارا مقصود اسطرح کے سوالات نہین کیونکہ انمین یا گناہ موجود ہے یا ضرر ہی بلکہ کلام غیر مفید کی یہ مثال ہی جو لقمان حکیم رح سے منقول ہے کہ وہ حضرت داود علیہ السلام کی خدمت مین ایسے وقت گئے کہ آپ زرہ بنا رہے تھے اور اونہون نے پہلے کبہی زرہ نہ دیکہی تہی تعجب سے دیکہتے رہے اور چاہا کہ پوچہین مگر حکمت مانع ہوئی اور نپوچہا جب آپ تیار کر چکے تو کہڑے ہوکر اوسکو پہنا اور فرمایا کہ لڑائی کے لیے زرہ کیا عمدہ چیز ہے حضرت لقمان رح نے دلمین کہا کہ سکوت بڑی حکمت ہی مگر اوسکو کم لوگ اختیار کرتے ہین یعنے بے سوال ہی حال معلوم ہوگیا حاجت پوچہنے کی نرہی اور ایک روایت مین ہی کہ سال بہر تک

پھر ایسے کہ بدون پوچھے حال معلوم ہو جاوے پس اس طرح کے سوالات مین اگر نقصان اور ہتک اور ریا و کذب مین مبتلا کرنا پایا جاوے تو داخل کلام بے فائدہ ہین اور ایسے کلام کے لیے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اوسکے چھوڑنے سے اسلام کی خوبی ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ باعث اس کلام بے فائدہ کا یا تو غیر ضروری چیز کے معلوم کرنے کی حرص ہوتی ہے یا بطور محبت کلام کو پھیلانا منظور ہوتا ہے یا دل بہلانے کے طور پر ایسی حکایات کہتے ہین کہ جنسے کچھہ فائدہ نہین ہوتا اور ان سب کا علاج یہ ہے کہ اس بات کا یقین کرے کہ موت سامنے کھڑی ہے بعد مرنیکے ایک ایک لفظ سے پرسش ہوگی اور یہ کہ راس المال آدمی کا اوسکی سانس ہین اور زبان ایک جال ہے کہ اوس سے طائر لغائر بہشتی پھنسا سکتا ہے پس اوسکو بیکار چھوڑنا بڑی نقصان کی بات ہے یہ علاج علمی ہے مگر عملی تدبیر گوشہ کی سوا بہتر نہین یا کنکر منہ مین رکھے اور اول اول سفید کلام کا بولنا بھی چھوڑ دے تا کہ عادت کلام بے فائدہ کے ترک کی پڑ جاوے اور اس زمانہ مین بے عزلت نشینی کے زبان کا روکنا بہت مشکل ہے

دوسری آفت زیادہ گوئی ہے اسمین کلام بے فائدہ بھی شامل ہے اور کلام ضروری پر اگر مقدار ضرورت سے بڑھ جاوے وہ بھی اسمین داخل ہے اور اسی لیے دوسری قسم آفت کی قرار دی گئی مثلاً کلام حاجت کا بولنا مختصر طور پر بھی ہو سکتا ہے تو ایک کلمہ کی جگہہ اگر وہ کہیگا دوسرا کلمہ زائد ہوگا یعنے حاجت سے زائد ہوگا گو اوس سے تقریر یا تاکید منظور ہو اور یہ بھی برا ہے اگرچہ اسمین کچھہ گناہ اور ضرر نہو عطاء بن ابی رباح فرماتے ہین کہ اکابر سلف کلام زائد کو برا جانتے تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معروف اور نہی منکر اور حاجت ضروری دنیاوی کے سوا اور کلام زائد تصور فرماتے تھے پھر اب کیا اس بات کا انکار ہے کہ کرام کاتبین دہنے بائین سے لکہتے ہین مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اسبات کی شرم نہین آتی کہ نامہ اعمال جب کھلیگا تو اکثر ایسی باتین نکلینگی کہ نہ دین کی ہون نہ دنیا کی اور بعض صحابہ رضہ فرماتے ہین کہ بعض آدمی مجھسے ایسی بات کہتے ہین کہ اوسکا جواب جیسے پیاسے کو ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اوس سے زیادہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے مگر مین زائد ہونیکے ڈر سے جواب نہین دیتا اور مطرف رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے جلال کو لحاظ رکھا کرو بے جگہہ اوسکا ذکر مت کیا کرو مثلاً کتے یا گدہے کو دیکھکر کہو کہ الٰہی اسے ہٹا دے یا اور اسی طرح کے کلام مین اوسکا ذکر کرو اب معلوم کرنا چاہیے کہ کلام زائد کا کچھہ حصر نہین بلکہ

جو کلام ضروری ہے اوسکا حصر کلام مجید مین موجود ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ الخ حدیث شریف مین ہے کہ خوشخبری اوس شخص کو جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے پس دیکھنا چاہیے کہ لوگون نے کیسا معاملہ الٹا کر رکھا ہے کہ مال زائد کو تو جوڑ رکھا ہے اور زبان کو مطلق العنان چھوڑ رکھا ہے اور مطرف بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اونکے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بنی عامر کی گروہ کے ساتھہ حاضر ہوئے اونکو لوگون نے عرض کرنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سید اور افضل اور محسن اور منعم ہین اور آپ چنین ہین اور آپ چنان ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی کی تعریف مین زبان کھولتا ہے گو سچا ہی ہو مگر خوف اسکا ہے کہ شیطان زائد نہ کہلاوے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ مین تمکو کلام زائد سے ڈراتا ہون آدمی کو اسی قدر کلام کافی ہے کہ اوسکی حاجت روائی ہوجاوے اور حضرت مجاہد رحمہ فرماتے ہین کہ آدمی کی سب باتین لکھی جاتی ہین یہانتک کہ لڑکے کے چپ کرنیکو اگر کہے گا کہ مین تجھے فلان چیز دے دونگا تو جھوٹا لکھا جاوے گا اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین کہ اے ابن آدم کاغذ اعمال پھیلا ہوا ہے اور دو فرشتے اوسپر تیرے عمل لکھنے کو معین ہین چاہیے تھوڑا بول چاہے زیادہ اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اپنے جن کو کہین بھیجا اور بعضون کو اوسکے پیچھے روانہ کیا کہ جو کچھہ تم اسکا حال دیکھو اور جو کچھہ یہ کہے وہ مجھسے آکر کہنا انہون نے آکر کہا کہ یہ بازار مین گیا اور اپنا سر آسمان کیطرف اوٹھایا پھر لوگون کی طرف دیکھکر سر ہلانے لگا آپ نے اوس جن سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی اوسنے عرض کیا کہ مجکو آسمان کے فرشتون سے تعجب آیا کہ انسانون کے سرون پر بیٹھکر کتنا جلد اونکے اعمال لکھتے ہین اور حضرت انسان پر تعجب آیا کہ کتنا جلد بکتے ہین اور حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہین کہ ایماندار کا بولنا تامل کے ساتھہ ہوتا ہے اگر کچھہ فائدہ معلوم ہوا تو بولتا ہے ورنہ سکوت اختیار کرتا ہے اور بدکار آدمی کی زبان پھر پھر چلتی ہے بے تامل بکتا چلا جاتا ہے اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے وہ گناہ زیادہ کرتا ہے اور جو بدخلق ہوتا ہے وہ اپنی جان پر عذاب لیتا ہے اور عمرو بن دینار رحمہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین

ابن ابی الدنیا نے اسمعیل سے اور ابوداود دوسرا [illegible] ابی الدنیا نے [illegible]

سی نے کچھ کلام طویل کیا آپ نے فرمایا کہ تیری زبان سے اسطرف کتنے دروازے ہیں اوس نے
عرض کیا کہ میرے لب اور دانت ہیں آپ نے فرمایا کہ اونمین کوئی ایسا نہ تھا جو تیرے کلام کو
روکتا اور ایک روایت مین ہے کہ کسی شخص نے آپ کی تعریف مین طول کلامی کی تھی آپ نے
فرمایا کہ آدمی کو زبان کی زیادہ گوئی سے بڑھکر کوئی چیز بری نہین عنایت ہوئی اور حضرت
عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ مباہات و فخر کے ڈر سے مین اکثر کلام نہین کرتا ہون اور بعض
علما کا قول ہے کہ جب آدمی کسی مجلس مین ہو اور اپنا بولنا اچھا معلوم ہوتا ہو تو چپ رہنا چاہیے
اور اگر اپنا سکوت اچھا معلوم ہوتا ہو تو بولنا چاہیے اور یزید بن حبیب فرماتے ہین کہ عالم کے لیے
یہ بھی ایک امتحان کی چیز ہے کہ اپنے بولنے کی بہ نسبت سننے کی زیادہ پسند کرے اس لیے چاہیے کہ
جب تک دوسرا شخص بولے اپ آپ چپکا رہے کیونکہ سننے مین سلامتی ہے اور کہنے مین بات کا چکنا نا
اور کم و بیش کرنا وغیرہ آفات ہین اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ پاک کرنے کے لیے سب سے
زیادہ مستحق آدمی کی زبان ہے اور حضرت ابو درداء رضہ نے ایک عورت زبان دراز دیکھی فرمایا
کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اوسکے حق مین اچھا تھا اور ابراہیم رح کا قول ہے کہ دو باتون سے آدمی کی
تباہی تھی مال زائد اور کلام زائد سے یہ ہی مذمت کلام فضول اور زائد کی اور اس کا سبب
اور علاج وہی ہے جو پہلی آفت مین گذرا

تیسری آفت امور باطلہ کا ذکر کرنا یہ بھی ہر چند کلام فضول مین داخل ہے لاکن اور پہلی دونون
آفتون مین یہ فرق ہے کہ وہ دونون مباح تھے حرمت اونمین نہ تھی اور امر باطل وہ ہے جسمین
علاوہ زائد از مطلب ہونیکی حرمت بھی پائی جاوے مثلاً گناہون کی باتین کرنی یا عورتون کا
ذکر کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکارونکی جلسونکا بیان کرنا یا بادشاہون اور دولت ورونکی
عیاشی خواہ اونکے دوسرے افعال مکروہہ کو ذکر کرنا یہ سب اس تیسری قسم مین داخل ہین اور
قطعاً ناجائز اور حرام ہین اور یہ آفت اسطرح پیدا ہوتی ہے کہ اول اول کلام بے فائدہ اور
زائد از مطلب کے کہنے کی عادت ہوتی ہے بعدہ رفتہ رفتہ ایسے ذکرون کا عادی ہو جاتا ہے
اکثر لوگ بطور تفرج باتین کرنی بیٹھتے ہین مگر باتین جب ہونگی جب ایسی ہی ہونگی کہ کسی کی
ابرو کا ذکر ہو یا امور مذکورۂ بالا مین سے کوئی ہو اور چونکہ امور باطل کے تعیین اور حصر نہین
انواع و اقسام بیشمار ہین اسی جہت سے اونسے بچنا بھی سوا اسکے نہین ہو سکتا کہ جو امر دین یا دنیا
کے اہم ہین اونکے سوا اور کچھ نہ کہے کیونکہ اس آفت مین مبتلا ہونے سے بعض اوقات آدمی تباہ و ہلاک

ہوجاتا ہے اور وہ خود اپنے ذہن مین اوس بات کو خفیف سمجھتا ہے چنانچہ بلال بن حارث
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کا کہتا ہے
اور یہ نہین جانتا کہ اس سے کچھہ بڑی رضامندی حاصل ہوگی مگر خداوند کریم اوسکی باعث
قیامت تک کی رضامندی لکھہ لیتا ہے اور کبھی ایک کلمہ ناخوشی کا سرزد ہوتا ہے اور یہ
نہین معلوم ہوتا کہ اس سے ناخوشی زیادہ ہوگی مگر خدا تعالیٰ اوس سے اپنی ناخوشی قیامت تک
لکھتا ہے اور حضرت علقمہ رح فرماتے کہ اکثر باتون سے مجکو حدیث بلال بن حارث نے روکدیا
اور ایک حدیث شریف مین ہے اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يُضْحِكُ بِهَا جُلَسَاءَهُ يَهْوِي بِهَا أَبْعَدَ مِنَ الثُّرَيَّا
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آدمی کبھی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ اوسکے
سبب دوزخ مین پڑتا ہے اور کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اوسکے سبب جنت کے مدارج اوسکو
عنایت ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَعْظَمُ النَّاسِ خَطَايَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اَكْثَرُهُمْ خَوْضًا فِي الْبَاطِلِ اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ مین وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ
الْخَائِضِينَ اور اس آیت مین فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ اور
حضرت سلمان رض فرماتے ہین کہ قیامت کے روز زیادہ تر خطاوار وہی ہوگا جسنے خدا کی نافرمانی کی
باتین زیادہ کی ہونگی اور ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ ایک شخص انصار مین کا جب اون
کی مجلس پر گذرتا تو کہا کرتا کہ وضو کرلو اس لیے کہ جو کچھہ تم باتین کررہے ہو اونمین بعض حدث
سے بھی زیادہ بری ہین ذکر باطل اسکا نام ہے اور یہ غیبت وچغلی وگالی وغیرہ کی علاوہ ہے
بلکہ یہ ایسا حال اگر وہ بیان کرنا ہے کہ جسکا وجود پہلے ہوچکا ہو حالانکہ کوئی ضرورت دینی اوسکے
ذکر کے باعث نہوئی ہو اور اسمین داخل ہے بدعات کا نقل کرنا اور جھوٹے مذہبونکی حکایات
کرنی اور صحابہ رض کے جھگڑون کو ایسی طرح بیان کرنا جس سے یہ وہم ہو کہ کوئی اونمین سے
خطا پر تھا پس یہ سب باتین بیکار ہین اللہ بچاوے

## چوتھی آفت مراء یعنے دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا حدیث شریف

مین بات کاٹنے کو منع فرمایا ہے چنانچہ فرمایا لَا تُمَارِ أَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ
اور فرمایا ذَرُوا الْمِرَاءَ فَإِنَّهُ لَا تُفْهَمُ حِكْمَتُهُ وَلَا تُؤْمَنُ فِتْنَتُهُ اور فرمایا مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ
بَيْتٌ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُبْطِلٌ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ اور حضرت ام سلمہ رض
آپ سے روایت کرتی ہین کہ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَبِّي وَنَهَانِي عَنْهُ بَعْدَ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ

وحش بالخدم ملاحاۃ الرجال اور فرمایا ما ضل قوم بعد ان ھداھم اللہ تعالیٰ الا اوتوا الجدل اور نیز فرمایا لا یستکمل عبد حقیقۃ الایمان حتی یدع المراء وان کان محقا اور فرمایا کہ جسمین چھ خصلت ہون وہ ایمان حقیقی کے درجہ کو پہونچتا ہے اول روزہ رکھنا گرمیون مین دوسرا دشمنان خدا کو تلوار سے کاٹنا تیسرے مینہ بادل کے دن مین نماز جلد ادا کرنا چوتھی مصیبت پر صبر کرنا پانچوین باوجود مکروہات کے وضو کو پورا کرنا چھٹے باوجود حق بطرف ہونیکے اعتراض و جھگڑا نہ کرنا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ قرآن کی بات مین کسی سے جدال مت کرنا تجھکو لوگون کے سامنے تاب نہوگی بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستور العمل رکھنا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جو کوئی دین مین زیادہ اعتراضات کی درپے ہوتا ہے وہ اکثر بدلتا رہتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ اعتراض سے بچو کیونکہ تکرار کے وقت عالم جاہل ہوجاتا ہے اور اوسوقت شیطان اوسکی لغزش کا خواہان رہتا ہے اور حضرت مالک بن انس رض فرماتے ہین کہ جدال کرنا دین سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور یہی انہین کا قول ہے کہ جھگڑا کرنے سے دل سخت ہوجاتے ہین اور دلون مین کینہ کا بیج پڑتا ہی اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علما سے مت جھگڑنا اور نہ تجھسے عداوت کرینگے اور بلال بن سعد فرماتے ہین کہ جب کسیکو جھگڑالو اور خود رای دیکھو تو جان لو کہ خسارہ اسپر ختم ہے اور حضرت سفیان ثوری رض فرماتے ہین کہ جھگڑا ایسی بلا ہی کہ بالفرض مین اپنے بھائی سے انار مین جھگڑون وہ کہے شیرین اور مین کہون کھٹا تو وہ حاکم کے یہان میری چغلی کریگا اور نیز فرمایا کہ جس سے چاہو صفائی حاصل ہوسکتی ہے اور ذراسی جھگڑے مین اوسکو ایسا غصہ آسکتا ہے کہ کبھی ایسی مصیبت مین پھنساوے جس سے زندگی تلخ ہو اور ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ مین اپنے یارون سے تکرار نہین کرتا کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا اوسکو غصہ آویگا یا جھوٹا ٹھہرے گا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ ہمیشہ بحث کرتا پھرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکفیر کل لحاء رکعتان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ علم تین باتون کے لیے نہ سیکھنا چاہیے اور تین باتونکی جہت سے اوسکی تحصیل سے پہلو تہی نکرنی چاہیے بحث و فخر و ریا کے لیے تو سیکھنا نچاہیے اور حیا اور زہد باعث اور جہالت پر راضی ہونیکے سبب سے اوس سے دست بردار نہونا چاہیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو زیادہ جھوٹ بولتا ہے اوسکی خوبی جاتی رہتی ہے اور جو لوگون سے

ایمان کی حقیقت
ابن ابی الدنیا

جہگڑتا ہی بے مروت ہوجاتا ہی اور جسکو رنج بہت ہوتا ہے اوسکا جسم مریض ہوجاتا ہی اور جسکی عادت اچھی نہین ہوتی اوسکی جان عذاب مین رہتی ہی سچ ہی ؎

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | اگر ز دست قضا بر فلک رود بد خوی | | ز دست خوی بد خویش در بلا باشد | |

اور میمون بن مہران رح سے لوگون نے پوچہا کہ اسکا کیا سبب ہی کہ آپ کسیکو عداوت کی راہ ترک نہین کرتے آپ نی فرمایا کہ نہ مین کسی سے دل لگی کرون نہ بحث تکرار کرون پہر وجہ عداوت کی کیا ہے غرض کہ مرا اور جدال کی برائی حد شمار سے افزون ہے اور تعریف مرا کی یہ ہے کہ دوسرے شخص کی بات مین براہ اعتراض خواہ لفظون مین یا معنون مین یا ارادہ مین خلل ظاہر کرنا لفظون مین عیب تبلانا اسطرح کہ علم نحو یا لغت یا محاورہ کے خلاف کہتے ہو یا اس کلام کی بندش اچھی نہین اسکی الفاظ مین تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جو شخص کم جانتا ہے اچھی عبارت نہین بول سکتا یا آنکہ زبان سے کچہہ کا کچہہ نکلجاتا ہے تو جسمین عادت اعتراض کی ہوتی ہے وہ فوراً عیب جوئی پر آمادہ ہوتا ہے حالانکہ اظہار عیب کی کوئی وجہ نہین ہوتی اور معنے مین طعن کرنا یہ ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا نہین اوسمین یہ یہ غلطیان ہین اور ارادہ مین عیب ظاہر کرنا یہ ہے کہ اسطرح کہے کہ تمہارا کلام تو درست ہی مگر تم نے اثبات حق کے لیے نہین کہا بلکہ اسمین تمہارا کچہہ مطلب ہے اور اس کی قائم مقام کیے اور اگر مسائل علمی مین اس قسم کے اعتراض واقع ہوتے ہین تو اوسکو جدل اور جدال کہتے ہین بہر صورت دونون برے ہین انکا ترک کرنا چاہیے جب آدمی کوئی بات سنے اگر سچ ہو تو اوسکو مان لے اور اگر جہوٹ ہو اور امور دینی سے متعلق نہو تو چپ رہے عیب جوئی کی کوئی وجہ نہین ہان اگر بغرض استفادہ کچہہ سوال کرے اور عناد و بغض کو دخل نہو اور مجیب بہی نرمی سے بتلادے تو مضائقہ نہین اور جدال سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے کے کلام پر اعتراض کرکے اوسکو ساکت کرنا اور اوسکا نقصان و عجز ظاہر کرنا اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ متکلم کو اور طرح سمجہا دینا اچہا نہ معلوم ہو بلکہ جدال کرنے والا اسی بات کو ضروری جانے کہ مین ہی متکلم کا قصور علانیہ تبلاون تاکہ میرا فضل اور اوسکا نقصان کہلجاوے اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ جس بات کی نہ کہنے مین گناہ نہ ہوتا ہو اوس سے بہی سکوت اختیار کرے اور مرا اور جدال کا سبب یہی ہے کہ آدمی اپنا فضل اور برتری دوسرون پر اونکے نقصان کے اظہار سے چاہتا ہی اور یہ دونون خواہش نفس کے اندر سخت ہین اظہار

فضل قبیل خودستائی سے ہے جو بڑائی اور بزرگی یعنے صفات ربوبیت کے جوش سے پیدا
ہوتی ہی اور دوسرے کو ناقص جاننا صفات سبعی کے مقتضا سے بروی کار آتا ہی کیونکہ
درندہ بہی یہی چاہتا ہی کہ دوسرے کو چیر پہاڑ برابر کرے یا صدمہ و ایذا پہونچاوی غرضکہ یہ
دونون صفتین آدمی کے حق مین مہلک ہین اور اونکو مراد اور جدال سے زور ہو جاتا ہے
ہین جو کوئی مراد اور جدال کرتا رہے گا وہ ان صفات مہلکہ کو شہ دیتا رہے گا اور یہ امر
حد کراہت سے بڑہکر معصیت مین داخل ہی بشرطیکہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور بحث و تکرار مین بات
تو ہمیشہ ہی رہتی ہے کہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور غصہ آوی اور اعتراض کے جواب مین اپنے
کلام کی تائید کی لیے جو رطب و یابس حق و باطل بن پڑے پیش کرے اور معترض کے کلام
مین جو کچھہ خلل سوجہے بیان کرے اسیطرح بڑہتے بڑہتے آپسمین ایسی لڑین جیسے کتے لڑتے ہین
کہ ہر ایک کا ارادہ یہی ہوتا ہی کہ اب کی چوٹ ایسی کرون کہ اسکو خوب درد و تکلیف پہونچے
اور بجز خاموشی اور عاجزی کے کچھہ نہ بن پڑے اور اس کا علاج یہ ہی کہ کبر جس سے کہ اظہار فضل کو
چاہتا ہی اور سبعیت جس سے کہ دوسرے کو ناقص کیا چاہتا ہی ان دونون کو چھوڑ دے اور اسکا
بیان کبر و عجب اور غضب کی برائی مین مذکور ہوگا یہان اسیقدر معلوم کرنا چاہیے کہ ہر ایک
بیماری کا علاج اسی طور سے ہوتا ہی کہ اوسکا سبب دور کیا جاوے اور ازانجا کہ سبب مراد
اور جدال کا یہی دونون چیزین ہین جیسا کہ بیان ہوا پس ان دونون کو دور کرنے سے
علاج اونکا ہو جائے گا پھر مراد اور جدال کے ترک کی بیان تک مواظبت چاہیے کہ عادت اوسکی
طبیعت مین داخل ہو جاوے اور نفس مین کنقش الحجر جاگزین ہو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
نے داود طائی رحمہ سے پوچھا کہ تم نے عزلت نشینی کیون اختیار کی اونہون نے کہا کہ اس سبب سے
کہ نفس پر جدال کے چھوڑنے کا مجاہدہ کرون آپ نے فرمایا کہ تو اسطرح کرنا چاہیے کہ لوگون مین
بیٹھو اونکی سنو اپنی نہ کہو داود طائی کہتے ہین کہ مینے ایسا ہی کیا مگر مجاہدہ نہایت سخت پایا
اور واقع مین یہ صورت مجاہدہ کی بڑی مشکل ہے اسلیے کہ جو شخص غیر سے غلطی سنتا ہی اور
اوسکی اصل حقیقت کی بتانے پر قادر ہے اوسکو صبر کرنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی
وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حق پر ہو کر مراد چھوڑ دی اوسکو جنت اعلی مین
مکان ملے گا کیونکہ یہ امر نفس پر نہایت شاق ہے خصوصاً مذاہب اور عقائد مین اسکا زیادہ
غلبہ ہوتا ہی کیونکہ بحث امر طبعی تو پہلے ہی سے ہے جب یہ معلوم ہوا کہ فلان عقیدہ کو ظاہر کرنے مین

ثواب ہی تو ثواب کی حرص بڑہتی ہے اور طبیعت و شریعت ایک دوسری کی معاون ہوتی ہین
اور یہ بھی ایک خطا ہی ہے صواب نہین ہے کہ اپنی زبان سے اہل قبلہ کو کچھہ نہ کہے اور جب
کسی اہل بدعت کو دیکھے تو علیحدہ خلوت مین اوسکو نصیحت کرے اسطرح کہ جدال کی بو نہ پائی
جاوے ورنہ اوسکو یہ خیال ہوگا کہ مقرر لوگ اگر چاہتے ہین تو تقریر سے دوسرے کو ساکت
کردیتے ہین ایسا ہی کچھہ یہ بھی کرتے ہین اس خیال سے بدعت اوسکی دل مین پکی جاویگی
پس نرمی سے بطور خیر خواہی اوسکو سمجھانا چاہیے اگر مان لے فبہا ورالا وہ جانے اوسکا کام اپنے
آپ اوس سے کنارہ کرے حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ کَفَّ لِسَانَہٗ
عَنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ اِلَّا بِاَحْسَنِ مَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ اور ہشام بن عروہ رض فرماتے ہین کہ آپ نے اس کلام کو سات بار
فرمایا اور جو شخص جدال کا عادی ہوجاتا ہے اور اوسکے باعث نفس کو غیرت اور قبول زیادہ
پاتا ہے تو اوسمین مہلکات زور پکڑ جاتے ہین اور جب سلطان غضب اور کبر اور ریا اور محبت
عزت وجاہ اکٹھے چڑہ آتے ہین تو تاب مقاومت نہین لاتا کیونکہ انھین ایک ایک جداگانہ صفت
ایسی ہے کہ اوسی سے لڑنا مشکل پڑتا ہے جب سب جمع ہوگئے تو خدا ہی بچاوے تو پہنچے
پانچوین آفت خصومت ہی اور اسمین اور مراء و جدال مین یہ فرق ہے کہ مراء اوسکو
کہتے ہین کہ دوسرے کے کلام مین عیب ظاہر کرے اور سوائے اوسکی تحقیر اور اپنی تفضیل کی
اور کوئی مطلب نہو اور جدال امور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہے اور خصومت یہ ہے کہ جھگڑے سے
غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہ کبھی بے اعتراض ہوتی ہے اور کبھی اعتراض سے
اور پہلی دونون چیزین بے اعتراض کے نہین ہوتین اب معلوم کرنا چاہیے کہ خصومت بھی
بری چیز ہے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یون روایت
حدیث ہے مَنْ جَادَلَ فِیْ خُصُوْمَۃٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ خصومت سے بچنا چاہیے اسلیے کہ وہ دین کو برباد کرتی ہے اور یہ تو ضرب المثل ہو رہا ہے
کہ پرہیزگار آدمی دین مین خصومت نہین کیا کرتے مصرع ع دو صاحب دل نگاہ دارند مو را اور ابن
قتیبہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین بیٹھا تھا بشر بن عبد اللہ میرے پاس کو گذرے پوچھا کہ
یہان کیون بیٹھے ہو مین نے کہا کہ مجھہ مین اور میرے چچازاد بھائی مین ایک شی پر تنازع
ہے اونہون نے کہا کہ تمہارے باپ کا میرے اوپر حق ہی مین چاہتا ہون کہ اوسکی مکافات

کہ رحم کرے اللہ اوس شخص پر جو اپنی زبان اہل قبلہ سے روکے ... ابن عدی نے ... ضعیف سند سے روایت کیا ...

یہ حدیث بخاری و مسلم مین ہے ... جو شخص کسی خصومت مین ناحق جھگڑا کرے ہمیشہ اللہ کے غضب مین رہتا ہے ... ابن ابی الدنیا

تم سے کرون یہ جان لو کہ خصومت سے زیادہ بڑھکر کوئی بری چیز نہیں دین اس سے برباد
ہوتا ہے مروت اس سے جاتی رہتی ہے لذت زندگی مفقود ہوتی ہے دل اسی مین الجھا رہتا ہی مین
یہ سنکر اٹھا اور گھر کو جانا چاہا میری طرف ثانی نے کہا کہ کہان چلے مین نے کہا کہ اب مین نزاع
نہین کرتا اوسنے کہا کہ شاید اب معلوم ہوگیا کہ حق میرا ہی ہے مین نے کہا کہ یہ بات تو نہین
لیکن خصومت مین نہین چاہتا اوسنے کہا اگر یہی بات ہی تو مجھکو اب کچھ دعوی نہین وہ شی
آپ ہی رکھیے یہان یہ شبہ ہوتا ہی کہ جب انسان کا حق کوئی ظالم دبالے تو اوسکے طلب اور حفظ
مین خصومت ضرور ہے اوسکی مذمت کسطرح ہو سکتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہی کہ خصومت ہمیشہ
ایک ہی طرح تو نہین ہوتی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے کبھی بے جانے ہوا کرتی ہے جیسے وکیل
جھگڑا کرتے ہین کہ اونکو اس بات کا علم نہین ہوتا کہ حق بجانب کس کے ہے مگر وکالت جسطرف
ہو کر لیتے ہین اور بے جانے خصومت و جوابدہی کرتے ہین اور کبھی طلب حق مین مقدار واجب سے
زیادہ طلبی ہوتی ہے اور جھگڑنے مین بقدر حاجت پر اکتفا نکرکے زیادہ تر لیچڑپن اور خصومت محض ایذا
کے لیے یا دبانے کے لیے کرتے ہین اور کبھی خصومت مین ایسے کلمات ایذا دہندہ پیش کرتے ہین
جنکی حاجت وجہ ثبوت اور اظہار حق مین کچھ نہین ہوتی اور کبھی بنا خصومت محض عناد پر
ہوتی ہے کیونکہ شے متنازع فیہ ایسی حقیر ہوتی ہے کہ طرفین کے نزدیک اوسکی کچھ حقیقت نہین
ہوتی بلکہ علانیہ بعض لوگ کہدیتے ہین کہ اس نزاع سے ہماری غرض صرف عناد اور طرف ثانی کا ہتک
ہے ورنہ ایسا مال تو مین جوتی پر مارتا ہون پس اسطرح کی خصومت بہت بری ہین اور اگر مظلوم
آدمی اپنی دادرسی کے لیے حجت بطور شریعت کرے اور لیچڑپن اور اسراف اور قدر حاجت سے
زیادہ خصومت نہ کرے اور قصد عناد و ایذا بھی درمیان مین نہو تو اوسکا فعل حرام نہین مگر بہتر
یہ ہے کہ جب تک بے خصومت راہ نکلے تب تک نالشی نالشتا نہو اسلیے کہ خصومت و جھگڑے مین
زبان کو حد اعتدال پر ضبط کرنا دشوار ہے خصومت کی باعث سینہ مین غصہ کی لپٹ اٹھتی ہے
اوسکے سبب حق تو بالاے طاق ہو جاتا ہے صرف طرفین مین کینہ باقی رہتا ہی یہان تک کہ
ایک کی رنج سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اور اوسکی راحت سے اوسکو بے چینی اور ایک دوسرے کی
ہتک مین زبان دراز ہوتی ہین پس جو شخص خصومت اول کرتا ہے ان بری چیزون مین
مبتلا ہوتا ہے اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ دل پر تشویش غالب ہوتی ہے یہانتک کہ نماز مین
بھی یہی دھیان رہتا ہے کہ کسطرح حریف پر غالب ہونا چاہیے غرضکہ خصومت سے بات

بڑہجاتی ہے قدر واجب پر نہین رہتی ہے اسلیے گویا منشا ہر ایک شر کا خصومت ٹھہری ہے اور
یہی حال مرا اور جدال کا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بالکل اس کا باب ہی بند کیا چاہی اور اگر ضرورت ہو
تو اوسوقت بھی زبان اور قلب کو لوازم خصومت مذکورہ بالا سے بچاوے اور یہ امر نہایت
دشوار ہے ہر چند جو شخص خصومت واجبی پر کفایت کرے وہ گناہگار نہوگا اور نہ اوسکی خصومت
بُری کہلائی گی تاہم اگر شے متنازع فیہ سے مستغنی ہو اور اوسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکی کچھ
پروا نہ رکھتا ہو تو خصومت کرنے سے گو گناہگار نہین تارک اولی ضرور ہوگا اور خصومت
اور مرا و جدال سے ادنے درجہ یہ ہے کہ اچھی طرح بولنا آپسمین چھوٹ جاتا ہے اور طیب کلام
کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور طیب کلام کا اقل رتبہ یہ ہے کہ موافقت ظاہر ہوا اور اعتراض
وطعن سے یہ امر بمراحل دور ہی اسواسطے کہ جو شخص دوسرے سے خصومت اور مرا و جدال کرتا ہے
وہ دوسرے کو یا جاہل ٹھہراتا ہے یا جھوٹا پھر طیب کلام کہان ہی جسکے حق مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یُمکِنُکُم مِنَ الجَنَّۃِ طِیبُ الکَلَامِ وَاِطعَامُ الطَّعَامِ اور قرآن مجید مین
ارشاد ہے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسنًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اگر خدا کی مخلوق مین سے
کوئی تمکو سلام کرے تو اوسکے جواب مین تم بھی سلام کرو گو وہ مجوسی ہی کیون نہ ہو اسلیے
کہ خداتعالی فرماتا ہے وَاِذَا حُیِّیتُم بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوا بِاَحسَنَ مِنہَا اور مجکو تو اگر فرعون بھی اچھا کلمہ
کہے تو اوسکا جواب ویسا ہی دون اور حضرت انس رض سے یہ حدیث منقول ہے کہ جنت مین
بعضے مکان ایسے لطیف وشفاف ہین کہ باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز معلوم
ہوتی ہے اللہ تعالے نے اونہین اون لوگون کے لیے بنایا ہے کہ جو کہانا کہلاتے ہین اور نرمی
سے گفتگو کرتے ہین اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی پاس کو ایکدفعہ سور نکلا آپنے
فرمایا کہ اچھی طرح چلا جا لوگون نے عرض کیا کہ آپ اس جانور سے ایسا فرماتے ہین فرمایا کہ مجھکو
برا معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان بدی کی عادی ہو اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ اَلکَلِمَۃُ
الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ اور فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ وَلَو بِشِقِّ تَمرَۃٍ فَاِن لَم تَجِدُوا فَبِکَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ اور حضرت عمر رض
کا قول ہے کہ نیکی ایک چیز آسان ہے وہ کشادگی پیشانی اور نرمی زبان ہے اور بعض حکما کا
قول ہے کہ نرم گفتگو پوشیدہ کینون کو ہوا دالتی ہے اور یہ بھی بعض حکما کا قول ہے کہ خداتعالے
کسی کلام سے ناراض نہین ہوتا اتنی شرط ہے کہ ہمنشین راضی رہے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے
پاس بیٹھنے والے سے اچھی کلام کرنے مین دریغ نہ کرے شاید خداوند کریم اسکے عوض مین ثواب

۵ کلمہ پاک صدقہ ہے یعنی ثواب ... بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲
آگ سے بچو اگرچہ ... خرما کا ٹکڑا ہی ہو ... بخاری و مسلم بروایت عدی بن حاتم ۱۲

محسنین کا عنایت فرماوے غرضکہ نرم گفتگو مین اتنی فضائل ہین اور خصومت و مراء اوسکی ضد ہین جنسے
آدمی کو وحشت ہوتی ہے عیش تلخ ہو جاتا ہے غصہ آتا ہی دل کو رنج ہوتا ہی اللہ بچاوی بندہ کو

چھٹی آفت کلام کو خوب بنا بنا کر کہنا اور سجع اور قافیہ اور فصاحت کے لیئے تکلف کرنا اور تمہید
و مقدمات گڑھنی جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کی عادت ہی اسطرح کا تکلف اور تصنع مذموم ہی حدیث شریف
مین ہی کہ اَنَا وَاَتْقِیَاءُ اُمَّتِیْ بُرَآءُ مِنَ التَّکَلُّفِ اور فرمایا اِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا الثَّرْثَارُوْنَ
الْمُتَفَیْهِقُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ فِی الْکَلَامِ اور حضرت فاطمہ فرماتی ہین کہ آپنے فرمایا شِرَارُ اُمَّتِی الَّذِیْنَ غُذُوْا بِالنَّعِیْمِ
یَاْکُلُوْنَ اَلْوَانَ الطَّعَامِ وَیَلْبَسُوْنَ اَلْوَانَ الثِّیَابِ وَیَتَشَدَّقُوْنَ فِی الْکَلَامِ اور فرمایا اَلَا هَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ اور اس جملہ کو تین بار ارشاد
فرمایا تنطع کے معنے تعمق اور مبالغہ کے ہین اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ کلام مین بلبلانا شیطان
کیطرف سے ہے اور حضرت عمر بن سعد ایک روز اپنے باپ کیخدمت مین کچھہ حاجت لیکر آئے
اور اوسکے لیے ایک تمہید بیان کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسی یعنی حاجت آج تمنے
بیان کی کبھی نہین کی تھی مینے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگون پر
ایک ایسا زمانہ آویگا کہ کلام کو ایسا چابین گے جیسے گاے گھاس چابتی ہے اس سے معلوم ہوا
کہ حضرت سعد کو بیٹے کی تمہید حاجت سے پہلے بری معلوم ہوئی اور اوسکو سراسر تصنع اور تکلف جانا
اور یہ مذموم ہے اور آفات نشانی سے ہے اور جو قافیہ بندی کہ عادت سے خارج ہو وہ سب اسیمین
داخل ہے گفتگو اور بول چال مین بھی ایسا تکلف ممنوع ہی چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک بچہ مردہ کے عوض غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا تو ایک شخص اول لوگون مین سے بول
اٹھا جنکے سبب سے وہ بچہ ضائع ہوا تھا کہ ہم ایسے کا کسطرح خون بہا دین جسنے نہ کھایا نہ رویا
نہ چلایا ایسا خون بہا معافی مین کیون نہ آیا آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلون کی سی فقرہ بندی کرتا ہے غرضکہ
آپ کو یہ قافیہ اثناے گفتگو مین برا معلوم ہوا اور واقع مین ایسے کلام مین اثر تکلف کا صاف
معلوم ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ کلام اسطرح کرے کہ مقصود حاصل ہو جاوے اور مطلب صرف
دوسرے کو سمجھانے سے ہے اسکے سوا جو کچھہ ہے وہ تکلف مین داخل ہے جسکی مذمت شرع مین
موجود ہی ہان اسمین وہ قافیہ بندی داخل نہین جو خطبہ یا وعظ مین بے افراط و مبالغہ کرتے
ہین کیونکہ مقصود وعظ و تذکیر سے دلون کا شوق دلانا اور تحریک اور قبض و بسط ہے اور الفاظ
کی خوبی کو اسمین بڑی تاثیر ہے تو اسمین عمدہ الفاظ و سجع کا ہونا بجا ہے مگر جو محاورے کہ
روزمرہ کی حاجات مین بولے جاتے ہین اونمین وزن و قافیہ کی کچھہ ضرورت نہین تو اونمین

تکلف اور زبان امٹھنے سے کیا فائدہ وہ سراسر مذموم ہے اور باعث اس تمام تصنع کا ریا
اور اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا ہے جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

**ساتوین آفت** فحش کہنا اور گالی اور بہکڑ دینا ہی یہ بہی مذموم اور ممنوع ہی اور اس کا منشا خبث باطنی اور کمینہ پن سے ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والفحش فان اللہ تعالی لا یحب الفحش ولا التفحش اور بدر کی لڑائی مین جو مشرک مارے گئے تھے اونکے حق مین بہی گالی دینے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ انکو گالی ندو کیونکہ جو کچھہ تم انکو کہتے ہو انکو تو لگتی نہین زندہ کو ایذا ہوتی ہے اور خبردار رہو کہ برا کہنا کمینہ پن ہے اور ایک حدیث شریف مین فرمایا لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی اور فرمایا الجنۃ حرام علی کل فاحش ان یدخلہا اور فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہونگے کہ دوزخ کے لوگون کو باوجود انکے ایذا کے اور ایذا دینگے یعنی وہ تو اپنی مصیبت مین ہونگے کہ کہولتے پانی اور آگ مین دوڑتے ہونگے اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہونگے اوسپر وہ چارون اور زیادہ جلونکو جلاوینگے اونمین سے ایک شخص ایسا ہوگا کہ اوسکے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اوس سے پوچہین گے کہ اے پہٹکارے ہوئے کہ تیرا کیا حال ہے تو نے ہمکو کہہ پر وکہہ دیا وہ کہے گا کہ جو کلمہ برا اور خبیث مجہے سوجہتا تہا اوسکو منہ سے کہکر جماع کا سا مزا لیا کرتا تہا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ اگر فحش گوئی آدمی ہوتا تو بڑا بد ہوتا اور فرمایا کہ البذاء والبیان شعبتان من النفاق اس حدیث مین بیان کے کئی معنے ہوسکتے ہین ایک تو یہ کہ جو شئے ظاہر کرنے کی نہو اوسکو بیان کرنا یعنے ظاہر کہنا مراد ہو دوسرے یہ کہ بیان سے مبالغہ غرض ہو یعنی چیز کو ایسا مبالغہ کے ساتھہ کہنا کہ تکلف مین داخل ہو جاے تیسرے یہ کہ امور دینی اور صفات الہیہ کا بیان مراد ہو کیونکہ ان چیزون کا مجملاً عوام کی کانون مین ڈالدینا اچھا ہے بہ نسبت اسکے کہ انمین مبالغہ کیا جاوے اسلیے کہ غایت درجہ کے بیان سے شک و شبہہ پیدا ہوتا ہے اور وسوسے اٹھتے ہین اور مجمل کہدینے سے دل جہٹ پٹ اوسکے ماننے کیطرف مائل ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے مگر چونکہ حدیث شریف مین اس لفظ کو بذاء یعنی بیہودگی کے پاس ذکر فرمایا ہے تو غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے غرض یہی ہے کہ جس بات سے شرم آتی ہو اوسکو پکار کر کہے اور یہ شعبہ نفاق اس وجہ سے ہے کہ ایسے امور مین اخفا حسن اور تغافل ہی برتنا چاہیے کشف اور بیان نہ کرے اور ایک حدیث مین ہے کہ ان اللہ

لا یحب الفاحش المتفحش الصیاح فی الاسواق اور حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بیٹھا ہوا تھا اور میرے باپ میرے آگے بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان الفحش و التفاحش لیسا من الاسلام فی شیء وان احسن الناس اسلاما احاسنهم اخلاقا اور ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہین کہ ایسا سنا ہے کہ فحش اور بہکڑ والا قیامت کو کتی کی صورت یا اوسکے پیٹ مین ہوکر آوے گا اور احنف بن قیس رح فرماتے ہین کہ مین تمکو سب سے زیادہ مرض بتلائے دیتا ہون وہ زبان بہکڑ باز اور کمینی عادت ہے پس یہ تو مذمت فحش کی ہوئی اب اوسکی تعریف کو سنا چاہیے کہ فحش اسکا نام ہے کہ امور قبیحہ کو صریح الفاظ سے ذکر کرنا مثلاً شرمگاہ کا نام لینا وغیرہ جیسا کہ اکثر مسخرے دن رات بکا کرتے ہین اور نیکبخت لوگ ایسی چیزونکا کنایۃً نام لینے سے بچتے ہین ضرورت کے وقت رمز کے طور پر ذکر کرتے ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ حیا والا ہے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اشارہ بیان فرماتا ہے دیکھو صحبت کو لمس کے لفظ سے ارشاد کیا ہے پس جماع کے لیے صحبت اور وقاع اور لمس و دخول وغیرہ الفاظ کنایات ہین کہ جنمین فحش نہین مگر اسکے لیے بعض الفاظ ایسے کہ مستعمل ہین کہ ناگفتہ بہ ہین اکثر گالی وغیرہ دینے مین اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اونمین سے بھی بعض مین فحش زیادہ ہے اور بعضون مین کم اور ہر ملک و دیار مین عادت کے اختلاف سے انمین بھی اختلاف ہی بہرصورت اونمین سے کمتر درجہ کے مکروہ ہین اور زیادہ درجہ کے ممنوع اور ان دونون کے درمیان کے الفاظ ہین کہ وہ بھی خالی از خرخشہ نہین اور کچھ فحش جماع ہی پر موقوف نہین ہر ایک امر مکروہ کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے مثلاً قضاء حاجت کے لیے اگر پاخانہ اور پیشاب کہین تو اور الفاظ کی نسبت بہتر ہے غرضکہ جو الفاظ مکروہ ہین انکو صراحۃً ذکر کرنا نچاہیے ورنہ فحش مین داخل ہوگا اسیطرح عورتون کا ذکر بھی کنایۃً مناسب ہے مثلاً یون نہ کہنا چاہیے کہ تمہاری جورو نے یہ کہا بلکہ اسطرح بولنا چاہیے کہ گھر مین سے یہ کہا یا پردے سے یہ آواز آئی یا لڑکون کی ماں نے کہا خلاصہ یہ کہ ایسے الفاظ مین کنایہ ہی اچھا ہے تصریح سے فحش ہو جاوے گا علی ہذا القیاس جس کسیکو کوئی گھن کی بیماری ہو مثل برص و جذام و بواسیر وغیرہ کے تو انکا ذکر کرنا اچھا نہین بلکہ ایسی طرح ذکر کرے کہ جسکو سخت بیماری ہے یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہے تصریح سے بیان کرنا فحش ہے اور آفت لسان مین داخل ہے علاء بن ہارون کہتے ہین کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایکبار بغل مین پھوڑا نکلا اور اونکی عادت تھی

ف۔ فحش اور بیہودہ گوئی اسلام مین بھی کسی چیز مین شمار نہین اور اچھا زیادہ اسلام مین لوگون مین سے [illegible]

کہ زبان کی حفاظت بہت کرتے تھے ہم اونکی عیادت کو گئے کہ دیکھین آمین کیا کہین گے ہم نے پوچھا کہ کہان نکلا ہے اونہون نے فرمایا کہ ہاتھ کے اندر کیطرف اور سبب بخشش کا یا ایذا دینی کا یا بُرون کی صحبت سے عادت پڑ جاتی کہ اکثر اونکی عادت گالی کی ہوتی ہے ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھکو کچھہ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتا رہ اور اگر تجھہ مین کچھہ بات دیکھکر کوئی تجھکو عار دلاوے تو تو اوسکی بات دیکھکر اوسکو عار مت دلا یعنی اگر کوئی بُرا کہے تو اوسکے جواب مین ویسا ہی مت کہہ اسمین اوسکے اوپر وبال رہے گا اور تجھکو ثواب ملے گا اور کسی چیز کو گالی مت دینا اعرابی کہتا ہے کہ پہر مین نے کبھی گالی ندی اور عیاض بن حمار رض نے آپ کیخدمت مین عرض کیا کہ ایک آدمی جو مجھسے رتبہ مین کم ہے مجھکو گالیان دیا کرتا ہے تو اسکا کچھہ مضائقہ تو نہین کہ مین بھی اوس سے بدلا لون آپ نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے والے دونون شیطان ہوتے ہین ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہین اور تہمت لگاتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ اور فرمایا کہ گالی لڑنے والے جو کچھہ کہتے ہین وہ اوسی پر پڑتی ہے جسنے ابتدا کی ہو بشرطیکہ مظلوم حد سے نہ بڑھجاوے اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے والدین کو گالی دے اوسکو خدا کی پھٹکار رہے اور ایک روایت مین ہے کہ سب کبیرون سے بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے ماباپ کو گالی دے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آدمی ماباپ کو کیسے گالی دیگا آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماباپ کو گالی دے اور وہ جواب مین اسکے ماباپ کو کہے تو گویا اِس گالی کا باعث یہی ہوا

**آٹھوین آفت** لعنت کرنا ہے حیوان اور انسان اور جمادات کے لیے سب کے لیے بُرا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ اور فرمایا لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِجَهَنَّمَ اور حضرت حذیفہ رض فرماتی ہین کہ جس قوم نے ایک دوسرے کو لعنت کی اوپر خدا کی مار بیشک ہوئی اور حضرت عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر مین تھے ایک انصار کی عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی اوسنے جو کچھہ بدی کی تو عورت نے کہا کہ تجھپر خدا کی لعنت ہے آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجھہ وغیرہ اوتار کر ننگا کر دو کہ اب تو وہ ملعون ہو چکی راوی کہتے ہین کہ وہ اونٹنی گویا میری نظرون مین پھرتی ہے کہ لوگون مین پھرتی تھی اور کوئی اوس سے مزاحمت نہ کرتا تھا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب کوئی زمین کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ جو ہم مین زیادہ نافرمان

اللہ جل شانہ کا ہوا وسپر لعنت ہوا اور حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض کو سنا کہ کسی اپنے غلام کو لعنت کرتے تہے آپ اونکیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر کیا صدیق بہی لعنت کیا کرتے ہین کلا ورب الکعبۃ اس جملہ کو کئی بار ارشاد فرمایا حضرت ابوبکر رض نے اوسی روز اوس غلام کو آزاد کردیا اور آپ کیخدمت مین آکر عرض کیا کہ اب مین کبہی ایسی خطا نکرونگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُفَعَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اونٹ پر جاتا تہا اوسنے اپنے اونٹ کو لعنت کی آپ نے فرمایا کہ ای ابو عبداللہ ملعون اونٹ پر ہمارے ساتہہ مت چلو اور یہ اسلیے فرمایا کہ اوسکو معلوم کہ آپ کو میر العنت کہنا برا معلوم ہوا اور لعنت کے معنے یہ ہین کہ خدا کے یہان سے دور نکالدینا پس یہ لفظ اوسی شخص پر بولنا درست ہوگا کہ جسمین ایسی صفت پائی جاوے جس سے اللہ تعالی سے بعد ہوتا ہو اور وہ صفت کفر ظلم کی ہے تو یہ کہنا جائز ہے کہ ظالمون پر خدا کی لعنت اور کافرون پر خدا کی لعنت غرض جسطور پر شرع مین وارد ہی اونہین الفاظ سے کہنا چاہیے کیونکہ لعنت مین خطر بہی ہے اسلیے کہ یہ غیب دانی کا دعوے ہے کہ اسکے ملعونکو خدانے دور کردیا یہ بات تو سوا خدا کے اور کوئی نہین جان سکتا یا اگر خداوند کریم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاوے تو اونکو اسکا علم ہو سکتا ہی غیر کو کسطرح علم ہو سکتا ہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ جو صفات مقتضی لعنت کے ہین وہ تین ہین کفر اور بدعت اور فسق اور انمین لعنت کرنیکے تین طور ہین پہلا تو یہ کہ وصف عام کے ساتہہ لعنت کرے مثلاً یون کہے کہ کافرون اور بدعتیون اور فاسقون پر خدا کی لعنت ہو دوسرا یہ کہ وصف کو اس سے کچہہ خاص کرکے کہے جیسے خدا کی لعنت یہود و نصاری و مجوس قدریہ و خوارج و روافض و زانی و ظالم و سود خور پر اور یہ دونون شقین جائز ہین مگر اہل بدعت پر لعنت کہنے مین تردد ہے کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہے اور حدیث شریف مین کوئی لفظ اوسکے لیے وارد نہین تو عوام کو اس سے روکنا چاہیے ورنہ لوگون مین نزاع اور فساد پیدا ہوگا تیسرا طور لعنت کا یہ ہی کہ کسی شخص معین پر ہو اور یہ محل خطر ہے مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اوسکو نکہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہو اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ جس شخص پر شرع مین لعنت ثابت ہوئی ہو اوسکے کہنے مین مضائقہ نہین مثلاً یون کہنا کہ فرعون خواہ ابوجہل پر خدا کی لعنت کیونکہ شرعاً ثابت ہی کہ یہ دونون کفر پر مرے لیکن اس زمانہ کی

رواہ ابن ابی الدنیا در صمت ۱۲ [illegible]
[illegible] خدا کی [illegible] ۱۲
[illegible] نہایت بہتر [illegible]
[illegible] ۱۲
[illegible] ابو داؤد ۱۲
[illegible] ابن ابی الدنیا
[illegible] ۱۲

کسی شخص معین کو گو کافر ہی کیون نہو لعنت کرنا اچھا نہین شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور ایماندار ہوجاوے تو پھر کسطرح اوسکو خدا کی رحمت سے دور کہہ سکتے ہین پس اگر کوئی یون کہے کہ جیسا مسلمان کو حالت اسلام مین رحمہ اللہ کہہ سکتے ہین ایسا ہی کافر کو بھی جب وہ کفر کی حالت مین ہو لعنت کرنا درست چاہیے اور جیسا کافر مین احتمال ہے کہ مسلم ہوکر مرے ویسا ہی مسلمان مین شبہ ہے کہ کافر ہوکر مرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ رحمہ اللہ سے مراد یہ ہی کہ خدا اوسکو مرتے دم تک مسلمان رکھے جس سے قابل رحمت ہو اور یہ بات لعنت مین ممکن نہین یعنی نہین کہہ سکتے کہ خدا فلانے کو کافر رکھے جو لعنت کا سبب ہو اسلیے کہ یہ کفر کا سوال ہے اور ایسا سوال خود کفر ہے ہان اگر یون کہے تو ہوسکتا ہے کہ اگر کفر پر مرے تو خدا کی لعنت ہو ورنہ اگر اسلام پر مرے تو لعنت نہو اور یہ طور بھی مخطور ہے اسلیے کہ تردد ہی رہا یہ حال معلوم کیسے ہوسکتا ہی کہ خاتمہ کیسا ہوگا اور لعنت نکرنے مین کچھ بھی خطرہ نہین پس جب کافر کا یہ حال ہوا تو ظاہر ہے کہ فاسق اور بدعتی کو بطریق اولی لعنت نکرنا چاہیے اس لیے کہ آدمی کا حال ہمیشہ یکسان نہین رہتا کیا معلوم ہے کہ انجام کو کیسا ہوجاوے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کرسکتے تھے کہ اسکا انجام کیسا ہوگا اسلیے جنکا حال معلوم ہوگیا تھا اونکے لیے بددعا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اللّٰھم علیک بابی جہل بن ہشام و عتبۃ بن ربیعۃ اور جو لوگ کہ جنگ بدر مین کافر مارے گئے تھے اونکو بھی لعنت و بددعا مین شامل فرماتے تھے مگر جسکا انجام معلوم نتھا جب اوسکو لعنت کرے تو خدا تعالی نے منع فرمایا چنانچہ آپ مہینہ بھر دعاے قنوت مین اون لوگون کو لعنت کرتے رہے جنھون نے بیر معونہ کے لوگون کو مارا تھا اوسیوقت یہ آیت اتری لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی شاید وہ مسلمان ہی ہوجاوین تم نے کیسا جانا کہ وہ ملعون ہین اسی طرح اگر ہمکو بھی کسی کا حال معلوم ہوجاوے کہ خاتمہ کفر پر ہوا ہے تو اوسکو لعنت اور برا کہنا درست ہی بشرطیکہ اوسمین کسی مسلمان کو ایذا نہوتی ہو ورنہ اوسمین بھی لعنت درست نہین چنانچہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو تشریف لیے جاتے تھے حضرت ابوبکر رض سے ایک قبر کا حال پوچھا کہ یہ کسکی قبر ہے آپ نے عرض کیا کہ یہ قبر سعید بن عاص کی ہے یہ شخص خدا اور رسول سے سرکش رہتا تھا اوسکا لڑکا عمرو بن سعید جو ہمراہ تھا اس بات سے غصہ ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قبر اوس شخص کی ہے کہ ابوبکر رض کے باپ ابو قحافہ سے زیادہ کھانا کھلاتا تھا اور اوسکی نسبت زیادہ شجاع تھا پس حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپ ملاحظہ فرماوین کہ مجھسے

کیسی بات کہتا ہے آپ نے اوسکو منع کر دیا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب کفار کا ذکر کیا کرو تو عام طور پر کہا کرو ورنہ تخصیص میں اونکی اولاد برا مانے گی تو لوگوں نے خاص کر برا کہنا چھوڑ دیا اور نعیمان شراب پیا کرتا تھا کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اوسکو سزا ہوئی پس بعض صحابہ نے کہا کہ خدا کی لعنت اس شخص پر اکثر یہی پکڑا آتا ہے آپ نے فرمایا کہ لا تکن عونا للشیطان علی اخیک اور بعض روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقل ھذا فانہ یحب اللہ ورسولہ غرض کہ شخص معین کی لعنت سے اوسکو روکدیا اس سے معلوم ہوا کہ معین آدمی فاسق کی لعنت جائز نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگوں کی لعنت میں خرابی ہے اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان ہی کو لعنت نکرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں شیطان سے بڑھکر تو کوئی اور کیا ہوگا رہا یزید کی لعنت کا حال کہ اگر اوسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اوسکو لعنت کہنا درست ہی یا نہیں تو اسکا یہ حال ہے کہ قتل و اجازت دونوں پایہ ثبوت کو نہیں پہونچی لعنت کا تو کیا ذکر ہے جب تک اوسکا قتل و اجازت ثابت نہو تب تک اوسکو قاتل اور اجازت دہ بھی نکہنا چاہیے اسلیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اوسکی نسبت مسلمان کیطرف بلا ثبوت کامل نہیں ہوسکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہوگا تو لفظ کہنے والے ہی پر لوٹ آویگا اور فرمایا ماشھد رجل علی رجل بالکفر الا باء بہ احدھما ان کان کافرا فھو کما قال وان لم یکن کافرا فقد کفر بتکفیرہ ایاہ اور اوسوقت ہی کہ مسلمان جانکر کافر کہے لیکن اگر بدعت وغیرہ کے سبب اوسکو کافر کہا تو خطا وار ہوگا کافر نہوگا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو منع کرتا ہوں کہ مسلمان کو گالی دے اور امام عادل کی نافرمانی کرنا اور مردوں کی حال سے تعرض کرنا بہت سخت ہے مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رض کی خدمت میں گیا تو انہوں نے کہا کہ فلانے شخص کا کیا حال ہے اوس پر خدا کی لعنت ہو میں نے عرض کیا کہ وہ مر گیا اونہوں نے فرمایا کہ تو خدا اوس پر رحم کرے میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے اونہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اور فرمایا لا تسبوا الاموات فتؤذوا بہ الاحیاء اور نیز فرمایا ایھا الناس احفظونی فی اصحابی واخوانی واصہاری ولا تسبوھم ایھا الناس اذا مات المیت فاذکروا منہ خیرا اب اگر کوئی یوں کہے یہ بھی کہنا جائز نہیں

کہ قاتل امام حسین علیہ السلام یا قتل کی اجازت دہندہ پر خدا کی لعنت ہو اسکا جواب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یون کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اوسپر خدا کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو دیکھو وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حالت کفر مین شہید کیا تھا مگر پھر مسلمان ہو کر کفر اور قتل سے سب ہی توبہ کر لی اب نہین ہو سکتا کہ کوئی اونکو لعنت کرے علاوہ اسکے قتل گناہ کبیرہ ہے اس سے کافر مطلق تو ہو ہی نہین جاتا اسلیے کہ اگر توبہ کی قید نہ لگاوے گا تو لعن مین موجب خطر ہے اور سکوت مین کچھ بھی خطر نہین تو سکوت ہی بہتر ہے اور ہمنے جو یزید کی لعنت کا بیان ذکر کیا تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب مین بہت سی زبان کھول دیتے ہین حالانکہ حدیث شریف مین آچکا ہے کہ مومن لعنت کنندہ نہین ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اوسکے سوا پر زبان لعن نکھولین اور اگر لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نکرین وصف عام کے طور پر لعنت کرین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس سے تو بھی بہتر ہے کہ آدمی کچھ ذکر خدا کرے اور اگر نہو سکے تو چپ رہنے مین سلامتی ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید ۔ مکی بن ابراہیم کہتے ہین کہ ہم ابن عون کے پاس تھے انمین بلال بن ابی بردہ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت و مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگون نے اونسے کہا کہ تمھین یاد ہے اوسنے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا آپ اوسکو برا کیون نہین کہتے آپ نے فرمایا کہ قیامت کو نامۂ اعمال مین بھی دو باتین ہونگی ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرے فلانے فی فلان کو لعنت کی تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میرے نامہ اعمال مین اول کلمہ نکلے دوسرا نہ نکلے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ یہی وصیت ہے کہ بہت لعنت مت کیا کر اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جو کثرت سے لعن و طعن کیا کرے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مومن کو لعنت کرنا اوسکے قتل کے برابر ہے اور حماد بن زید جو اس قول کے راوی ہین کہتے ہین کہ اگر اس قول کو مین حدیث کہون تب بھی کچھ مضائقہ نہین اور واقع مین ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث نقل بھی ہے کہ من لعن مومنا فھو مثل ان یقتلہ اور کسی کو کوسنا بھی لعنت کے قریب ہی ہے یہانتک کہ ظالم کے حق مین یون کہنا کہ خدا اوسکو اچھا اور تندرست نہ کرے اور اوسکو موت آوے وغیرہ بھی برا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان المظلوم لیدعو علی الظالم حتی یکافیہ ثم یبقی للظالم عندہ فضلۃ یوم القیامۃ

**نوین آفت** راگ اور شعر ہی باب سماع مین ہم لکھہ چکے ہین کہ راگ مین سے کونسا حرام اور کونسا حلال ہے اوسکے دوبارہ لکھنی کی ضرورت نہین اور شعر کا حال یہ ہے کہ اوسمین سے اچھا اچھا ہے اور برا برا مگر اسطرح کہنا کہ اوسیکا ہو رہے یہ البتہ مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَاَنْ یَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِکُمْ قَیْحًا حَتّٰی یَرِیَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِئَ شِعْرًا اور مسروق رضہ سے کسی نے کوئی بیت پوچھی تو اونکو برا معلوم ہوا لوگون نے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ میرے نامہ اعمال مین شعر نکلے اور بعض اکابر سے کسی نے کوئی شعر پوچھا تو اونہون نے فرمایا کہ اسکی عوض خدا کا ذکر کرو تو بہتر ہو خلاصہ یہ کہ شعر پڑھنا اور بنانا حرام نہین ہے بشرطیکہ اوسمین کوئی کلام بیجا نہو کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً مگر اتنی بات ہے کہ شعر مین اکثر مدح اور ہجو اور عورتون کا ذکر ہوتا ہے اور اسمین دروغ کو گنجایش ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضہ کو ارشاد فرمایا تہا کہ کفار کی ہجو بیان کرو اور مدح مین مبالغہ کرنے سے گو کسیقدر جھوٹ بہی ہو جاوے حرمت نہین ہوتی مثلاً سخاوت کی تعریف مین اسطرح کہا جاوے ؎

جو مانگے جان کوئی اوس سے کچھ نہ عذر کرے + ولے ضرور ہے سائل کو بہی خدا کا خوف رہے

تو اگر ممدوح سخی نہو گا تو شاعر جھوٹا ہے ورنہ اگر سخی ہو گا تو مبالغہ شعر مین کچھہ اور ہی نمک مرچ لگا دیتا ہے اوسکا اعتقاد تو مقصود ہوتا ہی نہین علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہی اشعار ایسے پڑہے گئے ہین کہ اگر اونمین تلاش کیجاوے تو مضامین مبالغہ کے نکلین گے حالانکہ آپ نے منع نہین فرمایا حضرت عایشہ رضہ سے روایت ہے کہ مین ایک روز سوت کات رہی تہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی ٹانک رہے تہے مین نے جو آپ کیطرف دیکہا تو یہ نظر آیا کہ پیشانی مبارک عرق آلودہ ہے اور قطرات عرق روشنی مین کہکشان کی بہار دکہا رہے ہین مین دیکہتی ہی اوس حسن خداداد پر حیران رہ گئی آپ نے جو میری حیرانی کیطرف ملاحظہ فرمایا تو پوچھا کہ ایسی مبہوت کیون ہو رہی ہو مین نے عرض کیا کہ آپ کی آب جو کی پیشانی سے جو نور کی لہر اٹھہ رہی ہے اسسے ورطہ حیرت مین ہون اگر آپ کو ابو بکر ہذلی دیکہتا تو جانتا کہ اوسکے شعر کی مصداق آپ ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اوسکے شعر کیا ہین مین نے عرض کیا کہ یہ دو بیتین ہین ؎

وَمُبَرَّءٍ مِّنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ ۞ وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَّدَاءٍ مُّغْیِلٖ

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اُسِرَّۃِ وَجْہِہٖ ۞ بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلٖ

انکا خلاصہ یہ ہے ؎

| | |
|---|---|
| خمیر مایہ صحبت از صفا بدنست | ترا بقالب خورشید و ماہ ریختہ اند |
| سہ بہرہ عرق آلود و نگر کر سحر اند | در آفتاب قیامت نمو پرورین را |

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آپ نے اپنا کام چھوڑ کر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا یا عائشہ تو مجھسے اتنی خوش نہین ہوئی ہوگی جتنا مین تجھسے راضی ہوا اور جب جنگ حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو عباس بن مرداس کو چار اونٹ مرحمت فرمائے وہ چلے گئے اور ایک قصیدہ شعر اپنی زیادتی استحقاق اور شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا آپ نے لوگون سے فرمایا کہ اسکی شکایت منقطع کردو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوسکو اپنے ساتھ لے گئے یہانتک کہ اونہون نے سو اونٹ پسند کیے پھر تو بہت مین زیادہ وہی راضی خوش تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب بھی کچھ شعر کہا کرتے ہو اونہون نے عذر و معذرت کرنی شروع کی اور عرض کیا کہ میرے ماباپ آپ پر قربان ہون مین اپنی زبان پر شعر کو ایسا پاتا ہون جیسے چینٹی چلتی ہو جب وہ چینٹی کی طرح میری زبان مین کاٹنے لگتی ہے تو کچھ کہہ لیتا ہون سوا کچھ چارہ نہین آپ متبسم ہوئے اور فرمایا کہ عرب کے لوگ شعر گوئی نہ چھوڑین گے جب تک کہ اونٹ بلبلاتے رہین گے

دسوین آفت ہنسی ٹھٹھا ہے اصل مین یہ بھی بری اور ممنوع ہے مگر تھوڑیسی کا مضایقہ نہین حدیث شریف مین ہے لَاتُمَارِ اَخَاكَ وَلَاتُمَازِحْهُ پس اگر یہ کہو کہ بات کاٹنی اور اعتراض کرنے مین تو ایذا ہوتی ہے کہ دوسرے کو جھوٹا یا جاہل قرار دیتے ہین مزاح مین تو یہ بات نہین اوس سے صرف کھیل اور دل لگی ہوتی یہ کیون ممنوع ہے پس جاننا چاہیے کہ ہنسی کی افراط اور مداومت ممنوع ہے مداومت سے تو دل ہمیشہ کھیل اور ہزلیات مین مصروف ہوجاتا ہے اور کھیل اگرچہ مباح ہے مگر ہمیشہ اوسکا مرتکب ہونا ممنوع ہے اور افراط ہنسی سے قہقہہ سوجھتا ہے جس سے دل مرجاتا ہے اور علم مین نقص پیدا ہوتا ہے اور ہیبت و وقار اٹھ جاتا ہے اور اگر ہنسی ان عیوب سے پاک ہو تو مذموم نہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آپنے فرمایا اِنِّي لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا پس یہ آپ ہی کا کام تھا کہ اس بات پر قادر تھے کہ ہنسی و دل لگی مین امر حق کو فروگذاشت نہ کرین دوسرا شخص اگر اسکی سلسلہ جنبانی کرتا ہے اوسکا مقصود تو یہی ہوتا ہے کہ جس طرح بنے لوگون کو ہنسایئے حالانکہ حدیث شریف مین ہے کہ آدمی وہ بات کرتا ہے جس سے اوسکے پاس والے ہنسین اور اسکی باعث دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا گرتا ہے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو بہت ہنستا ہے اوسکی ہیبت کم ہوتی ہے اور جو چہل کرتا ہے نظرون مین سبک ہو جاتا ہے اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہے وہ اوسکی حقیقت کو جان جاتا ہے اور جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلطی کرتا ہے اور جو زیادہ غلطی کرتا ہے اوسمین حیا کم ہوتی ہے اور جو حیا کم رکہتا ہے اوسکا ورع بہی کم ہوتا ہے اور جو پرہیز کم کرتا ہے اوسکا دل مرجاتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ ہنسی کسی باعث آخرت سے غفلت پائی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین [1] لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلا اور ایک شخص نے اپنے بہائی سے کہا کہ تمکو یہ بہی خبر ہے کہ دوزخ مین جانا پڑے گا اوسنے جواب دیا کہ ہان معلوم ہے اوسنے کہا یہ بہی معلوم ہے کہ اوسمین سے نکلنا بہی نصیب ہوگا جواب دیا کہ یہ تو معلوم نہین کہا کہ پہر خوشی کس چیز سے کر رہے ہو کہتے ہین کہ پہر کبہی نے اوسکو مرتے دم تک ہنستے نہ دیکہا اور یوسف بن سباط کہتے ہین کہ حسن رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے اور عطاء سلمی کی نقل ہے کہ وہ چالیس برس تک نہ ہنسے اور وہب بن الورد نے کچہ لوگون کو دیکہا کہ عید فطر مین ہنس رہے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر انکی مغفرت ہو گئی ہے تو یہ فعل شکر کرنیوالونکا سا نہین اور اگر مغفرت نہین ہوئی تو یہ کام خوف کرنیوالونکا سا نہین اور حضرت عبد اللہ بن ابی یعلی فرماتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید کفن دہوبی کے یہانسے ڈہل کر آگیا ہو یعنی موت بہت جلد آوے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو گناہ کرکے ہنستا ہے وہ دوزخ مین روتا جاویگا اور محمد بن واسع فرماتے ہین جب کوئی جنت مین جاکر روئے تو خواہ مخواہ تعجب کی بات ہے لیکن جو دنیا مین ہنستا ہے اور اپنے خاتمہ اور انجام کا حال نہین جانتا یہ جنت کے رونے سے بہی زیادہ ترعجیب بات ہے یہ آفتین ہنسی کی ہین مگر ہنسی مین سے وہی قسم بری ہے جو آواز کے ساتہہ ہو یعنی مسکرانے سے زیادہ اور مسکرانا جسکو تبسم کہتے ہین اور بے آواز ہوتا ہے وہ اچہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہی اسیطرح تبسم فرماتے تہے حضرت قاسم سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ایک سرخ اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام کیا پہر جب اونٹ کو آگے بڑہانے کا ارادہ کیا کہ کچہ پوچہے اونٹ نے بہڑکنا شروع کیا کئی بار ایسا ہی ہوا اصحابہ یہ دیکہکر ہنسنے لگے آخر کو یہانتک بہڑکا کہ وہ سوار گر کر مر گیا لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اونٹ نے اوس اعرابی کو ٹپک دیا اور وہ مر گیا آپ نے فرمایا وہ تو مر گیا مگر اوسکا خون تمہارے منہ مین بہرا ہوا ہے اور جسب ہنسی آئی

[1] اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو بہت روتے اور تہوڑا ہنستے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت انس و ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما

ہیبت و وقار جاتا ہو وہ بھی مذموم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو ہنسی کرتا ہی
خفیف ہوجاتا ہے اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ میری ما نے مجھکو نصیحت کی ہے کہ لڑکون سے
چہل بست کرنا ورنہ اونکی نظرون مین ہلکا ہوجاویگا اور سعید بن العاص رض نے اپنے بیٹے کو
فرمایا کہ نہ تو شریف آدمی سے ہنسی کر کہ تجھسے دشمنی کریگا اور نہ کمینے سے ہنسی کر کہ تجھپر جرأت کرنے لگیگا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرو اور ہنسی سے کوسون بھاگو کہ اوس سے
کینہ ہوتا ہے اور انجام برا ہوتا ہے قرآن کا ذکر کیا کرو اور اگر گران معلوم ہو تو عمدہ حالات
مردونکے بیان کیا کرو اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمکو یہ معلوم ہے کہ ہنسی کا نام مزاح کیون ہوا
لوگون نے عرض کیا کہ ہمکو نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ مزاح مشتق زیح سے ہے جسکے
معنے دوری کے ہین تو اس سے یہ غرض ہوئی کہ مزاح حق سے دور کرتا ہے اور بعض اکابر کا قول
ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہوجاتی ہے دوست الگ ہوجاتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے
کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح مین حق کے سوا کچھہ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ
افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض
کا دستور تھا تو اسطرح کی مزاح مین کچھہ مضائقہ نہین مگر بڑی غلطی کی بات ہی کہ آدمی مزاح
اپنا پیشہ دائمی کرلے اور خوب افراط کے درجہ کو پہونچادے اور پھر دعوے کرے کہ مین حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض کا اتباع کرتا ہون اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی
دن بھر طوائفکے ساتھہ اونکو ناچتا پھرے اور ناچ دیکھے اور کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی حضرت عایشہ رض کو عید کے روز ناچ دیکھنے کی اجازت دی تھی حالانکہ یہ غلط ہے
اسلیے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہے بلکہ مباح چیزون پر اصرار بھی بعض
اوقات گناہ صغیرہ ہوجاتا ہے اس بات کو خوب یاد کرلینا چاہیے ہان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جسطرح مزاح فرماتے تھے وہ یہان لکھے دیتے ہین تاکہ دھوکا نہ پڑے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم آپ ہمسے مزاح کرتے ہین فرمایا کہ البتہ اگر کبھی مزاح کرتا ہون تو سچ بات کے سوا
کچھہ نہین کہتا اور عطا رح روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے یا نہین آپ نے فرمایا کہ کرتے تھے اوس نے
پوچھا کہ کسطرح کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ ایک روز آپ نے اپنی ازواج مطہرات مین سے کسیکو ایک تھان

اور ارشاد فرمایا کہ اسکو پہنو اور خدا کا شکر کرو اور آمین سے دامن کے دامن بناؤ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات اور لوگونکی
نسبت زیادہ چہل فرماتے تہے اور یہی روایت ہے کہ آپ اکثر تبسم فرمایا کرتے تہے اور حضرت
حسن سے روایت ہے کہ ایک بڑہیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوئی آپنے
اوس سے فرمایا کہ جنت مین بڑہیا کوئی نجائیگی وہ رونے لگی آپنے فرمایا کہ تو اوسوقت بڑہیا نرہیگی
خدا تعالے فرماتا ہے اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین
کہ ایک عورت ام ایمن نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آئی اور عرض کیا کہ آپکو
میرا شوہر بلاتا ہے آپنے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی تو نہین جسکی آنکھہ مین سفیدی ہے اوسنے عرض کیا
کہ اوسکی آنکھین تو اچھی ہین اونمین سفیدی نہین آپنے فرمایا کہ بیشک ہے اوسنے قسم کہا
کہ نہین آپنے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہین جسکی آنکھہ مین سفیدی نہین یعنے حدقہ چشم ہر ایک
انسان کا سیاہی اور سفیدی دونون رکہتا ہے اور ایک اور عورت آپکی خدمت مین
حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو ایک اونٹ سواری کو ملے آپنے فرمایا کہ مین تیری سواری
کے لیے اونٹ کا بچہ دونگا اوسنے عرض کیا کہ بچہ لیکر مین کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اوٹہا ویگا
آپنے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہے وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے پس آپکا مزاج ایسی طرح کا
ہوتا تہا اور نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک
لڑکا تہا اوسکا نام ابو عمیر تہا ایک لال اوسنے پالا تہا اور اوس سے کہیلا کرتا جب آپ اونکے
گہر جاتے تو اوس لڑکے سے فرماتے یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ اور حضرت عایشہ رض فرماتی ہین
کہ جنگ بدر مین بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تہی آپنے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑین
دیکہین کون آگے نکلجائے مینے اپنا دوپٹا مضبوط باندہلیا اور ایک نشان کہینچکر اوسپر کہڑی
ہوئی اور دوڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہے
ذی المجاز ایک جگہہ کا نام ہے جب حضرت عایشہ رض چہوٹی تہین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے اونکو کچہہ لینے کو بہیجا تہا آپنے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے انکار
کیا اور لیکر بہاگین آپ اونکے پیچہے دوڑے مگر وہ ہاتہہ نہ آئین اوسی قصہ کو حضرت نے اوسوقت
یاد دلایا چنانچہ ایک دوسری روایت مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ اول دفعہ دوڑ
مین آپکے ساتہہ دوڑی تو آگے نکل گئی مگر دوبارہ جب مین فربہ ہوگئی اور دوڑی تو آپ آگے

نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اول دفعہ کا بدلہ ہے اور نیز فرماتی ہین کہ ایک روز آپ میرے گھر مین تھے
اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھین مین نے قلیہ تیار کیا اور سودہ سے
کہا کہ کھاؤ اونہون نے کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا مین نے کہا کھاؤ ورنہ کھاؤ نہین تو
تمہارے منہ پر مل دون گی اونہون نے کہا کہ مین تو نہین کھاؤن گی مین نے پیالہ مین سے
لیکر اونکے منہ پر لیپ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونون کے بیچ مین بیٹھے تھے اپنا پانو
بیچ مین سے ہٹا لیا تاکہ وہ بھی اپنا عوض مجھسے لین اونہون نے پیالہ مین ہاتھ ڈالکر میری
منہ پر پھیر دیا آپ بیٹھے ہنستے رہے اور ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تھے
جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رض
بھی موجود تھین اور اوسوقت تک پردہ کا حکم نہوا تہا بیعت کے بعد اونہون نے عرض کیا
کہ میرے پاس دو بی بیان اس سرخ عورت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اچھی ہین
اگر آپ نکاح کرین تو ایک کو مین آپ کے واسطے بھیجدون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
اونسے پوچھا کہ وہ خوبصورت ہین یا تم اونہون نے کہا کہ مین اونسے کہین اچھا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال وجواب پر ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر
اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہین اور حضرت علقمہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو گود مین لیے ہوئے اونکے سامنے اپنی زبان نکال رہے تھے
اور وہ زبان مبارک کو دیکھکر خوش ہو رہے تھے اتنے مین عیینہ بن بدر فزاری نے کہا
کہ میرے جو لڑکا ہوتا ہے اوسکی داڑھی نکلنے تک بھی مین کبھی پیار نہین کرتا آپ نے فرمایا
مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ پس اسطرح کی ہنسی عورتون اور لڑکون سے آپ کیا کرتے تھے اور یہ گویا
کہ ان دونون فریق کے ضعف دل کے علاج کے طور پر تھی نہ ٹھٹھے وغیرہ کے طور پر اور ایکبار
صہیب رض کی آنکھہ مین درد تھا اور خرما کھاتے تھے آپ نے فرمایا کہ تمہاری آنکھہ دکھتی ہے اور
خرما کھاتے ہو اونہون نے عرض کیا کہ حضرت مین دوسری داڑھ سے کھاتا ہون آپ اتنی ہنسے
کہ کچلیان ظاہر ہونے لگین اور روایت ہے کہ خوات بن جبیر انصاری بنی کعب کی عورتون مین
مکہ معظمہ کی راہ پر بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اوس طرف ہوا آپ نے فرمایا کہ تم
ان عورتون مین کیون بیٹھے ہو اونہون نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اونٹ شریر ہے اوسکے
لیے اونسے رسی بٹوا رہا ہون آپ اپنے کام کو تشریف لے گئے جب وہان سے پھرے تو پھر اونکو

کہ اقرع بن حابس نے آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ حضرت امام حسن کو بوسہ دیتے ہین تو کہا کہ میرے دس لڑکے ہین مین نے کسی کا بوسہ نہین لیا تب آپ نے یہ فرمایا ۱۲ [illegible] ۱۲

فرمایا کہ اوس اونٹ نے ابھی شرارت نہین چھوڑی خوات کہتے ہین کہ مجھے شرم آگئی اور چپ ہو رہا اور اسکے بعد جہان کہین حضرت کو دیکھتا شرم کے مارے بھاگ جاتا یہانتک کہ مین مدینہ منورہ مین آکر مشرف باسلام ہوا ایک روز مین مسجد مین نماز پڑہ رہا تھا کہ آپ تشریف لائے اور میری طرف بیٹھ گئے مینے بڑی رکعتین پڑہنی شروع کین آپ نے فرمایا کہ طویل نماز مت پڑہو مین تمہارا منتظر ہون جب مین نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا کہ اوس اونٹ نے اب تک شرارت نہین چھوڑی مین مارے شرم کے کچھہ نہ کہہ سکا آپ تشریف لے گئے مگر میرا یہ حال تھا کہ آپ سے بھاگتا پھرتا تھا ایک روز آپ دراز گوش پر سوار مجھکو ملے کہ دونون پای مبارک ایک ہی طرف کو کر رکھے تھے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ اب تک اونٹ نے شرارت چھوڑی کہ نہین مینے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو رسول برحق کیا ہے جس روز سے مین مسلمان ہوا ہون اوس روز سے کبھی بد ذاتی نہین کی آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر الٰہی اس شخص کو ہدایت فرما اللہ تعالے نے اونکو ہدایت کی اور بڑے اچھے مسلمان ہوگئے اور نعیمان انصاری ایک ہنسوڑ آدمی تھا مگر شراب بہت پیتا تھا جب حضرت کی خدمت مین اوسکو لاتے تو آپ اپنی جوتی سے اوسکو مارتے اور صحابہؓ کو فرماتے وہ بھی جوتیان لگاتے جب بہت دفعہ پٹا تو ایک شخص نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ خدا تجھپر لعنت کرے آپ نے اوسکو فرمایا کہ یون مت کہو یہ آدمی اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور حال نعیمان کا یہ تھا کہ مدینہ منورہ مین جب کبھی دودہ یا کوئی نئی چیز آتی تو اوسمین سے خرید کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین لاتا اور کہتا کہ یا حضرت یہ چیز مینے آپ ہی کے لیے مول لی ہے اور ہدیہ لایا ہون جب اوس چیز کا مالک دام مانگنے آتا تو اوسکو بھی آپ کی خدمت مین لاتا اور عرض کرتا کہ فلان چیز کے اوسکو دام عنایت فرمایئے آپ فرماتے کہ وہ تو تو نے ہدیہ دی تھی عرض کرتا کہ میرے پاس دام نہ تھا مگر میرا دل یون چاہتا تھا کہ آپ اسکو کھاوین اسلیے کہہ گیا تھا آپ ہنسکر دام دلوا دیتے پس اس طرح کے مطایبات کبھی کبھی جائز ہین اونپر دوام کرنا برا ہے اور زیادہ ہنسی سے دل مرجاتا ہے

گیارہوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا اور ٹھٹول کرنا ہی اگر اس سے دوسرے کو ایذا ہو تو حرام ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ اور تمسخر کے معنی یہ ہین کہ دوسری کی

۲؎ ابن عبد البر بروایت محمد بن عمرو بن حزم مرسلاً

۳؎ [illegible]

اہانت اور حقارت کرنی اور اوسکے عیب و نقصان اسطرح بیان کرنی جس سے ہنسی آوے اور یہ کبھی اطرح ہو سکتا ہے یا اوسکے فعل کی نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ وایما سے پس اگر پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت ہے ورنہ تمسخر اور استہزا ہے گو یہ غیبت نہیں مگر دونون کا حاصل ایک ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے ایک آدمی کی نقل اوتاری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا واللہ ما احب انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین یا ویلتنا مال ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا یہ ارشاد کیا ہی کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے مومن کی تمسخر پر اور کبیرہ سے مراد کھلکھلانا ہے تمسخر پر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگون پر ہنسنا گناہ مین داخل ہی اور عبد اللہ بن زمعہ فرماتے ہین کہ مینے خطبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ لوگون پر ہنسنے کے باب مین نصیحت فرماتے تھے کہ جس بات مین آدمی خود مبتلا ہے اوسپر دوسرے کو کیون ہنستا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو لوگ دنیا مین لوگون پر ہنستے ہین قیامت کو اونسے بھی ہنسی ہوگی کہ ایک دروازہ جنت کا کھولدیا جاویگا اور اونکو کہا جاویگا کہ یہان آؤ یہان آؤ وے مصیبت کے مارے جب دروازہ کے قریب پہونچین گے تو بند کر دیا جاویگا اور دوسرے دروازہ سے بلایا جاوےگا جب وہان جاوینگے تو یہی حال پاوینگے اسیطرح ہوتا رہیگا یہانتک کہ آخر کو تھک کر نہین جاوینگے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عیر اخاہ بذنب قد تاب منہ لم یمت حتی یعملہ اور ان سب کا مآل ایک ہی ہے یعنے دوسرے کی حقارت واہانت و ذلت اور اوسپر ہنسی اور استہزا کرنا آیت گذشتہ مین اسپر تنبیہ موجود ہے کہ عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم یعنی براہ حقارت دوسرے پر ہنسنا نچاہیے کیا معلوم شاید وہی اچھا ہو غرضکہ دوسرے پر ہنسنا اوسی صورت مین حرام ہے کہ اوسکو ایذا ہوتی ہو اور اگر کوئی اس امر سے خوش ہوتا ہو تو اوسپر ہنسنا اوسکے حق مین حکم مزاح کا رکھتا ہے جسکا حال بتفصیل اوپر بیان ہوا حرام وہی استہزا ہے جسمین کسیکو ایذا ہو مثلاً اگر کلام مین کسی سے کچھ خبط نکل جاوے تو اوسپر ہنسنے لگنا یا افعال پر تمسخر کرنا کہ خط کیا خوب لکھتے ہین یا فلانا کام کیا اچھا کرتے ہین یا قد وقامت وصورت پر ہنسنا جیسے بونے یا لمبے آدمی کو ہنسا کرتے ہین یا کوئی عیب و نقصان دیکھکر ہنسنا وغیرہ سب داخل تمسخر ہین اور ان سے شرعاً اجتناب چاہیے

کہ اس حدیث کو ابو داود اور ترمذی نے ... [illegible]

۹ حدیث ... [illegible] جو شخص کسی اپنے بھائی کو اوس گناہ کا عیب لگاوے جس گناہ اور توبہ کرلی ہو نہین مریگا یہانتک کہ خود ہی عیب کرے گا اسکو ترمذی اور کہا حسن غریب ہے اور کہا متصل نہین ۱۲

**بارہوین آفت** راز کا ظاہر کردینا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین بھی ایذا ہوتی ہے اور حق معرفت و دوستی برباد جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِیْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِیَ اَمَانَةٌ اور یون بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اَلْحَدِیْثُ بَیْنَکُمْ اَمَانَةٌ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کسی بھائی کا راز کھولدینا بھی خیانت مین داخل ہے روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ سے کوئی راز کہا اونہون نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھسے آج حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ایک راز کہا ہے اور یقین ہے جب مجھسے کہدیا ہے تو تم سے کیون چھپا رہے گا اونہون نے کہا کہ اوس بات کا ذکر مجھسے مت کرو اسواسطے کہ جب آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہے تب تک اوسکی قابو مین ہے اور جب کہدیا تو دوسرے کے اختیار مین چلا گیا مین نے کہا کہ کیا یہ معاملہ باپ بیٹے مین بھی ہوتا ہے اونہون نے کہا کہ ہرچند باپ بیٹے مین نہین ہوتا مگر مین یہ چاہتا ہون کہ تیری زبان راز کے بیان کرنے پر نہ کھلے اوسکو افشاء راز کی عادت نہو پھر مینے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت مین جاکر سب ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجھکو خطا کی غلامی سے آزاد کردیا خلاصہ یہ کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے اور اگر اوسمین کسیکا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر ضرر نہوتا ہو تو بھی کمینہ پن ہے اور راز کے پوشیدہ رکھنے کا حال ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین ضرورت دوبارہ لکھنے کی نہین

**تیرہوین آفت** جھوٹا وعدہ کرنا ہے زبان وعدہ کے لیے پیش قدمی کیا کرتی ہے مگر نفس پر پورا کرنا ناگوار ہوتا ہے تو وعدہ جھوٹا ہوجاتا ہے اور یہ امر نفاق کی علامت ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کرنا عطا مین شمار ہے اور فرمایا اَلْوَاْیُ مِثْلُ الدَّیْنِ یعنے وعدہ بھی ایک طرح قرض ہے اور خداوند کریم نے اپنے نبی اسمعیل علیہ السلام کی تعریف اپنی کتاب مجید مین یون فرمائی ہے اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ روایت ہے کہ ایک جگہہ مین ایک شخص سے وعدہ کیا تھا وہ شخص بھولے سے وہان بائیس برس نہ آیا آپ اوسکی انتظار مین اتنی مدت وہان ہی رہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک قریشی شخص نے مجھسے میری لڑکی کی درخواست کی تھی اور مینے کچھہ مذبذب سا وعدہ کرلیا تھا پس بخدا مین خدا کے سامنے تہائی نفاق لیکر نہ جاؤنگا تم گواہ رہو کہ مینے اوس شخص کو اپنی لڑکی بیاہ دیدی اور عبد اللہ بن ابی الحمساء روایت کرتے ہین کہ مینے قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا تھا اور آپ کا کچھہ دام

میری طرف رہگیا تھا مین نے عرض کیا کہ ابھی لائے دیتا ہون آپ یہان ٹھہرے
مگر مین اوسکو بھول گیا اور اگلے روز بھول گیا تیسرے روز جو آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اوسی جگھہ پایا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب آپ نے تو بڑی مصیبت مین جان ڈالی کہ یہان
تین روز سے تمہارے انتظار مین ہون اور ابراہیم بن ادہم سے روایت ہے کسی نے
دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کر جاوے اور میعاد پر نہ آوے تو کیا کرے آپ نے
فرمایا کہ وہان تک انتظار کرے کہ نماز آیندہ کا وقت آجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب کسی سے وعدہ فرماتے تھے تو شاید کا لفظ فرماتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ ہر ایک وعدہ
کے ساتھ انشاء اللہ کہا کرتے تھے اور یہی بہتر بھی ہے پھر اگر اسکے ساتھ پختہ ارادہ بھی ہو تو پورا
کرنا چاہیے اگر معذور نہو اور اگر وعدہ کے وقت اس امر کا قصد پختہ کر لیا کہ پورا نہین کرونگا
تو اسکا نام نفاق ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص مین تین باتین ہون وہ پکا منافق ہو گو نماز روزہ ادا کرے اور زبان سے کہا جائے
کہ مین مسلمان ہون وہ تین باتین یہ ہین بات کہے تو جھوٹی وعدہ کرے تو پورا نکرے کوئی چیز
امانت اوسکے پاس رکھہ جاوے تو اوسمین خیانت کرے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین
کہ آپ نے فرمایا جسمین چار چیزین ہون وہ منافق کامل ہے اور جسمین ایک چیز اونمین کی ہو تو اوسمین
اوسیقدر نفاق بھی ہوگا جب تک اوسکو ترک نکرے اول یہ کہ بات کہے تو جھوٹی کہے دوسرے
وعدہ کی خلاف کرے سوم عہد کرکے فریب دغا کرے چہارم خصومت کیوقت گالیان سناوے اور یہ
اوسیکا حال ہی کہ وعدہ کرتے وقت نیت وفا کی نہوتے عذر وفا نکرے مگر جو شخص وعدہ کے وقت
پورا کرنیکا ارادہ رکھتا ہو اور کسی عذر کے باعث پورا نکریگا وہ منافق نہوگا اگرچہ صورت نفاق
ہی کی سی آپڑی ہے اس لیے جیسا کہ نفاق اصلی سے بچنا ضرور ہے اسیطرح اس صورت نفاق سے
بھی احتراز واجب ہے اور بے ضرورت شدید اپنے نفس کو معذور نہ کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ابو الہیثم بن التیہان کو ایک غلام دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب غنیمت مین تین غلام
آئے تو دو آپ نے دیدیے ایک رہگیا حضرت فاطمہؓ تشریف لائین اور عرض کیا کہ دیکھیے
میرے ہاتھہ مین چکی پیستے پیستے گٹھے پڑگئے ہین یہ غلام مجھکو عنایت ہو آپ کو وعدہ ابو الہیثم
کا یاد آگیا اور صاحبزادی کو فرمایا کہ اگر تمکو غلام دیدون تو وعدہ خلاف ہوگا غرض وہ غلام
ابو الہیثم ہی کو مرحمت فرمایا اور حضرت فاطمہؓ کو وعدہ پر ترجیح ندی باوجودیکہ اونکی حاجت تھی

۱؎ اسے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے مختصر ۱۲
۲؎ بخاری و مسلم ۱۲
۳؎ بخاری و مسلم ۱۲
۴؎ ابو الہیثم کا قصہ جلد دوم باب اول مین گذرا اور ترمذی نے ابو ہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے اور اوسمین ذکر فاطمہ کا نہین ہے ۱۲

گھر بھی تھے اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمت حنین میں تقسیم فرماتے
تھے ایک آدمی اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھسے ایک وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ درست
ہے جو تجھکو چاہیے تو لے لے اوسنے اَسّی بکریاں مع اونکے چرانے والے کے پسند کیں آپ نے وہ دین
اور فرمایا کہ تو نے کچھ کمتی مانگا تجھسے تو وہ عورت زیادہ ہشیار تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں بتلائیں تھیں یعنی حضرت موسیٰ نے اوس سے کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی
ہے اوسنے کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ میں پھر سے جوان ہو جاؤں اور آپ کے ساتھ جنت میں
جاؤں کہتے ہیں کہ لوگوں کو اوس شخص کا مانگنا حضرت سے ایسا کم معلوم ہوا کہ اوس کی بکریاں میں
ضرب المثل ٹھہرالی اَشَحُّ مِنْ صَاحِبِ الثَّمَانِیْنَ وَالرَّاعِیْ ہے اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلف وعدہ اسکا نام نہیں ہے کہ آدمی وعدہ
کرے اور نیت میں ہو کہ اوسکو پورا کرونگا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب آدمی
دوسرے سے وعدہ کرے اور نیت پورا کرنیکی ہو مگر کسی مانع سے نہ پورا کرسکے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں
چودھویں آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی اور یہ عیب فاحش اور گناہ عظیم ہے اسماعیل
بن واسط کہتے ہیں کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی
سے سنا کہ خطبہ میں فرماتے تھے کہ اوّل سال ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ کھڑے
ہوئے جہاں میں کھڑا ہوں یہ فرمار ہے تھے اتنا کہکر حضرت صدیق رض رونے لگے ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| | حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد | | در نماز م خم ابروی تو چون یاد آمد |

پھر یہ حدیث بیان فرمائی اِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّہٗ مَعَ الْفُجُوْرِ وَھُمَا فِی النَّارِ وَعَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ
فَاِنَّہٗ مَعَ الْبِرِّ وَھُمَا فِی الْجَنَّۃِ اور حضرت ابو امامہ یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
کذب ایک دروازہ ہے نفاق کے دروازوں میں سے اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں
کہ اختلاف ظاہر و باطن اور قول و فعل اور مدخل و مخرج کا نفاق کہلاتا ہے اور جس اصل
پر کہ اسکی بنیاد ہے وہ جھوٹ ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ
اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَ لَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ لَہٗ بِہٖ کَاذِبٌ اور حضرت ابن مسعود رض
سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی
یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو شخصوں پر ہوا
کہ وہ ایک بکری کا معاملہ کر رہے تھے ایک بقسم کہہ رہا تھا کہ میں اتنے سے کم نہ لونگا

اور دوسرا یہ قسم کھاتا تھا کہ مین اتنے سے زیادہ نہ دونگا پھر جو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو وہ بکری خریدار نے مول لے لی آپ نے فرمایا کہ ان مین سے ایک پر گناہ اور کفارہ دونون لازم ہوے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اَلْکِذْبُ یُنْقِصُ الرِّزْقَ اور فرمایا اَلتُّجَّارُ هُمُ الْفُجَّارُ یعنی تاجر فاجر ہوتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام پس انکو فاجر ہونیکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ قسم کھا کھا کر گناہگار ہوتے ہین اور کہتے ہین تو جھوٹ بولتے ہین اور فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین جن سے خدا تعالی قیامت کے دن بات نکریگا اور نہ اونپر نظر شفقت ہوگی ایک وہ کہ کسی کو کچھ دیکر احسان جتاے دوسرا وہ کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے تیسرے وہ پاجامہ ٹخنون سے نیچے رکھے اور فرمایا کہ اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کچھ کہے اور مچھر کے پر کے برابر اوسمین اپنی طرف سے کوئی چیز ملادے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ دھبا قیامت تک رہیگا اور حضرت ابو ذر رض روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین آدمیون کو اللہ تعالی دوست رکھتا ہے ایک وہ کہ صف قتال مین اپنا سینہ سپر کر کھڑا ہو جاے یہان تک کہ یا شہید ہو یا اوسکی جیت ہو دوسرے وہ کہ کسی موذی کی پڑوس مین رہکر اوسکی ایذا پر صبر کرے حتی کہ موت یا سفر کے سبب دونون مین جدائی ہو جاے اور ایک وہ شخص کہ سفر مین ایک قافلہ کے ساتھ ہو اور وہ اتنا چلے کہ زمین پر لیٹنے سے ترس گئے پھر اوتر پڑے اس شخص نے کنارہ ہوکر نماز پڑھنی شروع کردی تا کہ کوچ کیوقت اونکو جگادے اور تین آدمیون سے خدا دشمنی رکھتا ہے ایک سوداگر یا بیچنے والا کہ بہت قسم کھاوے دوسرا فقیر متکبر تیسرا بخیل جو دیکر احسان جتاوے اور فرمایا وَیْلٌ لِّلَّذِیْ یُحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّهٗ وَیْلٌ لَّهٗ اور فرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ گویا ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھسے کہا کہ چل مین اوسکے ساتھ ہولیا اتنے مین دو آدمیونکو دیکھا کہ ایک بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا اور اس دوسرے کے ہاتھ مین ایک لوہیا کڑ ہے کہ بیٹھے ہوے کی باچھہ مین ڈالکر اتنا چیرتا ہے کہ وہ اوسکے کندھے تک آجاتی ہے پھر دوسری باچھہ مین ڈالکر ایسا ہی کرتا ہے اتنے مین پہلی باچھہ جون کی تون ہو جاتی پس جو شخص مجکو لیگیا تھا اوس سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ دروغگو آدمی ہے اسکو قیامت تک یہی عذاب قبر مین ہوتا رہیگا اور عبد اللہ بن جراد سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مومن زنا کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا

۱ ... ابن حبان ... بروایت ابو ہریرہ ... ۲ احمد و حاکم ... بروایت عبد الرحمن ... ۳ مسلم بروایت ابو ذر ... ۴ ... ۵ احمد ... ۶ ... ۷ بخاری بروایت سمرہ ... ۸ ابن عبد البر در تمہید بسند ضعیف ۱۲

بھی ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ مومن جھوٹ بولتا ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں بعد اسکے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو سنا کہ یوں دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَفَرْجِیْ مِنَ الزِّنَا وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ اور ایک حدیث میں وارد ہے ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِکٌ کَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ اور عبد اللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے میں اوسوقت لڑکا تھا کھیلنے چلا گیا میری ماں نے پکارا کہ یہاں آ یہ لے آپ نے فرمایا کہ کیا چیز کو بلایا ہے اونہوں نے عرض کیا کہ خرما آپ نے فرمایا کہ اگر تم کچھ نہ دیتیں تو ایک جھوٹ تم پر لکھا جاتا اور پھر فرمایا اگر اللہ میرے اوپر فضل کرے اور ان کنکروں کے برابر اونٹ غنیمت میں دیوے تو میں سب تمکو دیڈالوں اور تمکو معلوم ہو جاوے کہ میں بخیل اور نامرد اور دروغ گو نہیں ہوں اور ایکبار آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے فرمایا کہ تمکو سب میں بڑا کبیرہ بتاتا ہوں شرک خدا اور نافرمانی والدین ہے پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جان لو کہ جھوٹا قول بھی سب میں بڑا کبیرہ ہے اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو ایسی بو اوسکی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک کوس دور چلا جاتا ہے اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر چھ باتیں میری مان لو تو میں تمہارے لیے جنت کا کفیل ہوتا ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا ایک کہ جب بات کہو جھوٹ نہ بولو دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو خلاف نکرو تیسرے یہ کہ امانت میں خیانت نکرو چوتھے یہ کہ بدنگاہ نکرو پانچویں یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو چھٹے یہ کہ شرمگاہ کی حفاظت رکھو اور فرمایا کہ شیطان کے لیے چٹنی اور سرمہ اور خوشبو مقرر ہے اوسکی چٹنی تو جھوٹ ہے اور کثرت خواب سرمہ اور غضب خوشبو اور حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں میں کھڑا ہوں یہاں کھڑے ہو کر یوں فرماتے تھے اَحْسِنُوْا اِلٰی اَصْحَابِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ حَتّٰی یَحْلِفَ الرَّجُلُ عَلَی الْیَمِیْنِ وَلَمْ یُسْتَحْلَفْ وَیَشْھَدُ وَلَمْ یُسْتَشْھَدْ اور ایک حدیث میں ہے کہ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ وَھُوَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ اور فرمایا مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ یَاثِمٍ لِیَقْتَطِعَ بِھَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ

لِغَیْرِ حَقٍّ لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ اور روایت ہی کہ آپ نے ایکبار ایک شخص کی
شہادت صرف ایکدفعہ کے جھوٹ کے سبب رد فرمادی اور نیز فرمایا کہ کُلُّ خَصْلَۃٍ یُطْبَعُ اَوْ یُطْوٰی
عَلَیْھَا الْمُؤْمِنُ اِلَّا الْخِیَانَۃَ وَالْکِذْبَ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری عادت نہ معلوم ہوتی تھی اور آپ کا دستور یہ
تھا کہ جب کسی اصحاب کا دروغ معلوم ہوتا تھا تو دل مین سے کدورت نجاتی تھی جب تک کہ یہ معلوم
ہو کہ اوسنے نئے سر سے خدا کے سامنے جھوٹ سے توبہ کی اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب
باری مین عرض کیا کہ تیری بندون مین باعتبار عمل کے کون اچھا ہے ارشاد ہوا کہ جسکی زبان
جھوٹ نہ بولے اور قلب فجور نہ کرے اور شرمگاہ زنا نہ کرے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے
کو فرمایا کہ جھوٹ مت بولنا کہ وہ چڑیا کے گوشت کی طرح مزہ دار ہوتا ہے الا تھوڑی سی بات مین
متکلم کو اوسکی برائی معلوم ہو جاتی ہے اور سچ بولنے کی تعریف مین یہ حدیث وارد ہی کہ اَرْبَعٌ
اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلَا یَضُرُّکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنْیَا صِدْقُ حَدِیْثٍ وَحِفْظُ اَمَانَۃٍ وَحُسْنُ
خُلُقٍ وَعِفَّۃُ طُعْمَۃٍ اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آپ نے مجکو ارشاد فرمایا اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی
اللّٰہِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَۃِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَھْدِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ
اور اس باب مین آثار بھی بہت وارد ہین چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک
بڑا ہی خطا زبان کا ذب ہی اور سب سے زیادہ ندامت قیامت کے روز کی پشیمانی ہے اور عمر بن
عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جب سے مجکو تمیز پاجامہ باندھنے کی ہوئی ہے مین کبھی جھوٹ نہین بولا
اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب تک ہم سے ملاقات نہین ہوتی تب تک تو تم مین سے زیادہ اچھا
وہ معلوم ہوتا ہی جسکا نام اچھا ہو اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو
عادت اچھی رکھتا ہو اور معاملہ کرنیکے بعد وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو بات کا سچا امانت کا
پکا ہو اور میمون بن ابی شبیب فرماتے ہین کہ ایک روز مین خط لکھتا تھا ایک ایسا لفظ معلوم ہوا
کہ اگر اوسکو لکھدون تو خط کی زینت ہو جاوے مگر اوسکے ساتھ ہی جھوٹ بھی ہو مین نے ارادہ اوسکو
چھوڑ دیا اوسوقت گھر کی ایک طرف سے آواز آئی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اور حضرت شعبی رح فرماتے ہین کہ مجکو معلوم نہین کہ دوزخ مین
بخل اور جھوٹ مین سے کونسا دور پڑے گا اور ابن السماک رح فرماتے ہین کہ مجکو یہ گمان ہے
کہ جھوٹ چھوڑنے سے مجکو کچھ ثواب نہو گا کیونکہ مین اوسکو دنیا کی حمیت کے لیے چھوڑتا ہون

اور خالد بن صبیح سے کسی نے پوچھا کہ کیا ایک دفعہ کے جھوٹ سے بھی آدمی جھوٹا کہلاتا ہے اونھون نے فرمایا کہ بیشک اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ کسی کتاب مین میری نظر سے گذرا ہے کہ واعظ کا وعظ اوسکے عمل سے مطابق کیا جاویگا اگر عمل ویسا ہی ہوا تو خیر اور اگر جھوٹ ہوا تو اوسکے ہونٹھ آگ کی مقراضون سے کاٹے جاوینگے جتنی دفعہ کٹین گے پھر ویسے ہی ہو جاوینگے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ سچ اور جھوٹ آدمی کے دل مین لڑتے رہتے ہین یہانتک کہ ایک غالب ہوکر دوسرے کو نکالدیتا ہے اور ایک بار عمر بن عبد العزیز رح نے ولید بن عبد الملک سے کچھ کہا اوسنے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہین اونھون نے فرمایا کہ بخدا جب سے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ سے جھوٹے آدمی کو عیب لگتا ہے تب سے مین نے کبھی جھوٹ نہین بولا +

فائدہ اون مقامات کا ذکر جہان جھوٹ بولنے کی اجازت ہے واضح ہو کہ جھوٹ اپنی ذات سے حرام نہین بلکہ اس جہت سے حرام ہے کہ اوس سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے اسلیے کہ ادنی مرتبہ یہ ہے کہ مخاطب ایک بے اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت شے سے جاہل رہے اور اس سے کبھی دوسرے کا نقصان بھی ہو جاتا ہے پس اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے مین نفع اور مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہیے بلکہ بعض صورتون مین واجب ہونا چاہیے میمون بن مہران کا قول ہے کہ جھوٹ بعض مقامات مین سچ سے اچھا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص بھاگ کر ایک گھر مین تمھارے سامنے چھپ جاوے اور دوسرا شخص اوسکو ناحق مار ڈالنے کے لیے تلوار لیے پیچھے سے آوے اور تم سے پوچھے کہ فلانا شخص کہان ہے تو ایسی صورت مین جھوٹ بولنا واجب ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو عمدہ مقصود جھوٹ اور سچ دونون سے حاصل ہو سکتا ہے تو وہان جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر صرف جھوٹ ہی سے وہ مطلب حاصل ہو سکتا ہو تو جھوٹ مباح ہے بشرطیکہ وہ مطلب بھی مباح ہو اور اگر مطلب واجب ہے تو جھوٹ بھی واجب ہے جیسا کہ اوپر کی مثال مین خون ناحق سے بچانا واجب تھا تو جھوٹ بولنا بھی وہان واجب ہوا اور چونکہ مقصود لڑائی کا اور آپس مین صلح کرانیکا بدون جھوٹ کے راست نہین آتا تو ایسی مقامات مین جھوٹ بولنا مباح ہے مگر حتی الوسع اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ کی عادت ہونے سے اس بات کا خوف ہے کہ جس جھوٹ کی حاجت نہو وہ بھی زبان سے نکلجاوے یا مقدار ضرورت سے زیادہ کہدے اس سے معلوم ہوا کہ اصل مین جھوٹ حرام ہے مگر ضرورت کے لیے جائز ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

کبھی نہین سنا کہ جھوٹ کی اجازت دی ہو مگر تین جگہ مین ایک یہ کہ دو شخصون کے درمیان صلح کرنے مین دوسری لڑائی مین تیسرے میان بی بی کے آپسمین اور یہ بھی ونھین سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لَيْسَ بِكَذَّابٍ مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَقَالَ خَيْرًا أَوْ نَمَى خَيْرًا اور اسماء بنت یزید سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا كُلُّ الْكَذِبِ يُكْتَبُ عَلَى ابْنِ آدَمَ إِلَّا رَجُلٌ كَذَبَ بَيْنَ مُسْلِمَيْنِ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمَا اور حضرت ابو کاہل رض روایت کرتی ہین کہ دو اصحاب مین گفتگو بڑھی یہان تک کہ کشت و خون پر تیار ہوے مجھسے جو ایک صاحب ملے تو مین نے اون سے کہا کہ تم فلان شخص سے کیون لڑتے ہو وہ تو تمھاری تعریف کرتے تھے پھر دوسرے سے ملکر ایسا ہی کہا یہان تک کہ دونون مین صلح ہو گئی پھر مین نے اپنے دل مین سوچا کہ مین نے ان دونون کو راضی کر دیا لیکن میری جان کو بنی کہ جھوٹ بولا اس لیے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ای ابو صالح آپسمین صلح کرانا چاہیے گو جھوٹ سے ہی ہو اور عطاء بن یسار فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین اپنی جورو سے جھوٹ بولا کرون آپ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ مین خیر نہین اوسنے عرض کیا کہ مین اوس سے وعدہ کر لیا کرون فرمایا کہ اسکا مضائقہ نہین اور روایت ہو کہ عہد خلافت حضرت عمر رض مین ایک شخص ابو عذرہ دؤلی کا بیٹا تھا اوسکی عادت یہ تھی کہ عورتون سے نکاح کرکے خلع کرا لیا کرتا تھا لوگون مین اسکا چرچا ہوا تو حضرت عمر رض کو برا معلوم ہوا جب اوسکو اطلاع ہوئی تو عبد اللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ مین تجکو قسم دیتا ہون کہ تو مجھسے بغض رکھتی ہے یا نہین اوسنے جواب دیا کہ قسم سے مت پوچھو اوسنے کہا کہ قسم دیکر پوچھتا ہون سچ بتا اوسنے کہا کہ بغض تو رکھتی ہون اوسنے ابن ارقم سے کہا کہ آپ نے اسکا قول سنا پھر دونون حضرت عمر رض کی خدمت مین آئے اور اوسنے عرض کیا کہ آپ سب لوگ فرماتے ہین کہ مین اپنی زوجہ پر ظلم کرتا ہون اور چھوڑ دیتا ہون آپ ابن ارقم سے پوچھیے آپ نے اون سے حال پوچھا اونھون نے ماجرا بیان کیا تب آپ نے اوسکی عورت کو بلوایا وہ اور اوسکی پھوپھی حاضر ہوئین آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہی اپنے خاوند سے کہا کہ مین تجکو برا جانتی ہون اوسنے عرض کیا کہ حضرت مین نے ابھی توبہ کرکے رجوع الی اللہ کیا ہے اس نے مجھسے قسم دیکر پوچھا اسواسطے مین جھوٹ نہ بول سکی کیا مین جھوٹ بولا کرون آپ نے فرمایا کہ البتہ اگر عورتون کو مردون سے بغض ہو تو اون سے ہرگز ذکر نہ کرین کیونکہ گھر کی آبادی و درستی پر منحصر ہے لوگون کو چاہیے

جمعہ مانعین ... دو مین ... صلح ... اچھی بات ... اور ... یا بیان ... آدمی ... اچھی ... پر لکھا جاتا ہو ... دو مسلمانون مین ... بولے تا کہ اون دونون مین صلح ہو ... ۱۲ ... نقل کیا ہو ۱۲ ... یہ حدیث ... نقل کیا ... ابن عبد البر ... ابن سلیم ... عطاء بن یسار ۱۲

کہ اسلام اور احسان کے ساتھ زندگی کرین اور نواس بن سمعان کلابی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
مَا لِي أَرَاكُمْ تَتَهَافَتُونَ فِي الْكَذِبِ تَهَافُتَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ كُلُّ الْكَذِبِ يُكْتَبُ عَلَى ابْنِ
آدَمَ لَا مَحَالَةَ إِلَّا أَنْ يَكْذِبَ الرَّجُلُ فِي الْحَرْبِ فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ أَوْ يَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ
شَحْنَاءُ فَيُصْلِحُ بَيْنَهُمَا أَوْ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ يُرْضِيهَا اور حضرت ثوبانؓ فرماتے ہین کہ سب جھوٹون
مین گناہ ہوتا ہے مگر اوسمین کہ کسی مسلمان کا فائدہ یا دفع ضرر ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے
ہین کہ جب مین کوئی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہون تو آسمان سے گرنا اچھا
معلوم ہوتا ہے اوسمین جھوٹ بولنا اچھا نہین معلوم ہوتا اور جب آپسکی نزاع کی کچھ بات
کہتا ہون تو لڑائی مین فریب ہوتا ہے پس یہ تین مقام حدیث مین مستثنی ہوئے ہین اور اگر کوئی
اور جگہ بھی ایسی ہی ہو کہ جسمین اسکا یا دوسرے کا مقصود صحیح نکلتا ہو وہ بھی اسمین داخل ہے مثلا
کوئی ظالم کسی کو پکڑ کے پوچھے کہ تیرا مال کہان ہے تو اسکو کہنا جائز ہے کہ مین نہین جانتا یا کوئی زبردست
حاکم پکڑ کر پوچھے کہ کوئی اپنا فعل شنیع جو خفیہ کیا ہو اوسکو ظاہر کر تو جائز ہے کہ انکار کر دے اور
کہدے کہ مین نے نہ کبھی زنا کیا نہ شراب پی وغیرہ اس سے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو کوئی
ان پلید چیزون کا مرتکب ہو جاوے تو اوسکو چاہیے کہ پوشیدہ رکھے خدا اوسکے عیب چھپاوے گا
اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی ایک گناہ ہے تو ضرور ہوا کہ آدمی اپنے نفس و مال کو
ظالم سے بچاوے اور اپنی عزت کو زبان سے محفوظ رکھے گو دروغ ہی سے ہو اور دوسرے شخص کے
مطلب کے لیے جھوٹ بولنے کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کا راز پوچھنا چاہے تو کہدے
کہ مین نہین جانتا یا دو شخصون مین صلح کرادے جیسا کہ پہلے گذرا یا دو سوتون مین صلح کرادے کہ ہر ایک کو
یہ کہدے کہ مین تجھی کو زیادہ چاہتا ہون یا عورت کی رضا کی واسطے کسی ایسی چیز کا وعدہ کرلے جو اپنی طاقت
سے زیادہ ہو یا کسی شخص سے عذر کرے اور جانے کہ جب تک یہ نہ کہونگا کہ آگے کو پھر ایسی خطا نہوگی
اور زیادہ دوستی نہ جتلاؤنگا تب تک وہ نہین مانیگا تو جھوٹ بولنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر چونکہ
جھوٹ بولنا برا ہے اگر سچ بولنے سے ان جگہون مین خرابی ہوتی ہو تو چاہیے کہ دونون برائیون کو
مقابلہ کرکے اچھی طرح دیکھ لے اگر سچ بولنے سے برائی مین زیادہ ہوتی ہو بہ نسبت جھوٹ
بولنے کے تو جھوٹ بولے اور اگر جھوٹ بولنے سے مقصود کم حاصل ہوتا ہو بہ نسبت سچ
بولنے کے تو سچ بولنا واجب ہے اور بعض اوقات دونون امر ایسے مساوی ہین کہ اونمین تردد رہتا ہے
اسصورت مین سچ بولنا ہی چاہیے اس لیے کہ جھوٹ ضرورت یا حاجت مہم کے واسطے مباح ہے

کیا بات ہے مین تمکو دیکھتا ہون کہ جھوٹ مین ایسا گرتے ہو جیسا پروانہ آگ مین جھوٹ آدمی پر لکھی جاتی ہے بیشک مگر یہ کہ آدمی لڑائی مین جھوٹ بولے کہ لڑائی فریب ہے یا دو آدمیون مین کینہ ہو اور اون مین جھوٹ سے صلح کرادے یا عورت کو جھوٹی بات سے راضی کرے ۱۲ اس حدیث کا ترجمہ ... ابوبکر بن لال نے بروایت اسماء بنت ...

... پلید فعل کیا ہو اوسکو چاہیے کہ چھپاوے یہ حدیث ... اور ... طبرانی نے ... روایت ... حاکم نے ... بالفاظ دیگر

پس اگر حاجت کی اہم ہونے مین تردد ہو تو اصل مین جھوٹ حرام ہے ایسی جگہہ اصل ہی کیطرف رجوع چاہیے اور از انجا کہ مراتب مقاصد کی بہت باریک ہین کہ ہر کسیکو معلوم نہین ہو سکتی لہذا انسان کو حتی الوسع جھوٹ سے احتراز ہی چاہیے بلکہ اگر اپنی حاجت بھی ہو تو اوسکو ترک کرے اور جھوٹ سے باز آوے لیکن اگر دوسرے کا مطلب ہو تو اوسکی لیے چشم پوشی اور ضرر ناحق پہونچانا نہین چاہیے اور آج کل جو لوگ جھوٹ بولتے ہین تو صرف اپنے حظ نفسانی کے لیے اور زیادتی مال وجاہ کے لیے بولتے ہین اور وہ ایسی باتین ہوتی ہین کہ اگر فوت ہو جاوین تو کچھ خرابی لازم نہین آتی یہانتک کہ عورت مثلاً اپنی سوت کی جلانے کو ایسی باتین جھوٹی خاوند کیطرف سے کہتی ہے کہ اوسکو یقین ہو جاوے مثلاً کہدیتی ہے کہ مجھے اتنا زیور بنا دیا یا کپڑے بنا دیے وغیرہ ایسا جھوٹ حرام ہے چنانچہ اسماء بنت یزید روایت کرتی ہین کہ عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ایک سوت ہے مین اوسکے جلانے کو کہدیتی ہون کہ خاوند نے مجھکو بہت کچھہ دیا ہے تو مجھپر کچھ گناہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ جسکو کچھ نہین ملتا اور کہتا ہے کہ مجکو ملا وہ ایسا ہے کہ کپڑے مین فریب دینے کے لیے آستین یا پردہ دوسرا لگائے جسمین لوگونکو معلوم ہو کہ دو کپڑے پہنے ہوئے ہے اور یہ بھی حدیث مین وارد ہے مَنْ تَطَعَّمَ بِمَا لَا يُطْعَمُ أَوْ قَالَ لِي وَلَيْسَ لَهُ أَوْ أُعْطِيتُ وَلَمْ يُعْطَ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کوئی عالم بلا تحقیق کچھ فتوے دیدے اور جس حدیث کا کچھ ثبوت معلوم نہین اوسکو روایت کرے کیونکہ سارا مطلب اوسکا یہ ہوتا ہے کہ اپنا فضل ظاہر ہو اسی واسطے یہ منہ سے نہین نکلتا کہ مین نہین جانتا اور یہ حرام ہے اور عورتون ہی کا سا حکم لڑکونکا ہے وہ بھی بلا ترغیب وعدہ یا جھوٹے ڈر آوے کے مکتب مین نہین جاتا پس اوسکی لیے ایسا کرنا مباح ہے ہان اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کے امر سے بھی جھوٹ نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہے لیکن کذب مباح کا بھی حساب کتاب ہوتا ہی اور اس بات کی باز پرس ہوتی ہے کہ مقصود اسکا صحیح تھا یا نہین پھر معاف ہو جاتا ہے اسلیے کہ قصد اصلاح کے لیے اوسکو مباح ٹھہرایا گیا ہے مگر اسمین دھوکا بڑا پڑتا ہے کیونکہ اوسکا باعث کبھی اپنی غرض نفسانی ہی ہوتی ہے اور اصلاح کے بہانہ سے جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ اوسکی حاجت نہین ہوتی اسیواسطے اسطرح کے جھوٹ نامۂ اعمال مین درج ہوتی ہین غرض کہ جو آدمی جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے تو اوسکو یہ وقت آپڑتی ہے کہ جس سبب سے جھوٹ بولا ہی وہ شرعاً بنسبت سچ بولنے کے اہم اور مقصود تھا یا نہین اور اس بات کا معلوم ہونا بہت مشکل ہے تو احتیاط اسی مین ہے کہ جھوٹ نہ بولے الا اوس صورت مین کہ واجب ہو جاوی اور کسیطرح اوسکا چھوڑنا جائز نہ ہو مثلاً جھوٹ نہ بولنے سے کسی کی گردن ناحق ماری جاتی ہو یا گناہ عظیم مین مبتلا ہوتا ہو تو یہان جھوٹ بولنا ہی واجب ہے اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ فضائل اعمال اور سختی معصیت کی باب مین احادیث کا وضع کرنا درست ہے

اور اونکو گمان یہ ہے کہ اسکا مقصود صحیح ہے پس یہ بڑی خطا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَنْ کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ [1] اور اس حدیث پر بے ضرورت عمل چھوڑا نہین جاتا
اور وعدہ و وعید کے لیے کچھہ ضرورت وضع احادیث کی نہین اسلیے کہ جو مضامین احادیث و آیات صحیحہ مین
وارد ہین وہ کیا تھوڑے ہین جو جھوٹی احادیث کی ضرورت ہو اور یہ جو لوگ بیان کرتے ہین کہ احادیث و آیات
صحیحہ کو سنتے سنتے اونکا رعب جاتا رہا ہے اور خوف اتنا نہین ہوتا جتنا نئے مضمونسے حاصل ہوتا ہے تو یہ خیال
خام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند کریم پر افترا کرنے سے کوئی گناہ بڑہکر نہین اور اس سے ایسے امور
بھی واقع ہوتے ہین کہ بالکل شریعت کو درہم برہم کر دین تو نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون ہوتا ہے حضرت کے
جھوٹ اور افترا ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ اوسکے سامنے سب گناہ گرد ہین خدا ہمکو اور سب مسلمانونکو اوس سے بچاوے
**تنبیہ** اس بات کی بیا نمین کہ کنایۃً بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے جاننا چاہیے کہ سلف کا قول ہے کہ کنایۃً جھوٹ
بولنا کذب نہین کہلاتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر آدمی کنایۃً کچھہ جھوٹ کہے تو کذب سے
بچ جاتا ہے اور اسیطرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے مگر ان لوگون کی غرض یہ ہے
کہ جب آدمی جھوٹ بولنے کے واسطے مضطر ہو تو کنایۃً کہے ورنہ بلا ضرورت وحاجت جھوٹ بولنا نہ صراحۃً جائز ہے
نہ کنایۃً گو کنایۃً مین آسانی ہے اور مثال کنایۃً کے یہ ہے کہ مطرف ایک بار زیاد کے پاس گئے اوسنے کہا کہ دیر
کیون آئے تو ایک مرض کا بہانہ کرکے کہا کہ جب سے مین تمہارے پاس سے گیا تھا کروٹ نہین لی الا ماشاء اللہ
یا کسی آدمی سے تمہاری طرف سے کسی نے کچھہ کان بھر دئے اور تمکو منظور ہوا کہ جھوٹ نہ بولین تو اوسوقت ایسا
جواب دو کہ وہ کچھہ اور سمجھے اور تمہارا مطلب کچھہ اور ہو تو یہ کنایہ کہلاویگا غرض کنایۃً اوسے کا نام ہے کہ سامع
اوس سے کچھہ سمجھے اور متکلم کا مطلب کچھہ اور ہو مثلاً حضرت معاذ بن جبل رض حضرت عمر رض کے عہد مین ایک
جگہہ کے عامل تھے جب وہانسے آئے تو اونکی بی بی نے کہا کہ جیسے اور عامل اپنے گھر کچھہ لاتے ہین تم بھی لائے
یا نہین اونہون نے جواب دیا کہ میرے ساتھہ ایک ناظر مقرر تھا اونکی مراد یہ تھی کہ خدا تعالے ناظر تھا مگر اونکی
بی بی نے سمجھا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکے ساتھہ کسیکو نگہبانی کے لیے بھیجا ہوگا اس خیال سے کہنے لگی
کہ سبحان اللہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نزدیک
امین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھہ ناظر مقرر کیا یہ چرچا تمام عورتونمین پھیلایا یہانتک کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جاکر شکایت کی آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مینے کب تمہارے
ساتھہ ناظر بھیجا تھا اونہون نے عرض کیا کہ مینے آپ کے بھیجنے کا تو ذکر نہین کیا یہ کہا تھا کہ میرے ساتھہ ناظر
تھا اور اوسکی سوا کوئی اور مجھکو عذر نہ سوجھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اونکو کچھہ عنایت فرماکر کہا

[1] جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اوسکو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا لے بخاری باب العلم مین ۱۲ منہ

کہلوا اور اپنی بی بی کو راضی کر دو اور نخعی رحمہ اللہ اپنی بیٹی سے یہ کبھی نہ کہتے کہ مین تجھے شکر لے دونگا بلکہ یون کہتے کہ اگر مین تجھے شکر لے دون کیونکہ اکثر اونکو خریدنے کا اتفاق نہوتا تھا اور بعض اوقات جو کوئی پکارنے آتا اور اوسکے واسطے نکلنا گہر سے منظور نہوتا تو لونڈی سے کہدیتے کہ کہدے کہ مسجد مین تلاش کرو اور یہ مت کہیو کہ یہان نہین ہین تاکہ جہوٹ نہو جاوے اور شعبی رح کا یہ دستور تھا کہ جسکے لیئے نکلنا منظور نہوتا اپنے پاس ایک دایرہ کھینچتے اور لونڈی سے فرماتے کہ اس دایرہ مین انگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین ہین حاصل یہ تمام باتین کنایہ کی ضرورت وحاجت کیوقت مین ورنہ بے ضرورت انکا ارتکاب بھی نہین چاہیئے کیونکہ ایک حیلہ وبناوٹ ہے اس سے دوسرا شخص خلاف واقع سمجھتا ہے گو لفظون مین جہوٹ نہو تب بھی فی الجملہ مکروہ ہے عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہین کہ مین اپنے والد کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین گیا اور لباس اچھا پہنے ہوئے تھا جب وہانسے نکلا تو اوس کپڑے کو دیکھکر لوگ کہنے لگے کہ یہ تمکو امیر المومنین نے عنایت کیا ہے مینے کہا کہ اللہ تعالی اونکو جزاے خیر دیوے پس میرے باپ نے کہا کہ دیکھو خبردار جہوٹ مت کہو حالانکہ یہ جملہ کچہ جہوٹ نہ تھا مگر اس خیال سے کہ دعا بادشاہ کے حق مین اکثر انعام کے مقابلہ مین ہوتی ہے لوگ اس جملہ سے یہی سمجھتے ہونگے کہ بادشاہ نے دیا ہے تو گویا ایک جہوٹی اور بے اصل بات پر اونکو جمانا ہوا اس لیے اونکو منع کیا کہ ایسا نکرین اسمین فایدہ کیا ہے بجز اسکے کہ شیخی اور فخر ہو کہ ہمکو بادشاہ کے یہان سے یہ ملا ہان کنایات تھوڑے سے مطلبونکے لیے مزاح کے طور پر مباح ہین جیسے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بڑہیا بہشت مین نجاویگی اور تیرے خاوند کے آنکھہ مین سفیدی ہے اور تجکو اونٹ کے بچہ پر سوار کرینگے وغیرہ لیکن صریح جہوٹ جس سے ایسا ضرر ہو کہ دل کو ایذا پہونچے وہ حرام ہے جیسا نعیمان انصاری نے اندہے کو بہکا دیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اوس سے کہدیا کہ یہ نعیمان ہین یا جیسا لوگونکی عادت ہوتی ہے کہ بعض احمقونکو فریب دیا کرتے ہین کہ فلانی عورت تم پر عاشق ہے اور اگر ایذا منظور نہو صرف دل لگی منظور ہو تو اگرچہ فاسق تو نہین ہوتا پھر بھی درجہ ایمان سے کچھ گھٹ جاتا ہے کیا حدیث شریف مین وارد ہے لَا یَکْمُلُ لِلْمَرْءِ الْاِیْمَانُ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ وَحَتّٰی یَجْتَنِبَ الْکِذْبَ فِیْ مِزَاحِہٖ اور یہ جو حدیث مین مذکور ہے کہ آدمی بعض اوقات ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ اوسپر ہنسین اور اوس کے سبب سے دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے تو اس سے مراد وہی کلام ہے جسمین غیبت اور ایذا ہو مطلق مزاح مراد نہین ایک جہوٹ جس سے فاسق نہین ہوتا یہ ہے کہ عادۃً بطور مبالغہ کہے مثلاً کہے کہ ہم نے تمکو سو دفعہ طلب کیا یا ہزار دفعہ یہ کہدیا کہ ایسا مت کرو تو اس سے غرض شمار عدد منظور نہین ہوتی بلکہ کثرت بطور مبالغہ مقصود ہوتی ہے پس اگر ایک ہی بار کہا یا بلایا ہو تو بیشک جہوٹ ہوگا اور گر

اور ان عادت سے زیادہ دفعہ کہا یا بلایا ہوگا تو گناہگار نہوگا گو اوتنی دفعہ نکہا ہو جتنی تعداد او کہی ہے اور ان دونون کے درمیان اور درجے ہین کہ جو کوئی اپنی زبان مبالغہ سے نزدیکی وہ خطرہ کذب سے خالی نہوگا اور ایک جھوٹ جسکی عادت اور سہل انگاری لوگونمین شائع ہے یہ ہے کہ جب آدمی سے کہا جاوے کہ کھانا کہاؤ تو جواب دے کہ مجھے بھوکھ نہین اور یہ بھی ممنوع اور حرام ہے بشرطیکہ کوئی غرض صحیح اس سے متعلق نہو مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ شب زفاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مین موجود تھی اور اونکو مینے ہی بنایا سنوارا تھا اور میرے ساتھ کچھ اور عورتین بھی تہین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت صلعم کے پاس ہم لے گئے تو آپ کے یہان بجز ایک پیالہ دودہ کے اور کچھ موجود نہ تھا پس اوسمین سے آپ نے کچھ پیا اور پہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا اونکو حیا دامنگیر ہوئی تو مین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مت ہٹاؤ اور لی لو اونہون نے اوسی شرم کی حالت مین لیا اور پیا پہر آپنے فرمایا کہ اپنی ساتھیونکو دیدے عورتون نے عرض کیا کہ ہمکو بھوکھ نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ مین بھوکھ اور جھوٹ دونون کو ساتھ مت کرو مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز کو ہمارا دل ہوتا ہو اور ہم کہدین کہ بھوکھ نہین کیا یہ بھی جھوٹ مین داخل ہے آپنے فرمایا کہ جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے حتی کہ اگر تھوڑا سا جھوٹ ہوگا تو وہ تھوڑا سا لکہا جاویگا اور اہل ورع اس جیسے جھوٹ مین بھی تسامح سے بچتے تھے چنانچہ لیث بن سعد کہتے ہین کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی آنکھونمین اتنا کیچڑ رہتا تھا کہ باہر بھی آجاتا تھا لوگ اوننے عرض کرتے تھے کہ آپ اپنی آنکھین پونچھ ڈالیے آپ فرماتے کہ طبیب کی قول کیا کرون اوسنے کہا ہے کہ آنکھون کو ہاتھ مت لگاؤ یعنی وعدہ جو معالج سے ہاتھ نہ لگانیکا کر چکا ہون وہ خلاف ہوجاویگا اب ہم کہتے ہین کہ واقع مین اہل ورع اسیطرح حفاظت اپنی زبان کی فرماتے ہین اور جو شخص حفاظت کو ترک کریگا اوسکی زبان بے اختیار جھوٹ مین مبتلا ہوگی اور اوسکو خبر بھی نہوگی خوات تیمی فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم کی بہن میرے لڑکے کی عیادت کو آئین اور اوسپر جھک پڑین اور پوچھنے لگین کہ بیٹا کیا حال ہے پس اونکی بھائی ربیع نے اونسے پوچھا کہ تمنے اس لڑکے کو دودہ پلایا ہے اونہون نے کہا نہین اونکی بھائی نے فرمایا کہ پہر تمہارا بیٹا کیسے ہوا یون کیون نکہا کہ بھتیجے کیسا ہے جو جھوٹ نہوتا اور ایک عادت یہ بھی ہوتی ہے کہ جو بات اپنی آپ کو معلوم ہو اوسمین کہتے ہین کہ خدا جانتا ہے حالانکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی گناہون سے ہے کہ جسکی بات کو نجانتا ہو اوسکو کہے کہ خدا جانے اور نیز بعض لوگ جھوٹا خواب کہا کرتے ہین یا اوسمین کچھ اپنی طرف سے ملا کر کہتے ہین اسمین بھی بڑا گناہ ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰيَةِ اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ فِي الْمَنَامِ مَا لَمْ تَرَ اَوْ يَقُوْلَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ اور دوسری

حدیث میں ہے من کذب فی حلمہٖ کلف یوم القیمۃ ان یعقد شعیرۃ ولیس بعاقد

## پندرہویں آفت غیبت ہے اور اسمیں سات بیان ہیں

بیان اول غیبت کی مذمت و دلائل شرعی سے اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید میں اسکی برائی کا ذکر فرمایا اور غیبت کرنے والے کو مردار کھانے والے سے مشابہت دی جیسا کہ ارشاد ہے ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ اور عرض میں غیبت بھی آگئی مال اور خون کے ساتھ اوسکو بھی خدا تعالے نے اکٹھا فرما دیا اور حضرت ابوہریرہؓ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا یغتب بعضکم بعضا وکونوا عباد اللہ اخوانا اور حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا اسکی وجہ یہ ہے کہ زنا کرکے تو آدمی اگر توبہ کرے تو اللہ تعالے توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت والے کی مغفرت جب تک نہیں ہوتی جب تک جسکی غیبت کی ہے وہ معاف نکرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شب معراج کو میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا کہ اپنے چہرہ کو ناخنوں سے نوچ رہے تھے میں نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اونہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ لوگونکی غیبت کیا کرتے تھے اور ان کی آبرو میں گفتگو کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی ایسی عمدہ شے بتلائیے جس سے مجکو فائدہ ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی اچھی بات کو حقیر نسمجھنا گو اتنی ہے کیوں نہو کہ اپنے ڈول میں سے پیاسے کے برتن میں پانی ڈالدو اور یہ کہ اپنے بھائی مسلمان سے بکشادہ پیشانی ملنا چاہیے اور اوسکے پیچھے اوسکی غیبت نکرنی چاہیے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اس زور سے پڑھا کہ گھرونکی عورتوں نے بھی سنا اوسمیں فرمایا یا معشر من آمن بلسانہ ولم یومن بقلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من تتبع عورۃ اخیہ تتبع اللہ عورتہ ومن تتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی جوف بیتہ اور حضرت موسی علیہ السلام پر اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ جو شخص غیبت سے توبہ کرکے مریگا سب سے پیچھے جنت میں جاویگا اور جو بے توبہ مرے گا تو سب سے اول دوزخ میں جاوے گا اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز روزہ رکھنے کو ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں اجازت ندوں تب تک کوئی افطار نکرے غرض لوگوں نے روزہ رکھا اور جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت میں ایک ایک آدمی نے آنا شروع کیا اور عرض کرتے گئے کہ مینے روزہ رکھا تھا مجکو اجازت افطار کی

ہو آپ اجازت دیتے گئے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم دو عورتین ہین کہ
اونہون نے بھی روزہ رکھا تھا اونکو آپ اجازت دین تو افطار کرین آپ نے منہ پھیر لیا اوسنے دوبارہ
عرض کیا دوبارہ بھی منہ پھیر لیا اوسنے پھر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونہون نے روزہ نہین رکھا جو آدمی
دن بھر لوگونکا گوشت کھاوے اوسکا روزہ کیسے ہوگا تو جا کر اونسے کہدے کہ تمہارا روزہ ہی تو قی
کرو اوسنے اون عورتونکو حضرت کا حکم سنا دیا اونہون نے قی کی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا اوسنے
آکر آپ کی خدمت مین ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے
اگر یہ خون کے لوتھڑے اونکے پیٹو مین رہجاتی تو اونکو دوزخ کھا جاتی اور ایک روایت مین یون ہے
کہ جب آپنے منہ پھیر لیا تو وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ بخدا وہ عورتین قریب المرگ ہین آپنے فرمایا
کہ اونکو یہان بلالاؤ جب وہ آئین تو آپ نے ایک بڑا بادیہ منگا کر ایک کو اونمین سے کہا کہ اسمین قے کر
اوسنے پیپ اور خون کی قے یہانتک کی کہ پیالہ بھر گیا پھر دوسری سے کہا کہ قے کر اوسنے بھی ویسا ہی
قی کی آپنے فرمایا کہ ان دونون نے جس چیز کو اللہ تعالے نے حلال کیا اوس سے تو روزہ رکھا اور جسکو
حرام کیا تھا اوس سے افطار کیا ایک دوسرے کے پاس بیٹھکر لوگونکا گوشت کھانا شروع کیا اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ مین ذکر سود کا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر
درم سود کا آدمی لے تو خدا کے نزدیک گناہ مین چھتیس زنا سے بڑھکر ہے اور سود سے بھی بڑھکر مسلمان
آدمی کی آبرو ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپ کے ساتھ ایک سفر مین تھے پس آپ
دو قبرون پر گذرے کہ جنکے مردونکو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ان لوگون نے کوئی بڑا گناہ نہین کیا تھا
اور عذاب ہوتا ہے ایک تو لوگونکی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہین بچتا تھا پھر آپنے ایک تر
لکڑی یا دو منگا کر اونکو توڑا اور دونون قبرون پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیگی اونکو عذاب مین
تخفیف رہیگی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو زنا کے باعث سنگسار کیا تھا ایک آدمی نے
اپنے ساتھی سے کہا کہ اسکو کتے کیطرح اوسی جگہہ مار ڈالا پھر راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک
مردار پر ہوا تو اون دونون شخصون کو فرمایا کہ اسمین دانت لگاؤ اونہون نے عرض کیا کہ کیا مردار پر ہم دانت
مارین آپنے فرمایا کہ جو ذکر ماعز کا تم نے کیا تھا وہ تو اس سے بھی زیادہ برا تھا غرضکہ صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین آپسمین بکشادہ پیشانی ملتے اور غیبت کسی کی نکرتے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال جانتے
اور اوسکے خلاف کو عادت منافقین تصور کرتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو آدمی
دنیا مین اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے تو آخرت مین بھی اوسکے سامنے وہی گوشت کیا جاویگا اور حکم ہوگا

ا؎ احمد و بیہقی بروایت عبید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دو عورتین ایک گلاس کا نام نہین ۱۲
۲؎ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲

۳؎ ابن ابی الدنیا بروایت اور یہ حدیث صحیحین مین بھی بروایت ابن عباس
[illegible] غیبت [illegible]

۴؎ ابو داؤد و نسائی بروایت ابو ہریرہ ۱۲

کہ جیسا زندگی مین تو نے کھایا تھا اب بھی کھا تو ناچار کھاوے گا اور منہ بناوے گا چلاوے گا اور یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے اور ایک بار دو آدمی مسجد کے کسی دروازہ کے پاس بیٹھے تھے کہ وہان کو گذرا ایک مخنث کا ہوا جسنے اپنا کام چھوڑ دیا تھا ان دونون نے اوسکو دیکھکر آپس مین کہا کہ ابھی اسمین اثر مخنث پنے کا باقی ہے اتنے مین نماز کے لیے تکبیر ہوئی یہ دونون بھی جماعت مین شریک ہوئے مگر دلمین یہ خیال رہا کہ ہمنے اوس شخص کی نسبت ایسا کلام کہا ہے نہ معلوم نماز ہوئی یا نہین اس لیے عطار رحمہ اللہ سے یہ ماجرا کہا اونھون فرمایا کہ دوبارہ وضو کرکے پھر سے نماز پڑھو اور اگر روزہ بھی تھا تھا تو روزہ کو بھی قضا کرو اور وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ کی تفسیر مین حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمزہ سے وہ شخص مراد ہے کہ جو طعن واعتراض لوگون پر کرے اور لمزہ سے غیبت کرنے والا مراد ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمکو ایسا پہونچا ہے کہ عذاب قبر کے تین حصہ ہین ایک تہائی تو غیبت سے ہوتا ہے اور ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے سے اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ بخدا غیبت کا اثر مسلمان کے دین مین آکلہ بیماری کے اثر سے بھی زیادہ ہوتا ہے یعنی جیسا مرض آکلہ آدمی کے تن بدن کو کھا لیتا ہے ویسے ہی غیبت دین کو چٹ کرتی ہے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ ہمنے سلف کو اسی حال پر پایا کہ نماز و روزہ کو کسی کو عبادت نہین سمجھتے تھے بلکہ ترک غیبت کو عبادت جانتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب تمہارا دل چاہے کہ لوگونکی عیب بیان کرو تو اپنے عیب یاد کرو اور بعضونکا قول ہے کہ تم لوگ لوگون کی آنکھ کا تنکا بھی دیکھ لیتے ہو مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہین سوجھتا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اے ابن آدم حقیقت ایمان پر جبھی پہونچیگا کہ جو برائی تجھہ مین ہے اوسپر دوسرونکو برا نہ کہے گا اور اپنی برائی کی اصلاح پہلے کریگا اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانے گا تو یہی شغل کافی ہے دوسرونکی طرف التفات کی نوبت آنی بھی مشکل ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہے جسکا حال ایسا ہی ہوا اور حضرت عیسے علیہ السلام کا گذر معہ حواریون کے ایک مرے کتے پر ہوا تو حواریون نے کہا کہ اس کتے مین سے کیا بری بو آتی ہے آپ نے فرمایا کہ اسکے دانتون کی سفیدی کتنی تیز ہے اس سے گویا حضرت عیسی ع نے اونکو کتی کی غیبت سے بھی منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق مین سے اچھی شے کے سوا اور کچھ ذکر نہ کرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ دوسری کی غیبت کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرنا یہ چیز اون لوگون کا سالن ہے جو انسانون مین سے کتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالے کا ذکر کیا کرو کہ اسمین شفا ہے لوگونکا ذکر مت کیا کرو

کہ اوسمین روگ ہے اللہ ہمکو حسن توفیق عنایت فرماوے

## دوسرا بیان معنی غیبت اور اوسکی تعریف مین

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے کا ایسا ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو برا جانے خواہ نقصان بدن کا ذکر کرو یا نسب کا یا خلق کا یا قول و فعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے اور گھر اور سواری وغیرہ کا۔ بدن کا عیب تو یہ ہے کہ کسی کو یون کہو کہ جسکی آنکھین چندھی یا آنسو ڈھال یا بھینگی ہین یا جو گنجا یا بونا یا لمبا یا کالا یا پیلا وغیرہ جو ایسے عیب معلوم ہون کہ اگر وہ سنے گا تو برا مانے گا۔ اور نسب کا عیب اسطرح کہ اوسکا باپ غلام ہے خواہ خسیس ہے یا بدکار ہے یا موچی یا گوبر والا یا اور کسی مکروہ پیشہ والا ہے اور خلق کا عیب اسطرح کہ فلان شخص بد مزاج ہے یا بخیل یا متکبر یا ریاکار یا غضیار یا نامرد یا بزدلا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہا جاوے اور ان افعال مین عیب جو دین سے متعلق ہین یون ہوتا ہے کہ وہ چور جھوٹا شراب خوار خائن ظالم ہے یا نماز و زکوۃ مین سستی کرتا ہے یا رکوع و سجدہ اچھی طرح نہین ادا کرتا یا نجاست سے نہین بچتا یا والدین سے سلوک نہین کرتا یا زکوۃ کو بموقع صرف کرتا ہے یا اچھی طرح نہین تقسیم کرتا یا روزہ مین جماع و غیبت لوگونکی برائی کا ذکر کیا کرتا ہے۔ اور جو افعال متعلق دنیا سے ہین اونکا عیب اسطرح سے ہے کہ فلان شخص بے ادب ہے لوگونکی تعظیم نہین کرتا اپنا حق سب پر جانتا ہے اپنے اوپر کسی کا حق نہین سمجھتا یا بڑا بکی ہے یا بسیار خوار یا پیٹو ہے کہ بے وقت سو رہتا ہے اور بے موقع بیٹھ جاتا ہے اور کپڑے کے عیب اسطرح کہ اوسکی آستین چوڑی ہین یا دامن لنبے ہین یا کپڑے میلے رکھتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دین کے باب مین جو کسی کو کچھہ کہتے ہین تو یہ داخل غیبت نہین اسلیے کہ جس چیز کو خدا نے برا کہا ہے اوسکی مذمت کرتے ہین تو ایسے شخص کو گناہ کے باعث برا کہنے مین کیا خرابی ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ذکر اوس عورت کا ہوا جو بہت نماز و روزہ کیا کرتی تھی اور اوسکی ساتھہ ہی ہمسایونکو اپنی زبان سے ستاتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی اور اسیطرح ایک عورت کا ذکر آپ کے سامنے ہوا کہ وہ بخیل ہے آپ نے فرمایا کہ اوسمین کچھہ اچھی بات نہین تو اگر اس قسم کی برائی ممنوع ہوتی تو آپ لوگون کو منع فرما دیتے کہ ایسے الفاظ سے مذمت کیا کرو ہم کہتے ہین کہ یہ قول و دلیل اون لوگونکی ٹھیک نہین اسلیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو لوگون کا ذکر ان الفاظ سے آپ کے سامنے کرتے تھے تو اونکی غرض یہ نہ تھی کہ اونکا ہتک یا برائی ہو بلکہ تحقیق مسائل منظور ہوتی تھی اور سوا مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی جگہہ اسکی ضرورت نہ تھی اس واسطے صرف اوسی مجلس مین ایسا ذکر تحقیق کے لیے ہوجاتا تھا اور ان امور کی غیبت مین داخل ہونیکی یہ سند ہے کہ تمام علما ہی امت کا اجماع ہے کہ دوسرے

ابن حبان و حاکم بروایت ابو ہریرہ

احمد و ابن حبان و حاکم بروایت ابو ہریرہ

آدمی کو ایسا کھنا کہ وہ سنے تو برا مانے اسی کا نام غیبت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی سبب ہے کہ جو بات کسیکی بیان کی ہے اگر وہ اوسمین موجود ہو تو اوسکی بات کھنے سے غیبت کا بھی مرتکب ہوگا اور خدا کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھانے والا بھی ہوگا اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ غیبت کسکو کھتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُهُ لوگون نے عرض کیا کہ جو بات کسی کی کھی جاوے اگر اوسمین ہو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اوسمین ہو تو غیبت ہے ورنہ بھتان ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو لوگون نے کہا کہ وہ بڑا عاجز ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اوسکی غیبت کی اونھون نے عرض کیا کہ حضرت ہم جو بات اوسمین تھی ہمنے تو وہ بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات کھی جو اوسمین نہ تھی تو بھتان کرتے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور بیان کیا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے آپ نے اونکو فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دوسرے کا ذکر کرنا تین طرح ہوتا ہے غیبت اور بھتان اور افک اور ہر ایک کتاب اللہ عزوجل مین موجود ہے غیبت تو اسی چیز کو کھتے ہین کہ جو بات دوسرے مین ہو اوسکو بیان کرین اور بھتان یہ ہے کہ جو بات اوسمین نہو اوسے بیان کرین اور افک یہ ہے کہ جیسا سنین ویسا کہدین اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو منہ سے وہ کالا آدمی نکل گیا تو کہا استغفر اللہ مینے اوسکی غیبت کی اور ایکبار ابراہیم یک چشم کا ذکر کیا تو نخعی کہتے ہین کہ اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھلیا اور یک چشم نہ کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ کسی کی غیبت مت کرو مینے ایک عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہدیا تھا کہ اسکے دامن لنبے لنبے ہین آپ نے فرمایا کہ تھوک تھوک مین نے جو تھوکا تو منہ مین سے گوشت کا لوتھڑا نکلا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غیبت زبان سے ہی کھنے پر موقوف نہین بلکہ جسطرح دوسرا شخص کسی کا عیب سمجھ جاوے وہ غیبت ہی مین داخل ہے خواہ کنایہ اور رمز سے ہو یا حرکت و عمل سے یا تصریح و قول سے پس سب حرام اور ناجائز ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ ایک بار ایک عورت آئی جب وہ چلی گئی تو مین نے ہاتھ سے اوسکے قد کا اشارہ کیا کہ ناٹے سے قد کی تھی یعنی بونی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور اسی مین داخل ہے اگر لنگڑے آدمی کی نقل کرے اور خود اوسکی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بھی بڑھکر ہے اسلیے کہ اس سے زیادہ تر صورت دوسرے شخص کی ذہن مین آتی ہے گویا تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے جسسے

اخرجہ ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ اور اوسکی سند مین ایک عورت مجہول ہے اسکا حال معلوم نہین ۱۲

اخرجہ ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ بروایت حسان بن مخارق عن عائشہ رضی ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی تو آپ نے
فرمایا مَا یَسُرُّنِی اِنِّی حَاکَیْتُ کَذَا وَکَذَا اور یہی حال لکھنے کا ہے کہ قلم بھی نصف زبان ہی ہیں اگر
کوئی مصنف ایک شخص معین کی نسبت کچھ برا لکھے یا اوسکا کتاب میں نقل کرے تو داخل غیبت ہی مگر
اوس صورتمین کہ کوئی وجہ یا عذر لکھدے جیسا کہ آگے اوسکا بیان آتا ہے ہان اسطرح پر کہنا کہ کچھ لوگ
ایسا کہتے ہین داخل غیبت نہین غیبت اوسی کا نام ہے کہ شخص معین کی طرف اشارہ پایا جاوے خواہ
زندہ ہو یا مردہ اور یہ بھی غیبت ہی ہے کہ اسطرح کہے جس سے آج ملاقات ہوئی تھی یا جو شخص ہمارے یہان
آیا تھا وغیرہ بشرطیکہ مخاطب اوس سے شخص معین سمجھے کیونکہ مقصود یہی ہے کہ مخاطب سمجھ جاوے یہ مقصود
نہین کہ کسی طور خاص کے سمجھانے سے غیبت ہوتی ہے لیکن اگر شخص معین مخاطب کی ذہن مین نہ آویگا
تو جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی آدمی کا فعل برا معلوم ہوتا تو فرماتے کہ لوگونکا
کیا حال ہے کہ ایسا کرتے ہین معین کرکے کچھ نہین فرماتے تھے پس کلام مین کوئی ایسا لفظ کہدینا کہ جس
شخص معین ہی سمجھا جاوے غیبت ہوگی اور سب سے زیادہ بری غیبت وہ لوگ کرتے ہین جو پڑھے ہوے اور
ریاکار ہین کہ مقصود بھی اپنا ظاہر کردین اور اچھے کے اچھے بنے رہین اور لوگون کو یہ معلوم ہو کہ یہ غیبت
نہین کرتے حالانکہ وہ خود جہالت سے یہ نہین جانتے کہ دو خطا کے مرتکب ہوے غیبت کی غیبت کسرے اور
ریا اوس سے علاوہ ہو مثلاً کسی شخص کا ذکر اگر اونکے سامنے ہو تو کہتے ہین خدا کا شکر ہے کہ ہمکو حکام سے غرض
نہین ڈالی نہ اونکے سامنے دنیا کے واسطے ذلیل کیا یا یون کہتے ہین کہ بے شرمی سے بھی خدا بچاوے تو ان الفاظ
سے غرض بھی ہوتی ہے کہ دوسرا شخص معیوب ہی مگر اوسکو شکر اور دعا کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین
اور بعض اوقات اوس شخص کی مدح بھی کردیتے ہین اور کہتے ہین کہ فلانا شخص کیسا اچھا ہے افعال سب درست عبادت
مین چست مگر ایک ایسی ہی بلا مین مبتلا ہے کہ ہم سب کے سب اوسمین گرفتار ہین وہ یہ ہے کہ صبر کم کرتا ہے
پس اول اپنے نفس کو ذکر کرلیتے ہین اور اوسکے ضمن مین غرض صرف دوسرے کی مذمت ہوتی ہے اور
اپنے آپ کو صلحا سے مشابہ کرنا تو اس صورتمین تین خطا جمع ہو جاتی ہین غیبت اور ریا اور اپنے نفس کو صاف
جاننا اور خود بھی سمجھتے ہین کہ ہم نیک ہین کسی کی غیبت سے سروکار نہین رکھتے اسی بنا پر جو آدمی کہ جانے
عبادت کرتے شیطان اونکو مسخرہ بنا لیتا ہے اونکو لاعلمی کے سبب کچھ خبر نہین ہوتی وہ جسطرح چاہتا ہے
اونپر ہنستا ہے اور انکے اعمال کو اپنے فریب سے گھیر لیتا ہے اور اسمین یہ بھی ہے کہ کسی جلسہ مین ایک
آدمی کی عیب کا ذکر کرتے ہین اور بعض شخص اوسپر کان نہین دہرتے تو کہہ اوٹھتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب
وغریب بات ہی تاکہ لوگ خوب متوجہ ہوکر سنین اپنے خبث باطن کے اظہار مین خدا کا نام لیا جاتا اوسکو بھی

دھوکھا دینا چاہتے ہین وہ تو دلونکی بات جانتا ہے کہ انکی کیا غرض ہے اور بعض اوقات کہتے ہین کہ ہماری دوست پر جو یہ حال گذرا ہمکو نہایت رنج ہوا کہ اونکو سبکی ہوئی خدا تعالی اوسکو اسکے عوض راحت دی تو غم کا دعوی اور دعا کا اظہار دونون جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ اگر دعا کا قصد ہوتا تو خلوت مین بعد نماز اوسکے لیے دعا کرتے اور اگر واقع مین اوسکے رنج سے رنج ہوتا تو جس چیز کے اظہار سے اوسکو برا لگے وہ کیون ظاہر کرتے اسیطرح کبھی کہتے ہین کہ وہ بیچارہ بڑی آفت مین پھنسگیا ہے خدا تعالی اوسکو اور ہمکو دونونکو توبہ نصیب فرماوے ظاہر مین تو یہ دعا ہے مگر اللہ تعالی خبث باطن پر خوب مطلع ہے کہ دلمین کیا بھرا ہے مگر اونکو جہالت کی باعث نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر جاہلونسے بھی بڑھکر ہے اور غیبت کو سنکر تعجب کرنا بھی غیبت ہے اسلیے کہ تعجب کرنے سے غیبت کنندہ خوش ہوتا ہے اور زیادہ کہنے کو تیار ہوتا ہے مثلاً جب کسی نے دوسرے کا عیب بیان کیا اور سننے والے نے کہا کہ بھائی ہم اوسکو ایسا نہین جانتے تھے آج تک ہمکو اوسکی نسبت اور ہی کچھ خیال تھا یہ تو تم نے عجیب حال اوسکا سنایا خدا بچاوے بس اس سے وہ شخص غیبت کنندہ اور ویسی ہی باتین اوسکی کرنے لگتا ہے کہ زیادہ تر موجب تعجب ہوگا اور یہ بھی ہان جی ہان جی کہنے لگتا ہے غرض کہ غیبت کا سننا اور تصدیق کرنا بھی داخل غیبت ہے بلکہ جو چپکا سنا کرے وہ بھی شریک غیبت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اَلْمُسْتَمِعُ اَحَدُ الْمُغْتَابَيْنِ اور ایکبار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ مین سے ایک نے دوسرے سے ذکر کیا کہ فلانا شخص بڑا سوتا ہے پھر دونون صاحبون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹی کے لیے سالن مانگا آپ نے فرمایا کہ سالن تو تم لے چکے اونھون نے عرض کیا کہ ہمکو تو معلوم نہین کب لیا آپنے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کا گوشت کھا چکے دیکھو باوجودیکہ وہ کلمہ ایک صاحب نے فرمایا تھا مگر آپ نے دونون کو شریک کیا اسیطرح ماعزؓ کے رجم مین جب دو شخصون نے آپسمین کہا تھا کہ کتے کی طرح اوسی جگہہ مارا گیا تو آپ نے مردار دکھیکر دونونکو ارشاد فرمایا تھا کہ اسمین دانت مارو حالانکہ کہنے والا ایک ہی تھا دوسرا سنتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کے گناہ مین شریک ہے مگر اوس صورت مین کہ زبان سے کہنے والے کو منع کردے اور اگر زبان سے منع کرنے کا خوف ہو تو دلمین برا سمجھے اور اگر آپ اوس مجلس سے اٹھہ سکتا ہے یا کہنے والے کو دوسری بات مین لگا سکتا ہے مگر یہ دونون باتین نہ کین تو گناہ بیشک ہوگا اور اگر زبان سے تو منع کیا لیکن دلمین خواہش سننے کی رہی تو اس کا نام نفاق ہے گناہ سے جبھی بچیگا جب دل سے برا سمجھیگا اور منع کرنے مین اسیقدر کافی نہین کہ ہاتھ سے یا ابرو یا آنکھ کے اشارہ سے روکدے اسمین سہل انگاری سی معلوم ہوتی ہے بلکہ یون چاہیے کہ بخوبی منع کرے کہ خبردار ایسا ذکر ہرگز مت کرنا حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ اُذِلَّ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَلَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى نَصْرِهِ اَذَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى

روایت الخرائطی اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيهِ بِالْغَيْبِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَرُدَّ عَنْ عِرْضِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور نیز فرمایا مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيهِ بِالْغَيْبِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ اور غیبت کیوقت مسلمانکی نصرت کی بابمین اور اوسکی فضیلت مین بہت سی احادیث ہین جنکو ہم باب آداب صحبت اور حقوق اہل اسلام مین بیان کرچکے ہین اب اعادہ کرنا امر زائد ہے

## تیسرا بیان اسباب غیبت کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ غیبت کے سبب بہت ہین مگر گیارہ سبب ہین وہ سب آجاتے ہین آٹھ تو اونمین عوام کے حق مین عام ہین اور تین دینداروں کے لیے خاص ہین آٹھ سببونمین سے اول یہ ہے کہ غصہ کے وقت دل کی پھپولے پھوڑنے منظور ہون یعنی جب کوئی ایسا سبب ہوجاوے کہ آدمی کو دوسرے پر غصہ آوے تو ہیجان غضب مین اوسکی برائی کرنے لگتا ہے اور دل کی کسر نکالتا ہے یہ امر اقتضائے طبع سے ہوتا ہے بشرطیکہ دین کا تعلق نہو اور کبھی بظاہر برا نہین کہتا مگر دلمین کینہ رہتا ہے اس سے گویا آیندہ کو ہمیشہ کے لیے برا کہنے کی بنا پڑتی ہے پس کینہ اور غضب دونون غیبت کے بڑے سببون مین سے ہین دوسرا سبب اورونکی دیکھا دیکھی اور ہان مین ہان ملانا ہے شلاً اگر اپنے رفیق اور اہل جلسہ کسی کی برائی کرین تو اوسوقت یہ سمجھتا ہے کہ اگر انکی طرح نہ کہونگا تو یہ ناراض ہوجاوینگے یا مجھکو برا سمجھینگے اور کنارہ کشی کرینگے تو انکی سی یہ بھی کہنے لگتا ہے اور اس امر کو حسن معاشرت اور ملنساری جانتا ہے تو جب وے غصہ کیحالت مین کسیکو برا کہتے ہین یہ بھی غصہ انکی دیکھا دیکھی کرکے برا کہنے لگتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ پیش بندی منظور ہو یعنی جب کسیکو معلوم کیا کہ یہ شخص کسی بڑے آدمی کے سامنے میری برائی کریگا یا میرے خلاف گواہی دیگا تو پہلی ہی سے اوسکی برائی کرنے لگے کہ پھر وہ اگر اوس کی نسبت کچھ کہے تو شنوائی نہو اول سے یہ بات مخاطب کے دلمین جم جاوے کہ یہ آدمی لغو اور فضول گو ہے یا اول اول کچھ اوسکے سچے حالات بیان کیے بعدہ جھوٹے معاملے بھی اوسکی طرف لگا کر کہدے تاکہ پچھلے حالات کیطرح انکو بھی مخاطب صحیح تصور کرے اور اوسکا جھوٹ اور فریبی ہونا اسطرح مشہور ہوجاوے اور اوسکو اسطرح بیان کرتا ہے کہ میری عادت جھوٹ بولنے کی نہین مگر مینے تم سے فلان فلان حال بیان کیے سب سچے نکلے جیسے مینے کہے تھے چوتھا سبب یہ کہ کسی عیب سے اپنا بری ہونا مقصود ہوتا ہے تو اوسوقت دوسرے شخص کا نام لیکر کہتا ہے کہ اوسنے بھی ایسا ہی کیا یا وہ بھی میرے ساتھ شریک تھا یعنی مین معذور ہون اور چاہیے یون تھا کہ اپنے آپ کوئی عذر بیان کرتا دوسرے کا نام نہ لیتا پانچوان سبب ارادہ فخر و مباہات ہے کہ دوسرے کے ناقص تبلانے سے اپنا افضل ہونا ثابت کرے شلاً کسی کو یہ کہنا کہ وہ جاہل

آدمی ہے اوسکی سمجھ اچھی نہین کلام پوچ کرتا ہے اس سے غرض یہی ہوتی ہے کہ ہم اوسکی نسبت زیادہ جانتے ہین یا یہ خوف ہوا کہ شاید میری سی تعظیم کہین اوسکی نہونے لگے اسلیے اوسمین عیب نکالنی شروع کیے چھٹا سبب حسد ہے یعنی جب لوگون کو دیکھا کہ کسیکی تعریف و تعظیم کرتے ہین اور اوس سے محبت بھی آتے ہین تو رگ حسد جوش کرتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ یہ نعمت اوسکی پاس نرہی تو اور تو کچھ نہین بن پڑتا اوسکا عیب ظاہر کرنا شروع کرتا ہے تاکہ لوگونکی نزدیک اوسکی عزت نرہی اور تعظیم و اکرام درج سے باز آوین اسلیے کہ اسکو تعریف کا سننا اور تعظیم ناگوار گذرتی ہے اس کا نام حسد ہے یہ غصہ اور کینہ کے علاوہ ہے کیونکہ غصہ اور کینہ مین تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کچھ اپنا بگاڑ کرتا ہے جب غصہ و کینہ آتا ہے اور حسد بگاڑ پر موقوف نہین دوست محسن و رشتہ دار موافق پر بھی ہوا کرتی ہے ساتوان سبب کھیل و دل لگی ہے کہ دوسرے کی برائی بیان کرکر ہنسنا اور ہنسانا اور وقت کاٹنا منظور ہوتا ہے آٹھوان سبب دوسرے کی حقارت کے لیے اوسکو بنا لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ سامنے اور پیٹھ پیچھے دونون طرح ہوتا ہے اسمین اپنی بڑائی اور دوسرے کی ذلت منظور ہوتی ہے اور دو مین سبب جو خاص لوگونمین باعث غیبت ہوتی ہین وہ بڑے دقیق و باریک ہین خیر کے پہلو مین شیطان اونکو ڈالتا ہے اونمین خیر واقع مین ہوتی ہے مگر شیطان نے بھی خلط کر دیا ہے پہلا سبب ہر کہ دین کے باعث کسیکی قصور پر مطلع ہو کر تعجب معلوم ہوتا ہی کہ کہنے لگتا ہے کہ دیکھو فلان شخص سے ہمکو عجیب بات معلوم ہوئی ہر چند وہ دیندار آدمی ہے کسی قسم کی خطا در حقیقت تعجب ہوتی ہے مگر دوسرے شخص کو یون چاہیے تھا کہ تعجب تو کرتا مگر نام کسی کا نہ لیتا پس نام کا لینا شیطان کا کام ہے ایسی بات سے یہ داخل غیبت ہو گیا اور ناواقف گنہگار ٹھہرا اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کسیکو کہین کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اوس شخص ایسی بد صورت عورت سے محبت کرتے یا جاہل کنین جا جا کر بیٹھے دوسرا سبب کسی کی خطا دیکھکر رحم آنا اور رنج کرنا مثلا جب کسی کو کسی امر شدید مین مبتلا دیکھا تو برا درد کیا کہ ہم کو اوسکی حال پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اس بلا مین گرفتار ہو گیا تو اگرچہ وہ دعوی افسوس اسکی بابت سے صحیح ہے مگر چونکہ غم مین اوسکا نام لیدیا اپنی ہی دل سے داخل غیبت ہو گیا پس ہر چند کسی مسلمان کی خطاوار ہونے سے غم کرنا اور رحم کھانا اچھی بات ہے لیکن شیطان نے اسمین یہ شر بھی ملا دیا کہ اوسکا نام لیدیا بدون نام کے کہے بھی تو رنج و رحم و تعجب ممکن ہے الا شیطان نے اسکے ثواب سے محروم رکھنے کے لیے نام لوا دیا تیسرا سبب اللہ کیواسطے غصہ کرنا یعنی جب کسی آدمی کو بری بات کرتے سنا یا دیکھا تو براہ حمیت دینی غصہ آتا ہے اسمین اگر اوسکا نام لیکر غصہ کریگا تو غیبت مین داخل ہو گا بلکہ واجب ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کے لیے اظہار غضب خاص اوس شخص پر کرے اسکی اطلاع دوسرے کو نہوا یا اظہار غضب کے وقت اوسکا نام

اور برا نہ کہے یہ تین سبب ایسے ہین کہ انکا معلوم ہونا عوام کو تو کیا علما کو بھی بہت مشکل ہے کیونکہ ظاہر اسباب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعجب اور رحمت اور غضب جب اللہ کیواسطے ہونگے تو تعین نام مین ایک عذر قوی
ہوگا حالانکہ یہ خطا ہے بلکہ غیبت کی باب مین حاجات مخصوص ہین کہ اونمین ذکر نام کی گنجایش نہین
جیسا کہ آگے مذکور ہوگا عامر بن واثلہ رض روایت کرتے ہین کہ ایک شخص ایک مجمع پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات مین گذرا اور اونکو سلام کیا سبھون نے جواب سلام دیا جب وہ آگے بڑھا ایک آدمی
نے مجمع مین سے کہا کہ اوس شخص کے ساتھہ بغض اللہ ہے لوگون نے کہا کہ یہ تم نے بہت برا کہا ہم اوسکو
مطلع کرتے ہین اور اوسیوقت ایک آدمی سے کہا کہ اوس شخص سے جا کر کہدے کہ فلان شخص تمہاری نسبت
یون کہتا ہے چنانچہ ایسا ہی اوہ شخص سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور اوس شخص
کا قول اپنی نسبت عرض کیا آپ نے اوسکو بلوا کر پوچھا کہ تو نے ایسا کلمہ اسکی نسبت کہا ہے اوسنے عرض کیا
کہ ہان آپنے فرمایا کہ پھر وجہ بغض کی کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین اس شخص کا ہمسایہ ہون اسکے حال کو
خوب جانتا ہون یہ شخص سوای نماز فرض کے اور کوئی نماز نہین پڑھتا اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ دریافت
فرمائی کہ فرض نماز مین مینے کبھی دیر کی ہے یا وضو اچھی طرح نہین کیا یا رکوع سجدہ برا کیا ہے جب آپ نے اوس سے
پوچھا تو عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ یا حضرت سوای ماہ رمضان مبارک کی اور کبھی
روزہ رکھتے مینے اسکو نہین دیکھا اور اس مہینے کے روزے تو اچھے برے سب ہی آدمی رکھتے ہین اوسنے جواب مین
عرض کیا کہ آپ دریافت فرمائیے کہ کبھی مینے کسی رمضان کے روزہ نرکھے ہون یا کچھ اور جنکا حق ادا نہ کیا ہو یا نے
جو دریافت فرمایا کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ مینے اسکو کبھی سائل اور مسکین کو دیتے نہین دیکھا اور نہ
خدا واسطے کبھی کچھہ خرچ کرتے دیکھا البتہ زکوۃ مال کی دیا کرتا ہے سو بھی دیتے ہین اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ پوچھئے
کہ کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ مینے زکوۃ کم دی ہو یا وقت سے ٹال گیا ہون آپ نے جو دریافت فرمایا اوسنے عرض کیا
کہ یہ بات تو کوئی نہین ہوئی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ چلا جا شاید یہی شخص تیری نسبت بہتر ہو اس سے بغض کیون رکھتا ہے

## چوتھا بیان اوس تدبیر کے ذکر مین جس سے زبان غیبت سے باز رہے

جاننا چاہیے کہ کل اخلاق بد کا علاج معجون علم و عمل سے ہوتا ہے اور ہر مرض کی دوا اوسکی سبب کے
خلاف ہوتی ہے یعنی سبب مرض اگر برودت ہو تو علاج حرارت سے ہوگا اور اگر حرارت ہو تو برودت سے
اور چونکہ سبب غیبت کے اوپر مذکور ہوے اب معلوم کرنا چاہیے کہ روکنا زبان کا غیبت سے دو طرح ممکن ہے
ایک طور تو اجمالی ہے اور ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کرلے کہ غیبت کی باعث غضب
الٰہی مین گرفتار ہونگا جیسے کہ اخبار و آثار سے معلوم ہوا اور یہ کہ اسکی باعث قیامت کے روز نیکیاں ہبکا

ہوجاوینگے اسلیے کہ غیبت مین جس شخص کی ہتک کی ہوگی نیکیان اوسکو مل جاوینگے اگر نیکیان غیبت کنندہ کے پاس نہونگی تو دوسرے شخص کی برائیان اسکے نامہ اعمال مین لکہدی جاوینگی اور غضب الٰہی اسکی علاوہ ہوگا کہ خدا کے سامنے گویا یہ شخص مُردار خوار ہو بلکہ اگر پلہ بدیون کا جھک گیا تو دوزخی ہی ہوا فرض کرو کہ اس کی نیکیان اور بدیان برابر تہین لیکن غیبت کی باعث اگر ایک نیکی دوسرے شخص کو مل گئی یا ایک بدی اسکیطرف آملی تو ظاہر ہے کہ دونون صورتون مین پلہ بدیونکا بھاری ہوجاوے گا اور اوسوقت نتیجہ بجز دوزخی ہونیکے اور کیا ہے اور کمتر درجہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب کم ملے یعنے جب مواخذہ اور باز پرس اور سوال وجواب حساب کتاب ہوچکے اور کچھ نیکیان مثلاً باقی رہین تو جتنا ثواب اسکو بے غیبت ان کے عوض ملنا غیبت ہونے سے وتنا نہین ملے گا حدیث شریف مین آیا ہے مَا النَّارُ فِي الْيُبْسِ بِأَسْرَعَ مِنَ الْغِيْبَةِ فِي حَسَنَاتِ الْعَبْدِ اور ایک روایت مین ہے کہ کسی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مینے یون سنا ہے کہ آپ میری غیبت کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ میری نظرون مین تمہاری ایسی قدر نہین کہ اپنی نیکیان تمکو حوالہ کرون غرض کہ جب آدمی اون احادیث کو جو غیبت کی باب مین وارد ہین یقین کرلے گا تو ڈر کے مارے غیبت پر زبان نہ کھلے گی اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جب غیبت کا خیال آوے تو اپنے نفس مین فکر کرے کہ کوئی عیب مجھمین بھی ہے یا نہین اگر کوئی عیب پاوے تو اوسکے دور کرنے مین مشغول ہوجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو یاد کرے طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ اور جب آدمی مین خود عیب ہو تو چاہیے کہ اس امر کی شرم کرے کہ اپنے نفس کو تو برا نہ کہے اور ونکو برا کہے بلکہ یہ جاننا کہ جیسا مجھسے اپنی نفس کا عیب دور نہوسکا ویسا ہی یہ شخص بھی مجبور ہوگا ورنہ خود رافضیحت و دیگری را نصیحت کی کیا معنی اور یہ بھی اوسصورتمین ہے کہ دوسرے شخص مین عیب اس قسم کا ہو جو اوسکے فعل اور اختیار سے ہوا ہو ورنہ اگر کوئی امر جبلی خواہ اعضا ظاہری مین ہوگا تو اوسپر برا کہنا تو خالق کو برا کہنا ہے معاذ اللہ منہا جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ اے بدصورت اوسنے جواب دیا کہ صورت کا بنانا میرے اختیار مین نہین تھا کہ مین اوسکو اچھا کرلیتا اور اگر اپنے نفس مین کوئی عیب نپاوے تو خدا کا شکر کرے اور غیبت مین جو سب مین بڑا عیب ہے مبتلا نہو مردار کے گوشت کھانے سے زیادہ برائی کونسی ہوگی پس اگر اپنے آپ کو عیبونسے صاف جانتا ہے تو دہن زبان کو اس غلیظ وکثیف چیز مین بھی آلودہ نہ کرے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو کوئی آدمی عیب سے خالی نہین اگر کوئی اپنے آپ کو عیب سے پاک تصور کرے یہ محض حماقت اور نادانی ہے پس یہی بہتر ہے کہ دوسرونکی غیبت کے وقت اپنے نفس کی اصلاح کیا کرے اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ یہ خیال کرے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے تو مجھکو کتنا برا معلوم ہوگا

اسیطرح اگر مین دوسرونکی غیبت کرونگا تو اوسکو بھی ویسا ہی رنج ہوگا پس جیسا یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اپنی غیبت کوئی کرے ایسا ہی اوسکو بھی ناپسند کرنا چاہیے کہ خود دوسرے کی غیبت کا مرتکب ہو یہ تدبیرین اجمالی تہین اور معالجہ تفصیلی اسطرح ہے کہ جونسا سبب غیبت کا ہو اوسکو دور کرنا چاہیے اسلیے کہ بیماری جبہی دور ہوتی ہے جب اوسکا سبب منقطع ہوجاتا ہے پس اگر سبب غیبت کا غصب ہو تو اوسے اسطرح بچنا چاہیے کہ دلمین یون تصور کرے کہ اگر مین اسپر غصہ نکالونگا تو خدا تعالی غیبت کی سبب مجھپر غصہ نکالے گا اسلیے کہ اوسنے فرمادیا تھا مگر مینے اوسکی عدول حکمی کی اور اوسکے روکنے کی کچھ حقیقت سمجھا اور حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ لِجَھَنَّمَ بَاباً لَّا یَدْخُلُ مِنْهُ اِلَّا مَنْ شَفٰی غَیْظَهٗ بِمَعْصِیَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی اور فرمایا مَنِ اتَّقٰی رَبَّهٗ کَلَّ لِسَانُهٗ وَلَمْ یَشْفِ غَیْظَهٗ اور فرمایا کہ جو شخص غصہ نکالنے پر قادر ہو کر اوسکو پی جاے اللہ تعالی قیامت کے روز سب لوگون کے سامنے اوسکو بلا کر ارشاد فرمادے گا کہ حورونمین سے جو نسی چاہے پسند کرے اور بعض انبیا علیہم السلام کے صحیفون مین ہے کہ خداوند جل وعلی فرماتا ہے کہ اے ابن آدم جب تو غصہ کرے مجھکو یاد کیا کر مین اپنے غصہ کیوقت تجھکو یاد کرونگا یعنے تباہ کارون کے ساتھہ تجھکو تباہ نہین کرونگا اور اگر باعث غیبت یار آشنا کی موافقت اور دکھا دیکھی ہو تو یون جاننا چاہیے کہ جس بات سے خدا ناخوش ہے اوسمین اگر مخلوق راضی ہوئی تو کیا ہوگا یہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ بندہ دوسرے کے خاطر اپنے آقا سے بگاڑ کرے اور اگر ایسا کرے تو اوس جیسا نادان اور حرام کوئی نہین ہان یہ چاہیے کہ غصہ کیوقت اوسمین بھی اسباب کا خیال رہے کہ جس پر غصہ ہو اوسکی نسبت کچھہ کلمہ بیجا نہ نکلے بلکہ رفقا سے اگر کوئی کلام کسیکی نسبت بیجا صادر ہو تو اون پر بھی غصہ کرے اسلیے کہ وہ لوگ بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے جسکا نام غیبت ہے اور اگر باعث غیبت اپنے نفس کا پاک و بری کرنا ہے یعنے دوسرے کا نام کسی گناہ مین اس لیے لیتا ہے کہ لوگ اوسکو بری تصور کرین اس خیال سے کہ ایسا کام اور اچھے لوگ بھی کرتے ہین تو اسکا علاج یہ ہے کہ خیال کرے کہ مخلوق کی ناراضی کی نسبت خدا تعالی کی ناراضی بہت سخت ہے اور غیبت کی سبب خدا تعالی کی ناراضی تو قطعاً ہوتی ہے مگر جس مطلب کیواسطے غیبت کرتا ہون وہ امید یقینی ہے اس لیے کہ کیا معلوم ہے کہ لوگ بعد غیبت اسکو بری تصور کرینگے یا نہین بہر صورت اسمین خدا تعالی کا غصہ اور آخرت مین تباہ ہونا اور نیکیون کا نقصان تو نقد اور حقیقت مین موجود ہے اور دنیا کے نزدیک سرخرو ہے اور لوگونکی زبان بندی ایک وہمی بات بمنزلہ ادہار کے ہے تو ایسے معاملہ مین سراسر جہالت و ذلت ہی اس کہنے سے کیا فائدہ کہ مین حرام کہایا تو کیا ہوا فلانا شخص بھی کہاتا ہے یا مین نے یہ قصور کیا تو تنہا نہین ہون فلان شخص بھی ایسا ہی کرتا ہے اسلیے کہ تقلید اور اقتدا ایسے ہی شخص کی مقبول ہوتی ہے جو خدا تعالی کی مرضی کے موافق

کام کرتا ہو اور اگر اوسکے خلاف حکم کرے تو اوسکی اقتدا ہرگز نہیں چاہیے خواہ کوئی کیون نہو ؎

| | |
|---|---|
| خلاف پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید |

فرض کرو کہ کوئی آدمی جلتی آگ مین کود پڑے اور تمکو قدرت اوس آگ سے بچنے کی حاصل ہو تو کبھی پہلے شخص کا ساتھ نہ دوگے اور اگر دوگے تو بیوقوف کہلاؤگے غور کرنیکی بات ہے کہ اپنا عذر بیان کرنے مین جو شخص دوسرے کا نام لیتا ہے تو اوسکے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو غیبت دوسرے اوس گناہ کی یادتی کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ مشہور ہے پس ایسے شخص پر جہالت اور غباوت دونون ختم ہین اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بکری ایک بکری کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتے دیکھکر آپ بھی اوسکے ساتھ گر پڑے اب اگر مثلاً اوسکی زبان گویا ہو جاوے اور اس گرنیکی وجہ یون کہے کہ چونکہ بکرا مجھسے زیادہ دانا تھا اور وہ پہلے گرا تھا اسواسطے مین بھی گر پڑی تو بیشک سننے والونکو ہنسی آویگی کہ کیسی جہالت کا جواب ہے مگر حضرت انسان کا بعینہ یہی حال ہے اپنے نفس پر ہنسی نہین آتی کہ خطا کا عذر کیسا نامعقول کرتے ہین اور اگر باعث غیبت یہ ہو کہ دوسرے کی نسبت اپنا فضل زیادہ ہو اور لوگ اوسکی برائی سے آگاہ ہوکر اوسکی تعظیم کریں تو اسکا علاج یہ ہے کہ غیبت کرنے سے جو مرتبہ خدا کے نزدیک تھا وہ تو جاتا رہا اب لوگونکے نزدیک فضل ہونا احتمالی بات ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ بد اعتقاد ہو جاوین جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لوگونکی برائی کرتا رہتا ہے بہر صورت اپنی قدر خدا کے یہان کی یقیناً دبو ڈالی اور دنیا کی عزت وہم ہی کا خریدار ہوا اور اگر بالفرض لوگونمین کچھ عزت و تعظیم ہوئی بھی تو قیامت مین کیا کام آویگی وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ وہان کوئی اپنا یا بیگانہ کچھ نفع نہین کریگا اور اگر غیبت کا سبب حسد ہو تو دو عذاب اور دوہری مصیبت اپنے اوپر لیتی ہے دنیا مین تو حسد کے باعث جلتا رہیگا چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

| | |
|---|---|
| حاسد کو ایکدم نہین راحت جہان مین | رنج حسد ہے جان ہے جبتک کہ جان مین |

اور اسپر بھی قناعت نکی غیبت کرکے عذاب آخرت بھی گردن پر لیا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوا ارادہ تو یہ کیا کہ دوسرے کا برا ہو مگر اپنا برا ہو رہا اور دوسرے کے شگون بد کے لیے اپنی ناک کٹ گئی کہ نیکیان اوسکو ملین گی خواہ اوسکی خطائین اپنے اوپر آئین گی دونون صورتین گویا اوسکے ساتھ تو دوستی ہوئی اور اپنے نفس کے ساتھ دشمنی اسکے سوا کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ حسد اور غیبت سے دوسرے کا فضل اور زیادہ مشہور ہو جاتا ہے تب اور زیادہ حماقت اور جہالت پر ندامت ہوتی ہے اور اگر باعث غیبت تمسخر ہو تو جاننا چاہیے کہ گو سر دست ایک شخص خاطر خواہ بن جاتا ہے لوگونمین رسوا ہوتا ہے مگر غیبت کرنیوالا خدا کے نزدیک رسوا ہوتا ہے اور فرشتون اور انبیا کے سامنے ذلت اٹھاتا ہے پس اگر آدمی اوسکی انجام کو

سوچے کہ کسطرح کی حسرت اور ذلت اور خجالت قیامت کے دن اٹھانی پڑیگی جب دوسرے کے گناہ اوسکے سر پڑینگے اور یہ بھاری گٹھری لیکر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اسطرح کا خوف دلمین سماوے گا کہ کبھی آدمی کے بنانے کو دل نچاہیگا اسلیے کہ دنیا مین دوسرے کو بنانا صرف چند آدمیون کے سامنے ہوگا اور قیامت کی رسوائی تمام خلق کے سامنے ہوگی اوسوقت دوسرا شخص اپنی غیبت کنندہ کو دیکھے گا کہ گدہے کیطرح بوجھون لدا ہوا دوزخ مین چلا جاتا ہے تو وہ اس رسوائی کو دیکھکر خوش ہوگا اور کہے گا کہ نہی کا فرایا یا دیکھہ خدا نے میری کیسی مدد کی اور کیا بدلا لیا اور اگر باعث رحمت غیبت کرتا ہے کہ دوسرے کے گناہ پر اسکو رحم آیا اسواسطے منہ سے غیبت نکلی تو رحم کہانا کسیکی مصیبت پر تو اچھا ہے مگر شیطان چونکہ انسان کا حاسد ہے وہ ایسا کلمہ منہ سے نکلوا دیتا ہے جس سے اوس مرحوم کے گناہ کم ہوجاوین اور غیبت کنندہ کے ذمہ پڑین پس اسصورت مین اگر سچ پوچھو تو وہ مرحوم قابل رحم نرہا اسلیے کہ اوسکی خطا کا نقصان غیبت کنندہ کی نیکیون سے جاتا رہا بلکہ اب قابل رحم غیبت کنندہ ہے کہ بیچارہ کو کینچ کے دینی پڑی ثواب کا ثواب گیا اور نیکیان کم ہوگئین اسیطرح اگر غصہ اللہ کیواسطے کیا جاتا ہے تو موجب غیبت نہین ہوتا مگر شیطان فریب دیکر اوس غصہ کا ثواب کہونیکے لیے منہ سے ایسی بات نکلوا دیتا ہے جو موجب نارضامندی خالق ہوا اور تعجب سے جو غیبت آدمی کرتا ہے تو چاہیے کہ اپنے نفس پر تعجب کرے کہ دوسرے کے دین مین دنیا کے واسطے کیسے اپنا دین برباد کر دیا اور اسیطرح یہ ہے کہ دنیا کی عذاب سے بھی بالکل امن نہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جیسے اسنے دوسرے کا ہتک کیا خدا تعالیٰ اسکا کیا اسکے آگے لاوے اور یہ بھی ویسا ہی ہوجاوے خلاصہ یہ کہ سب سببونکا علاج صرف انجام کا جان لینا ہے کہ یہ باتین مذکورہ بالا اوسکی دلمین مجمن جاوین پس جس کسی کا ایمان ان سب باتون پر پکا ہوگا اوسکی زبان بیشک غیبت سے بازرہیگی۔

## بیان پانچوان اس امر کا کہ دل سے بھی غیبت کرنی حرام ہے

واضح ہو کہ بدگمانی حرام ہے جسطرح کہ برا کہنا ناجائز ہے مثلاً جیسا دوسرے کی غیبت زبان سے ذکر کرنی نچاہیے ویسا ہی یہ بھی نچاہیے کہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمانی کرے اور بدگمانی سے ہماری غرض یہ ہے کہ دل سے مقصداً دوسرے کو بدنسمجھنا چاہیے اگر کسی کی برائی خواطر اور حدیث نفس کے طور پر گذر جاوے تو وہ معاف ہے بلکہ شک بھی عفو مین داخل ہے ممنوع جو چیز ہے وہ ظن ہے یعنی دل کا میلان بدی کیطرف جسکی واسطے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور سوء ظن کے حرام ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسرار قلوب کو سوا علام الغیوب کے اور کوئی نہین جانتا پس بندہ کو نہین پہونچ سکتا کہ دوسرے کیطرف سے بدی کو دلمین جمالے ہان اوس صورت مین کہ بدی کا معاینہ ایسی طرح پر ہوجاوے جسمین محل تاویل نرہے تو البتہ اوسکے خلاف دلمین جمنا دشوار ہے مگر جب تک کسی کا حال نہ دیکھا ہو

نہ سنا خواہ نخواہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمان ہونا کام شیطان کا ہے ایسی صورت مین اوس اعتقاد کو جھوٹا کرنا چاہیے اور اس وسوسۂ شیطانی کی تکذیب کردینے ہونا چاہیے یہ بڑا فاسق ہے اور فاسق کی خبر ماننے کا حکم نہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی خبر کو سچ نجاننا چاہیے اور اگر اسکے ساتھ کچھ بات ایسی بھی ہو جس سے کہ یہ اعتقاد فاسد ٹھہرتا ہو یا خلاف کا احتمال نکلتا ہو تب تو بطریق اولی سچ نماننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ فاسق خبر سچ ہی کہتا ہو لیکن بلا تحقیق اوسکی تصدیق کیسے ہوسکتی ہے فرض کرو کہ ایک شخص کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے تو اوسپر حد شراب کی جاری نہوگی اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ شراب سے کلی کی ہو یا غرارہ کیا ہو یا زبردستی کسی نے منہ مین لگا دی ہو اور پیا نہو پس احتمالات کی ہوتے ہوئے تصدیق قلبی کرنی اور مسلمان پر سوء ظن کرنا نچاہیے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَہٗ وَمَالَہٗ وَاَنْ یُّظَنَّ بِہٖ ظَنَّ السَّوْءِ اس سے معلوم ہوا کہ جن دلیلون سے مال اور خون مباح ہوتا ہے اونہین دلیلون سے سوء ظن بھی مباح ہوتا ہے یعنی جب آنکھ سے دیکھ لے یا گواہ عادل سے ثابت ہو اور جب اسطرح نہو اور بدگمانی کا خطرہ دلمین آوے تو اوسکو نفس سے دور کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ اس شخص کا حال تجھسے آج تک مخفی رہا ہے اور جس وجہ سے تو اب سوء ظن کرتا ہے اوسمین بھی احتمال خیر و شر کا ہے پس بیفائدہ شر کیطرف جانا اور اوسی کا وسواس دلمین لانا کیا ضرور ہے اب اگر یہ کہو کہ شک تو آدمی کے دلمین خلجان کرتی ہی رہتے ہین اور حدیث نفس بھی ہوتی ہی رہتی ہے تو ظن کو ہم کسطرح جانین کہ اس چیز کا نام ظن ہے اوسکی علامت بتانی چاہیے تو معلوم کرو کہ ظن کے مستقل و مستحکم ہونیکی یہ علامت ہے کہ پہلے سے جسطرح کا اعتقاد ایک شخص کی ساتھ ہو ظن کے ہوتے ہوے وہ بات نرہے بلکہ اوس سے کسی قدر نفرت دلمین سما جاوے اور اگر پاس بیٹھے تو گران معلوم ہو جایت اور مہربانی و اکرام و تعظیم مین سستی کرنے لگے اور اگر وہ کچھ گناہ کرے تو اوسکا رنج نہو یہ نشان استحکام ظن کے ہین انسے جان لے کہ بیجا دوسرے کی نسبت سوء ظن ہے ایک حدیث شریف مین مذکور ہے ثَلَاثٌ فِی الْمُؤْمِنِ وَلَہٗ مِنْھُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُہٗ مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ اَنْ لَّا یُحَقِّقَہٗ یعنی سوء ظن سے نکال کی صورت یہ ہے کہ ظن کو ٹھہرنے اور جمنے نہ دے نہ دل مین نہ اعضاء ظاہری مین دلمین جمنے کی صورت تو یہ ہے کہ اوسکے باعث نفرت اور کراہت کرنے لگے اور اعضاء ظاہری مین یہ صورت ہے کہ اونسے بھی اعمال دل کے ظن کے موافق صادر ہون غرضکہ شیطان اونسی بات مین لوگون کی برائی دلمین ڈالدیتا ہے اور ساتھ ہی اوسکی یہ بھی تصور دلمین ڈالتا ہے کہ تمنے کیا خوب جلد دوسرے کو جان لیا کیسے عقیل اور ذکی ہین اور کیون نہو مومن کو تو خدا کے نور سے سوجھا کرتا ہے حالانکہ حقیقت مین شیطان کے دھوکے سے دیکھتا ہے اوسکا اندھیرا انکھون پر چھایا ہوا ہے

یہان تو رخصت اگمان البتہ اگر کوئی گواہ عادل کچھہ خبر سناوے اور دل اوسکی تصدیق کیطرف مائل ہو تو
معذور ہے اس لیے کہ اگر اوس عادل کو جھوٹا سمجھیگا تو اوسکی نسبت سوءظن ٹھرتا ہے اور ازانجا کہ تیغ بلا مرجح
ہو نہین سکتی کہ ایک کیطرف سوءظن ہوا دوسرے کیطرف حسن ظن تو ایسی صورتمین آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی
تلاش کرے کہ اون دونون مین عداوت یا حسد وغیرہ تو نہین کہ تہمت کو دخل ہو اور تہمت کی باعث
باپ اگرچہ عادل ہو اوسکی گواہی بیٹے کے نفع کے لیے شرعاً جائز نہین اور اوسکے سبب دشمن کی شہادت
غیر مقبول ہے پس جب تک یہ اچھی طرح معلوم نہو تب تک عادل کی خبر پر بھی توقف چاہیے نہ اوسکو سچا جانے
نہ جھوٹا بلکہ دلمین یہ سوچے کہ جس شخص کا حال اسنے کہا ہے اب تک بدستور سابق مجھکو اوسکا کچھہ علم نہین
ہوا جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے اور بعض اوقات آدمی ظاہر مین عادل تو ہوتا ہے اور اوسمین اور دوسرے
شخص مین عداوت وغیرہ بھی نہین ہوتی مگر اسکی عادت اسطرح کی ہے کہ لوگونکی برائی کیا کرتا ہے لوگ ظاہر
اوسکے اعمال کو دیکھکر جانتے ہین کہ یہ شخص عادل ہے مگر واقع مین عادل نہین ہے اسلیے کہ غیبت کرتا ہے اور
غیبت کنندہ فاسق ہوتا ہے جسکی عادت غیبت کی ہوتی ہے اوسکی گواہی نہین چاہیے مگر لوگون کو غیبت کے
باب مین ایسی سہل انگاری ہے کہ اسکی کچھہ پروا نہین کرتے ایک دوسری کی برائی کرتے رہتے ہین خلاصہ
کہ جب کسی مسلمان کیطرف سوءظن دلمین ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلے کی نسبت اوسکی مراعات زیادہ کرے
اور اوسکے لیے دعاء خیر کرے اس سے سوءظن جاتا رہیگا اور شیطان کو برا معلوم ہوگا پھر کبھی کسی کیطرف سے
سوءظن دلمین نڈالیگا اس ڈر سے کہ مبادا یہ اوسکے لیے دعا خیر اور زیادتی رعایت مین مصروف ہوجاوے
اور جب کبھی کسی شخص مسلمان کی لغزش دلیل سے پایہ ثبوت کو پہونچ جاوے تو اوسوقت چاہیے کہ شیطان
کے فریب مین آکر اوسکی غیبت نہ کرنے لگے بلکہ اوسکو خفیہ نصیحت کرے اور نصیحت مین بھی یہ خیال رہے
کہ اس بات کی خوشی ظاہر نہو کہ ہمکو دوسرے کا دینی عیب معلوم ہوگیا اور ہمکو رتبہ وعظ و نصیحت حاصل ہوا ہمارا
مرتبہ اس سے بڑا ہے اسکو ہماری تعظیم چاہیے بلکہ جسطرح اپنے آپ مین کوئی نقصان دینی ہونے سے رنج ہوتا ہے
ویسا ہی رنج کرکے یہ قصد کرے کہ یہ گناہ اوس سے چھوٹ جاوے اور بدل یہی اچھا معلوم ہو کہ بدون میرے
نصیحت کیے وہ راہ راست پر آجاوے جب اسطرح پر آدمی کام کریگا تو تین ثواب کا مستحق ہوگا اول دوسرے کو
نصیحت کرنیکا دوم اوسکی خطا پر غم کرنیکا سوم دین پر اوسکی مدد کرنے کا اور جاسوسی کرنا بھی سوءظن کا نتیجہ
ہے یعنے جب کسی کی طرف سے کچھہ ظن ہوتا ہے تو دل کو اوسپر قناعت نہین ہوتی درپے تحقیق ہوکر اوسکے
حال کی جاسوسی کرتا ہے یہ بھی ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا ایک ہی آیت مین غیبت
اور سوءظن اور تجسس کو منع فرمادیا اور جاسوسی کے یہ معنی ہین کہ جو شخص مستور الحال ہے معلوم نہین کیا کرتا ہے

اوسکے حال کے دریافت کے درپے ہونا اور اوسکی خفیہ واقعات کی تلاش مین پڑنا یہانتک کہ اوسکے ایسے حال معلوم ہوجاوین کہ اگر وہ نہ معلوم ہوتے تو دل و دین کے لیے بہتر ہوتے اور حکم جاسوسی کا اور اوسکی حقیقت مفصل باب امر بالمعروف مین گذر چکی ہے وہان دیکھنا چاہیے ۱۲

## چھٹا بیان اون عذرونکا جنکے سبب غیبت درست ہے

جاننا چاہیے کہ اگر دوسرے شخص کی برائی بیان کرنے مین شرعًا کوئی مقصود صحیح ہو تو اوس غیبت کا گناہ نہین ہوتا اور وہ چھہ باتین ہین اول ظلم کی دادرسی کے لیے غیبت کرنی مثلاً مظلوم آدمی اگر حاکم اعلے سے کہے کہ فلان حاکم ادنی نے میرے اوپر ظلم کیا یا خیانت کی یا رشوت لی تو یہ داخل غیبت نہین کیونکہ بدون اسکی دادرسی نہین ہوگی مگر سوا مظلوم کے اور کوئی شخص ایسا کہے تو غیبت ہوگی مظلوم کو ظالم کا برا کہنا درست ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا[1] اور مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ[2] اور لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ[3] دوسرے یہ کہ بری بات کی دور کرنے کے لیے یا گناہ گار کے راہ راست پر آنے کے لیے استعانت منظور ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب آپ حضرت عثمان یا حضرت طلحہ کے پاس کو گذرے تو السلام علیکم کہا اونہون نے جواب نہ دیا آپنے اونکی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجاکر صلح کرادی تو یہ شکایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک داخل غیبت نہ تھی کیونکہ اس سے مقصود اوسکی صلح تھی اسیطرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ شام کے ملک مین ابوجندل نے شراب خواری شروع کردی ہے تو اونکو یون لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ[4] اونہون نے اسکے پڑھتے ہی توبہ کی تو جس شخص نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا کہا تھا بطور غیبت نہین کہا تھا اور نہ آپ نے اوسکو غیبت تصور کیا بلکہ اوس کا مقصود یہ تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنین گے تو اس حرکت کو برا جانکر اونکو نصیحت فرماوینگے اور اس باب مین جیسی آپکی نصیحت کارگر ہوگی دوسرے کی نہوگی اور ایسا ہی ہوا غرضکہ مقصود صحیح شرط ہے ورنہ غیبت کے حرام ہونے مین کیا کلام ہے تیسرے یہ کہ کسی مسئلہ مین حکم شرع پوچھنا منظور ہو مثلاً مفتی سے جاکر سوال کرے کہ میرے باپ بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھپر ظلم کیا یا شرعًا مجھکو کیا کرنا چاہیے جو اس ظلم سے رہائی پاؤن اور اسمین بھی احتیاط یہی ہے کہ کنایۃً استفسار کرے مثلاً یون پوچھے کہ آپ اس باب مین کیا ارشاد فرماتے ہین کہ ایک شخص پر اوسکے کسی رشتہ دار نے ظلم کیا تو اوسکو کیا کرنا چاہیے اور اگر اس ظالم کے باعث تصریح اور تعیین بھی کریگا تو جائز ہے چنانچہ روایت ہے کہ ہند عتبہ کی بیٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہین دیتا کہ مجھکو اور اولاد کو کافی ہو

[1] حق والا کہنے کا اختیار رکھتا ہے بخاری و مسلم نے روایت ابوہریرہ سے کی ۱۲
[2] مالدار کا ٹالنا ظلم ہے بخاری و مسلم نے روایت ابوہریرہ سے کی ۱۲
[3] قدرت والے کا ٹالنا اوسکی سزا اور آبرو کو حلال کرتا ہے روایت کی اسکو ابوداود و نسائی و ابن ماجہ نے ۱۲
[4] اوتارا گیا کتاب کا اللہ زبردست جاننے والے کی طرف سے گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا ۱۲
[5] بخاری و مسلم نے روایت کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۱۲

اگر اجازت ہو تو مین اوس سے چھپا کر لے لیا کرون آپ نے فرمایا کہ جسقدر ٹھیک ٹھیک تجکو اور تیری اولاد کو کافی ہو اوسقدر لے لیا کر تو باوجودیکہ اوسنے اپنے شوہر کا بخل اور ظلم ذکر کیا مگر آپ نے اوسکو منع نہین فرمایا کیونکہ غرض اوسکی مسئلہ کا دریافت کرنا تھا چوتھی یہ کہ کسی مسلمان کو شر سے بچانا منظور ہو مثلاً جب کسی فقیہ دیندار کو دیکھا کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ خوف ہوا کہ کہین اوسکی بدعت یا فسق مین یہ بھی مبتلا نہو جاوے تو جائز ہے کہ اوس بدعتی یا فاسق کی بدعت و فسق کا اظہار اوس فقیہ سے کردے اس غرض سے کہ اوسکا اثر اوسمین نہو جاوے اور کسیطرح جائز نہین اسلیے کہ اسمین دھوکا بھی ہو جاتا ہی کیونکہ کبھی حسد کے سبب سے دوسرے کی بدعت و فسق کہنے کی نوبت آتی ہے اور شیطان یہی سوجھاتا رہتا ہے کہ لوگون کا بچاؤ اس بدعتی و فاسق سے منظور ہے ایسا ہی اگر کوئی کسی شخص کو نوکر رکھنا چاہتا ہے اور اوس نوکر کا عیب آقا کے کسی دوست کو معلوم ہے تو اوسکو چاہیے کہ آقا سے اوسکا حال کہدے گو اسمین نوکر کا ضرر ہے مگر آقا کی فائدہ پر اور نقصان نہونے پر اول لحاظ چاہیے اسیطرح اگر کوئی حاکم گواہی کے باب مین کسی کا حال پوچھے کہ یہ شخص گواہ کیسا ہے عادل ہے یا نہین تو اوسوقت بھی اگر اوسکی برائی معلوم ہو تو بیان کردینی چاہیے اسلیے کہ گواہونکی گواہی پر دار و مدار مقدمہ کا ہوتا ہے اگر یہ سچ نہ کہے گا تو کیا عجب ہے کہ دوسرے کا نقصان ہو جاوے ایسا ہی اگر کوئی شخص نکاح کے باب مین خواہ ودیعت رکھنے کے باب مین دوسرے کا حال پوچھے تو جیسا جانتا ہو ویسا ہی کہدے اسصورت مین اظہار عیب داخل غیبت نہین اسواسطے کہ مقصود خیرخواہی مشورہ چاہنے والے کی ہے نہ دوسرے کو برا کہنا اور اسی لحاظ سے اگر یہ جانے کہ میرے صرف منع کرنے سے یہ باز رہیگا تو فقط یہی کہدے کہ ایسا مناسب نہین معلوم ہوتا اور اگر یہ جانے کہ بدون دوسرے کی برائی زبان پر لائے یہ ہرگز باز نہ آویگا تو اوسوقت اوسکا حال صاف صاف کہدے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی اَتَرْعَوُونَ عَنْ ذِکْرِ الْفَاجِرِ بِمَا فِیْہِ اَھْتِکُوْہُ حَتّٰی یَعْرِفَہُ النَّاسُ اُذْکُرُوْہُ بِمَا فِیْہِ حَتّٰی یَحْذَرَہُ النَّاسُ اور اکابر سلف کا قول ہے کہ تین آدمیونکی برائی کرنی غیبت نہین ہے اول امام ظالم دوم بدعتی سوم فاسق معلن پانچوین یہ کہ کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو گیا ہو جسمین کوئی عیب ہو جیسے لنگڑا یا اندھا یا گنجا وغیرہ تو اسصورت مین بھی گناہ نہین احادیث کی روایت مین ایسا پایا جاتا ہے مثلاً روے ابو الزناد عن الاعرج و سلیمان عن الاعمش اور ضرورت کی واسطے علمانے ایسا کیا کہ مقصود تصریح راوی کی تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لقب اونکے ایسے ہو جاتے ہین کہ اونسے وہ لوگ برا نہین مانتے تاہم ایسے القاب کو کنایۃً بولنا بہتر ہی اسیواسطے اندھے کو بصیر کہا کرتے ہین کہ نقصان کا ذکر نہ آوے چھٹے یہ کہ جسکی برائی کرین وہ فاسق معلن ہو یعنے فسق علانیہ کرتا ہو کسی پر اوسکی برائی مخفی نہو جیسے مخنث یا شراب خوار یا بھنگڑ یا لوگون کی ڈانڈ لینے والے

کہ ظاہر ظہور یہ کام کرتے ہون اور اگر کوئی اونکی یہ خطا بیان کرے تو برا مانتے ہون تو ایسے لوگونکی غیبت جائز ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مَنِ الْقٰی جِلْبَابَ الْحَیَاءِ عَنْ وَجْھِهٖ فَلَا غِیْبَةَ لَهٗ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ فاجر کی کچھہ حرمت و عزت نہین یعنی جو شخص کہ کھلم کھلا بدکاری کرتا ہے اوسکو برا کہنے سے ہتک عزت اور داخل غیبت نہین الا جو چھپا کر کرتا ہے اوسکی حرمت کی رعایت چاہیے اور صلت بن طریف کہتے ہین کہ مینے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر مین فاسق معلن کی برائی کرون اور جو بات اوسمین ہے اوسکو بیان کرون تو غیبت ہوگی یا نہین اونہون نے فرمایا کہ غیبت تو نہین مگر کچھہ بزرگی بھی نہین اور یہ بھی اونہین کا قول ہے کہ تین شخصونکی برائی غیبت نہین صاحب ہوا ء نفسانی اور فاسق معلن اور امام ظالم کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال ظاہر کرکے کرتے ہین بلکہ اکثر اوقات اونسے فخر کرتے ہین تو برا کیون ماننے لگے تھے ہان جو بات چھپا کر کرتے ہون اوسکے ذکر سے البتہ گناہ ہوگا اور عوف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مینے ایکبار حضرت ابن سیرین کی خدمت مین حاضر ہوکر حجاج بن یوسف کو برا بھلا کہا تو انہون نے فرمایا کہ اللہ تعالی حاکم عادل ہے جیسا حجاج سے انتقام اوسکے ظلم کا لے گا ایسا ہی جو کوئی اوسکی غیبت کرتا ہے اوس سے اوسکا عوض لیگا اور یاد رکھو کہ کل کو جب خدا کے سامنے جاؤگے تو تمہارا یہ چھوٹا گناہ حجاج کے بڑے گناہون سے تم پر سخت معلوم ہوگا

## ساتوان بیان غیبت کے کفارہ کے ذکر مین

غیبت کنندہ پر لازم ہے کہ غیبت سے توبہ کرے اور نادم ہوکر اپنے فعل پر تاسف کرے تاکہ اللہ تعالے کے حق سے بری الذمہ ہو پھر جس شخص کی غیبت کی ہے اوس سے معاف کرا دے تاکہ اوسکے حق سے بھی بری ہو مگر حزین اور نادم اور متاسف ہوکر قصور معاف کراوے اسلیے کہ ریاکار آدمی اسلیے بھی عفو کی خواہان ہوتے ہین کہ کوئی اونکو بڑا پرہیزگار جانے حالانکہ وہ دلمین ذرا ندامت کا نام نہین ہوتا تو اس سے ایک دوسرا گناہ منہ ہوتا ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کی غیبت کی ہی اوسکے حق مین دعا مغفرت کافی ہے معاف کرانیکی ضرورت نہین اور اسکی وجہ اس حدیث کو کہتے ہین جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَهٗ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهٗ اور حضرت مجاہد رض فرماتے ہین کہ کفارہ کسی کے گوشت کہانیکا یہی ہے کہ اوسکی ثنا کرے اور اوسکے لیے دعاء خیر کرے اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ غیبت سے توبہ کس طرح ہوتی ہے اونہون فرمایا کہ اسطرح ہے کہ جسکی غیبت کی ہے اوسکے پاس جاوے اور کہے کہ جو کچھہ مینے کہا تھا جھوٹ کہا تھا تیرے حق مین ظلم و زیادتی ہوئی اب مین حاضر ہون چاہو مجھسے بدلا لو چاہو معاف کرو اور یہی قول عطاء کا اصح ہے اور یہ جو بعض

لوگ کہتے ہین کہ آبرو کا کچھہ عوض نہین اوس سے عفو چاہنا واجب نہین جیسا مال کی صورت مین معاف کرانی کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ایک قول پوچ ہے اسلیے کہ آبرو ایسی چیز ہی کہ اوسکے واسطے گالی مین سزا دیجاتی ہے اور بازپرس ہوتی ہے بلکہ حدیث شریف مین اسکی تصریح ہے موجود ہے کہ آپنے فرمایا مَنْ کَانَتْ لِاَخِیْهِ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ فِیْ عِرْضٍ اَوْ مَالٍ فَلْیَتَحَلَّلْهَا مِنْهُ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَیْسَ هُنَاکَ دِیْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنَّمَا یُوْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَزِیْدَتْ عَلٰی سَیِّئَاتِهٖ اور حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو فرمایا جسنے کہ دوسری عورت کو کہا تھا کہ بڑے لنبے دامن والی ہے کہ تو نے اوسکی غیبت کی اوس سے اپنا قصور معاف کرا اس سے معلوم ہوا کہ عفو کرانا بیشک چاہیے بشرطیکہ ممکن ہو اور اگر وہ شخص مفقود الخبر ہو یا مر گیا ہو تب البتہ اوسکے لیے زیادہ تر دعاء خیر کرے اور اوسکو نیکیون کا ثواب بخشا کرے اب باقی رہا یہ کہ معاف کرنا دوسرے کے ذمہ واجب ہی یا نہین تو اوسکا حال یہ ہے کہ واجب تو نہین اسلیے کہ یہ ایک طور کا احسان کرنا ہے البتہ مستحب ہے اگر معاف کر دے گا تو ثواب پاویگا ورنہ مستحق عتاب نہین اور معاف کرانیکی سبیل یہ ہے کہ اول اوس شخص کی خوب سی تعریف کرے اور اوس سے دوستی پیدا کرے اسیطرح روزمرہ کرتا رہے یہانتک کہ اوسکا دل اسکی طرف سے صاف ہو جاوے اور قصور معاف کرے اور اگر بالفرض طبیعت صاف نہوگی تب بھی اسکا عذر کرنا اور دوست بنجانا خالی ثواب سے نہوگا عجب کیا ہے کہ غیبت کی مقابلہ مین یہی نیکی ہو جاوے اور بزرگان سلف مین سے بعضے لوگ معاف نہین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو شخص مجھپر زیادتی کرتا ہے مین اوسکو معاف نہین کرتا اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ غیبت کو مینے تو حرام کیا ہی نہین خدا تعالی نے حرام کیا ہے پس مین معاف کرکے اوسکو حلال کیون کرون اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ کیا تم مین سے کسی سے نہین ہو سکتا کہ مثل ابی ضمضم کے ہو جاوے وہ جب گھر مین سے نکلتا تھا تو کہتا تھا کہ الٰہی مینے لوگون پر اپنی آبرو خیرات کر دی تو آبرو کا صدقہ کر دینا کیسے ہوتا ہے اور اگر یہ صدقہ جائز ہو تو ایسے شخص کو لوگ برا بھلا کہہ سکتے ہین یا نہین اور اگر صدقہ نا جائز ہو تو حدیث مین اسکی ترغیب کیون ہے تو اوسکا جواب یہ ہی کہ معنے ابی ضمضم کے قول کے یہ ہین کہ مین قیامت کو اسکا طالب نہوگا کہ فلانے نے میری غیبت کی تھی اوس سے میرا حق ملے اور اس کہنے سے نہ تو غیبت ایسی شخص کی جائز ہے اور نہ گناہ سے بری ہو سکتا ہے اسواسطے کہ پہلے وجوب ہی عفو کے کیا معنی بلکہ یہ ایک وعدہ کی صورت ہی کہ اگر کوئی مجھکو برا کہیگا تو مین قیامت مین خصومت نکرونگا پس اگر وہ اس وعدہ سے پھر جاوے اور اپنے حق کا طالب ہو تو مثل اور حقوق کے یہ بھی ہو سکتا ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح

تصریح کر دی ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو گالی و ہنیا لوگون کے لیے مباح کر دے تو اس سے اوسکا حق ساقط نہین ہوتا اور آخرت کی حقوق ایسے ہی ہین جیسے دنیا کے حاصل یہ کہ معاف کرنا افضل ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب قیامت کے روز تمام قومین اللہ عزوجل کے سامنے گھٹنون کے بل پڑی ہوئی ہونگی اوسوقت سرادقات کبریائی سے ندا ہوگی کہ جسکی مزدوری اللہ جل شانہ پر باقی ہو وہ اٹھے اوسوقت صرف وہی لوگ اٹھینگے جنھون نے دنیا مین لوگونکی قصور معاف کیے ہونگے اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھی اونھون نے فرمایا کہ یون حکم ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اوسکو معاف کرو اور جو تم سے نہ ملے اوس سے خود ملو اور جو تمکو نہ دے اوسکو دو اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سے کہا کہ فلان شخص نے آپکی غیبت کی ہے تو آپ نے غیبت کنندہ کے پاس کچھ خرما تر ایک طباق مین بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مینے سنا ہے تمنے اپنی نیکیون مین سے کچھ مجکو ہدیہ کی ہین تو مین نے اوسکا بدلہ چاہا مگر چونکہ پورا عوض نہین ہوسکا اس لیے جسقدر ہوسکا مکافات کی معذور رکھنا

**سولھوین آفت** چغلی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ پھر فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ عبداللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ زنیم کے معنے ہین وہ ولد الزنا جو بات نہ چھپاوے اور اس آیت سے اونھون نے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جو شخص بات نہ چھپاوے اور چغلی کھاوے وہ ولد الزنا ہے اور نیز فرمایا اللہ جل شانہ نے وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ اس آیت مین ہمزہ سے بعضون نے چغل خور مراد لیا ہے اور فرمایا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہتے ہین کہ ابولہب کی بی بی چغل خور تھی تو معنے یہ ہونگے کہ حمالۃ للحدیث اور فرمایا فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیبیون کی شان مین ہے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب کبھی اونکے یہان کوئی مہمان آتا قوم مین جاکر خبر کر دیتی وہ لوگ خبر پاکر اوس مہمان سے خواستگار لواطت ہوتے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی لوگون سے کہتی کہ آپ مجنون ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ اور دوسری روایت مین نمام کی جگہ قتات ہے جسکے معنی بھی نمام ہی کے ہین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا أَحَبُّكُمْ إِلَى اللَّهِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا الْمُوَطَّئُونَ أَكْنَافًا الَّذِينَ يَأْلَفُونَ وَيُؤْلَفُونَ وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَى اللَّهِ الْمَشَّاؤُونَ بِالنَّمِيمَةِ الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْإِخْوَانِ الْمُلْتَمِسُونَ لِلْبُرَآءِ الْعَثَرَاتِ اور فرمایا کہ کیا مین تمکو سب سے زیادہ شریر نہ بتادون صحابہ علیہم السلام نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمادیجیے وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو چغلی کھا کھا کر دوستون مین بگاڑ کرتے ہین اور صاف

آدمیون کے عیب کی متلاشی رہتے ہین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ اَشَارَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِکَلِمَۃٍ یُشِیْنُہٗ بِھَا بِغَیْرِ حَقٍّ شَانَہُ اللّٰہُ بِھَا فِی النَّارِ فِی الْقِیَامَۃِ اور یہ حدیث بھی اونہین سے مروی ہے مَنْ شَھِدَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِشَھَادَۃٍ لَیْسَ لَھَا بِاَھْلٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اور کہتے ہین کہ سوم حصہ عذاب قبر کا چغلی سے ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جنت کو پیدا کیا تو اوسکو ارشاد ہوا کہ کچھ بول اوسنے عرض کیا کہ جو شخص میرے اندر آویگا وہ سعید ہے اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی آٹھہ قسم کے لوگ تجھہ مین نہین رہین گے ایک ہمیشہ شراب پینے والا دوم زنا پر اصرار کرنے والا سوم چغل خور چہارم دیوث پنجم ظالم سپاہی چھٹا مخنث ساتوان قاطع رحم آٹھوان جو خدا کی قسم کسی کام کے کرنے کے لیے کہاوے اور پھر قسم پوری نکرے اور کعب احبار رض سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایکسال خشکی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام نے کئی بار مینہ کے لیے دعا کی مگر نہ برسا خدا تعالی نے وحی بھیجی کہ دعا تمہاری اور تمہارے ساتھہ والونکی اسلیے مقبول نہین ہوتی کہ تم مین ایک چغل خور ہے کہ وہ چغلی پر اصرار کرتا ہے حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی وہ کون ہے مجکو تبلادے تاکہ ہم اوسکو اپنے گروہ سے نکالدین ارشاد ہوا کہ اے موسی مین چغلی سے منع کرتا ہون اور پھر مین ہی چغلی کہاؤن پس سب ہمراہیون نے ایک ساتھہ توبہ کی اور باران رحمت نازل ہوا اور روایت ہے کہ ایک شخص سات سو کوس تک چلکر ایک حکیم کے پاس آیا اور اوس سے کہا کہ چونکہ تمکو اللہ تعالی نے علم دیا ہے مین بنظر استفادہ سات باتین پوچھنے آیا ہون اونکا جواب شافی عنایت فرماؤ اول سوال یہ ہے کہ آسمانون سے زیادہ بھاری کیا چیز ہے اوسنے جواب دیا کہ صاف آدمی پر بہتان باندہنا اوسنے دوسرا سوال کیا کہ زمین سے زیادہ چوڑی کیا چیز ہے اوسنے کہا کہ حق اوسنے تیسرا سوال پوچھا کہ پتھر سے زیادہ سخت کیا چیز ہے حکیم نے کہا کہ کافر کا دل اوسنے چوتھا سوال پوچھا کہ آگ سے گرم کیا شئے ہے جواب دیا کہ حسد اور حرص پانچوان سوال کیا کہ زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہے جواب دیا کہ کسی قریب رشتہ دار سے حاجت کا نہ پورا ہونا اوسنے چھٹا سوال کیا کہ سمندر سے زیادہ بے پروا چیز کیا ہے حکیم نے کہا کہ جس دل مین فراغت ہو ساتوان سوال کیا کہ یتیم سے زیادہ کون ذلیل ہے اوسنے جواب دیا کہ وہ چغل خور ہے جب اوسکا حال ظاہر ہو جاتا ہے تو یتیم سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے اب تعریف چغلی کی اور جو چیز اسکے دور کرنیکے لیے ضروری ہے اوسکو لکھا جاتا ہے واضح ہو کہ چغلی کی تعریف لوگون مین یہ مشہور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے جاکر یہ کہدے کہ فلانا شخص تمکو یہ کہتا تھا اور چغلی واقع مین اسی پر منحصر نہین بلکہ تعریف

۱ جو شخص کسی مسلمان پر ایک لفظ سے اشارہ کرے تاکہ اوسکو ناحق عیب لگاوے اللہ تعالی اوسی لفظ سے اوسکو قیامت کیدن دوزخ مین عیب لگاویگا ۱۲ ابن ابی الدنیا و حدیث موقوف ہے دیلمی اخلاق مساوی مین ۱۲

۲ جو شخص کسی مسلمان پر ایسی بات کی گواہی دے کہ وہ اوسکا اہل نہین تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین تلاش کرے ۱۲ احمد و ابن ابی الدنیا ۱۲

یہ حدیث بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کی ۱۲

اوسکی یہہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر کرنا برا ہو اوسکو ظاہر کر دے خواہ جسکی طرف سے کہا ہے اوسکو برا لگی یا جس
سے کہا ہے اوسکو برا معلوم ہو خواہ کسی تیسرے آدمی کو ناگوار گذرے اور ظاہر کرنا بھی خواہ قول سے ہو
یا لکھنے سے یا رمز و کنایہ سے اور جو چیز ظاہر کی ہے وہ بھی خواہ عمل ہو یا کلام خواہ عیب و نقصان دوسرے کا
ہو یا نہو غرض کہ چغلی افشاء راز اور مکروہ بات کی اظہار کا نام ہے پس جب آدمی کی نظر لوگونکی حال پر پڑے تو چاہئے
کہ سکوت کرے مگر ایسی بات جسمین فائدہ کسی مسلمان کا یا دور کرنا کسی گناہ کا پایا جاتا ہو اوسمین البتہ بولنا چاہئے
مثلاً جب کسی شخص کو دیکھے کہ کسی کا مال لیے لیتا ہے تو چاہئے کہ اوسکی واسطے گواہی دے اسمین رعایت مال
والے کی ہوگی لیکن اگر کوئی اپنا مال چھپا کر رکھتا ہو اوسکو اگر ظاہر کر دیگا تو چغلی ہوگی اور اگر کسیکا عیب یا
نقصان ذکر کرے گا تو دو گناہ ہونگے ایک غیبت کا دوسرے چغلی کا اور باعث چغلی کا یا تو یہ ہوتا ہے کہ جسکی
بات کہے اوسکو کچھہ برائی پہونچے یا یہ کہ جس سے بیان کرتا ہے اوسکی دوستی کا اظہار منظور ہو یا باتون مین
دل لگی کے طور پر مذکور ہو جاوے یا فضول و باطل بکنے کا شوق ہو بہر صورت جب کسی شخص کے سامنے اس
قسم کی کوئی چغلی پیش ہو مثلاً یون کہا جاوے کہ فلان شخص تمکو ایسا ایسا کہتا تھا یا تمہارے باب مین یہہ
کی ہے یا تمہاری بگاڑ کی فکر مین ہے یا تمہارے دشمن سے ساز رکھتا ہے یا اور کوئی ایسی ہی بات کہے تو سننے والے کو
چھہ باتین چاہئیں اول تو یہ کہ اوسکو سچا نجانے کیونکہ چغل خور فاسق ہے اوسکی شہادت نامقبول ہے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ دوسرے یہ کہ
کہنے والے کو منع کرے کہ پھر میرے سامنے ایسا مت کہنا اور اوسکو نصیحت کی راہ بتلا دے کہ یہ حرکت بیجا ہے
جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ تیسرے یہ کہ اوس سے اللہ کیواسطے بغض رکھے
کیونکہ اوس سے خدا تعالی بغض رکھتا ہے اور جس سے خدا بغض رکھے اوس سے بغض رکھنا واجب ہے چوتھی یہ کہ
غائب شخص پر صرف اسکے کہنے سے بدگمانی نکرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ إِثْمٌ پانچوین یہ کہ اوسکی کہنے سے درپے تحقیق و تلاش نہو اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا چھٹے یہ کہ جس بات
سے کہ چغل خور کو منع کیا ہے اوسمین آپ مبتلا نہو مثلاً لوگون مین ذکر نکرے کہ فلان شخص مجھسے ایسا ایسا
کہتا تھا ورنہ غیبت اور چغلی ہوگی اور اسی سے اوسکو منع کیا تھا روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر
بن عبد العزیز کی خدمت مین آیا اور ایک دوسرے شخص کا حال اونکے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ
اگر تو کہے تو اس بات کو امتحان کرین اگر جھوٹ نکلے تو تو اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا إِنْ جَاءَكُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَإٍ اور اگر سچ نکلے تو اس آیت کا هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ اور اگر کہے تو معاف کر دین اوسنے عرض کیا کہ یا
امیر المومنین مجھسے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نکرونگا معاف فرمائیے اور روایت ہے کہ ایک حکیم کا کوئی بھائی دوست

اے ایمان والو اگر آوے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرو کہیں جا پڑو کسی قوم پر نادانی سے ۱۲ موضح

اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے ۱۲ موضح

بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہو ۱۲

اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا ۱۲ موضح

طعنے دیتا چغلی لیے پھرتا ۱۲

پاس آیا اور اوسکی کسی دوست کا کچھہ حال کہا اوسنے سنکر جواب دیا کہ تم بہت دنمین تو آئی اور تین کرتوت ساتھہ لائے
اول تو یہ کہ میرے دوست سے بغض پیدا کردیا دوسرے میرا دل فارغ اور چین سے تھا اوسمین ایک تردد ڈالدیا سوم
مین تمکو امین جانتا تہا اب اعتبار جاتا رہا اور روایت ہے کہ سلیمان بن عبد الملک بیٹھے ہوئے تھے اور اونکے پاس حضرت
زہری بھی تھے اتنے مین ایک شخص آیا سلیمان نے اوس سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ تو نے میرے حق مین ایسا ایسا کہا ہے اوسنے
عرض کیا کہ یہ حرکت مجھسے نہین ہوئی اور نہ مینے کچھہ کہا سلیمان نے کہا کہ جسنے مجھسے کہا ہے وہ سچا آدمی ہے حضرت
زہری نے کہا کہ نمام سچا نہین ہوتا سلیمان نے کہا کہ واقع مین آپ نے درست فرمایا اور اوس شخص سے کہا کہ سچ جاؤ اور
حضرت حسن کا قول ہے کہ مَنْ نَمَّ اِلَیْکَ نَمَّ عَلَیْکَ اسیکا ترجمہ ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتی ہین

| | | |
|---|---|---|
| ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد | | بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد |

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمام سے بغض رکہنا چاہیے اور اوسکی قول کو معتبر اور سچا نجاننا چاہیے
کیونکہ وہ جہوٹ اور غیبت اور غدر و خیانت اور بغض و حسد اور نفاق اور لوگونمین بگاڑ ڈالنے سے
خالی نہین رہتا جس چیز کے پیوند کا خدا تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے اوسکو کاٹتا رہتا ہے وَیَقْطَعُوْنَ
مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی
الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور چغل خور بھی ایسے ہی لوگون مین سے ہے
اور حدیث شریف مین ہے اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنِ اتَّقَاہُ النَّاسُ لِشَرِّہٖ اور چغل خور
بھی ایساہی ہوتا ہے اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ اسمین بعضون نے تو قاطع سے مراد قاطع
رحم لی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو لوگونمین چغلی سے بگاڑ کرے اور
حضرت علی رضہ کے سامنے ایک شخص نے دوسرے کی چغلی کی آپ نے فرمایا کہ ہم اسکی تحقیقات کرتے مین
اگر سچ بات ہوئی تب تجھسے ناراض ہونگے اور اگر جہوٹ ہوئی تو سزا دینگے اور اگر چاہے تو معاف
کردین اوسنے عرض کیا کہ حضرت آپ معاف فرماوین اور محمد بن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ کونسی
خصلت سے ایمانداری قدر کم ہوتی ہے اونہون نے فرمایا کہ بہت باتین کرنی اور راز کا فاش کرنا اور ہر ایک کی بات مان لینی
اور ایک شخص نے عبد اللہ بن عامر سے اونکی عہد امارت مین پوچھا کہ مینے سنا ہے کہ فلان شخص آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ مینے آپکو
برا کہا ہے اونہون نے کہا کہ کہا تو ہے اوسنے کہا کہ جو کچھہ وہ کہہ گیا ہے آپ مجھسے ذکر کرین تاکہ مین اوسکا جہوٹ ظاہر
کرون اونہون نے کہا کہ مجھے یہ منظور نہین کہ اپنی زبان سے اپنے آپکو گالی دون اسمین یہی کافی ہے کہ مین اسکی بات سچ
نجانونگا اور تم سے ملاقات نہین چھوڑونگا اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ اون کے سامنے چغلی کا ذکر ہوا
اونہون نے فرمایا کہ لوگون کو کیا ہوا ہے کہ ہر ایک قوم کی لوگون سے سچ بات ناپسند کرتے ہین مگر چغل خور کی

جہوٹی بات کیون اچہی معلوم ہوتی ہے اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتی ہین ہما
یہ اعتقاد ہے کہ چغلی کی نسبت چغلی کا مان لینا زیادہ برا ہے اسلیے کہ چغلی مین تو صرف بتلانا ہی ہے
اور ماننے مین اجازت پائی جاتی ہی کہ اور کہا کرا اور دونون مین بہت فرق اسلیے چغل خور سے کنارہ کرنا چاہیے
کیونکہ اگر بالفرض اوسکا قول صحیح ہی تب بہی کمینگی سے خالی نہین کہ اوسنے حرمت کی حفاظت
نہ کی اور عیب پوشی کو کار بند نہوا اور ایک حدیث مین ہے کہ الساعی بالناس لغیر رشدہٖ یعنی
چغل خور حلال زادہ نہین ہوتا اور ایک شخص سلیمان بن عبدالملک کی پاس آیا اور زیاد الاعجم کی
چغلی کی سلیمان نے دونون کو صلح کے واسطے اکہٹا کیا تو زیاد اوس شخص کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ؏

| | |
|---|---|
| اناانت مین خیانت کی جو چہہ بولی سو سب ہی | یہی شرط مروت تہی دیانت اوسکو کہتے ہین ؏ |

اور ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمہارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنی مکانات مین تمکو بُرا کہا کرتا ہی اوسنے
نے جواب دیا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ تونے نہ تو اوسکی رفاقت اور ہمنشینی کا حق سمجہا کہ برا کہنے لگا
اور نہ میرا حق خیال کیا کہ مجکو اوسکا حال ایسا بتلایا جو مجکو برا معلوم ہو خیر اگر یون ہی ہے تو اوس سے
کہدینا کہ موت ہم دونونکو آوی گی اور قبر ہم دونونکو کہاوے گی اور قیامت مین اکٹہے ہونگے
اور احکم الحاکمین فیصلہ فرماویگا اور منقول ہی کہ بعض چغل خورون نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ
لکہا کہ جو یتیم آپ کی تربیت مین ہے اوسکی پاس مال بہت ہی اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب ہے اوسنے
اوس پرچہ کی پشت پر لکہا کہ چغلی بہت بری چیز ہے گو درست ہی کیون نہو خدا تعالی مرد متوفی
پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عنایت فرماوے اور اوسکے مال کو بڑہاوے اور چغل خور پر لعنت کرے
اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تجکو ایسی عادتین سکہلائے دیتا ہون کہ اگر اونپر کاربند
ہوگا تو ہمیشہ سردار بنا رہے گا وہ یہ ہین کہ قریب و بعید سے تخلق پیش آیا کر اور اپنا جہل کریم و لئیم پر
ظاہر مت کر اور لوگونکی حرمت کا لحاظ رکہہ اور اپنے یگانونسے ملا کر اور جو شخص تجہہ مین اور لوگون مین
بگاڑ ڈالا چاہے اور فریب دیا چاہے اوسکی بات کبہی مت مان اور اپنا بہائی اور دوست اوسکو جان
کہ جب علیحدہ ہوجاوے تو نہ تو اوسکی برائی کرے نہ وہ تیری اور بعضون نے کہا ہی کہ چغلی جہوٹ
اور حسد اور نفاق سے بنی ہے اور یہی تینون چیزین ذلت کی بنا اور ارکان ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ چغل خور اگر بالفرض سچ ہی کہتا ہے تو واقع مین گویا گالی وہی دیتا ہی اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیان
کرتا ہی وہ اگر سچ پوچہو تو قابل رحم ہے کہ اوسکو اتنی ہمت و جرات نہ تہی کہ سامہنی کہتا بلکہ اسنے خود اپنی
زبانسے تمکو رنج دیا حاصل یہ کہ چغلی کی بدی قابل سمجہنے کی ہے بڑی بلا ہی اس سے بڑی بکہیڑے ہوجاتے ہین

چنانچہ حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے غلام بیچا اور مشتری سے کہا کہ اسمیں کوئی عیب نہیں ہے مگر چغل خور ہے خریدار نے کہا کہ مجھکو منظور ہے غرض اوسکو خرید لیا چند روز کے بعد اوس غلام نے اپنی آقا کی بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر تمکو نہیں چاہتا اب وہ کوئی حرم اپنے گھر میں ڈالا چاہتا ہے مجھے ایک منتر آتا ہے جب تمہارا شوہر سوے استرہ سے گدی کے بال تھوڑے سے لیکر مجھکو دینا تو اون پر وہ منتر پڑھ دونگا تو تمہارا ہی ہو رہیگا اوسنے منظور کر لیا اور منتظر سونے کی ہوئی اور اس چالاک نے آقا سے خفیہ یہ کہا کہ تمہاری بیوی کسی دوسرے سے آشنائی رکھتی ہے فرصت کے وقت تمہارے مارنے کی فکر میں ہے امتحان کرنا چاہو تو سونے کے بہانہ سے لیٹ کر دیکھ لو وہ شخص اسی طرح لیٹ رہا کہ کوئی جانے سوتا ہے عورت تو منتظر ہی تھی استرہ لیکر اوسکے پاس گئی جونہی وہ گردن کی طرف جھکی مرد نے جانا کہ بیشک گلا کاٹا چاہتی ہے فوراً اٹھتے ہی اوسکو مار ڈالا اوسکے سسرال والوں نے خبر سنکر اوسکو صاف کر دیا پھر یہ فساد مرد و عورت کی قوم میں پھیل گیا ایک ذرا سی چغلی سے اتنا بکھیڑا ہوا

**ستر ہویں آفت** دورخی بات کہنی مثلاً جو شخص دو دشمنوں سے ملتا ہے تو جسکے سامنے جاتا ہے اوسکی موافق گفتگو کرتا ہے اور یہ کم ہوتا ہے کہ دو عداوت والوں سے ملے اور ایسی بات کہنے سے بچا رہے اسیکا نام عین نفاق ہے حضرت عمار بن یاسر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تَجِدُونَ مِنْ شَرِّ عِبَادِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ وَهٰؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ اور ایک روایت میں بحدیث کی جگہ بوجہ ہے اور یہ بھی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ دورخا آدمی خدا کے نزدیک امین نہیں ہوتا اور مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ مینے توریت میں پڑھا ہے کہ آدمی اپنے یاروں سے دورخی بات کہتا ہے اور پھر امانت کا طالب ہے امانت درکنار قیامت کو خدا تعالی ایسے منہ کو ہلاک کرے گا جس سے دورخی بات نکلی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَبْغَضُ خَلِيقَةِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْكَذَّابُونَ وَالْمُسْتَكْبِرُونَ وَالَّذِينَ يُكْثِرُونَ الْبَغْضَاءَ لِاِخْوَانِهِمْ فِي صُدُورِهِمْ فَاِذَا لَقُوهُمْ تَخَلَّقُوا لَهُمْ وَاِذَا دُعُوا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ كَانُوا اَبْطَاءَ وَاِذَا دُعُوا اِلَى الشَّيْطَانِ وَاَمْرِهِ كَانُوا سِرَاعًا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ڈرکا بیا مذہب مت ہو کہ جدھر کی ہوا دیکھی اودھر ہی پھر گئے غرض کہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ دو شخصوں سے دورخی ملاقات کرنی نفاق ہے اور نفاق کی بہت سی علامتیں ہیں اونمیں سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے مر گیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راز دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی جنازہ کی نماز نہ پڑھی حضرت عمر رض نے اونکو فرمایا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی مرے

اور تم نماز نہ پڑھو اونھون نے فرمایا کہ یا امیر المومنین انہ منہم یعنی یہ منافقون مین سے ہی آپنے فرمایا
کہ مین تم سے بقسم پوچھتا ہون کہ مین تو منہم مین نہین ہون اونھون نے فرمایا کہ نہین مگر بعد تمہارے
مجھے اونکا کھٹکا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ آدمی دو رخا کن باتون سے ہوتا ہے پس اگر دو دشمنون کے پاس
جاکر ہر ایک سے اچھی طرح ملا اور گفتگو بھی راست راست کی تو نہ دو رخا ہوگا اور نہ منافق اس لیے
کہ ممکن ہے کہ دو عداوت والون سے سچی بات کہی جاوے اور دوستی بنی رہے مگر اس قسم کی دوستی ضعیف ہوتی ہے
درجہ بھائی چارے کو نہین پہونچتی کیونکہ یہی دوستی ہے تو دوست کی دشمن کے ساتھ عداوت کرنی
پڑتی ہے جیسا کہ آداب صحبت اور بھائی چارہ کے بیان مین گذرا بلکہ دو رخا جب ہوتا ہے کہ دو عداوت
والون مین سے ہر ایک کی بات دوسرے سے جا کہے اور یہ امر چغلی سے زیادہ برا ہے اسواسطے کہ چغل خور
تو ایک ہی طرف کی بات نقل کرنے سے ہو جاتا ہے یہان تو دونون طرف کی بات ایک دوسرے سے کہتا ہے
اور اگر کلام ایک دوسرے کی نقل نکرے بلکہ ہر ایک سے یہی کہے کہ تم جو فلان شخص سے عداوت کرتے ہو یہ بہت
اچھی بات ہے یا ہر ایک سے وعدہ کرے کہ مین تمہارے ہی ساتھ ہون یا دشمنی کے سبب ہر ایک کی تعریف
کرے تو ان سب باتون سے دو رخا کہلاویگا ایسا ہی اوس صورت مین ہوگا کہ جب منہ پر اچھا کہے اور سامنے
سے علیحدہ ہو کر برا کہے بلکہ سزاوار یہی ہے کہ چپکا رہے یا حق والے کی تعریف کرے خواہ اوسکے سامنے یا پیچھے
یہانتک کہ اوسکے دشمن کے سامنے بھی اوسکی تعریف کرے ورنہ اگر منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہیگا
تو منافق ہوگا حضرت ابن عمر رض سے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ جب اپنے امیرون کے سامنے جاتے ہین تو اور کچھ
کہتے ہین اور جب وہان سے نکلتے ہین تو اور کچھ کہتے ہین اسکا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ ہم اس امر کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے پس جس صورت مین کہ امیرون کے
یہان جانیکی حاجت نہو اور خواہ نخواہ چلا جاوے پھر خوف کے مارے اونکے سامنے خوشامد اور تعریف کرے
تو نفاق مین داخل ہے اسلیے کہ بے ضرورت کیون گیا تھا اگر اسکے پاس کھانے پینے کی اشیا وغیرہ
ضروریات بمقدار قناعت تھین تو پھر کیا حاجت تھی خود کردہ را علاج نیست مال وجاہ کے لیے بندہ
تعریف کرنی پڑی اسلیے منافق ہوا اور یہی غرض ہے اس حدیث شریف مین حُبُّ المَالِ وَالجَاہِ
یُنبِتَانِ النِّفَاقَ فِی القَلبِ کَمَا یُنبِتُ المَاءُ البَقلَ لیکن اگر اونکے پاس بضرورت گیا اور ڈر کے مارے
تعریف کی تو معذور ہے اس لیے کہ شر سے بچنا جائز ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین کہ بعض لوگون کے سامنے ہم اونکو دکھلانے کو ہنس دیتے ہین مگر ہمارے دل اون کو
لعنت کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین ایکبار ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کیخدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اوسے آنے دو سب قوم مین ایسی شخص ہے
ہے جب وہ سامنے آیا تو آپ نے بہت ملایمت سے گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو ملنے آپ کی خدمت
مین عرض کیا کہ آپ تو اسکی حق مین کچھ اور ہی کہتے تھے پھر گفتگو نرم کیون فرمائی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ
شَرَّ النَّاسِ الَّذِیْ یُکْرَمُ اِتِّقَاءَ شَرِّہٖ لیکن یہ حال صرف متوجہ ہونے اور تبسم کرنے کا ہے مگر تعریف
کرنا صریح جھوٹ ہے وہ بلے ضرورت شدیدہ ہرگز درست نہین جب تک ایسی صورت نہ پیش آوے کہ
جس سے جھوٹ بولنا مباح ہوجاتا ہے جیسا کہ آفت جھوٹ مین گذرا تب تک تعریف درست نہین بلکہ
اوسکی تصدیق اور سر ہلانا بھی نہین چاہیے ایسا ہی حال ہر ایک کلام باطل کا ہے کسی کی تصدیق
مین سر کا ہلانا اور ہان ہان کرنا نہین چاہیے اگر ایسا کرے گا تو منافق ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ اوسکو
روکدے اور اگر روکنے کی قدرت نہو تو زبان سے چپ رہے اور دل سے برا جانے

اٹھارہوین آفت تعریف و مدح ہے یہ بھی بعض موقعون پر ممنوع ہے اور ہجو تو عین غیبت ہے
جسکا بیان پہلے گذر چکا تعریف مین چھ آفتین ہین چار تو اوس سے متعلق ہین جو مدح کرتا ہے اور
دو ممدوح سے تعریف کرنے والے سے جو چار متعلق ہین وہ یہ ہین اول یہ کہ تعریف مین افراط و مبالغہ
یہانتک کرتا ہے کہ جھوٹ ہوجاوے خالد بن معدان کہتے ہین کہ جو شخص کسی کی تعریف مجمع مین
ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو خدا تعالی اوسکو قیامت مین توتلا اوٹھاویگا دوسرے
کہ مدح مین کبھی ریا کو دخل ہوتا ہے مثلاً تعریف مین اظہار محبت ممدوح ہوتا ہے مگر دل مین اسکی محبت
کچھ بھی نہین ہوتی تو اس سے ریاکار اور منافق ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بعض باتین اور اوصاف ایسے
بیان کرتا ہے کہ اونسے واقف بھی ہوتا کہ یہ ممدوح مین ہین یا نہین اور نہ اونپر آگاہ ہونے کی
کوئی سبیل ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے کی آپ نے مادح کو فرمایا وَیْحَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ لَوْ سَمِعَہَا مَا اَفْلَحَ
ثُمَّ قَالَ اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ لَا بُدَّ مَادِحًا اَخَاہُ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَلَا اُزَکِّیْ
عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا حَسِیْبُہُ اللّٰہُ اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ غرض کہ ایسے اوصاف سے
تعریف کرنا جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین وہ اس آفت مین داخل ہین مثلاً یون کہنا
کہ فلان شخص متقی اور پرہیزگار اور زاہد و خیرات کرنے والا و عادل و راضی برضا وغیرہ
ہے تو اس طرح کے اوصاف خفی ہوتے ہین اور باطن سے متعلق ہین جب تک آدمی
باطن کا امتحان نکرلے تب تک یقیناً ان اوصاف کا حال نہین کہنا چاہیے ہان اگر

اگر یون کہے کہ مینے اوسکو تہجد پڑہتے دیکہا ہے یا حج مین دیکہا ہے یا صدقہ دیتے دیکہا ہے تو یہ باتین یقینی کہہ سکتا ہی اسلیے کہ ظاہر سے متعلق ہین صرف دیکہنے سے اونکا یقین ہوجاتا ہے حضرت عمر رضہ نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے سنا آپ نے تعریف کرنیوالے سے پوچھا کہ تونے اوسکے ساتھ سفر کیا ہے یا کبھی بیع وشرا وداد وستد کا معاملہ کیا ہے یا اوسکا ہمسایہ ہی کہ صبح شام اوسکے پاس بیٹھتا ہو اوسنے عرض کیا کہ ان باتون مین سے تو کوئی نہین آپ نے فرمایا کہ تو پہر اسکی تعریف مت کر چوتہی یہ کہ ممدوح کو باوجود ظالم و فاسق ہونیکے اپنی تعریف سے خوش کرتا ہی اور یہ ناجائز ہی جیسا کہ حدیث شریف مین مروی ہی کہ جب فاسق کی کوئی تعریف کرتا ہی تو خدا تعالی غصہ ہوتا ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو کوئی ظالم کے لیے درازی عمر کی دعا کرتا ہی وہ اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اللہ تعالی کی زمین مین زیادہ نافرمانی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظالم فاسق اسی بات کا مستحق ہے کہ اوسکی مذمت کی جاوی تاکہ اوسکو رنج ہو اوسکی تعریف سے اوسکا خوش کرنا نہ چاہیے اور وہ باتین جو ممدوح کی ضرر کی ہین اونمین سے ایک تو یہ ہی کہ تعریف سے اوسکو کبر وعجب پیدا ہوتا ہے اور یہ دونون صفتین مہلک ہین حضرت حسن رح سے روایت ہی کہ حضرت عمر رض ایکبار درہ لیے بیٹہے تہے اور لوگ آپکو حلقہ کیے تہے کہ اتنے مین جارود بن منذر آیا ایک شخص نے اوسکو کہا کہ یہ ربیعہ کی قوم کا سردار ہی جب آپ نے اور لوگون نے اسکو سنا اور وہ قریب آیا تو آپ نے آہستہ آہستہ اوسکو درہ سے مارا اوسنے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین تہا تجکو فلان شخص نے کیا کہا تہا اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تہا آپ نے فرمایا کہ مجہے خوف ہوا کہ ایسا نہو تجہہ مین اوسکی شیخی آجاوے اسواسطے مینے تیرے نفس کو کم کرنیکو یہ بات کی دوم یہ کہ جب تعریف سے یہ معلوم ہوگا کہ مین اچہا ہوگیا تو اپنی بہتری مین سستی کریگا کیونکہ عمل مین کوشش وہی خوب کرتا ہی جسکو یہ معلوم ہو کہ میرے نفس مین قصور وکمی ہے اور جب لوگونکی زبان سے تعریف ہی سنیگا تو جانیگا کہ مین کامل ہوگیا اب عمل کی حاجت نہین اسیواسطے حدیث مذکورہ بالا مین ارشاد تہا کہ تونے اپنے یار کی گردن کاٹ ڈالی اگر وہ سنیگا تو فلاح نہ پاویگا اور ایک حدیث مین ہے اِذَا مَدَحْتَ اَخَاكَ فِيْ وَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا اَمْرَرْتَ عَلٰى حَلْقِهٖ مُوْسٰى رَمِيْضًا اور ایک شخص مادح کو فرمایا عَقَرْتَ الرَّجُلَ عَقَرَكَ اللّٰهُ اور مطرف فرماتے ہین کہ جب کبھی مینے کسی سے مدح وثنا سنی ہے میرا نفس میرے نزدیک ذلیل ہوگیا ہے اور زیاد بن ابی مسلم کا قول ہی کہ جب کوئی شخص اپنی تعریف ومدح سنتا ہی تو شیطان اوسکو فخر اور شیخی مین مبتلا کرتا ہی مگر ایماندار آدمی اس بات سے محفوظ رہتا ہی حاصل یہ کہ عوام کے حق مین تعریف زہر قاتل ہے اور خواص اوسکی آفت سے بچے رہتے ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ لَوْ مَشٰى رَجُلٌ اِلٰى رَجُلٍ بِسِكِّيْنٍ مُرْهَفٍ كَانَ خَيْرًا لَهٗ مِنْ اَنْ يُثْنِيَ عَلَيْهِ فِيْ وَجْهِهٖ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مدح کرنا بمنزلہ ذبح کے ہی اور یہ اسلیے فرمایا کہ ذبح کی

بعد کوئی کام نہیں ہو سکتا ایسا ہی تعریف سے بھی سستی چھا جاتی ہے اور عمل سے باز رکھتی ہے یا یہ
مدح کے باعث کبر وعجب جو صفات مہلکہ سے ہیں پیدا ہوتے ہیں اور یہ بھی گویا ذبح کرنا ہی ہے پس اگر
تعریف ان سب آفتوں سے خالی ہو تو اوسمیں کسیطرحکا مضائقہ نہیں بلکہ اسطرح کی تعریف مستحب ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی تعریف فرمائی ہے حضرت ابوبکر صدیق رض کی شان میں فرمایا
لَوْ وُزِنَ اِيمَانُ اَبِي بَكْرٍ بِاِيمَانِ الْعَالَمِ لَرَجَحَ اور حضرت عمر رض کی شان میں فرمایا لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ
یا عمر اور اس سے زیادہ اور کونسی تعریف ہوگی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نور بصیرت سے
معلوم ہوگیا تو ایسا فرمایا علاوہ ازیں آن حضرات کا رتبہ اتنا بڑا تھا کہ اس تعریف سے گرد کبر وعجب کی
اونکے دامن دلپر نہیں بیٹھ سکتی تھی اسی لحاظ سے اپنے منہ سے اپنی برائی کرنی بری ہے اسمیں کبر اور
فخر پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی میں یہ قول براہ تفاخر نہیں
کہتا ہوں جیسا اور لوگ کہا کرتے ہیں کہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ افتخار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب الی اللہ کی جہت سے تھا نہ اس سبب سے کہ سرداری اولاد آدم کی ہوئی اور اون
لوگوں کی نسبت مقدم ہوئی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو زیادہ تر مقبول فرماوے
تو اوسکو بادشاہ کے معتمد اور مقرب بننے کا فخر ہوتا ہے اس وجہ سے خوش نہیں ہوتا کہ رعایا کی اوپر فضیلت
ہوئے جبکہ تفصیل آفات کی معلوم ہوگئی تو اب معلوم ہوگیا کہ مدح کی برائی کس سبب سے ہوتی ہے اور
اسپر جو احادیث میں ترغیب پائی جاتی ہے اوس سے کیا غرض ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص مردہ کی شان میں فرمایا وجبت یعنی یہ ضرور جنتی ہوا اول لوگوں نے اوسکا ذکر خیر کیا تھا تب آپنے
یہ لفظ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر خیر ہی دوسرے کا کرنا چاہیے اور مجاہد رض فرماتے ہیں کہ آدمی کے
جلیس فرشتے ہوتے ہیں جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ذکر خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے بھی خدا
ایسا ہی کرے اور جب کسیکو برائی سے ذکر کرے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے ابن آدم خدا نے تیرے عیب پوشیدہ رکھے
تو اسی پر بس کر اور اللہ کا شکر کر اب یہ بات رہی کہ ممدوح کو تعریف کے بعد کیا کرنا چاہیے پس اوسکو چاہیے
کہ یوں تامل کرے کہ خاتمہ کا وقت نازک اور پر خطر ہے اور اعمال پر بھروسا کرنا نہیں چاہیے صدہا آفات
ریا وغیرہ کی لگی ہوئی ہیں اور اپنے عیوب کو بھی سوچے جنکو خود جانتا ہے اور تعریف کرنے والے کو اونکا
علم نہیں اگر اوسکو اپنے اسرار و خواطر کا حال معلوم ہوگا تو تعریف کرنے والے کو مدح سے باز رکھیگا اور یہ بھی
خود اس تعریف پر اظہار کراہت کرے مادح کو ذلیل و پشیمان کرے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اُحْثُوا فِي وُجُوهِ
الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو جانتا ہے اوسکو مدح سے ضرر نہیں ہوتا

ایک مرد صالح کی کسی نے تعریف کی تو انہون نے فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ مجکو نہین جانتے اور تو میرے حال کو
جانتا ہے اور ایک دوسرے بزرگ نے تعریف کی بعد فرمایا کہ الٰہی تیرے اس بندہ نے میری نزدیکی ایسی بات سے
چاہی جسمین تو ناخوش ہو مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناخوش ہون اور حضرت علی رض کی تعریف
کسی نے کی تو آپ نے فرمایا الٰہی جس بات کو یہ لوگ نہین جانتے اور میری نسبت کہتے ہین اوسکا مجہہ سے مواخذہ مت
فرما اور مغفرت کر اور مجکو انکی عندیہ سے بہتر کردے اور ایک شخص کا حال آپکو معلوم تہا کہ پیچھے برا کہتا ہے اوسنے جب آپکی
تعریف کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تو زبانی کہہ رہا ہے اس سے تو مین کم ہون اور جو بات تیرے دل کے اندر ہے اوس سے
زیادہ ہون اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تو مجکو اور اپنے آپکو دونونکو ہلاک کیا چاہتا ہے

## اونیسوین آفت نحوی کلام مین باریک غلطیون سے غافل ہوجانا خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالیٰ اور اوسکی

صفات سے متعلق ہین یا امور دین سے لگاؤ رکہتی ہین تو عالم آدمی اوس کے الفاظ کو درست کرکے بولتے ہین اور عوام
جنکو علم کم ہوتا ہے اونہین لغزش کرجاتی ہین مگر جہالت کے سبب اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے اور وہ باتین ایسی ہین
جیسے حضرت حذیفہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ
وَلٰكِنْ لِيَقُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور خواہش کے ساتھہ دوسرے کو شریک کرکے
نہ بولنا چاہیے کہ خدا اور مین چاہونگا تو یون ہوگا کہ اسمین بے تعظیمی اور بے ادبی پائی جاتی ہے بلکہ یون
کہنا چاہیے کہ مقدم تو مشیت ایزدی ہے پہر میرا ارادہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو مین بول اوٹھا کہ جو خدا اور اوسکے رسول
نے چاہا آپ نے فرمایا کہ تو مجکو خدا کا شریک کرتا ہے یون کہہ ماشاء اللہ وحدہ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑہا اوسمین کہا مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى
تو آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہہ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ غَوٰى یعنی صیغہ تثنیہ جو مشارکت اور برابری پر دلالت
کرتا ہے اوسکو بہی آپ نے برا جانا اور ابراہیم رح اس بات کو برا جانتے تہے کہ کوئی کہے خدا کی پناہ اور تیری
پناہ بلکہ یون کہنا جائز ہے کہ خدا کی پناہ پہر تیری پناہ اور بعضے لوگ یون کہنا برا جانتے ہین کہ الٰہی دوزخ
سے ہمکو آزاد کرنا اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ آزاد کرنا بعد دوزخ مین داخل ہونے کے ہوگا اسواسطے کیا ضرور
ہے کہ ایسا لفظ کہین یون کیون نکہین کہ الٰہی ہمکو دوزخ سے بچا اور پناہ مین رکھہ اور ایک شخص نے دعا مانگی
کہ الٰہی تو مجکو اون لوگون سے کر جنکو شفاعت شافع روز جزا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوگی پس حضرت
حذیفہ رض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنونکو آنحضرت صلعم کی شفاعت سے غنی فرماویگا آپکی شفاعت گنہگاران امت
کو لیے ہوگی ؎ چہ غم دیوار امت راکہ باشد چون تو پشتیبان ❊ چہ باک از موج بحر آنراکہ باشد نوح کشتیبان ❊ اور ابراہیم فرماتے ہین جب آدمی یہ کہے

عہ بلکہ یون کہنا ... اور ... ۱۲

۲عہ یعنی ... کی اطاعت کی اسکی اور اوسکے رسول کی وہ راہ یاب ہوا اور جس نے اونکی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا ۱۲ مسلم روایت کی ۱۲

گدہا یا سور کہتا ہے تو قیامت کو اوس سے پوچہا جاویگا کہ تبا تو سہی مینے اوسکو گدہا بنایا تہا یا سور تو ان الفاظ سے اوسکو ذکر کرتا تہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے بعضے آدمی ایسا کرتے ہین کہ کتی تک کو شریک کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر یہ کتا نہوتا تو آج رات لٹ ہی گئی تہی حافظ حقیقی کا خیال نہین کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب سے مینے یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَنۡہَاکُمۡ اَنۡ تَحۡلِفُوۡا بِاٰبَائِکُمۡ مینے کبہی اسطرح قسم نہین کہائی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لَا تُسَمُّوا الۡعِنَبَ کَرۡمًا اِنَّ الۡکَرۡمَ الرَّجُلُ الۡمُسۡلِمُ اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ تم مین سے کوئی یون مت کہو کہ یہ میرا بندہ ہے اور میری لونڈی ہے کیونکہ بندے سب اللہ کے ہین اور لونڈیان بہی سب اوسیکی ہین بلکہ یون کہا کرو کہ یہ میرا غلام یا چہوکرا اور اصیل یا چہوکری ہے اور غلام بہی اپنے آقا کو رب اور رب یعنی پرورش کنندہ نکہے بلکہ آقا اور سردار کہے اسلیے کہ پرورش کنندہ سب کا خدا تعالی ہے اور فرمایا کہ لَا تَقُوۡلُوۡا لِلۡمُنَافِقِ سَیِّدُنَا فَاِنَّہٗ اِنۡ یَّکُنۡ سَیِّدُکُمۡ فَقَدۡ اَسۡخَطۡتُمۡ رَبَّکُمۡ اور فرمایا کہ جو شخص یون کہے کہ مین اسلام سے بری ہون تو اگر سچا ہے تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہا اور اگر جہوٹا ہے تو اسلام کیطرف کبہی سلامت نہ پہریگا غرض کہ اسطرح کی باتین جو رات دن آدمی کے منہ سے نکلتی ہین سب اس آفت مین داخل ہین اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتین روزمرہ صدہا نکلجاتی ہونگی اور جو شخص کہ آفات زبان کو بغور دیکہے اوسکو یقین ہوجاویگا کہ اگر زبان کو نہین روکیگا تو بیشک نہین بچیگا اور اسوقت اس حدیث شریف کی حکمت معلوم ہوگی کہ مَنۡ صَمَتَ نَجَا اسلیے کہ آفات سبکے سب مہلک ہین اور بولنے والیکی راہ مین ہین اگر وہ چپ رہیگا تو ان سب سے بچا رہیگا اور اگر بولیگا تو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالیگا لیکن اگر زبان فصیح اور بہت سا علم اور تقوی او مراقبہ دوام اور قلت کلام رکہتا ہو تو شاید بچا رہے اور باوجود ان باتونکے بہی خطرہ سے خالی نہوگا پس اگر آدمی سے یہ نہوسکے کہ گفتگو کرنے سے کچہہ فائدہ حاصل کرے تو سکوت اختیار کرنا اولی ہے جس سے اور کچہہ نہوگا تو ان آفات سے تو بچا رہیگا یہی غنیمت ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

## بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا

اللہ تعالی کے صفات اور کلام اور حروف سے کہ یہ قدیم ہین یا حادث ہین حالانکہ عوام کو اسی قدر چاہیے کہ جو کچہہ قرآن کے اندر احکام ہین اونکے موجب عمل کرین مگر یہ بات نفس پر گران گذرتی ہے اور بیہودہ باتین دل پر آسان معلوم ہوتی ہین اور عامی آدمی دخل در معقولات کرنے سے خوش ہوتی ہین اسواسطے کہ شیطان اون کے دلونمین جماتا ہے کہ تم عالم و فاضل ہو اور یہان تک اس امر کو اون کے دل مین پختہ کرتا ہے کہ بعض دفعہ کلمات کفر بہی زبان سے نکلجاتے ہین اور اون کو خبر نہین ہوتی اور عامی کے لیے گناہ کبیرہ کا ارتکاب بہ نسبت علمی کلام کے زیادہ اچہا ہے خصوصا جو باتین کہ اللہ تعالی اور اوسکے صفات کے متعلق ہین اون مین تو اون کو

کلام کرنا ہی نچاہیے اونکو تو یہ چاہیے کہ جو کچھہ قرآن مجید مین اترا ہے اوسپر ایمان لاوین اور عبادت مین مشغول ہون اور جو کچھہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کے ذریعے سے ہم تک پہنچا اوسکو مان لین کچھہ بحث و تکرار نہ کرین اور جو امور کہ عبادات سے متعلق نہین اونکا پوچھنا بے ادبی ہی اوس سے مستحق غصہ الٰہی کے ہوتے ہین اور کفر کے خطرہ مین پڑتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہی جیسے گھوڑون کے سائیس پادشاہی رازون کو دریافت کرنا چاہین اور یہ نہین سوچتے کہ

زغن را بہر طاوسی نزا وند ۔۔۔ مگس را فرِ عنقائے ندادند

پس جو کوئی کسی ایسے علم دقیق کا سوال کرے گا کہ اسکی عقل نہین پہونچتی اور فہم اوس درجہ تک قاصر ہے تو وہ شخص بھی اوس علم مین بمنزلہ عامی و جاہل کے ہے ایسے سوال کرنے سے مستحق عقوبت اور قابل مذمت ہوگا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ مَا نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُکُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک دفعہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہانتک سوال کثرت سے کیے کہ آپ تنگ ہو کر غصہ ہوئے اور منبر پر چڑہکر فرمایا کہ خوب پوچھو جو پوچھوگے بتادونگا پس ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے پھر اور دو بھائی کھڑے ہوئے اونھون نے سوال کیا کہ ہمارا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جسکے تم بیٹے کہلاتے ہو پھر ایک اور شخص اوٹھا اور اوسنے پوچھا کہ مین جنت مین جاؤنگا یا دوزخ مین آپ نے فرمایا دوزخ مین جب لوگون نے آپکا غصہ اور جلال دیکھا تو خاموش ہو گئے اور کسیکو کچھہ جرات نہوئی حضرت عمر رض سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا آپ نے فرمایا کہ اے عمر تو بیٹھہ جا مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجکو توفیق رفیق ہے اور ایک حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحث اور مال کے تلف کرنے اور کثرت استفسار سے منع فرمایا اور یہ بھی وارد ہی کہ آپنے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کثرت سے سوال کرتے کرتے یون کہنے لگینگے کہ خلق کو تو خدا نے پیدا فرمایا خدا کو کسنے پیدا کیا پس جب یہ قول کہین تو چاہیے کہ سورۂ اخلاص پوری پڑہین اور بائین طرف تین بار تہتکارین اور شیطان رجیم سے جناب باری مین پناہ مانگین اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ متلاعنین کی آیت یعنی جو سورۂ نور کے اول رکوع مین ہے صرف کثرت استفسار کے باعث نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے قصہ سے تو صاف ثابت ہی کہ بیموقع سوال کبھی نکرنا چاہیے اور جس بات کا اپنے آپکو سمجھنے کا شعور نہو اوسکو ہرگز دریافت نکرنا چاہیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کا یہ وعدہ تہا

لیتا ہون کہ جب تک مین نہ کہون کسی بات کو مجھسے مت پوچھنا مگر جب اونہون نے اول کشتی کا جانا پوچھا تو اونکو بر استعلوم ہوا اور وعدہ یاد دلایا انہون نے عذر کیا کہ بھولے سے مینے پوچھا اسکو معاف کرو لیکن جب تین بار ایسا ہی ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ اور اونکو چھوڑکر چلے گئے حاصل یہ کہ عوام لوگون کو نکتے حقیق باریک علمی باتون کا پوچھنا بڑی آفت ہی اور اس سی بہت سے فتنہ پیدا ہوتے ہین اسلیے اونکو روکنا ہی مصلحت ہے اور حروف قرآنی مین اونکا بحث کرنا ایسا ہی کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کے پاس اپنا شقہ بھیجے اور ضروری کام اوسمین لکھدے وہ اون باتون کیطرف تو متوجہ نہو بلکہ اپنا وقت اسمین رائگان کرے کہ اس شقہ کا کاغذ پرانا ہے یا نیا اس امر سے بیشک وہ مستحق سزا ہوگا اسیطرح جاہل آدمی بھی اگر کلام مجید کی عبادات ضروری کو چھوڑکر حروف کی بحث مین اوقات تلف کرے تو اوسکا بھی وہی حال ہوگا اور یہی حال اوصفات الٰہی کا جاننا چاہیے باب آفات زبان خدا کی عنایت سے

پورا ہوا وللہ الحمد

## باب پنجم غضب اور حقد وحسد کی برائی کے بیان اس مین ۱۶ بیان ہین

| | |
|---|---|
| رباعی ہے حقد وحسد سی ظلمت دل حاصل | از از دجہ ان سے ہو وہی ہے کامل |
| یہ دونون رہ سلوک مین ہین رہزن | سالک نہ رہے انسے کسی دم غافل |

جاننا چاہیے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہین وہ اوس آگ مین کا ایک شعلہ ہی جسکی صفت یہ آیت ہی نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اور جیسے آگ راکھ مین چھپی رہتی ہے اسیطرح غصہ کی آگ دل کے تہون مین مخفی رہتی ہے اور جسطرح چقماق لگتے ہی آگ ظاہر ہوجاتی ہے اوسیطرح یہ آگ بھی کبر کی اونچی چوٹ سی جو دلمین رہتی ہی ظاہر ہوجاتی ہی اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ آدمی مین ایکرگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہے پس جو شخص غصہ کی آگ سی جل اٹھتا ہے اور حق سی مائل ہوجاتا ہے وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کی طرف پکا کرتا ہے اسلیے کہ اوسنے یہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مٹی کی شان سے یہ ہے کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہے کہ سلگے اور شعلہ زن ہوکر متحرک و مضطرب ہو پس آدمی مین بھی اگر حرکت و اضطراب وقت غصہ پایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساخت مٹی سے نہین بلکہ خمیر آگ کا ہے جس سے شیطان بنا ہے اور غضب کا نتیجہ حقد وحسد یعنی کینہ اور دوسرے کا برا چاہنا ہے ان دونون سے اکثر لوگ تباہ و برباد ہوئے ان کا مسکن بھی وہی مضغہ گوشت یعنی دل ہے اور از انجا کہ ان تینون چیزون سی انسان تباہ ہوتا ہی تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاک کی جگہہ بتلادی جاوین تا کہ اوسنے پر حذر رہے اور اونکو پاس نہ پہٹکنے دے اور اگر دلمین یہ چیزین جم گئی ہون

ف [illegible]

تو اوسکو بہی صاف کرے اور جہانتک بنے علاج کے درپے ہو اسلیے کہ جب تک بری بات کو آدمی نہین جانتا اوسمین مبتلا ہوجاتا ہی اور صرف جاننا بہی کافی نہین جب تک اوس سے بچنے کا علاج و تدبیر معلوم نہو لہذا ہم اس باب مین سولہ بیان لکہین گے اول کے آٹھہ بیانون مین تو غضب کی برائی اور اوسکی حقیقت اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیون مین حقد وحسد کے معنے اور نتیجے اور مذمت و اسباب و تدابیر اور جو انسے متعلق ہے لکہے جاوینگے

## بیان اول غصہ کی برائی مین

اللہ تعالی فرماتا ہے اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اس آیت مین اللہ جلشانہ نے کفار کی مذمت اسلیے فرمائی کہ انہون نے امر باطل پر غیرت کی بابت اتفاق کرلیا تہا اور غیرت بہی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہے اور مومنین کی تعریف سکینت اور وقار اوترنے پر فرمائی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجہکو کوئی تہوڑا سا عمل بتلا دیجیے آپ نے فرمایا لا تغضب یعنی غصہ نہو اگر پہر دوبارہ اوس سے پوچہا تو وہی جواب دیا اور حضرت ابن عمر رض سے بہی اسی مضمون کے قریب مروی ہے وہ فرماتے ہین کہ مینے حضرت سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک بات تہوڑی سی ارشاد فرما دیجیے کہ اوسپر تمسک کرون اور عمل کرون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکیا کر مینے دوبارہ بہی سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ مینے آنحضرت صلعم سے پوچہا کہ مجہکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچاویگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود غصہ مت کیا کر اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حاضرین سے پوچہا کہ تم لوگ پہلوان زبردست کسکو سمجہتے ہو سبہون نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو جانتے ہین جو کسی سے پچہاڑ نکہاوے آپنے فرمایا کہ وہ پہلوان نہین پہلوان زبردست وہ ہی جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو دبائے رکہے اور حضرت ابوہریرہ رض سے بہی اسی مضمون کی حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ وَاِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ اور حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دلکو خفیف کردیتی ہے اور حضرت عکرمہ رحمہ تفسیر آیت وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ مین فرماتے ہین کہ سید سے وہ شخص مراد ہے جسپر غصہ غالب نہو اور حضرت ابودردا فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجہکو کوئی ایسا عمل بتلا دیجیے جس سے جنت مین جاؤن آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور حضرت یحیی ع نے حضرت عیسی علیہ السلام

ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اونہون نے فرمایا کہ یہ تو مجھسے نہین ہوسکتا مین آدمی ہون آپ نے فرمایا کہ مال مت جمع کرو اونہون نے فرمایا کہ شاید ہوسکے گا اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غضب سے ایمان ایسا بگڑتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد خراب ہوجاتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی غصہ کرتا ہے جہنم کے کنارہ جا لگتا ہے اور ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ سب مین زیادہ سخت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کا غضب اوسنے عرض کیا کہ مجھکو کون چیز اوس سے دور کریگی آپ نے فرمایا کہ غصہ نکیا کر آثار حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تو غصہ مین اتنا اچھلتا ہے کہ یہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید اب کی اچھال مین دوزخ مین جا پڑے اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہی کہ اونسے ایک فرشتہ ملا اونہون نے پوچھا کہ مجھکو کوئی علم ایسا بتاؤ جس سے میرا ایمان و یقین زیادہ ہو فرشتہ نے کہا کہ غصہ نکیا کرو کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ مین اختیار رکہتا ہے اور کسی حالت مین نہین رکہتا پس غصہ کو پی جایا کرو اور تاخیر سے اوسکو ساکن کیا کرو اور جتنا ہوسکے جلدی سے بچو جلدی مین بہرہ وافی نہین ملتا اور قریب و بعید سے سہولت و نرمی کے ساتھ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو اور وہب بن منبہ سے روایت ہی کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ مین تھا شیطان نے اوسکو گمراہ کرنا چاہا مگر وہ اپنی بات پر پکا رہا تو شیطان ایکبار اوسکی حجرہ کے پاس آیا اور اوسکو پکار کر کہا کہ دروازہ کہول اوسنے جواب ندیا شیطان نے پہر کہا کہ دروازہ کہولدے ورنہ اگر مین چلا جاؤنگا تو پچھتاوے گا اوسنے پہر بہی کچھہ توجہ نکی پہر کہا کہ مسیح ہون راہب نے کہا کہ مسیح ہی تو مین کیا کرون مسیح نے ہمکو عبادت و ریاضت کا حکم فرمایا ہے اور قیامت مین ملنے کا وعدہ کیا ہی اگر خلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی چلے آؤ نگے تو ہم کب مانتے ہین پہر شیطان نے اوس سے کہا کہ مین شیطان ہون تجہے بہکانا چاہتا تہا سو نہو سکا اب اسواسطے آیا تہا کہ جو تو پوچھے تو بتا دون اوسنے کہا کہ مجہے کچہہ پوچھنا منظور نہین پس شیطان وہانسے پہرا اتنے مین راہب نے کہا کہ سنتا ہی یا نہین اوسنے کہا کہ سنتا ہون کہا کہ مجہے یہ بتلا دے کہ آدمی کی عادتون مین سے کونسی تیری زیادہ مدد کرتی ہی اوسنے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہی تو ہم اوسکو ایسا اولٹ دیتے ہین جیسے لڑکے گیند کو لڑکاتے ہین اور خیثمہ فرماتے ہین کہ شیطان کا مقولہ ہی کہ ابن آدم مجہپر کیسے غالب ہوسکتا ہی جب وہ راضی رہتا ہی تو مین اوسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اوسکے سر مین چلا جاتا ہون اور حضرت امام جعفر صادق رض فرماتے ہین کہ غضب ہر ایک برائی کی کنجی ہی اور بعض انصار کا قول ہی کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہی اور اوسکا منشا غصہ ہوتا ہی اور جو جہالت سے خوش رہی اوسکو حلم کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ حلم زینت اور نفع کی چیز ہے اور جہالت عیب و ضرر کی اور خاموش رہنا احمق کی جواب مین یہی اوسکا جواب ہوتا ہے جیسے جواب جاہلان باشد خموشی اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین

طبرانی در اوسط و بیہقی در شعب عن ابن عمر

عن صدرہ ابن عدی

ابن ابی الدنیا و ابن عدی ۱۲

کہ شیطان کا قول ہے کہ بنی آدم سے مین نہین تھکا اور تین باتون مین تو کبھی بھی نہین تھکونگا ایک تو اون مین سے جب کوئی نشہ پیوے گا تو اوسکی نکیل ہمارے ہاتھہ مین ہوگی جہان چاہین گے لیجاوینگے کام ہماری مرضی کے موافق کرے گا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہے گا جسکو جانتا بھی نہو اور کام وہ کرے گا کہ جس سے ندامت ہو ایک یہ کہ پاس کی چیز مین ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہین اور ایسی باتون کا چاو دلاتے ہین جن پر اوسکو قدرت نہو اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکھتا ہے اسنے جواب دیا کہ تو اب اوسکو شہوت رسوا نہ کریگی اور ہواے نفسانی سے پچھاڑ نہ کھاوے گا اور غصہ اوسکو نہ دباوے گا اور بعضون کا قول ہے کہ غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ غضب سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد بگڑتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ مرد کا حلم غصہ کیوقت دیکھنا چاہیے اور امانت کو طمع کیوقت جانچنا چاہیے اور جب غصہ نہو اوسوقت کی حلم کا کیا اعتبار ہے اسیطرح بدون طمع کے امانت کا اعتبار نہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے عامل کو لکھا کہ غصہ کیوقت کسیکو سزا مت دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو اسکو قید کرنا اور جب غصہ جاتا رہے تب روبکاری کر کے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بھی پندرہ کوڑہ سے زیادہ کی نہو اور علی بن حسین رح کے حال مین لکھتے ہین کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے ان سے سخت کلامی کی تو انہون نے بڑی دیر سر نیچا کر لیا اور پھر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کی جوش مین مین شیطان کے ہاتھون خفیف ہو کر آج تمہارے ساتھہ وہ بات کرون جسکو کل تم میرے ساتھہ کرو اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کیوقت آدمی کی عقل ٹھکانے نہین رہتی جیسا کہ جلتے تنور مین زندہ کی روح نہین رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی عقیل زیادہ ہے اور غصہ اگر دنیا کے واسطے ہے تو اسکا نام مکر و فریب ہی اور اگر آخرت کے لیے ہے تو اوسکو حلم اور علم کہتے ہین کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہین کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ مین ارشاد فرماتے کہ تم مین سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہواے نفسانی اور غصہ سے بچا رہا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسنے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونون اوسکو دوزخ کیطرف کھینچین گے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین مین پکا ہو اور ایمان کا یقین رکھتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی ملایمت کے ساتھہ اور حقوق کی داد و دہش بجالاوے اور توانگری مین میانہ روی اور فاقہ کے وقت تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت مین صبر کرے غصہ اور شہوت اوس پر غالب نہو اور ننگ و حمیت اوس پر سرکشی نکرین حرص و پیٹ کی باعث ذلیل نہو اور نیت مین کسیطرحکا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم کی نصرت و مدد کرے ضعیفون پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اوسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلون سے درگذر کیا کرے

اوسکا نفس تو ہمیشہ اوسکے ہاتھ سے تنگ رہے مگر لوگ اوس سے سب راضی رہین اور کسی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حسن خلق کو مجملاً ایک لفظ مین ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حسن خلق ہے اور ایک نبی نے انبیا علیہم السلام مین سے اپنے ساتھیون سے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جو مجھسے اس بات کا ذمہ کرے کہ کبھی غصہ نکرونگا اور میرے ساتھ جنت مین درجہ پاوے اور میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ مین کبھی غصہ نکرونگا پھر آپ نے دوبارہ کہا تو پھر اوسی شخص نے کہا کہ مین ایسا ہون اور اونکی زندگی بھر اپنے عہد کو پورا کیا بعد اونکی وفات شریف کے اونکے خلیفہ ہوئے یہ شخص ذوالکفل علیہ السلام تھے یعنے ضمانت والے کہ جس بات کا ذمہ کیا تھا اوسکو پورا کیا اور وہب منبہ فرماتے ہین کہ کفر کے چار رکن ہین ایک غضب دوسرے شہوت سوم حمق چہارم طمع

## بیان دوم غضب کی حقیقت مین

از انجا کہ خداوند کریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہے کہ اسباب داخلی اور خارجی سے فنا اور ہلاک ہوجاتا ہے تو اپنے خزانہ انعام سے ایک ایسی شے بھی عنایت فرمائی ہے کہ جسکے سبب وقت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی اسباب کیطرف جو غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہے جنمین باہم خود دائمی عداوت اور ضد پائی جاتی ہے حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی رہتی ہے کہ اوسکی اجزا بخار بنکر اڑجاوین پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نملے اور جسقدر تحلیل اور خشک ہوجاتی ہے اوسقدر جبر نقصان نہو تو حیوان فنا ہوجاوے اسلیے خداوند کریم نے غذا موافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان مین اوسکی اشتہا رکھدی کہ جس سے غذا کھایا کرے اور نقصان کا تدارک ہوکر ہلاک نہونے پاوے اور اسباب خارجی جو موجب ہلاک ہین وہ ہتیار مثل تلوار وغیرہ اور دوسرے مہلکات ہین اونکے لیے اللہ تعالی نے ایک قوت غضب پیدا کی ہے جو باطن سے جوش کرتی ہے اور مہلک چیزون کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہے اوسکو خدا تعالی نے آگ سے بناکر آدمی کی سرشت مین خمیر فرمادیا ہے پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے یا اوسکے خلاف مرضی کوئی چیز پیش آتی ہے تو وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اوسکا شعلہ ایسا تیز ہوتا ہے کہ دلکی اندر کا خون جوش کھا کر رگون اور اوپر کیطرف چڑھتا ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اٹھتا ہے یا ہنڈیا کا جوش اوپر کو اوبلتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غصہ کیوقت آدمی کا چہرہ اور آنکھین سرخ ہوجاتی ہین چونکہ چہرہ کا پوست نرم وصاف ہوتا ہے اسلیے خون کی جھلک اسمین خوب ظاہر ہوجاتی ہے جیسا شیشہ کے اندر کی چیز معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ حال اوسوقت ہوتا ہے جسوقت کہ اپنے سے کم رتبہ آدمی پر غصہ آوے اور یہ بھی جانتا ہو کہ اس پر میرا قابو ہے اور جسوقت کہ غصہ اپنے سے زیادہ پر آوے یا انتقام کی اسکی تو ایسی صورت مین خون ظاہر جلد سے بستہ ہوکر قلب کیطرف کو رجوع کرتا ہے اور باعث رنج وغم ہوتا ہی اسی سے

چہرہ زرد رنگ ہو جاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہی تو یہ دونون کیفیتین نمود ہوتی ہین لال پیلا رنگ ہوا کرتا ہے اور اضطراب پیش آتا ہے بہرصورت غضب کی جگہہ قلب ہی اور اوسکے معنی یہ ہین کہ جوش کرنا خون دلکا بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی چیزونکے دفع کے لیے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہے یعنے قبل ایذا اونکا دفعیہ چاہتی ہے اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیے پیدا ہوتی ہے اور اس قوت کی غذا اور اشتہا انتقام ہے اور اسمین اوسکو لذت ملتی ہے اور بدون انتقام چین نہین لیتی اب اس قوت مین ابتدای پیدایش سے آدمیونکے تین درجہ ہین اول درجہ تفریط یعنے کمی کا ہے اور یہ مذموم ہے ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہین حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہونا بہت نقصان کی بات ہی اللہ تعالے نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ارشاد فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ[ف۱] اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاَغْلُظْ عَلَیْهِمْ[ف۲] اور شدت اور غلظت غضب کے بعد ہوا کرتی ہے دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہے وہ یہ ہے کہ غصہ اشد درجہ غالب ہو کہ عقل اور دین کی طاعت وسیاست سے نکل جاوے اور غصہ کیوقت آدمی مین بصیرت اور تامل اور فکر اور اختیار کچھہ نرہے مضطر کی طرح ہو جاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو پیدایشی ہوتا ہے کہ شروع پیدایش سے بُرائی صورت اور زود رنج اور زود غضب ہوتا ہے پہر مزاج کی گرمی اوسکو اشتعال دیتی ہے اور شعلہ مذکور دوبالا ہو جاتا ہے اور سردی مزاج سے البتہ اوسکی تیزی کم ہو جاتی ہے یا غلبہ غضب کا سبب عادت ہوتی ہے کہ ایسے لوگون مین نشست اور برخاست رہی جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام ہین اور ان باتونکو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہین اور فخر یہ کہتے ہین کہ ہمکو ذرا برداشت نہین اور ہم کو کوئی ذراسی بات کہے تو نہین سہ سکتے حالانکہ حقیقت مین گویا یہ کہہ رہین کہ ہمکو ذرا عقل وحلم نہین مگر بیہودہ قوفی ہے اسیکو فخر جانتے ہین پس جو شخص ایسے لوگون سے اسطرح کی باتین سنتا رہتا ہے اوسکے دل مین غصہ کی خوبی جم جاتی ہے اور چاہتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاؤن اسلیے غصہ بڑہجاتا ہے اور جب غصہ کی آگ بہڑک اوٹہتی ہے تو غصہ والے کو پہونک دیتی ہے اور نصیحت سننے سے بہرا کر دیتی ہے بلکہ نصیحت سے اور زیادہ غصہ ہوتا ہے اور اگر اپنی عقل ونفس ہی سے کچھہ استفادہ کرے یہ بھی نہین ہو سکتا اسلیے کہ نور عقل گل ہو جاتا ہے خواہ غصہ کی دہوین سے ایسا دہندہلا ہو جاتا ہے کہ کام کا نہین رہتا اسلیے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہے مگر جب غصہ کے مارے دلمین خون جوش کہاتا ہے تو اوس سے ایک کالا دہوان دماغ کیطرف چڑہکر فکر کی جگہہ مین پہیل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہہ کو بھی گہیر لیتا ہے کہ آنکہہ سے کچھہ نہین دیکھتا اور کانونسے کچھہ نہین سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے اور اس حال مین دماغ کی ایسی صورت ہو جاتی ہے جیسے

ف۱ زور آور ہین کافرون پر ۱۲

ف۲ لڑائی کر کافرون اور منافقون سے اور سختی کر اونپر ۱۲

کسی غار مین آگ جلائی جاوے اور تمام غار مین دہوان بہر جاوے اور زمین بھی تیز ہوجاوے تو ایسی جاوین اگر کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اوس سے کیا سوجہیگا وہ تو دہندلا ہوجاوےگا یا گل ہوجاوےگا اور جو شخص اس غار مین ہوگا وہ نہ تو اوس مین ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی کلام سن سکتا ہے نہ صورت دیکھ سکتا ہے اور نہ اس دہوین کو اندر یا باہر سے فرو کر سکتا ہی بلکہ جب تک جلنی کی چیز جل نجاویگی تب تک صبر کرنا پڑےگا یہی حال غصہ کا دل و دماغ کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اوس سے وہ رطوبت جس سے کہ دل کی زندگی ہے فنا ہوجاتی ہے اور آدمی ہلاک ہوجاتا ہے جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات زیادہ ہوکر اوسکے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اوپر سے نیچے کو بیٹھ جاتا ہے یعنے غار کی دیوارون اور طرفون مین جو قوت قائم رہنے کی ہے شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے اسیطرح یہان بہی غصہ کی آگ سے رطوبت قلبی دور ہوکر باعث موت ہوجاتی ہے اور اگر واقع مین پوچہو تو سمندر کی موجون مین طوفان کیوقت کشتی کا ہونا بہت بہتر ہے اوس حال سے جو غصہ کیوقت آدمی کے دل کا ہوتا ہے اسلیے کہ کشتی کے بچنے کی توقع ہوتی ہے کیونکہ اوسمین جو لوگ سوار ہین وہ اوسکے ٹھہرانیکی بیسیون تدبیرین کرینگے اور یہان تو نفس کی کشتی کا ناخدا دل تہا وہی غصہ کی سبب اندہا اور بہرا ہوگیا پہر تدبیر کون کرے اب جاننا چاہیے کہ شدت غضب کی نشان ظاہر مین یہ ہین رنگ کا بدل جانا ہاتھ پاؤن کا کانپنا افعال کا بے ترتیب و انتظام صادر ہونا کلام مین لڑکھڑانا یہانتک کہ باچھون مین جھاگ آجاوین اور آنکھین سرخ ہوجاوین نتھنا پہر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا اپنی صورت کو غصہ کیوقت دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی بُری صورت ہوگئی اور از انجا کہ صورت ظاہری صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن اور بہی زیادہ برا ہوجاتا ہوگا کیونکہ اول صورت باطن ہی بگڑتی ہے اور وہی بگاڑ ہوتے ہوتے صورت ظاہری پر پہیل جاتا ہے تو گویا تبدل صورت ظاہری فرع ہے اور صورت باطنی کی برائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیے غرض کہ تمام جسم مین تو یہ علامات ہوتی ہین اور زبان مین غصہ کا اثر یہ ہے کہ گالیان بکنے لگتا ہے اور ایسے کلام فحش اور برے بولتا ہے کہ جس سے خردمندونکو شرم آوے بلکہ خود غصہ والا بدون غصہ کیوقت کے کبہی اونکو بولتے ہوئے شرم کرے اور اس فحش کی ساتھ ہی یہ بہی ہوتا ہے کہ لفظون مین اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی ہے اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہے کہ بے تامل مار پیٹ نوچ کہسوٹ قتل و زخم کرنے لگتے ہین اگر جس شخص پر غصہ آیا ہے وہ سامنے ہوا اور اوس پر بس چلا تو یہ باتین اوسکے ساتھ ہون گی اور اگر وہ بہاگ گیا یا کسی اور سبب سے بیقابو ہوگیا تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہے کہ کپڑے پہاڑتا ہے اور اپنا سینہ پیٹتا ہے یا زمین پر ہاتھ دے مارتا ہے یا نشہ والون اور مدہوشون حیرانون کی طرح دوڑتا ہے اور کبہی غصہ کی مارے

ایسا گرتا ہے کہ اٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہیں رہتی اور غش سا آجاتا ہے کبھی جمادات وحیوانات کو
مارتا ہے مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا گائے بیل گھوڑے کو گالیاں دینے لگا اور اونسے ایسی
باتیں کرنے لگا جیسے سمجھدار سے کیا کرتے ہیں اور اگر کوئی جانور لات مار دے تو غصہ میں آپ بھی اوسکو
لات مارتا ہے حالانکہ یہ حرکات مجنونوں کی سی ہیں اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہے کہ جس پر غصہ ہوا ہے
اوسکی طرف سے کینہ رکھنا اور حسد کرنا اوسکی برائی چاہنا اور اوسکی برائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اوسکے
بھید ظاہر کر دینا اور درپے ہتک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہیں اسیطرح
ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہیں یعنی اوسکا ثمرہ بے غیرتی ہے کہ جو بات آدمی کے گھر والوں کی مثلاً
ماں بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کی ہو اوس سے غیرت نہ کرے اور کمینوں سے ذلت اٹھاوے اور خوار اور رسوا
رہے اور بے غیرتی مثل مخنث ہونیکے ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ سَعْدًا لَغَیُوْرٌ وَاَنَا اَغْیَرُ
مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ علاوہ ازیں غیرت نسبونکی حفاظت کی لیے پیدا ہوئی ہے اگر غیرت میں
لوگ تساہل کریں تو انساب میں قصور اور خلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ جس قوم کے مردوں کو
غیرت ہوتی ہے اونکی عورتوں میں حفاظت رہتی ہے اور بری بات کو دیکھکر سکوت کر جانا بھی منجملہ ضعف
غضب سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُ اُمَّتِیْ اَحِدَّاؤُہَا یعنی جو دین میں سخت ہوں اور
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِہِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت نہ کرسکے
تو یہ بھی اسی بات کی علامت ہی کہ غصہ نہیں کرتا اسلیے کہ ریاضت جبھی ہو سکتی ہے جب غصہ کو شہوت پر
مسلط کر دے یہانتک کہ اگر نفس کبھی شہوات پر جھکے تو اوسی وقت اوس پر غصہ کرے تیسرا درجہ غصہ کا اچھا
اور محمود ہے وہ یہ ہی کہ غصہ منتظر اشارہ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جس جگہ حمیت شرعاً واجب ہے وہاں
غصہ آوے اور جس جگہ حلم اور غصہ کا پینا چاہیے وہاں حد اعتدال سے نہ بڑھے ایسے ہی غصہ سے خداوند کریم
نے اپنے بندوں کو مکلف کیا ہے اور یہ وہی درجہ ہے جسکی صفت اس حدیث شریف میں ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ
اَوْسَاطُہَا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی میں غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور
ظلم موقع کی برداشت ناگوار نہ ہو تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ میں قوت آجاوے
اور جس شخص میں غصہ حد اعتدال سے زیادہ ہو کہ نوبت تہور اور بے عقلی سے بری کاموں میں گھسنے کی پہونچا دے
اوسکو بھی علاج نفس کا چاہیے تاکہ غصہ ایک عمدہ اور درمیانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہے
ہر چند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے لیکن جو اوس پر نہ جاسکے اوسکو
لازم ہے کہ جس قدر اسکے قریب آسکے اوتنی کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ
اس لیے کہ یہ ضرور نہین کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن شر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض کی نسبت ہلکی ہوتی ہین اور بعض نیکیان بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکھتی ہین پس اگر بڑی نیکی نہو سکے چھوٹی کے درپے ہو اور اگر شر سے محفوظ نرہ سکے تو جسمین ضرر کم ہو اوسی پر قناعت کرے

## تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہے یا نہین

جاننا چاہیے کہ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہین کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہو سکتا ہے اور مقصود بھی ریاضت سے یہی ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہین اور یہ اون لوگون کا قول ہے جو یہ تصور کرتے ہین کہ عادات بھی مثل پیدائش ظاہر کے ہین جیسا اعضا ظاہر کے نقصان کو آدمی درست نہین کر سکتا ویسا ہی خلق بھی قابل علاج نہین اور یہ دونون قول ضعیف ہین بلکہ اصل اس باب مین یہ ہے کہ آدمی اپنے جیتے جی ایک چیز سے محبت رکھتا ہے اور ایک چیز کو برا جانتا ہے تو غصہ بھی ضروری ہو گا اسلیے کہ کوئی چیز اسکے مزاج کے موافق ہو گی اور کوئی مخالف موافق اسکی خاطر خواہ ہو گی اور مخالف پر اسکو غصہ آویگا مثلاً فرض کرو کہ کسی نے اوسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہو گا یا کسی نے اوسکو ضرر پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہو گا مگر جس شے کے ساتھہ کہ آدمی کو محبت ہوتی ہے اوسکی تین قسمین ہین ایک تو ایسی شے جو سب کے لیے ضروری ہے مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص کہ آدمی کی ایسی چیزونکو دور کرنا چاہے مثلاً کھانیکی غذا چھین لے یا پانی پینے کا گرا دیوے یا کپڑا جو مقدار ستر عورت ہی تہا اوسکو چھین لے یا رہنیکے مکان سے نکالدے تو چونکہ ایسی چیزین ہر ایک شخص کی ضروریات مین داخل ہین اسلیے انکا علیحدہ ہونا برا معلوم ہوتا ہے اور جو کوئی ان چیزون کا مزاحم ہوتا ہے اوسپر غصہ آتا ہے دوسری قسم وہ ہے کہ کسیکے لیے بھی ضروری نہو جیسے بہت سا مال اور جاہ و جلال اور خادم و حشم و سواری وغیرہ کہ یہ چیزین عادت کے سبب محبوب ہین ضرورت مین داخل نہین لوگونکو علت غائی چیزون کی معلوم نہین جہالت سے ایسے اشیا محبت کرتے ہین دیکھو چاندی سونا خود اتنے محبوب ہو گئی ہین کہ اونکو گاڑ کر رکھتے ہین اگر کوئی اونکو بیجا صرف کر ڈالے تو اوسپر غصہ آتا ہے حالانکہ یہ دونون کھانیکی چیز نہین پس اس قسم کی چیز کے لیے جو غصہ ہوتا ہے وہ اس قابل ہے کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہو سکے مثلاً اگر کسی کے پاس ایک مکان زائد از حاجت ہو اور اوسکو کوئی ظالم گرا دیوے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکے گرانے پر غصہ نہ آوے اسطرح کہ مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کے ساتھہ محبت ہی نہو پس اگر اوسکو ظالم نے گرا دیا تو بوجہ محبت نہونیکے غصہ نہ آویگا لیکن اگر محبت ہو گی تو بیشک غصہ آویگا اور بالفعل جو دیکھا جاتا ہے تو اکثر

لوگونکا غصہ ایسی ہی باتون پر ہوتا ہے جو ضروری نہین ہوتین مثلاً شہرت اور جاہ پر اور مجلس مین مشخص ہوکر بیٹھنے پر اور علم سے فخر کرنے پر توجس آدمی کو اس بات کا ذرا بھی چسپکا اور محبت ہوتی ہے وہ ضرور کچہ غصہ ہو جاتا ہے اگر محفل مین اوسکی نشست فرا نیچی ہو لال پیلا ہو جاتا ہے اور جسکو صدر بیٹھنے کا شوق نہین وہ اگر جوتیون مین بیٹھ جاوے تب بھی غصہ نہین کرتا اور یہ صدر ہر جا کہ نشیند صدر ست پر عمل کرتا ہے غرض کہ اکثر لوگون کی محبت ایسی ہی عادات ردی اور خراب سی ہو گئی ہے اسی لیے غصہ بھی بات بات پر کرتی ہین نہین سمجھتے کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ ہوتے ہین اوتنا ہی آدمی مین نقصان زیادہ ہے اسلیے کہ حاجت صفت نقصانی ہے جسقدر اسکی زیادتی آدمی مین ہوگی اوسی قدر نقصان بھی زیادہ ہوگا نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہے کہ حاجات زیادہ پوری ہون اور ارزوئین بہت آمد ہون حالانکہ یہی چیزین ذخیرہ غم اندوہ کا ہوتی ہین اور بعضے تو ایسے بحر جہالت مین ڈوبے ہوتے ہین کہ اگر اونکو بری بات کا بھی عیب بتایا جاوے تو اوسپر بھی غصہ ہوتے ہین مثلاً کوئی یون کہے کہ تمکو مرغ اڑانا خوب نہین آتا یا شطرنج اچھی نہین کھیلتے یا شراب بہت نہین پی سکتے یا کھانا زیادہ نہین کھاسکتے تو یہ باتین ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو خوبی کی بات ہے مگر ان پر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہین کہ ہمکو یون کیون کہا خلاصہ یہ کہ اس قسم کی چیزونپر جنکی محبت ضروری نہین غصہ بھی ضروری نہین تیسری قسم وہ اشیا ہین کہ بعض کے حق مین ضروری ہون اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب عالم کے واسطے محبوب چیز ہے اوس کو اسکی ضرورت رہتی ہے اسی لیے اوس سے محبت رکھتا ہے اور اگر کوئی اوسکو جلادے یا ڈبودے یا ضائع کردے تو اوسپر غصہ ہوتا ہے یہی حال اوزار و نکا ہے بہ نسبت پیشہ والون کے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا بدون اوزار کے اور اپنے کام کے مشکل ہے پس چونکہ اوزار ضروری چیز یعنے غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے ہین اس جہت سی پیشہ والے کو اونسے محبت ہوتی ہے اور اونکو ضروری جانتا ہے حالانکہ محبت ضروری وہ ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین اشارہ فرمایا ہے مَن اَصبَحَ اٰمِنًا فِی سِربِہٖ مُعَافًی فِی بَدَنِہٖ عِندَہٗ قُوتُ یَومِہٖ فَکَاَنَّمَا حِیزَت لَہُ الدُّنیَا بِحَذَافِیرِھَا پس جو شخص کہ حقائق امور سے واقف ہو اور یہ تینون باتین مذکورہ حدیث اوسکو حاصل ہون تو ہو سکتا ہے کہ وہ ان چیزون کے سوا مین غصہ نکرے یہ تین قسمین تو بیان ہو چکین اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم مین ہوتا ہی اوسکو سننا چاہیے قسم اول مین تو ریاضت اس بات کو مفید نہین ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے بلکہ ریاضت اسلیے ہوتی ہے کہ دلمین ایسا ملکہ ہو جاوے جس سے مطیع غضب کا نرہے اور بظاہر اوسکا استعمال اوسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانے اور یہ امر مجاہدہ سے اور کوشش سے ممکن ہے

کہ بتکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا ہے یہانتک کہ حلم وبرداشت مثل امور طبعی کی عادت راسخ ہوجاوین الا بیخ وبن سے غصہ کو دلمین سے نکالنا غیر ممکن ہے اور خلاف مقتضاے طبع ہان تیزی کا توڑنا اور اوسکا کم زور کردینا ہوسکتا ہے کہ باطن مین اوسکا جوش نہونے پاوے اور یہانتک ضعف آجاوے کہ اوسکا اثر منہ پر کچہہ بہی محسوس نہو گو یہ امر نہایت سخت ہی تاہم امکان سے باہر نہین اور یہی حال قسم سوم کا بہی ہے اسلیے کہ اوسمین بہی آخر بعض لوگون کے حق مین تو وہ اشیا ضروری اہین ریاضت سے اونکو بہی یہ فائدہ ہوگا کہ غصہ کی شدت باطن مین نہوگی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہوگی اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ ہوتا ہے تو ریاضت سی اوسکا قطعاً استیصال ہوسکتا ہے یعنی جب دلمین سے محبت غیر ضروری چیزونکی دور ہوجاویگی تو اوسکے ساتھہ ہی غصہ بہی علیحدہ ہوگا کہ محبت اور وہ لازم وملزوم ہین اور اوسمین ریاضت کا طور یہ ہے کہ آدمی یون تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہے اور ٹہرنے کی جگہہ آخرت ہے دنیا صرف ایک گذرگاہ ہے کہ اس سے گذر جانا قطعی ہوگا اور یہان جو مین آیا ہون صرف اسلیے کہ توشہ آخرت حاصل کرون ؎

کار دنیا کسے تمام نکرد
هرچہ گیرید مختصر گیرید

بقدر ضرورت اشیا کے سوا سب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی مین یہ چیزین باعث وبال ہونگی ان خیالات سی دنیا مین زہد اختیار کرکے محبت دنیا دلسے محو کرڈالے تو یقین ہے کہ اسطرح کی ریاضت سی بالکل اصل غصہ کی جاتی رہے اور کچہہ نہو گا تو اسقدر تو ضروری ہوگا کہ غصہ کو ظاہر نہ کریگا اور اوسکے بموجب عمل نہ کریگا اس لیے کہ غصہ تابع محبت کا ہی اگر محبت جاتی رہی گی تو یہ بہی فنا ہوجاویگا مثلاً ایک آدمی کے پاس کتا ہے جس سے کہ اوسکو محبت نہین اگر کوئی دوسرا شخص اس کتے کو مارے تو اسکو غصہ نہ آوے گا کیونکہ محبت اوسکی نہین بہرحال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا تو بہت ہی مشکل ہے الا ضعیف ہوجانا اور اوسکے بموجب عمل کا نہونا بہی غنیمت ہے یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم اول یعنی ضروری اشیا کی جانے سے درد ورنج ہوتا ہے کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور نہین کہ غصہ بہی آوے مثلاً اگر کسی نے بکری کہانے کے لیے پالی ہو اور وہ مر جاوے تو اوسکو رنج اوسکے مرنے کا البتہ ہوگا مگر غصہ کسی پر نہین کرنے کا اور یہ امر ضروری بہی نہین کہ ہر رنج کے ساتھہ غصہ بہی ہوا کرے دیکہو خون نکلوانے مین تکلیف اور درد تو ہوتا ہے مگر فصد کہولنے والے یا پچہنے لگانے والے پر غصہ نہین آتا پس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو یہانتک کہ سب اشیا کو قبضہ قدرت الٰہی مین دیکہے اور سب کچہہ اوسی کی طرف سی جانے تو وہ غصہ نہین کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکہنے والے

ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنے کا فرمان لکھدے تو وہ قلم پر غصہ نہیں کرے گا اسیطرح جو شخص اوسکی بکری ذبح کر ڈالے او سپر بھی غصہ نہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کیطرف سے جانتا ہے تو غلبۂ توحید میں غصہ نہ آنا چاہیے علاوہ ازین خدا کے ساتھ حسن ظن بھی اسی بات کا مقتضی ہے یعنی جب یہ تصور کیا کہ خداوند کریم میرے حق میں جو بہتر ہے وہی کرتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے بھوکا یا بیمار یا زخمی رہنے ہی میں اوسکے نزدیک میری بہتری ہوگی پس غصہ کی کوئی وجہ نہیں جیسے خون نکالنے والے پر غصہ نہیں آتا کیونکہ اپنی بہتری اوسمین متصور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع میں غلبہ توحید سے یہ بات ممکن تو ہے مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہیں رہا کرتی اور دیرپا نہیں ہوتی بلکہ آناً فاناً بجلی سی چمک جاتی ہے اور انجام کو دل وسیلون کی طرف رجوع کیا کرتا ہے اور یہ بات دلمین جبلی اور طبعی ہے اور اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات و سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور یہی ہوتی حالانکہ آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک سرخ ہوجاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ الٰہی میں آدمی ہوں آدمی کیطرح مجھکو بھی غصہ آتا ہے پس جس کسی مسلمان کو مینے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو تو میری ان باتونکا اوسکے لیے رحمت کردے اور باعث تقرب بنادے کہ جسکے سبب قیامت میں اوسکو تیرا تقرب حاصل ہو اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی فرماتے ہین کہ مینے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت میں فرمایا کرتے ہین اوسکو مین لکھون آپ نے فرمایا کہ لکھا قسم ہے اس ذات کی جسنے مجھکو رسول برحق بنایا اس سے یعنی زبان سے سوا حق کے کچھ نکلیگا اور یہ نہ فرمایا کہ میں غصہ نہیں ہوتا ہوں بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجھکو حق سے تجاوز نہیں کرنے دیتا یعنی میں اوسکے مقتضا کے بموجب عمل نہیں کرتا ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایکبار غصہ ہوئین تو آپ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہے اونہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کا شیطان نہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں مگر مینے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہوگیا مجھکو خیر کے سوا کچھ نہیں کہتا یہ نہ فرمایا کہ میرا شیطان نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ وہ مجھکو بدی کا امر نہیں کرتا اور یہان شیطان سے شیطان غضب مراد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کیواسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا اور اگر امر حق میں غصہ فرماتے تھے تو کسیکو خبر نہین ہوتی تھی اور نہ کوئی آپ سے تاب مقابلہ لاسکتی تھی یہانتک کہ حق کا انتقام لے لیں اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ایسے ہی کیواسطے امر حق پر ہوتا تھا تاہم فی الجملہ التفات وسیلون کیطرف پایا جاتا ہے اسیطرح جو شخص کسی کی قوت اور حاجت دینی کی چیز چھین لے اور وہ او سپر غصہ کرے تو یہ غصہ خدا کیواسطے ہوگا اسلئے کہ غصہ کا علیحدہ ہونا ممکن نہین

ہان بعض اوقات جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم مین مشغول رہتا ہے تو ضروری چیزون مین جانیکے سبب بھی غصہ نہین کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتا ہے اوسمین گنجایش غصہ کی نہین ہوتی اپنے استغراق کے باعث اور چیز کو خیال مین بھی نہین لاتا چنانچہ حضرت سلمان رض کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میزان اعمال مین میرے عمل کم ہوے تو جو کچھہ تو کہتا ہے مین اوس سے بھی بدتر ہون اور اگر پلہ بھاری ہے تو اوس کہنے سے میرا کچھہ ضرر نہین پس چونکہ آپ کا قلب آخرت مین مصروف تھا گالی سے متاثر نہ ہوا اسی طرح کسی نے ربیع بن خیثم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتا ہے جنت سے اسطرف ایک گھاٹی ہے اگر مین اوسکو طے کر لی تو تیری بات سے کچھہ بھی ضرر نہوگا اور اگر وہ طے نہ ہوئی تو جو کچھہ تو کہتا ہے اوس سے بھی بدتر ہون اور ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو گالی دے آپ نے اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے جن عیبونکو خداتعالے نے چھپا رکھا ہے وہ بہت ہین تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر و نقصان کے دیکھنے مین مشغول تھے یعنی یہ بات مدنظر تھی کہ خداتعالے کو حق معرفت نہ پہچانا اور جسقدر اوس سے ڈرنیکا حق تھا اوتنا خوف نہ کیا پس اس حال مین اگر کسی دوسرے نے اونکے نفس کو ناقص کہا تو اسکی تاثیر نہوئی اسلیے کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکھہ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ایک عورت نے مالک بن دینار رح کو کہا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے اور کسی نے نہین پہچانا تو گویا وہ اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنے مین مشغول تھے اور اوسکو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھسے چھوٹا نہین جو کچھہ ہے شیطان کا فریب ہے جب اوس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسلیے غصہ نہ ہوے اور حضرت شعبی کو کسی نے برا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے حال پر رحم کرے ان حکایات سے صاف ثابت ہے کہ ان لوگون نے جو غصہ نہ کیا تو یہی وجہ تھی کہ انکے دل اور اور مہمات دینی مین مصروف تھے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ان باتون نے اونکے دل پر تاثیر کی ہو مگر وہ اوسکی طرف متوجہ نہ ہوے جو بات اونکے دل پر غالب تھی اوسی کی طرف التفات کیا غرض کہ دل اگر کسی امر مہم مین مشغول ہو تو محبوب چیزونکے جاتے رہنے مین ہیجان غضب سے محفوظ رہتا ہے پس غصہ کا نہ ہونا دو باتون سے ممکن ہوا ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم مین مصروف ہو دوسرے یہہ غلبہ وحدانیت سے اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہ ہونیکے لیے ہے وہ یہ ہے کہ یون جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہے پس محبت الٰہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جاویگی اور یہ امر بھی محال نہین کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا ہے خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہے کہ آتش غضب سے رہائی اسی مین ہے کہ محبت دنیا یکلخت دل سے مٹا دیوے اور محبت کا دور کرنا دنیا کے فریبون اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتا ہے جسکا بیان دنیا کی برائی کے باب مین انشاءاللہ تعالے

مذکور ہوگا اور جو شخص دنیا کی محبت دل سے دور کردے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہے اور غضب کے اسباب میں سے جو سبب ایسا ہے کہ وہ بالکلیہ مٹ نہیں سکتا اوسکی تیزی کم ہو سکتی ہے اور اسکے ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بھی آسان ہو جاتا ہے خدا تعالے ہمکو بھی اپنے لطف و کرم سے توفیق غصہ کے دفع کی عنایت فرما دے +

## چوتھا بیان غصہ کے سببوں کے ذکر میں اور اونکے دور کرنیکی تدبیریں

چونکہ دور ہونا ہر مرض کا اوسکے علت کے دور ہونے سے ہوتا ہے اسلیے غصہ کا دور ہونا بھی اوسکے سبب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہے اسواسطے اوسکے اسباب کو اور انکو دور کرنیکی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیے حضرت یحیی علیہ السلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب میں سخت تر کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ غضب الہی نہایت شدید ہے پھر اونہوں نے پوچھا کہ اوسکے لگ بھگ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کا غصہ پھر پوچھا کہ غضب کس بات سے ظہور و نشو و نما پاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی اور حمیت سے غصہ آیا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شدید غصہ کی اسباب یہ چیزیں ہیں کبر اور عجب اور مزاح اور لغو اور ٹھٹھا اور دوسرے کو بنانا عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال و جاہ میں کثرت سے حرص کرنی اور یہ سب باتیں عادات بد ہیں اور شرعا مذموم انکے رہتے ہوے غضب کا جانا ممکن نہیں اسلیے ضرور ہوا کہ ان عیبوں کو آدمی انکے مقابل کی چیزوں سے کھودے یعنی تکبر کو تواضع سے دور کرے اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے چنانچہ اسکا بیان باب کبر و عجب میں آویگا اور فخر کو یوں دور کرے کہ میں بھی آدمی ہی ہوں جیسے اور میرے باندی غلام ہیں آخر سب کا باپ تو ایک ہی تھا پیچھے سے تو میں جدا جدا ہو گئیں آدم زاد ہو نیمیں سب یکساں ہیں فخر عمدہ بات میں کرنا چاہیے کبر اور عجب اور شیخی تو کمینگی کے عادات ہیں انسے کیا فخر کرنا چاہیے بلکہ یہ باتیں سب رذائل کی اصل ہیں اگر انہیں کو اپنے آپ سے دور نہیں کیا فخر کس بات کا ہے ناک آنکھ کان جسم نسب میں تو سب برابر ہی ہیں اور مزاح اسطرح دور کرے کہ ایسے مہمات دینی میں مصروف ہو کہ عمر بھر اونسے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغویات سے اس طرح بچے کہ عمدہ فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب میں اور علوم دینیہ کی تحصیل میں کوشش کرے جس سے کہ سعادت اخروی میسر ہو اور دوسرے کو بنانے میں یہ خیال کرے کہ کہیں ایسا نہو کہ یہی حال میرا ہو جاوے جیسا کہ یہ مثل چاہ کن را چاہ درپیش مشہور مثل ہے اور علاوہ ازیں لوگوں کی ایذا ایک امر معیوب ہے اسکو اختیار کرنا برا ہے اور عیب جوئی میں یہ سمجھے کہ بری بات کا منہ سے نکالنا برا ہے اسکے سوا اگر کوئی جواب ترکی بہ ترکی دیگا تو نتیجہ معلوم ہوگا اور علی ہذا القیاس بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے میں تصور کرے کہ انسے میرے

یہی نوع کا نقصان ہے انجام تکبر نہونا چاہیے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح مٹا دے کہ بقدر ضرورت پر قناعت کرے تاکہ استغنا بھی حاصل ہو اور حاجت کی ذلت سے محفوظ رہے اور جتنی باتین اوپر لکھی گئیں انمین سے ہر ایک کی علاج مین بہت سی ریاضت و تحمل مشقت چاہیے حاصل یہ ہے کہ ان اخلاق کی برائیون اور آفتون سے واقف ہونا چاہیے تاکہ دل کو انسے نفرت ہو اور پہر جو باتین انکے مقابل لکھی گئی ہین اونپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ اونکا عادی ہو کر نفس پر شاق نہ معلوم ہون بلکہ انس والفت ہو جاوے جب یہ بری عادتین چھوٹ جائین اور نفس انسے پاک صاف ہو جاوے تو غصہ بھی جو انہیں چیزون سے پیدا ہوتا ہے جاتا رہیگا اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلون مین یہ ہے کہ غصہ کا نام شجاعت اور جوانمردی اور جرأت وعلو ہمت رکہا ہے اور اسطرح کے اچہے اچہے لقب اوسکو دیے ہین یہانتک کہ نفس براہ جہل اوسکیطرف میل کرتا ہے اور اچہا جانتا ہے اور کبہی اوسکی تقویت یون بہی ہوتی ہے کہ اکابر کی تعریف کی مقام مین جو شدت غضب کو شجاعت سے بیان کرتے ہین تو چونکہ لوگون کو اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہے اس لیے دلمین ہیجان غضب ہوتا ہے اور اس جوش غضب کو شجاعت اور علو ہمت کہنا جہالت ہے یہ تو ایک مرض قلب اور نقصان عقل ہے جو نفس کے ضعف ونقصان سے پیدا ہوتا ہے اور اس وجہ سے جن لوگونکا نفس یا عقل ضعیف ہے یا نقصان رکہتا ہے اونکو یہ مرض بہت جلد ہوتا ہے دیکہو بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہے اور عورت کو بہ نسبت مرد کے اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑہے کو بہ نسبت جوان کے اور بری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے جلد جوش آجاتا ہے کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نپاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چہوٹ جاوے تو کیسا غصہ ہوتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچون اور اہل وعیال سے بہی غصہ ہی کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نقصان وضعف عقل باعث غصہ کا ہے زبردست وہی ہے جو غصہ کیوقت اپنی نفس کو قابو مین رکہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ اور جو شخص ایسا ہو تو اوسکے سامنے اہل حلم وعفو کی حکایتین بیان کرنی چاہییں تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرین غرض کہ غصہ کا پینا انبیا اور اولیا اور حکما اور علما اور عمدہ بادشاہون اور فضلا سے منقول ہے اور اوسکا عکس ترکون اور جاہلون اور غبیون اور ادنی عقلون سے منقول ہے

## پانچوان بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

ابتک جو بیان ہوا وہ یہ تہا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیے تاکہ جوش وشدت سے ہونے نپاوے لیکن اب یہ ذکر ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے غضب بسر جوش آجاوے تو اسطرح اشتعال کیا جاوے کہ صاحب

غضب مضطر ہو کر اوسکے بموجب بری طرح پر کام نہ کر بیٹھے اور یہ اشتعال جوش غضب مین معجون علم
وعمل سے حاصل ہوتا ہے علم کے متعلق تو چھ باتین ہین اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو او رحلم
کی فضیلت مین وارد ہین جنکا بیان عنقریب کیا جاویگا اونکو سوچے اور اونکے ثواب کی رغبت
کرے پس کیا عجب ہے کہ ثواب کے حرص سے جوش جاتا رہے اور انتقام سے درگذرے حضرت مالک بن
اوس فرماتے ہین کہ ایکبار حضرت عمرؓ کسی شخص پر غصہ ہوئے اور اوسے پٹنے کا حکم فرمایا اوسوقت مینے
یہ آیت پڑہی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ پس حضرت عمرؓ اس آیت کو بار بار
پڑہتے تہے اور سوچتے تہے اور آپکا دستور تہا کہ جب کوئی آیت آپ کے سامنے پڑہی جاتی تو بہت دیر تک
تامل اوسکے سمجہنے مین کیا کرتے تہے اوسی معمول کے موافق سوچکر اوس شخص کو رہا کیا اور حضرت عمر
بن عبد العزیزؒ نے ایک شخص کے مارنے کا حکم کیا اور پہر یہ ارشاد الٰہی زبان پر لائے وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ اوسیوقت خادم سے کہا کہ اوسکو جانے دو دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الٰہی
سے ڈراوے اور یون کہے کہ جتنی میری قوت اس شخص پر ہے اوس سے زیادہ خدا کا زور مجہپر ہے اگر مینے
آج اسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاوے گا آخر مجہے بہی اوسوقت شدت سی احتیاج
عفو کی ہوگی تو دوسرونکو معاف کرنے سے شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض صحیفون مین مذکور ہے
کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اے آدم زاد جسوقت تو غصہ کرے مجہکو یاد کر لیا کر جسوقت مین غصہ ہونگا
تو تجہکو یاد کرونگا اور تباہ کارونکے ساتھہ ہلاک نہ کرونگا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک خادم کو کسی کام کے لیے بہیجا اوسنے دیر کی جب سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ لَوْلَا الْقِصَاصُ
لَأَوْجَعْتُكَ یعنی اگر قصاص قیامت نہوتا تو تجہکو خوب دکہہ دیتا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
جتنے بادشاہ ہوئے ہین سبکے ساتھہ ایک حکیم رہتا تہا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ
کے حوالہ کرتا اوسمین لکہا ہوتا تہا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے ڈر اور قیامت کو یاد کر اس پرچہ کے دیکہنے
سے اوسکا غصہ فرو ہوجاتا تہا تیسرے یہ اگر خوف عذاب اخروی نہو تو رنج و مصائب دنیاوی جو غصہ
کے باعث ہوتے ہین اونہین کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہوجاوے گا
اور طرف مقابل بنکر درپے تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور تامل اس
تامل کا یہ ہے کہ شہوت سے غضب کو روکنا ہوتا ہے یعنے دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی
فکر سے ہٹانا چاہتا ہے اسی لیے اعمال آخرت مین شمار نہین ہونے کا اور نہ اسپر کچہہ ثواب ہوگا
ہان اگر دنیا کی تشویش سے علم وعمل کے لیے دل کو فراغت حاصل نہو اور آخرت کے لیے مدد نملے

تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے مین ثواب ہوگا چوتھے یہ کہ غصہ کیوقت دوسرے لوگونکی جیسے صورت بری بنجاتی ہے اپنی صورت کو بھی غصہ مین ویسا ہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہی کہ جسکو آتا ہے اوسکی شکل باولے کتے یا درندہ کیسی ہوجاتی ہے اور اوسکے برخلاف حلیم صاحب وقار و تارک غضب کی صورت انبیا اور اولیا اور علما و حکما کیسی ہوتی ہے اب چاہیے جونسی صورت اختیار کرے خواہ کتون اور درندون اور کمینون کی شکل بنے یا علما و حکما و انبیا سے مشابہ ہو اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو اچھے ہی لوگونکی عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہراوے گا پانچوین یہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہے اور غصہ کو پی نہین سکتا اوسمین فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہے آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی مثلاً شیطان بہکاتا ہے کہ اگر تو نے انتقام نہ لیا تو دوسرا شخص جانے گا کہ دبگیا اور لوگون کے نزدیک بھی ایک ذلت اور رسوائی ہوگی پس اگر یہی سبب ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجھاوے کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بردباری تجکو ایسی بری معلوم ہوتی ہے رسوائی قیامت کے روز کی بری نہین معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتھ پکڑلے گا اور اپنا بدلہ لینا چاہے گا اور لوگونکی نظرونمین حقارت کا اتنا خوف ہے خدا کی نظرونمین اور فرشتون اور انبیا کی نظرونمین حقیر ہونے کا خوف نہین آدمیون سے کیا مطلب انکا ہے کہ اونکا خیال زیادہ ہے خدا کیواسطے غصہ پیجانے مین تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ اسکے اگر بالفرض کسی نے اسپر ظلم ہی کیا ہے تو جسقدر اسنے انتقام لیا چاہتا ہے قیامت کو اوس سے زیادہ اوسکی ذلت ہوگی تو بھی کیون نکرے کہ غصہ پیجاوے اسمین تو ہر طرح اپنا ہی پلہ جھکتا ہے کیا اسکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جب قیامت کو پکارنیوالا پکارے کہ جسکی اجرت خدا پر ہو وہ کھڑا ہو جاوے اور اوسوقت سوا معاف کرنیوالون کے کوئی نہ اٹھیگا ایسے وقت مین یہ مستحق کھڑا ہونے کا ہو لیکن اسطرح کی باتین اپنے متعلق ہین انکو چاہیے کہ ذہن مین خوب ٹھان لے چھٹے یہ کہ یون جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہے کہ کام میری مرضی کے موافق کیون نہوا خدا کی مرضی کے موافق کیون ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح دے بلکہ یہہ ممکن ہے کہ اس سبب سے خدا تعالی کا غضب اسپر اوسکے غصہ سے بڑھکر ہو اور عمل غصہ کی دفعہ کا یہ ہے کہ زبان سے کہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ غصہ کیوقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف مین بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب حضرت عائشہ رض غصہ ہوتین تو آپ اونکی ناک پکڑتے اور فرماتے ای عویش یون کہہ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی وَاذْهِبْ غَیظَ قَلْبِی وَاَجِرْنِی مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ تو اس دعا کا کہنا بھی مستحب ٹھہرا اگر اس زبانی قول سے غصہ نجاوے تو یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے یعنے اپنے آپکو زمین کی خاک سے قریب کردے تاکہ یہ معلوم ہو کہ مین اس سے پیدا ہوا ہون اور انجام کو بھی اسمین جانا ہے اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری سمجھ مین آجاویگی اور بیٹھنے خواہ لیٹنے

غصہ ساکن ہو جاویگا اسلیے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہے اور حرارت سے تو جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوئی تو توقع ہے کہ حرارت غضب بھی دور ہو جاوے اور یہ عمل بھی حدیث شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ تُوقَدُ فِي الْقَلْبِ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى انْتِفَاخِ أَوْدَاجِهِ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَإِنْ كَانَ جَالِسًا فَلْيَنَمْ اور اگر اس سے بھی غصہ نجاوے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہاوے کیونکہ آگ بدون پانی کے نہیں بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ بِالْمَاءِ فَإِنَّمَا الْغَضَبُ مِنَ النَّارِ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ اور حضرت ابن عباس رض سے یہ حدیث مروی ہے إِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ حضرت کی عادت شریف تھی کہ غصہ کیوقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اس سے آپکا غصہ فرو ہو جاتا تھا اور حضرت ابو سعید خدری سے یہ حدیث منقول ہے أَلَا إِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ أَلَا تَرَوْنَ إِلَى حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ وَانْتِفَاخِ أَوْدَاجِهِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيُلْصِقْ خَدَّهُ بِالْأَرْضِ اس حدیث میں اشارہ سجدہ کیطرف ہے یعنے بدن کا جو اعلیٰ اور اشرف عضو ہے اوسکو سب سے ذلیل جگہ یعنی خاک پر رکھنا چاہیے تاکہ نفس اپنی ذلت و خاکساری کو سمجھکر عزت و تکبر سے جو باعث غضب ہیں باز آوے اور حضرت عمر رض ایکبار غصہ ہوئے تو پانی منگا کر ناک میں دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غصہ شیطان کیطرف سے ہوتا ہے اور اس عمل سے جاتا رہتا ہے اور عروہ بن محمد فرماتے ہیں کہ جب میں حاکم یمن ہوا تو میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ تو والی ہوا ہے میں نے کہا کہ ہاں انہوں نے فرمایا کہ جب تجھے غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو دیکھکر اونکے خالق کی عظمت بجالانا یعنی سجدہ کرنا اور حضرت ابو ذر رض نے ایک شخص کو جس سے کچھ خصومت تھی کہا کہ ای لال عورت کے جنے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی آپنے اونسے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے ایک مسلمان کو ماں کی گالی دی او نہوں نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر وہاں سے چلے کہ اوس شخص کو راضی کریں کہ اتنے میں اوسی شخص نے سبقت کر کے اونسے سلام علیک کی اونہوں نے یہ ماجرا آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابا ذر اپنا سر اوٹھا کے دیکھ پھر یہ جان لے کہ زمین کے پردے پر تجکو فضیلت نکسی لال پر ہے نکسی کالی پر جب تک کہ عمل اچھے نہوں پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کیوقت اگر تو کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگا لیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر اور معتمر بن سلیمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص پہلے لوگوں میں مغلوب الغضب تھا اوسنے تین پرچے لکھکر تین شخصوں کو دیدیے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ دیدینا دوسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ کچھ کم ہو تب یہ پرچہ دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے تب پرچہ دینا ایک روز اوسکو کسی شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اوسکو دیا گیا اوس میں لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیوں پیچھے پڑا ہے تو اسکا خدا نہیں بلکہ بشر کوئی دن ایسا ہو گا کہ تیری بگڑی خود تجھی کو کھا لینگے اسکی سیڑھی سے اوسکا غصہ کچھ کم ہو گیا تو دوسرا پرچہ دیدیا گیا اوس میں لکھا تھا

| | |
|---|---|
| تو بخشایشے کن بر اہل زمین | کہ رحمت کند رب عرش برین |

پھر تیسرے اسکو ویا تو اوسمین یہ تہا کہ لوگون کو حق کے ساتہہ مواخذہ کرنا چاہیے اونکی صلاح کار اسی مین ہے یعنی حدود شرعی سزا جرم کے لیے خود مقرر ہین اونہین کے بموجب مواخذہ اور سزا کافی ہے اور خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب رح نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ کرنا چاہیے جتنا اوس شخص نے اپنے نفس کیواسطے کیا ہے خلیفہ نے فرمایا کہ اسکو جانے دو

## چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے

اللہ تعالے مدح کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی رَبِّہٖ قَبِلَ اللّٰہُ عُذْرَہٗ وَمَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ اور فرمایا اَشَدُّکُمْ مَنْ غَلَبَ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاَحْلَمُکُمْ مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَۃِ اور فرمایا مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَلَوْ شَاءَ اَنْ یُّمْضِیَہٗ اَمْضَاہُ مَلَاَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رِضًا اور ایک روایت مین ہے کہ مَلَاَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا اور حضرت ابن عمر رض سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَا جَرَعَ عَبْدٌ جَرْعَۃً اَعْظَمَ اَجْرًا مِّنْ جَرْعَۃِ غَیْظٍ کَظَمَہَا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِنَّ لِجَہَنَّمَ بَابًا لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا مَنْ شَفٰی غَیْظَہٗ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہین جتنا غصہ کا پینا ہے جو کوئی غصہ پیتا ہے اللہ تعالے اوسکا دل ایمان سے بھر دیتا ہے اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہے خدا تعالے اوسکو سب خلقت کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جو حور تیری پسند آوے لے لے حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا کی معصیت مین اپنا غصہ جاری نہین کرتا بلکہ اپنا خاطر خواہ کام بھی نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو جو کچھہ حال اب دیکھہ رہے ہو اسکے خلاف ہوتا اور لقمان حکیم رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو سوال سے مت کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی فضیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی لیاقت کو جانے رکھنا کہ زندگی مین مفید ہوگا اور ایوب رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے شر کو دور کرتا ہے اور ایک بار حضرت سفیان ثوری اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض رح جمع ہوے اور زہد کا ذکر آپسمین ہوا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کیوقت حلم کرنا اور طمع کیوقت صبر کرنا ہے اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہین کرتے اور بہت نہین دیتے آپ کو یہان تک غصہ آیا کہ چہرہ پر اوسکا اثر معلوم ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کا کدہر خیال ہے یہ شخص جاہل ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجہا دیا اور محمد بن کعب کہتے ہین کہ تین باتین

ایسی ہیں کہ اگر کسی میں جمع ہوں تو ایمان کامل ہو جاوے ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی میں امور باطل میں نہ داخل ہووے دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اوسکو حق سے تجاوز کرنے دے تیسرے یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہو وہ نہ لیوے اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ ای بندہ خدا مجھکو کچھ وصیت کر آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اوسنے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کیوقت اپنی زبان اور ہاتھ روک لیا کر

## ساتواں بیان حلم کی فضیلت

جاننا چاہیے کہ حلم اسکو کہتے ہیں کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بھی تو اوسکے فرو کرنے میں کچھ تعب اور مشقت نہو اور یہ غصہ کے پینے سے بہتر ہے اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور و تکلف حلیم بننا ہے کہ جسوقت غصہ کی شدت ہو بڑے مجاہدہ اور کوشش سے اوس کو بجھاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور بناوٹ ہے اور حلم طبعی عادت جبلی ہے جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمان بردار اور مغلوب رہتی ہے مگر ابتدا میں بزور و تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ عادت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ وَمَنْ يَّتَحَرَّ الْخَيْرَ يُعْطَهُ وَمَنْ يَّتَوَقَّ الشَّرَّ يُوْقَهُ اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنے بتکلف حلیم بننا ہے جیسے تحصیل علم کا وسیلہ تعلم ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَاطْلُبُوا مَعَ الْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْحِلْمَ وَلِيْنُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَلِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ جَبَابِرَةِ الْعُلَمَاءِ فَيَغْلِبَ جَهْلُكُمْ عِلْمَكُمْ اسمیں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ باعث ہیجان غضب تکبر اور تجبر ہیں اور یہی مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہیں اور آپ دعا میں یوں فرماتے اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِّيْ بِالْحِلْمِ وَاَكْرِمْنِيْ بِالتَّقْوٰى وَجَمِّلْنِيْ بِالْعَافِيَةِ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا باتیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَحْلُمُ عَمَّنْ جَهِلَ عَلَيْكَ اور فرمایا کہ پانچ باتیں سنت مرسلین سے ہیں حیا اور حلم اور پچھنے لگوانے اور مسواک کرنی اور عطر ملنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے اور وہی جبار عنید بھی لکھا جاتا ہے باوجودیکہ اپنے گھر والونکے سوا اور کسی کا مالک نہیں ہوتا یعنی اگر حلم نہ اختیار کرے اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں تو اونسے ملتا ہوں وہ مجھسے کنارہ کرتے ہیں میں اونسے نیکی کرتا ہوں وہ مجھسے بدی کرتے ہیں میں حلم کرتا ہوں وہ جہالت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر یہی حال ہے

تو تم اونکے پیٹو مین آگ بہرتے ہو (یعنی تمہاری داد ہش اونکے حق مین اچہی نہین ہوگی) اور جب تک تم ایسا کرتے رہوگے خدا کیطرف سے تمکو مدد و پشتی رہیگی اور ایک شخص نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی میرے پاس کچہہ دینے کو تو ہی نہین جو صدقہ اور خیرات کرون مین یہی کہتا ہون کہ جو مسلمان میری ہتک کرے مینے اوسکو معاف کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہمنے اوس بندہ کو بخشدیا اور ابو ضمضم کی روایت جو حدیث مین ہے وہ پہلے مذکور ہوئی وہ بہی یہان چسپان ہے اور قرآن مجید مین جو لفظ ربانین واقع ہے اوسکی تفسیر مین بعض کہتے ہین کہ اس سے عالم اور حلیم مراد ہین اور حضرت حسن رح اس آیت مین وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا فرماتے ہین کہ اس سے حلیم مراد ہین کہ اگر اونسے کوئی بجہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہین کرتے اور عطا بن ابی رباح یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا سے بہی حلیم مراد لیتے ہین اور ابن حبیب وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ کی تفسیر مین کہتے ہین کہ کہل انتہا حلم سے مراد ہے اور مجاہد رح وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا کے معنی کہتے ہین کہ جب ایذا دیے جاوین معاف کردین اور ایک بار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہو کر گذر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تہا اور شام کو کریم ہو گیا پہر راوی حدیث ابراہیم بن میسرہ نے یہ آیت پڑہی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِيْ وَلَا اُدْرِكُهٗ زَمَانٌ لَا يَتَّبِعُوْنَ فِيْهِ الْعَلِيْمَ وَلَا يَسْتَحْيُوْنَ فِيْهِ مِنَ الْحَلِيْمِ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْعَجَمِ وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ اور فرمایا لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ ذَوُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ اور روایت ہے کہ اشج رح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے پس اپنا اونٹ بٹھلا کر اوسکو باندہ دیا اور بدن کے کپڑے اوتار کر جامدانی مین سے ایک جوڑا اچہا نکالکر آپکے سامنے پہنا اور پہر آپ کیطرف کو چلے جب پاس آگئے تو آپ نے فرمایا کہ تم مین دو باتین ایسی ہین کہ اللہ اور اوسکے رسول کو اچہی معلوم ہوتی ہین اونہون نے عرض کیا کہ وہ کونسی ہین آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ اونہون نے عرض کیا کہ یہ دونون خلق ہین کہ مینے اختیار کیے ہین یا پیدائشی ہین آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہی نے تمکو ایسا پیدا کیا ہے جبلی ہی باتین ہین اونہون نے عرض کیا کہ شکر ہے اوس خالق کو جسنے مجکو ایسی دو باتین پیدائش ہی سے عنایت کین جنکو وہ اور اوسکا رسول پسند کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْحَلِيْمَ الْحَيِيَّ الْغَنِيَّ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ التَّقِيَّ وَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ اگر کسی مین ان تینون مین سے ایک بہی نہو تو اوسکے عمل کا کچہہ اعتبار نکرو تقوی کہ

لمن معاصی اللہ عزّ وجلّ وحلم یکف بہ السفیہ وخلق یعیش بہ فی الناس اور فرمایا کہ جب روز
قیامت مین خدا تعالی خلق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہان ہین تو تھوڑے سے لوگ
اٹھینگے اور جنت کیطرف کو دوڑینگے فرشتے جو اونکو دیکھین گے تو کہین گے کہ تم دوڑکر چلتے ہو وہ کہینگے کہ ہان
ہم اہل فضل ہین وہ پوچھین گے کہ تم مین کیا فضل تھا جواب دینگے کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا تو ہم
صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے کہین گے کہ تو اب جنت
مین تشریف لیجایئے فنعم اجر العاملین آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ علم کو سیکھو اور اوسکے
لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ خیر و برکت اسکا نام نہین کہ آدمی کی دولت بڑھ جاوے
اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہے کہ علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر فخر کرے خدا کی عبادت سے بندون مین
فخر کرے اور جب نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جو بد کام کرے تو توبہ و استغفار کرے اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ علم کی تحصیل کرو اور اوسکو وقار اور حلم سے زینت دو اور اکثم بن صیفی فرماتے ہین کہ عقل کا
رکن حلم ہے اور سب بات مین اصل صبر ہے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ لوگونکو مین نے ایسا دیکھا تھا
کہ ہمہ تن پتے تھے کانٹا نام کو نتھا اور اب ہمہ تن خار ہین پتے کا پتہ نہین اگر اونکو کچھ کہیے مقابلہ کو تیار
ہوتے ہین اور اگر اونسے درگذر کیجیے وہ ہرگز درگذر نہین کرتے لوگون نے پوچھا کہ پھر ایسے لوگون کے
ساتھہ ہم کسطرح معاملہ کرین آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمکو برا کہے اوسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کی روز جب
تم مفلس ہوگے تمہارے کام آویگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض
یہی ملتا ہے کہ سب آدمی اوسکی طرفدار ہوکر اوسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہین اور حضرت معاویہ رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آدمی اجتہاد اور تجویز کے درجہ کو نہین پہونچتا جب تک کہ حلم جہل پر غالب نہو اور صبر شہوت
پر اور یہ بات بزور علم حاصل ہوتی ہے اور نیز انہون نے عمرو بن اہتم سے پوچھا کہ مردون مین سے بہادر کون ہے
انہون نے فرمایا کہ جو اپنے حلم کے سبب سے جہل کو ہٹا دے پھر پوچھا کہ زیادہ سخی کون ہے اونہون نے
فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کر ڈالے اور حضرت انس بن مالک اس آیت کی تفسیر مین
فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم
ارشاد فرماتے ہین کہ اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جب اوسکو اوسکا کوئی بھائی گالی دے تو وہ یون کہے
کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہے تو مجکو بخشے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک شخص کو اوس
کے لوگونسے مین نے گالی دی اونہون نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زرخرید کر لیا اور حضرت معاویہ رح
نے عرابہ بن اوس انصاری سے پوچھا کہ تم اپنی قوم مین سردار کیسے ہوگئے اونہون نے کہا کہ مین او

جاہلوں سے حلم کرتا ہوں سائلوں کو دیتا ہون حاجات مین سعی کرتا ہون پس جو کوئی میرے برابر کام کرے گا وہ مجھ جیسا ہو گا اور اگر مجھ سے کچھ زائد کریگا تو اوسکو مجھ پر فضیلت ہوگی اور اگر کم کرے گا تو مین اوس سے بہتر ہون اور حضرت ابن عباس رض کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ رض کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اسکی کچھ حاجت ہو تو دیدو اوس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے سر نیچا کر لیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو کسی نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہین اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اونکو کسی نے گالی دی اپنے اپنی چادر اوسکی طرف پھینک دی اور سو درم دلوائے بعضوں نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس تھوڑی سی دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتین حاصل کین اول حلم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اوس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینی جو اللہ سے دور کرے چوتھی اوس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کیے سے توبہ کرنی پانچوین اوسکا تعریف کرنا بعد برائی کے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ مین اور کچھ لوگون مین جھگڑا ہے مین چاہتا ہون کہ اوسکو دفع کردون مگر لوگ کہتے ہین کہ جھگڑا چھوڑنے مین ذلت ہے آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہے تجکو کچھ ذلت نہین اور خلیل بن احمد کا قول ہے کہ یون مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص بدی کرے اور اوسکی عوض مین اوس سے سلوک کیا جاوے تو اوسکی دل مین خود بخود ایک ایسا امر پیدا ہو گا کہ پھر وہ ویسی بدی نہ کرے گا اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ مین حلیم تو نہین مگر بزور حلم کرتا ہون اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ جو شخص رحم کرتا ہے اوسپر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو جہالت کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے اور جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے اور جو شر کی حرص کرتا ہے وہ اوس سے محفوظ نہین رہتا اور جو بات تو نہین دخل دیا کرتا ہے اوسکو گالیان ملتی ہین اور جو بری بات کو برا نہین جانتا وہ گنہ گار ہوتا ہے اور اگر برا سمجھتا ہے تو اوس سے بچا رہتا ہے اور جو اللہ تعالی کے ارشاد کی بموجب چلتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور جو اوس سے خوف کرتا ہے مامون رہتا ہے اور جو اوسکو دوست رکھتا ہے وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے اور جو اللہ سے نہین سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہے اور جو اوسکے عذاب سے نہین ڈرتا ذلت اوٹھاتا ہے اور جو اوس سے مدد چاہتا ہے فتح پاتا ہے اور ایک شخص نے مالک بن دینار رح سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے مجکو کچھ برا کہا ہے آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے یعنی نیکیان کین میرے نفس نے اور اونکو تمھارے لیے مینے ہدیہ کر دیا اور بعض علما کا قول ہے کہ حلم بہ نسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہے اسواسطے کہ خدا کا نام حلیم ہوتا ہے عقیل نہین کہتے اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر مین بھی ساتھ جاوے اونھون نے

جواب دیا کہ البتہ تیری قبر میں ساتھ جاوے گی اور حضرت عیسی علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو اونہوں نے آپکو برا کہا آپ نے اونکو کلمہ خیر فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو آپکو برا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک وہی دیتا ہے جو اوسکے پاس ہے ع مے تراود چکد انچہ در آوند ہست اور لقمان حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین شخص تین باتوں میں پہچانے جاتے ہیں حلیم تو غصہ کیوقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حلیم کے یہاں اوسکا ایک دوست آیا اوسنے ماحضر پیش کیا حلیم کی بی بی بدمزاج تھی دسترخوان تو اوٹھا لیا اور شوہر کو گالیاں دینی شروع کیں وہ مہمان غصہ ہو کر اٹھ گیا حلیم اوسکے پیچھے گیا اور کہا کہ تمکو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے اتنے میں ایک مرغی آئی اور اوسنے دسترخوان پر کی چیز کو خراب کر دیا ہم میں سے کوئی غصہ ہوا تھا اوسنے کہا کہ کوئی نہیں حلیم نے کہا کہ تو اب بھی ایسا ہی تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکما کا قول درست ہے کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہے اور ایک شخص نے ایک حلیم کے پاؤں میں ضرب ایسی ماری کہ اوسکو دکھ معلوم ہوا مگر غصہ نہوا لوگوں نے اسکا سبب پوچھا اوسنے کہا کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤں کسی پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اس وجہ سے غصہ نہیں کیا اور محمود وراق نے ایک قطعہ عربی میں کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

| | |
|---|---|
| کوئی برا کہے مجکو تو میں معاف کروں | جو گالیاں ہی دے بالفرض وہ حد و پایاں |
| بدین سبب کہ ہیں عالم میں تین قسم کے لوگ | اکرم شریف دوم ارذل و سوم اقران |
| شریف و برتر اگر کچھ کہے تو ہے برجا | سکوت اسلیے ٹھہرا مناسب و شایان |
| جواب ارذل و کمتر کا ہے نہ دینا خوب | اسی سے کہتے ہیں البتہ حفظ حرمت جان |
| رہا جو ہمسر اگر کچھ کہے وہ بھولے سے | تو میرے فضل کو بس ہے اگر کروں احسان |

## آٹھواں بیان اوس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی کے لیے جائز ہے

یہ تو ناجائز محض ہے کہ ظلم کے بدلہ میں ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے سے

| | |
|---|---|
| بدی را بدی سہل باشد جزا | اگر مردے احسن الی من اسا |

مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا اور علی ہذا القیاس سب معصیتوں میں ویسا ہی تدارک کرنا ناجائز ہے ہاں بقدر قصاص جسکی مقدار شرع میں وارد ہوئی ہے اور

قصہ میں اوسکی تفصیل لکھی ہے اور اسیقدر جائز ہے اور گالی کے بدلے میں گالی تو کسی طرح نہیں چاہیے
کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنْ امْرُءٌ عَيَّرَكَ بِمَا فِيكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا فِيهِ اور فرمایا کہ اَلْمُسْتَبَّانِ
شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ اور ایک شخص نے حضرت ابوبکر رض کو آپ کے سامنے برا بھلا کہا آپ چپکے سنا کیے
جب حضرت ابوبکر رض نے انتقام کے لیے کچھہ بولنا شروع کیا جبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھہ کھڑے
ہوے اونہوں نے عرض کیا کہ جب وہ شخص مجکو برا کہتا تھا آپ چپ تھے اب جو میں نے بدلہ چاہا تو آپ
اوٹھہ کھڑے ہوے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپ تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے
فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس میں بیٹھنا منظور نہیں جہاں شیطان ہو اور بعض لوگ فرماتے ہیں
کہ مقابلہ میں ایسے لفظ کہنے جس میں جھوٹ نہو درست ہیں اور حدیث میں جو ممانعت ہے وہ احتیاطا ہے
یعنے ترک ایسے الفاظ کا بھی اولے اور افضل ہے لیکن اگر کہیگا تو گناہگار نہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہیں
کہ تم کون ہو اور تم فلانے ہی کی اولاد نہیں ہو جیسا کہ سعد رض نے حضرت ابن مسعود رض کو کہا تہا کہ تم بنی ہذیل
ہی میں سے نہیں ہو اونہوں نے جواب میں کہا کہ تم بنی امیہ میں سے نہیں ہو یا یہ کہ کسی کو احمق کہیں اسلیے کہ
بموجب قول مطرف رح کے سب لوگ خدا کے معاملات میں بے وقوف ہیں مگر بعضے کم حماقت رکھتے ہیں اور بعضے
زیادہ اور حدیث شریف میں حضرت ابن عمر رض سے ایسا ہی کچھہ مروی ہے حَتّٰى تَرَى النَّاسَ كُلَّهُمْ حَمْقَى
فِي ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى اسیطرح کسی کو جاہل کہدینا ہے کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص میں ہوتی ہے
غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہیں کہ انسے دوسرے کو ایذا پہونچتی ہے مگر واقع میں جھوٹ نہیں ہوتی علے
ہذا القیاس بدخلق اور بے حیا اور عیب جو وغیرہ کہدینا بشرطیکہ یہ باتیں اوسمیں ہوں یا یہ کہنا کہ اگر تم میں شرم
ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے میری آنکھوں میں نہایت حقیر ہو گئے اور خدا تم سے عوض لے یا تمکو
سمجھے وغیرہ لیکن چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی بالاتفاق حرام ہیں چنانچہ حضرت خالد بن ولید رض اور حضرت
سعد رض کے درمیان کچھہ بات ہو گئی تھی ایک شخص نے حضرت سعد رض کے سامنے حضرت خالد رض کو کچھہ
کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہمارے اونکے جو بات ہے اوسکی نوبت ابھی دین تک نہیں پہونچی یعنی
ایک دوسرے سے وہ بات نہیں ہوئی جس سے گناہ گار ٹھہریں غرض کہ اونہوں نے برائی کا سننا نہ مانا
کہنے کا تو کیا ذکر ہے اور اس بات کی دلیل کہ جو بات جھوٹ اور حرام نہو وہ انتقام میں کہنی جائز ہے یہ روایت
حدیث ہی کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب ازواج مطہرات رض نے حضرت فاطمہ زہرا رض کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں بھیجا آپ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجکو آپکے
پاس بھیجا ہے اس غرض سے کہ عایشہ رض کو بھی اونکے برابر ہی سمجھیے زیادہ نہ سمجھیے آپ لیٹے ہوئے تھے فرمایا

۱ ترجمہ اگر کوئی تجھکو ننگ کرے ایسے عیب سے جو تو اوس میں جانتا ہے تو تو اوسکو ایسی بات سے عیب نہ لگا جو اوس میں تجھ کو معلوم ہے احمد بروایت جابر بن سلیم ۱۲

۲ ترجمہ دو آدمی جو آپس میں گالی دیتے ہیں دو شیطان ہیں کہ ایک دوسرے کو جھوٹا بتاتے ہیں ۱۲

۳ ابو داؤد بروایت ابوہریرہ مفصلا و مرسلا و موصولا بخاری کی اسناد صحیح ہے ۱۲

۴ ترجمہ یہانتک کہ سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں احمق دیکھے ۱۲

۵ ترجمہ زنا کی گالی ۱۲

کہ اے فاطمہ جسکو مین چاہتا ہون اوسکو تو بہی چاہیگی اونہون عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ تو عایشہ رض سے محبت کر حضرت فاطمہ نے ازواج سے جا کر ماجرا بیان کیا اونہون نے کہا کہ تم نے تو کچہہ بہی نہ کیا ویسے ہی پہر آئین پہر زینب بنت جحش رض کو بہیجا حضرت عایشہ فرماتی ہین کہ انکو محبت مین وہ میرے برابر ہی کا تہا اونہون نے آکر کہنا شروع کیا ابوبکر کی بیٹی ایسی ابوبکر کی بیٹی ایسی اور یہی کہتی رہین اور مین بیٹہی سنا کی مگر اس بات کی منتظر تہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت جواب دین آپ نے جو اجازت دیدی تو مین نے اتنا کچہہ کہا کہ میری زبان سوکہہ گئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو فرمایا کہ ابوبکر کی بیٹی کو دیکہا ایسی ہی یعنے تمکو تاب مقاومت نہین اور یہ گفتگو جو حضرت عایشہ رض نے حضرت زینب رض سے کی تہی اسمین فحش نہ تہا صرف جواب اونکے کلام کا ٹہیک تہا اور ایک حدیث مین فرمایا المستبان ماقالا فعلے البادی منہما حتی یعتدی المظلوم اس سے ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہنچتا ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نکرے پس اکابر سلف نے جو اجازت دی ہے وہ اسیقدر ہے کہ جسقدر اسکو اول ایذا ہوئی ہو اوسقدر یہی عوض لے لے مگر اس مقدار کا بہی ترک ہی افضل ہے اس لیئے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہنچ جاتی ہے اور مقدار واجب پر کفایت کرنا نہین بن سکتا کہ انتہا شروع ایک امر مخفی ہے اس لیے جواب دینے سے سکوت افضل ہے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ شدت غضب مین اپنے نفس کو روک نہین سکتے کو جلد بحالت اصلی آجاتے ہین اور بعض ایسے ہوتے کہ ابتدا مین تو نفس کو روک لیتے ہین مگر ہمیشہ کو کینہ و بغض دلمین رکہتے ہین اس اعتبار سے لوگونکی چار قسمین ہین اول وہ لوگ کہ گہاس کیطرح جلد جلجاوین اور جلد بجہہ جاوین دوم وہ کہ پتہر کے کوئلے کیطرح دیر کو سلگین اور دیر ہی مین بجہین تیسرے وہ کہ تر لکڑی کیطرح دیر مین جلین مگر جلد بجہہ جاوین یہ حالت بہت اچہی ہے بشرطیکہ نری بے غیرتی نہو چوتہے وہ کہ جلد بہڑک جاوین اور دیر مین ٹہنڈے ہون یہ سب مین خراب ہین اور حدیث شریف مین ہے کہ ایماندار کو جلد ہی غصہ آتا ہے اور جلد ہی راضی ہوجاتا ہے تو اس عادت کا تدارک اس سے ہوجاتا ہے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اوسکو غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اور جسکو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہے اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف اقسام کے ہین بعض دیر مین غصہ ہوتے ہین اور جلد رجوع کرتے ہین اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے جلد ہی فنا ہوجاتا ہے ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہوتا ہے اور بعض جلد غصہ کرتے ہین اور دیر مین غصہ جاتا ہے اور سب مین بہتر وہ ہے کہ دیر کر خشم ہو اور جلد منجاوے اور سب سے بدتر وہ ہین کہ جلد غصہ ہون اور دیر مین راضی ہون اور از انجا کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضروری ہوتی ہے تو بادشاہونکو

۲ یہ حدیث بعینہ گذری ۱۲

۳ یہ پہلے گذری ۱۲

ضرور ہوا کہ غصہ کی حالت میں کسی کو سزا نہ دیں ورنہ کیا بعید ہے کہ سزا مقدار واجبی سے زیادہ ہوا ور بمقتضائے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلیے واجب ہے کہ سزا صرف قصور خداوندی پر دیا کرے اپنی غرض کے لیے سزا نہ دیوے چنانچہ حضرت عمر رض نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑ کر اوسکو سزا دیں اوسنے آپ کو کچھ برا کہا آپ پھر آئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے برا کہنے سے اوسکو کیون چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ اوسکے برا کہنے سے مجکو غصہ آگیا تھا اگر مین اوسکو مارتا تو اپنے نفس کے غصہ کا بھی لگاؤ رہتا اور مجکو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کے حمیت وغیرت سے نہ ماردن اسیطرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب ایک شخص نے غصہ کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجکو غصہ نہ دلاتا تو مین سزا دیتا

# نوان بیان حقد یعنی کینے کے معنے اور ثمرہ کا اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا

واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے وقت مجبوری سے انتقام نہین لے سکتا اور غصہ پینا پڑتا ہے تو یہ باطن مین گرکر حقد بنجاتا ہے اور حقد کے معنے یہ ہین کہ کسی کو ثقیل وگران جاننا اور اوس سے بغض ونفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِحَقُوْدٍ اور حقد غضب کا نتیجہ ہے اور اوس سے آٹھ باتین پیدا ہوتی ہین اول حسد یعنے کینہ کے باعث اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کی پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اوسکو کچھ نعمت ملے تو اپنے آپ غم کرے اور اگر اوسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا ہے اسکی برائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے حسد سے زیادہ ہونا حسد کا باطن مین کہ ہر ایک بلا جو غیر پر آوے شماتت کرنیکو تیار رہے تیسرے دوسرے علیحدہ ہونا اور قطع کرنا گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنیکا مائل ہو مگر خود اوس سے اینٹھے رہنا چوتھے اوسکو حقیر وذلیل سمجھنا پانچوین اوسکے باب مین کلمات ناجائز زبان پر لانے مثل غیبت اور جھوٹ اور فاحش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتو مین اوسکے ٹھٹول اور تمسخر کرنا ساتوین اوسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہونچانی آٹھوین اگر اوسکا حق اپنے ذمہ ہو اوسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا یا کوئی چیز اوسکی دبالی ہو وہ واپس نہ کرنا وغیرہ یہ آٹھون چیزین حرام ہین اور ادنی درجہ کینہ کا یہ ہے کہ آدمی آٹھون باتون سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی تک کی نوبت نہ پہونچے لیکن صرف دل مین دوسرے کو برا جانے یہان تک کہ جیسے پہلے باتین کیا کرتا تھا وہ نہ کرے مثلاً دیکھکر خوش ہونا اور نرمی اور عنایت کرنی اور اوسکی حاجت کے وقت کام آنا اور اوسکے ساتھ بیٹھکر ذکر الہی کرنا اور اوسکی نفع مین مددگار ہونا ان امور مین سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اوسکے لیے دعا نہ مانگے یا تعریف نہ کرے یا ترغیب نیکی کی اوسکو نہ کرے تو یہ باتین ایسی ہین کہ ان سے آدمی کا درجہ دین مین گھٹ جاتا ہے اور بڑے فضل اور ثواب کی مانع ہوتی ہین گو مستحق عذاب نہین کرتین

[illegible]

دیکھو حضرت ابو بکر رضہ نے مسطح صحابی کے لیئے قسم کہائی تھی کہ اوسکو کبھی کچھہ نہ دونگا یہ شخص آپکا قریب تھا اگر حضرت عائشہ کی تہمت مین کچھہ اسنے بہی کہا تہا اسلیئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کہائی تھی مگر جب یہ آیت اتری وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ تو آپ نے فرمایا کہ ہان ہم اللہ کی مغفرت کو دوست رکھتی ہین اور پہر جو کچھہ دیا کرتے تھے وہ بدستور دینے لگے اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ جیسے معاملات پہلے کیا کرتا تہا ویسے ہی بدستور جاری رکھے اور اگر نفس پر کوشش کرکے شیطان کی مخالفت کے باعث سلوک کچہہ زیادہ کرے تو یہ مقام ورتبہ صدیقین کا ہے اور مقربین کے اعمال مین سے بڑہکر یہی ہے کیونکہ قدرت کیوقت کینہ ورکے تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ جتنا اپنا آتا ہو اوسیقدر بے کمی و زیادتی دوسرے سے لے اوسکو تو عدل کہتے ہین دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کرکے اور زیادہ صلہ رحم کرے اسکا نام فضل ہے تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہین وہ اوس سے ظلماً لے لیوے اوسکو جور و ظلم کہتے ہین اور یہ پیشہ اراذل اور کمینونکا ہے اور امر اول صلحا کی درجہ کی انتہا سمجہنی چاہیے اور امر دوم حال صدیقین کا ہے

## دسوان بیان فضیلت عفو اور احسان مین

عفو کے معنے یہ ہین کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اوسکو چہوڑ دیوے مثلاً قصاص یا قرض وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اوسکو اوس سے بری کردے اور اسکی تعریف و ثنا بہت آئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ اور فرمایا وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ہین کہ مین قسم کہہ سکتا ہون اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہین ہوتا صدقہ دینا چاہیے ع

زکوۃ مال بدر کن کہ فضلہ رزرا
چو باغبان بدرد بیشتر دہد انگور

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کیواسطے چہوڑ دیوے اللہ تعالی اوسکی باعث قیامت کو اوسکی عزت بڑہاوے تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کہولتا ہے اللہ تعالی اوسپر محتاج ہونے کا دروازہ کشادہ کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا رِفْعَةً فَتَوَاضَعُوا يَرْفَعْكُمُ اللّٰهُ وَالْعَفْوُ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا عِزًّا فَاعْفُوا يُعِزَّكُمُ اللّٰهُ وَالصَّدَقَةُ لَا تَزِيدُ الْمَالَ إِلَّا كَثْرَةً فَتَصَدَّقُوا يَرْحَمْكُمُ اللّٰهُ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام لیتے نہین دیکہا جب تک کہ خدا تعالی کے محارم مین سے کوئی نہ ٹوٹتی اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ آپ کو آتا تہا اور جب کبھی دو باتون کا آپکو اختیار دیا جاتا تو جو سی دونون مین سے آسان ہوتی اوسکو اختیار کرتے بشرطیکہ اوسمین گناہ نہوتا اور حضرت عقبہ رضہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین آپکی خدمت مین حاضر ہوا تو معلوم نہین کہ مینے آپ کا ہاتھہ اول پکڑ لیا یا آپ نے میرا ہاتھہ پکڑ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت کی

لوگون کے اخلاق مین سے جو افضل ہین وہ مین تمکو بتاتا ہون تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بندون مین سے تیری نزدیک کونسا زیادہ تر عزیز ہے ارشاد ہوا کہ جو شخص قدرت کی ہوتے معاف کردے اور حضرت ابو درداء رضہ سے جب لوگون نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کسکی ہے تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر معاف کردے وہ زیادہ عزت والا ہے تم بھی معاف کیا کرو خدا تمکو عزت دیگا اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا اور کسی حق کا نالشی ہوا آپ نے اوسکو حکم بیٹھنے کا دیا اور منظور یہ تہا کہ اسکا حق دلوا دیا جاوے مگر سبیل تذکرہ اوس سے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الْمَظْلُوْمِیْنَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اوس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهٗ فَقَدِ انْتَصَرَ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِذَا بَعَثَ اللّٰهُ الْخَلَائِقَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ نَادٰی مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ ثَلَاثَةَ اَصْوَاتٍ یَا مَعْشَرَ الْمُوَحِّدِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا عَنْكُمْ فَلْیَعْفُ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دوگانہ گذار کر پہر کعبہ مین تشریف لائی اور چوکھٹ پکڑکر لوگون سے پوچھا کہ اب تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے اونہون نے عرض کیا کہ ہم یہ کہتے ہین کہ آپ ہمارے بھائی ہین اور چچازاد ہین حلیم ہین رحیم ہین تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ مین وہ قول کہتا ہون کہ جو یوسف علیہ السلام کہا تہا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ راوی فرماتے ہین کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکل پڑے جیسے قبرون مین سے نکلتے ہین اور مسلمان ہوگئے اور سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اسطرح نقل فرماتے ہین کہ جب آپ مکہ معظمہ مین تشریف لائے تو لوگ آپ کی گرد تھے آپ نے اپنے دونون ہاتہ کعبہ کی چوکھٹ پر رکھکر یہ دعا پڑہی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اور پہر لوگون کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے راوی کہتے ہین کہ ہمنے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچہا کہتے ہین اور گمان بھی اچہا ہی ہے یعنی آپ ہمارے بھائی کریم ہین اور بھتیجے رحیم ہین اور ہم سب آپ کی قابو مین ہین تو آپ نے فرمایا کہ مین وہ بات کہتا ہون جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ الخ حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت مین بندے کھڑے ہونگے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جسکی مزدوری اللہ پر ہو وہ جیسے اور داخل جنت ہو تو پوچھا جاوے گا کہ ایسا کون ہے جسکی مزدوری خدا پر ہو وہ کہے گا کہ وہ لوگ ہین جنہون نے لوگون کو معاف کردیا پہر بہت سی آدمی اٹھین گا اور بے حساب جنت مین

داخل ہونگے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَنْبَغِیْ لِوَالِیْ اَمْرٍ
اَنْ یُؤْتٰی بِحَدٍّ اِلَّا اَقَامَهٗ وَاللّٰهُ عَفُوٌّ یُحِبُّ الْعَفْوَ اور پھر یہ آیت پڑہی وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا آخر تک
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ جو کوئی انکو ایمان سے ادا کرے
تو جنت کے جونسے دروازہ سے چاہے اندر چلا جاوے اور حور عین سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہان
چاہے وہان رہے اول تو یہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورہ اخلاص ہر نماز کے بعد دس بار پڑہا کرے
تیسرے اپنے قاتل کو خون معاف کر دے حضرت ابوبکر رض نے پوچھا کہ خواہ انمین سے ایک کوئی بجا لاوے
آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہی کرے آثار حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص مجھپر ظلم
کرتا ہے تو مین اوسپر رحم کرتا ہون کہ قیامت کو یہ بیچارہ اس ظلم کے باعث پکڑا جاویگا اور مواخذہ و باز پرس
ہوگی اسکو کچھ جواب نہ بن پڑے گا یہ درجہ عفو سے بڑھکر ہے اسکو احسان کہتے ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جب حق تعالی کسی بندے کو تحفہ دیا چاہتا ہے تو اوسپر ایسا شخص معین کر دیتا ہے جو ظلم کرے یعنی ظلم کرنا
ظالم کی حسنات مظلوم کے پاس آجاتی ہین تو بدون عمل انکا آجانا گویا خدا کیطرف سے ہدیہ ہے اور ایک شخص نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجھپر فلان شخص نے ظلم کیا ہے اور اوسکو برا کہنا
شروع کیا آپنے فرمایا کہ اگر تو خدا کے سامنے یہ ظلم جون کا تون لیجاوے تو اوس سے بہتر ہے کہ اوسکا عوض یہان
لیکر جاوے اور یزید بن میسرہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا ہے تو خدا تعالی مظلوم کو
فرماتا ہے کہ جسپر تونے ظلم کیا ہے وہ تجھے کوس رہا ہے اور تو اپنے ظالم کو کوستا ہے تو اگر تجکو منظور ہو تو ہم
دونون کو سنونکو سنین اور اگر چاہے تو قیامت تک تاخیر کرے وہ دونونکو اپنے دامن عفو مین جگہہ دین
اور مسلم بن یسار رحمہ نے ایک شخص سے کہا جسنے اپنے ظلم کرنے والے پر بد دعا دی تہی کہ ظالم کا ظلم اوسکی
حوالہ کر تیری بد دعا سے پہلے اوسکو لگے گا بشرطیکہ کسی کام عمدہ سے اوسکا تدارک نہ کرے اور لائق و مناسب
اوسکے حال کے تو یہی ہے کہ تدارک نہین کرے گا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کو خدا تعالی ایک منادی کا
حکم فرماوے گا کہ یون پکارے جسکا خدا کے پاس کچھہ رہا ہو وہ کھڑا ہو تو اہل عفو کھڑے ہونگے اور جو کچھہ
انہون نے لوگونسے درگذر کی ہوگی اللہ تعالی اوسکے مکافات مین انسے درگذر فرماوے گا اور ہشام بن
محمد کہتے ہین کہ خلیفہ نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کیے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تہی اوسکو اوسنے معاف
کر دیا اور دوسرے نے چھوٹی تقصیر کی تہی اوسکو سزا دی اور دو شعر پڑہے جنکا ترجمہ یہی ہے کہ رہا سے

| | | |
|---|---|---|
| سلطان جو بڑا قصور کرتے ہین معاف | | اور چھوٹے سے جرم پر سزا دیتی ہین صاف |

| | | |
|---|---|---|
| نادان وجہل سے نہین یہ معمول ہے | | ہے شہرت حلم ورعب لوبیہ انصاف ہے |

اور مبارک بن فضالہ کہتے ہین کہ سوار بن عبداللہ نے مجکو بصرہ والون کے ساتھہ ابو جعفر خلیفہ کے پاس بہیجا مین اونکے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک آدمی پکڑا آیا اونہون نے اوسکی قتل کو حکم کیا مینے اپنے دلمین کہا کہ میرے سامنے اس بیچارہ مسلمان کا خون ہوگا پہر اوسنے کہا کہ امیر المومنین مین ایک حدیث نقل کرتا ہون جسکو مینے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اونہون نے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہے مینے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی لوگونکو ایک ایسی میدان مین جمع کرے گا کہ دیکھنے والا اونکو دیکھہ سکے اور پکارنے والے کی آواز سن سکین پہر ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچھہ حق ہو وہ کہڑا ہو تو سوا معاف کرنے والون کے اور کوئی نہین اوٹھے گا اسکو سنکر ابو جعفر نے کہا کہ یہ حدیث سچ تمنے حضرت حسن سے سنی ہے مینے کہا کہ بیشک مینے اونسے سنی ہے پس اپنے آدمیون سے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو اور حضرت معاویہ رضی فرماتے ہین کہ جب تک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے تو عفو اور احسان کرو اور روایت ہے کہ ایک راہب ہشام بن عبد الملک کی پاس آیا اونہون نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ ذوالقرنین نبی تہے یا نہین اوسنے کہا کہ نبی تو نہ تہے مگر جو رتبہ اونکو ملا صرف چار خصلتون کے باعث ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کردیتے دوسرے یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ بولتے چوتہے یہ کہ آج کا کام کل پر نچہوڑتے اور بعضے اکابر کا قول ہے کہ حلیم اوسکا نام نہین کہ ظلم کیوقت تو چپ ہو رہے جب قدرت پاوے تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہے کہ ظلم کیوقت حلم کرے اور قدرت کیوقت معاف کرے اور زیادہ رحم کہتے ہین کہ قدرت اور قابو پانا کینہ اور غصہ کو کہو دیتا ہے اور ہشام بن عبد الملک کے پاس ایک شخص گرفتار ہو کر آیا جسکی کوئی بات اونکے کان مین پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بہی بولتا ہے اوسنے کہا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے فرماتا ہے یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِہَا کیا خدا کے سامنے تو جہگڑینگے آپ کے سامنے نہ بولینگے اونہون نے کہا کہ خیر کہو جو کہتے ہو اور روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ مین گہسا اور پکڑا گیا لوگون نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ اسکا ہاتھہ کاٹ ڈالیے آپ نے فرمایا کہ نہین مین اسکی پردہ پوشی کرونگا اللہ تعالے میری پردہ پوشی فرماوے اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار مین بیٹھے ہوئے کچھہ سودا لیتے تہے دام دینے کیواسطے عمامہ مین سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کہول لیئے آپ نے فرمایا کہ جب مین یہان بیٹھا ہون تب تک موجود تہے لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ الٰہی اوسکے ہاتھہ کٹ پڑین اور اوسکا برا ہو پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اوسکو کچھہ حاجت تھی ورلے گیا ہے تو اوسکو برکت دے کہ اوسکا کام نکلجاوے

اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب سے کیا ہو تو اسی گناہ کو اوسکا پچھلا گناہ کر دے کہ آگے کو پھر ایسا نکرے۔ اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ خراسان کے ایک شخص کی بہ نسبت مین نے کوئی زیادہ زاہد نہین دیکھا وہ میرے ساتھ مسجد حرام مین بیٹھا تھا طواف کو اوٹھا اسمین اوسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا مین نے پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو اوسنے کہا نہین بلکہ اسوقت مجکو یہ تصویر بندھ گئی کہ مین اور یہ چور خدا کے سامنے موجود ہین اور اوسکو کچھ حجت نہین کہ پیش کرے اسلیے مجکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رح کہتے ہین کہ ہم جسوقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے اونکے گھر رات کو گئے اور حضرت حسن رح بھی خوف زدہ سے آئے اور ہم اور ساتھ ہی اونکے پاس گئے مگر ہم حضرت حسن رح کے ساتھ چوزے سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن رح نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیون نے اونکو بیچا اور کوئین مین ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا غرض کہ بھائی کو بیچا اور باپ کو رنجیدہ کیا پھر عورتون کے مکر سے قید مین مبتلا ہوئے مگر دیکھو تو خدا نے اونسے کیا کیا سب سے زیادہ دونی شہرت و شوکت دیا اور اونکا بول بالا رہا اور زمین کے خزانون کا مالک کر دیا ان سب باتون کے بعد جب حکومت پوری ہو گئی اور گھر بار سب وہان آ گئے تو یہ ارشاد فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اس قصہ سے غرض حضرت حسن رح کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی انکے ساتھیونکو معاف کر دین پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ مین بھی یہی کہتا ہون کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اور اگر میرے پاس بجز ان کپڑون کے سوا اور کچھ ہوتا تو مین انھین مین تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقفع نے کسی اپنے دوست کو کسی بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلان شخص اپنے قصور سے گریز کر کے تمھاری عفو کا خواہان ہے اور تمھارے غصہ سے ڈر کر تمھاری آڑ کی پناہ چاہتا ہے اور معلوم رہے کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہے اوتنا ہی عفو کا فضل زیادہ ہے۔ ع گنہ عظیم ست از ضعیف دستان گناہ ✤ از بزرگان عفو کردن اعظم ست ✤ اور عبد الملک بن مروان کے پاس جب ابن اشعث کے قیدی آئے تو رجاء بن حیات نے خلیفہ سے اونکے باب مین سفارش کی اوسنے عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنی فتح عنایت فرمائی اوسکے عوض مین جو اوسکو پسند ہے وہ تم کر دیجیے اللہ تعالے عفو کو پسند فرماتا ہے تم بھی معاف کر دو پس سب قیدیون کا قصور معاف کر دیا اور روایت ہے کہ زیاد نے ایک خارجی کو پکڑا اتفاقا وہ بھاگ گیا زیاد نے اوسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ مین تجکو مار ڈالونگا اوسنے کہا کہ اگر مین امیر المومنین کا شقہ لا دون تب تو چھوڑ دوگے کہا کہ البتہ اوسنے کہا کہ مین عزیز حکیم کا شقہ لاتا ہون اور اوسپر دو پیغمبرون کی گواہی گذرانتا ہون پھر یہ آیت پڑھی أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ زیاد نے کہا کہ اسکو چھوڑ دو اسکو حجت خوب سوجھی

اور روایت ہے کہ انجیل میں مذکور ہے کہ جو اپنے ظالم کے لیے مغفرت کی دعا کرے شیطان اوس سے بھاگتا ہے
اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عفو کا تتمہ نرمی کے فضائل پر کیا جاوے

**فضیلت نرمی کی** ۔ نرمی کا مقابل تیزی اور تنک چڑھا ہونا ہے نرمی ایک صفت عمدہ ہے جو حسن خلق کا نتیجہ ہے اور اوسکے برعکس تیزی نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہے اور کبھی تو تیزی غصہ سے ہوتی ہے اور کبھی شدت حرص اور اوسکے غلبہ سے ہوتی ہے کہ اوسمیں آدمی کو سوچ سمجھ نہیں رہتی اسیواسطے استقلال جاتا رہتا ہے مگر نرمی بہرصورت ثمرہ حسن خلق ہی کا ہے اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہے کہ قوت غضب اور قوت شہوت کو حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنے نرمی کی تعریف میں حدیث شریف میں بہت مبالغہ ہے چنانچہ فرمایا یا عائشۃ انہ من اعطی حظہ من الرفق فقد اعطی حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ ومن یحرم حظہ من الرفق فقد حرم حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ اور فرمایا اذا احب اللہ اھل بیت ادخل علیھم الرفق اور فرمایا ان اللہ لیعطی علی الرفق ما لا یعطی علی الخرق فاذا احب اللہ عبدا اعطاہ الرفق وما من اھل بیت یحرمون الرفق الا حرموا محبۃ اللہ تعالی اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ان اللہ رفیق یحب الرفق یعنے اللہ تعالے رفیق ہے اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہے اور ملایمت پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو درشتی کے ساتھ نہیں دیتا ۔ اور حضرت عائشہ رض کو فرمایا کہ اے عائشہ ملایمت کیا کر اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہے تو اونکو ملایمت کی راہ سوجھا دیتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ جسکو ملایمت نملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا اور فرمایا کہ جو حاکم اپنی عہد میں ملایمت و نرمی برتے گا اوسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاوے گی ۔ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کن لوگوں پر حرام ہے کل ھین لین سھل قریب اور فرمایا الرفق یمن والخرق شوم اور فرمایا التانی من اللہ والعجلۃ من الشیطان اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب مسلمان تو خدا ے تعالے کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہیں کوئی عمدہ بات میرے لیے بھی خاص کر دیجیے آپ نے دو یا تین بار الحمد للہ فرما کر اوس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اوسے سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر اور ایک بار حضرت عائشہ رض سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اونکی سواری میں ایک اونٹ شوخ تھا تو اوسکو کبھی داہنے کبھی بائیں پھراتی تھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملایمت کر یہ ایسی شی ہے کہ جس چیز میں ہوا سکی زینت ہو جاوے اور جس میں نہو اوسکو معیوب کر دے آثار حضرت عمر رض بن خطاب کو یہ خبر پہنچی کہ بعض عامل

ظلم کرتے ہین آپ نے اونکو طلب فرمایا جب وے حاضر ہوئے تو آپ نے بعد حمد و ثنا کے ارشاد فرمایا کہ
اے رعیت ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے خیرخواہی کرو اور اچھی بات پر مددگار رہو اور اے عاملو رعیت کا
تمپر حق ہے پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی اور اوسکا حلم اللہ کو پسند ہی ویسا کوئی حلم محبوب اور عام نہین
اسی طرح کوئی چیز اللہ تعالے کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بری نہین اور یہ بھی جان رکھو کہ جو شخص
اپنے سامنے والون کو عافیت سے رکھتا ہی اوسکو غائب لوگون کی طرف سے بھی عافیت اور آسایش پہونچتی ہے
اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ ملائمت حلم کا ہم پلہ ہے۔ اور ایک حدیث موقوف اور مرفوع مین وارد ہے
کہ علم مومن کا دوست جانی ہے اور حلم اوسکا وزیر اور عقل اوسکا رہنما اور عمل سربراہ کار اور رفق اوسکا والد اور نرمی
بھائی اور صبر سپہ سالار ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیدیتا ہے اور اوس
علم کا تو کیا پوچھنا ہے جسکو عمل سے زیبایش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہے جسکی آراستگی رفق سے ہوئی ہو
غرض کہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہے ایسا کوئی نہین۔ اور حضرت عمرو بن العاص رض نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے
سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہے اونھون نے جواب دیا کہ جس صورت مین آدمی حاکم ہو تو عاملون سے نرمی برتے
اونھون نے پوچھا کہ خرق یعنے جہالت و درشتی کیا شی ہے آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگون سے جنکو
اختیار و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے اپنے یارون سے
پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو انھون نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اوسکے موقع و
مقام پر برتنا شدت کی جگہہ شدت اور نرمی کی جگہہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط
بھی ضرور چاہیے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است ٭ چو فاصد کہ جراح
و مرہم نہ است ٭ خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کی طرح یہان بھی درجۂ اوسط درشتی و نرمی مین محمود ہی مگر چونکہ
انسان کی طبیعت درشتی کی طرف زیادہ مائل ہے بدین لحاظ ترغیب غایت درجہ رفق کی ضروری ہے
اسی لیے شرع مین صفت رفق کی بہت سی ہے درشتی کی مدح نہین پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پر
حسب مصلحت وقت دونون اچھی ہین مگر جس جگہہ درشتی ضروری ہوتی ہے وہان حق بات ہواے
نفسانی مین مل جاتی ہے اور کبھی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہے ایسا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز کا
قول ہے۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رض نے حضرت امیر معاویہ رض کو خط لکھا اور اوسمین اونپر
اس بات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر و سستی بہت کرتے ہو اونھون نے اوسکے جواب مین لکھا کہ امر
خیر مین تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت زیادہ ہوتی ہے اور رشید وہی شخص ہے کہ
جو جلدی کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور محروم وہ آدمی ہے جو وقار سے محروم رہے

اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو پہونچتا ہے اور جلد باز مدام چوک جاتا ہے اور جسکو رفق سے بہرہ نہیں ہوتا اوسکو حماقت سے نقصان ہوتا ہے اور جو تجربوں سے مستفید نہیں ہوتا وہ عالی رتبہ نہیں لے سکتا۔ اور ابو عون انصاری رحمہ فرماتے ہیں کہ جو کلمات سخت لوگ آپس میں بولتے ہیں اونکے ساتھ ہی ایسے بھی الفاظ ہوتے ہیں کہ اوسی مطلب کے مفید ہوں اور اونکی نسبت نرم ہوں یعنی ؎ چو کاری برآید بلطف وخوشی + چہ حاجت بہ تندی وگردن کشی + اور ابو حمزہ کوفی رحمہ فرماتے ہیں کہ کاروباری آدمی کو زیادہ حاجت سے رکھنا نچاہیے اس لیے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اور جان لینا چاہیے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہیں کرتے جیسا نرمی سے کرتے ہیں۔ اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہیں کہ مومن ہمیں ہوتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہے رات کی لکڑی جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا کہ جو ہاتھ میں آیا خاک خس جمع کر لیا پس علماء نے رفق کی اسقدر تعریف اسی لیے کی ہے کہ یہ ایک عمدہ چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہے اور درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہے کامل آدمی وہی ہے جو موقع درشتی و نرمی کا پہچانے اور ہر ایک کام میں جو مناسب ہو وہ بجالاوے لیکن اگر اوسکی بصیرت میں قصور ہو یا معلوم نہو کہ فلان مقدمہ میں کیا کرنا چاہیے تو چاہیے کہ رفق ہی کی طرف میل کرے اسلیے کہ غالبا فلاح اسی میں ہوتی ہے اب حسد کی برائی اور اوسکی حقیقت اسباب و علاج کا بیان کیا جاتا ہے اور یہ کہ اسکا دور کرنا نہایت ضروری ہے

## گیارھوان بیان حسد کی برائی

واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہے اور کینہ غصہ کی شاخ ہے تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ ہوئی اور غصہ اصل الاصول ٹھہرا پھر حسد میں اتنی بڑی شاخیں پھیلتی ہیں کہ جنکا حصر بھی گویا کہ نہیں ہو سکتا اور اوسکی مذمت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اور ایک حدیث میں حسد اور اوسکے نتائج و اسباب سے منع کرتے ہیں فرمایا لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمھارے سامنے آوے گا اتنے میں ایک شخص انصار بائیں ہاتھ میں جوتیاں لیے ہوئے ڈاڑھی میں سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے اوس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اوس شخص کے پیچھے گئے اور اوس سے کہا کہ مجھ میں اور میرے باپ میں کچھ تکرار ہو گیا ہے

ابو داؤد نے بروایت ابو ہریرہ و ابن ماجہ نے بروایت انس ۱۲

یعنی حسد نہ کرو اور آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور بغض نہ رکھو اور پیٹھ نہ پھیرو اور ہو جاؤ اے بندو اللہ کے بھائی بھائی ۱۲ صحیحین

یہ حدیث احمد نے نقل کی ہے اور بزار نے اور اس شخص کا نام سعد تھا ۱۲

اسپر مینے قسم کہائی ہی کہ تین دن اونکی پاس نجاؤنگا اگر آپ اجازت دین تو تین دن تک آپکی مکان مین سو رہا
کرون اونہون نی کہا کہ کیا مضایقہ ہے حضرت عبد اللہ رض تین رات اونکی گہر مین رہی تو دیکہا کہ وہ رات کو نہین
اوٹہتی بجز اسکی کہ جب کروٹ لیتی ذکر الہی کرلیتی ہین اور صبح کی نماز کیوقت تک بستر سے نہ اوٹہی البتہ اتنا معلوم ہوا کہ جب کبہی
کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئی تو حضرت عبد اللہ فرماتی ہین کہ میری جی مین اونکی عمل کی کچہہ وقعت
نہ آئی اور مینے اسا عمل معلوم کیا تہا تو مینے اونسی کہا کہ ای بندہ خدا مجہہ مین اور میری باپ مین کچہہ خفگی کی
بات نہین ہوئی تہی لیکن مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سی تمہاری ثنا سنی تہی یہ کلمات سنے
تہی اسواسطے یہ منظور تہا کہ مین بہی دیکہون کہ تم کیا عمل کرتی جس سے جنتی ہوئی ہو تو عمل تو تمہارا کچہہ بہت نہین
یہ فرمایئے کہ یہ درجہ کسطرح ملا اونہون نی فرمایا کہ یہی ہی جو تمنے دیکہا مین اونکی پاس سے چلا جب تہوڑی دور گیا
تو اونہون نی مجکو بلایا اور کہا کہ بہائی عمل تو یہی ہی جو تمنے دیکہا مگر اتنی بات ہی کہ جو شے اللہ تعالی کسی
مسلمانکو عطا فرماتا ہی اوسپر میری دلمین کچہہ کدورت اور حسد نہین آتی مینے کہا کہ بس وہ بات یہی ہی جس سے
تمکو رتبہ ملا یہ بات ہمسی نہین ہوسکتی اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نی فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ جس سے کوئی
خالی نہین ایک ظن دوسری بدفالی تیسری حسد مگر مین تمکو انسی نجات کیصورت بتائی دیتا ہون کہ جب کوئی
ظن دلمین گذری تو اوسکو ہمیشہ نجاننا چاہیی اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاو اور جب حسد ہو تو
اوسکی خواہش نکرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ کمتر اوس سے کوئی خالی ہوگا اس روایت
مین امکان حسد سی خالی ہونیکا پایا جاتا ہی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نی فرمایا کہ ایک مرض
تم مین پہلی امتونکا چلا آیا ہی یعنی حسد اور بغض اور بغض مونڈنی والی چیز ہے اور اس سے یہ غرض نہین کہ
بال مونڈتی ہی بلکہ دین کی صفائی بتلاتی ہے قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین محمد کا نفس
ہی کہ تم جنت مین ہرگز نہ داخل ہوگی جب تک مومن نہوگی اور مومن نہوگی جب تک آپس مین دوست نہوگی اور مین
تمکو ایسی بات بتاتا ہون جس سی بنا دوستی تم مین مستحکم ہو وہ یہ ہی کہ آپس مین طریقہ اسلام کو خوب رائج کرو
اور فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا وَکَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَغْلِبَ الْقَدَرَ اور نیز فرمایا کہ عنقریب میری امت مین
اور امتونکا مرض پہیلیگا لوگون نی عرض کیا کہ اور امتونکا مرض کیا ہی آپ نی فرمایا کہ اَلْاَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّکَاثُرُ
وَالتَّنَافُسُ فِی الدُّنْیَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْبَغْیُ ثُمَّ یَکُوْنَ الْھَرَجُ اور فرمایا لَا تُظْھِرِ الشَّمَاتَۃَ
لِاَخِیْکَ فَیُعَافِیَہُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ اور روایت ہی کہ حضرت موسی جب پروردگار عالم سی باتین کرنے گئے
تو ایک آدمی کو عرش کی سایہ مین دیکہا دلمین اوسکی رتبہ کی عظمت ہوئی کہ اسکی سی جگہہ مجہی بہی ملتی یہ کوئی بڑا عالی
رتبہ ہی جناب باری مین عرض کیا کہ اسکا نام مجکو بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سی کیا غرض ہے اسکا کام

بتایا جاتا ہے کہ تین باتین کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگون پر انعام خداوندی دیکھکر حسد نکرتا تھا دوسرے
یہ کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہین کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگونکی چغلی ایک دوسرے سے نہین کہاتا تھا اور
حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے کہ میرے
حکم پر غصہ ہوتا ہے اور جو کچہ مینے لوگون کے حقمین مقدر کر دیا ہے اوسپر راضی نہین ہوتا اور ایک حدیث مین
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت پر اسبات کا ہے کہ اونکی پاس
مال کی کثرت ہو اور آپسمین حسد کرکے کشت و خون کرین اور فرمایا ہے اِسْتَعِيْنُوا عَلٰى قَضَاءِ الْحَوَائِجِ
بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتون کے دشمن ہین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون
لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو لوگون پر نعمت دیکھکر حسد کرین اور فرمایا کہ چھہ آدمی حساب کے پہلے ہی چھہ چیزون کے
سبب دوزخ مین جاوینگے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کونسے لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کی باعث
اور عرب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور روستائی
جہالت کی باعث اور علما حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہے کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد ہی
یعنی ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر حسد کرکے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی کی باعث
خدا کی نافرمانی مین مبتلا ہوا اور روایت ہے کہ عون بن عبد اللہ فضل بن مہلب کی پاس اوس زمانہ مین تشریف
لے گئے کہ وہ واسط کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون اونہون نے کہا فرمائیے آپ نے فرمایا
کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خدا تعالی کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اسکی کلام مجید
مین موجود ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ
دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنت مین جگہہ دی
جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور سب چیزونکے کہانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع
کر دیا تو اونہون نے حرص کی بدولت اوسمین سے کہایا اور جنت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ اِهْبِطُوْا مِنْهَا
جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کی باعث ہابیل کو مار ڈالا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاتْلُ
عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ
اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب رضی اللہ عنہم کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور نجوم کے ذکر کیوقت بھی سکوت
کرنا اور بکر بن عبد اللہ کہتے ہین کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کہڑا ہوکر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کو احسان
کے مکافات مین اوسکے ساتھہ سلوک کرنا چاہیئے کیونکہ بدی کرنے والے کو تو خود اوسکی بدی ہی تیری
طرف سے کفایت کرے گی اس شخص پر اور اوسکے رتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہوئی یہانتک کہ بادشاہ سے

اوسکی چغلی کی کہ جو آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہے وہ یون کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن ہے بادشاہ نے کہا کہ اوسکی تصدیق کیسے ہو اوسنے کہا کہ جب وہ شخص آپکے سامنے کھڑا ہو اوسکو اپنے پاس بلوا لیجیے جب آپکے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کر لیگا کہ منہ کی بدبو نہ آوے بادشاہ نے کہا اچھا ہم کل امتحان کرینگے ادہر تو بادشاہ سے یہ کہہ گیا ادہر اوس شخص کی دعوت کر کے ایسا کھانا کھلایا جسمین بہت سا لہسن تہا اتنے مین دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اوسکو پاس بلایا اسنے اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کو میرے منہ کی لہسن کی بو نہ آوے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور پاس گیا بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلان شخص اسکی نسبت کچھ کہہ گیا تہا وہ درست ہے اوسیوقت اپنے ایک عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکھا کہ جب حامل شقہ یہ تیرے پاس پہنچے اسکو قتل کر کے اسکے چمڑے مین بھس بھروا کر ہمارے پاس بھیج دینا اور شقہ کو حوالہ اوس شخص کے کیا کہ فلان عامل کے پاس لیجا یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اس بادشاہ کا دستور یہ تہا کہ شقہ دستخطی خاص صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکہا کرتا تہا اثناء راہ مین وہ حاسد ملا اسکے ہاتھ مین شقہ دیکھکر پوچھا کہ یہ شقہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ فلان عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اوسکے پاس لیے جاتا ہون اوسنے سمجھا کہ ضرور اسمین کچھ انعام و جاگیر کو لکہا ہوگا اس کمبخت نے اوس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجکو دیڈال کہ مین لیجاؤن اوسنے کہا کہ مینے تجکو ہبہ کیا لیجا جب رقعہ لیکر عامل کے پاس گیا اوسنے پڑھکر حامل سے کہا کہ اس شقہ مین یہ حکم ہے کہ حامل کو قتل کرے اور کہال کہینچ کر اوسمین بھس بھر کے حضور مین بھیجدو تب تو یہ بہت گہبرایا اور کہنے لگا کہ اسکا اصل حامل تو اور شخص ہے مین نہین ہون خدا کیواسطے مجھے یہ شقہ دیدے کہ مین بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤن عامل نے کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہین ہو سکتا چنانچہ اوسکو ذبح کر کے پوست اتروا کر بادشاہ کی خدمت مین بھیجدیا اب اوس شخص کا حال سنیئے کہ وہ بدستور وقت مقرری پر پہر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تہا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ شقہ کو کیا کیا اوسنے عرض کیا کہ راہ مین فلان شخص مجکو ملا اوسنے مجھسے مانگا مینے اوسکو ہبہ کر دیا بادشاہ نے کہا کہ وہ یون کہتا تہا کہ تو مجکو گندہ دہن کہتا پہرتا ہے اوسنے کہا کہ مینے ہرگز نہین کہا بادشاہ نے پوچھا کہ پہر جب مینے تجکو اپنے پاس بلایا تہا تو تو نے اپنا ہاتھ منہ پر کیون رکھ لیا تہا اوسنے کہا کہ اوسی شخص نے مجکو ایسا کھانا کہلا دیا تہا جسمین لہسن تہا مینے منہ اسواسطے بند کیا تہا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اوسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کر گئی اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے کہ مینے امر دنیا کے لئے کسی پر حسد نہین کی اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت

مین سے ہی تو دنیا پر اوسکی کیا حسد کرون جنت مین دنیا کی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا کی [illegible] پر اوسکی حسد فضول ہے اسلیے کہ اوسکا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سے پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کا حال بھول گئے مومن حسد کرتا ہے لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی مین اوسکو پوشیدہ رکھے اسلیے کہ جبتک زبان و ہاتھ سے کچھ زیادتی نہ کریگا تو حسد سے کچھ نقصان نہین ہوگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اوسکی ہنسی اور حسد دونون کم ہو جاوینگے اور حضرت معاویہ رض فرماتے ہین کہ مین سب آدمیون کو راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہون مگر حاسد نعمت کو کہ وہ بدون زوال نعمت راضی ہی نہین ہوتا

| | |
|---|---|
| توانم آنکہ نیازارم اندرون کسی | حسود را چہ کنم کو زخود برنج درست |

اور بعض حکما کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے کہ کبھی نہین بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گذرتا ہے اوسکو وہی کافی ہے اور ایک اعرابی کا قول ہے کہ مینے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوا حاسد کے نہین دیکھا کہ جب دوسری کی نعمت دیکھتا ہے گویا اوسکی چھریان لگتی ہین اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی دوسرے پر کیون حسد کرتا ہے اگر اوسکو خدا تعالی نے لائق سمجھکر نعمت دی ہے تو جسکو خدا تعالی بزرگی دی اوسپر حسد کیا ضرور ہی اور اگر اوسکا کچھ معاملہ ہے تو ایسی چیز پر کیا حسد کرنی چاہیے جسکا مآل دوزخ ہوا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ حاسد کو مجلسون مین تو ذلت اور مذمت ملتی ہے اور فرشتون سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع مین ہول و شدت اور قیامت مین عذاب و فضیحت

## بارھوان بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام اور مراتب کے ذکر مین

یہ تو ظاہر ہے کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتی ہے پس جب اللہ تعالی کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرماوے تو دوسرے شخص کی دو حال ہوتے ہین اول تو یہ کہ وہ نعمت اوسکو بری معلوم ہوا اور یون چاہے کہ اوسکے پاس نرہے اس حالت کا نام تو حسد ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسد کی تعریف و حقیقت یہی ہے کہ دوسری کی نعمت کو برا جاننا اور اوسکی پاس سے جاتے رہنے کا خواہان ہونا دوسرا حال یہ ہے کہ نہ تو وہ نعمت بری معلوم ہوا اور نہ اوسکی زوال کا خواہان ہو بلکہ یون دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت ہمکو بھی ملے اسکا نام غبطہ اور منافست ہے اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسری کی جگہ بھی بولی جاتی ہین اور اسکا کچھ مضائقہ نہین معنی کے رو سے ایسا اکثر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ يَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسُدُ پس حسد تو ہر حال مین حرام ہے مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھ لگی ہو اور وہ اوس سے فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اوس شخص

برا جاننا اور اوسکے زوال کا خواہان ہونا کچھہ گناہ نہیں اسلیے کہ خود نعمت پر تو یہ حسد نہیں بلکہ اس وجہ سے
ہے کہ وہ سامان فتنہ وفساد کا ہے اور اگر اوس سے وہ فساد وفتنہ نہ کرے تو کچھہ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد
کی حرمت مین جو حدیثین وارد ہین اونکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اونسے صاف ظاہر ہے کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہے
علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خدا تعالے کے حکم سے غصہ ہونا ہے کہ اپنے بعض بندون کو
بعض پر فضیلت کیون دی اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اسکے لیے نہ کوئی عذر ہے نہ اوس سے خدائی احکام
پر نارضامندی ظاہر کی جاوے اور نہ اسکی اجازت ہے غور کی بات ہے کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی
مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اوسمین اپنا کچھہ ضرر نہو اللہ جل شانہ نے بھی حسد کی مذمت جا بجا
ارشاد فرمائی ایک جگہہ ارشاد فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا
یہ خوشی شماتت کی باعث تھی اور شماتت وحسد لازم ملزوم ہین اور فرمایا وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اسمین یہ بتلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہین
حسد کے سبب سے اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً اور حضرت یوسف ع کی بھائیون کی
حسد جہان ذکر فرمائی ہے تو اونکے دلکی بات کو یون ارشاد فرمایا ہے اِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَاَخُوهُ اَحَبُّ اِلَى اَبِينَا
مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ اقْتُلُوا يُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوهُ اَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيكُمْ یعنی جب باپ
کی محبت حضرت یوسف ع کے ساتھہ بھائیونکو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اوسکے زوال کی فکر کی اور انکو اونکی
نظر سے غائب کر دیا اور فرمایا وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا اُوتُوا اسمین حسد نکرنے والونکی تعریف ہے
یعنی اونکے دل تنگ نہین ہوتے اور شرح کرتے ہین اور بمقام انکار ارشاد فرمایا اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ اور فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً اس کلمہ تک اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ
بَغْيًا بَيْنَهُمْ اسکی تفسیر مین بغیا کے معنی حسد کے لیے ہین اور فرمایا وَمَا تَفَرَّقُوا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنی
علم اونکو اسلیے عطا ہوا تھا کہ بجا آوری طاعت الہی مین متفق ہو کر آپسمین مانوس ومالوف ہوتے اوسکی برخلاف حسد
اور اختلاف کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست مجہی کو ملے دوسرے کے پاس نجاوے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانین
اسی رد وبدل مین تھے کہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ قبل رسالت آنحضرت صلعم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یون
دعا مانگتے کہ الہی بطفیل اوس پیغمبر کے جسکے بھیجنے کا تو نے ہمسے وعدہ کیا ہے اور اوس کتاب کی طفیل سے جسکو تو اوسپر اتاریگا
ہمکو فتح دے اور اونکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلعم حضرت اسمعیل ع کی اولاد مین سے ہوئے تو انہون نے انکار کیا چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا
جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ پھر اوسکے آگے فرمایا اَنْ يَكْفُرُوا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

یعنی حسد اور حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک روز میرا باپ اور چچا آپ کے پاس سے گھر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرت کی شان میں کیا کہتے ہو اونہوں نے جواب دیا کہ میری دانست میں یہ وہی نبی ہیں کہ جنکی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام دے چکے ہیں پھر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے اونسے کہا کہ میں تو زندگی بھر اونکا دشمن ہی رہونگا اب منافست کا حکم سننا چاہیے کہ وہ حرام نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور فرمایا سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ اسمیں بھی منافست ہی مراد ہے اسلیے کہ سبقت وہاں ہی ہوتی ہے جہاں چیز کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلاً دو غلام اپنے آقا کی خدمت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہیں تو مقصود ہر ایک کا یہی ہے کہ ایسا نہو میرا ساتھی آقا کے سامنے اول جا کر ایسی چیز لے لے کہ مجکو نہ ملے اور حدیث شریف میں تو تصریح ہی اسکی موجود ہے چنانچہ فرمایا لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَىٰ هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ عِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِهِ وَيُعَلِّمُهُ النَّاسَ پھر اسکی تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری میں اسطرح فرمائی مَثَلُ هَٰذِهِ الْأُمَّةِ مَثَلُ أَرْبَعَةٍ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِي مَالِهِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهِ مَالًا فَيَقُولُ رَبِّ لَوْ أَنَّ لِي مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ أَعْمَلُ فِيهِ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَهُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ اور یہ اسلیے ہے کہ وہ صرف اسی بات کو چاہتا ہے کہ فلانے جیسا مال مجھے بھی ملے یہ نہیں چاہتا کہ اوسکے پاس سے جاتا رہے پھر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہے وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ فِي مَعَاصِي اللَّهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللَّهُ مَالًا فَيَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ أَعْمَلُ فِيهِ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ پس مذمت کرنا آنحضرت صلعم کا اس مفلس کو اس جہت سے ہے کہ اوسنے مال سے تمنا ہی معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اونے دوسرے جیسا مال کیوں چاہا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسرے کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بھی ویسا ہی چاہے اور دوسرے سے اوسکا دور ہونا پسند نکرے اور نہ اوسکے پاس اوس نعمت کا ہمیشہ رہنا برا معلوم ہو تو اسمیں کچھ حرج نہیں ہاں یہاں یہ بات رہی کہ حدیث مذکورہ بالا میں لفظ حسد ہے اور ذکر اباحت منافست کا تھا تو اسکا حال ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ حسد اور منافست ایک دوسرے کی جگہہ پر بولے جاتے ہیں بقرینہ مقام معنی لے لیے جاتے ہیں منافست کی جگہہ تو حسد کا استعمال اس حدیث میں ہوا اور حسد کی جگہہ منافست کا لفظ اس روایت میں موجود ہے کہ جب قثم بن عباس اور فضل رضہ نے یہ چاہا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک میں جا کر اس امر کی درخواست کریں کہ حکومت صدقات کی ہمارے سپرد فرمائیے تو حضرت علی رضہ نے اونسے فرمایا کہ وہاں جانا فضول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمکو یہ عہدہ عطا نفرماوینگے انہوں نے جواب دیا کہ یہ بات تم منافست یعنی حسد کی

کہتے ہو حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو اپنی بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو ہم
میں کچھ منافست یعنی حسد نہین کی تھی غرض اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہی اگر وہ
نعمت دینی اور واجب ہی مثلاً ایمان اور نماز اور زکوۃ وغیرہ ہیں اسپر غبطہ کرنا واجب ہے یعنی یہ چاہنا
کہ مجکو بھی یہ دولت نصیب ہو واجب ہی اسلیے کہ اگر واجب چیزونکو اپنے لیے نچاہیگا تو خدا کی نافرمانی
سے گویا خوش ہے اور یہ امر حرام ہے اور اگر نعمت مذکورہ فضائل میں سے ہو جیسے عمدہ باتوں مین
خواہ صدقات نفل مین روپیہ صرف کرنا وغیرہ تو ایسی نعمت مین غبطہ مستحب ہی اور اگر نعمت صرف ایسی
ہی کہ اوس سے بقدر مباح بہرہ ور اور لذت یاب ہو سکی تو اوسمین منافست بھی مباح ہے اور ان سبکا مآل یہ ہے کہ
آدمی یون چاہتا ہے کہ مین دوسرے کے برابر ہو جاؤن اور اس نعمت مین اوسکا شریک ہون اور نعمت کے
برا جاننا اسمین داخل نہین تو گویا اس نعمت مین دو باتین ہین اول تو جسکو یہ عطا ہوئی ہے اوسکا آرام اور
دوسرے اوس شخص کے سوا جتنے اوس نعمت سے محروم ہین اونکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ کرنیوالا امر اول
کو برا نہین جانتا بلکہ اپنا ناقص ہونا اور سب سے پیچھے رہنا برا جانتا ہے اور نعمت والی کی برابری چاہتا ہی اور
کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی مباحات مین اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے ہان ایسی باتون سے
فضل اوسکا ناقص ہے گا ہر چند یہ سطر حکی باتین زہد اور توکل اور رضا کے برخلاف ہین اور مقامات
بلند کے لیے ایک حجاب تاہم موجب نافرمانی نہین ہین اور یہان ایک اور باریک دقیقہ ہے وہ یہ
کہ جب آدمی اس بات سے نا امید ہوتا ہے کہ مجکو فلان جیسی دولت ملے اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم
ہوتا ہے تو بالضرور اپنے نقصان کو پورا کرنا چاہیگا اور اوسکے نقصان جاتے رہنے کی دو ہی
صورتین ہین یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نرہے اور دونون برابر ہو جاوین یا اسکے
پاس ویسی نعمت آجاوے اور مساوی ہو جاوین اور جب ایک صورت نہین بن پڑتی تو بالضرور
بمقتضائے بشریت آدمی کا دل دوسری صورت کیطرف میل کرے گا حتی کہ اگر بالفرض دوسرے
پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اسکے جی کو لگی گی بہ نسبت اسکی کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت
ہمیشہ رہے کیونکہ اوسکے دور ہونے سے یہ اور وہ برابر ہو جاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ بہت کم دل
اس سے خالی ہوتے ہین اس صورت مین یہ تدبیر اولی ہے کہ غبطہ کا حال یون دریافت کرے کہ اگر
دوسرے کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو مین کیا کرون اگر یہ بات دل مین گذرے کہ میرا بس ہو
اس نعمت کو اوس سے دور کردون تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ خواہش حسد ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ
قابو و اختیار کے بھی تقوی اس امر کا مانع ہو گا کہ دوسرے کی نعمت کو اوس سے علیحدہ کیجیے تو پھر غبطہ

جائز ہے اسلیے کہ اپنے عقل و دین کے زور سے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے بلکہ اسکو یہ منظور ہے کہ مجکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاویگی اور یہ نکتہ باریک جو ہم نے لکھا شاید اس حدیث میں یہی غرض ہے ثلاث لا ینفک المؤمن عنهن الحسد والظن والطیرة اور پھر فرمایا وله منهن مخرج اذا حسدت فلا تبغ معنی اسکے یہ ہین کہ اگر تیرے دلمین کچھہ گذری بھی تو اوسکے موجب عمل مت کر اور نفس الامر میں انسان سے بعید ہے کہ جب اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر لیا چاہے اور نعمت سے خالی ہوجاوے تو اس بات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت اوسکے پاس بھی نرہے بلکہ اسکا واہمہ گذرتا ہی ہے ورنہ دوسرے پر نعمت کی ہمیشہ رہنے سے تو ہمیشہ یہ کمتر ہی رہیگا پس اسطرح کی منافست اگر جسد کی ہم ہے تو ضرور ہوا کہ اسمین احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطر کا مقام ہے آدمی اکثر اپنے اقارب دیگانون ہی میں بعضونکو اعلی رتبہ پر دیکھتا ہے تو اونکی برابری چاہتا ہے اسی سے کبھی اوس حسد مین مبتلا ہوجاتا ہے جو شرعًا ممنوع ہے اسلیے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان ہی ہوتا ہی جو کبھی حسد مذموم مین بھی پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ قوت ایمانی اور زور تقوی نہو یعنی رفتہ رفتہ جب اپنے آپ ویسی نعمت نہین پاتا اور مساوی ہونیکو دل چاہتا ہے تو انجام کو یہی سوچتا ہے کہ اسکے پاس بھی نرہے تو برابر ہوجاوین اسطرحکی منافست کی ہرگز اجازت نہین بلکہ یہ قسم حرام ہے خواہ امور دینی مین ہو یا دنیا مین لیکن اگر دل ہی دلمین یہ بات گذر جاوے اور اسپر عامل نہو تو امید ہے کہ معاف ہوجاوے اور اس بات کو بزور عقل و دین برا جاننا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہوجاوے اب مراتب حسد معلوم کرنی چاہیین کہ وہ چار ہین اول تو یہ کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اسکے پاس نہ آوے یہ درجہ سب مین زیادہ برا ہے دوسرے یہ کہ اوس نعمت کا اپنے پاس آنا چاہتا ہے اس سے غرض نہین کہ دوسرا اس سے کیون مستفید ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کسیکے پاس سے جاتی رہے مثلاً کوئی عمدہ مکان یا حکومت وغیرہ ہے اوسکو اسکا دل چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس آجاوے یہ نہین چاہتا کہ دوسرا اسپر کیون مسلط ہے تیسرے یہ کہ خاص اوس نعمت کو اپنے لیے نہین چاہتا بلکہ اوسکا مثل اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر مثل نملے تو اوسکا زوال چاہتا ہے تاکہ مساوات و برابری ہوجاوے چوتھے یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر نملے تو اوسکا زوال دوسرے سے نہین چاہتا پس صورت اخیر جائز اور معاف ہے اگر نعمت دنیاوی مین ہو اور اگر نعمت دینی مین واقع ہو تو مستحب ہی اور قسم دوم مین یہ ہے اسمین کچھہ بھلائی ہے اور کچھہ برائی یعنے زوال کسی کی نعمت کا نچاہنا تو اچھی بات ہے مگر جس شے پر دوسرا قابض ہے اوسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تیسرا مرتبہ دوسرے کی نسبت برا ہی اور پہلا تو نرا برا ہی ہے اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازاً کہدیتے ہین

## تیرہوان بیان منافست اور حسد کے اسباب مین

منافست کا سبب تو صرف محبت اوس چیز کی ہوتی ہی اگر وہ شے امر دینی ہے تو اوسکا سبب اللہ تعالے کی محبت اور اوسکی اطاعت کی محبت ہی اور اگر امر دنیوی ہی تو اوسکا سبب دنیا کی مباحات کی محبت اور اونسے لذت پانیکا چسکا ہی اور ہمکو غرض حسد مذموم کی اسباب بیان کرنے سے ہی اوسکے اسباب گو بہت ہین مگر اکثر سات سبب ہوتے ہین اول عداوت دوم برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا سوم دوسرے کی حقارت چہارم تعجب پنجم مقصد مطلوب فوت ہوجانے کا خوف ششم محبت ریاست ہفتم خبث وبخل نفس کیونکہ آدمی جو نعمت کو دوسرے پر جانتا ہے یا تو اسلیے ہی کہ وہ اوسکا دشمن ہے تو دشمن کی خیر کیون منا دے اور یہ سبب یعنے عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہی اسلیے کہ دستور ہے کہ جب کسی کو کوئی شخص کسی وجہ سے ستاتا ہے خواہ اوسکی مطلب مین کچھہ خلل انداز ہوتا ہے تو وہ اوس سے دلمین کینہ اور بغض رکھتا ہے اور اوسپر غصہ کرتا ہے اور کینہ وغضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہے اگر اپنے آپ انتقام سے عاجز ہے تو پھر یہ چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالفرض اوسکو کوئی بلا پیش آوے تو یہی جانتا ہے کہ یہ امر صرف میرے اوپر ظلم کرنے سے ہوا اور کہنے لگتا ہے کہ خدا نے میری سن لی غرض کہ بغض کے باعث جہالت کے مارے اپنی کرامت سمجھنے لگتا ہے اور اگر کچھہ نعمت دشمن کو ملجاوے تو برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہے کہ خدا کے یہان میری کچھہ پوچھہ نہوئی کہ میرے دشمن سے باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض وعداوت کو حسد لازم ہے اور یہ کچھہ برابر والے پر موقوف نہین ادنے کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہی یعنی بغض کی جہت سے یہ چاہتا ہے کہ اوسکی دولت جاتی رہے اور پرہیزگار محتاط کو یہ چاہیے کہ اسطرح کی حسد کو اپنے دل سے برا جانے اور یہ وہ چیز ہے کہ کافرون کی صفت مین اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا اور فرمایا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ اور یہ حسد عداوت کی باعث جو ہوتی ہی اس سے کبھی نوبت کشت وخون یا نزاع کی پہونچ جاتی ہی اور تمام عمر نعمت کی دور کرنیکی تدبیرین سوچنے مین گذر جاتی ہی یا ہمیشہ چغلی اور پردہ دری یا اور ایسی ہی باتین کرتے رہتے ہین یا حسد اس سبب سے ہوتی ہے کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر اپنے کسی برابر والے

یا اُنہیں نعمت ہوگی تو وہ اوسکی جہت سے بڑائی کرنے لگے گا اور اوسکو برداشت اوسکی کبر و فخر کی نہین کرتا ہے نفس کی عزت سمجھتا ہے تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تعزز کہتے ہین مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہو جاوے تو حاسد کو خوف ہوتا ہے کہ کہین یہ اس بات سے فخر و تکبر نکرنے لگے تو اوسکو خود تو تکبر منظور نہین ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی چونکہ برداشت نہین اسلیے حسد کرنے لگتا ہے کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ کیون ہو یا حسد اس لیے ہوتی ہے کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور متوقع اوس سے خدمت اور فرمان برداری کا ہے جب اوسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہے تو حاسد کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ سنے یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کر کری ہو جاویگی یہ تیسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تکبر کہتے ہین اور انہین دو سببون یعنے تکبر اور تعزز کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اسکا شاہد ہے فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ یعنی اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمان برداری شاق نہوتی ایک یتیم لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہوسکے ان نامعقولون نے قدر اوس درشاہوار کی جانی اور یہ خیال نہ کیا ؎

| | |
|---|---|
| در اگر یتیم شد بیش بود بہای او | زانکہ خرد فزون نہد در یتیم را بہا |

اسیطرح قریش کا قول اللہ جل شانہ نقل فرماتا ہے اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کے کہتے تھے یا حسد کا سبب تعجب ہے یعنی حاسد جب کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہے تو اوس جیسے آدمی پر اسطرح کا رتبہ کیسے ہو تعجب کرتا ہے کہ باوجودیکہ مین بھی اوسی جیسا ہون مگر اوسکو یہ رتبہ مل گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے پہلی قوم کی حالات مین ارشاد فرمایا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ان آیات مین اونکے تعجب کا مذکور ہے کہ جو شخص ہم ہی جیسا ہے وہ رتبہ رسالت اور وحی اور قرب الی اللہ پر کیسے پہونچ گیا اسی بنا پر رسولون سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوت ان سے جاتی رہے اسلیے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہے وہ ہمسے بہتر اور افضل ہو جاوے اسمین اسباب حسد مین سے اور کوئی سبب نہ تھا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب کی راہ سے یہ حسد تھی جیسا اور مقولے مذکور ہین اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا اور لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ اور اللہ تعالے نے خود اونکے تعجب کو واشگاف فرما دیا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ یا حسد کا باعث مقصود کی فوت ہونیکا خوف ہوتا ہے یعنی دوسرے کی نعمت کی

باعث اپنا مطلب جاتا رہے گا وہ نعمت کی باعث حاسد کی غرض پوری نہونے دیگا اور یہ قسم حسد کی
ایسی مقصود و مطلب پر ہوتی ہے جسکی مدعی دو ہون پس جب کسی کو ان دونون مین سے کوئی ایسی
چیز ملجاوے جس سے کہ مطلوب کا ملنا سہل ہوجاوے تو دوسرے کو خواہ نخواہ اوس پر حسد ہوتی ہے
کہ یہ ذریعہ مجھکو کیون نملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتون مین ہوتی ہے کہ مطالب زوجیت کی ہر ایک مدعی
ہوتی ہے اور دو بھائیون مین بھی واقع ہوتی ہے جبکہ ہر ایک کو ماباپ کی دلمین جگہہ کرنی منظور ہوتا کہ
اونکے نزدیک لائق متصور ہوکر مال وغیرہ کا مالک ہوجاوے ایسا ہی دو شاگرد ایک استاد کے
اس حسد مین مبتلا ہوجاتے ہین بشرطیکہ استاد کی آنکھونمین مرتبہ حاصل کرنا منظور ہو بادشاہی خواص
اور مصاحبونمین بادشاہ سے مال وجاہ کے حاصل کرنے کے لیے بھی حسد ہوتی ہے جو واعظ کہ وعظ
سے مال جمع کرتے ہین اور خلق کے دلون مین عزیز بنا چاہتے ہین اونکو بھی یہی نوبت پیش آتی ہے یا حسد
کا موجب ریاست وجاہ کی محبت ہو یعنے اس بات کو چاہنا کہ جیسا ہمکو کوئی فن آتا ہے ایسا دوسرا
نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہو مثلاً کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی فن مین طاق بے نظیر ہوجاوے
اور لوگ میری تعریف کیا کرین موجب اس امر کا اوسکو غلبہ ہوگا اور لوگون کے قول اپنی نسبت سننے کا
کہ تم اپنے فن مین یکتاء دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمہارا مقابل نہین تو ایسا شخص جب کبھی روے
زمین پر اپنا نظیر سنے گا تو اوسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اوسکے پاس یہ فن نرہے کہ
جسکے سبب میرا سہیم و شریک ہے وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا علم یا عبادت یا پیشہ یا جمال
یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ کو فرد جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہے اسکی محبت سے یہ حسد واقع ہوتی ہے
ورنہ اور اسباب حسد یہان مقصود نہین نہ پہلے کی عداوت ہے نہ تکبر اور تعزز منظور ہے نہ مطلوب کے
فوت ہونے کا خوف ہے بلکہ وہی دعویٰ یکتا فنی اور اختصاص ہے کہ ہمچو من دیگرے نیست اور یہ محبت
جاہ کی اوس سے علاوہ ہے جو بعض علما کیا کرتے ہین کہ سوا ریاست کی لینے اور کام نکالنے کیواسطے
لوگون کے دلونمین گھر کرتے ہین علماء یہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچاننے اور اتباع کا انکار کرتے تھے
اونکو بھی خوف تھا کہ جب ہمارا علم منسوخ ٹھہرے گا تو ہماری ریاست اور بڑائی تباہ ہوجاویگی کوئی ہمارا
پیرو نہوگا یا حسد کا سبب ان چہون اسباب گذشتہ مین سے کچھ بھی نہو صرف خبث نفس اور بخل طبع ہو
کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اوسکی بندون پر بری معلوم ہوتی ہے اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہین کہ اونکو شوق
ریاست بھی نہین نہ تکبر اور مال کے خواہان الاجب اونکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلان
شخص کو خدا تعالیٰ نے یہ شے عطا کی اور اوسپر یہ فضل ہوا تو یہ امر اون پر شاق گذرتا ہے لیکن اگر لوگونکی

پریشانی اور بدبختی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا تلخ ہونا ذکر کیا جاوے تو خوش ہوتے ہین ایسے لوگ ہمیشہ دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہین اور خدا تعالی کی نعمت بندون پر دیکھہ نہین سکتے گویا جتنا اونکو ملتا ہے وہ سب ان کے خزانہ سے دیا جاتا ہے ایسے لوگ شحیح ہوتے ہین یعنے بخیل سے بھی بدتر اسواسطے کہ بخیل تو اوسی کو کہتے ہین جو اپنا مال کسی کو نہ دے اور شحیح اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے مال مین بخل کرے یہی حال ان لوگون کا ہے کہ یہ خواہ نخواہ خدا کے دین پر ناخوش ہوتے ہین حالانکہ بندون مین اور انمین کوئی رابطہ یا عداوت نہین ہوتی اور اسکا کوئی اور سبب ظاہری تو معلوم نہین ہوتا صرف یہی ہے کہ اپنی رذالت اور خبث نفس سے اس بلا مین مبتلا ہین سچ ہے

| نیش عقرب نہ از پے کین است | مقتضای طبیعتش این است |
|---|---|

اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہے اسلیے اور اسباب حسد کے عارضی ہین اونمین یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو بد اندیش کی خباثت ہے اسکا نکلنا بہت دشوار ہے بلکہ قریب محال پس یہ ساتون سبب حسد کے مفصلاً بیان ہوئے بعض اوقات انمین سے بعض خواہ اکثر یا سب کے سب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاتے ہین تو ایسی صورت مین وہ بڑی حسد کرتا ہے اور حسد کو ایک تقویت اور زور ہو جاتا ہے جسکو حاسد چھپا نہین سکتا نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہے بلکہ مروت و محبت کو بالای طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہے اور فی زماننا جو حسد پائی جاتی ہے اکثر مین ان اسباب مین کچھ سبب اکھٹے ہی ہوتے ہین ایک سبب تنہا نہین ہوتا

## چودھوان بیان اس بات کی وجہ کہ ہمسرون اور برابرون اور بھائیون اور یگانون مین

زیادہ حسد کیون ہوتی ہے اور غیرون مین کم اور ضعیف ہونے کا کیا سبب ہے واضح ہو کہ حسد انہین لوگون مین زیادہ ہوتی ہے جنمین جو اسباب ہمنے ذکر کیے ہین اونکی زیادتی ہو اور قوت حسد کو اون لوگون مین ہوتی ہے جنمین اون اسباب مین کئی کئی اکٹھے ہو گئے ہون کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی جہت سے حسد کرے اور یہ سبب اون لوگون مین زیادہ ہوتے ہین جنمین بہت سے روابط اور علاقہ ہون کہ اونکے باعث مجلسون مین بیٹھکر آپس مین گفتگو کرتے ہین اور اپنی اپنی غرضین بیان کرتے ہین اوسوقت اگر کوئی شخص اونمین سے کسی کے مطلب کی خلاف کہتا ہے تو مطلب والا اوس سے متنفر ہو کر بغض و کینہ دل مین رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسیطرح اسکا بدلہ لون اور جیسے اسنے میری غرض مین بانوڑا دیا مین بھی اسکی غرض نہونے دون پھر جہان ایک سبب حسد کا ہوا سب اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوتے جاتے ہین بہر حال حسد باہمی

چھیننے اور غرض کی باتین کرنے سے پیدا ہوتی ہے اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر مین رہتا ہو اور دوسرا کسی مین اونمین حسد نہین ہوتی بلکہ اگر دو دو محلو مین رہتے ہون تب بھی حسد نہین ہوتی البتہ جب ایک مجلس مین یا مدرسہ یا مسجد یا بازار مین جمع ہون اور ایک ہی مطلب کے مدعی ہون تب حسد لگتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسیواسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے عابد کی نہین کرتا سوداگر دوسرے سوداگر سے حسد کرتا ہے موچی موچی ہی سے حسد کرتا ہے بزاز سے نہین رکھتا وجہ یہی ہے کہ دونون ایک پیشہ مین لگتے ہین اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بھائی اور چچازاد سے بہ نسبت غیرونکی زیادہ حسد کیا کرتا ہے دونون سوتین آپسمین بہ نسبت ساس نندون کی زیادہ حاسد ہوتی ہین غرض جہان کہین دو شخصونکا مطلوب واحد ہوگا اور اونمین اجتماع و نشست و برخاست باہم کر واقع ہوگی وہان حسد زیادہ ہوگی مثلاً فرض کرو کہ ایک بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہے تو خریدارونکی کثرت چاہے گا جسمین کچھ فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب مین اوسکا حریف ہوگا اوسکی ساتھ حسد کریگا دوسرے سے کیا مطلب پڑا ہے اب اگر اوسکا حریف دوسرا بزاز اوسکے پاس دوکان رکھتا ہو تو دور کے بزازونکی نسبت اوس سے زیادہ حسد ہوگی اسیطرح بہادر آدمی دوسرے بہادر کی حسد کرتا ہے عالم کی نہین کرتا کیونکہ پہلوان و بہادر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جرأت و شجاعت مین یکتا ازمان مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے مین نپائی جاوے ایس اس صفت مین جو اوسکا سہیم و مزاحم ہوگا اوسکی حسد کریگا عالم شخص اس مطلب مین اوسکا مخل نہین کہ اوسکی حسد کی نوبت پہونچی ہان عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے اور انمین بھی واعظ آدمی واعظ کی حسد زیادہ کرتا ہے فقیہ و طبیب کی اتنی نہین کرتا بہرحال بنار حسد دشمنی ہوتی ہے اور دشمنی کی اصل ایک مقصود مین شریک ہوتا ہے اور شرکت مقصود دور دور کے شخصونمین معلوم نہین ہوتی پاس والون مین پھوٹ ڈالتی ہے اسیواسطے پاس والون مین حسد زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو تمام جہان مین شہرت اور آوازہ منظور ہو وہ البتہ دنیا مین جہان کہین اپنا ہم مقصود سنیگا اوسکی حسد کریگا غرض کہ جتنے اسباب حسد مین سب کا منشا اگر نظر غور کیا جاوے تو محبت دنیا سے معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ دنیا ہی کی چیزین ایسی ہین کہ سہیمون اور شریکون کو وافی نہین ہوتین اگر ایک کے پاس گئین دوسرا خالی ہاتھ رہجاتا ہے مگر آخرت کی چیزون مین تنگی نہین اونمین بہت گنجایش ہے اور اونکی مثال علم کی سی ہے کہ شرکت کے باعث کم نہین ہوتا ایک ہی چیز کو لاکھون آدمی جانتے ہین پس جو کوئی اللہ کی معرفت سے محبت رکھتا ہے اور اوسکی صفات اور فرشتون اور انبیا اور آسمان و زمین کے ملکوت سے واقفیت چاہے اس واقفیت و معرفت مین دوسرے کا حاسد نہین ہوتا کیونکہ معرفت مین تنگی نہین کہ ایک عارف جو

جو حال معلوم ہو جاوے تو دوسرے کو نہو بلکہ ایک حال کو لاکھوں عارف جانکر خوش ہوتے ہیں اور اوس
مزہ لیتے ہیں ایک کی لذت و خوشی کا دوسرا ہارج نہیں ہوتا بلکہ اجتماع و کثرت سے زیادہ انس و لذت
ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ علماء دین میں حسد نہیں ہوتی اسلیے کہ اونکا مطلب اللہ کی معرفت و قرب
الی اللہ ہے اور وہ دونوں بڑے سمندر ہیں جسکی کچھ انتہا نہیں کیونکہ سب لذتوں اور نعمتوں سے بڑھکر
دولت دیدار خداوندی ہے جسمیں کسی کو مخالفت اور روک ٹوک نہیں نہ ایک کا دیکھنا دوسرے کا ہارج
بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت و لذت دوبالا ہوگی ہاں اگر عالموں کی غرض علم سے مال وجاہ کا حاصل کرنا
تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام میں سے ہے جب ایک کے ہاتھہ میں رہتا ہے دوسرے کے
ہاتھہ میں نہیں جا سکتا اور جاہ کے معنے دلوں میں جگہہ ہونیکے ہیں جب کسی آدمی کے دلمیں ایک عالم
کی تعظیم بھر جاویگی دوسرے کی تعظیم سے پھر جاوے گا خواہ کم کرے گا یہی وجہ عداوت و حسد کی ہوگی
بخلاف معرفت کے کہ وہ اگر کسیکے دلمیں بھر ہوگی تو اس بات کی مانع نہیں کہ دوسرے کے دل میں نہ ہو
اور اوسکو لذت حاصل نہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال میں یہ فرق ہے کہ مال تو ایسی چیز ہے کہ جب کسی ایک
ہاتھہ سے نہ نکلے گا دوسرے کو نہ ملے گا اور علم عالم کے دلمیں رہتا ہے اور تعلیم کی جہت سے دوسرے کے
پاس بھی جا سکتا ہے علاوہ اسکے مال ایک شی منتہی ہے پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روی زمین کا
مالک ہو جاوے تو دوسرے کے واسطے کچھہ بھی نہ بچے گا اور علم وہ چیز ہے کہ جسکی کچھہ حد و انتہا نہیں وہ سب کا
سب ایک شخص میں آجانا ہو ہی نہیں سکتا پس جو شخص اس بات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال و عظمت
اور ملکوت آسمان و زمین میں فکر کیا کرے تو یہ امر اوسکو ساری نعمتوں سے لذیذ تر معلوم ہوگا اور اسمیں
کسیطرح کی روک ٹوک یا مزاحمت نہوگی اور اسی وجہ سے ایسے شخص کے دلمیں کسی شخص کی حسد نہوگی کیونکہ
اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکھتا ہوگا تو اوسکی لذت میں سے کیا کم ہوگا اوسکو تو اور زیادہ حظ
اور موانست ہوگی ان لوگوں کو جو مطالعہ عجائب ملکوت ہمیشہ رہتا ہے اوسکی لذت اون لوگوں سے
بڑھکر ہوتی ہے جو چشم ظاہری سے جنت کی درخت اور باغوں کی سیر کرینگے اور مزے لوٹینگے اسلیے کہ
عارف کی جنت صرف اوسکی صفت ذاتی ہے جسکو معرفت کہتے ہیں یہ جنت کبھی فنا نہیں ہوتی اور عارف ہمیشہ
اسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہے اوسکی روح و قلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہے اور یہ وہ میوہ ہے
جسکی شان میں لَا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ اور قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ خدا تعالی فرماتا ہے اگر عارف آنکھیں بند
کر لیتا ہو تو روح سے جنت عالیہ کی سیر و تماشا کرتا ہے اب اگر عارفین کی مثلاً کثرت ہو تو اسمیں حاسد
نہونگی بلکہ اونکا حال یہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ

اور یہ حال تو اونکا جبھی تک ہی جب تک دنیا مین رہین اس سے خیال کرنا چاہیے کہ جب قیامت مین پردہ اوٹھا لیا جاوے گا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہان کیا حال ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت مین ایک دوسرے کی حسد نہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا مین ہین اونمین بھی آپسمین حسد نہین ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر منتہی چیز ہے اوسمین کچھ تنگی اور مزاحمت نہین اور وہ بھی باقی ہے جب دنیا مین معرفت ایزدی حاصل ہوا اور چونکہ معرفت مین کسیطرح کی مزاحمت نہین اسی جہت سے جنت والون مین بھی حسد نہ دنیا مین ہوگی نہ آخرت مین بلکہ حسد تو وہ بلا ہے کہ اوسکی باعث اعلی علیین سے آدمی اسفل السافلین مین پہونچ جاتا ہے دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کی کہ انکو ایسا رتبہ کیون ملا اور اسی وجہ سے سرکش و نافرمان ہوکر سجدہ نکیا تو کہان سے کہان پہونچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہے جب ایسی مقصود پر توارد ہو کہ جو سب کو وافی نہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہوگی وسمین حسد بھی نہوگی مثلاً ستارون کی زینت دیکھنے مین کوئی کسیکا حاسد نہین ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہے البتہ باغون کی سیر مین حسد ہوتی ہے کہ یہ زمین کی ایک جزو ی حصہ مین ہوتی ہے اور اگر تمام روی زمین کو آسمان کے مقابلہ مین دیکھو تو کچھ بھی نہین اس صورت مین جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اوسکو چاہیے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمین مزاحمت نہو اور ایسی لذت کا جو بیان ہوا ہے جو کبھی فنا نہو اور یہ بات دنیا مین سوا معرفت الہی اور اوسکی صفات و افعال کے اور کسی چیز مین نہین پائی جاتی اور آخرت مین بھی یہی بکار آئیگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہو اور نہ اوسمین مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہے مثلاً نامرد آدمی کو شوق جماع نہین ہو سکتا لڑکا سلطنت کی لذت نہین جان سکتا اسلیے کہ یہ لذات مردونسے مخصوص ہین نامرد و لڑکے اوسکو کیا جانے ؎

| | | |
|---|---|---|
| جوہر نہ ہووے جسمین جوہر شناس کب ہے | | جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے |

اسیطرح کی لذت معرفت کے لیے بھی وہ لوگ مخصوص ہین جنکے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہے

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ[1] اونکے سوا اور لوگ اس لذت سے محروم ہین اسلیے کہ شوق تابع معرفت کا بعد ذوق کے ہوا کرتا ہے جسکو ذوق اور مزہ نہوگا وہ معرفت کو کیا جانیگا اور جو معرفت کو نجانیگا وہ مشتاق بھی نہوگا اور بدون اشتیاق طالب ہونا معلوم اور بدون طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہے اور بغیر مقصود تک پہونچے سراسر محرومی اور اسفل السافلین مین رہنا ہوگا

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ[2]

[1] نہین غافل کرتے سوداگری اور نہ بیچنا یاد اللہ سے ۱۲

[2] اور جو کوئی آنکھین چرا دے رحمن کی یاد سے ہم اوس پر تعین کرین ایک شیطان پھر وہ رہے اوسکا ساتھی ۱۲

## پندرھوان بیان اوس دوا کا جس سے حسد کا مرض دل سے جاتا رہے

جاننا چاہیے کہ حسد دل کے بڑے مرضون مین سے ہے اور امراض دلی کا علاج علم اور عمل سے ہوا کرتا ہے حسد کی روگ کو جو علم مفید ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اس بات کو یقیناً جان لے کہ حسد دنیا و آخرت مین سراسر اوسکو مضر ہے اور جس سے حسد کرتا ہے اوسکا دین دنیا مین کچھ بھی ضرر نہین بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے جب یہ بات اچھی طرح جان لیگا اور اپنے نفس کا دشمن اور دشمن کا خیر خواہ نہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا حسد کی باعث جو حاسد کو دین مین ضرر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہین ہوتا اور جس نعمت کو اوسنے اپنے بندون پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے جاری کیے ہین اونکو برا جانتا ہے پس اس سے بڑھکر دین مین اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی تقدیر پر راضی نہو اور اوسیطرح یہ ہے کہ ایک مرد مسلمان سے کینہ کی باعث یہ خیر خواہی پیش نہ آیا اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندون کی خیر خواہی چاہتے ہین اونکے زمرہ سے علیحدہ ہوا اور ابلیس اور کافر جو مومنین کا برا چاہتے ہین اونکے گروہ مین داخل ہوا یہ سب باتین دل کی لعین خباثتون مین سے ہین کہ اوسکی نیکیون کو ایسا کھا جاتی ہین جیسے آگ لکڑی کو اور ایسا نشان مٹا دیتی ہین جیسے رات دن کا نشان کھو دیتی ہے اور دنیا مین حاسد کا ضرر یہ ہے کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم مین رہتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالی اسکے دشمنون کو نعمتین دیتا رہتا ہے اور وہ جلتا رہتا ہے جتنی اونسے مصیبتین ٹلتی ہین وتنا ہی اوسکو پریشانی خاطر اور تنگی سینہ ہوتی ہے اور مغموم اور محروم بنا پھرتا ہے جو بات کہ یہ اپنے دشمنون کے لیے چاہتا تھا یا اسکے دشمن اسکے لیے چاہتے تھے اوسمین خود مبتلا رہتا ہے اسکی تو تمنا ہی تھی کہ دشمنون کو رنج پہونچے مگر خود دم نقد رنج و غم مین پھنسگیا اور جس سے حسد کی اوسکی نعمت بھی حسد سے نگئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بھی ایمان نہو تاہم مقتضائے ہوشیاری عاقل کے لیے یہی ہے کہ حسد سے بچے جسمین خود اپنی جان کو رنج ہی رنج ہو اور کچھ فائدہ نہو اور اگر عذاب آخرت کو بھی جانتا ہو تب تو بطریق اولے بچنا چاہیے عاقل شخص سے بہت عجیب ہے کہ بے فائدہ غضب الٰہی کا اپنے آپ کو ہدف کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول کچھ بھی نہو اور جس شخص کی حسد کرتا ہے اوسکو دین و دنیا مین حسد کے باعث ضرر کا نہ پہونچنا صاف ظاہر ہے اسلیے کہ حسد کے باعث اوسکی نعمت دور نہین ہوتی بلکہ جو کچھ اللہ تعالی نے کسی کے لیے اقبال و نعمت مقدر کیا ہے وہ وقت مقررہ تک بیشک رہیگا اوسکے دفع کا کوئی حیلہ نہین کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ اور لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ارشاد فرماتا ہے اسی بنا پر جب ایک پیغمبر نے انبیا سے جناب باری مین ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہوکر ظلم کیا کرتی تھی

تو ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہمنے ازل میں مقدر کر دیا ہے اوسکی تبدیل کی کوئی صورت نہیں اقبال وعمر سکا لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تمکو اگر یہ معلوم ہو اوسکے سامنے سے ٹل جاؤ غرض جب نعمت کا زوال حسد سے نہیں ہوتا تو محسود کو دنیا میں کیا ضرر ہے اور آخرت میں کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شاید حسد کی باعث نعمت اوسکے پاس سے جاتی ہی رہی تو اسمین اپنے نفس کا دشمن ہوتا ہے کیونکہ آخر کوئی حاسد کا بھی دشمن ہوگا جو اوسپر حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا میں کوئی بھی ایسا نہ ہے جسکے پاس خدا تعالی کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہو کیونکہ کافر تو مسلمانونکی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ پس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسری کی نعمت جاتی رہی وہ گویا یہ چاہتا ہے کہ مجھسے کفار کی حسد کی باعث نعمت ایمان سلب ہو جاوے اسیطرح اور نعمتونکو قیاس کرنا چاہیے اور اگر حاسد یہ جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو اور ونکی نعمت جاتی رہے گی مگر اور ونکے حسد سے میری نعمت نجاویگی تو یہ نہایت جہالت و بے وقوفی ہے ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہے کہ نعمت خاص میرے ہی لیے ہے لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی نہیں ہوتی کہ دوسرے کے پاس سے کیون اسکی پاس آجاوے پس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہیں قابل شکر گذاری کے ہے جسکو جاہل برا جانتے ہیں اور محسود کا فائدہ دین و دنیا میں بھی ظاہر ہے دین میں تو اسلیے کہ اوسپر حاسد نے ظلم وزیادتی کی خصوص ایسے حال میں کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال وافعال میں ظاہر ہوا اور محسود کی غیبت وطعن و ہتک اور بدگوئی پر آمادہ کیا ہو ان باتونسے حاسد کے حسنات محسود کو ملینگے اور بہت سا گناہ کو نعمت آخرت سے ننگا منگار رہجاوے گا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس ومحروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ ہوا کہ نعمت دنیاوی پر نعمت اخروی بڑہ چڑہکر ملی کہ نیکیاں ہوئین کسی سے اور اوسکو مفت ملین اور حاسد کی جان کو شقاوت پر شقاوت ہوئی کہ دنیا میں حسد کی آگ میں جلتا رہا اور آخرت میں کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا اور محسود کا نفع دنیا میں یہ ہے کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہے کہ میرے دشمنونکو شقاوت اور برائی پہونچی اور ہمیشہ رنج وتکلیف میں رہین سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنے حاسد کو موجود ہے کوئی رنج ودکھ حسد کے رنج سے بڑہکر نہیں غایت تمنا دشمنونکی یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ چین کرین اور اونکے حاسد حسرت وغم میں مبتلا رہین پس حاسد اونکی غرض وتمنا کے بموجب ہی رہتا ہے کہ وہ فرحت لوٹتے ہین اور یہ جہانی کوٹتا ہی اور یہی وجہ ہے کہ دشمن اپنے حاسد کی موت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تا کہ حسد کی آگ میں مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہیں کرتا جتنی حاسد کے رنج سے خوشی ہوتی ہے

اگر اوسکو معلوم ہو جاوے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہو گئی تو اوسپر گویا مصیبت ٹوٹ پڑی اب
اگر ان باتونکو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ مین قطعی اپنے نفس کا دشمن ہون اور دشمن کا خیر خواہ اسلیے
کہ ایسی بات کی جسمین اپنا سراسر ضرر دنیا و آخرت مین ہوا اور دشمن کا نفع دونون جہان مین ہوا
اور خالق و مخلوق کے سامنے برا ٹھہرا اور حال و مآل مین بدبخت ہوا اور محسود کی نعمت جون کی
تون بنی رہی پھر اسی پر بس نہین کی کہ دشمن کا کام نبگیا بلکہ ایک اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے
زیادہ دشمن ہے یعنی ابلیس اوسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلیے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم
اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہے اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہے کہ کہین ایسا
نہو کہ یہ دوسرا شخص اوس سے محبت کرنے لگے اور اوسکو بھی وتنہا ہی ثواب ملے اسلیے اوسکی دل مین
بغض ڈالدیتا ہے کہ محبت کے ثواب سے بھی محروم رہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے محروم رہا ہے اخبار سے ثابت ہے
کہ جو شخص مسلمانون کی بہتری چاہے اوسمین وہ بھی شریک رہتا ہے چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ
اونکے پلہ کا نہین آپ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۱ اور ایک روز اثنائے خطبہ مین ایک اعرابی آپ کے سامنے
کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی آپ نے پوچھا کہ تونے اوسکا کیا
سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مینے اوسکے لیے کچھ بہت سی نمازین یا روزے تو نہین جمع کیے الا اللہ تعالیٰ
اور اوسکے رسول کریم سے محبت رکھتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۲ حضرت انس رح
راوی حدیث فرماتے ہین کہ جیسی خوشی مسلمانونکو اوس روز ہوئی ویسی کبھی نہوئی تھی یعنی اس
جہت سے کہ اکثر اونکا اعتماد اللہ و رسول کی محبت پر تھا

| | |
|---|---|
| چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان | چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان |

حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم رسول کریم اور ابوبکر رض و عمر رض سے محبت رکھتے ہین گو اون کے سے
عمل نہین کرتے اسی محبت کی باعث خدا کی ذات سے توقع ہے کہ ہم اونکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت
ابوموسی رض فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص خود تو نماز
و روزہ ادا نہین کرتا مگر نمازیون اور روزہ دارون سے محبت رکھتا ہے آپ نے فرمایا ہُوَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۳
اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہے کہ اگر آدمی سے ہو سکے تو
عالم ہو عالم نہو سکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہو سکے تو اونسے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نرکھ سکے تو بغض
ہی نرکھے آپ نے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکالدی ہے اب تامل کرنا چاہیے کہ ابلیس کی بباعث

۱ آدمی اوسکے ساتھ ہے جسکو وہ چاہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

۲ تو اوسکے ساتھ ہے جسکو تو دوست رکھتا ہے بخاری و مسلم بروایت انس رض ۱۲

۳ وہ اوسکے ساتھ ہے جسکو وہ دوست رکھتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم بالفاظ دیگر ۱۲

حسد کسطرح محبت کے ثواب سے محروم رکھا اور اسی پر اکتفا نکی بلکہ دوسرے کا بغض بھی دلمین ڈال کر اوسکو نظر دین مین برا کر دیا یہانتک کہ گناہ گار ٹھہرایا اور حاسد کی گناہ مین کیا شک ہی مثلاً اگر کسی عالم سے حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسیطرح اس سے دین مین بھول ہو جاوے اور اوسکی چوک ظاہر ہو کر رسوا ہو وے یا بولنے مین بند ہو جاوے یا بیمار پڑ کر درس و تدریس سے باز رہے تو اس سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہوگا ہان اگر آدمی عالم کے درجہ کو نہ پہونچے اور اس وجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اخروی سے محفوظ رہیگا حدیث شریف مین ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم ہین المحسن والمحب له والكاف عنه یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو محسن سے ایذا دور کرین ایذا سے غرض ایذاء جسمانی اور حسد اور بغض اور کراہت وغیرہ ہین لیکن مثال مذکورہ بالا مین شیطان نے حاسد کو تینون قسمون مین سے ایک کو بھی نہ چھوڑا تو حاسد کے حسد نے تو دشمن پر کچھہ بھی اثر نکیا مگر شیطان کی حسد اوسکے نفس پر کام کر گئی یہانتک کہ خواب یا بیداری مین حاسد کا حال اوسپر منکشف ہو جاوے تو یون معلوم ہوگا کہ اپنے دشمن کیطرف تیر پھینکتا ہے کہ اوسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو اوسکے نہ لگا بلکہ اسکی دہنی آنکھہ مین لوٹ کر آ لگا پھر غصہ ہوکر دوسرا جو مارا وہ بھی اچٹ کر اسکی بائین آنکھہ مین لگا پھر اور جھنجھلا کر تیسرا تیر مارا وہ بھی ہٹ کر اسکے سر مین آ لگا اسیطرح بار بار یہ اوسکو تاک تاک مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسیکے پھر کر لگتا ہے وہ ہر حال سالم و محفوظ رہتا ہے اور اسکے حرکات پر ہنستا ہے اور تالیان بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسیطرح تمسخر کرتے ہین بلکہ اگر غور کیا جاوے تو حاسد کا حال تیر انداز کی نسبت زیادہ برا ہے کیونکہ تیر سے صرف نقصان آنکھونکا یا اور اعضاء ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اوسوقت نہ جاتی تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتے اور حاسد کے اوپر گناہون کی بوچھار ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی اسکا رنج ساتھہ رہیگا اور کیا عجب ہے کہ غضب جلد اوسکو دوزخ مین پہونچا دے پس دنیا مین اندھا ہوکر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ آنکھونکے ہوتے دوزخ مین جاوے اور اونکو آتش دوزخ کہا وے اس بات کو خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے حاسد سے کیا بدلا لیا یہ یون چاہتا تہا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے اوسکے پاس سے تو نکھوئی اسیکے پاس سے کہو دی یعنی گناہ سے بچا رہنا اور غم و الم سے سلامت رہنا بڑی نعمت تھی حاسد کو اس سے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لیے کرتا ہے خود اوسمین مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی برائی چاہے خود اوسمین مبتلا نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ جو خیر ملنے کبھی حضرت عثمان رضہ کیواسطے تمنا کی وہ مجھپر پڑی یہانتک کہ اگر مین اونکی قتل کی تمنا کرتی

تو خود مقتول ہوئی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اس سے اون چیزونکو خیال کرنا چاہیے جو حسد کے
باعث پیدا ہوتے ہین یعنے اختلاف اور انکار حق اور دست و زبان کا فواحش مین چلنا اور دل کے بیہودے
پہوڑنے وغیرہ غرضکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومین ہلاک ہوئی ہین یہانتک علاج علمی تہا لیس جب
آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اوسکو سوچے گا حسد کی آگ تہ دل مین فرو ہو جاویگی اور جانے گا
کہ یہ بلا میرے نفس کی مہلک ہے اور میرے دشمنون کی خوش کرنے والی اور پروردگار عالم کی ناخوش
کرنے والی اور عیش کی مکدر کرنے والی اب علاج عملی کو سننا چاہیے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اوسکے
خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اس بات کو چاہے کہ محسود کی برائی بیان کیجیے تو اپنی
زبان سے بزور اوسکی مدح و ثنا کرے اور اگر حسد کے مارے تکبر کو جی چاہے تو بتکلف اوس سے تواضع اور عذر
پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اوسکو نہ دینے کے ہو تو جتنا پہلے دیتا تہا اوس سے زیادہ دینے کی عادت کرے
جب یہ باتین کوشش اور اجتہاد سے کرے گا اور محسود کو معلوم ہو جاوے گا تو وہ راضی ہو جاویگا
اور محبت کرنے لگے گا اور جب اوسکی طرف سے محبت ہوگی تو حاسد کو بہی خواہ نخواہ محبت پیدا ہوگی اور اسکے
اتفاق سے بالکل مادہ حسد کا منقطع ہو جاوے گا اسلیے تواضع اور مدح و ثنا اور نعمت پر اظہار سرور سے
نعمت والے کا دل کہنچ آتا ہے اور غلام بنجاتا ہے اور مہربانی پیش آتا ہے اور اونکے عوض مین سلوک
کرنا چاہتا ہے جب اوسکی طرف سے سلوک ہوتا ہے تو دوسری طرف سے بہی انسان بندہ احسان کا مضمون
پیش ہو کر جو باتین بتکلف سرزد ہوتی تہین اب طبعاً ہونے لگتی ہین اور اس باب مین شیطان حاسد کو
یہ دہوکہا دیتا ہے کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظرون مین عاجز یا ذلیل یا خوفناک یا منافق
ٹہرے گا تو آدمی کو چاہیے کہ اس فریب مین نہ آوے بلکہ یون جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً
عداوت طرفین کو فرو کر دیتی ہے اور حسد کے دانت کہٹے ہو جاتے ہین دل الفت و محبت کی طرف
رجوع کرتا ہے اور رنج و عذاب حسد سے اور بغض کے دکہ سے راحت پاتا ہے یہ علاج حسد کا ہے اور
نہایت مفید ہے اسلیے کہ شدت سے تلخ ہے اور ع کہ داروی تلخ ست دفع مرض خود مشہور ہے لیس جو شخص
تلخی دوا پر صبر نہ کرے گا وہ شیرینی شفا بہی نہ چکہیگا اس دوا کی تلخی جبہی آسان معلوم ہوتی ہے جب آدمی
اون باتون کو سوچے جو اوپر مذکور ہوئین اور اللہ تعالی کے حکمون پر بزور راضی رہے اور ثواب رضا کا
طالب اور اپنے آپ کو وہی منظور ہو جو خدا کو منظور ہو اپنے نفس سے یہ بات نکالدے کہ کوئی چیز میری مرضی
کے خلاف نہو کیونکہ اگر یہ بات دل مین جمی رہیگی تو گویا ان ہوت بات کا خواہان ہوگا اسلیے کہ اس امر
کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہون سراسر فضول ہے اور چونکہ مراد کا نملنا بہی ایک طرح کی ذلت

اور خست ہے اور اس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہے یا تو سب کام مرضی کے موافق ہون یا جو کچھ ہو جاوے اوسپر راضی ہو امر اول اپنے اختیار مین نہین نہ تکلف اور مجاہدہ اوسمین کارآمد اسلیے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے ہر ایک عاقل کو اوسکا حاصل کرنا واجب ہے یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج جس سے اسباب حسد کی بیخ کنی ہو یعنی کبر اور عزت نفس اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ انکی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج انشاء اللہ اپنے اپنے موقع پر آوے گا کیونکہ اس مرض کا مادہ یہی اسباب ہین اور روگ بدون قطع مواد کے نہین جاتا پس جو شخص اون علاجونکو دستور العمل بناوے گا تو اور کچھ نہین تو اسقدر تو ضرور ہو گا کہ دل مین تسکین اور ٹھنڈک ہو جاوے اور مواد کے رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود سخت محنت کے بھی دشوار ہے مثلاً فرض کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہے جو اسباب مین سے ہے تو ضرور اپنے حریف پر حسد کرے گا اور اوسکی نسبت لوگون کے دلون مین زیادہ جگہہ کرنی چاہے گا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہو گا تو اوسکو البتہ رنج ہو گا غایت یہ کہ اپنے ہاتھہ و زبان سے اس غم کا اظہار نہ کرے اور پی جاوے مگر یہ نہین ہو سکتا کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نہ رہے

## سولھوان بیان اوس مقدار حسد کا جسکا دور کرنا دل مین سے واجب ہے

جاننا چاہیے کہ ایذا دہندہ کے اوپر آدمی کو طبعاً غصہ آتا ہے مثلاً اگر تمکو کوئی ایذا دے تو تم سے یہ نہو سکیگا کہ اوس سے بغض نرکھو یا اوسپر کوئی نعمت آجاوے تو برا نجانو اور نیکی و بدی مین اوسکا حال اپنے نزدیک برابر سمجھو بلکہ دونون حالون مین ہمیشہ فرق معلوم ہو گا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کی طرف کھینچتا رہے گا لیکن اگر اوسکا جذبہ غالب پڑجاوے گا حتی کہ ظہور حسد تمہارے قول و فعل اختیاری مین ہونے لگے تو تم حاسد اور گناہگار ٹھہرو گے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھو گے مگر باطن مین خواہان اس بات کے ہو گے کہ نعمت اوسکی جاتی رہے اور اس بات کو برا نجانتے ہو گے تب بھی حاسد اور عاصی ہو گے اسلیے کہ حسد قلب کی صفت ہے صفت فعل نہین جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا [1] اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً [2] اور فرمایا إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ [3] اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہین مثل غیبت اور جھوٹ وغیرہ کے وہ عین حسد نہین ہین بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہے اعضاء ظاہری اوسکے محل نہین ہان اتنا فرق ہے کہ اس قسم حسد مین جو اقوال و افعال ظاہری مین نہ آوے اور دل ہی مین رہے کوئی حق عبد نہین ہے کہ اوسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گناہگار ٹھہرتا ہے اور اوسکا معاف کرنا وہان

ف ١ اور نہین پاتے اپنے دلون مین غرض اوس چیز سے جو اونکو ملا ۱۲

ف ٢ چاہتے ہین کہ تم بھی کافر ہو جیسے وہ ہوئے پھر سب برابر ہو جاؤ ۱۲

ف ٣ اگر تمکو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے انکو ۱۲

واجب ہوتا ہے جہان اسباب کا ظہور اعضاء ظاہری پر ہوا اب اگر با وجود اعضاء ظاہری کے روکنے
کے اپنے نفس کے اوس حالت کو بہی برا سمجہو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیون پسند کرتا ہے یہانتک
کہ گویا نفس پر اسوجہ سے غصہ کرو تو یہ برا سمجہنا عقل کی جانب سے ہوگا یعنے طبیعت کیطرف سے جو خواہش زوال
نعمت پائی جاویگی اوسکو برا جاننا عقل کی طرف سے ہوگا اس صورت مین جو امر تمپر واجب تہا وہ کر گذرے
اگر اس سے زیادہ اور کچہہ اختیار مین نہین ہوتا اور سطرح پر طبیعت کا بدل دینا کہ اوسکے نزدیک معدومی اور
محسن ایکسے ہوجاوین اور خواہ اون پر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اوسکا یکسان حال رہے
یہ امر طاقت طبعی سے باہر ہے بشرطیکہ آدمی دنیا کے لذات مین پہنسا ہے ہان اگر اللہ تعالی کی محبت مین
ڈوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا بنے گا تو ایسا حال ہوجاوے گا کہ بندون کے جبکہ جلد
احوال کیطرف توجہ نرہیگی سبکو ایک ہی آنکہہ سے دیکہے گا یعنے سب پر نظر رحمت ہی کرے گا اور سب
کو مخلوق خدا اور اونکے افعال کو افعال خدا سمجہیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الہی جانے گا اور یہ حال اگر
کسیکو میسر بہی ہوتا ہے تو دائمی نہین بجلی کی چمک کیطرح آناً فاناً گذر جاتا ہے پہر قلب اپنی حالت طبعی
کیطرف آجاتا ہے اور دشمن جانی شیطان لعین پہر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہے پس اگر اوس مردود
کے مقابلہ مین بزور عقل اوسکی بات کو برا جانیگا تو جو امر اسکے ذمہ واجب ہے اوسکو ادا کر چکا اور بعضونکا
قول ہے کہ جب تک حسد کا ظہور اعضاے ظاہری مین نہووے تب تک گناہ نہین ہوتا اسلیے کہ حضرت حسن
سے کسی نے حسد کو پوچہا تو آپ نے فرمایا کہ اوسکو پوشیدہ رکہنا چاہیے اس سے کچہہ ضرر نہین ہونے کا
جب تک کہ ظاہر نہ کروگے اور بعضون نے اس روایت کو اونسے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلَاثَةٌ لَا يَخْلُو مِنْهُنَّ مُؤْمِنٌ وَلَهُ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ أَنْ لَا يَبْغِيَ
مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد وہی لیجاوے جو ہم اوپر لکہہ چکے ہین یعنے دین اور عقل کی جانب سے بمقابلہ محبت
طبعی حسد باطنی کی برائی بہی دل مین ہو اور اسی برائی کی جہت سے بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ
جتنی حدیثین کہ حسد کی مذمت مین وارد ہوئی ہین بظاہر اسی بات پر دلالت کرتی ہین کہ سب مسلم
کے حاسد گناہگار ہین علاوہ اسکے حسد صفت قلب کا نام ہے نہ افعال کا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو
کسی مسلمان کی برائی چاہے وہ بالضرور حاسد ہے خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دل سے حسد کرے اور ظاہر
مین اوسکا اثر نہو تو اسطرح کی حسد کے گناہ ہونے مین اختلاف ہے الا ظاہر آیات و احادیث سے یہی
معلوم ہوتا ہے جو ہم لکہہ چکے ہین اور معنون کی جہت سے بہی کچہہ ایسا ہی سمجہا جاتا ہے اسلیے کہ بہت بعید
معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دل سے خواہان ہو اور اس خواہش کو

برا ہی نجانے اور پھر معاف کردیا جاوے اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھہ تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ بحسب مقتضای طبع اوسکی برائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے برا سمجھے اور اپنے نفس پر غصہ کرے اور اس بات کا کوئی بہانہ ڈہونڈہے جس سے یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو یہ قسم حسد کی قطعاً معاف ہے اسلیے کہ آدمی کے اختیار مین اس سے زیادہ کچہہ نہین دوسرے یہ کہ دشمن اوسکی نعمت کے زائل ہونیکی محبت ہو اور اوسکی برائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبان سے یا اور اعضا سے تو یہ حسد یقیناً ممنوع ہے تیسرے یہ کہ حسد صرف دل سے کرے اور اوسکو برا نسمجھے اور نہ اپنے نفس پر اسوجہ سے غصہ کرے الا اعضاء ظاہری پر حسد کا ظہور کچہہ نہو اور مقتضای حسد سے کوئی فعل اختیاری نکرے تو اس قسم مین اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اسی قسم مین بقدر قوت وضعف محبت زوال نعمت کی گناہ ہوگا واللہ اعلم والحمد للہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

## چھٹا باب دنیا کی مذمت کے بیان مین اس مین پانچ بیان ہین

| | |
|---|---|
| رباعی ہے حمد و ثنا کا بحر واسع مشہور | اس ورطہ سے ہو پار کوئی کیا مقدور |
| احسن ہے کہ مین اوسکے نہو کر درپے | دنیا کی برائیان کرون جسمین مذکور |

واضح ہو کہ دنیا اللہ کی اور اوسکے دوستون اور دشمنون کے سب کی دشمن ہے اللہ کی دشمن تو اسوجہ سے ہے کہ اللہ کے بندونکو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی ہے رہزنی کرتی ہے اسی جہت سے جب سے اللہ تعالی نے اوسکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف نگاہ بھر کر نہین دیکھا اور دوستان خدا کی اسوجہ سے دشمن ہے کہ اونکے سامنے بڑے تزک اور آرایش سے بن بن کر آتی ہے اور اپنے چہلاوے دکھلاتی ہے کہ کسی طرح یہ شیفتہ ہو جاوین اونکو اسکی علیحدہ کرنے مین بہت سا صبر کرنا پڑتا ہے اور دشمنان خدا کی اسلیے دشمن ہے کہ انکو اپنے مکر وفریب سے اونکو بتدریج پہنسا لیا یہانتک کہ وے اسپر اعتماد کر بیٹھے لیکن پھر وہ ایسا اونکو محتاج کریگی کہ بجز حسرت وندامت کچہہ ساتہہ نہ لیجاینگے اور ابد الآباد کی سعادت سے محروم رہینگے دنیا کی جدائی سے جدا داغ بدل ہونگے اور آخرت مین مصائب مین جدا پا در گل اگر فریاد کرینگے تو یہ جواب سنینگے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور اس آیت کی مصداق ہونگے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ غرضکہ دنیا کی آفات وشرور کا یہ حال ہے تو لا محالہ اوسکی حقیقت اور ماہیت کا پہچاننا بہت ضروری ہوا اور یہ کہ باوجود عداوت کے اسکے پیدا ہونے مین کیا حکمت ہے اور اسکے فریب اور شرور کے راستونکو بھی معلوم کرنا لابدی ہے اسلیے کہ جو بدی کو جانتا ہی نہین اوس سے کس طرح بچیگا بلکہ تعجب نہین کہ اوسمین مبتلا ہو جاوے اسی لیے ہم دنیا کی مذمت اور

مثالیں اور حقیقت اور اوسکے معنوں کی تفصیل اور اوسکے کاموں کی اقسام ذکر کرتے ہین اور نیز جس وجہ سے کہ حاجت اوسکی طرف ہوتی ہے اور جس باعث سے کہ لوگ اوسمین مشغول ہوکر خدا سے پھر جاتے ہین اوسکو بھی لکھینگے

## بیان اول دنیا کی مذمت مین

کلام مجید مین آیات مذمت دنیا کی بہت ہین اور اکثر جا لوگونکو اوسکی طرف سے اعراض کرنے اور آخرت کیطرف رجوع کرنے کا حکم ہے بلکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے بھیجنے سے بھی صرف یہی مقصود ہے اس لحاظ سے کلام اللہ سے اسکی سند لانے کی ضرورت نہین صرف چند احادیث جو اس باب مین وارد ہین اونکو لکھے دیتے ہین روایت ہیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری پر گذرے اور اصحاب رض سے فرمایا کہ یہ بکری اپنے مالک کی نزدیک ذلیل ہے یا نہین انھون نے عرض کیا کہ اگر ذلیل نہوتی تو پہر اسکو کیون ڈال دیتے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے اور اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر اوسمین سے ایک گھونٹ بھی نہ ملتا اور دوسری حدیث مین فرمایا اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ اور فرمایا اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْہَا اِلَّا مَا کَانَ لِلّٰہِ مِنْہَا اور حضرت ابو موسی اشعری سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی اور فرمایا حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ اور زید بن ارقم رح فرماتے ہین کہ ہم حضرت ابوبکر رض کے ساتھ تھے کہ اونھون نے پانی مانگا لوگ پانی شہد مین ملا ہوا لے آئے جب آپ نے منہ سے لگایا خوب روئے یہانتک کہ سب ساتھی بھی رونے لگے اور رو کر چپ ہوگئے مگر حضرت صدیق رض چپ نہ ہوئے اور برابر روئے گئے حتی کہ لوگون نے جانا کہ ہم سبب گریہ بھی نہ پوچھ سکینگے پھر آپ نے اپنی آنکھین پونچھ ڈالین لوگون نے عرض کیا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس سبب سے روئے تھے آپ نے فرمایا کہ مین ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مینے دیکھا کہ آپ کسی سے فرماتے ہین کہ میرے پاس سے دور ہو حالانکہ وہان کوئی نہ تھا مینے عرض کیا کہ آپ کسکو دفع کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسوقت دنیا مجسم ہوکر میرے سامنے آئی مین نے اوسکو کہا کہ مجھسے علیحدہ رہ وہ پھر آئی اور مجھسے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھسے بچے رہین گے تو آپ کے بعد کے لوگ تو نہین بچینگے اور ایک حدیث مین ہے یَا عَجَبًا کُلَّ الْعَجَبِ لِلْمُصَدِّقِ بِدَارِ الْخُلُوْدِ وَھُوَ یَسْعٰی لِدَارِ الْغُرُوْرِ اور روایت ہیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھورے پر کھڑے ہوئے اور لوگون کو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکھو اور اوس گھوری پر سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی

ہڈیان لیکر فرمایا کہ هٰذِهِ الدُّنْیَا اسمین یہ ارشارہ ہے کہ زینت دنیا بھی ان کپڑونکی طرح جلد کہنہ ہوجاویگی
اور جو جسم دنیا مین پرورش پاتے ہین وہ ان ہڈیون کی طرح سڑ گل جاوینگی اور ایک حدیث مین
فرمایا اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْہَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَمَّا
بُسِطَتْ لَہُمُ الدُّنْیَا وَمُہِّدَتْ تَاہُوْا فِی الْحُلْیَۃِ وَالنِّسَاءِ وَالطِّیْبِ وَالثِّیَابِ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا
ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا مالک مت بناؤ وہ تمکو غلام بنالے گی اور اپنا خزانہ ایسے کے پاس جمع کرو
جو تلف نکرے یعنے دنیا مین خزانہ والے پر آفت کا خوف رہتا ہے جسکا خزانہ خدا کے پاس ہوگا اوسکو
کچھہ آفت کا خوف نہین اور یہ بھی اونہین کا ارشاد ہے کہ اے گروہ حوارئین مینے تمہارے لیے دنیا کو
اوندہے منہ کر دیا ہے ایسا نہو کہ میرے بعد تم اوسکو اٹھا کھڑا کرو دنیا کی خباثت مین سے ہے کہ آدمی
اسکے لیے خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور جب تک یہ نہین چھوٹتی آخرت نہین ملتی دنیا کو گذرگاہ سمجھو اور
مسافرون کی طرح سے اوسپر گذر جاؤ عمارت وغیرہ نہ بناؤ اور جان رکھو کہ سب برائیون کی جڑ دنیا کی
محبت ہی اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک گہڑی کی خواہش نفس بہت دنون کے رنج کا موجب ہوتی ہی اور یہ بھی
اونہین کے ارشادات مین سے ہے کہ تمہارے لیے دنیا اوندہے منہ پڑی ہے اور تم اوسکی پشت پر بیٹھی ہو
تو چاہیے کہ دنیا کی باب مین بادشاہ اور عورتین تمہارا مقابلہ نکرین یعنے بادشاہون سے دنیا کے لیے مت جھگڑو
کیونکہ جب تم اونسے اور اونکی دنیا سے غرض نرکھوگے وہ تمہارے درپے نہونگے اور عورتون سے
بچاؤ کیصورت نماز و روزہ سے ہے اور بھی فرمایا کہ دنیا بعضون کی خود طالب ہی اور بعضے اوسکو طالب
ہین پس جو لوگ طالب آخرت ہین اونکی تو دنیا زندگی بہر طالب ہے اور جو طالب دنیا ہین اونکو آخرت
بلاتی رہتی ہے یہانتک کہ موت آکر گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور حضرت موسی بن یسار سے یہ حدیث
مروی ہے اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ ثَنَاءُہٗ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ مُنْذُ خَلَقَہَا لَمْ یَنْظُرْ اِلَیْہَا
اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک بنی اسرائیل کے عابد کے پاس تشریف لیگئے
لشکر آپکی ہمرکاب تہا دہنے بائین جن اور آدمی پرے باندہے تھے اور جانور اوپر سے سایہ کیے تھے
عابد نے عرض کیا کہ اے ابن داؤد خداوند کریم نے تمکو بڑی سلطنت عنایت فرمائی آپنے سنکر فرمایا کہ مومن
کے نامہ اعمال مین ایک دفعہ سبحان اللّٰہ کہنا اِس تمام کروفر سے بہتر ہے کیونکہ یہ کچھہ جو مجھکو ملا ہی سب فانی
ہے اور اللّٰہ کا ذکر ساتھہ رہنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند جل وعلا
ارشاد فرماتا ہے اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ اِس سے یہ غرض ہے کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ یہ میرا ہے یہ میرا ہے حالانکہ
اوسکا اوسیقدر ہے جو کہانے مین کہو دیا یا پہنکر اوڑا دیا یا خیرات دیکر جمع کردیا اور فرمایا اَلدُّنْیَا دَارُ

مَنْ لَّا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهُ وَعَلَيْهَا يُعَادِي مَنْ لَّا عِلْمَ لَهُ وَعَلَيْهَا يَحْسُدُ مَنْ لَّا فِقْهَ لَهُ وَلَهَا يَسْعَى مَنْ لَّا يَقِينَ لَهُ اور فرمایا مَنْ اَصْبَحَ وَالدُّنْيَا اَكْبَرُ هَمِّهِ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ وَاَلْزَمَ اللّٰهُ قَلْبَهُ اَرْبَعَ خِصَالٍ هَمًّا لَا يَنْقَطِعُ عَنْهُ اَبَدًا وَشُغْلًا لَا يَتَفَرَّغُ مِنْهُ اَبَدًا وَفَقْرًا لَا يَبْلُغُ غِنَاهُ اَبَدًا وَاَمَلًا لَا يَبْلُغُ مُنْتَهَاهُ اَبَدًا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو ارشاد فرمایا کہ مین تجکو دنیا اور مافیہا دکہادون مینے عرض کیا کہ بہت بہتر آپنے میرا ہاتہ پکڑا اور مدینہ مطہرہ کے ایک جنگل مین تشریف لائے وہان ایک جگہہ کہوپریان اور پاخانہ اور ہڈیان وچیتہڑے پڑے تہے آپنے فرمایا کہ اے ابوہریرہ یہ کہوپریان ایسے ہی حاؤ کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو اور ایسے ہی امل کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو آج ایسی ہوگئین کہ اونپر چرم ابہی باقی نہین اب چند روز مین راکہہ ہوجاوین گی اور پاخانہ جو دیکہتے ہو یہ اونکی غذا تہی معلوم کہان کہان سے کماکر کہایا تہا آج ایسا ہوگیا کہ تمکو اس سے نفرت ہی اور یہ چیتہڑے اونکی پوشاک کے ہین کہ ہوا سے مارے مارے پہرتے ہین اور یہ ہڈیان اونکے چوپایون کی ہین جنپر چڑہ چڑہ شہر بشہر پہرا کرتے تہے پس جسے انجام اس دار ناپائدار کا ہے تو مقام عبرت و گریہ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم جب تک خوب نہ رو لیے تب تک وہان سے نہ ٹلے

| | |
|---|---|
| گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشان مین | عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہان عالم کا |
| کہین آئینہ زانو سکندر کا شکستہ تہا | کہین ٹوٹا پڑا تہا کاسہ سر خاک مین جم کا |

اور روایت ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ ابْنِ لِلْخَرَابِ وَلِدْ لِلْفَنَاءِ اور حضرت داؤد بن ہلال رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفون مین مرقوم ہے کہ اے دنیا تو صلحا کے نزدیک بڑی ذلیل ہے جنکے لیے تو بن سنور کر سامنے ہوتی ہے مینے اونکے دلون مین تیرا بغض ڈالدیا ہے اور تیری طرف سے اعراض کوئی خلقت مینے تجہسے زیادہ ذلیل نہین بنائی تیری ہر ایک حالت ذلیل ہے اور آخر کو فنا ہوگی اور جس روز مینے تجکو پیدا کیا اوسی روز حکم کرچکا ہون کہ تو کبہی کسیکے پاس نرہیگی نہ کوئی تیرے پاس رہیگا گو کیسا ہی بخل و امساک کرے خوشا حال اون نیک لوگون کا جنکے دلمین میری رضا اور ضمیر مین راستی و استقامت ہو اونکا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبرون سے اوٹہکر میری طرف چلین گے تو آگے آگے نور ہوگا اور فرشتے گرد ہونگے جسقدر رحمت کی وہ مجہسی توقع کرتے ہونگے اوسیقدر اونکو عطا کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو جب سے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے جب ہی اوپر نظر نہین

اوسکی طرف نگاہ نہین فرماتا قیامت کے روز عرض کریگی کہ الٰہی آج اپنے کسی ادنی ولی کے لیے مجھہ مین سے حصہ عطا فرما ارشاد ہوگا کہ او ناچیز چپ رہ دنیا مین تو مینے تجھکو اونکے لیے پسند ہی نہین فرمایا کیا آج پسند کرونگا کہ تو اونکے پاس ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین مذکور ہے کہ جب اونھون نے اوس درخت مین سے کہایا تو اونکے پیٹ مین کچھہ گڑبڑ ہوا اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤن مین نہ تھی کہ کہانے سے حاجت پاخانہ ہو صرف اوسی درخت مین یہ تاثیر رکھی گئی تھی اور اسی وجہ سے ممانعت بھی ہوئی تھی غرضکہ قضا حاجت کے لیے گھومنا شروع کیا ایک فرشتہ کو حکم خداوندی ہوا کہ انسے پوچھو کیا چاہتے ہو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ مین جو بلا ہے اوسکو کہین ڈالدون فرشتے نے موجب ایماء ربانی کہا کہ یہان کونسی جگہہ اس قابل ہے فرش اور تخت اور نہرین اور درختون کی سائے مین انمین سے کوئی جگہہ اس قابل نہین اسکے لیے دنیا مین جاؤ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز کچھہ لوگ ایسے آوینگے کہ اونکے عمل وادی تہامہ کے پہاڑون جیسے ہونگے اونکے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم وہ لوگ نمازی ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان وہ نماز بھی پڑھتے ہونگے روزہ بھی رکھتے ہونگے اور کچھہ رات سے جاگتے ہونگے الا انمین یہ بات ہوگی کہ جب دنیا کی ادنی چیز اونکے سامنے ہوتی تھی اوسپر کود پڑتے تھے اور بعض خطبون مین آپ نے ارشاد فرمایا اَلْمُؤْمِنُ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِىْ مَا اللّٰهُ صَانِعٌ فِيْهِ وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ قَضٰى لَا يَدْرِىْ مَا اللّٰهُ قَاضٍ بِهٖ فَلْيَتَزَوَّدِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ وَمِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ وَمِنْ حَيَاتِهٖ لِمَوْتِهٖ وَمِنْ شَبَابِهٖ لِهَرَمِهٖ فَاِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْيَا مِنْ دَارٍ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِ النَّارُ اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ مومن کے دلمین دنیا و آخرت دونون کی محبت جمع نہین ہوتی جیسا ایک برتن مین آگ اور پانی نہین رہ سکتے اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کی عمر سب انبیا سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہین ایک مین سے مین اندر گیا اور دوسرے مین سے باہر نکل آیا ہیچ ہے

| دنیا خوابیست زندگانے دروے | خوابیست کہ در خواب ببینی آنرا |
| --- | --- |

اور حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوا لیجیے آپ نے فرمایا کہ ہمکو پہلے ہی لوگون کے کہنڈر کافی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِحْذَرُوا الدُّنْيَا فَاِنَّهَا اَسْحَرُ مِنْ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے اصحاب رضہ مین تشریف لاکر فرمانے لگے کہ کسی کو تم مین یہ منظور ہے کہ اللہ تعالی اوسکو بینا کردے اور اندہاپن جاتا رہے جان رکہو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کیطرف ہوگی اور اوسمین طول امل کرے گا تو اوسی قدر اللہ تعالی اوسکو اندہا کرے گا اور جو کوئی اپنے امل بہی مختصر رکہے گا اور دنیا مین زہد کرے گا تو خداوند کریم اوسکو بے سیکہے علم دیگا اور بے کسی کے تبلائے ہدایت کرے گا اور یہ بہی یاد رکہو کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ اونکے پاس سلطنت بدون ظلم وکشت وخون نہ رہیگی نہ توانگری بدون فخر اور بخل کے نہ محبت بدون غرض کے پس جو شخص تم مین سے وہ وقت پاوے اور باوجود قدرت توانگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلت کو باوجود قدرت محبت وغیرت کے برداشت کرے اور اس صبر وتحمل سے بجز رضاء مولی اور کچہہ مطلب نہو تو ایسے شخص کو خدا تعالی پچاس صدیقون کا ثواب عنایت فرماوے گا اور روایت ہی کہ ایک دفعہ حضرت عیسی علیہ السلام پر شدت سے مینہ پڑا اور بادل بہی گرجتا تہا آپ نے چاہا کہ کسی جگہہ پناہ لیا چاہیے دور سے ایک خیمہ نظر آیا آپ اوسکے پاس آئے معلوم ہوا کہ اوسمین کوئی عورت ہی اوسکو دیکہکر وہانسے دوسری طرف پہرے اور ایک پہاڑ کے درہ مین قصد جانے کا کیا دیکہا تو اوسمین شیر ہے آپ نے اوسپر ہاتہہ رکہکر فرمایا کہ الہی سب کا تو نے ٹہکانا بنایا ہے میرے لیے کوئی ٹہکانا نہین بنایا حکم ہوا کہ تیرا ٹہکانا میری رحمت مین ہے قیامت کو تیرا بیاہ سو حورون سے کرونگا جنکو مینے اپنے ہاتہہ سے بنایا ہے اور چار ہزار برس تک تیری ولیمہ کی دعوت کہلاونگا جنمین سے ایک دن دنیا کی عمر کی برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم کرونگا کہ پکارے جتنے دنیا کے زاہد ہین چلو عیسی بن مریم تارک دنیا کے ولیمہ مین شامل ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا والے کے حال پر بڑا افسوس ہے کیسے اوسکے فریب مین آکر مرجاتا ہے اور اوسکو چہوڑ جاتا ہے دنیا تو اوسکو رسوا کرتی ہے اور وہ اوسپر اعتبار کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے اور بڑی حسرت اوپر ہے جو دہوکہا کہا کر جس چیز کو برا جانتے ہین وہی اونکے سامنے آتی ہے اور اپنی محبوب چیز ونسے جدا ہوجاتے ہین اور جو کچہہ اونسے وعدہ ہوا کرتا تہا وہ اوسوقت آپہونچتا ہی اور افسوس ہے اوسپر جو دنیا کو مد نظر رکہے اور خطاؤن کو دستور العمل بناوے کل کو گناہون کی فضیحت ورسوائی کا سامنا ہوگا اور روایت ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بہیجی کہ اے موسی تیرا اس ظالمونکے گہر مین کیا کام ہی یہ تیرا گہر نہین اپنی ہمت کو اس سے علیحدہ کر اور اپنی عقل سے اس سے جدا ہو یہ برا گہر ہے ہان جو شخص اسمین اچہے کام کرے اوسکے لیے یہ اچہا گہر ہے اے موسی مین ظالم کی تاک مین لگا ہون یہانتک کہ اوس سے مظلوم کا عوض لون اور روایت ہی کہ حضرت ابو عبیدہ جراح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین مین بہیجا تہا وہانسے

جب آپ پھرے تو کچھ مال لائے انصار نے جو اونکی تشریف آوری کا حال سنا سبکے سب کا صبح میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوئے جب آپ نماز پڑھ چکے اور ارادہ تشریف لیجانے کا کیا
تو سب روک کر کھڑے ہو گئے آپ نے اونکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے
یہ سنا ہوگا کہ ابو عبیدہ کچھ لائے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ خوش ہو تمکو خدا نے
تمسے تکلیف دفع کی بخدا کہ میں اس بات سے نہیں خوف کرتا ہوں کہ تم محتاج ہو جاؤگے البتہ اس بات کا
ڈر ہے کہ کہیں تم پر دنیا کی زیادتی ایسی ہوجاوے جیسی تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی تھی اور انہیں
کی سی رغبت تم میں بھی ہوجاوے اور پھر دنیا تمکو بھی انہیں کیطرح تباہ کر دے اور حضرت ابو سعید
خدری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَکْثَرَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مَا یُخْرِجُ اللّٰہُ
لَکُمْ مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ لوگوں نے عرض کیا کہ برکات الارض سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا
زَہْرَۃُ الدُّنْیَا اور ایک حدیث میں فرمایا لَا تُشْغِلُوْا قُلُوْبَکُمْ بِذِکْرِ الدُّنْیَا یہاں مقام تامل ہے
کہ آپ نے ذکر سے بھی منع فرمایا اوسکا حاصل کرنا تو درکنار اور عمار بن سعید رض سے روایت ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک گاؤں پر ہوا جسکے رہنے والے صحن اور راستوں میں مرے پڑے تھے آپ نے
حواریین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضب الٰہی سے ہلاک ہوئے ہیں ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے
انہوں نے عرض کیا کہ کسیطرح انکا حال ہمکو معلوم ہو جاتا تو خوب ہوتا آپ نے جناب باری میں
عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کیوقت انکو پکارنا تو جواب دینگے جب رات ہو گئی آپ نے ایک ٹیلے پر
کھڑے ہو کر پکارا او گاؤں والو وہاں سے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے اے روح اللہ آپ نے
فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ شام کو اچھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ میں جا پڑے
آپ نے پوچھا کہ اسکا سبب کیا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہم لوگونکو محبت دنیا تھی اور گناہگاروں کی
فرمانبرداری کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے اوسنے عرض کیا کہ جتنا لڑکا اپنی
ماں کو چاہتا ہے کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی تو رنجیدہ ہو کر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ
تیرے اور ساتھی جواب کیوں نہیں دیتے عرض کیا کہ اسلیے کہ اونکے منہ میں آگ کی لگام ہیں اور انکی
باگیں فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوئے ہیں آپ نے پوچھا کہ اونمیں سے تو کسطرح بولتا ہے اوسنے عرض کیا
کہ میں اونمیں تو نہ تھا لیکن چونکہ اونکے ساتھ رہتا تھا عذاب نے مجکو بھی نہ چھوڑا اب میں دوزخ کے
کنارہ پر لٹکا ہوا ہوں یہ نہیں جانتا کہ اوس سے چھوٹونگا یا اوسمیں ڈھکیلا جاؤنگا آپ نے حواریین
کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جوکی روٹی نمک سے کھانی اور ٹاٹ پہننا اور گھوڑے پر سونا بہت ہے اگر دنیا

واٰخرت مین تندرستی ملے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء
تیز تھی کہ کوئی سانڈنی اوس سے آگے نہ بڑہتی ایک اعرابی اپنی ایک اونٹنی لایا وہ اوس سے آگے
نکل گئی مسلمانونکو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آپ نے فرمایا اِنَّهُ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ
الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص سمندر کی موج پر عمارت
نہین بنا سکتا موج سمندر سے غرض دنیا ہے اسلیے اُسکو اپنا قرارگاہ نہ سمجھو اور بعض حواریین نے
آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہمکو ایک ہی بات بتلا دیجیے جس سے خدا ہمسے محبت کرنے
لگے آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو خدا تمسے محبت کریگا اور حضرت ابودردا رض فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَهَانَتْ عَلَيْكُمُ
الدُّنْيَا وَلَاٰثَرْتُمُ الْاٰخِرَةَ اور یہ خود اونکا قول ہے کہ جو مین جانتا ہون اگر تمکو معلوم ہو تو تم خاک کے
تودون پر نکل کر اپنے لیے روؤ اور اپنا مال ایسی طرح چھوڑ دو کہ کوئی اوسکا محافظ نہو اور نکوئی
اوسکا پرسان ہو صرف اوسقدر کہ داخل ضرورت ہے البتہ پوچھا جاوے مگر تمہارے دلون سے
آخرت کی یاد جاتی رہی اور امل سے پر ہو گئے اسلیے دنیا تمہارے اعمال پر چھا گئی اور تم جاہلونکی طرح
ہو گئے بعض تم مین سے بہائم سے بھی بڑے ہو گئے کہ عاقبت کا خوف سے اپنی تمنا نہین چھوڑتے تمکو کیا ہوا ہے
کہ انہین محبت و نصیحت نہین کرتے دین کے بھائی کہلاتے ہو تمہارے خبث باطن کی جہت سے تمہاری
آرزوئین جدا جدا ہین اگر اچھی بات پر اتفاق کر لیتے تو یقیناً ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے
یہ کیا بات ہے کہ دنیا کے امور مین تو ایک دوسرے کی خیرخواہی کرتے ہو آخرت کی بات تم نہین کرتے
کسی سے خیرخواہی اپنے دوست کی نہین ہو سکتی نہ امر آخرت مین اوسکی اعانت بن آوے یہ باتین
ضعف ایمان کی باعث ہین اگر آخرت کی خیر و شر کو یقینی جانتے جیسے دنیا کی بھلائی برائی سمجھتے
ہو تو آخرت ہی کی طلب کو اختیار کر لیتے کہ اوس سے سب کام بنتے ہین اگر یون کہو کہ آخرت غائب ہے
اور دنیا موجود اسلیے نقد سردست کی محبت غالب ہے تو یہ وجہ بھی ہیچ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا کی
جو باتین کہ تمہارے سامنے نہین ہین اونکے لیے صد ہا طرح کی مصیبتین اٹھاتے ہو اور رنج اور دکھ سہتے
ہو اور بیسیون طرح کے خرچ اسکے حصول کے لیے کرتے ہو اور جس واسطے کرتے ہو وہ امر موہوم ہی ہوتا ہے
شاید اس محنت سے بھی میسر نہو واقع مین دیکھو تو تم اچھے نہین ہو جس چیز سے کہ تمہارے ایمان کا کمال
معلوم ہو پڑتا اوس پر تمہارا اعتقاد ٹھیک نہین بس اگر تمکو جو باتین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین
اونمین شک ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم بیان کرین اور نور ایمانی سے وہ بات دکھلا دین جس سے

تمہارا اطمینان ہوجاوے بجز اسکے تم عقل مین کم نہین ہو کہ ہم تمکو معذور جانین دنیا کے امور مین تمہاری رائے بہت پکی ہوتی ہے اور اپنے سب کام ہوشیاری سے کرتے ہو یہ کیا ہے کہ ذرا سی دنیا ملے تو اوسپر شاباش بشاش ہو اور اگر تہوڑی سی چیز جاتی رہے تو اوسکا رنج کرو یہانتک کہ چہرہ پر اوسکے آثار معلوم ہوتے ہین اور زبان پر آجاتے ہین اور اوسکو مصیبت نام رکہہ چہوڑا ہے اسکا بڑا سوگ کرتے ہو لیکن اکثرون نے تم مین سے بہت سا دین چہوڑ دیا اس سے نہ تمہارا چہرہ بگڑتا ہے نہ حال بدلتا ہے مجہے ایسا سوجہتا ہے کہ خدا تعالی تمسے ناراض ہوگیا جب آپسمین ملتے ہو تو اظہار فرقت کرتے ہو اور ہر ایک کو یہ اچہا نہین معلوم ہوتا کہ دوسرے کے سامنے اوسکو بری لگتی بات کہے اس خوف سے کہ کہین وہ بہی اپنے ساتہہ اوسی طرح پیش نہ آوے غرض کہ کینہ کو ساتہہ لیے رہتے ہو تمہاری باتین گہورے کی سی سبزی ہے اور بڑی بات کو چہوڑے ہوئے ہو مین خدا سے چاہتا ہون کہ مجکو تم سے نجات دے اور اوس شخص سے ملاوے کہ جسکے دیدار کا مین مشتاق ہون اور اگر وہ زندہ ہوتے تو تمہاری برداشت ہرگز نہ کرتے اب اگر تم مین سے کچہہ بہلائی ہے تو مجہسے سن چکے اور اگر خدا کے پاس کی چیز کے طالب ہو تو اوسکو آسان پاؤگے اوسکا حاصل ہونا کچہہ مشکل نہین اللہ تمکو اور مجکو دونون کو مدد دے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوارین دین کو پورا تہام لے لو اور تہوڑی سی دنیا پر قناعت کرو جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تہوڑے سے دین پر راضی ہوجاتے ہین

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | ملک عقبی دام مرغان شریف<br>بحر جوی و ترک این گرداب گیر | | مال دنیا دام مرغان ضعیف<br>سوی دریا عزم کن زین آبگیر | |

اور یہ بہی حضرت موسی علیہ السلام کا قول ہے کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اسواسطے طلب کرتا ہے کہ اوس سے نیکی کرے تیرے حق مین اوسکا ترک کرنا ہی نیک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لتاتینکم بعدی دنیا تاکل ایمانکم کما تاکل النار الحطب اور حضرت موسی علیہ السلام پر خداوند کریم نے وحی بہیجی کہ اے موسی محبت دنیا کی طرف میل نکرنا ورنہ کوئی گناہ کبیرہ میرے نزدیک اس سے سخت نہوگا اور ایک بار آپ ایک شخص کے پاس کو گذرے کہ وہ رو رہا تہا جب پہر آئے تب بہی روتے پایا حضرت موسی علیہ السلام نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ تیرے خوف سے روتا ہے حکم ہوا کہ اے ابن عمران اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بہی آنسوؤن کے ساتہہ بہادیگا اور ہاتہہ اٹہاتے اٹہاتے گر پڑینگے مین اسکی مغفرت نہ کرونگا اسلیے کہ محبت

دنیا مین مبتلا ہے اتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس شخص مین چھہ باتین جمع ہون اوسنی
جنت کے لیے کوئی مطلب نہین او ہمارا کھانا دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا اول
کہ خدا کو پہچان کر اوسکی اطاعت کی دوسرے شیطان کو پہچانکر اوسکی نافرمانی کی تیسرے حق کو پہچان کر
اوسکا اتباع کیا چوتھے باطل کو جانکر اوس سے بچا پانچوین دنیا کو معلوم کر کے اوسکو ترک کیا
چھٹے آخرت کو جانکر اوسکی طلب کی اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ خدا تعالے رحم کرے اون لوگون پر
جنکے پاس دنیا امانت رہی اور اوسکے مستحقون کو سونپ کر خود ہلکے پھلکے چل دین اور نیز فرمایا کہ جو شخص
تم سے دین کے باب مین منافست یعنی خرصا خرصی کرے تو اوسکی حرص کرنی چاہیے اور
جو دنیا کے باب مین حرص کرے تو حرص دنیا وی اوسکے سینہ مین چھوڑ دو اور حضرت لقمان رح نے
اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے اوسمین بہت سی لوگ ڈوب گئے تم اپنی کشتی دنیا مین تقوی کی
بناؤ اور ایمان کو اوسمین رکھو اور توکل کا بادبان چڑھاؤ تاکہ اس موجہ سے نجات پاؤ گو مجھے معلوم
نہین ہوتا کہ نجات ملے اور حضرت فضیل رض فرماتے ہین کہ مین اس آیت مین بہت تامل کرتا ہون
اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا
اور بعض حکما کا قول ہے کہ آدمی کو جو شے دنیا مین سے کسی روز ملتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اوس سے
پہلے بھی کوئی قابض تہا اور اوسکے بعد اوسکا کوئی مالک ہوگا اوسکو صرف اوسیقدر ملتا ہے
جو صبح اور شام کھا پی لیا بس لقمہ کیواسطے تباہ ہونا نچاہیے بلکہ دنیا سے روزہ رکھے اور آخرت مین
افطار کرے اور دنیا کا راس المال خواہش نفس ہے اور اوسکا نفع آتش دوزخ ہے اور بعض راہب سے
کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ بدنون کو پرانا کرتی ہے اور امیدون کو دور
اور موت کو نزدیک کرتی ہے اور آرزون کو دور پھر پوچھا کہ دنیا کے لوگونکا کیا حال ہے جواب دیا
کہ جس کو ملتی ہے وہ مشقت مین پڑتا ہے اور جس کو نہین ملتی وہ رنج اوٹھاتا ہے

| | | | |
|---|---|---|---|
| | بلائی ازین جہان آشوب تر نیست | | کہ رنج خاطرست ار ہست و گر نیست |

اور بعض حکما کا قول ہے کہ دنیا تھی اور مین نتھا اور پھر رہیگی اور مین نرہونگا مین اوسکی طرف رغبت
نہین کرتا اسلیے کہ اوسکی زندگی تلخ ہے اور اوسمین کدورت کا نام صفائی ہے اوسکے لوگون کو
اوسکی طرف سے ایک نہ ایک خوف لگا رہتا ہے خواہ نعمت کے دور ہونیکا یا مصیبت کے آنیکا یا موت
کے کام کر جانے کا اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا کے عیبون مین سے ہے کہ کسیکو استحقاق کے بموجب نہین
دیتی کمی بیشی خواہ نخواہ ہوتی ہے اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ دنیا کی نعمتون کو لحاظ کر گویا

ترجمہ ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ ہم آزماوین اونمین کون اچھا کام کرتا ہے اور ہم جو کچھ اوسپر ہے اوسکو چٹیل میدان کر دینگے

اونپر خفگی ہوئی اور دنیا اہلون کے حوالہ کی گئی ہین اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو دنیا کو محبت سے طلب کرتا ہے جتنی اوسکو ملتی ہے اوس سے زیادہ ہی کا طالب ہوتا ہے سعدی

| | | |
|---|---|---|
| گفت چشم تنگ دنیادار را | | یا قناعت پر کند یا خاک گور |

اور جو آخرت کو محبت سے طلب کرتا ہے اوسکا بھی یہی حال ہے کہ جتنی ملے اوس سے زیادہ چاہتا ہے اسکی کچھ انتہا ہے نہ اوسکی اور ایک شخص نے ابو حازم رح سے شکایت دنیا کی محبت کی کہ باوجود مجھے اسمین رہنا نہین پہر بھی محبت اسکی ہے آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تمکو خدا دے یہ دیکھہ لیا کرو کہ وجہ حلال سے ملے اور پہر اوسکو جہان مناسب ہو وہان خرچ کیا کرو تو محبت دنیا ضرر نہ کریگی اور یہ اسلیے فرمایا کہ اگر صرف محبت ہی پر نفس کو مواخذہ کیا جاوے تو مشقت عظیم ہو اور تنگ ہو کر موت کی آرزو کرنے لگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دنیا شیطان کی دوکان ہے اوسمین سے کچھہ مت چراؤ نہین تو وہ تمہارے پیچھے لگے گا اور پکڑ لے گا اور حضرت فضیل رض فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری کی ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلا کو یہی چاہیے تھا کہ باقی ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے مگر اب تو یہ فانی چیز ٹھیکری ہے اور باقی سونے کی نہین معلوم کہ ہمنے ایسی واہیات چیز کو اوس عمدہ چیز سے کیون پسند کر رکھا ہے اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ اپنے آپ کو دنیا سے بچاؤ اسلیے کہ مجھکو یون روایت پہونچی ہے کہ قیامت کے روز دنیا کی تعظیم کرنے والا کھڑا کیا جاویگا اور کہا جاوے گا کہ یہ وہ شخص ہے جسنے ایسی چیز کی تعظیم کی جس کو خدا تعالی نے حقیر بنایا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہر ایک انسان مہمان ہے اور اوسکا مال امانت ہی پس مہمان ایک روز چل بسیگا اور امانت مالک کے پاس واپس جاویگی شعر

| | | |
|---|---|---|
| مال اور اہل کو سمجھو کہ ودیعت ہین سب | | ہے ضروری کہ کبھی تجسے یہ واپس لیوین ہا |

اور حضرت رابعہ رح کے پاس اونکے مرید ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور دنیا کا ذکر کرکے اوسکی مذمت کرنے لگے اونہون نے فرمایا کہ چپ رہو اسکا ذکر مت کرو اگر اسکی جگہہ تمہارے دلون مین نہوتی تو کثرت سے ذکر کیون کرتے یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کی محبت رکھتا ہے اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہے اور حضرت ابراہیم ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اونہون نے ایک قطعہ پڑہا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

| | | |
|---|---|---|
| بگاڑا دین کو اپنے کہین دنیا ہی نہ بچ سے دے | | نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے فریب پالے |
| بڑی دولت ملے اوسکو جو ہو اللہ کا عاشق | | امید اجر عقبی پر یہ دنیا اوس سے چھوٹ جاوے |

اور ایک دوسرے کسی شاعر کے قطعہ کا ترجمہ یہ ہے نظم

طلب مین دنیا کے ہو گو کسی کی عمر دراز — رہا کرے سے عیش و سرور سے دمساز
ولیک اسکے مثل اسطرح ہے آخر کار — بنا کے کوئی عمارت کو جون کرے مسمار

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

مملکت گر سے نماند جاودان — ای دولت خفتہ تو آن را خواب دان
ہیچ دیگر بر چنین ہیچے مناز — نام و دولت بر چنین ہیچے مناز
تختہ بند ست آنکہ تختش خواندہ — صدر پنداری و بر در ماندہ
مرد باش و سخرہ مردان مشو — رو سر خود گیر و سرگردان مشو

اور حضرت لقمان ؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر دنیا کو آخرت کی عوض مین ڈالوگے تو دونون مین نفع رہیگا اور آخرت کو دنیا کے بدلہ مین دوگے تو دونون مین نقصان رہیگا اور مطرف بن شخیر فرماتے ہین کہ بادشاہون کے چین چان اور گدگدے فروش کو نہ دیکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہین اور انجام کیسا برا ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے دنیا کے تین حصہ کیے ہین ایک حصہ مومن کے واسطے اور ایک منافق کے اور ایک کافر کے لیے مومن اوسکو توشہ آخرت بناتا ہے اور منافق ظاہر کی زینت کرتا ہے اور کافر اوس سے کامیاب ہوتا ہے اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مردار ہے جو کوئی اوس مین سے کچھ لینا چاہے تو کتون کے ساتھ رہنے پر صبر و تحمل کرے اور دنیا کی برائی مین حافظ شیراز فرماتے ہین شعر

مجو درستی عہد از جہان سست نہاد — کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد ست
فریب عشوہ حسن از جہان پیر مخور — کہ ہر کہ کرد با او اختلاط ناشاد ست

اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ یہ بھی خدا کے نزدیک دنیا کی ذلت مین سے ہے کہ خدا کی نافرمانی دنیا ہی کے باب مین ہوتی ہے اور اوسکے پاس کے مدارج بے دنیا چھوڑے نہین ملتے شعر

جو خوب غور سے دنیا کو دیکھے کوئی لبیب — لباس دوست مین دشمن نظر پڑے اوسکو

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

دنیا اک زال بیسوا ہے — بے مہر و حیا و بے وفا ہے
دستور ہے اوسکا سب نرالا — اللہ نہ ڈالے اوس سے پالا
رہتی نہین ایک جا یہ جم کر — پھرتی ہے برنگ نرد گھر گھر

| | |
|---|---|
| خوشحال وہی ہے جو ہے آزاد | جو اونہین پہنچا ہوا وہ برباد |

اور حضرت ابو امامہ باہلی رحمہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان کا لشکر اوسکے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور اونکی امت ظاہر ہوئی اوسنے پوچھا کہ اونکی امت کو محبت دنیا بھی ہے لشکر نے کہا کہ ہان محبت دنیا ہے اوسنے جواب دیا کہ اگر محبت دنیا اونمین ہے تو بت پرستی نکرنے سے کیا ہوتا ہے ابھی تین وجہ سے میری آمد و رفت اونکے پاس صبح و شام رہیگی اول مال کا ناحق لینا دوم اوسکو بے موقع صرف کرنا سوم صرف کرنیکی جگہہ سے روک لینا اور تمام ایسی بات ہے کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہے اور ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ کچھہ وصف دنیا کا ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کرون کہ جو اوسمین تندرست ہو بیماری سے نڈر نہین اور جو بیمار ہو وہ نادم ہوا اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور تونگر ہو تو بلا مین پہنسے مال حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب مین مبتلا ہوا اور پھر دوبارہ کسی نے آپ سے دنیا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کہو تو مختصر کہون اور کہو طویل بیان کرون سائل نے کہا کہ مختصر فرمائیے آپنے فرمایا کہ اوسکے حلال کا حساب دینا ہوگا اور حرام کا عذاب سہنا ہوگا اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اس جادوگرنی یعنے دنیا سے بچے رہو یہ علماء کے دلون پر جادو کر دیتی ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ جب آدمی کے دلمین آخرت ہوتی ہے تو دنیا اوسکا مقابلہ کرتی ہے لیکن اگر دنیا دلمین ہوتی ہے تو آخرت مقابل نہین ہوتی اسلیے کہ آخرت شریف ہے اور دنیا کمینی کمینی کا مقابلہ شریف سے نہین ہو سکتا اس قول مین بڑی شدت ہے ہمکو توقع ہے کہ اس باب مین قول سیار بن حکم کا صحیح ہو وہ فرماتے ہین کہ دنیا و آخرت دونون دلمین اکٹھی ہوتی ہین جو غالب ہو جاتی ہے دوسری اوسکی تابع رہتی ہے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جتنا دنیا کیلیے تردد کرو وتنا ہی آخرت کا فکر دلسے جاتا رہتا ہے اور جتنا آخرت کا تردد کرو وتنا ہی دنیا کا فکر دل سے نکلتا ہے اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکالا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ دنیا اور آخرت دو سوت ہین جتنا ایک راضی ہوگی اوسیقدر دوسری ناخوش ہوگی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ہمکو ایسے لوگ ملے ہین جنکے نزدیک دنیا خاک پا سے بھی زیادہ ذلیل تھی اونکو اوسکی کچھہ پروا نتھی کہ دنیا کدہر سے آئی اور کدہر کو چلی گئی اور کسکے پاس رہی اور کسکے پاس سے جاتی رہی اور ایک شخص نے اونسے پوچھا کہ آپ اوس شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین جسکو خدا نے مال دیا ہو

اور وہ اوسکو حیات اور صلہ رحم اور اہل وعیال کی خبرگیری مین اچھی طرح صرف کرتا ہو اوسکو جائز ہو کہ خود بھی تنعم کرے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اگر ساری دنیا اوسکی ہو جاوے تب بھی بقدر کفاف ہی اوسمین سے لے اور باقی کو اپنی احتیاج کے دن کے لیے یعنے قیامت کے لیے رکھ چھوڑے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر بالفرض تمام دنیا میرے قبضہ مین وجہ حلال سے چلی آوے اور اوسکا حساب بھی آخرت مین مجھسے نہ لیا جاوے تب بھی مین اوسکو ناپاک سمجھون جیسے تم لوگ مردار کو سمجھتے ہو کہ کہین کپڑے کو نہ لگجاوے اور روایت ہے حضرت عمر رض جب شام مین پہونچے تو حضرت ابو عبیدہ رض بن جراح اونکے استقبال کو ایک اونٹنی پر تشریف لائے جسکی مہار رسی کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونکے مکان پر تشریف لے گیے تو بجز ڈہال تلوار اور اونٹنی کے زین کے اور کچھہ نہ دیکھا فرمایا کہ گھر کا سامان بنالو تو کیسا اونہون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین رض سامان سے بجز خواب کے اور کیا حاصل ہوگا **ف** مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ اوسوقت کا ہے کہ حضرت عبیدہ رض شام کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب استدعاء کفار صلح کے واسطے تشریف لے گئے تھے بعض روایتون مین ہے کہ حضرت رض کی دعوت سب رؤسائے لشکر نے کی تھی مگر حضرت ابو عبیدہ رض نے نہین کی تھی آپ نے اونکو فرمایا کہ مین تمہارا مکان دیکھا چاہتا ہون اونہون نے عرض کیا کہ آپ میرے یہان تشریف لیجا کر روئینگے آپ نے فرمایا کہ کچھہ مضائقہ نہین چنانچہ جب تشریف لے گئے تو وہی سیف و سپر دیکھا اور بیٹھنے کے لیے ایک چٹائی تھی اور ایک کوزہ پانی کا رکھا تھا آپکو یہ زہد اونکا دیکھتے ہی رونا آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مین تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ میرے یہان گریہ فرمائین گے آپ نے فرمایا کہ مین تمہاری اس اوقات سے بہت خوش ہون تمنے طریقہ ہمارے دو یارون اور محبوبون کا نباہا غرضکہ دنیا کو کچھہ انہین لوگون نے پہچانا تھا اور احکام الٰہی کو دلسے سچا جانا اتباع رسول مقبول پر شیفتہ تھے اور محبت آخرت پر فریفتہ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا کو بدن کی آسایش ضروری کے لیے لینا چاہیے اور آخرت کو دل کی راحت دائمی کیواسطے لینا چاہیے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل نے جو بعد خدا پرستی بت پرستی اختیار کی صرف محبت دنیا کے باعث کی اور وہب رح فرماتے ہین کہ مینے بعض کتابو نمین پڑھا ہے کہ دنیا ہوشیارون کے لیے غنیمت ہی اور جاہلون کے لیے غفلت یعنی دانا آدمی اوسمین اعمال نیک کرنے کو لوٹنا اور مفت سمجھتے ہین اور نادان اوسکو پہچانتے نہین جب اوس سے انتقال کرتے ہین تو پھر نیکی کی تمنا کرتے ہین پھر لوٹنا کہان میسر ہوتا ہی اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا

کہ جب سے تو دنیا مین پیدا ہوا وہ ہٹتی چلی جاتی ہے اور آخرت منہ کے سامنے آتی جاتی ہے پس اپنے
آپ کو ایسی ہی جگہ پہونچایا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہے دور کی جگہہ سے کیا فائدہ اور سعید بن
مسعود رح کا قول ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کسی شخص کی دنیا بڑہتی جاتی ہے اور دین کم ہوتا جاتا ہے
اور وہ اس سے خوش ہے تو جان لو کہ وہ شخص بڑے ٹوٹے مین ہے کہ اوسکو دنیا نے مسخرہ بنا لیا ہے حالانکہ
اوسکو خبر بھی نہین اور حضرت عمرو بن العاص رض نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا کہ جس چیز مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم زہد کیا کرتے تھے اوسیمین مین تمکو زیادہ راغب پاتا ہون بخدا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر تین دن ایسے کبھی نہین گذرے کہ آپ کی آمدنی قرض سے زیادہ ہوا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ
نے ایکبار یہ آیت پڑہی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور پہر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کسکا قول ہے یہ اوسکا
قول ہے جسنے دنیا کو پیدا کیا اور اوسکا حال بہی وہی خوب جانتا ہے تمکو چاہیے کہ دنیا کے شغلون
سے کنارہ کرو اسمین بہت سی کاروبار رہتے ہین ایک کام جب آدمی کو درپیش ہوتا ہے تو دس
اور درپیش ہو جاتے ہین اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ آدمزاد بڑا مسکین ہے ایسے مقام پر خوش ہے
کہ جسکے مال حلال مین حساب ہوا اور حرام مین عذاب اپنے مال کو کتنا ہی ہو کم جانتا ہے مگر اعمال کو
تہوڑا نہین سمجھتا دین مین اگر کوئی مصیبت پڑے تو خوش ہوتا ہے اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہے
اور ایکبار انہون نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کو خط لکہا کہ بعد سلام معلوم ہو کہ اپنے آپ کو ایسا
سمجہو کہ موت نے مردونمین لکہہ دیا ہے اوسکا جواب اونہون نے لکہا کہ بعد سلام کے معلوم ہو کہ یون
سمجہو کہ دنیا مین کبھی تہے ہی نہین ہمیشہ آخرت ہی مین رہے اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ
کا قول ہے کہ دنیا مین آنا تو آسان ہی مگر نکلنا سخت مشکل ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسکو معلوم
ہو کہ موت حق ہے بڑا تعجب ہے کہ وہ کسطرح خوش ہوتا ہے اور یہ بہی عجیب بات ہی کہ جسکو یقین ہو کہ دوزخ
حق ہے وہ کسطرح ہنستا ہے اور جو دنیا کے حالات بدلتی دیکھتا ہے وہ کیسے اوسپر اعتماد کرتا ہے اور جو
تقدیر کو برحق جانتا ہے وہ کسطرح رنج کرتا ہے اور حضرت معاویہ رض کے پاس ایک شخص نجران سے
آیا جسکی عمر دوسو برس کی تہی آپ نے اوس سے دنیا کی کیفیت پوچھی اوسنے عرض کیا کہ کچھہ برس مصیبت
مین کٹے اور کچھہ آرام مین دن رات یون ہی گذرتی جاتی ہین پیدا ہونے والے پیدا ہوتے جاتے ہین
مرنے والے مرتے جاتے ہین اگر بچے پیدا نہون تو مخلوق تباہ ہو جاوے اور اگر موت نہ آوے تو دنیا
مین گنجایش آبادی کی نرہے آپ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے مانگ اوسنے عرض کیا کہ میری عمر گذشتہ
آپ دے سکتے ہین یا موت جو آنے والی ہے اوسکو روک سکتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ تو دونون باتین

نہین ہوسکتین اوسنے عرض کیا کہ تو پھر مجکو آپ سے کچھہ حاجت بھی نہین اور داؤد طائی رح فرماتے ہین
کہ اے انسان تو اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہوتا ہے یہ نہین جانتا کہ عمر ضائع کرکے یہ آرزو ملی
عمل کے کرنے مین آج کل کرتا ہے شاید اوسکا نفع کسی اور کو ہوگا اور حضرت بشر رح فرماتے ہین کہ جو شخص
اللہ تعالی سے دنیا کی طلب کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے زیادہ ٹھہرا رہون یعنی قیامت کو
اوتنا ہی حساب مین دیر لگیگی اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ دنیا مین خوشی کی کوئی ایسی چیز نہین
جسکے ساتھہ رنج نہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی کا دم دنیا سے تین حسرتون کے ساتھہ نکلتا ہے
اول یہ کہ جو جمع کیا تھا اوس سے سیر نہوا دوسرے جو تمنا تھی وہ پوری نہوئی تیسرے توشہ آخرت
اچھی طرح نہ کر لیا اور بعض عابد وںسے کسی نے کہا کہ تم تونگر ہوگئے اوسنے جواب دیا کہ تونگر وہ ہے
جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہوجاوے اور حضرت ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ دنیا کی خواہش سے وہی
صبر کرتا ہے جسکے دلمین شغل آخرت ہو اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ ہم سب مین دنیا کی محبت
آگئی کہ نہ ایک دوسرے کو امر معروف کرتے ہین نہ نہی منکر اور اس امر سے ہمکو خدا تعالی درگذر نہین
کریگا معلوم نہین کہ کونسا عذاب ہم پر نازل ہوگا اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ تھوڑی سی دنیا
بہت سی آخرت سے باز رکھتی ہے اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ دنیا کو ذلیل سمجھو جو کوئی اوسکو ذلیل
جانتا ہے اوسی پر یہ سب سے زیادہ گوارا ہوتی ہے اور جب اللہ کسی بندہ پر احسان کیا چاہتا ہے اوسکو
کچھہ دنیا عنایت کر دیتا ہے جب وہ ہوچکتی ہے پھر دیدیتا ہے اور جب اوسکے نزدیک کوئی بندہ
ذلیل ہوتا ہے تو اوسپر دنیا کا بہت سا پھیلاؤ کر دیتا ہے اور بعض اکابر یون دعا مانگتے اے وہ
شخص کہ آسمانون کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مجھسے دنیا کو روکدے اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ
کا قول ہے کہ بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ تمام عمر روزہ رکھا ہوگا اور تہجد پڑھا ہوگا شب بیداری مین
فتور نہ کیا ہوگا مال خیرات کیا ہوگا اللہ کی راہ مین جہاد کیا ہوگا منہیات سے بچے ہونگے مگر قیامت
کو جب سامنے ہونگے تو یہ کہا جاویگا کہ انہون نے اپنے نزدیک اوس چیز کو بڑا سمجھا جسکو خدا نے
چھوٹا کیا تھا اور جسکو خدا نے بڑا کیا تھا اوسکو حقیر جانا دیکھا چاہیے ایسون کا کیا حال ہوگا ہم مین سے
کون ایسا ہے جسکا یہ حال نہو اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ گناہون کا بار سر پر ہے اور ابو حازم رح کا
قول ہے کہ دنیا و آخرت دونون کی مشقت زیادہ ہے آخرت کی تو اس لیے ہے کہ کوئی یار و
مددگار نہین کہ وہان کام آوے اور دنیا کی اسوجہہ سے کہ جس چیز مین ہاتھہ ڈالو اوسکو تم سے پہلے
کسی نہ کسی بدکار نے کر لیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ دنیا ادھر مین ٹھہری ہوئی ہے

جیسے پرانی مشک لٹکتی ہو جسدن سے اوسکو خدا نے پیدا کیا اور جب تک فنا کرے گا یہی پکارتی ہے
کہ الٰہی تو مجھکو کیون برا جانتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ او ناچیز چپ رہ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک
فرماتے ہین کہ محبت دنیا اور گناہون نے دل کو پراگندہ کردیتی ہے اوسمین خیر کسطرح پہونچے اور
وہب بن منبہ رح کا قول ہے کہ جس شخص کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت چوک
جاتا ہے اور جو شخص اپنی شہوت اپنے پاؤن تلے کرلیتا ہے شیطان اوسکے سایہ سے بہاگتا ہے
اور جس کسی کا علم ہوا نفسانی پر غالب ہوتا ہے وہ بڑا زبردست ہے اور حضرت بشر سے کسی نے
کہا کہ فلان شخص مرگیا اونہون نے فرمایا کہ دنیا کو جمع کیا اور آخرت مین پہونچکر اپنی جان کہوئی
لوگون نے کہا کہ وہ تو بہت سی نیکیان کیا کرتا تہا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے جمع کرنیکے ساتھہ ان
چیزون سے کیا فائدہ ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ باوجودیکہ دنیا کو ہم دشمن سمجھتے ہین پہر بہی
اوسکی محبت کرتے ہین اگر کہین دوست سمجھتے تو کیا جانے کیا حال ہوتا اور ایک حکیم سے کسی نے
پوچھا کہ دنیا کسکو ملتی ہے اوسنے جواب دیا کہ جو اوسکو چہوڑ دے پہر پوچھا کہ آخرت کسکی ہے اوسنے
جواب دیا کہ جو اوسکو طلب کرے اور ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا اجڑا ہوا مکان ہے اور اوس سے
زیادہ تر وہ دل اجاڑ ہے جو دنیا کا پہیلاوا چاہے اور بہشت ایک آباد مکان ہے اور اوس سے زیادہ
آباد وہ دل ہے جسمین جنت کی طلب ہو اور حضرت جنید بغدادی رح روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح
جنکے مرید تہے دین کے باب مین حق کہتے ایک اپنی برادر دینی کو نصیحت کی طور پر خدا سے ڈراکر یون
فرمایا اے برادر دنیا جائے لغزش قدم ہے اور محل مذلت و مذمت اسکی آبادی کا مآل خراب ہوتا ہے
اور رہنے والون کا انجام قبر و نہین بیتاب ہونا جتنی جمعیت ہے اوسکو علیحدگی لازم ہے اور ہر تونگری
کے ساتھہ فقیری قائم اسکی کثرت موجب تنگدستی ہے اور تنگدستی باعث فراخ دستی پس ہمہ تن
متوجہ الی اللہ ہو اور اوسکی روزی پر قانع اس دار فنا کو دار بقا پر ترجیح مت دو یہ زندگی ڈہلتا
ہوا سایہ ہے یا جہکی دیوار اعمال کی کثرت کر اور امل کو کم اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے
ایک شخص سے پوچھا کہ تمہین خواب مین چاندی کا سکہ ملے وہ اچہا ہے یا جاگتے مین سونے کا سکہ
اوسنے جواب دیا کہ جاگتے مین سونے کا سکہ بہتر ہے آپ نے فرمایا یہ بات تمنے جہوٹ کہی اس لیے
کہ جس چیز کو تم دنیا مین بہتر سمجہتے ہو وہ گویا خواب کی چیز کو بہتر جانتے ہو اور آخرت کی چیز کو جو اچہا
نہین جانتے وہ گویا جاگنے کیوقت کی چیز کو اچہا نہین سمجہتے اور اسمعیل بن عیاش رح کا قول ہے
کہ ہمارے ساتھی سب دنیا کو سوری کہا کرتے تہے کہ اے سوری ہم سے الگ رہ اور اگر کوئی نام

اس سے بھی برا اونکو ملتا تو اوسی نام سے پکارتے اور حضرت کعب رض کا قول ہے کہ دنیا تمکو یہانتک محبوب ہوگی کہ تم اوسکی اور اوسکے لوگونکی پرستش کرنے لگوگے اور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ عاقل تین شخص ہین اول وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس سے کہ دنیا اوسے ترک کرے دوسرے وہ کہ قبر اپنی پہلے قبر مین جانے سے بنالے تیسرے وہ کہ خالق کو پہلے حاضر ہونے سے راضی کرلے اور نیز فرمایا کہ دنیا مین اسقدر نحوست ہے کہ اگر اوسکی تمنا ہی کرو تو خدا تعالی کی طاعت سے باز رکھی اور بالکل اوسمین مصروف ہونا تو اس سے بڑھکر ہے اور بکر بن عبد اللہ رح کا قول ہے کہ جو کوئی دنیا کو اس غرض سے چاہے کہ مجھے دنیا کی حاجت نرہے تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ آگ کو گھاس سے بجھانا چاہے اور بندار رح کہتے ہین کہ جب دنیا دار زہد کے باب مین گفتگو کرین تو جان لو کہ شیطان نے اونکو مسخرہ بنا رکھا ہے اور یہ بھی انہین کا قول ہے کہ جو شخص دنیا پر حرص کریگا حرص کی آگ اوسکو جلا کر راکھہ کردے گی اور جو کوئی آخرت کا متوجہ ہوگا تو آخرت کی حرارت سے پگھل کر ڈھلے ہوئے سونے کی طرح کام کا ہوجاوے گا اور جو شخص اللہ تعالی کیطرف متوجہ ہوگا تو انوار توحید سے دُر بے بہا بنجاوے گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا مین چھہ چیزین ہوتی ہین کھانا پینا پہننا سواری نکاح خوشبو سب کھانو مین عمدہ شہد ہے وہ مکھی کا لعاب ہی اور پینے کی چیزونمین اچھا پانی ہی جسمین نیک و بد سب مساوی ہین اور پوشاک کی چیزونمین اشرف حریر ہے جو کیڑونکے ریشم سے بنتا ہے اور سواریون مین اشرف گھوڑا ہے جسپر لڑائی مین مارے جاتے ہین اور منکوحات مین سے اشرف عورت کی صحبت ہی جو پیشاب گاہ کا پیشاب گاہ مین جانا ہے عورت اپنے بدن سے اچھے اعضا کو بناتی سنوارتی ہے مگر اوسمین سے سب سے بُری چیز کی طلب ہوتی ہے اور سونگھنے کی چیزون مین عمدہ مشک ہے جو حیوان کے خون سے بنتا ہے غرضکہ سب چیزین ایسی ہی ہین انتہی

## دوسرا بیان اون نصیحتونکا اور وعظونکا جنمین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہی

بعض اکابر کا قول ہے کہ لوگو آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو زندگی پر مت پھولو اور موت کو مت بھولو دنیا کے طالب نہو اور نہ اوسکے راغب کیونکہ وہ بڑی مکار ہے اور دغا شعار اول اپنے مغالطونکو چکناتی ہے پھر آرزؤن مین پھساتی ہے طالبین کیواسطے اوسکی زینت ایسی ہے جیسے جلوہ کیوقت دلہن کیصورت سب کی نگاہ اوسی پر پڑتی ہے تمام دل اوسکے شیفتہ ہین اور جانین اوسکی فریفتہ بہت سی عاشقونکو اوسنے خاک مین ملایا اور جسنے اوسپر اطمینان کیا اوسکو ذائقہ رسوائی چکھایا بھائیو اوسکو چشم حقیقت سے دیکھو کہ اوسمین کتنی آفتین ہین اس سی زیادہ اور کیا خرابی ہے کہ خود

خالق نے اوسکی مذمت کی ہے اوسمین جو نیا ہے وہ پرانا ہوگا اور جو موجود ہے وہ فنا عزیز ذلیل ہوگا اور کثیر قلیل ہر زندہ کو موت آویگی اور خیر سب فوت ہوجاوے گی بہائیو خواب غفلت سے جاگو اور بیہوشی سے دور بہاگو بیشتر اس سے کہ لوگ تمکو کہین کہ فلان شخص بیمار ہے اور مرض سخت مین گرفتار کوئی کچہہ دوا بتادو یا حکیم کو بلاؤ پہر طبیب تمہاری لیے آوین مگر تم مین توقع شفا کی نہاوین پہر یہ مشہور ہو کہ فلان شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یون تقسیم کیا اور جسکے پاس سے اپنا لینا تہا اوس سے لیا پہر یہ کہین کہ لو صاحب اونکی زبان بند ہوگئی نہ بہائیو سے بولین نہ ہمسایون کو پہچانین اور نہ لب کہولین اور اوسوقت تمہاری پیشانی عرق سے تر ہوا اور سینہ پیاپی آہ سے مضطر اور نگاہ موت کا کرسی صدق پر جلوہ گر معلوم ہوا اور اپنا سفر تمکو بنظر یقین مفہوم پلکین بند ہونے سے اور زبان لفظ صحیح بولنے سے عاری ہون اور بہائی برادر سب مبتلا گریہ وزاری کوئی کہے کہ یہ تیرا فلان برادر ہے یہ تیرا بیٹا لخت جگر ہے مگر تم کچہہ جواب ندو زبان پر مہر خاموشی ہو پہر تم پر قضا نازل ہوا اور اعضا مین سے روح نکلکر عالم بالا مین داخل اوسوقت تمام برادری جمع ہوا اور کفن سیا جاوے اور غسل دیکر تمکو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گہر بیٹہہ رہین اور حاسد خوب شاد کہین تمہارے گہر والونکی مد نظر تمہارا مال ہوا اور تم پر جواب دہی اعمال **ف** اس مضمونکو شیخ سعدی شیرازی نے ایک طویل قطعہ مین بیان کیا ہی جسمین سے مترجم چند شعر ہدیہ ارباب نظر کرتا ہے

## قطعہ

فریاد ازان زمان کہ تن نازنین ما — بر بستر ہوان فتد و ناتوان شود
اصحاب را چو واقعہ ما خبر کنند — ہر دم کسی برسم عیادت روان شود
وانکس کہ مشفق ست و دلش مہربان ماست — در جستن دوا پی این و آن شود
وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب — در حال ما چو فکر کند بدگمان شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عاقبت — کاحوال بر چگونہ و حال از چہ سان شود
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد در حال خویش — وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود
گویند این برادر تو وین عزیز تست — ما را بحال خود نہ سر حال شان شود
در ورطہ ہلاک فتد کشتی وجود ما — تیر از عمل بماند و بے بادبان شود
آیند ملائکہ در وقت قبض روح — چون بنگریم دیدۂ ما خونفشان شود
فی الجملہ روح و جسم ز ہم متفرق شوند — مرغ از قفس برآید و در آشیان شود

آوازہ در سرای بیفتد کہ خواجہ مرد ‏ وز ہم وزیر خانہ برآہ و فغان شود
تابوت و شیب و کفن آرند و مردہ شو ‏ اورا وجود ذکر آن ز کران تا کران شود
از بند نقش تا بہ لب گور و بر کہ ہست ‏ بعد از نماز باز سر خانمان شود
ہر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما ‏ محبوس و مستمند در ان خاکدان شود
میراث گیر ہم خند و آید بجستجو ‏ پس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
نامے ز ما بماند و اجزا ر ما تمام ‏ در زیر خاک با غم و حسرت نہان شود
یارب مدد بخش کہ ما را در آن زمان ‏ قول زبان موافق صدق جنان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاہ دار ‏ تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود
خرم دلے کہ در حرم آباد امن و عیش ‏ حق را بخوان لطف و کرم میہمان شود

اور بعض اکابر نے کسی بادشاہ سے فرمایا کہ دنیا کی مذمت اور دشمنی لوگون مین سب سے زیادہ اوسکو زیبا ہے جسکو وہ کثرت سے ملی ہو اور اوسکی کوئی حاجت پوری ہونے سے نہ رہگئی ہو کیونکہ ایسے شخص کو یہ توقع ہوتی ہے کہ کسی آفت سے میرا مال رائگان ہو جاوے گا یا میری جمعیت پریشان خواہ سلطنت کو زوال ہو گا یا جسم حوادث و امراض کا پامال یا ایسی چیز کے جانے کا رنج اوٹھانا پڑے گا جسکو دوستون سے بھی چھپا چھپا رکھتا تھا غرضکہ دنیا کے ہونے سے اوسکو اتنی آفات درپیش ہوتے ہین اسلیے اوسکو زیبا ہے کہ دنیا کو برا جانے یہ وہ بلا ہے کہ جو کچھ اوسکو دے لیتی ہے مگر پھر ہٹا کر نہین دیتی اسکے حالات بدلتے رہتے ہین ابھی تو ایک آدمی کو ہنساتی ہے اسی اثنا مین دوسرونکو اوسپر ہنسی آتی اگر کوئی کسی پر روتا ہے تو تھوڑی دیر مین کوئی اور رونے والے پر نالان ہوتا ہے اگر کسی کو دینے پر آتی ہے تو بعد چندے واپس لینے کیواسطے ہاتھ پھیلاتی ہے آج اگر کسیکے سر پر تاج و افسر ہے تو کل کو سر تلے خاک اور پتھر کوئی جاوے اور کوئی رہے اوسکے نزدیک برابر ہے اگر جانے والے کا کوئی عوض رہے تو واہ واہ

اور اگر نرہے تو واہ واہ

قطعہ

دنیا زنیست عشوہ دہ و دلستان ولیکن ‏ با کس بسر نمی برد او عہد شوہری
البتہ کہ این ہمہ فرزند زاد و کشت ‏ دیگر کہ چشم دارد ازین حسن مادری

اور حضرت حسن بصری رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا جائے سفر ہے نہ اقامت کا گھر حضرت آدم علیہ السلام جو جنت سے اوسمین اوتاری گئے تو حضرت

عقوبت و سزا کے لیے اتارے گئے اے امیر المومنین اس سے ڈرتے رہو اوسکو ترک کرو دنیا کی یہ زاد و افسا ہے اور اسمین محتاج رہنا غنا و ثروت ہر وقت ایک نہ ایک کو فنا کرتی رہتی ہے جو اوسکو عزیز جانتا ہے اوسکو ذلیل کرتی ہے اور جو اوسکو جمع کرتا ہے اوسکو فقیر کرتی ہے اسکا حال زہر کا سا ہے کہ جو نہین جانتا وہ کہاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اسمین ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرے کہ تھوڑے دنون پرہیز کیا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین مدت تک تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور چندروز دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہے کہ کہین درد مدت تک نہ رہے پس اس فریبی ناپایدار مکار جفا شعار سے بچتے رہو اسکی ظاہر کی زینت صرف دہوکا ہے اور لوگون کے پہنسانے کو بڑا مغالطہ جو اوسکی آرزو مین مبتلا ہوا اوسکو بے تباہ کیے نہین چہوڑتی اور سب کو توقع دلاتی رہتی ہے اسکی صورت دلہن کی سی ہے کہ آنکھون کی تاک اور دلون کا اشتیاق اور نفسون کا عشق اسی پر ہے

| | | |
|---|---|---|
| | الا اسنے سب اپنی شوہرونکو مار ڈالا ہے | |

| | | |
|---|---|---|
| عروس دہر نکوروی دختریست ولے | | وفا می کند این سست مہر با داماد |

مگر افسوس کہ پس ماندون کو گذشتون سے عبرت نہین ہوتی اور جو لوگ خدائے عز و جل کو پہچانتے ہین باوجودیکہ اوسنے اسکا حال فرما دیا ہے اونکو کچھہ نصیحت اثر نہین کرتی بہت سے اسکے عاشق ایسے ہین کہ جہان اونکی حاجت پوری ہوئی اور دنیا حسب دلخواہ ملی جبہی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو بہول جاتے ہین اور اپنی عقل کو اتنا اسمین لگاتے ہین کہ اونکے قدم جادہ مستقیم سے لغزش کہا جاتے ہین پہر جانکنی کیوقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے ساتھہ اٹھاتے ہین اور جو شخص اسکی رغبت کرتا ہے اپنا مطلوب نہین پاتا نہ اوسکا نفس مشقت سے آرام پاتا ہے اسی حال مین بے توشہ چلدیتا ہے اے امیر المومنین تم اس سے ڈرتے رہو اور جسوقت کہ تمکو اسمین زیادہ خوشی ہو اوسی کا زیادہ خوف کیجیو اسواسطے کہ دنیادار اگر کسی خوشی مین اوسپر اطمینان کرتا ہے تو وہ اوسکو رنج مین ڈالتی ہے جو دنیا مین خوش ہوتا ہے وہ اوسکے باشندونکو مغالطہ دیتا ہے اور جو آج اوسمین نفع پاتا ہے کل کو ضرر اٹھاتا ہے اوسمین وسعت عیش بلا ہے اور بقا کا مآل فنا ہے ہر خوشی غم آگین ہے اور ہر ایک ساعت زحمت سے قرین جو اوسمین سے گذر جاتا ہے پہر واپس نہین آتا اور آیندہ چیز کا حال معلوم نہین کہ اوسکا انتظار ہو اوسکی سب آرزوئین دروغ ہین اور تمام امیدین بے فروغ صفائی ہمہ تن کدورت ہی اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت آدمی اگر غور و تامل کرے تو معلوم ہو کہ اوس کی نعمتونکے جدا ہونے کا خوف جدا ہے اور مصیبت کا خوف جدا اگر بالفرض خدا تعالی نے دنیا کی خبر

نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اوسکی مثل بیان کی ہوتی تب بھی دنیا سوتے کو جگا دیتی اور غافل کو ہوشیار کر دیتی پھر جب کہ خدا تعالی نے اوس سے منع فرمایا ہو تب تو بطریق اولے اوس سے ہوشیاری ضرور ہے اس فانی کی قدر قادر مطلق کے نزدیک کچھہ نہیں اور جب سے اوسکو پیدا کیا اسکی طرف نگاہ نہیں کی اس بات کو سوچو کہ یہ وہی پلید چیز ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مع خزائن و کلید پیش کی گئی تھی اگر آپ اسکو قبول فرما لیتے تو خدا تعالے کی نزدیک آپ کے رتبہ میں سے مچھر کے پر کے برابر بھی کم نہوتا مگر آپ نے قبول نفرمایا اسلیے کہ خدا تعالے کے امر کی مخالفت بری معلوم ہوئی اور جس چیز سے اوسکو بغض ہے اوسکے ساتھہ محبت اچھی نجانی اور جو اوسکے نزدیک بے قدر تھے اوسکو قدر دینا داب ادب نسمجھا پس خدا تعالی نے جو دنیا کو نیک بختوں سے علیحدہ رکھا ہے صرف امتحان کے لیے ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے جو اوسکا پھیلاوا کیا ہے اونکے مغالطہ و دہوکے کے لیے یہی وجہ ہے کہ جسکو دنیا پر قدرت ہوتی ہے اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ خدا نے میری بڑی عزت کی اس شخص کو وہ معاملہ یاد نہیں جو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ کیا تھا کہ بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا تھا

| | |
|---|---|
| فقر فخری نہ از گزاف ست و مجاز | بل ہزاران غرب نہان ست و ناز |

اور ایک روایت حدیث قدسی کی آپ سے ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ جب تم تونگری کو آتا دیکھو تو کہیو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہے اور اگر مفلسی کو آتا دیکھو تو کہیو کہ خوب ہوا کہ یہ نیکبختوں کا شعار آیا اور اگر چاہو تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام کی اقتدا کرو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا سالن بھوک ہے اور شعار خوف اور پوشاک اون جاڑے کی اور حرارت آفتاب کی دہوپ اور چراغ چاند اور سواری دونوں پاؤن اور کھانا اور میوہ نباتات رات کو سوتا ہوں جب کچھہ نہیں ہوتا صبح کو اٹھتا ہوں تب کچھہ نہیں ہوتا اور روی زمین پر مجھسے زیادہ تونگر اور کوئی نہیں حضرت وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جب خداوند کریم نے حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بھیجا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ تم اوسکے لباس دنیاوی سے مت ڈرنا اوسکی باگ میرے ہاتھہ مین ہے بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہے نہ آنکھین بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اوسکے زرق برق سے کچھہ تعجب مت کرنا یہ صرف دنیا ہی کی ٹیپ ٹاپ ہے اور دولتمندوں کی زینت اگر مین چاہوں تو دنیا کی آرایش سے تمکو بھی ایسا آراستہ کر دوں کہ فرعون بھی دیکھے تو جان لے کہ مجھسے اتنی زیبایش ممکن نہیں مگر مین

۱ ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلاً نقل کیا ہے اور احمد و طبرانی نے مسند روایت ابی نجم ۱۲
۲ ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلاً و بخاری بروایت جابر ۱۲

تمہارے لیے اسباب کو پسند نہین کرتا اور تم سے یہ سب آرایش علیحدہ رکھونگا مین اپنے دوستونکے
ایسا ہی کرتا ہون دنیا کی نعمتون سے اونکو ایسا علیحدہ رکھتا ہون جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلہ
کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی شفیق ساربان اپنے اونٹون کو خارش والے اونٹونکے
پاس بٹھلانے سے روکتا ہے اور یہ بات اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہون
بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت و انعام کو صحیح و سالم توفیر کے ساتھ پورا حاصل کرین میرے
دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہین انکسار اور خوف اور خضوع اور تقوے سے کرتے ہین یہ
باتین اونکے دلونمین جمی رہتی ہین اور جسمون پر ظاہر ہوتی ہین یہی امور اونکے شعار و دثار ہین
اور یہی اونکی دلونکی متاع پائدار جس نجات پر کہ اونکی فلاح ہے اور جس رجا کی کہ اونکو توقع ہے یہی
باتین ہین اور جس بزرگی پر انکا فخر ہے اور جس علامت سے کہ اونکی شناخت ہے وہ بھی یہی باتین
جب ایسے لوگ تمکو ملین تو اونکی تعظیم کرنا اور با انکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے
کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ مجھسے برسر پرخاش آتا ہے قیامت کو مین اوس سے اوسکا عوض لونگا
انتہی اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثنا خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جان لو
کہ تمکو مرنا ہے اور بعد موت کی اٹھنا اور اپنے اعمال پر وقوف پاکر اونکی جزا کو پہنچنا پس زندگی
دنیا پر مت بھولو اور ان باتونکو مت بھولو دنیا مصیبت کا گھر ہے فنا ہونا اسکا معروف ہی اور
دھوکا دینے مین موصوف اسکی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اسکا کسیکے پاس ہمیشہ رہنا محال
نہ اسکے حالات تبدیل سے مامون ہین نہ اسکے باشندے آفات سے مصون جب آدمی کو اوسمین
راحت و سرور پہونچتی ہے یکایک مصیبت آ دباتی ہے اسکے احوال مختلف باہمدگر ہین اور مراتب
متغیر نہ اسکے عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے ہدف ہین کہ جنکو اپنے تیرونکا
نشانہ بناتی ہے اور موت سے سب کی خاک اڑاتی ہے موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اوسکا چکھنا
سب کو لازم اے اللہ کے بندو آج دنیا مین تمہارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگون کا تھا جو تمسے
عمر مین زیادہ اور قوت مین قوی اور آبادی مین اکثر اور مکانات مین اعلی تھے مگر دنیا کے طول انقلاب
سے اب اونکی آوازین نہین نکلتی اونکے جسم سڑ گئے اور شہر الٹ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ مکان عالیشان
اور گاؤ تکیے اور عمدہ فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹین اور خاک گور اور گوشہ لحد ہے جگہہ اونکی قبرونکی
ایک دوسرے کے قریب ہی اور اونکے رہنے والے اجنبی اور غریب ہین جو حسن عمارت والے ہین
اور متشاغل اہل تمام مین جا پڑے ہین کہ نہ اونکو آبادی سے موانست ہے نہ بھائی بندون [illegible]

اسیطرح اسمیں ملاوٹ و رغبت ہر چند مکان قریب ہین مگر میل کی صورت نہین اسلیے کہ اونکو گنگی نے پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے اونکا کچومر نکالا زندگی کی بعد آخر نتیجہ موت ہوئے اور اجسام نازنین راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے خاک مین اپنے یار و ہمنین جا ملے اور ایسے گئے کہ پہر کبھی نہ پہرے پہرنے کا کیا ذکر ہے جس صورت مین کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ[1] اب تم بہی قطعاً جان لو کہ جیسے اونکا حال ہوا وہی تمہارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک مین گلنا وہی خواب گاہ مین سونا اور وہی ٹہکانے رہنا علاوہ ازین تمکو جب کیسی بنے گی جب یہ باتین تمہارے پیش نظر ہونگی اور قبرون مین سے نکالے جاوگے جی کی باتین تحقیق کیجاوینگی بادشاہ علی الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی گذشتہ گناہونکے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہونگے اور دل تہراتے پردے تمہارے فاش ہونگے اور عیوب اور چھپی باتون کو سامنے کیا جاویگا اور ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزای دارد کا مضمون درپیش ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى[2] اور دوسری جگہہ فرماتا ہے وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا[3] خداوند کریم سے التجا ہے کہ ہمکو اور تمکو تابع اپنی کتاب کا اور پیرو اپنے احباب کا رکھے یہانتک کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہہ یعنی آخرت مین پہونچاوے وہی حمید اور صاحب بزرگی ہے انتہی اور بعض حکما کا قول ہے کہ زمانہ تیر انداز ہے اور آدمی نشانہ کہ ہر روز عمر کے دن رات کو اپنے تیر و نسے اوتارتا رہتا ہے یہانتک کہ تمام عمر پوری ہو جاتی ہے پس باوجود دنون کے گذرنے اور راتون کے جلدی جلدی بسر ہونیکے آدمی کب تک سلامت رہ سکتا ہے اگر آدمی کو اپنے اوپر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گہڑی نقصان عمر کرتا جاتا ہے تو دنون کے گذرنے سے نفرت ہو اور ساعات کے چلے جانے سے وحشت مگر خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اسکا خیال نہین آتا ہے

| غافل تجھے گھڑیال یہی دیتی ہے منادی | خالق نے تیری عمر سے ایک اور گھٹا دی |
| --- | --- |

اور بہین نظر کہ دنیا کی آفات سے آدمی مطمئن ہین اوسکی لذات کا مزہ اچھا معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ اندراین کے پہل سے بہی کڑوا ہے بشرطیکہ کوئی دانا چکہے اور اوسکے ظاہر افعال دیکہکر کوئی بیان کرنے والا بہی اوسکے عیب نہین بیان کر سکتا اور جو عجائب کہ دنیا بر روی کار لاتی ہے حیطہ تقریر و تحریر سے زائد ہین خدا ہی راہ راست پر چلنا نصیب فرماوے اور بعض حکما سے جو دنیا کا وصف

[1] کوئی نہین یہ بات ہی کہ وہ کہتا ہے اور پیچھے اونکے آڑ ہی جس دن تک اٹھائے جاوین ۱۲

[2] تا وہ بدلا دیوے برائی والون کو اونکے کئے کا اور بدلا دیوے بھلائی والون کو بھلائی ۱۲

[3] اور رکھا جاوے گا نوشتہ پھر تو دیکھے گنہگارون کو ڈرتے ہین اوسکے بیچ لکھے سے اور کہتے ہین اے خرابی ہماری کیسا ہے یہ نوشتہ نہ چھوڑے چھوٹی بات نہ بڑی جو اوسکو نہ گھیر لیا ہو اور پاوین گے جو کیا ہے سامنے ۱۲

اور اوسکی بقا کی مقدار پوچھی گئی تو جواب مین فرمایا کہ دنیا اوسوقت کا نام ہے جسمین آدمی آنکھہ جھپکتا ہے اسواسطے کہ جو زمانہ اوسوقت سے پیشتر گذر چکا ہے وہ تو اوسکو مل نہین سکتا اور جو وقت ابھی آیا نہین اوسکا حال معلوم نہین کہ ملیگا یا نہین اور وقت کا حال یہ ہے کہ دن جب اچھی طرح گذر جاتا ہے تو رات اوسکے ماتم مین سیہ پوش ہوتی ہے اور گھڑی گھڑی ہوتے ہوتے طے ہوجاتا ہے اوسکے حوادث انسان پر برابر آتے ہین اور تغیر و نقصان پہونچاتے ہین اور زمانہ کا کام یہی ہے کہ جماعتون کو متفرق کرے اور جتھون مین ابتری ڈالے اور دولت کو ایک ہاتھہ سے دوسرے کے پاس پہونچاوے اوسکی امل بہت طویل ہے او زندگانی بہت قلیل اور پھر سب کا رجوع رب جلیل کیطرف ہوگا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جس بات کیواسطے تم پیدا ہوئے ہو اگر اوسکی تصدیق کرو تو تم بیوقوف ٹھرتے ہو اور اگر تکذیب کرو تو ہلاک ہوتے ہو یعنے تمکو ہمیشہ رہنے کیواسطے پیدا کیا ہے مگر ایک عالم سے دوسرے عالم مین بھیجے جاوگے اے بندگان خدا تم اب اوس جگہہ مین ہو کہ اگر اوسمین کھانا کھاؤ تو گلے مین اٹکے اور پانی پیو تو اچھو لگے کسی نعمت سے تمہاری خوشی پوری نہین ہوتی کہ دوسری نعمت کی جدائی سر پڑتی ہے جس سے تمکو رنج ہوتا ہے اب اپنی مآل کو سمجھو کہ کیا ہوتا ہے اور کہان ہمیشہ رہنا پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس قول کے بعد اتنا گریہ غالب ہوا کہ منبر پر سے اتر آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالے سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گو تمکو اوسکا چھوڑنا اچھا معلوم نہو مگر وہ تمکو چھوڑ دیگی تم اوسکو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمہارے جسمون کو پرانا کیے جاتی ہے تمہاری اور اوسکی مثل ایسی ہے جیسے مسافر کسی راہ مین چلین اور گویا اوسکو طے کرلین یا پہاڑ پر پہونچین اور اوسپر مثلاً چڑھ چکین راہ تو چلتے چلتے کسی حد پر ختم ہی ہوجاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہے کہ جسکی بابت دنیا مین بہی ہوتی ہے موت کا جلد باز پیادہ اوسکے پیچھے ہے یہانتک کہ دنیا سے جدا ہوجاوے پس اوسکی تکلیف و نقصان مین مضطر نہونا چاہیے کہ آخر کو منقطع ہوجاویگی اور نہ اوسکے متاع و دولت پر خوش ہونا چاہیے کہ وہ بھی انجام کو جاتی رہیگی مجھے طالب دنیا سے بڑا تعجب ہے کہ وہ تو دنیا کا طالب ہے اور موت اوسکی طالب اور غافل سے تعجب ہے کہ اوسکو غفلت ہے مگر اوسکے حال سے غفلت نہین کیجاویگی اور حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب عاقلون اور عالمون اور عارفون اور زاہدون کو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے دنیا کی حقارت کی اور اوسکو اپنے دوستون کیلیے اچھا نہین جانا اور وہ اوسکے نزدیک بہت حقیر و ادنی چیز ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اوسمین زہد فرمایا اور اپنے یارون کو اوسکے فتنہ سے ڈرایا تو اونہون نے اوسمین سے میانہ روی کے طور پر کہایا اور زیادتی کو اپنا توشہ آخرت بنایا اوسمین سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو مین پڑین اوسکو ترک کیا پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور غذا مین سے اوسنے مقدار دفع گرسنگی کہائی دنیا کو اس نظر سے دیکھا کہ فانی ہے اور آخرت کو جانا کہ باقی ہے اسی وجہ سے دنیا مین سے اوسیقدر توشہ لیا جیسے مسافر لیتا ہے پس دنیا کو اجاڑا اور آخرت کو آباد کیا آخرت کی طرف چشم دل سے دیکھا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بھی دیکھین گے اسیلیے اوسکی طرف دل سے کوچ کیا اس خیال سے کہ آخر جسم سے بھی اوسی کی طرف جانا پڑے گا تھوڑی سی مشقت دنیا مین اٹھا کر بہت دنون کی عیش حاصل کی یہ سب باتین اونکو خدا تعالے کی توفیق سے ہوئین کہ جو کچھ اوسنے اونکے لیے محبوب جانا اوسکو انہون نے محبوب سمجھا اور جس چیز کو اوسنے برا سمجھا اوسکو انہون نے بھی برا تصور کیا

## بیان دنیا کی کیفیت کا مثالون مین

جاننا چاہیے کہ دنیا بہت جلد گذران ہے ہر کسی کو وعدہ بقا کرتی ہے الا اسکے خلف وعدہ کا ہر کوئی نالان ہے ظاہر مین دیکھو تو ٹھہری معلوم ہوتی ہے حالانکہ بڑی تیز رفتار سے جلد جلد بہاگتی ہے اوسکی حرکت دیکھنے سے معلوم نہین ہوتی الا انقضاء سال وماہ سے محسوس ہوتی ہے اس باب مین اسکی مثال سایہ کی سی ہے کہ وہ بھی ظاہر مین حرکت کرتا معلوم نہین ہوتا مگر حقیقت مین متحرک رہتا ہے اوسکی حرکت آنکہ سے نہین سوجہتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اور دنیا کو سایہ کے ساتھہ مشابہت اسکا بر بھی وہی ہے چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جو ذکر دنیا کا ہوا تو آپ نے یون فرمایا ؎

| | | |
|---|---|---|
| ڈہلتا ہوا سایہ کہو یا خواب پریشان | | کہاتے ہین فریب اسکا وہی جو کہ ہین نادان |

اور حضرت امام حسن علیہ السلام اکثر تشبیہ دنیا مین شعر پڑہتے ؎

یا اہل اللذات دنیا لا بقاء لہا ۔ ان اغترار ابظل زائل حمق

اور مشہور یون ہے کہ یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اونکے والد بزرگوار کا ہے اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی قوم مین مہمان ہوا اونہون نے اوسکو کہانا کہلایا پھر ایک خیمہ کی سایہ مین سو گیا اون لوگون نے خیمہ اوکہاڑ لیا اوسکو جو دہوپ لگی اوٹھہ کہڑا ہوا اور یہ شعر پڑہا ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| | ڈہلتا اوسے ایکدن ہے لازم | دنیا ہے مثال سایہ قائم | |

اور چونکہ دنیا اپنے خیالات سے آدمی کو دہوکا دیتی ہے اور اوسمین سے نکلنے کے بعد کچھ بھی ساتھہ نہین رہتا

ترجمہ اے لذت دنیا والو دنیا کو بقا نہین اور زوال پذیر سایہ سے دہوکا کہانا بیوقوفی ہے ۱۲

اِس اعتبار سے اوسکی مثال خیالات خواب کی سی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اَلدُّنْیَا حُلُمٌ وَّاَھْلُھَا عَلَیْھَا مُجَازُوْنَ وَمُعَاقَبُوْنَ اور یونس بن عبید رح کہتے ہین کہ مینے اپنے دلمین تشبیہ دنیا کی یون دی ہے کہ جیسے سوتا آدمی خواب مین کسی بُری یا بہلی بات سے رنجیدہ یا خوش ہوا کرتا ہے ایسی ہی لوگ بہی گویا خواب مین رنج و راحت دنیاوی دیکہہ رہے ہین مرنیکے بعد جو آنکہہ کہلیگی تو کچہہ نیاونیکو ہے

| | | |
|---|---|---|
| جب آنکہہ بند تہی تو دیکہتے تہے سب کچہہ | | جب آنکہہ کہلی تو کچہہ نہ دیکہا مینے |

اور تشبیہ دنیا مین بعضون کا یہ قول ہے

| | | | |
|---|---|---|---|
| دنیا خوابیست و زندگانی در وے | | خوابیست کہ در خواب بینی آنرا | |

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا اپنے اہل و اولاد کی دشمن جانی ہے اور اونکو تباہ و برباد کرتی ہے اوسکی مثال اوس عورت کی سی ہے جو مردون کے واسطے اپنے آپکو بنایا سنوارا کرے اور جب کسی سے بیاہی جاوے اوسکو ذبح کر ڈالے یہی حال دنیا کا ہے کہ اول اول بہت اچہی اور نرم و نازک معلوم ہوتی ہے مگر آخر کو تباہ کر دیتی ہے روایت ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی سامنے دنیا ایک بوپلی بڑہیا کی صورت مین آئی ہر ایک طرح کی زینت سی آراستہ و پیراستہ تہی آپ نی پوچہا کہ تونے کتنے شوہر کیے اوسنے جواب دیا کہ مجکو شمار نہین معلوم آپ نی فرمایا کہ وہ سب تجکو چہوڑ کر مر گئی یا تجکو طلاق دیدی اوسنے عرض کیا کہ مینے اونکو ذبح کر ڈالا آپ نی فرمایا کہ پہر تیری باقی شوہرون کی خرابی ہے کہ پہلون کا حال دیکہکر عبرت نہین کرتی تو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجہسے نہین ڈرتے

| | | |
|---|---|---|
| مجو درستی عہد از زمان سست نہاد | | کہ این عجوز عروس ہزار داماد ست |

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا کا ظاہر کچہہ اور باطن کچہہ ہے اوسکی مثال ایسی تصور کرنی چاہیے کہ ایک بڑہیا بدصورت اپنی اوپر خوب عمدہ پوشاک و زیور پہن لے اور منہ پر برقع ڈالکر لوگون کو فریب دے جب اونکو اوسکے باطن کا حال معلوم ہوا اور منہ پر سے گہونگہٹ اوٹہا کر دیکہین تو اوسکے اتباع سے نادم و خجل ہون اور اپنی کم عقلی اور دہوکا کہانے سے شرمندہ علاء بن زیاد فرماتے ہین کہ مینے خواب مین ایک بڑہیا دیکہی جسکی کہال سکڑی تہی اور زیور و لباس مین لدی تہی آدمی اوسکی گرد تعجب سی دیکہہ رہے تہے مینے پاس آکر اوسکو دیکہا تو لوگونکی اوسکی طرف دیکہنے سی نہایت متعجب ہوا کہ یہ اسکی طرف کیون مائل ہین آخر اوس سی پوچہا کہ تو کون ہی اوسنی کہا کہ تم مجہے نہین پہچانتے مینے کہا کہ مین تو نہین جانتا تو کون ہی اوسنے جواب دیا کہ مین دنیا ہون مینے کہا کہ خدا تیری شر سی بچاوی اوسنی کہا کہ اگر میری شر سی بچا چاہتی ہو تو روپیے کو برا جانو اور ابوبکر بن عیاش رح کہتی ہین کہ مینی قبل اسکی کہ بغداد مین ہو پہنچون دنیا کو خواب مین ایک بڑہیا بہوس

بدصورت دیکھی کہ تالیاں بجارہی ہے اور اوسکے پیچھے خلقت اوسکی خواستگار ہے وہ بھی تالیاں
بجاتے اور ناچتے ہین جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہوکر کہنے لگی کہ اگر مجکو موقع ملا
تو بھی حال تیرا بھی کرونگی جو انکا ہے اس خواب کو کہکر ابو بکر رو پڑے اور فضیل بن عیاض رح فرماتی ہین کہ
حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑہیا بدصورت کیری آنکھون والی کی
شکل مین لائی جاویگی دانت آگی کو نکلے ہونگے لوگون کے سامنے کرکے پوچھا جاوے گا کہ تم اسکو بھی
پہچانتے ہو عرض کرینگے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اسکو جانین حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جسکے لیے تم فخر اور حسد
اور بغض اور قطع رحم اور مکر و فریب کیا کرتے تھے اور اوسکے پہندے مین آگئے تھے پھر اوسکو دوزخ مین
ڈالدیا جاویگا وہ عرض کرے گی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہان ہین حکم ہوگا کہ اونکو بھی اسکے ساتھ
کردو اور حضرت فضیل رح سے یہ بھی روایت ہی کہ ایک آدمی اپنی روح سے اوپر کو چڑہا راستہ مین اوسنے
ایک عورت ہر ایک طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی جو اوسکے پاس کو نکلتا ہے اوسکو زخمی کر دیتی ہے پشت
کیطرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بڑی بڑہیا ہوس نکلی چندہی آنکھون
کی ہے اوسنے کہا کہ مجکو خدا تجھسے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالی تجکو مجھسے نہین بچانیکا
جب تک روپیہ پیسے کو برا نجانے اوسنے پوچھا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ دنیا ہون اور اس اعتبار سے
کہ آدمی کا گذر دنیا پر ہوتا ہے اوسکی کچھ حقیقت ہی نہین اسلیے کہ آدمی کو تین حال ہین اول تو وہ زمانہ کہ جسمین
پیدا نہین ہوا تھا یعنے ازل سے پیدایش کیوقت تک دوسرا مرنیکے بعد سے ابد تک جسمین دنیا کو نہ دیکھیگا
تیسرا ایام حیات کا زمانہ جسکا نام دنیا ہے پس اگر اس زندگی دنیا کو ازل اور ابد کی نسبت کرکے دیکھیے
تو ایسی ہی ہوگی جیسے ایک سفر طول طویل مین تھوڑا سا مقام ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ مَالِیْ وَ لِلدُّنْیَا وَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الدُّنْیَا کَمَثَلِ رَاکِبٍ سَارَ فِیْ یَوْمٍ صَائِفٍ فَرُفِعَتْ لَہٗ
شَجَرَۃٌ فَقَالَ تَحْتَ ظِلِّہَا سَاعَۃً ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَہَا اور جو کوئی دنیا کو اس نظر سے دیکھے کبھی اوسکی رغبت
نہ کرے اور نہ یہ پروا کرے کہ دن کسطرح گذرتے ہین تنگی مین یا فراخی مین رنج مین یا راحت مین
اینٹ پر اینٹ بھی نہ رکھے اور اسی لئے آنحضرت صلعم نے دنیا کی کیفیت کو خوب معلوم تھی اسلیے زندگی بھر نہ مکان
اینٹ کا بنایا نہ لکڑی کا بلکہ بعضے صحابہ کو لکڑی کا مکان بناتے دیکھکر فرمایا الامر اعجل من ھذا
اور اونکا مکان بنوانا برا معلوم ہوا اور اسی کیطرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اشارہ فرماتے ہین
کہ دنیا ایک پل ہے اوسپر سے گذر جاؤ اور عمارت نہ بناؤ اور یہ مثال خوب صاف ہی کیونکہ زندگی
دنیا آخرت مین پہونچنے کے لیے ایک پل ہے جسکا ایک ستون مہد ہے اور ایک ستون لحد اور دونو

درمیان مسافت محدود ہے بعض لوگون نے اس پل کا نصف قطع کرلیا ہے بعض نے تہائی اور بعض نے دو تہائی اور بعض کو ایک قدم ہی طے کرنا باقی ہے مگر اوسکو معلوم نہین بہرحال اوسپر سے گذرنا تو ضروری ہے اور پل پر عمارت بنانی اور اوسکو اقسام زینت سے آراستہ کرنا اور پھر چھوڑکر چلے جانا نہایت جہل اور ذلت ہے اور چونکہ دنیا مین خوض کرنا بہت آسان اور نرم ہے اسلیے دنیا دار کو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سلامت نکلجانا بھی ایسا ہی آسان اور مزہ دار ہوگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ اسکے اندر گہس جانا بہت سہل ہے اور سلامت نکلنا نہایت مشکل اسکی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یون لکھی تھی کہ دنیا بمنزلہ سانپ کے ہے ظاہر مین اوسکو ہاتھ لگاو تو نرم اور چکنا معلوم ہوتا ہے مگر اوسکا زہر آدمی کو مار ڈالتا ہے پس تمکو جو چیز اوسمین سے اچھی معلوم ہو اوسکی طرف سے منہ پھیرو کہ وہ تمہارے ساتھ بہت کم رہیگی اور ازانجا کہ تمکو اوسکے فراق کا یقین ہے اسلیے اوسکی ترددات کو بھی برطرف کردو اور اوسکی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سب سے زیادہ خوف کا مقام ہے کیونکہ دنیا مین جب کبھی کسیکو خوشی پہونچتی ہے اوسکے بعد ویسا ہی رنج بھی پہونچا کرتا ہے والسلام اور دنیا مین پہنسکر اوسکے آفات سے سلامت رہنے کی مثال اس حدیث مین ہے اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الدُّنْيَا كَالْمَاشِي فِي الْمَاءِ هَلْ يَسْتَطِيعُ الَّذِي يَمْشِي فِي الْمَاءِ اَنْ لَا تَبْتَلَّ قَدَمَاهُ[1] اس حدیث سے جہالت اون لوگون کی معلوم ہوئی جو یہ کہتے ہین کہ ہمارے جسم صرف لذات دنیا سے بہرہ ور ہین اور دل اون سے پاک و صاف ہین دلون مین کسیطرح کا علاقہ نہین اور یہ ایک شیطان کا دہوکا ہے کہ اونکو فریب دے رکہا ہے اسلیے کہ اگر اونکو اس عیش و لذت سے علیحدہ کر دیا جاوے تو کیسا گہبرایا کرتے ہین اگر دل کو علاقہ نہ تہا تو درد و رنج کسکو ہوتا ہے غرضکہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست ہے کہ جسطرح پانی مین چلنے سے قدم ضرور ہی تر ہوتے ہین اسیطرح دنیا کی اختلاط سے بہی دلمین ایک علاقہ اور ظلمت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس تعلق دنیاوی سے دل مین عبادت کا مزہ نہین ہوتا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین سچ کہتا ہون کہ جیسے بیمار آدمی شدت درد مین کہانے کا مزہ نہین پاتا اسیطرح جسکو دنیا کا روگ ہے وہ عبادت کی حلاوت نہین اٹہاتا اور یہ بھی سچ کہتا ہون کہ جسطرح گہوڑا سوار نہونے اور پہیر انجانے سے بگڑ جاتا ہے اور کام نہین دیتا اسیطرح اگر دل بھی ذکر موت اور مشقت عبادت سے نرم اور روبراہ نکیا جاوے تو سخت اور بیکار ہوجاتا ہے اور یہ بھی درست بات ہے کہ مشک جبتک پہٹتی اور سوکہتی نہین اوسمین شہد بہرا کرتے ہین اسیطرح جبتک دل شہوات سے نہین پہٹتا اور طمع سے ناپاک اور لذت سے سخت نہین ہوتے تبتک حکمت

[1] ح دنیادار کی مثل ایسی ہے جیسے پانی مین چلنے والا کیا وہ اسطرح پانی مین چل سکتا ہے کہ اوسکے پاؤن تر نہون ۱۲ بیہقی در شعب و ابن ابی الدنیا عن انس ۱۲

اومین آسکتی ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّمَا بَقِیَ مِنَ الدُّنْیَا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ وَاِنَّمَا مَثَلُ کُلِّ اَحَدِکُمْ کَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاہُ طَابَ اَسْفَلُهٗ وَاِذَا خَبُثَ اَعْلَاہُ خَبُثَ اَسْفَلُهٗ اور ایک حدیث مین حضرت انس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَثَلُ ھٰذِہِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی اٰخِرِہٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِہٖ فَیُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَیْطُ اَنْ یَّنْقَطِعَ اس حدیث مین اس بات کی مثال ہے کہ دنیا جسقدر باقی ہے بہ نسبت گذشتہ کے بہت کم ہے اور اس وجہ سے کہ دنیا کا ایک علاقہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور مرنے تک یہی سلسلہ رہتا ہے اسکی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یون ارشاد فرمائی ہے کہ طالب دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیاس کے لیے کھاری پانی پیوے کہ جتنا زیادہ پیے گا وتنا ہی پیاس زیادہ ہوگی یہانتک کہ آخر کو مر جاوے گا اور اس باعث سی کہ دنیا کا آغاز اچھا معلوم ہوتا ہے اور انجام پلید ہوتا ہے اوس کی مثال غذا کی سی ہے یعنے شہوات دنیاوی دلمین ایسی اچھی معلوم ہوتی ہین جیسے شہوات غذا معدہ مین اور مرنیکے وقت دلکی شہوات دنیاوی سے آدمی کو کراہت اور بدبو ایسی ہی معلوم ہوگی جیسے غذا سے جب معدہ مین پہونچکر اپنے کمال کو پہونچتی ہے مثلاً جسقدر غذا لذیذ و مزہ دار اور چکنی خواہ شیرین ہوگی اوسیقدر اوسمین بدبو اور کثافت زیادہ ہوگی اسیطرح دل کے شہوات مین سے جو نسی شہوت قوی اور لذیذ ہوگی اوسکی کراہت اور بدبو مرنیکے وقت زیادہ ہوگی بلکہ یہ بات زندگی مین ہی دیکھو کہ اگر کسی کا گہر بار چھن جاوے اور مال و اولاد و زن و فرزند لٹ جاوین تو اوسکو مصیبت و درد اوسی چیز کا زیادہ ہوگا جس سے محبت زیادہ تھی اور بہت لذیذ جانتا تھا اور کثرت سی حرص کرتا تھا خلاصہ یہ کہ جسکا ہونا جسقدر اچھا معلوم ہوتا ہے اوسیقدر اوسکے نہونے سے رنج بھی ہوتا ہی اور موت سی بھی غرض یہی ہے کہ دنیا کی نعمت جاتی رہی اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھہ کھا کر پھر پانی اور دودھ پیتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر اوس غذا کا کیا بنتا ہے انھون نے عرض کیا کہ وہ تو آپ جانتے ہی ہین آپ نی فرمایا کہ اللہ جل شانہ دنیا کو اوسی چیز کی مشابہ فرماتا ہے جو انجام کو غذا سے بنجاتی ہے اور حضرت ابی بن کعب رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنَّ الدُّنْیَا ضُرِبَتْ مَثَلًا لِابْنِ اٰدَمَ فَانْظُرْ مَا یَخْرُجُ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ وَاِنْ قَزَّحَهٗ وَمَلَّحَهٗ اِلٰی مَا یَصِیْرُ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ الدُّنْیَا لِمَطْعَمِ ابْنِ اٰدَمَ مَثَلًا وَضَرَبَ مَطْعَمَ ابْنِ اٰدَمَ لِلدُّنْیَا مَثَلًا وَاِنْ قَزَّحَهٗ وَمَلَّحَهٗ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ اول غذا مین خوب مصالحہ اور خوشبو ڈالتے ہین اور پھر اوسکو

کھانا وہاں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ اسکی تفسیر میں حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں کہ طعام سے مراد وہ صورت ہے جو غذا کے انجام کو ہو جاتی ہے اور ایک شخص نے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے کچھہ پوچھا چاہتا ہوں مگر شرم آتی ہے آپ نے
فرمایا کہ شرمانا نچاہیے پوچھہ لو اوسنے عرض کیا کہ جب آدمی پاخانہ سے فارغ ہو گیا اوسکو دیکھتی آنکھیں
فرمایا کہ ہاں فرشتہ اوسکو یون کہتا ہے کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تہا اوسکو دیکھہ کہ اوسکا انجام کیا ہوا
اور حضرت بشر بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ لوگو چلو تمکو دنیا دکھاؤں اونکو کسی گھورے پر لیجا کر فرماتے
کہ یہہ اونکے میوے اور مرغ اور شہد اور گھی ہے اور آخرت کی نسبت کر دنیا کی مثال اس حدیث
شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت میں ایسی ہے جیسے
کوئی سمندر میں انگلی ڈالکر دیکھے کہ انگلی پر کسقدر پانی آیا یعنے آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہے اور
اس وجہ سے کہ دنیا دار دنیا کی لذتوں میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل رہتے ہیں اور پہر بڑی بڑی حسرتیں
اٹھاتے ہیں اوسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کچھہ لوگ کشتی میں سوار ہوں اور ایک جزیرہ میں پہونچیں
وہاں پہونچکر ملاح نے اونکو اجازت دی کہ جسکو قضاء حاجت منظور ہو وہ یہاں اوتر جاوے مگر یہہ
مقام خوفناک ہے یہاں سے جلد اپنا کام کرکے واپس آنا ورنہ کشتی کہل جاوے گی یہہ لوگ کشتی سے اوتر پڑے
اور اطراف جزیرہ میں پہیل گئے پہر بعضوں نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضاء حاجت کرتے ہی
کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کو خالی دیکھکر خوب فراغت کی جگہہ اور خاطر خواہ آسایش کا مکان لے لیا
اور بعضوں نے جزیرہ میں توقف کرکے اوسکے شگوفوں اور غنچوں اور بیابانوں اور نغمات دل آویز
اور جانوروں کے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلموں اور معادن گوناگوں اور نقوش غریبہ اور
اشکال عجیبہ کی سیر کی مگر بخوف کشتی کے نکلنے کے سیر کرتے ہی جلد پہر آگئے انکو پہلوں کا سا مکان
وسیع تو نملا تاہم اچھی طرح بیٹھہ گئے اور بعضوں نے جو ان اشیاء مذکورہ بالا کو دیکھا لٹو ہو گئے
اور صدف وجواہر اور میوہ وگل کی خوبی اسقدر دلمیں کھبی کہ اونکے چہوڑنیکو دل نچاہا اونمیں سے
کچھہ ساتھہ لے لیے کشتی میں آکر مکانوں کی گنجایش اتنی بھی نہ دیکھی کہ خود اچھی طرح بیٹھہ سکیں بوجھہ کے
رکھنے کا تو کیا ذکر ہے مجبوری اونکو اپنے سر پر لادکر کشتی میں بیٹھہ گئے مگر اپنی اس حرکت سے نادم
تھے کہ ناحق انکو لیا اور مفت میں دردسر اور وبال مول لیا اور کچھہ لوگ جنگلوں میں گہسکر کشتی کو بالکل
بہول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ سنی مگر باوجود اسکے درندوں کا خوف دلمیں تہا
اور یہہ بھی سمجھتے تہے کہ اس فراز ونشیب میں لغزش بھی ہو گی اور مصیبت اٹھانی پڑیگی پاؤں اور کپڑوں

میں کانٹے چبھیں گے پھنسنے سے بدن چرے گا آواز ہولناک سے کلیجہ کانپنے لگا جھاڑ و لپٹے کپڑے
چھٹکر ٹنگے رہجاوینگے اور پھر اگر لوٹنا چاہین گے تو بن نہ آویگا اسی اثنا مین آواز کشتی والون کی
سنکر بوجھ کے گٹھڑے سر پر لیے جو کنارہ پر پہونچے تو اوسی جگہہ بنائی کنارہ ہی پر بھوکے پیاسے مر گئے
اور بعضون کو کشتی والونکی بھی آواز نہ سنائی دے اور کشتی بھی چلدی تو انکا حال یہ ہوا کہ کچھہ
تو خوراک درندون کی ہوئے اور کچھہ حیران پریشان بھٹک بھٹک مر گیے بعضے دلدل مین جاگرے بعضونکو
سانپ بچھو کھا گئے غرض سب کی سب اسیطرح خوار و نزار مردار ہوگئے اب جو لوگ کہ کشتی مین بوجھہ سمیت
سوار ہوئے تھے اونکو اون چیزونکی حفاظت کا فکر ہوا مکان تنگ پہلی ہی سے تھا کچھہ عرصہ کے بعد
پھول مرجھا گئے اور پتھر وغیرہ کے رنگ متغیر ہوگئے اور میوہ وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے بدبو آنے لگی اور
یک نشد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکھنے ہی کی دقت تھی اب بدبو سے ایذا ہونے لگی پھر کوئی
علاج بنو جہا بجز اسکے کہ اوسکو دریا مین ڈالدیا مگر اوسکی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گھر پہونچنے
تک بیمار پڑ گئے اور بہت دنون ہنیک ہگا کیے اور جو اسنے پہلے کشتی مین آئے تھے اونکو البتہ بیٹھنے
مین خاطر خواہ آسایش تو نہی الا وطن مین پہونچکر صحیح و سالم رہے کچھہ دکھہ درد نہوا اور جو لوگ
اول ہی اول چلے آئے تھے وہ کشتی مین بھی چین سے رہے اور وطن مین بھی راحت و آرام کرتے رہے
پس اگر تامل کرو تو یہی حال دنیا کے لوگونکا ہے کہ وطن اصلی کو بھول کر اس جزیرہ کے گلزار اور پتھرون
اور چاندی سونے پر ایسے غافل ہین کہ انجام کا فکر ذرا نہین کرتے یہ معلوم نہین کہ مرنیکے وقت یہ سب
زینت کی چیزین گردن پر وبال ہونگی گو اب انکے آنے کی خوشی اور جانیکا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت
مین سبھی مبتلا ہین الا جسکو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے فریب مین آجاتی ہے
اور باوجود خدا تعالے کے خوف دلانیکے اللہ تعالی کے قول پر ایمان ضعیف رکھتی ہے اوسکی مثال
اس حدیث مین ہے جو حضرت حسن رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض
سے فرمایا کہ میری اور تمہاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کے لوگ کسی جنگل بیابان مین
چلین اور چلتے چلتے یہ نوبت پہونچ جاوے کہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ جتنا راہ طے کر چکے ہین وہ زیادہ ہے
یا جو باقی رہا ہے وہ زیادہ ہے پس اونکا کھانا پینا تمام ہوجاوے اور اسی جنگل مین مگر بن بھول بے زاد
و راحلہ پڑ رہین اور چلنے سے ہاتھہ دھو بیٹھین جب اونکی یہ نوبت پہونچی تو دور سے ایک آدمی کی
صورت دیکھین کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اوسکے کپڑون سے پانی ٹپکتا ہے گمان کرین کہ یہ شخص
کسی زرخیز زمین سے آتا ہے وہ جگہہ یہانسے قریب معلوم ہوتی ہے جب وہ پاس آکر انسے پوچھے کہ میان

کہ بہلا اگر مین تمکو پانی اور باغ بتا دون تو کیا کروگے وے جواب دین کہ ہم تیری اطاعت کبہی چیز مین
فروگذاشت نکرینگے اوسنے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کرو اونہون نی خدا کی قسم کہا کر عہد مستحکم
کیا کہ ہم ہرگز نافرمانی کسی بات مین نہ کرینگے غرضکہ اس عہد کے بعد اوسنے عمدہ پانی اور باغ سبز جسپر عہد
تبلادیا اور چند روز خود اونمین رہا پہر اوسنے کہا کہ بہائیو سنتے ہو اونہون نے کہا کہ کہو کہا کہ یہان سے
چلو پوچہا کہ کہان جائین کہا کہ ایسے چشمہ اور باغ مین جو اس سے کہین اعلی ہے اسکو سنکر بعضون
نے تو یہ کہا کہ خدا خدا کرکے تو ہمکو یہ جگہہ نعمت غیر مترقب ملی ہے اس سی بہتر کو لیکے ہم کیا کرینگے
اور کم لوگون نے یہ کہا کہ صاحبو اسکے ساتہہ عہد کرچکے ہو کہ کسی بات مین نافرمانی نہ کرینگے پہلی جو کچہہ
اس شخص نے کہا تہا ویسا ہی ہوا اب بہی اسکا قول بیشک درست ہی اور اسی خیال سے اوسکے ساتہہ
ہولیے اور باقی لوگ وہان ہی پڑے رہے صبح کو دشمن نے تاخت کرکے بعضون کو قتل اور بعضون کو
اسیر کرلیا ف مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اوس شخص سے مراد ذات پاک رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہے کہ امت کو آخرت کیطرف بلاتے ہین پس جسنے وللاخرۃ خیر لک من الاولی
کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہوکر اونکا اتباع کیا وہ تو سلامت رہا اور نہ دشمن جانی شیطان کے
زمرہ مین داخل ہوکر خسر الدنیا والآخرۃ ہوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا مین اول اول مزے اڑاتے مین
اور آخر کو اوسکی جدائی سے دردمند ہوتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مکان بناوے اور اوسکو
خوب آراستہ کرے اور پہر ایک ایک قوم کو جدا جدا اپنے یہان بلاکر دعوت کرے جب ایک قوم گہر مین
آوے تو ایک سونیکے عطردان مین اوسکے سامنے عطر وغیرہ رکہدے کہ اوسکو سونگہکر اورون کیواسطے
چہوڑ جاوے اوسنے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کرلیا کہ یہ برتن سمیت ہمکو ملا ہے اسی جہت سے دلکو
خوب اوسپر متعلق کرلیا جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دلکے باعث کمال رنج ہوا
اور جسکو دستور معلوم تہا اوسنے خوشبو بہی سونگہی اور مالک کا شکرگذار بہی ہوا اور خوشی سے وہ برتن
مالک کی حوالہ کیا اسیطرح جو شخص دنیا مین خدا تعالے کی عادت سے واقف ہے جانتا ہے کہ یہ ضیافتخانہ ہے
گذرنے والون پر وقف ہے اسلیے کہ اس سے توشہ آخرت لین اور جسطرح مسافر عاریت کی چیزون سے منتفع
ہوتے ہین اوسیطرح اشیاے دنیاوی سے فائدہ اٹہاوین اور بہمہ تن اونمین مصروف نہون کہ
جدا ہونے کے وقت مصیبت سہین یہ ہین دنیا کی مثالین اور اوسکے آفات وغوائل کی تشبیہین خداوند
کریم ہمکو بہی توفیق اس سے بچنے کی عنایت کرے

# چوتھا بیان دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق میں

جاننا چاہیے کہ صرف مذمت دنیا کا جان لینا کافی نہیں جب تک یہ معلوم نہو کہ قابل مذمت کونسی دنیا ہے اور کس دنیا سے اجتناب کرنا لازم ہے اسیواسطے ان دونوں باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے کہ دشمن خدا اور راہزن معرفت یہی ہیں پس کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت دل کے دو احوال کا نام ہے جو حال کہ دلسے قریب ہے یعنے موت سے پہلے اوسکو دنیا کہتے ہیں کہ دنو بمعنے قرب سے مشتق ہے اور جو حال متاخر ہے یعنے بعد موت کے اوسکو آخرت بولتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں ایسی ہیں کہ اونسے غرض اور خواہش اور لذت موت سے پہلے رہتی ہے وہ آدمی کے حق میں دنیا میں داخل ہیں مگر اس سے یہ نسمجھنا چاہیے کہ جس چیز کیطرف رغبت ہو وہ خواہ نخواہ بری ہے بلکہ اوسکی تین قسمیں ہیں اول تو وہ اشیاء جو آخرت میں ساتھ رہیں اور اونکا ثمرہ بعد موت کے معلوم ہو وہ دو چیزیں ہیں علم اور عمل علم سے مراد وہ علم ہے جس سے معرفت ذات و صفات و افعال الٰہی اور ملائکہ اور کتابوں اور رسولوں اور زمین و آسمان کے ملکوت کی معرفت اور شریعت نبوی حاصل ہو اور عمل سے غرض عبادت خالص خاص خدا کی ہے پس عالم شخص اگرچہ بعض اوقات علم سے ایسا مانوس ہوتا ہے کہ سب چیزوں سے زیادہ لذت علم میں پاتا ہے یہانتک کہ خواب و خور اور ملاقات زن و فرزند اسکے لیے چھوڑ دیتا ہے اور سب سے زیادہ اسی میں مزہ پاتا ہے اور یہ لذت اوسکو مرنے سے پہلے ہی ہوتی ہے تاہم اسکو ہم دنیا مذموم میں شمار نہیں کرتے بلکہ اسکو صرف دنیا میں بھی شمار کرنا نچاہیے آخرت ہی میں تصور کرنا چاہیے اسیطرح عابد بھی اپنی عبادت میں ایسی حلاوت و لذت پاتا ہے کہ اگر اوسکو بالفرض روک دیا جاوے تو سخت عذاب میں مبتلا ہو یہانتک کہ بعض عابدوں کا قول ہے کہ موت سے اور تو کچھ ڈر نہیں اتنا خوف ہے کہ تہجد جاتا رہیگا اور ایک اور عابد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی مجھکو قبر میں قوت نماز و رکوع و سجدہ کی عنایت کرنا تو گویا یہ لذت سردست اوسکو حاصل ہے اور باعتبار اشتقاق کے دنیا اسے کہہ سکتے ہیں لیکن جس دنیا کی مذمت وارد ہے وہ چیز یہ نہیں اسیطرح حدیث شریف میں وارد ہے کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثَۃٌ اَلنِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اسمین نماز کو بھی لذائذ دنیاوی سے ارشاد فرمایا اس باعث سے کہ اول تو وہ محسوسات میں سے ہے اور جتنے محسوسات ہیں وہ دنیا کے عالم میں داخل ہیں علاوہ ازیں رکوع و سجود میں جو اعضا کی حرکت سے اونکو لذت ہوتی ہے یہ بھی دنیاوی لذت ہے مگر ہم اسجگہ ایسی لذتوں سے تعرض نہیں ہوتے اور اسکو دنیا تصور نہیں کرتے بلکہ جس دنیا کی مذمت ہے اوسیکو بیان کرینگے دوسری قسم حظوظ اور لذات کی وہ ہے جن سے صرف

کہ محبوب بنائی گئی ہیں میری طرف تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں عورتیں اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

زندگی مین فائدہ ہوا اور آخرت مین کچھہ ثمرہ نکلے جیسے گناہون سے لذت یاب ہونا یا مباحات سے
زائد از ضرورت مستفید ہونا جسکو رفاہیت اور رعونت کہتے ہین مثلاً بہت سے ڈھیر چاندی سونے
سے اور گھوڑون اور چوپاؤن اور زراعت اور لونڈی غلام اور مکانات بلند اور لباس فاخرہ اور
عمدہ غذاؤن سے متمتع ہونا ان سب کا خطرہ نسے پہلے ہی تک ہے اسلیے دنیا مذموم مین داخل ہین
اور اسمین کلام طویل ہے انمین سے کسکو فضول تصور کرین اور کسکو داخل حاجت سمجھین کیونکہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انھون نے حضرت ابو درداء رضہ کو حمص پر عامل کرکے بھیجا تھا
اونھون نے وہان دو درم صرف کرکے ایک پاخانہ بنایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونکو یون
لکھا کہ عمر بن خطاب امیر المومنین کیطرف سے عویمر کو معلوم ہو کہ فارس اور روم کی عمارتون مین وہ چیز
موجود تھی جو تمکو کافی ہوتی دنیا کی آبادی کیون کی جسکے خراب کرنیکا حکم خدا تعالی نے فرمایا ہے
اب بعد پہونچنے میرے خط کے تم مع اہل و عیال دمشق مین چلے جاؤ فقط حضرت ابو درداء زندگی بھر
دمشق ہی مین رہے پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر رضہ نے اسقدر کو بھی دنیا سے فضول سمجھا تیسری قسم
لذات کی وہ ہے کہ ان دونون قسمون مین متوسط ہو مثلاً بقدر قوت غذا اور جوڑا موٹے کپڑے کا اور ایسی
ہی لابدی اشیاء جنسے کہ آدمی علم اور عمل کو پہونچ جاوے تو اسطرح کی لذات دنیا مین نہ گنی جاوینگے
بلکہ اس وجہ سے کہ یہ آخرت پر معین ہین یا وسیلہ حصول اخروی نعمتونکا ہین داخل قسم اول
ہین جو شخص اونکو بقصد استعانت حاصل کرے گا تو دنیادار نہ کہلاوے گا اور علم و عمل پر استعانت
کی نیت سے حاصل نہ کرے گا بلکہ غرض صرف لذت دنیاوی ہوگی تو داخل قسم ثانی ہونگی اور دنیا کی
چیزون مین شمار ہونگے اور موت کی بعد آدمی کے ساتھہ تین چیزین رہتی ہین اول دل کا طاہر ہونا
دنیا کے میل سے دوم الفت اللہ تعالی کے ذکر سے سوم محبت خدا تعالی کی انمین طہارت قلب بدون
ترک شہوات دنیا کی نہین ہوتی اور الفت بدون کثرت و مداومت ذکر کے میسر نہین اور محبت بے معرفت
حاصل نہین ہوتی اور معرفت الہی بدون مداومت فکر کی نہین ہو سکتی اور یہی تینون باتین یعنی
طہارت و الفت و محبت بعد مرنیکے موجب سعادت و نجات ہوتی ہین طہارت قلب شہوات دنیا سے
اسوجہ سے نجات دہندہ ہے کہ عذاب مین اور آدمی مین حائل ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف ۱ مین وارد ہے
کہ آدمی کے اعمال اوسکی طرف سے لڑینگے مثلاً جب عذاب پاؤنکی طرف سے آویگا تو تہجد اوسکو روکے گا اور
جب ہاتھونکیطرف سے آوے گا تو خیرات اوسکو روکی گی اور انس و محبت اس باعث موجب سعادت
ہین کہ انکے باعث شرف دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہے اور بعد مرنیکے اس سعادت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے

۱ طبرانی بروایت عبد الرحمن بن عمرو اور بیہقی نے بسند خالد بن عبد الرحمن مخزومی ضعیف ہے اور اسکو مضمون احمد نے بسند صحیح روایت اسماعیل بن ابی خالد نے بروایت ابی بکر صدیق نقل کیا ہے ۱۲

اور وقت دیدار تک جو جنت مین ہوگا یہی حال رہتا ہے تو مرتی ہی قبر رشک باغ ارم بنجاتی ہے
اور کیون نہو عاشق کا محبوب تو ایک ہی تہا جس سی عوائق دنیاوی مانع تہو جب موت سی وہ عوائق
دور ہوئے اور دنیا کی حولات سی چہوٹ گیا تو اب ذکر محبوب اور دیدار مطلوب کا کون مانع رہا اب تو
خوشی خوشی آفتون سے چہوٹ کر اور رنج فراق سی مامون ہو کر اوسکے انوار سے مدام مقتبس رہےگا اور دنیا
دنیا دار کو قبر مین عذاب ہوتا ہے اس جہت سی کہ اوسکا محبوب صرف دنیا تہی جو موت کے باعث اوس سے چہن
گئی اور کوئی حیلہ اوسمین پہر آنے کا نرہا جب محبوب ہی پاس نرہا تو رنج و عذاب نہوگا تو اور کیا ہوگا
کسی نے سچ کہا ہے ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو | | یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بہی نصیب نہو | |

اور موت سی آدمی نیست نہین ہو جاتا بلکہ دنیا کی محبوب چیزین چہوٹ جاتی ہین اور خدا کی سامنے
حاضری ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سالک طریق آخرت وہی ہے جو ان تینون صفات
یعنی ذکر اور فکر اور اوس عمل پر جس سے کہ شہوات دنیا چہوٹ جائین مداومت کرے اور تمام لذات
دنیاوی اوسکے نزدیک مکروہ معلوم ہون اور یہ باتین بدون صحت و تندرستی کے ممکن نہین اور
بدن کی صحت بدون غذا اور لباس اور مسکن کے ممکن نہین اور ہر ایک کیواسطے جدا سامان چاہیے
پس جو آدمی کہ غذا اور لباس اور مسکن بقدر ضرورت آخرت کے لیے حاصل کرے وہ دنیادار کہلاوےگا
اور یہ دنیا اوسکے حقمین مزرعۂ آخرت ہوگی اور اگر ان چیزونکو صرف حظ نفس کیواسطے اور تنعم کے لیے
پیدا کرےگا تو دنیا والون مین شمار ہوگا اور دنیا کا راغب کہلاوےگا لیکن رغبت حظ دنیاوی
بہی دو قسم ہے ایک تو وہ کہ جس سے رغبت کرنے والا عذاب آخرت کا مستحق ہو اوسکو حرام کہتے ہین
دوسرے وہ کہ اوسکو اعلی درجہ تک نہ پہونچنے دے اور طول حساب مین پہنسا وے اوس کا نام
حلال ہے اور عاقل کے نزدیک صاف ظاہر ہے کہ میدان قیامت مین حساب کے لیے ٹہہر رہنا بہی ایک
طرح عذاب ہی جیسے حساب مین الجہایا جاوےگا اوسکو ویسی تکلیف ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین ہے
کہ حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ اور نیز فرمایا کہ حَلَالُهَا عَذَابٌ اِلَّا اَنَّهُ اَخَفُّ مِنْ عَذَابِ الْحَرَامِ
بلکہ اگر بالفرض حساب نہو صرف ان حظوظ نفسانی اور لذات فانی کی جہت سی رتبہ اعلی سے محروم
رہنا اور دل پر حسرتونکا گذرنا بہی خالی از عذاب نہین اس امر کو دنیا ہی مین دیکہہ لو کہ جب کوئی اپنا ہمسر
سعادات دنیاوی مین بڑہجاتا ہے تو اپنے آپ کو کیسی حسرت ہوتی ہے حالانکہ اس دنیاوی رتبہ کو
کچہہ قیام نہین یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے اور انجام کو بالضرور منقطع ہو جاتا ہے پس جب لذات دنیاوی کی

[حاشیہ: یعنی اوسکا حلال حساب ہے اور حرام عذاب ۱۲ ابن ابی الدنیا نے موقوفا علی علی المرتضی کرم اللہ وجہہ روایت کیا ہے ۱۲ اور اوسمین عذاب ہے فی النار ۱۲ یعنی دنیا کا حلال بہی عذاب ہے مگر حرام کی نسبت خفیف ہے ۱۲ چنانچہ بخاری و مسلم مین روایت عائشہ سے منقول ہے من نوقش فی الحساب عذب ۱۲]

یہ حسرت ہو تو سعادات اخروی پر تو بطریق اولی ہوگی وہ نعمتیں تو پایدار اور خارج از وصف و حسب بے انتہا ہیں نہ آنکھوں دیکھیں نہ کانوں سنیں ایسی نعمتوں کے نکلنے سے دل پر کیا کیا نہ گذرے گا پس جو شخص دنیا میں لذت یاب ہوا اگرچہ کسی جانور ہی کی خوش آوازی سے کیوں نہوا اوسکا حصہ آخرت میں بہت کم ہو جاویگا اسیطرح اگر کسی گلزار یا چمن کو دیکھکر یا سرد پانی پیکر لذت پائی قیامت کو اسکے عوض دو چند سہ چند کم ہو جاویگی اور یہی مراد ہے اس ارشاد میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا هٰذَا مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُ عَنْهُ یہ اشارہ ٹھنڈے پانی کیطرف فرمایا تھا غرضکہ سوال کے جواب دینے میں ذلت اور خوف اور مشقت انتظار ہے اور ان سب سے نقصان حظ آخرت متصور ہے اسیواسطے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی اور لوگ ٹھنڈا پانی شہد کا ملا ہوا لائے تو آپ اوسکو ہاتھہ میں پھراتے رہے پھر اوسکو نہ پیا اور فرمایا اِعْزِلُوا عَنِّي حِسَابَهَا یعنی مجھسے اسکا حساب علیحدہ رکھو خلاصہ یہ کہ دنیا کا قلیل و کثیر اور حرام و حلال سب ملعون ہے مگر وہ مقدار کہ خدا سے خوف کرنیکی معین ہو کیونکہ وہ مقدار داخل دنیا ہی نہیں اور جس شخص کی معرفت قوی تر ہوگی وہ لذت دنیاوی سے بہی زیادہ تر احتراز کرے گا یہانتک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنا سر لیٹنے کے وقت ایک پتھر پر رکھہ لیا تھا مگر جب ابلیس نے متمثل ہوکر اونسے عرض کیا کہ تم نے بہی دنیا کی رغبت کی فوراً اوسکو سر تلے سے نکالکر پہینک دیا اسیطرح حضرت سلیمان علیہ السلام لوگونکو نفیس غذائیں کہلاتے اور اپنے آپ جو کی روکہی روٹی کہاتے ساری سلطنت کو اپنے نفس پر اس طور ذلیل و سخت کر لیا تھا اسلیے کہ لذیذ کہانے سے باوجود قدرت کی صبر کرنا بہت سخت ہی اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند کریم نے دنیا کی نعمتیں علیحدہ رکہی تہیں کئی کئی روز برابر کہانا نہ کہاتے تہے اور بہوکہ کے سبب شکم مبارک پر پتھر باندہتے تہے اور یہی حال اور انبیا اور اولیا کے ساتھہ ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آخرت میں اونکو حصہ کامل عنایت فرماوے جسطرح کہ پدر مشفق اپنے بیٹے کو میوہ وغیرہ سے باز رکہتا ہے اور فصد و حجامت سے اوسکو دکہہ دیتا ہے تو یہ کام اوسکا بخل سے نہیں ہوتا بلکہ براہ شفقت و محبت ہوتا ہے اور اس بیان سے ثابت ہو گئی یہ بات کہ جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے واسطے نہیں ہے وہ دنیا ہے اور جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے ساتھہ ہے وہ دنیا نہیں ہے اگر تو سوال کرے کہ وہ کون چیز ہے جو مخصوص اللہ تعالی ہی کیواسطے ہے جواب میں اوسکے کہا جائے گا کہ اشیا سب تین قسم ہیں ایک قسم اونمیں سے وہ ہے جسکا اللہ تعالی کیواسطے ہونا تصور ہی میں نہیں آسکتا اوس قسم میں وہ چیزیں ہیں جنکے بغیر گناہوں اور منہیات سے ہوتے ہیں اور اقسام اقسام نعمتیں جو مباح ہیں اور فقط بعض راحت و آسایش بدن استعمال

۱ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن عباس ۱۲
۲ اوپر گذری ۱۲

کیے جاتے ہین اسکا نام دنیا مخصوص ہے اور غایت درجہ مذموم ہے اور یہی دنیا ظاہر اور باطن مین دونون طرح ہی دوسری قسم وہ کہ بظاہر تو خدا کیواسطے ہون اور غیر خدا کیواسطے بھی ہو سکتی ہون اور وہ تین چیزین ہین فکر اور ذکر اور شہوات سے باز رہنا بس یہ تینون باتین اگر خفیہ کرے اور کوئی وجہ سوا حکم خدا اور خوف آخرت کی نہو تو یہ خدا کے واسطے ہونگی اور دنیا مین شمار نہونگی لیکن اگر انسے غرض دنیا ہی ہوگی مثلاً فکر سے طلب علم اسلیے کرتا ہے کہ لوگونمین مقبول اور ممتاز ہو یا ذکر اسلیے کرتا ہے کہ لوگون مین عارف مشہور ہو اور ترک شہوت سے یہ مطلب ہے کہ مال محفوظ رہے یا صحت بدن قائم رہے یا زاہد مشہور ہو تو اسی نیت سے یہ باتین دنیا مین گنی جاوینگی ظاہر مین تو خدا کیواسطے معلوم ہوتی ہین مگر معنی کے اعتبار سے خدا کیواسطے نہین دنیا کیواسطے ہین تیسرے وہ اشیا کہ بظاہر حظ نفس کے لیے ہون مگر اونکو خدا کے لیے بھی معنی کے اعتبار سے کرسکتے ہین جیسے غذا اور نکاح یا اور چیزین جنکی اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی مربوط ہے ان چیزونمین اگر نیت صرف حظ نفس ہے تو دنیا ہین اور اگر قصد استعانت تقوی پر ہے تو خدا کیواسطے ہین گو بظاہر دنیا کی سی صورت معلوم ہوتی ہے مگر معنی کے اعتبار سے دنیا نہین حدیث شریف مین ہے کہ مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا لَقِیَ اللّٰہَ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ وَمَنْ طَلَبَھَا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَۃِ وَصِیَانَۃً لِنَفْسِہٖ جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ دیکھو کہ صرف قصد کے اختلاف سے حکم کیسا مختلف ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا وہی حظ کا نام ہے جو زندگی مین ہو جاوے اور آخرت مین کام نہ آوے اسیکو ہوا نفس بھی کہتے ہین اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی اور ہوی پانچ چیزونکے مجموعہ کا نام ہے جو اس آیت مین مذکور ہین اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور چیزین کہ اونسے یہ پانچون حاصل ہوتی ہین وہ سات ہین جو اس آیت مین جمع ہین زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا جب یہ معلوم ہو چکا کہ جو چیز خدا کیواسطے ہے وہ دنیا مین سے نہین اور یہ کہ مقدار ضرورت خوراک و پوشاک و مکان کی اگر بقصد رضا خدا تعالی کی ہو وہ خدا کیواسطے ہے اور ان اشیا مین سے زائد از حاجت لینا تنعم مین داخل ہے جو خدا کے واسطے نہین اور ان دونون کے بیچ مین ایک درجہ ہے جسکو حاجت کہتے ہین اوسکی بھی دو طرف ہین طرف اول حاجت کی وہ ہے جو حد ضرورت کے قریب قریب ہوا اس سے کچھ ضرر نہین ہوتا کیونکہ کفایت حد ضرورت پر غیر ممکن ہے اسلیے جتنا اوسکے قریب پہونچ سکے وتنا ہی مفید ہے اور

ا جو شخص طلب کرے دنیا کو بطریق حلال زیادہ چاہنے کیواسطے اور فخر کرنے کو وہ ملاقات کریگا اللہ تعالی سے دن قیامت کے اس حالت مین کہ غصہ ہوگا اوس پر اور جو شخص طلب کرے دنیا کو بغرض بچنے کے سوال سے اور واسطے حفاظت اپنے نفس کے آویگا دن قیامت کے اور اوسکا منھ چاند کیطرح چودھوین رات کے ہوگا ۱۲

ا اور روکا نفس کو خواہش سے پس بہشت ہی اوسکا ٹھکانا ہے ۱۲

ا سوا اسکے کچھ نہین کہ زندگی دنیا کی کھیل اور تماشا اور زینت اور فخر کرنا ہے آپس مین اور زیادتی چاہنا مال و اولاد کی ۱۲

ا زینت دیگئی ہے لوگون کیلیے محبت خواہشون کی عورتون اور بیٹون اور ڈھیرون کی سونے اور چاندی کے اور گھوڑون نشان کیے ہوئے اور مواشی اور کھیتی یہ سرمایہ ہے دنیا کی زندگی مین ۱۲

دوسری طرف حاجت کی وہ ہے کہ تنعم کے قریب ہو اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ان دونون طرفونکے
درمیان ایک درجہ ہے اوسکا نام حاجت ہے اور اوس حاجت کیواسطے دو کنارہ ہین اور ایک وسط ہے
ایک کنارہ اوسکا قریب ہے حد ضرورت سے اور وہ کسیطرح مضر نہین ہے اسواسطے کہ انسانونکو
فقط حد ضرورت پر اقتصار کرنا اور اوسکی حد سے آگے نہ بڑھنا باوجود رکھنے حوائج بشری کے غیر ممکن ہین
اور ایک طرف حاجت کا برابر ہے مرتبہ تنعم کے اور اوس سے قریب ہے بہتر یہ بات ہے کہ اسطرف سے
کنارہ کیا جاے اور آدمی اپنے کو ہمیشہ اس سے بچاتا رہے اور جو شخص پہرا ہے گرد تنعم کے اور مبتلا
ہوا ہے کسیقدر تکالیف مین عجب نہین کہ وہ اسمین مبتلا ہو جاسے اور مضبوط رہنا پرہیز مین اور
استواری کرنا تقوی مین اور فکر تقرب باری جل جلالہ کا ہمیشہ دلمین رکھنا یہ سب چیزین داخل
حد ضرورت مین نہین جسقدر ممکن ہو اسواسطے کہ ان سب باتونمین اقتدا اور پیروی ہے انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیای کرام کی کیونکہ یہ سب اپنی نفوس کو ہمیشہ مائل طرف حد ضرورت
کے رکھا کرتی تہے چنانچہ حضرت اویس قرنی رض کی حکایت ہے کہ وہ اپنے کو اسقدر حد ضرورت کیطرف
مائل رکھتے تہے اور یہانتک اپنی نفس پر تنگی کرتے تہے کہ تمام گہر والے اونکے اونکو مجنون جانتے تہے
اونکے رہنے کو ایک کوٹھری گہر کے دروازہ پر بنادی تہی اوسمین وہ رہا کرتے اور کبہی سال بہر
اور کبہی دو برس کبہی تین برس کے بعد گہر مین آتے وہ بہی اسطرح سے کہ کوئی اونکا منہ دیکھنے نپاتا
بعد آخر وقت عشا گہر مین آتے اور قبل اذان فجر نکل جاتے کہانا اپنا یہ ٹھہرایا تہا کہ تمام دن خرما کی
گٹھلیان چنتے اور جب کوئی سوکہا برا خرما اوسمین ملتا افطار کیواسطے اوٹھا لیتے اگر اسقدر پاجاتے کہ
بقدر سد رمق قوت کو کافی ہو تو گٹھلیان چنی ہوئی فقیر و نپر تصدق کر دیتے اور اگر اسقدر نہ ہرے
خرمے اوسمین نپاتے تو وہ گٹھلیان بیچتے اور اوس سے کوئی چیز خرید کر کہا لیتے کپڑے کا اونکے
یہ حال تہا کہ کہور و نپر کے پڑے ہوئے چیتہڑے چنتے اور اونہین فرات مین دہوتے اور دہو کر جوڑتے
اور پہنتے یہ لباس تہا اکثر لڑکے اونکو کنکریان مارتے اور یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہین اوسوقت آپ
اونسے ارشاد فرماتے کہ بہائیو اگر تم مجھے ڈھیلے مارتے ہو تو چہوٹی چہوٹی مارو مین ڈرتا ہون کہ تم مجھے
مارو شاید خون نکلے اسمین وقت نماز کا آجاے اور مین پانی نپاؤن یہ خصلتین تہین حضرت اویس قرنی
رضی اللہ عنہ کی اسیواسطے جناب رسالت مآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی
رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من جانب
الیمن حضرت موصوف قدس سرہ العزیز کیطرف اشارہ فرما کر جب زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق

کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے آپنے تمام لوگونکو جمع فرماکر ارشاد فرمایا کہ تم سب مین جو عراق کا
رہنے والا ہو کھڑا ہو جاوے اوسکو سنکر جتنی آدمی عراق کے تھے کھڑے ہو گئے پہر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھ جاو مگر جو تم مین کوفہ کے ہون وہ کھڑے رہین وہ سب بیٹھ گئے پہر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھی رہو سوا اون اشخاص کے جو قبیلہ مراد سے ہون پہر فرمایا تم سب بیٹھی رہو مگر وہ شخص
جو قرن سے ہو سب سنکر بیٹھ رہے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا اوس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ تو
قرن کا رہنے والا ہے اوسنے کہا ہان آپ نے فرمایا تو اویس بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور اونکی کیفیت اوس سے
بیان فرمائی اوسنے کہا ہان جانتا ہون یا امیر المومنین آپ اوسکا کیون پوچہتے ہین قسم ہے خدا کی ہمارے
قبیلہ مین کوئی شخص اویس سے بڑہکر احمق اور مجنون نہین ہے اور نہ کوئی اوس سے زیادہ وحشی اور کم قدر ہے
اوسکو سنکر روئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمایا کہ مینے جو کچہہ کہا ہے خود نہین کہا ہے بلکہ وہ کہا ہے جو سنا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا ہے يَدْخُلُ فِي شَفَاعَتِهِ مِثْلُ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ ہرم
بن حبان رضی اللہ عنہ کہتے ہین جسوقت مینے یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آیا مین کوفہ کو اور کوئی میرا
مطلب نتہا سوا اسکے کہ تلاش کرون مین اویس قرنی کو اور کچہہ سوال کرون مین اونسے یہانتک
کہ پہونچا مین اونکے پاس وہ کنارہ فرات کے دوپہر کیوقت بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تہے اور کپڑے دہو رہے تہے ہرم بن
حبان کہتے ہین کہ پہچانا مینے اون نشانیون سے جو مینے سنی تہین دیکہا مینے کہ وہ ایک شخص تھی الجثہ گندم گون
رنگ ہے سر کے بال منڈے ہوئے داڑہی بہت گہنی بہری ہوئی پریشان کریہ المنظر مینے اونکو سلام کیا
اونہون نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکہنے لگے مینے اونکی طرف مخاطب ہوکر ہاتہہ مصافحہ کو بڑہایا
اونہون نے مجہسے مصافحہ کرنے مین انکار کیا مینے کہا رحمۃ اللہ کی اور مغفرت تمپر ہو اویس کیا حال ہے تمہارا
یہ سنکر میری محبت سے اونکی آنسو برابر گرنے لگے اوسوقت مینے اونکی عجیب کیفیت دیکہی کہ مین ہی الم سے
جانتا ہون یہانتک کہ مین بہی خوب رویا اور وہ بہی روئے پہر فرمایا کہ خدا زندہ رکہے تجہے تو اے ابن حبان کیونکر
آیا تو اور کیا حال تیرا ہے میرا پتہ تجہے کسنے بتایا مینے کہا کہ اللہ تعالی نے مجہے تمہارے تک آنے کی ہدایت
کی فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ابن حبان کہتے ہین کہ مین
سخت متعجب ہوا اس سے کہ اول مجہے پہچان لیا حالانکہ قسم ہے باریتعالی جل جلالہ کی کہ نہ کبہی
اونہون نے مجہے دیکہا تہا اور نہ مین نے اونہین مینے اونسے کہا کہ تمنے مجہے کہان سے اور کیونکر پہچانا اور میرے
باپ کا نام کیونکر جانا اب تک کبہی تمنے مجہے دیکہا نہتا فرمایا پہچانا مینے اپنے خدا سے جو حلیم و خبیر ہے تم نہین
جانتے کہ روحونکو باہم روحونسے ایک راہ ہے میری روح نے تمہاری روح کو پہچانا جبکہ میرے نفس نے تمہارے

نفس سے مکالمت کی ارواح کیواسطے بہی نفوس ہین جیسے اجسام کیواسطے نفوس ہین اور مومنین ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہین اور وہ سب باہم دوستی رکہتے ہین روح اللہ تعالی کے ساتھ اگرچہ ملاقات نہوئی ہوا ایک دوسرے کو باہم پہچانتی ہین اور اونکے آپسمین مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا دوسرے سے دور ہوا اور بعد منازل درمیان مین واقع ہوا ہو ابن حبان کہتے ہین مینے کہا کہ کوئی حدیث مجہسے بیان فرمائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مین اسے سننا چاہتا ہون فرمایا مینے نہین دیکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ مجہے اونکی حضور اقدس مین اتفاق حاضر ہونیکا ہوا البتہ مینے اون لوگونکو دیکہا ہے جنہون نے صرف صحبت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کیا ہے اون لوگون کی زبانی مینے حدیثین سنی ہین جیسے تمنے سنی ہین مین تہہ نہین جانتا کہ اپنے پر اسکا دروازہ کہولون اور محدث اور مفتی اور قاضی ہون اے ہرم ابن حبان میری نفس کو بے پروائی ہی آدمیوں سے پہر مینے کہا کہ کوئی آیت ہی پڑہیے کلام اللہ کی وہی سنو نمین آپسے اور میرے حقمین کچہ دعا فرمائیے اور مجہے وصیتین کیجیے جسکی مین یاد رکہون مجہے آپکی ساتہہ فقط برائے خدا سخت محبت ہے ابن حبان کہتے ہین کہ اوٹہے اور میرا ہاتہہ پکڑ کر کنارہ فرات کی ٹہلنے لگے اور فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور روئے پہر فرمایا کہ اَلْحَقُّ قَوْلُ رَبِّيْ وَاَصْدَقُ الْحَدِيْثِ حَدِيْثُهٗ وَاَصْدَقُ الْكَلَامِ كَلَامُهٗ بعد اوسکے یہ آیت پڑہی وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اس آیت کو اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ تک پڑہکر ایسا نعرہ مارا کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ اونکو غش آگیا پہر فرمایا کہ ای ابن حبان تیرا باپ حبان مرگیا اور عنقریب تو بہی مرے گا اور جنت یا دوزخ مین جاویگا شروع سے دیکہو کہ آدم اور حوا کی وفات ہوئی پہر حضرت نوح علیہ السلام کا وصال ہوا پہر حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کا انتقال ہوا پہر حضرت موسی علیہ السلام نجی الرحمن کا وداع ہوا پہر حضرت داود خلیفۃ الرحمن علیہ السلام رہگرای عالم بقا ہوئے پہر مسند آرای دو سرای لولاک باعث ایجاد سمک تا سماک محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ اعلی علیین ہوئے پہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رخت اقامت فردوس برین مین ڈالا پہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہی میرے بہائی اور دوست اونہین سے کہ ہمدم ہوئے یہ کہکر ہائے عمر ہائے عمر کہنے لگے مینے کہا کہ خدا آپپر رحم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ابہی زندہ ہین مرے نہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالے نے اونکی وفات کی خبر مجکو پہونچادی اور میرا نفس بہی یہی کہتا ہے پہر فرمایا کہ مین اور تم بہی گویا مردون ہی مین ہین پہر حضرت کی روح پر فتوح پر درود پڑہکر بہت دعائین آہستہ آہستہ مانگین اور فرمایا

کہ اے ابی حبان میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل کہنا مجھے
تمہارے اور اپنے مرنے کی خبر پہنچ چکی ہے موت کو ہر دم یاد کرنا ایک لحظہ غافل نہونا اور جب اپنے
قوم مین پہونچ جاؤ تو انکو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیرخواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت
علیحدہ ہوگے دین سے علیحدہ ہوجاؤ گے اور تمکو خبر بہی نہوگی اور آخر کو دوزخ مین پڑوگے اسکے واسطے
اور میرے لیے دعا کرنا پہر فرمایا کہ الہی یہ شخص اپنی دانست مین مجہکو تیرے لیے چاہتا ہے اور
تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا جنت مین بہی اوسکی صورت مجھے دکہلانا اور دار السلام
مین اوسکو میرے پاس بہیجنا اور جب تک جیتا ہے اسکی جان و مال کی حفاظت کرنا اور دنیا
سے تہوڑی سی چیز پر اوسکو راضی رکہنا اور جسقدر اوسکو دنیا عطا ہو اوسکا سامان اوسکے لیے
آسان کرنا اور اپنی نعمتون پر اوسکو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزاء خیر دینا
پہر فرمایا کہ اے ہرم بن حبان اب تمکو خدا کے سپرد کرتا ہون السلام علیک ورحمۃ اللہ برکاتہ
آج کے سوا پہر کبہی تمسے ملاقات نہوگی مجھکو شہرت بری معلوم ہوتی ہے تنہائی اچھی لگتی ہے
جب تک مین زندہ ان لوگون کیساتہ ہون مجھکو بہت سا رنج و غم رہے گا مین اسلیے تمہارے پاس
ہون کو نظر سے دور رہون پس ڈہونڈہنے اور پوچہنے کی ضرورت نہین مجھکو یاد کرکے میرے لیے دعا
مین بہی انشاء اللہ تعالی ایسا ہی کرونگا لو اب مین ادہر کو جاتا ہون تم اودہر کو جاؤ مین نے
کہ تہوڑی دیر ان کے ساتہ چلون مگر اونہون نے نمانا اور خود بہی روئے اور مجھے بہی رلایا مین اونکو
تاکتا رہا یہانتک کہ کوچہ مین چلے گئے پہر اون کا حال مین نے ہرچند پوچہا مگر کسی نے نہ بتایا خدا
اونکی مغفرت کرے پس آخرت کے لوگون کا یہ حال تہا اسطرح دنیا سے کنارہ کرتے تہے اور دنیا
کے بیان گذشتہ اور سیرت انبیاء و اولیاء مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز
آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے سوا اون اشیا کے جو خدا کے واسطے ہون اور دنیا ضد
آخرت ہے اور اوسکی تعریف یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالی کی مرضی مراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر
ضرورت یعنی قوت طاعت خداوندی حاصل کیجاوے وہ دنیا مین شمار نہوگی اور اس امر کو ایک
مثال فقہی سے سمجہائے دیتے ہین مثلاً کسی حاجی نے راہ حج مین قسم کہائی کہ سوا حج کے اور کسی چیز
مین مشغول نہون گا حج ہی مین مصروف رہون گا پہر اپنے توشہ کی حفاظت اور سواری کے گہاس
دانہ مین یا توشہ دان کے سینے مین یا کسی اور ایسے ہی کام مین جو حاجیون کو ضرورت ہے مصروف
ہوگا تو قسم نہ ٹوٹے گی حج ہی مین مشغول رہے گا اسی طرح بدن بہی نفس کی سواری ہے جس سے

زندگی کی مسافت طے کرتا ہے پس اسکا کفیل ہونا اوسقدر کہ علم اور عمل کی طاقت رہے دنیا مین شمار نہوگا بلکہ آخرت سے مقصود ہوگا ہان اگر بدن کا لذت دنیا ان اسباب سے ملحوظ ہوگا تو آخرت سے منحرف ہوگا اور خوف اس امر کا ہے کہ دل سخت ہو جاوے طنافسی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین مسجد کعبہ کے باب بنی شیبہ پر سات روز تک بھوکھا رہا آٹھوین شب کو مین اونگھتا سا تھا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا سے ضرورت و حاجت کے سوا لے گا اللہ تعالے اوسکے دل کی آنکھہ کو اندھا کر دے گا یہی بیان دنیا کا آدمی کے حق مین اوسکو خوب غور کرلو انشاء اللہ ہدایت پاؤگے

## پانچوان بیان جو دنیا کی حقیقت اور اوسکی شاخونکا ذکر جنمین خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ اپنے نفس اور خالق کو اور دنیا مین اپنے آنے جانے کو بھولی ہوئی ہے

واضح ہو کہ دنیا اون اشیاء خارجی کا نام ہے جنسے انسان کو حظ ہوتا ہے اور اونکی درستی مین مصروف رہنا آدمی کو پس یہ تین باتین ہین کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ دنیا انمین سے ایک کو کہتے ہین مگر ایسا نہین بلکہ دنیا ان چیزونکو مع دونون علاقونکے کہتے ہین جو چیزین کہ موجود ہین اور جنکو دنیا سے تعبیر کرتے ہین وہ زمین اور اوسکے اوپر کی چیزین ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا زمین تو آدمیون کا بچھونا اور مسکن اور قرارگاہ ہے اور اوسکے اوپر کی چیزین کہانے پینے پوشاک و صحبت مین مستعمل ہین اور تمام روی زمین کی چیزین تین قسم ہین معدنی اور نباتات اور حیوان نباتات کو آدمی اس غرض سے چاہتا ہے کہ اون سے غذا اور دوا کرے اور معدنی چیزون کا اسوجہ سے طالب ہے کہ اونسے آلات اور برتن بناوے جیسا تانبے اور لوہے وغیرہ سے بنائے جاتے ہین یا نقد رکھنے کے لیے اونکا طالب ہے جیسے سونے چاندی کو اسی غرض کے لیے کر رکہا ہے یا اور غرضونکے واسطے اونکی طلب ہوتی ہے اور حیوان کی دو قسم ہین انسان اور بہائم بہائم کو گوشت کے لیے اور لادنے اور زینت کے واسطے رکھتے ہین اور انسان سے کبھی تو یہ غرض ہوتی ہے کہ اونسے خدمت لیوے جیسا غلامون سے لیتے ہین یا صحبت مراد ہو جیسے عورتون اور لونڈیون سے کرتے ہین یا دلونکو اپنی طرف کرنا منظور ہوتا ہے کہ وہ تعظیم و اکرام کرین اسکو جاہ کہتے ہین یعنی مالک ہونا لوگون کے دلونکا جاہ کہلاتا ہے پس یہ چیزین ہین کہ جنکو دنیا بولتے ہین انہین کو خداوند کریم نے اس آیت مین اکٹھا کیا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ یہ چیزین انسانونکی ہین وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ یہ معدنیات جواہر سے ہین

ف ۱ لیکن بنایا ہے جو چیز زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ جانچین ہم لوگونکو کون اونمین اچھا کرتا ہے ۱۲

ف ۲ ریجھایا ہے لوگونکو مزون کی محبت پر عورتون اور بیٹون ۱۲

ف ۳ اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے اور روپے کے ۱۲

اور اسمین موتی و یاقوت وغیرہ بھی آگئے وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ یہ بہائم مین سے ہین وَالْحَرْثِ یہ نباتات
و زراعت مین سے ہے تو چیزین روی زمین کی تو یہی ہین مگر ان چیزونکو بندہ کے دلکے ساتھہ دو علاقے
ہین ایک علاقہ تو دل کے ساتھہ ہے یعنی ان چیزونکی محبت اور حفاظت اور ہمہ تن ہمت کو انکی طرف
مصروف کرنا گویا بندہ دنیا ہے اور اسی علاقہ مین تمام صفتین دلکی جو دنیا سے متعلق ہین داخل
ہین جیسے کبر اور کینہ اور حسد اور ریا اور شہرت اور بدگمانی اور دین کی سستی اور تعریف کی محبت اور
شیخی وغیرہ اور اس علاقہ کو دنیا باطنی کہتے ہین اور دنیا ظاہری اونہین چیزونکا نام ہے جنکا ذکر
ہوا دوسرا علاقہ بدن کے ساتھہ ہے یعنے بدن کو اون چیزونکی درستی مین مصروف کرنا تاکہ وہی قابل
اپنے اور غیر کے خط اٹھانیکے ہون اس علاقہ مین تمام پیشے اور حرفہ آگئے جنمین لوگ مشغول و مستغرق ہین
اور انہین دونون علاقون یعنے علاقہ قلبی اور علاقہ بدنی کی جہت سے خلقت کو نہ اپنے نفس کی خبر نہ دنیا
مین اپنے آغاز و انجام کی خبر اور اگر آدمی اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو پہچانے اور دنیا کی
حکمت و اسرار کو جانے تو معلوم کرلے کہ یہ سب چیزین جنکو ہمنے دنیا ہی ظاہری لکہا ہی اسلیئے
پیدا ہوئی ہین کہ جس سواری پر خدا کیطرف جانا منظور ہے اوسکا گہاس دانہ انسے ہو جاوے اور سواری
سے ہماری غرض بدن انسانی ہی کہ وہ بدون کہانے پینے اور لباس و مسکن کے باقی نہین رہتا جیسے
حج کے رستہ مین اونٹ کو دانہ پانی اور جہول نکلی تو وہ بھی زندہ نہین رہیگا اور جو آدمی کہ دنیا مین اپنے
نفس اور مقصود کو بہول جاتا ہے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حاجی منزلونمین ٹھہرے اور
ہمیشہ اپنی سواری کی گہاس دانہ اور بناؤ سنگار اور انواع خدمت مین مصروف رہے کہین کہین سے
گہاس لاوے کہین کا ٹھنڈا پانی پلاوے یہانتک کہ اسی فکر مین قافلہ سے علیحدہ رہجاوے اور اوسکو
معلوم بھی نہو کہ اگر ایسا کرونگا تو حج سے بھی رہجاؤنگا اور مع سواری لقمہ دام و دد بنونگا اور جو حاجی
کہ ہوشیار ہوگا اوسکا دل تو کعبہ اور حج مین لگا رہیگا اور سواری کی خدمت بقدر ضرورت کریگا کہ
جس سے اوسمین طاقت رفتار ہی رہے اسیطرح جو شخص سفر آخرت مین دانا بینا ہوتا ہے وہ بدن کی خدمت
ضروری کرتا ہے جیسے کوئی پاخانہ مین حاجت کیوقت جا بیٹھتا ہے اور پیٹ مین کچھہ ڈالنے اور پھر اوسکو
پاخانہ کی راہ دور کرنے مین کچھہ فرق نہین دونون باتین ضرورت ہی کیواسطے ہوتی ہین بس ایک
کو دوسرے پر ترجیح دینا نچاہیے جیسی قضاء حاجت مین بقدر ضرورت مصروف ہوتے ہین شکم کے سیر
کرنے مین بھی بقدر ضرورت مصروف ہین اور اکثر جو آدمیونکو خدا کیطرف سے مشغول کرتا ہے وہ پیٹ ہے
اسلیئے کہ غذا اسمین زیادہ ضروری ہے مسکن و لباس تو آسان ہین اگر لوگونکو ان چیزون کی طرف حاجت کا

کا سبب معلوم ہو اور بقدر حاجت ہی پر اکتفا کریں تو اشغال دنیاوی میں مستغرق نہوں اور ان میں جو
مستغرق ہیں تو یہی وجہ ہے کہ دنیا اور اوسکی حکمتوں کو نہیں جانتے اور اپنے حظوظ دنیا میں کسقدر
ہیں اونکو نہیں پہچانتے اسی جہالت و غفلت سے شغل پر شغل ہوتا جاتا ہے اور بے انتہا کام نکلتے
آتے ہیں انہیں شغلوں میں حیران پریشان ہو کر اپنے مقصود کو بھول جاتے ہیں ہم دنیا کے
کاموں کی تفصیل اور یہ کہ کسطرح لوگونکو اونکی طرف حاجت ہوتی ہے اور لوگ اپنے مقصود میں
کسطرح دہوکہا کہاتے ہیں مشرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ دنیا کے کاموں سے لوگ
اللہ تعالی کی طرف سے کیسے غافل ہو جاتے ہیں اور اپنے انجام کار کو بھول جاتے ہیں پس جاننا چاہیے
کہ دنیا کے اشغال حرفہ اور صناعات اور دوسرے کام ہیں جنمیں خلق ہمہ تن مشغول ہے اور سبب
شغلوں کی کثرت یہ ہے کہ انسان کو تین چیزونکی حاجت ہوتی ہے غذا اور لباس اور مکان غذا
تو زندگی قائم رہنے کے لیے اور لباس گرمی سردی کے دور کرنے کو اور رہنے کی جگہہ گرمی سردی کے
دفع کو بھی اور اس لیے بھی کہ اہل و عیال و جان و مال حفاظت سے رہیں اور خداوند کریم نے غذا اور
لباس و مسکن انسانی ایسے نہیں بنائی کہ جسمیں انسان کی صنعت کو کچھہ دخل نہو البتہ یہ باتیں بہائم
کے لیے رکھی ہے مثلاً گہاس غذای بہائم ہی اوسکی پکانے کی کچھہ ضرورت نہیں اسیطرح اونکی بدن کے بال انکے لیے
پوشاک ہیں حاجت لباس نہیں اور اونکی پوست ایسی ہیں جنمیں حرارت اور برودت تاثیر نہیں کرتی صحرا میں
رہ سکتی ہیں اسلیے ضرورت مکان کی بھی نہیں اور انسان کی خلقت اسطرح نہیں اسی لحاظ سے پانچ
صنعتونکی ضرورت ہوئی جو اوائل صناعات اور اصول اشغال دنیوی ہیں یعنے زراعت اور چرانا اور
اقتناص اور بننا اور عمارت بنانا فن عمارت تو مکان کیواسطے اور بننا اور اوسکے متعلقات مثل کاتنے
اور سینے کے لباس کی لیے اور چرانا بہائم کا واسطے سواری اور کہانے کے اور زراعت واسطے حاصل کرنے غذا کے
اور اقتناص یعنی حاصل کرنا غذا کی پیدا کی ہوئی چیزونکو مثل شکار اور معدنیات اور گہاس لکڑی وغیرہ
کے پس کشتکار غلہ پیدا کرتا ہے اور چرواہا حیوانات کی نگاہبانی کرکے اون سے بچے لیتا ہے اور مقتنص
ایسی چیزیں لیتا ہے جنکی پیدایش میں آدمی کی صنعت کو دخل نہو اور ہماری غرض بھی اقتناص سے
یہی ہے کہ جن چیزونکی پیدایش میں آدمی کی صنعت کو دخل نہو خود بخود پیدا ہوئی ہوں اونکو حاصل کرنا
اوسکی اندر بہت سے فن داخل ہیں پھر انمیں سے ہر ایک فن کیواسطے آلات و اوزار کی حاجت ہے مثلاً
زراعت کی آلات اور بننے کے آلات اور عمارت کے اوزار اور شکار کے ادوات اور آلات یا تو نباتات یعنے
لکڑی کے ہوتے ہیں یا معدنیات یعنے لوہے وغیرہ کے یا حیوانات کی چمڑے کے اب تین فنونکی اور ضرورت ہوئی

درودگری آہنگری اور چرم دوزی یہ لوگ الات کے بنانے والے ہین درودگر سے ہماری غرض یہ ہے
کہ جو لکڑی کا کام کرے اسیطرح آہنگر سے وہ پیشہ مراد ہے جو معدنیات کا کام کرے خواہ لوہار ہو یا سنار
وغیرہ اور چرم دوز سے بھی یہی غرض ہے کہ چمڑے کا اور اجزاء حیوانات کا کام کرے خواہ کسیطرح کا ہو
اسلیے کہ یہان غرض اجناس کا بیان کرنا ہے مفردات پیشون سے مقصود نہین پس یہ فن اور فنون کی
اصل ہین پھر انسان کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ تنہا نہین رہتا بلکہ اجتماع کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا
شخص اسی کی جنس کا اسکے پاس رہے اور حاجت اجتماع دو وجہ سے ہے اول تو جنس انسانی کی باقی
رہنے کو کہ یہ بدون ساتھ رہنے مرد و عورت کی نہین ہو سکتی اور دوسری وجہ اجتماع کی یہ ہے کہ ایکدوسرے کو
تیاری سامان غذا و لباس و تربیت و پرورش اولاد مین مدد ہو سکے اسلیے کہ اجتماع سے اولاد تو ضرور
ہوگی تو ایک ہی آدمی سے نہین ہو سکتا کہ اولاد کی حفاظت بھی کرے اور سامان غذا بھی کرے اور یہ بھی
کافی نہین کہ ایک ہی شخص اپنے زن و فرزند ایک مکان مین لیکر بیٹھ رہے اسطرح تو زندگی دشوار ہے
بلکہ اجتماع ایک جماعت کا چاہیے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک صنعت اختیار کرے مثلاً ایک شخص یہ نہین
ہو سکتا کہ تنہا زراعت کرے اسلیے کہ زراعت کے لیے آلات چاہیئن آلات کیواسطے بڑہی لوہار ضرور ہین
اور غذا کے واسطے پیسنے والا پکانے والا چاہیے اسیطرح تنہا لباس بھی نہین حاصل کر سکتا کیونکہ اوسمین
بھی اول زراعت روئی کی پھر کاتنے بننے کے آلات پھر سینے کا بکھیڑا درکار ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا تنہا رہنا
دشوار ہے اجتماع جماعت کی ضرورت ہوئی اب اجتماع اگر مثلاً جنگل مین ہو تو حرارت اور سردی اور مینہ اور لوگون سے
ایذا اٹھائین اسلیے ضرور ہوا کہ مکانات مستحکم بنا کر ایک ایک گھر والے مع اپنے آلات و سامان کے جدا
جدا رہین کہ اوپر کی مصیبتون سے محفوظ رہین اور بعض اوقات چونکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید باہر سے چور
آکر سب گھرونکو لوٹ لین اس خیال سے ضرورت فصیل اور شہر پناہ کے ہوتی ہے اور اسی ضرورت سے
شہرونکی بنا ہوئی جب لوگ شہرون مین اکٹھے ہو جاتے ہین اور آپسمین معاملات کرتے ہین تو جھگڑے بھی
باہم پیدا ہوتے ہین کیونکہ مثلاً زوج کو ولایت اور ریاست اپنی منکوحہ پر ہوتی ہے اور باپ کو اپنی
اولاد پر اور عاقل پر ریاست و ولایت ہونے سے خصومت ضرور ہوتی ہے دیکھو بہائم پر ولایت ہونے سے
کچھ خصومت نہین ہوتی کیونکہ اونکو تاب مخاصمت و مقابلہ نہین اگرچہ اونپر کیسا ہی ظلم ہو لیکن جورو
اپنے خاوند سے اور بیٹا باپ سے جھگڑ بیٹھتا ہے بلکہ جب ایک شہر کے لوگ دوسرے سے معاملات کرتے ہین
تو بعض اوقات نزاع ہو جاتا ہے اگر اونکو حالت نزاع مین ہی چھوڑ دیا جاوے تو لڑ کر تباہ و برباد
ہو جاوین اسیطرح چرواہے اور زمیندار ایک ہی چراگاہ اور زمین کے مدعی ہوتے ہین جو دونکی

غرض کو وفا نہین کرتی تو اس سے بھی آپہمین نزاع ہوتی ہے اور بعض اوقات کوئی شخص زراعت اور صنعت سے بوجہ کسی مرض کے عاجز ہوتا ہے یا بڑہاپے کے سبب کچہہ نہین کرسکتا پس اگر ایسا شخص یون ہی چھوڑ دیا جاوے تو ہلاک ہوجاوے اور اگر سب کی ذمہ اوسکی خبرگیری کیجاوے تب بھی شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین پہوٹے اور اگر کسی خاص کے ذمہ اوسکی خبرگیری ہو تو وہ کیون اطاعت بلا وجہ کریگا ان وجوہات کی لحاظ سے اور بہت سی صنعتین پیدا ہوتی ہین اول پیمایش کا فن اس سے زمین کی مقدار معلوم ہوتی ہے تاکہ نزاع کے وقت درستی سے مساوی تقسیم ہوسکے دوم فن سپہ گری جو نیزہ و تلوار حفاظت شہر کی چورون وغیرہ سے کرین سوم پنچایت و حکومت جس سے جھگڑے فیصل ہون چہارم فقہ یعنی وہ قانون شرعی جس سے خلق کا انتظام ہو اور اوسکی حدود پر قائم رہین معاملات اور اونکے شروط مین تجاوز نکرنے پاوین پس یہ باتین سیاست کے لیے ضروری ہین اور انہین سے ہر ایک امر کے لیے ایک آدمی مخصوص صفت کا چاہیے جو علم و تمیز و ہدایت مین ایک درجہ خاص رکھتا ہو اور جب ان کامون مین مصروف ہونگے تو اور کام اونسے نہونگے اور معاش کے محتاج یہ لوگ بھی ہین اور شہر والونکو انکی ضرورت ہی مثلاً اگر شہر والے ہی دشمن سے لڑین تو اور صناعت کون کرے اور اگر لڑنے والے ہی زراعت وغیرہ کرین تو حفاظت کو کون کھڑا ہو پس ہر کارے و ہر مردے کی ضرورت ہوئی اور ایک ایک کام ایک ایک کی حوالہ ہوا کچہہ لوگ ایسی ہوئے جنکے وہ مال سپرد ہو جسکا کوئی مالک نہو خواہ دشمنو نسے جو لوٹ آوے وہ اونکے پاس رہے پس اگر یہ چلن سے چلے اور تھوڑے ہی مال پر قانع ہوے تو فبہا ورنہ ضرور ہوا کہ اور ونسے بطور خراج کچہہ اونکو ملے تاکہ حفاظت وغیرہ بخوبی کرسکین اب اس صیغہ کے پیدا ہونے سے اور حاجتین پیش ہوتی ہین مثلاً ایک محصل چاہیے جو سب سے نرمی اور عدل کے ساتہہ لیوے اور ایک خراج کی مقدار مقرر کرنیوالا چاہیے جو عدل سے کاشتکارون و مالدارون پر کچہہ مقرر کرے اور ایک خزانچی چاہیے جسکی پاس خراج جمع رہے ایک قاسم یعنی بخشی چاہیے جو وقت مقرری پر اوسکو اہل حاجت مین تقسیم کیا کرے اور یہ کام ایسے ہین کہ اگر کسی ذریعہ سے تقسیم نہو تو انتظام ٹوٹ جاوے اسلیے حاجت ایک بادشاہ یا امیر کی ہوئی جس سے یہ سب کام اچھی طرح ہوجاوین وہ جس شخص کو جس لائق دیکھے اوسیر مقرر کرے اور انصاف و عدل خراج کے لینے اور دینے اور لشکر کے بھیجنے اور ہتہیار ونکی تقسیم اور لڑائی کیطرف مقرر کرنے اور سپہ سالار اور ہر جماعت کی رئیس معین کرنے مین مد نظر رکھے اور لشکر کے ساتہہ اور بکہیڑے سلطنت کے ہین مثلاً حفاظت ملک اور تعیین محرران و عاملان و متصدیان و حسابدانان و خزانچیان وغیرہ اور یہ سب لوگ محتاج معاش ہین اور کوئی حرفہ نہین کرسکتے اب انکی واسطے بھی مال کی ضرورت ہے

جو خراج کے ساتھہ وصول ہوتا ہے اوسکو فرع خراج کہتے ہین (جیسے چونگی اور چوکیداری وغیرہ بالفعل رائج ہین) اس سے معلوم ہوا کہ آدمی صنعت کے اعتبار سے تین قسم ہین اول تو کاشتکار وچرواہے دوم اہل حرفہ سوم اہل سیاست سوم وہ لوگ جو کاشتکارون وغیرہ سے لیکر اہل سیف کو دیتے ہین اونکو اہل قلم کہنا چاہیے اب دیکھنا چاہیے کہ شروع مین حاجت صرف غذا اور لباس و مکان کی تھی انجام کو کتنا بکھیڑا ہو گیا دنیا کے سب باتونکا یہی حال ہے کہ ایک کام شروع کرو دس پیدا ہون اور اسیطرح ہوتے ہوتے بے انتہا ہو جاوین گویا دنیا ایک دوزخ ہے جسکے عمق کی کچھہ حد نہین جب آدمی اوسکی ایک گڈھی مین گرتا ہے اوس سے دوسرے مین ڈہلک جاتا ہے اسیطرح گرتا چلا جاتا ہے پہر یہ حرفے اور صنعتین بدون مال اور اوزار کے نہین ہو سکتے اور مال اون چیزونکا نام ہے جو روے زمین پر ہین اور لوگ اونسے منتفع ہوتے ہین اونمین سے اعلی غذائین ہین پہر رہنے کے مکانات پہر کسب معیشت کی جگہہ مثل دوکان و کہیت وغیرہ کے پہر لباس پہر اثاث البیت اور اونکے آلات پہر آلات کے آلات اور آلات بہی بعض اوقات حیوان کی قسم سے ہوتے ہین جیسے کتا کہ آلہ شکار ہے یا بیل کاشتکاری وغیرہ کا آلہ یا گہوڑا لڑائی کا آلہ اب بعض مواضع ایسے ہوتے ہین کہ اونمین کاشتکاری کے آلات نہین ہوتے اور بڑہئی اور لوہار بعض اوقات ایسے گاؤن مین رہتے ہین کہ جہان کہیتی نہین ہوتی تو بالضرور جنکے پاس آلات نہین اونکو بڑہئی لوہار کی حاجت پڑتی ہے اور اون دونون غلہ والے کی ضرورت ہوتی ہے اسوقت سے خرید و فروخت مروج ہوئی یعنے غلہ والا چاہتا ہے کہ اپنے پاس کی چیز دیکر آلات مول لیوے اور آلات والا اپنے آلات کی عوض مین غلہ خریدنا چاہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ دونون خواہش ایک ہی وقت ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ جسوقت بڑہئی کوئی آلہ تیار کرکے کسان سے اوسکی عوض غلہ مانگے اوسوقت کسان کو ضرورت اوس آلہ کی نہ ہو اسیطرح یہ بہی ممکن ہے کہ جب کسانکو ضرورت آلہ کی ہو تو بڑہئی کو حاجت غلہ کی نہو تو ایسی صورتونمین طرفین کے مقصود بند رہنے کا خوف تہا اس لحاظ سے ایسی دوکانین مقرر کی گئین کہ جنمین ہر طرح کے آلات فروخت ہوا کرین اور غلون کے واسطے منڈیان مقرر ہوئین کہ جب کسانون اور اہل حرفہ کو ضرورت آلات خواہ غلہ کی ہو تو اوسی وقت مل سکے منڈی والے کسانونسے غلہ خرید لیتے ہین اور اہل حاجات کو اونکی خواہش کے وقت دیدیتے ہین اسیطرح دوکاندار بڑہئی وغیرہ سے آلات خرید لیتے ہین اور طلب کیوقت کسانون کو دیتے ہین دوکاندار اونسے ارزان لیتے ہین اور اہل حاجت کو نفع کے لیے گران دیتے ہین اسی نفع کی توقع سے بازار اور گنج مقرر ہوئے سب چیزونکا حال ایسا ہی تصور کرنا چاہیے پہر شہرون اور گاؤن مین آمد و رفت ہونی لگتی ہے تو گاؤن والے شہر مین سے آلات لیجاتے ہین اور شہر

والے گانوں سے غلہ لاتے ہیں اسیطرح خلقت کا دستور ہے کیونکہ نہ ہر ایک شہر میں سب آلات تہی ہیں نہ ہر گانوں میں سب غذائیں تو بالضرور جو چیز ایک میں ہوگی اور دوسرے میں نہوگی اور دوسرے کو احتیاج اول کا رہیگا بس کچہہ لوگوں نے یہی اختیار کرلیا کہ اپنے نفع کے لیے ایک جگہہ کی چیز دوسری جگہہ پہونچانے میں دن رات کو سونا نہ دن کو آرام برابر سفر کرتے رہتے ہیں اور یہ سب باتیں دوسروں کی غرض کیواسطے کرتے ہیں اونکا خود کا مطلب صرف مال کا اکٹہا کرنا ہوتا ہے جسکو ایک روز راہزن چہین لیتے ہیں یا کوئی حاکم زبردستی لیلیتا ہے لیکن خدا تعالے نے اونکو یہ راز نہیں بتایا وہ برابر غفلت و جہالت میں رہتے ہیں تاکہ اونکی غفلت و نادانی سے انتظام شہروں کا اور مصلحت و بہتری بندگان خدا کی بنی رہے بلکہ اگر سب کاموں کو دنیا کے دیکہو تو سب کا انتظام غفلت اور خست ہمت سے ہے اگر لوگ ہوشیار ہوتے اور حوصلے بہی عالی رکہتے تو دنیا کو ترک کر دیتے اور پہر وجہ معیشت بالکل جاتی رہتی اور سب لوگ معہ زاہدین تباہ ہوجاتے پہر ان اموال کو جو ایک جگہہ سے دوسری جا لیجاتے ہیں تو کبہی آدمی سے نہیں اٹہہ سکتے جانوروں پر لاد کر پہونچاتے ہیں اور بعض اوقات مالک مال کے پاس جانور بار برداری کے نہیں ہوتے تو وہ ان لوگوں سے معاملہ کرتا ہے جنکے پاس بار برداری ہو خواہ غلہ پہونچانے کا ٹہیکہ مقرر کر دیتا ہے یا کرایہ معین ہوجاتا ہے پس کرایہ اور ٹہیکہ بہی ایک قسم معیشت ہوجاتی ہے پہر معاملات اور معاوضات سے تعین مقدار کی بہی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کپڑے کے عوض میں غذا خریدنی چاہے تو اوسکو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اسقدر غذا کے عوض کسقدر کپڑا چاہیے اور معاملات ہر طرح کی اجناس مختلفہ میں ہوتے رہتے ہیں جیسے کپڑا کہانے کے عوض میں فروخت ہوتا ہے اور کپڑے کے عوض میں جانور فروخت ہوتا ہے وغیرہ اور ان چیزوں میں کچہہ مناسبت نہیں جس سے مقدار معلوم ہوجایا کرے تو ضرور ہوا کہ بائع و مشتری میں ایک مقدار عدل ہو جو ایک کی چیز کو دوسرے کی چیز سے برابر کر دے اور یہ عدل ایسی چیزوں سے ہو کہ جو مالیت رکہتی ہوں اور ہمیشہ کو رہ سکیں اس لیے کہ انکی ضرورت تو ہمیشہ ہی ہوا کرتی ہے اب مالوں میں جو دیکہا تو سب سے زیادہ معدنی چیزوں کو پایدار پایا اسلیے سونے اور چاندی اور تانبے کو برابری کی غرض کے لیے نقد مقرر کیا پہر اونکی کمال کے لیے سکہ اور ٹہپہ کی ضرورت ہوئی تو ٹکسال اور صراف مقرر ہوئے اسیطرح اشغال و اعمال سے اور اشغال و اعمال نکلتے گئے یہانتک کہ جو نوبت اب ہے وہ نظروں ہی میں ہے اور چونکہ اکثر پیشے ایسے طرح کے ہیں کہ بدون سیکہے اور محنت کے نہیں آتے اور بعض لوگ لڑکپن میں کوئی کام نہیں سیکہتے خواہ کہیل کود و غفلت سے یا کسی اور وجہ سے تو بڑے ہوکر جب اپنے آپکو ہنر سے عاری دیکہتے ہیں تو یہ چاہتے ہیں کہ دوسروں کی کمائی کہاویں اس مطلب کے لیے دو پیشے

نکلی پیدا ہوتے ہین ایک چوری اور ایک گداگری ان دونون کا مال یہی ہے کہ دوسرون کی کمائی
کھاوین اور ازانجا کہ لوگ اپنا مال حتی الوسع چورون اور گداگرون سے بچاتے ہین تو ان دونون فرقون
نے مال لینے کے حیلے اور تدبیرین نکالی چور تو بعض اوقات ایک دوسرے کی معاون و مددگار ہوکر
راہزنی اور ڈاکہ زنی کرنے لگی اور جو اونمین کمزور ہین وہ نقب اور کمند لگا کر غفلت کیوقت گھرونمین گھس کر چرا لیتے ہین
یا اور حیلے کرکے اوٹھائی گیری اچکے جیب کترے بنجاتے ہین اسیطرح گداگر اگر کسی کے پاس جا کر مانگتا ہے
تو جواب پاتا ہے کہ تو ہٹا کٹا ہے جیسے اور لوگ محنت کرتے ہین تو کیون نہین کرتا تجھے کچھہ نہین ملیگا
اسواسطے اوس فرقہ کے آدمیون نے بھی تدبیرین پیسہ لینے کی نکالین بعضونکا حیلہ تو ہوتا ہے کہ خود اپنی
آنکھین اور اپنے بچون کی آنکھین پھوڑ لیتے ہین تاکہ لوگ معذور جانکر کچھہ دیدین اور بعضے صرف بہانہ کرتے ہین
کہ ہمین کچھہ نہین سوجھتا یا بتکلف فالج زدہ اور مجنون اور بیمار بنجاتے ہین اور لوگونکی سامنی ایسے فریب سے
کہتے ہین کہ یہ رنج ہمپر اتفاقی آپڑا تاکہ لوگ رحم کھاکر کچھہ دین اور بعض لوگ کچھہ فعل اور قول ایسے دکھلاتے ہین
کہ جنسے آدمی تعجب کرین اور جب اونکو مشاہدہ کرین تو ہنسین اور خوشی کیوقت شاید کچھہ دینے کو ہاتھہ بڑھاوین
گو دینے کے پیچھے اپنی حرکت پر نادم ہون لیکن اوسوقت کی ندامت سے کیا فائدہ اور یہ قول و فعل کبھی
تو مسخرے پن کے طور پر ہوتے ہین مثلاً حکایات عجیب بیان کرنی اور شعبدہ دکھلانا اور افعال و حرکات ایسی
کرنے جنسے ہنسی آوے اور کبھی شعرخوانی کے طور پر کہ اشعار غریب خواہ کلام نثر کو خوش آوازی سے گاوین
اور شعر موزون کی تاثیر دلمین زیادہ ہوتی ہے خصوص اوسوقت کہ اونمین کوئی تعصب متعلق مذہب کے
ہو مثلاً اشعار مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل بیت رضی کے یا اونمین کوئی بات عشق مجازی اور محبت باطل
کی ہو جیسے ڈھول کی ولے بازارونمین گاتے پھرا کرتے ہین اور اسی فرقہ مین وہ لوگ بھی ہین کہ جو
جاہلون اور لڑکونکو فریب دیکر تعویذ و گنڈہ اور بوٹی اونکے ہاتھہ بیچ ڈالتے ہین وہ بیچارے اونکو دوا سمجھکر
مول لے لیتے ہین حالانکہ کسی کام کے نہین ہوتی یا قرعہ اور فال دیکھنے پر اجرت لیتے ہین اور اسی جنس مین
وہ لوگ بھی ہین کہ منبر وغیرہ پر بیٹھکر وعظ کہا کرتے ہین اور اونکی غرض صرف اپنی طرف لوگونکی دلونکا متوجہ
کرنا اور اونسے مال لینا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ علمی نہین منظور ہوتا اسیطرح گداگری کی ہزارون صورتین
ہین اور سب بہت فکر و تعمق سے نکلی ہین معیشت والونکو دن رات یہی فکر رہتا ہے ایسی ہی تدبیرین سوچا کرتے ہین
پس یہ اشغال و اعمال خلقت کی ہین جنپر وہ گرے ہوئی ہین اور منشا ان سب کا صرف حاجت خوراک و پوشاک
کی ہے لیکن اسمین وہ اپنی جانونکو بھول گئے اور مقصود و مال بھی یاد سے جاتا رہا اسی سے حیران و
سرگردان و گمراہ ہو گئے اور اونکی ضعیف عقلونپر دنیا کی شغلونکی کدورت سے خیالات فاسد جم گئی اسی بجا

ہر ایک کا مذہب اور رائے چند طور پر ہو گئی کچھ لوگ تو ایسے ہوئے کہ جہل اور غفلت کے باعث اونکی آنکھین نہ کھلین اور انجام کار نسوجھا اور یہی جانا کہ مقصود یہی ہے کہ چند روز دنیا مین زندہ رہکر غذا کی حاصل کرنے مین کوشش کرین اور کھاوین پھر کمائی کے قابل ہو جاوین پھر کما کر کھاوین غرضکہ اونکی غذا کمائی کیواسطے ہے اور کمائی غذا کے لیے اور یہ رائے تو کسانون اور حرفہ والون کی ہے جو دنیا مین بھی آسایش سے نہین رہتے اور نہ دین مین پاوین وہ رہتے ہین دن بہر رات کی غذا کے لیے مشقت کرتے ہین اور رات کو دن کی مشقت کیواسطے غذا کہاتے ہین یہ لوگ مرنے کیوقت تک تیلی کے بیل کیطرح اسی گردش مین رہتے ہین اور کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ ہم مطلب سمجھ گئے شریعت کا مقصود یہ نہین کہ انسان عمل ہی پر کفایت کرے اور دنیا کی لذات سے محروم رہے بلکہ سعادت یہی ہے کہ شہوت شکم اور فرج سے پیٹ بہر کر حاجت پوری کرے پس یہ لوگ اپنے نفسونکو بھول گئے اور تمامی ہمت عورتون کی صحبت اور لذیذ کہانون مین صرف کی چوپایون کیطرح بجز خورد و خواب کے اور کچھ نجانا اور اسی کو غایت مقصود سمجھا خدا تعالی اور قیامت کے دن سے غافل رہے اور ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ سعادت مال کی اور خزانون کی کثرت سے ہے تو یہ لوگ رات دن جمع کرنے کی فکر مین رہتے ہین اور اس غرض کے لیے بڑی بڑی محنتین اور طویل سفر اختیار کرتے ہین قدر ضرورت کے سوا تجمل کی خاطر کچھ نہین صرف کرتے کہ کہین مال کم نہو جاوے اور اسی ننانوے کے پھیر مین پڑے رہتے ہین یہانتک کہ مرنیکے بعد اونکی کمائی یا تو زمین ہی مین رہتی ہے یا کسی کہاؤ اڑاؤ کے ہاتھ لگتی ہے یہ تو چین کرتا ہے اور جوڑ جوڑ کر رکھنے والا اوسکی مصیبت و وبال مین گرفتار ہوتا ہے لیکن جمع کرنے والے یہ حال اپنی آنکھون دیکھتے ہین اور عبرت نہین پکڑتے اور ایک اور گروہ کا یہ خیال ہے کہ سعادت نیکنامی مین ہے کہ لوگ ہماری تجمل اور مروت کی ثنا اور صفت بیان کرین یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہین اپنے کہانے پینے مین بہت تنگی کرتے ہین لیکن سب مال اچھی پوشاک اور نفیس سواریون مین صرف کرتے ہین گہر کے دروازے یا جن چیزون پر خلق کی نگاہ پڑے اونکو بہت منقش اور آراستہ رکھتے ہین تاکہ لوگ اونکو غنی اور مالدار کہین اور اسی مین اپنی سعادت سمجھتے ہین اور بعضے یون تصور کرتے ہین کہ آدمی کی سعادت اسی مین ہے کہ لوگونکی نزدیک مقبول اور قابل تعظیم ہو جاوے اس خیال سے ہمہ تن اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ لوگ ہماری اطاعت کرین اور ہمین بجانا حکومت پر مرتے ہین اور سرکاری کام لینے سے بڑی خوش ہوتے ہین تاکہ اس وجہ سے کچھ لوگون پر حکومت ہو جاوے اور اسی کو غایت مقصود سمجھتے ہین اور یہ بات اکثر غافل لوگون مین موجود ہے لوگونکی فرمان برداری کی محبت سے خدا کی فرمان برداری اور عبادت ادا

سعادت آخرت کی فکر کو بھلا دیا ہے علاوہ ان جماعتوں کی اور بہت سے فرقے ہین جنکے شمار سے
کچھہ زیادہ ہوتا ہے اور سبکے سب خود گمراہ ہین اور اورونکو صراط مستقیم سے بھگاتے ہین اور یہ صرف
اس وجہ سے کہ کھانے اور لباس اور مسکن کی حاجت مین یہ بھول گئے کہ ان چیزونکی حاجت کیسلیے ہی
اور انمین سے کسقدر کافی ہین اور انکی اسباب ابتدا مین پڑکر انجام تک نوبت پہونچ گئی اور انکو
ایسے گڑھے مین جا پڑے کہ اونمین سے نکلنا دشوار ہو گیا پس جو شخص کہ ان چیزونکی طرف حاجت
کی وجہ جانتا ہو اور جو کچھہ دنیاوی کامونسے مقصود ہے اوس سے بھی واقف ہو ایسا شخص جو کام
اور حرفہ کرے گا اوسکی غرض اور مقصود کو جانتا ہوگا اور یہ بھی واقف ہوگا کہ میرا حصہ اس کام
و حرفہ سے صرف بدن کی خبر گیری ہے کہ غذا و لباس سے اسقدر اوسکو پہونچے کہ ہلاک نہو پس اگر اپنی
اس حصہ مین بھی کمی کرے گا تو سب شغل اس سے دفع ہو جاوینگے اور فارغ البال ہو کر بہمہ تن
متوجہ آخرت ہوگا اور اوسی کے لیے تیاریان کرے گا اور اگر حصہ مذکور یعنی مقدار ضرورت سے بڑھکر
لے گا تو اشغال کا ہجوم ہوگا مسلسل بے انتہا کام نکل آوینگے اور طرح طرح کے ترددات مین مبتلا ہوگا
اور جس شخص کو دنیاوی ترددات اسطرح رہتی ہین اوسکو معلوم نہین کہ خدا تعالی کو اسنے تردد مین
ہلاک کر دے اور اس مثل کا مصداق بناوے ع چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد یہانتک حال
اون لوگونکا ہوا جو دنیا کے کامون مین مستغرق رہتے ہین اب یہ سننا چاہیے کہ بعض لوگ دنیا کے
حال سے واقف ہو کر اوس سے اعراض کرتے ہین او پر شیطان حسد کر کے اسی اعراض مین ایسی
باتین اونکے دل مین ڈالتا ہے کہ بے گمراہ کیے نہین چھوڑتا مثلاً بعض لوگون کو یہ تصور ہوتا ہے کہ دنیا
محنت و مصیبت کی جگہہ ہے اور آخرت سعادت کا مکان ہے جو آخرت مین پہونچا سعادت مین
داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہین اور اس بنا پر یہ اعتقاد کر لیا کہ محنت دنیاوی سے بچنے کے لیے
اپنی جانون کو ہلاک کرنا بہتر ہے یہ عقیدہ ہنود و عابدونمین سے ایک فرقہ کا ہے کہ اپنے آپ کو
جلتی آگ مین گرا کر خاک کر ڈالتے ہین اور جانتے ہین کہ اس سے محنت دنیاوی اوپر سے ٹلجاوے گی
اور آخرت مین کھڑی سعادت مین پہونچینگے اور کچھہ لوگونکو یہ تصور ہے کہ خودکشی سے نجات نہین
ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہے کہ صفات بشری کو معدوم کرنا اور نفس سے بالکل نیست و نابود کرنا چاہیے
اور سعادت آخرت شہوت و غضب کی بالکل قطع کرنے مین ہے اسی خیال سے مجاہدہ کیطرف متوجہ ہوے
اور اپنے نفس پر اتنی سختی ڈالی کہ کچھہ تو کثرت ریاضت ہی مین مرگئے اور بعضونکی عقل فاسد ہو کر مجنون
ہوگئے اور بعضے مریض ہو کر عبادت سے رہگئے اور بعضے بیخ کنی صفات بشری سے عاجز ہو کر جاننے لگے

شریعت کی حکم اور تکلیف کی تعمیل محال ہے اور اوسکی کچھ اصل نہیں دھوکھا ہی دھوکھا ہے ان خیالات سے ملحد بن گئے اور بعضوں کو یہ سوجھا کہ سب محنت خدا کے واسطے کیجاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے نہ پروا ہے نہ کسی عابد کی عبادت سے اوس میں کچھ زیادہ ہوا اور نہ کسی عاصی کی نافرمانی سے اوس میں کچھ کم ہوا یہ سوچکر احکام شرعی کو بالائے طاق رکھدیا اور خواہش نفسانی کیطرف رجوع کی جو چاہا سو کیا اور یہ سمجھے کہ ہمارا عقیدہ بہت صاف ہے کہ خدا کو ہم عابدوں کی عبادت سے بے پروا جانتے ہیں اور کچھہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عبادت سے غرض مجاہدہ ہے اسقدر کہ آدمی کو معرفت حاصل ہو جاوے اور معرفت ہونے پر واصل الی اللہ ہو جاتا ہے اس رتبہ کے بعد پھر حاجت وسیلہ اور حیلہ یعنے عبادت کی نہیں رہتی اور چونکہ اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو معرفت میں کامل جانتے ہیں تو اسوجہ سے عبادت چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تکالیف شرعی ہم لوگوں کیواسطے نہیں عوام کیواسطے ہیں انکے سوا اور مذاہب باطلہ اور گمراہیاں سخت ہیں کہ اونکے تعداد ستر سے کچھ زیادہ پہونچتی ہے مگر اون میں سے صرف ایک فرقہ نجات پاوے گا اور وہ وے لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رضہ کے طریق پر چلنے والے ہیں یعنی جنکا عقیدہ یہ ہے کہ نہ بالکل دنیا کو ترک کرنا چاہیے اور نہ بالکل بیخ کنی شہوات کی کرنی چاہیے بلکہ دنیا میں سے بقدر زاد لینا چاہیے اور شہوات میں سے اوسقدر کا استیصال کرنا چاہیے جو حد شرع اور عقل سے خارج ہو خلاصہ یہ کہ نہ ہر ایک شہوات کا درپے ہو اور نہ ہر ایک کا تارک بلکہ طریق متوسط اختیار کرنا چاہیے اسطرح نہ دنیا کی ہر چیز کا طالب ہو نہ ہر ایک چیز کا تارک بلکہ جو چیز دنیا میں پیدا ہوئی ہے اوسکا مقصود جانکر اوسکی مقصود ہی تک رہنے دے مثلاً غذا سے اوسیقدر لے کہ بدن عبادت پر قادر رہے اور مسکن سے اوسی قدر اختیار کرے جو حرارت اور برودت اور چوروں کی حفاظت کو بس ہو اور علیٰ ہذا القیاس لباس کو جاننا چاہیے پس جب اسطرح بدن کے شغل سے فارغ ہوگا تمامی ہمت سے متوجہ الی اللہ ہو کر زندگی بھر ذکر و فکر میں مشغول رہیگا اور ہمیشہ شہوات کی حفاظت اور سیاست کرتا رہیگا کہ ورع اور تقوی کی حدود سے تجاوز نکرنے پاویں اور اوسکی تفصیل جبھی معلوم ہوتی ہے جب اقتدا فرقہ ناجیہ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم کا نصیب ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے جب آپ نے امت کا تہتر فرقوں میں متفرق ہونا فرمایا اور ایک فرقہ کو ناجی ارشاد فرمایا تو لوگوں نے اوس ناجی فرقہ کو پوچھا آپنے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا کہ جنکا طریقہ وہ ہو جو میرا اور میرے اصحاب رضہ کا ہے

اخرجہ الترمذی بروایت عبداللہ بن عمرو و ابوداؤد بروایت معاویہ و ابن ماجہ بروایت عوف بن مالک ۱۲

| | |
|---|---|
| خلاف پیمبر کسی رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید |

اصحاب رض کا طریق متوسط تہا جیسا کہ ہم پہلے مفصل لکھہ چکے ہیں یہ لوگ دنیا کو دنیا کی غرض سے نہ لیتے تہے بلکہ دین کی غرض سے اور راہب اور تارک دنیا بالکلیہ نہوتے تہے سب امور میں افراط و تفریط انکے مزاج میں نہ تہی بلکہ اونکا امر راستی اور درستی کے ساتہہ تہا جو طریقہ وسطا اور محبوب الٰہی تہا وہی ان لوگونکو پسند تہا اور درجہ اوسط کی بہتری چند جا پہلے بہی لکھی گئی ہے دنیا کی برائیون کا بیان تمام ہوا

والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم

## ساتوان باب بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین ۲ ابیان ہین

| | |
|---|---|
| رباعی کرتے ہین بخیل زندگی بہر اسکا | اور مال کی دوستی کو سمجھین پالکا |
| پر حیف کہ موت پر وہ اپنے ہمراہ | اس مال و منال سے نہ لیجاوینگے خاک کا |

واضح ہو کہ دنیا کے فتنہ شاخ در شاخ اور نہایت وسیع و فراخ ہین مگر سب مین بڑا فتنہ دنیا کا اموال ہین اور انہین مین رنج و محنت بہی زیادہ ہے اور زیادہ تر خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انسے نہ کسی کو بے پروائی اور نہ اونکے ہونے سے صورت سلامتی اگر مال نہو تب تو فقر کہ قریب کفر پہونچا تا ہے حاصل ہوتا ہے اور اگر مال ہو تو باعث سرکشی ہوتا ہے جسکا انجام بجز نقصان کچہہ نہین غرضکہ مال خالی فائدہ اور نقصان سے نہین مال کے فائدے منجیات داخل ہین اور اوسکے نقصان مہلکات مین اور مال مین سے یہ پہچان لینا کہ فلان مال بہتر ہے اور فلان برا ایسا مشکل ہے کہ سوا علماء راسخین اور ارباب دین کے اور لوگونکو نہین معلوم ہو سکتا اسلیے اسکا بیان جداگانہ بہت ضرور ہے پہلے باب مین جو مذمت دنیا کی بیان ہوئی تو عام دنیا کی مذمت تہی کچہہ مال کے اعتبار سے نہ تہی کیونکہ دنیا تو آدمی کے حظوظ زندگانی کا نام ہے اور اوسکی بہت حصے ہین ایک اونمین سے مال بہی ہے اور ایک جاہ ہے اور ایک اتباع شہوت شکم و فرج اور ایک غصہ و حسد کے موجب دل کے پہپولے توڑنے اور ایک شیخی و تعلی غرضکہ ایسے بہت سے اجزا ہین جنسے آدمی کو حظ زندگانی ہوتا ہے اور اس باب مین ہم صرف مال کا بیان کرتے ہین اسلیے کہ اومین آفات اور ضرر بہت ہین اسکے نہونے سے تو آدمی مین فقر کا وصف آجاتا ہے اور اوسکے موجود ہونے سے تونگری کا وصف ہوتا ہے اور یہ دونون ایسے اوصاف ہین کہ ان سے آدمی کا امتحان ہوا کرتا ہے پہر مفلس کی دو حالتین ہین قناعت اور حرص ایک انمین سے اچہی ہے اور دوسری بری اور حریص کے بہی دو حال ہین یا تو لوگونکے مال مین طمع کرتا ہے یا دوسرونکے مال سے دست بردار ہو کر حرفہ اور پیشہ کے کرنے مین مستعد ہوتا ہے اون دونون حالون مین بہی دوسرونکے

مال کی طمع بہت بری ہے اب تونگری کے بھی دو حال ہین ایک تو بخل کے سبب امساک کرنا دوسرے خرچ کرنا انمین بھی ایک صورت اچھی ہے اور ایک بری پھر خرچ کرنے والے کے بھی دو حال ہین ایک اسراف دوسرے میانہ روی اور عمدہ میانہ روی ہے اور یہ سب باتین باریک اور ایکدوسرے سے متشابہ ہین اسلیے انکا واضح کرنا بہت ضرور ہے لہذا ہم اوسکی شرح چودہ بیانون مین کرتے ہین

## بیان اول مال کی مذمت اور اوسکی محبت کی برائی

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ اور فرمایا اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اور فرمایا مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا نُوَفِّ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ فِیْھَا وَھُمْ فِیْھَا لَا یُبْخَسُوْنَ اور فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی اور فرمایا اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ مال اور شرف کی محبت دلمین نفاق اسطرح اگاتی ہین جیسے پانی سے ساگ اگتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر بکریون کے گلہ مین دو بھوکے بھیڑیے چھوڑ دیئے جاوین تو وہ اوسمین اتنا نقصان نہین کرتے جتنا محبت مال اور شرف کی مسلمان آدمی کے دین مین نقصان کرتی ہے اور نیز فرمایا کہ ھَلَکَ الْمُکْثِرُوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِہٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا اور لوگون نے جب آپ سے عرض کیا کہ آپکی امت مین سب سے زیادہ شریر کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ تونگر اور ایک حدیث مین یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ غذائین لطیف اور طرح طرح کی کھائینگے اور گھوڑون مین سے عمدہ عمدہ تیز رفتار دنیز سوار ہونگے اور عورتون مین سے خوب صورت وشکیل سے نکاح کرینگے لباس فاخرہ انواع واقسام کے پہنینگے اونکے پیٹ تھوڑی سی چیز سے پر نہوینگے نہ نفس کثیر پر قانع دنیا ہی کے ہو رہینگے صبح وشام وہی مد نظر ہوگی خدا تعالی کے سوا اوسی کو اپنا معبود اور رب جانینگے پس جو شخص اوس زمانہ مین ہو تمہاری اولاد کی اولاد مین سے یا بعد کے لوگون سے اوسکو محمد بن عبد اللہ کیطرف سے قسم ہے کہ وہ نہ ایسے لوگونکو سلام کرے اور نہ اونکی بیماری کی عیادت کرے اونکی جنازہ مین شریک ہو نہ بڑونکی تعظیم کرے اور اگر ایسا کرے گا تو بنا اسلام کے گرانے مین ساعی اور مددگار ہوگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ دنیا کو دنیا دارون کیلیے چھوڑ دو اسلیے کہ جو کوئی دنیا مقدار کفایت سے زیادہ حاصل کرے گا وہ اپنی موت حاصل کرے گا اور اوسکو خبر بھی نہوگی اور دوسری حدیث مین فرمایا یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ وَھَلْ لَکَ مِنْ مَّالِکَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت

عرض کیا کہ مین موت کو نہین چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے اوسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ اپنے مال کو آخرت کیلیے دیدال کیونکہ ایماندار کا دل مال کے ساتھہ رہتا ہے اگر دیدیا ہوگا تو یہ چاہیگا کہ مین بھی اوس سے جاملون اور اگر پیچھے چھوڑ دیگا تو یہ چاہیگا کہ کاش مین بھی اوسکے ساتھہ ہی دنیا مین رہتا اور فرمایا کہ آدمی کے دوست تین ہین ایک تو قبض روح تک ساتھہ رہتا ہے دوسرا قبر تک تیسرا قیامت تک قبض روح تک کا ساتھی تو مال ہے اور قبر تک کا ساتھی اوسکے گھر والے ہین اور قیامت تک کا ساتھی اوسکے اعمال ہین اور ایکبار حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ پانی پر چلتے ہین اور یہ امر ہم سے نہین ہوسکتا آپ نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک کچھہ روپیہ اشرفی کی قدر ہے اونہون نے عرض کیا کہ البتہ ہم اونکو اچھا جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک وہ دونون اور ڈھیلے یکسان ہین اور حضرت سلمان فارسی رض نے حضرت ابو داؤد رض کیخدمت مین ایک خط لکھا کہ اے برادر اتنی دنیا مت جمع کرنا جسکا شکر تم سے ادا نہ ہوسکے مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس مالدار نے اپنے مال کو خدا کے فرمانے کے بموجب صرف کیا ہوگا وہ قیامت کو حاضر کیا جاویگا اوسکا مال سامنے ہوگا جب پل صراط پر ادہر اودہر جھکنے لگے گا تو اوسکا مال کہے گا کہ چلا کیون نہین جاتا تو مجھہ مین سے اللہ کا حق دے چکا ہے پہر ایسا مالدار آویگا کہ جسنے حکم خدا کے موافق نہ کیا ہوا اوسکا مال اوسکے شانون پر رکھا ہوگا جب پل صراط پر جھکنے لگیگا تو اوسکا مال کہیگا کہ خرابی ہو تجکو تو نے مجھہ میں سے خدا کا حق کیون نہ دیا اسی طور پر اوسکا حال رہے گا یہانتک کہ دہائی تہائی مچاوے گا اور باب زہد وفقر مین جو ہمنے غنا کی مذمت اور فقر کی صفت لکھی ہے اون سب کا مآل مال کی برائی ہے اوسکو یہان بیان کرنیکی حاجت نہین اسیطرح دنیا کی مذمت مین جو کچھہ بیان ہوا ہے وہ بھی مذمت مال کو شامل ہے اسلیے کہ دنیا کے ارکان مین سے سب سے زیادہ مال ہی ہے لیکن اس باب مین بھی مذکور ہوتا ہے جو خاصکر مال کے باب مین وارد ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ النَّاسُ مَا خَلَّفَ اور فرمایا لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتُحِبُّوا الدُّنْيَا روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو درداء رض کے ساتھہ کچھہ برائی کی تو آپ نے یون فرمایا کہ الٰہی جسنے مجھسے برائی کی ہے اوسکو صحیح وسالم رکھہ اور اوسکی عمر زیادہ کر اور مال کثرت سے دے یہان دیکھنا چاہیے کہ باوجود صحت بدن اور زیادتی عمر کے کثرت مال کو نہایت امتحان تصور فرمایا کیونکہ اسکی کثرت سے نوبت سرکشی کی بالضرور پہنچتی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک درم اپنی ہتھیلی پر رکھہ کر فرمایا کہ تو ایسی چیز ہے جب تک میرے

پاس سے نہ نکلے کی مجکو نفع نہ دیگی اور روایت ہی کہ حضرت عمر رضہ نے حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کی خدمت مین کچھ روپیے بھیجے اونہون نے پوچھا یہ کیسے ہین لوگون نے کہا کہ حضرت عمر رضہ نے آپکے لیئے بھیجے ہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالی عمر رضہ کی مغفرت کرے پھر ایک پردہ کو کھولکر اوسکو پھاڑا اور اوسکی تھیلیان سیکر وہ تمام مال اپنے رشتہ دارون اور یتیمون مین بانٹ دیا پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر یون دعا مانگی کہ الہی اس سال کے سوا پھر میرے پاس عمر کی عطا نہ آوے اور ایسا ہی ہوا کہ ازواج مطہرات مین سے اول انتقال انہین کا ہوا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکو روپیہ عزت دیتا ہے اوسکو خدا ذلیل کرتا ہے اور روایت ہی کہ جب اول اول روپیہ اشرفی تیار ہوئے تو ابلیس نے اون دونون کو اٹھا کر اپنے ماتھے پر رکھا اور بوسہ دیا اور یہ کہا کہ جو تم سے محبت کرے گا وہ حقیقت مین میرا غلام ہوگا اور سمیط بن عجلان کہتے ہین کہ روپیہ اشرفیان منافقون کی باگین ہین جنسے دوزخ کیطرف کھینچے جاوینگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ روپیہ ایک بچھو ہے جسکو اسکا منتر نہ آتا ہو وہ اوسکو نہ لیوے کیونکہ اگر کاٹ لیگا تو اسکا زہر جگر پار ہو جاوے گا لوگون نے پوچھا کہ اوسکا منتر کیا ہے اونہون نے فرمایا کہ وجہ حلال سے حاصل کرنا اور حق پر صرف کرنا اور علاء بن زیاد رح کہتے ہین کہ دنیا میرے سامنے صورت بنکر آئی ہر طرح کی زینت سے آراستہ تھی مینے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ اگر تمکو منظور ہے کہ خدا میرے شر سے تمکو بچاوے تو روپیہ کو برا سمجھنا کیونکہ گویا تمام دنیا روپیہ ہی ہے کیونکہ تمام اقسام دنیا حاصل ہو سکتی ہین جو اوس سے صبر کرے گا وہ گویا اس جہت سے کہ روپیہ کے بدولت تمام اقسام دنیا حاصل ہو سکتی ہین جو اوس سے صبر کرے گا وہ گویا تمام دنیا سے صبر کرے گا جیسا کہ کسیکا قول ہے

| | | |
|---|---|---|
| زر جسکو میسر ہے وہ دنیا مین دہنی ہے | | جو اوس سے کرے صبر وہ دنیا سے غنی ہے |

اور مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین نزع کی حالت مین گئے اور کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے تم سے پہلے نہین کیا وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لیے نہ روپیہ چھوڑا نہ اشرفی اور اونکے تیرہ بیٹے تھے مسلمہ کا قول سنکر اونہون نے فرمایا کہ مجکو ذرا اٹھلا دو جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ بیٹے اولاد کے واسطے کچھ نہین چھوڑا تو مینے اونکا حق کچھ نہین داب رکھا اور جو غیر کا حق تھا وہ اونکو نہین دیا علاوہ ازین میرے بیٹے دو طرح کے ہین یا تو خدا کے فرمان بردار ہین تو ایسو نکو تو خدا ہی کافی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے تعالے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ یا عاصی و نافرمان ہین اونکی مجھے کچھ پروا نہین جو ہو سو ہوا کرے اور روایت ہی کہ محمد بن کعب قرظی کو بہت سا مال ہاتھ لگا لوگون نے کہا کہ اگر اوسکو اپنے بیٹے کیواسطے رکھ چھوڑو تو مناسب ہے اونہون نے فرمایا کہ نہین بلکہ اوسکو

تو اپنے لیے خدا کے پاس جمع کر دونگا اور خدا کو اپنے بیٹے کے لیے چھوڑ جاونگا اور ایک شخص نے ابو عبد ربہ سے
کہا کہ برادر ایسا نہو کہ تم دنیا سے بری طرح اٹھو اور مال اپنی اولاد کے واسطے چھوڑ مرو او نہون نے
اپنے مال مین سے ایک لاکھ درم خیرات کر دیئے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ آدمی کو مال مین
مرنے کیوقت دو مصیبتین ایسی ہوتی ہین کہ پہلے اور پچھلے لوگون نے بھی ویسی ہی نہ سنی ہون
لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک تو یہ سب کا سب اس سے چھن جاتا ہے دوسری یہ کہ تمام
و کمال کا اوس سے سوال ہوتا ہے لیتے جہان دینا پڑتا ہے

## دوسرا بیان مال کی تعریف اور اوسکی مدح و مذمت مین تطبیق کی وجہ

جاننا چاہیے کہ خدا تعالی نے قرآن مجید مین مال کو چند جا لفظ خیر سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے اِنْ تَرَكَ
خَيْرًا آخر آیت تک اور حدیث شریف مین نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ بہر صورت قرآن شریف
و حدیث سے تعریف مال کی ثابت ہے علاوہ اسکے جو کچھ صدقہ اور حج کے ثواب مین مذکور ہوا ہے وہ سب بھی
مال ہی کی صفت ہے کیونکہ بدون مال نہ حج ہو سکے نہ خیرات اور یہ جو کلام اللہ مین ہے وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا
رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اور دوسری جا بندون پر احسان کے طور پر ارشاد ہے وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِينَ
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور حدیث شریف مین ہے كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا یہ بھی مال ہی کی ثنا ہے اور وہ
تطبیق کی درمیان مذمت و ثنا کے جب تک معلوم نہین ہو سکتی جب تک مال کی حکمت اور مقصد
اور آفات اور ضررون کو نجانا جاوے یہ امر جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال ایک وجہ سے بہتر
اور ایک وجہ سے بدتر بہتری کی جہت سے قابل ثنا ہے اور برائی کے باعث قابل مذمت کیونکہ مال
نہ تو بالکل خیر ہے نہ بالکل شر بلکہ دونون کا سبب ہوا کرتا ہے اور جو چیز سبب خیر و شر دونون کا ہو
کبھی ثنا ہوگی اور کبھی مذمت اور ہوشیار و عاقل شخص اس سے جان سکتا ہے کہ مال قابل مدح اور ہے
اور قابل مذمت اور جو کچھ ہمنے جلد چہارم کے باب الشکر مین خیرات کا بیان اور نعمت کے درجات کی
تفصیل لکھی ہے وہان مفصل دیکھ لینا چاہیے یہان اسقدر کافی ہے کہ داناؤن اور اہل بصیرت کا
مقصود سعادت اخروی ہے اور واقع مین بھی وہی دولت جاوید اور نعمت پایدار ہے دانا اور بزرگ
لوگ اوسیکے راغب ہوتے ہین چنانچہ حدیث شریف ہے کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین عرض کیا کہ آدمیون مین سب سے زیادہ بزرگ اور دانا کون ہے آپ نے ارشاد فرمایا اَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ
ذِكْرًا وَّاَشَدُّهُمْ لَهُ اسْتِعْدَادًا اور سعادت اخروی دنیا مین بدون تین وسیلون کی نہین حاصل ہو سکتی
ایک فضائل نفسی مثل علم اور حسن خلق کے دوسری فضائل جسمی مثل صحت و تندرستی کے تیسرے وہ فضائل

کہ بدن سے خارج ہون جیسے مال و اسباب وغیرہ اور تینون مین نفس کی فضیلت سب مین اعلی ہے اوسکے بعد جسمی فضائل ہین اوسکی بعد یعنی سب مین ادنی فضائل خارجی ہین غرضکہ مال بہی خارجی چیزون مین سے ہے اور اونمین سے ادنی چیز اشرفی روپیہ ہے کیونکہ یہ خادم ہین انکا خادم کوئی نہین اور دوسری چیزون کے لیے انکی خواہش ہوتی ہے خود انکی ذات مراد و مقصود نہین اسلیے کہ نفس ایک جوہر نفیس ہے جسکی سعادت مطلوب ہے وہ علم اور معرفت اور مکارم اخلاق کی خدمت کرتا ہے تاکہ یہ چیزین نفس کی صفات ذاتیہ مین داخل ہون پہر نفس کی خدمت بدن بذریعہ حواس اور اعضا کے کرتا ہی اور غذا وخوراک وغیرہ بدن کیخدمت کرتے ہین اور چونکہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ غذا سے غرض بدن کا قائم رکہنا ہے اور نکاح سے غرض نسل کا باقی رکہنا اور تندرستی سے مقصود نفس کی تکمیل اور تزکیہ اور علم و اخلاق سے مزین کرنا ہے تو جس کسی کو یہ ترتیب معلوم ہوگی وہ قدر مال کی اور وجہ اوسکی بہتری کی جان لے گا کہ مال اسوجہ سے ضروری ہے کہ اوس سے غذا و لباس جو بدن کی بقا کو بہی ضروری ہین حاصل ہوتے ہین اور بدن کی بقا کمال نفس کے لیے ضرور ہے اور کمال نفس مین خیر و سعادت ہے پس جو شخص کسی چیز کا فائدہ اور غایت اور مقصود جانکر اوس چیز کا استعمال اسطرح کرے کہ وہی غایت مد نظر ہے اوسکو بہولے نہین تو یہ استعمال اوسکے حقمین بہتر اور مفید ہے اور ازانجا کہ مال بہی بموجب مذکورہ بالا ذریعہ کمال نفس ہوسکتا ہے اسلیے اوسکا کام مین لانا صرف اوسی غرض کے لیے اچہا ہے اور نیز مال ذریعہ فاسد مقصدونکا بہی ہے یعنی اس سے ایسی باتین بہی ہوسکتی ہین جو سعادت اخروی سے باز رکہین اور علم و عمل کی راہ بند کردین ایسی صورت مین مال کا استعمال برا ہے خلاصہ یہ کہ مال وسیلہ اور ذریعہ دوسرے مقاصد کا ہوتا ہی جیسا مقصد ہوگا ویسا ہی مال کا بہی حال ہے اگر مقصد اچہا ہے تو مال بہی اچہا ہوگا اور اگر برا ہے تو برا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا کے موافق جو شخص دنیا کو قدر کفایت سے زیادہ لے گا تو نادانستہ گویا اپنی موت لیگا اور چونکہ طبیعتین اتباع شہوات کی مائل ہین اور شہوات راہ خدا کے روکنے والی اور مال سے وے باسانی حاصل ہوسکتی ہین تو قدر کفایت سے زیادہ مال لینے مین بڑی خوف کی جگہ ہے اسی لحاظ سے انبیا علیہم السلام نے اوسکے شر سے پناہ مانگی ہے یہانتک کہ حدیث شریف مین ہے کہ اللّٰہُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا دیکہو دنیا سے اوسی مقدار طلب فرمایا جو ضروری چیز ہو اور فرمایا اَللّٰہُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یون پناہ مانگی وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اصنام سے غرض سونا چاندی ہے اس وجہ سے کہ رتبہ نبوت اس بات سے پاک ہی کہ پتہرون کو خدا ہی کا اعتقاد کرے اور آیت مین جو لفظ نعبد مذکور ہے

عبادت سے غرض نقدین کی محبت اور رغبت اور اونکی باعث ہو گیا کہا جاتا ہے جیسیکہ حدیث شریف مین ہے تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ تَعِسَ وَلَا انْتَعَشَ وَاِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ دینار و درم کا محبت رکھنے والا اونکی عبادت کرنے والا ہے اور عابد کسی پتھر کا عابد بت کا ہے بلکہ جو غیر اللہ کی پرستش کرے وہ بت پرست ہوا اور مشرک مگر اتنی بات ہو کہ شرک کی دو قسمین ہین خفی اور جلی شرک خفی موجب ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین اور اسکے ایماندار بھی کم خالی ہوتے ہین کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے اور شرک جلی سے ہمیشہ دوزخ مین رہنا ہوگا خدا تعالی ہمکو دونون قسمون سے بچاوے

## تیسرا بیان آفات مال اور اوسکے فوائد کی تفصیل مین

واضح ہو کہ مال مین سانپ کیطرح زہر بھی ہے اور زہر مہرہ بھی زہر اوسکے آفات ہین اور زہر مہرہ فوائد جس شخص کو فوائد و آفات دونون معلوم ہون اوس سے ہو سکتا ہے کہ مال کے شر سے بچے اور خیر کا طالب ہو پھر مال کے فوائد کی دو قسمین ہین دنیاوی اور دینی قسم اول یعنے فوائد دنیاوی کا ذکر کرنا فضول ہے اسلیے کہ تمام اقسام خلق مین مال کے فوائد مشہور و معروف ہین اگر وہ اوسمین فائدہ نجانتے تو اوسکی طلب مین کیون جان کہوتے لیکن فوائد دینی تین قسمون مین منحصر ہین قسم اول یہ کہ مال کو اپنے نفس پر خرچ کرے یا تو عبادت مین یا عبادت پر استعانت مین عبادت مین تو اسطرح کہ مثلاً حج یا جہاد مین خرچ کرے کیونکہ یہ دونون بدون مال کے نہین ہو سکتی حالانکہ اصول عبادت سے ہین محتاج و مفلس انکو ثواب کو نہین پاسکتا اور عبادت پر استعانت مین اسطرح کہ غذا و لباس و مسکن مین صرف کرے کہ اوس سے تقویت عبادت کی ہو کیونکہ یہ ایسی حاجات ہین کہ اگر میسر نہون تو دل انکی تدبیر مین لگا رہتا ہے دین کے لیے فراغت نہین ہوتی تو بقدر کفایت مال کا حاصل کرنا جس سے کہ استعانت و تقویت عبادت پر ہو فوائد دینی مین داخل ہے ہان تنعم اور زائد از حاجت صرف کرنا البتہ حظوظ دنیاوی ہی سے ہے قسم دوسری لوگون پر صرف کرے اور اس خرچ کی چار قسمین ہین صدقہ مروت کے طور پر حفظ آبرو کے لیے نوکر یا خدمتی کی اجرت صدقہ کا ثواب تو ظاہر ہے اس سے خدا تعالی کا غصہ فرو ہوجاتا ہے جیسا کہ اوسکے فضائل پہلے گذر چکے اور مروت کے طور پر خرچ کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ غنی اور شریف لوگونکی دعوت اور ہدیہ اور اعانت وغیرہ مین صرف کرنا اسکو صدقہ نہ کہین گے کیونکہ صدقہ وہی ہوتا ہے جو محتاج کو دیا جاوے مگر پھر بھی اسطرح کا خرچ فوائد دینی سے ہے اسلیے کہ آدمی ایسے خرچ سے دوست اور بھائی بنا لیتا ہے اور ایسے ہی اخراجات سے سخاوت کی صفت حاصل ہوتی ہے اور سخیون کی جماعت مین شامل

ہوتا ہے کیونکہ صفت سخاوت جب تک نہین حاصل ہوتی جب تک احسان اور مروت سے لوگون کے ساتھ پیش نہ آوے اور اس طرح کی خرچ مین بھی بڑا ثواب ہے چنانچہ بہت سی احادیث ہدیہ اور ضیافت اور کہانا کہلانے کے ثواب مین وارد ہین یہ شرط نہین کہ جنکو دیا جاوے اون پر فقر و فاقہ بھی ہو اور حفظ آبرو کے لیے جو خرچ ہوتا ہے اوس سے یہ غرض ہے کہ جس سے شاعر اور بے وقوف ہجو نہ کرین اور اپنی زبانین روکین یہ خرچ بھی گو اسکا فائدہ دنیا مین بھی ہے مگر دینی فوائد مین سے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما وقی بہ المرء عرضہ کتب لہ بہ صدقۃ کیون نہو اسی خرچ کی جہت سے غیبت والا غیبت سے باز رہتا ہے اور عداوت اور حسد سے جو باتین منہ سے نکلجاتی ہین وہ بھی ایسے خرچون سے موقوف رہتی ہین اور غیبت وغیرہ کے جواب مین جو کچھ بطریق انتقام اپنی زبان سے نکلتا اوس سے بھی محفوظ رہتا ہے اور خدمتی کی اجرت کا حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سامان کی تیاری مین جن اعمال کا محتاج ہوتا ہے وہ بہت ہین اگر اون سب کو خود ہی کیا کرے تو تضیع اوقات ہی اور چلنا راہ آخرت کا اور فکر اور ذکر بھی دشوار ہو گا جو اعلی مقامات سالکین مین سے ہے اور جسکے پاس مال نہین وہ سب کام اپنے خود کرے گا مثلاً کہانا خریدنا اور پکانا اور گہر صاف کرنا اور جس کتاب کی ضرورت ہو اوسکو لکہنا وغیرہ سب آپ ہی کرنے پڑینگے لیکن جو کام دوسرے کے کرنے سے اپنی غرض نکل جاوے ایسے کام مین خود مصروف ہونا خسارہ مین پڑنا ہے مثلاً مالدار آدمی اگر ایسے جزئیات کامونکی طرف خود در پے ہو تو اوس سے عمل اور علم اور ذکر و فکر کچھ نہو سکے گا اور یہ نہین ہو سکتا کہ علم پڑہا کرے کوئی اور شخص اور فائدہ ہو دوسرے کو مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی روٹی پکاوے تو دوسرا اوسکو کہالے غرض جو کام کہ غیر سے نکل سکتا ہو اوسمین اپنے آپ مصروف ہو کر علم وغیرہ سے کی تضیع اوقات اور نقصان مین پڑنا ہے قسم تیسری وہ خرچ کہ کسی انسان معین پر نہو بلکہ اوس سے فائدہ عام ہو جیسے مسجد اور پل اور سرا اور شفاخانہ و مدرسہ اور کنوان بنوانا یا خیرات کو لیے زمین جائداد وقف مساکین کر دینا یہ ایسے خرچ ہین جنسے ہمیشہ کو مرنیکے بعد خیرات ہوتی ہے اور صلحا خرچ کرنے والے کے حق مین مدتون دعا کیا کرتے ہین اس سے بڑہکر اور خیر کیا ہوگی پس مال مین دین کے یہ فائدے ہین علاوہ انکی دنیاوی حظوظ بھی اس سے حاصل ہوتے ہین کہ سوال اور فقر کی ذلت سے نجات پانا اور خلقت مین عزت و افتخار حاصل ہونا اور یار و مددگار بہت سی ہونے اور لوگونکے دلون مین وقار و بزرگی ہونی سب فوائد دنیاوی ہین اور آفات مال بھی دو قسم ہین دینی اور دنیاوی آفات دینی تین ہین اول یہ کہ مال کے پاس ہونے سے نوبت معصیت کی پہونچتی ہے کیونکہ شہوات کا تقاضا آدمی پر ہمیشہ رہتا ہی مگر بے مایگی سے کچھ کر نہین سکتا اور مفلسی تک ہی بچ سکتا ہے کیونکہ جب تک کسی گناہ کا

ع جس چیز سے آدمی اپنی عزت بچاوے وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے ابو یعلی اور دارقطنی نے روایت جابر سے

سامان نہین ہوتا تب تک اوسکا شوق نہین ابہرتا اور جب اپنے آپ مین اوسکی قدرت پاتا ہی تو شوق ابہرتا ہے اور چونکہ مال سے ایکطرح کی قدرت آجاتی ہے اسیواسطے تقاضا معصیت کا سلسلہ جنبانی کرتا ہے اوسوقت اگر اپنی خواہش کے بموجب ارتکاب فجور کرنے لگیگا تو ہلاک ہوگا اور اگر صبر کریگا تو بچ جاویگا اسلیے کہ باوجود قدرت صبر کرنا بہت سخت ہی اور تونگری کے وقت کا فتنہ و امتحان مفلسی کے فتنہ اور امتحان سے بڑا ہوتا ہی دوم یہ کہ مباحات سے تنعم کی نوبت پہونچتی ہے یعنے یہ تو مالدار سے ہو نہین سکتا کہ جو کی روٹی کہاوے اور موٹا کپڑا پہنے اور لذیذ کہانون سے بالکل پہلوتہی کرے جیسے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنی سلطنت مین کیا تہا تو بالضرور یہی ہوگا کہ خوش خوراک اور خوش پوشاک رہیگا اور اسی کا عادی ہوجاویگا اور یہی امر اوسکی نزدیک محبوب اور مالوف ہوگا کہ بدون اوسکے صبر نکرسکیگا اسیطرح رفتہ رفتہ ایک تکلف سے دوسرا سوجہیگا اور جب تنعم سے الفت بہت زیادہ ہوگا تو کبہی ایسا بہی ہوگا کہ حلال کمائی سے اوسکا مطلب حاصل نہوسکیگا اسلیے مشکوک مال مین راغب ہوتا ہے اور مداہنت اور جہوٹ اور نفاق اور دوسرے برے اخلاق مین خوض کرتا ہی تاکہ اسیطرح سے دنیا بن جاوے اور تمنا برآوے علاوہ اسکے جسکے پاس مال بہت ہوتا ہے اوسکو لوگون کی طرف بہت حاجت ہوتی ہے اور جسکو لوگونکی طرف حاجت پڑتی ہے اونسے ملاوٹ کی باتین ضرور کرتا ہی اور انکی رضاجوئی مین خدا کی نافرمانی کرتا ہے اگر پہلی آفت سے آدمی بچ بہی جاوے تو اس آفت سے بچنا مشکل ہے اور خلق کیطرف ضرورت پڑنے سے دوستی اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دشمنی پر حسد اور حقد اور ریا و کبر اور کذب اور چغلی و غیبت اور دوسرے گناہ مبنی ہین جو کہ دل و زبان سے مخصوص ہین اور اور اعضا مین بہی انکا اثر ہو ہی جاتا ہے اور یہ سب باتین مال ہی کی نحوست سے ہوتی ہین جسکی حفاظت و اصلاح کے لیے خلق کیطرف حاجت پڑتی ہے تیسری آفت جس سے کوئی خالی نہین وہ یہ ہے کہ آدمی مال کی اصلاح و درستی مین خدا کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے اور جو چیز کہ خدا کی یاد کی مارج ہو وہ نقصان کی شئی ہے اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مال مین تین آفتین ہین ایک تو یہ کہ وجہ حلال سے نلے لوگون نے عرض کیا کہ اگر حلال کا ہی ہو آپ نے فرمایا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوگا کہ اوسکو حق طور پر خرچ نہین کریگا لوگون نے عرض کیا کہ اگر حق طور پر خرچ بہی کرے آپ نے فرمایا کہ تیسری آفت پیش آویگی کہ اوسکی سنبہالنے مین خدا سے غافل ہوگا اور یہ مرض لاعلاج ہے اسلیے کہ سب عبادتون کی اصل اور منشا خدا کا ذکر اور اوسکی جلال کا فکر ہے اور ان دونون باتون یعنی ذکر و فکر کے لیے دل فارغ چاہیے مگر مال والے کی ذمہ بیسیون آفات دنیاوی لگی رہتے ہین صبح و شام کہین کسانون اور شرکا کا جہگڑا کہین حساب کا بکہیڑا کہین پانی اور

جدووکی ٹکرار سرکاری لوگون سے خراج وضبطی کا بکھیڑا کہین معمار و مزدورون سے الجھنا کہ کام تھوڑا کیا کہین کسانون پر چوری اور خیانت دھرنا کہین اپنے شریک سوداگری سے اندیشہ اس بات کا لگا کہ نفع زیادہ لیتا ہے اور کام کم کرتا ہے یا مال تلف کرتا ہے اور علی ہذا القیاس جسکے پاس مویشی ہون وہ بھی ایسے ہی کچھہ ترددات مین رہتا ہے اور سب اموال کا یہی حال ہے مگر جیسا کہ شغل ظاہری زمین کے گڑے ہوئے نقد سے دور رہتا ہے ایسا اور کسی مال مین نہین رہتا گو دل کا تردد اوسمین بھی ہمیشہ ہے کہ اسکو کہان صرف کرون اور کیسے بچاؤن اور لوگون کو اسپر اطلاع نہو کوئی اسکی طمع کرے اسیطرح کے ترددات کی کچھہ انتہا نہین لیکن جسکی پاس ایک روز کا کہانا موجود ہے وہ ان سب ترددات سے بری ہے علاوہ ان آفات دنیاوی کے اور بہت سی باتین ہین جو دنیا مین مال والونکو ہوتی ہین حاسدون کے دور کرنے مین مشقت اوٹھانی مال کی حفاظت اور پیدا کرنے مین سخت پرخطر مقامات مین جانا رنج وغم اور خوف والم برداشت کرنی وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ مال تریاق اوس صورت مین ہے کہ بسر اوقات کیلیے لیکر باقی کو خیرات کردیا جاوے اور اگر ایسا نہوگا تو وہ مال زہر اور آفات مین متصور ہوگا

## چوتھا بیان حرص وطمع کی مذمت اور قناعت اور لوگون سے توقع نرکھنے کی ثنا

جاننا چاہیے کہ فقیری عمدہ چیز ہے جیسا باب الفقر مین مذکور ہے مگر فقیر کو چاہیے کہ قانع ہو لوگونکے مال کا تاکو نہو اونسے کسی بات کی طمع نرکہے اور کسی طرحکے مال کے پیدا کرنے کا حریص نہو اور یہ بات جبھی حاصل ہوگی جب غذا ولباس مسکن سے بقدر ضرورت قانع ہوے

| | | |
|---|---|---|
| اگر جمعیت دل ہے تجہے منظور قانع ہو | | کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہین |

بلکہ یہ بھی چاہیے کہ ان چیزونکی مقدار قلیل پر جو سب سے ادنی قسم کی ہو اکتفا کرے اور اپنے امل کو ایک روز خواہ ایک مہینے سے نہ بڑہاوے اور دل کو ایک مہینے سے بعد کا ہر گز مشغل نہ لگاوے پس اگر کثرت مال وطول امل کا شائق ہوگا تو قناعت کی عزت سے محروم رہیگا اور طمع کی ناپاکی مین آلودہ ہوگا اور طمع وحرص سے اور برے اخلاق اور خلاف مروت افعال کا مرتکب ہوگا اور آدمی کی پیدایش اور سرشت مین حرص وطمع داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغَى وَرَاءَهُمَا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ تَابَ[۱] اور اسی مضمون کو ابو واقد لیثی نے اسطرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب وحی آتی تو ہم آپکی پاس حاضر ہوتے آپ ہمکو وحی کے احکام ارشاد فرمادیتے ایکبار ہم خدمت مین حاضر ہوا

[۱] اگر ہووین آدمی کے پاس دو جنگل سونے کے تو چاہیگا تیسرا اور نہین بھرتی آدمی کا پیٹ مگر خاک اور جو کوئی توبہ کرے اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول فرماتا ہے ۱۲ بخاری ومسلم بروایت ابن عباس وانس ۱۲

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے مال اسلیے بھیجا ہے کہ لوگ نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دین اور اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک جنگل ہو تو یہ چاہیگا کہ دوسرا اور ہو جب دوسرا ہو جاوے تو یون چاہیگا کہ تیسرا اور ہو اور آدمی کا پیٹ سوا خاک کی اور کسی چیز سے نہیں سیر ہوتا اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سورت مثل سورہ براءۃ کے اتری تھی پھر اٹھ گئی مگر اوسمین سے یہ آیت لوگونکو یاد رہی اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْھُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ مَنْھُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْھُوْمُ الْمَالِ اور فرمایا یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مَعَہٗ اثْنَتَانِ الْاَمَلُ وَحُبُّ الْمَالِ یا اسکے الفاظ کچھہ اور اسی معنی میں ہیں اور چونکہ محبت مال آدمی کی سرشت میں داخل اور موجب گمراہی و ہلاک ہے اسی لیے اللہ تعالی نے اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی ثنا بیان فرمائی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طُوْبٰی لِمَنْ ھُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَکَانَ عَیْشُہٗ کَفَافًا وَقَنِعَ بِہٖ اور فرمایا مَا مِنْ اَحَدٍ فَقِیْرٍ وَلَا غَنِیٍّ اِلَّا وَدَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَّہٗ کَانَ اُوْتِیَ قُوْتًا فِی الدُّنْیَا اور فرمایا لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ اِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ اور شدت حرص سے اور طلب میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لِعَبْدٍ اِلَّا مَا کُتِبَ لَہٗ وَلَنْ یَّذْھَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَہٗ مَا کُتِبَ لَہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ الہی تیرے بندون میں سے زیادہ غنی کون ہے ارشاد ہوا کہ جو میرے دینے پر زیادہ تر قانع ہو پھر پوچھا کہ عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے انصاف کرے یعنی برائی پر اوس سے بھی انتقام لے اور حضرت ابن مسعود رضی سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل ع نے میرے دلمین یہ پھونک دیا ہے کہ کوئی نفس نہین مرنے کا جبتک اپنا رزق پورا نہ کر لے پس اللہ تعالی سے ڈرو اور طلب مین میانہ روی کرو اور حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ رض جب تجھکو سخت بھوکھ لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار اور یہ بھی انہین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ورع اختیار کر سب مین زیادہ عابد ہو جاویگا اور قناعت کر سب مین زیادہ شاکر ہوگا اور لوگون کے لیے وہی بات چاہ جو اپنے لیے چاہتا ہے اسسے تو ایماندار ہو جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے منع فرمایا چنانچہ ابوایوب انصاری رض سے مروی ہے

کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو کچھہ نصیحت مختصر ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ نماز ایسی پڑہہ جیسے کوئی رخصت ہونیوالا پڑہتا ہے (یعنے پہر شاید اتفاق پڑہنے کا نہوگا یہی نماز آخری ہے) اور ایسی بات کر جسکا کل کو عذر نکرنا پڑے اور جو کچھہ لوگونکے پاس موجود ہے اوس سے ناامید ہو یعنی کسی کے مال کی طمع مت رکھہ اور حضرت عوف بن مالک اشجعی رض فرماتے ہین کہ ہم سات یا آٹھہ یا نو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے آپ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلعم سے بیعت نہین کرتے ہمنے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم کیا ہم بیعت نہین کر چکے پہر آپ نے فرمایا کہ تم خدا کے رسول صلعم سے بیعت نہین کرتے ہمنے ہاتہہ بیعت کیواسطے پہیلایا ہمین ہم مین سے کوئی کہہ اٹہا کہ ہم تو پہلے بیعت کر چکے ہین اب یہ بیعت کونسی بات کیواسطے ہے آپ نے فرمایا کہ اس بات پر ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور اوسکا کوئی شریک نکرو اور پانچون وقت کی نماز پڑہا کرو اور برضا و رغبت اطاعت کرو اسکے بعد ایک کلمہ آہستہ سے فرمایا اور آدمیون سے کچھہ مت مانگو راوی کہتے ہین کہ ان لوگونمین سے بعض شخصون نے اس بیعت کو ایسا نباہا کہ اگر اونکا کوڑا گر پڑتا تو لوگون سے نہ کہتے کہ اسے اٹہا دو یعنے اسقدر سوال سے بہی احتراز کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ طمع فقیری ہے اور لوگونسے ناامید ہونا تو انگری ہے جو اونسے توقع منقطع کریگا وہ نئے پرواہ ہیگا اور بعض حکما سے کسی نے پوچہا کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ کم کرنا تمنا کا اور بمقدار کفایت پر راضی و قانع ہونے کا نام غنا ہے جیسا کہ سعدی فرماتے ہین

| | |
|---|---|
| ای قناعت توانگرم گردان | کہ ورای تو ہیچ نعمت نیست |

اور محمد بن واسع خشک روٹی پانی مین تر کرکے کہاتے اور فرماتے کہ جو اسپر قناعت کرے اوسکو کسی کی پروا نہین اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ تمہارے لیے دنیا جبہی تک اچہی ہے جب تک اوسمین مبتلا نہو اور تمہارے مبتلا ہونے کی خیر بہتر اسیقدر ہے جو تمہاری ہاتہونسے نکلجاوے یعنے مال دنیاوی مین سے بہتر وہ ہے جو خیرات مین صرف ہو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر روز ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ ای آدم زاد تجکو تہوڑا بقدر کفایت ملنا اس سے بہتر ہے کہ بہت ملے اور سرکشی مین ڈالے اور سمیط بن عجلان رح فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تیرا شکم بالشت بہر ہے پہر تجکو دوزخ مین کیون ڈالتا ہے اور ایک حکیم سے کسی نے پوچہا کہ تمہارا مال کیا ہے اونسے کہا کہ ظاہر مین تکلف نہ کرنا اور باطن سے میانہ روی اور لوگونکے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر ساری دنیا تیری ہی ہوجاوے تب بہی تجکو غذا کے سوا اور کچھہ نملیگا پس اگر میں تجکو صرف غذا ہی دون اور دنیا کا حساب اورون کی گردن پر رکہون تو یہ میرا تجپر کمال احسان ہے

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کوئی کسی سے کچھہ حاجت چاہے تو چاہیے کہ سہولت اور مانگ لے یہ نکرے کہ دوسرے کے پاس جا کر کہنا شروع کرے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو اسلیے کہ روزی تو جتنی مقدر ہے وہی ملیگی ناحق اتنی مشقت سے کیا حاصل اور بعض خلفاء بنی امیہ نے حضرت ابو حازم کو ایک خط لکھا اور اوسمین قسم دلائی کہ جو کچھہ آپ حاجت رکھتے ہون میرے پاس لکھہ بھیجیے اونہون نے جواب مین ارقام فرمایا کہ مینے اپنی سب حاجتین اپنے مولا کے سامنے پیش کین اوسنے جو منظور کی اوسکو مینے قبول کیا اور جو نامنظور کی اوسپر قناعت کی اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ عاقل کے لیے زیادہ تر خوشی کی بات کیا ہے اور ایسی کونسی چیز ہے جس سے اوسکا غم غلط ہو اونسے جواب دیا کہ اوسکے حق مین زیادہ خوشی کی بات عمل صالح کا توشہ بنانا ہے اور غم کے غلط ہونیکی چیز راضی ہونا خدا کے احکام پر اور بعض حکما کا قول ہے کہ مینے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ تر صابر ایذا پر حریص طامع کو اور زیادہ تر سہل گذران تارک دنیا کو اور بزرگ تر ندامت مین عالم نا پرہیزگار کو حق ہے ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی | چون عمل در تو نیست نادانی

واقع مین غنا و توانگری قناعت ہی کا نام ہے جیسا کہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎

قناعت توانگر کند مرد را | خبر کن حریص جہان گرد را

اور حضرت عمر رض نے ایکبار لوگونسے فرمایا کہ جسقدر خدا کے مال مین سے مین اپنے لیے حلال سمجھتا ہون تمکو بتائے دیتا ہون اول تو دو جوڑے کپڑے گرما و سرما کے لیے دوم سواری حج و عمرہ کے لیے سوم غذا جسطرح اور قریشی لوگونکی ہے نہ تو سب سے عمدہ کہاتا ہون نہ سب سے ادنی متوسط درجہ کی غذا ہے الا بخدا مجکو یہ معلوم نہین کہ میرے لیے اسقدر حلال ہے یا نہین یعنی حضرت عمر رض کو اس بات کا شبہہ تھا کہ کہین قدر کفایت سے یہ مقدار معیشت زیادہ نہو اور ایک اعرابی نے اپنے بھائی پر حرص کے باب مین عتاب کیا اور یہ کہا کہ بھائی تجکو کوئی چیز ڈھونڈہتی ہے اور تو کسی چیز کو ڈھونڈتا ہے جو تجکو ڈھونڈہتی ہے اوس سے تو نہین بچیگا یعنے موت آدمی کی طالب ہے جس سے کسی طرح مفر نہین اور جسکو تو ڈھونڈہتا ہے یعنے رزق وہ تجکو بے فکر و تردد پہونچیگا اور ایسا جان کہ موت جو نظر و نسے غائب ہے وہ گویا کہ موجود ہے اور جس حال مین تو اب ہے اوس سے تبدیل کیا جاوے گا معلوم ہوا ایسا ہوتا ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ حریص کبھی محروم نہین ہوتا اور زاہد کو رزق نہین ملتا یہ محض وہم و خیال ہے بلکہ اصل یہ ہے ؎

آنچہ نوشتہ قلم نشود بیش و کم | بس حرکت ہم سکون ہست مساوی ہمہ

اور شعبی سے روایت ہی کہ ایک صیاد نے ایک ہزار داستان پکڑی اوسنے پوچھا کہ تیرا مطلب مجھسے کیا ہے اوسنے کہا کہ تجھے ذبح کرکے کہاؤنگا اوسنے کہا کہ مجھہ مشت پر سے تیرا شکم تو سیر ہونا معلوم الا مین تین باتین ایسی بتاتی ہون جو تجکو میرے کہانے سے بہتر ہون گی ایک تو ابھی بتاؤنگی اور دوسری اُس پیڑ پر جاکر کہونگی اور تیسری پہاڑ پر بیٹھکر بتاؤن گی اوسنے کہا کہ اول بات تو کہہ اوسنے کہا کہ گذری بات پر افسوس مت کرنا پھر صیاد نے اوسکو چھوڑ دیا وہ اوڑکر پیڑ پر بیٹھی صیاد نے دوسری بات پوچھی اوسنے کہا کہ جو بات نہو سکتی ہو اوسکا یقین مت کرنا پھر اوڑکر پہاڑ پر جا بیٹھی اور صیاد سے کہا کہ تو بڑا بدنصیب ہی اگر مجھے ذبح کرتا تو میری پوٹلی مین سے دو موتی ڈیڑہ ڈیڑہ چھٹانک کے نکلتے وہ ہاتھہ مل مل ہو کر پچھتانے لگا اور کہا کہ تیسری بات بتا اوسنے کہا کہ تو پہلی دونون باتون کو بہول گیا تیسری کیسی بتاؤن دیکھہ مینے کہا تھا کہ گذری بات پر افسوس نکرنا مگر تو نے میرے چھوڑنے پر حسرت کی مینے کہا تھا کہ غیر ممکن بات کا یقین نکرنا لیکن تو نے یقین کرلیا یہ نجانا کہ میرا گوشت و پوست و پر وغیرہ ملاکر ڈیڑہ چھٹانک نہونگے پس میری پوٹلی مین دو موتی اتنے اتنے وزن کے کیسے ہو سکتے ہین یہ کہکر اوڑگئی یہ مثال آدمی کی طمع کی زیادتی کی ہے کہ طمع کے مارے حق بات نہین سوجھتی یہانتک کہ غیر ممکن بات کو بھی مان لیتا ہے سچ ہے ؎

| | | |
|---|---|---|
| بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند | | در آرد طمع مرغ و ماہی ببند |

اور ابن سماک کا قول ہے کہ توقع ایک رسی دل مین ہے جسسے آدمی کے پاؤن مین پہندا پڑا رہتا ہے اگر توقع دلسے نکالڈالے تو پاؤن بھی پہندے سے نکل جاوین اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علما کے دلون مین سے بعد حفظ اور تعقل کے علوم کو کون چیز کہو دیتی ہے فرمایا کہ طمع اور حرص نفس اور حاجتون کا طلب کرنا ایک شخص نے حضرت فضیل رحمہ سے تفسیر حضرت کعب احبار کی ارشاد کی پوچھی اونہون نے فرمایا کہ آدمی کسی چیز کی طمع مین اپنا دین کہو بیٹھتا ہے اور حرص نفس کا حال یہ ہی کہ سب چیزونکی طرف نیت ڈولتی ہے یہ چاہتا ہے کہ ساری چیزین میرے پاس آجاوین اسی غرض سے کبھی کسیکے پاس حاجت لیجاتا ہے کبھی کسیکی جب وہ شخص حاجت پوری کردیتا ہے تو گویا اب اسکی نکیل اوسکے ہاتھہ مین ہے جہان چاہتا ہے لیے پہرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کام لیتا ہے ؏ مرا نان دہ و کفش بر سر بزن + کا قصہ ہوتا ہے یہ شخص جہان اوسکو دیکھتا ہے خوشامد دنیاوی کے مارے سلام کرتا ہے اور بیمار پڑتا ہے تو اوسکی عیادت کرتا ہے مگر خدا کیواسطے نہ سلام ہے نہ عیادت پس اگر حاجت نہوتی تو اوسکے لیے اچھا ہوتا

پھر حضرت فضیل نے فرمایا یہ قول حضرت کعب رضہ کا سو حدیثون مسلسل سے بہتر ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ انسان مین بڑی تعجب کی بات یہ ہی کہ اگر بالفرض اوسکو سنا دیا جاوی کہ تو ہمیشہ دنیا مین رہے گا تو اسقدر عمر کی درازی مین جتنی حرص اسکو ہوگی اوس سے زیادہ اب کرتا ہی حالانکہ اب تھوڑے ہی دنونکی زندگی ہے اور آخر کو فنا کی توقع ہے اور عبد الواحد بن زید سے روایت ہی کہ میر اگذر ایک راہب پر ہوا مینے پوچھا کہ آپ کو کھانا کہان سے ملتا ہی اوسنے جواب دیا کہ جس شخص نے چکی یعنی میرے دانت بنائی ہین وہی اپنی عنایت کی کھلیان سے انمین ڈالدیتا ہے مجھکو پسا پسایا ملتا ہے

## پانچوان بیان حرص وطمع کا علاج اور اوس دوا کا ذکر جس سے کہ قناعت کی صفت حاصل ہو

واضح ہو کہ یہ دوا تین مفردات سے مرکب ہی صبر اور علم اور عمل اور پانچ باتون مین یہ سب آجاتی ہین اول عمل یعنی میانہ روی معیشت مین اور کفایت کرنی خرچ مین پس جو شخص بزرگی قناعت پر پہونچا چاہے اوسکو چاہیے کہ حتی الوسع خرچ کے دروازے اپنی نفس پر بند کرے اور ضروریات صرف پر اکتفا کرے اسلیے کہ جسکا خرچ اور دہش زیادہ ہوگی وہ قناعت نہین کرسکتا تو ضرور ہوا اگر مثلاً اکیلا ہو تو ایک موٹے کپڑے پر قناعت کرے اور کسی غذا پر اکتفا کرے اور جہانتک ہوسکے سالن کو کم کرے اور اسی کا عادی ہو اور اگر عیالدار ہے تو گھر کے لوگون مین سے ہر ایک کو ایسا ہی کرلے کیونکہ اتنی ہی مقدار معیشت ایک ادنی محنت سے مل سکتی ہے اور اسمین طلب بھی تھوڑی ہوگی اور زندگی میانہ روی سے گذریگی جو قناعت کے باب مین اصل ہی اور اسی کا نام رفق فی الانفاق یعنے خرچ مین نرمی کرنی ہے جسکا مذکور اس حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّهٖ اور فرمایا مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ اور فرمایا ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ خَشْیَةُ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَ الْعَلَانِیَةِ وَ الْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَ الْفَقْرِ وَ الْعَدْلُ فِی الرِّضٰی وَ الْغَضَبِ اور روایت ہی کہ ایک شخص نے حضرت ابو دردا رضہ کو زمین پر سے دانہ چنتی دیکھا کہ آپ اوٹھاتے جاتے ہین اور یہ فرماتے ہین کہ آدمی کی سمجھ کی دلیل ہے اگر اپنی زندگی کو سہولت سے بسر کرے اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِقْتِصَادُ وَ حُسْنُ السَّمْتِ وَ الْهَدْیُ الصَّالِحُ جُزْءٌ مِنْ بِضْعٍ وَ عِشْرِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ اور یہ بھی وارد ہے کہ اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ اور فرمایا مَنِ اقْتَصَدَ اَغْنَاهُ اللّٰهُ وَ مَنْ بَذَّرَ اَفْقَرَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ ذَکَرَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اور فرمایا اِذَا اَرَدْتَ اَمْرًا فَعَلَیْكَ بِالتُّؤَدَةِ حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰهُ لَكَ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا اس سے معلوم ہوا کہ خرچ مین کفایت کرنی بڑی ضرورت کی چیز ہے دوسرے یہ کہ اگر سردست بقدر کفایت آدمی کے پاس موجود ہو تو آیندہ کے لیے زیادہ اضطراب کرنا نہین چاہیے اور یہ بات آدمی مین

اور یہی سمجھ جاوے اگر اپنے امل کو مختصر کرے اور یہ تصور کرے کہ جو رزق مقدر مین ہے وہ ضرور پہونچیگا

| | | |
|---|---|---|
| ؂ آنچہ نصیب ست بہم می رسد | | ورنہ ستانی بستم می رسد |

اسمین حرص کرنی نکرنی مساوی ہے کچھہ حرص کرنے سے روزی نہین ملتی بلکہ خدا تعالی نے رزق پہونچانیکا وعدہ فرمایا ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ف۱ اور حرص آدمی مین شیطان کیطرف سے آتی ہے وہ ملعون دلمین ڈالتا ہے کہ زیادہ خرچ سے محتاج ہوجاوےگا اگر رکھہ چھوڑے گا تو بیماری اور عاجزی کیوقت در بدر بھیک مانگنی پڑیگی اور ذلیل و رسوا ہوگا اسطرح ہمیشہ طلب مال کی مشقت مین مبتلا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین آیندہ کو مشقت نہو اور پھر خود اوسکے حرکات پر ہنستا ہے کہ وہی مشقت کے خوف سے کیسا خاطر پریشان ہو رہا ہے اور خدا سے غافل ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ آگے کو مشقت ضرور ہوگی شاید کچھہ بھی نہو اور روایت ہے کہ دو لڑکے حضرت خالد رض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ نے اونکو ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہارے سر ملتے ہین یعنی زندگی بھر رزق سے نا امید مت ہو دیکھو انسان ماں کے پیٹ سے ننگا منگا پیدا ہوتا ہے پھر اللہ تعالی اوسکو روزی دیتا ہے اور ایکبار آپ کا گذر حضرت ابن مسعود رض پر ہوا وہ غمگین بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ رنج کرنا نہ کر کچھہ فائدہ ہے شدنی پیش آوےگی اور وہ رزق نصیب مین ہے وہ بیشک آویگا اور ایک حدیث مین ہے اَلَا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لِعَبْدٍ اِلَّا مَا کُتِبَ لَہٗ وَلَنْ یَّذْھَبَ عَبْدٌ مِّنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَہٗ مَا کُتِبَ لَہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ اور انسان حرص سے علیحدہ نہین ہوتا مگر اوس صورت مین کہ خدا تعالی کی تدبیر پر خوب بھروسا ہو یعنی یقین واثق رزق کے مقدر ہونے کا رکھتا ہو اور یہ کہ اگر طلب مین اجمال کرونگا تو ضرور ہی ملے گا بلکہ یون تصور کرنا چاہیے کہ اکثر یہی ہے کہ خدا تعالی بندہ کو ایسی جگہہ سے رزق پہونچاتا ہے جہان سے اوسکو گمان بھی نہین ہوتا چنانچہ خود فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ف۵ پس ایسی صورت مین اگر کسی وجہ سے اوسکا روزی ملتی تھی اور وہ بند ہوگئی تو دلمین بیتاب نہین ہونا چاہیے یون جاننا چاہیے کہ

| | | |
|---|---|---|
| ؂ خدا گر بحکمت ببندد دری | | کشاید بفضل و کرم دیگری |

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَبَی اللّٰہُ اَنْ یَّرْزُقَ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ اِلَّا مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اور حضرت سفیان رحمہ فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرنا چاہیے مینے کسی شخص کو جو خدا سے ڈرتا ہو محتاج نہین دیکھا یعنی خداوند کریم تقوی اور خوف والے کی ضرورتین ویسی ہی نہین

ف ۱ اور کوئی نہین چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اوسکی روزی ۱۲ [illegible]

ف ۵ جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے کر دے اوسکا گذارا اور روزی دے اوسکو جہان سے اوسکو خیال نہو ۱۲ خدا تعالی کو یہی منظور ہے کہ اپنے بندہ مومن کو ایسی جگہہ سے روزی پہونچے کہ اوسکو خیال نہو ۱۲ ابن حبان نے ضعفا مین بروایت علی نقل کی ہے اور اسناد اسکی ابن جوزی نے موضوعات مین نقل کی ہے ۱۲

چہوڑ دیتا بلکہ مسلمانونکی دلمین ڈالدیتا ہے وے اوسکی روزی دیجاتے ہین اور مفضل ضبی فرماتے ہین کہ مینے ایک اعرابی سے پوچہا کہ تمہاری وجہ معاش کیا ہے اوسنے کہا کہ حاجیون کے آنے سے بسر کرتا ہون مینے پوچہا کہ جب حاجی چلے جاتے ہین تب کیا کرتے ہو وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ اگر وجہ معاش معلوم ہی ہوا کرتی کہ فلان جگہہ سے ہوتی ہے تو زندگی ہی نہوتی اور حضرت ابو حازم کا قول ہے کہ میرے نزدیک دنیا مین دو چیزین ہین ایک تو وہ جو میرے لیے ہے پس اوسکو تو مین قبل وقت لی نہین سکتا گو آسمانون اور زمین کا زور لگاؤن اور ایک وہ جو اورون کی ہے پس وہ نہ پہلے مجکو ملی اور نہ آیندہ کو توقع کہ مجہے ملے اسلیے کہ جو شخص میرے حصہ کی چیز اورونسے بچاتا ہے وہی اورونکی چیز مجہسے بچاتا ہے پہر ان دونون چیزون مین مین اپنی جان کیون کہوؤن یہ علاج اس امر کے دور کرنے کے لیے ہی جو شیطان کیطرفسے افلاس کا خوف دل پر آتا ہے اسطرح جاننے اور خیال کرنے سے یہ دفع ہوجاتا ہے تیسرے یہ کہ قناعت کی فائدہ سے آگاہ ہو کہ اسکے باعث استغنا اور دلی بزرگی کی عزت حاصل ہوتی ہے اور حرص و طمع کی جہت سے رسوائی و ذلت جب یہ بات دلمین ٹہن جاویگی تو قناعت ہی کیطرف راغب ہوگا کیونکہ حرص مین مشقت اور طمع مین ذلت سے نہین بچتا اور قناعت مین صرف شہوات اور فضول سے صبر کرنیکی مشقت ہی اور یہ مشقت و تکلیف ایسی ہی کہ اسپر سوا خدا تعالی کے اور کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور اسی پر ثواب آخرت ہوتا ہی اور حرص طمع ایسی چیزونمین سے ہی جسکو لوگ دیکہہ سکتے ہین اور گناہ کا وبال اوسکے علاوہ ہی پہر کثرت طمع و حرص مین نفس کی بزرگی اور حق بات کی متابعت کی قدرت مفقود ہے کیونکہ کثرت حرص و طمع مقتضی اسبات کی ہے کہ لوگون سے بہت سے کام نکلین پہر ایسی صورت مین اونکو حق بات کا مائل کرنا کہان بن سکتا ہے بلکہ اونکی برائیان دیکہکر مداہنت اور اغماض کرنا پڑے گا جس سے کہ دین کی خرابی ہے اور جو شخص کہ پیٹ کی خواہشون پر نفس کی بزرگی کو ترجیح نہ دیوے وہ نرے بیوقوف اور ناقص الایمان ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عِزُّ الْمُؤْمِنِ اِسْتِغْنَاءُهٗ عَنِ النَّاسِ اس سے معلوم ہوا کہ آزادی اور عزت قناعت ہی مین ہے

| | |
|---|---|
| قناعت بہر حال اولے بود | کہ در ضمن آن چند معنی بود |

اور اسی بنا پر کسیکا قول ہے کہ جس سے چاہو بے پروا ہوجاؤ اوسکی نظیر اور اوسکی مانند ہوجاؤگے اور جسکی طرف دل چاہے حاجت لیجاؤ اوسکے پابند ہوجاؤگے اور جسپر چاہو احسان کرو اوسکے امیر بنجاؤگے چوتھی یہ کہ یہود اور نصاری اور ارازل اور احمقون اور اجلاف اور ننگے دہیون کی تنعم اور اونکی معیشت مین تامل کرے پہر احوال انبیا اور اولیا اور خلفاء راشدین و صحابہ اور تابعین کا دیکہے

اور انکے حالات سنے اور خود مطالعہ کرے اب چاہیے تو اجلاف کی مشابہت پیدا کرے خواہ اون لوگون کی اقتدا کرے جو خدا کی مخلوق مین سب سے زیادہ عزت رکھتے ہین اگر اقتدا عمدہ لوگونکی کریگا تو تہوڑی سی چیز پر قناعت کریگا اور قلیل پر صبر آسان ہوگا اور اس بات مین کوئی اسکا شریک بجز انبیا اور اولیا کے نہوگا لیکن اگر امر اول اختیار کریگا تو کچہہ حاصل نہوگا مثلاً اگر شکم سیری کے ہتم مین پڑے تو اسبات مین گدہا اوس سے افضل ہوگا اور اگر جماع کی لذت پانی مین مصروف ہو تو سور اس صفت مین بڑہکر ہے اور اگر زینت تن اور سواری مین تجمل منظور ہی تو اکثر کفار اسمین اوسکی بہ نسبت زیادہ ہونگے پانچوین یہ کہ مال کے جمع کرنے کا خطرہ سوچے کہ کیسے چوری اور تلف اور لوٹ کہسوٹ کا خوف لگا رہتا ہے اور جب ہاتہہ خالی ہوتا ہے تو ان سب باتون سے امن وچین مین رہتے ہین اور نیز آفات مال جو ہمنے ذکر کی ہین اونکو سوچے اور تصور کرے کہ اسکی بدولت جنت کے دروازہ سے پانسو برس تک دور رہونگا یعنے جب تہوڑی سی چیز بقدر کفایت پر قانع نہوگا تو اغنیا کے گروہ مین شامل ہوگا اور فقیرون کے دفتر سے خارج اور فقیر بہ نسبت مالدارونکے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے چنانچہ احادیث اس مضمون پر ناطق ہین اور یہ تامل پورا اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکہے زیادہ کو نہ دیکہے کیونکہ شیطان ہمیشہ آدمی کو دنیا مین بہکا کر زیادہ مالدارونکی طرف رغبت دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو کیون سستی کرتا ہے اور مالدار تو مزے اوڑاتے ہین اور خوراک و پوشاک اچہی رکہتے ہین اور دین مین آدمی کی نظر کمتر پر ڈالتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تو اپنے نفس پر اتنی تنگی کیون کرتا ہے اور اسقدر خوف خدا کیون ہے فلان شخص تو تجہسے زیادہ جانتا ہے تو وہ اتنا ڈرتا ہی نہین اور تمام لوگ تنعم مین مشغول ہین تو کیون اون سے جدا ہوتا ہے غرض کہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکہنا چاہیے چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجکو میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکہون زیادہ پر نظر نکرون اور حضرت ابوہریرہ رضی سے یہ حدیث مروی ہے کہ اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ ان پانچون باتون سے آدمی مین قناعت کی صفت آسکتی ہے اور سب کی ایک بات یہ ہے کہ صبر کرے اور امل کو کوتاہ کرے اور یہ سمجہے کہ ابد الآباد کی تمتع اور مزہ اوٹہانے کے لیے دنیا مین صبر کرنا چند ہی روز کا ہے جیسے بیمار آدمی دوا کی تلخی پر اسلیے صبر کرتا ہے کہ ہمیشہ اچہا رہون

## چہٹا بیان سخاوت کی فضیلت مین

جاننا چاہیے کہ اگر آدمی کے پاس مال نہو تو قانع اور کم حرص رہنا چاہیے اور اگر مال ہو تو ایثار اور

سخاوت اور سلوک کرنے مین کوتاہی نکرے اور بخل و امساک سے کوسون دور رہے کیونکہ سخاوت انبیا علیہم السلام کی اخلاق مین سے ہے اور نجات کی اصل اصول یہی ہے اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یون ارشاد فرمایا ہے کہ سخاوت جنت کی درختون مین سے ایک پیڑ ہے کہ اوسکی ٹہنیان زمین پر جھکی ہوئی ہین جو کوئی اونمین سے ایک ٹہنی پکڑ لیتا ہے وہ اوسکو جنت مین کہینچ لے جاتی ہے اور حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو معرفت جبریل علیہ السلام کے یہ قول اللہ تعالی کا پہونچا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جسکو مینے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اوسکی صلاحیت سخاوت اور حسن خلق پر منحصر ہے پس تمکو چاہیے کہ ان دونون چیزون سے جسقدر ہوسکے اسلام کی تعظیم کرو اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تک اسلام کے ساتھ رہو جب تک ان دونون باتون سے اوسکا اکرام کرو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے اولیا کو سخاوت اور حسن خلق ہی پر پیدا کیا ہے اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا عمل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اور سخاوت اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین خدا تعالی کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور دو بری جو عادتین کہ اوسکو محبوب ہین وہ حسن خلق اور سخاوت ہین اور جو اوسکو ناپسند ہین وہ خلق بد اور بخل ہین اور جب خدا تعالی کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہے تو اوس سے لوگونکی حاجتین پوری کراتا ہے اور مقدام بن شریح اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے جنت مین جاؤن آپ نے فرمایا اِنَّ مِنْ مُوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلَ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءَ السَّلَامِ وَحُسْنَ الْكَلَامِ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سخاوت جنت مین ایک درخت ہے جو سخی ہوتا ہے وہ اوسکی ایک شاخ پکڑ لیتا ہے اور اوسکے ذریعہ سے جنت مین داخل ہوتا ہے اور بخل بھی ایک درخت دوزخ مین ہے بخیل اوسکی ٹہنی پکڑتا ہے یہانتک کہ وہ شاخ اوسکو دوزخ مین ڈالدیتی ہے اور حضرت ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے رحیم بندون سے عطا کی درخواست کرو اور اونکی پناہ مین زندگانی بسر کرو کہ مینے اونمین اپنی رحمت بھردی ہے اور سخت دل والون سے کچھہ مت مانگو اونپر مینے اپنا غضب نازل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی کے گناہ سے درگذر کیا کرو اسلیے کہ جب وہ لغزش کرتا ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سخی لوگوں کا گھر ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے اور جنت سے اور لوگوں سے قریب رہتا ہے اور دوزخ سے دور اور بخیل اللہ اور جنت اور لوگوں سے دور رہتا ہے اور دوزخ سے قریب اور جاہل سخی خدا کے نزدیک عالم بخیل کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور سب دردوں میں زیادہ سخت بخل کا روگ ہے اور فرمایا اصنع المعروف الی من هو اهله والی من لیس باهله فان اصبت اهله فقد اصبت اهله وان لم تصب اهله فانت من اهله اور فرمایا کہ میری امت کے ابدال جنت میں نہ روزہ نماز کے سبب داخل ہونگے بلکہ نفس کی سخاوت اور سینہ کی سلامتی اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے باعث جنت میں جاوینگے اور حضرت ابوسعید خدری رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے اپنے بندوں کے لیے احسان کے واسطے کئی صورتیں بنادی ہیں ایک یہ کہ خیر وسلوک کرنا اونکو محبوب ہے دوم احسان وسلوک کرنے والوں کی محبت خلق کی دلمیں ڈالدی سوم احسان کے طالبوں کا منہ محسنوں کی طرف پھیر دیا چہارم داد و دہش اونپر ایسی آسان کردی جیسے خود اپنے خزانہ رحمت سے کسی قحط زدہ خشک زمین پر مینہ عنایت فرماتا ہے اور زمین اور انسانوں کو اوسکے سبب سے زندہ کرتا ہے اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک سلوک داخل صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرے وہ بھی اوسکے حق میں صدقہ ہی لکھا جاتا ہے اور جس خرچ سے آدمی اپنی عزت بچاوے وہ بھی صدقہ ہے اور انسان کسیطرح کا خرچ کرے پھر اوسکا عوض [illegible] اور فرمایا کل معروف صدقة والدال علی الخیر کفاعله والله یحب اغاثة اللهفان اور فرمایا کل معروف فعلته الی غنی او فقیر صدقة اور روایت ہے کہ خدا تعالی نے حضرت موسی کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل کرنا نچاہیے اسلیے کہ وہ سخی ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بھیجا اور اوسپر قیس بن سعد بن عبادہ کو حاکم مقرر کیا جب جہاد ہوا تو حضرت قیس نے لشکر کے لیے نو اونٹ [illegible] لوگوں نے یہ حال آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندانکی خصلت ہے آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس دنیا آتی ہو جب بھی اوس میں سے خرچ کرے کیونکہ وہ خرچ کرنے سے جاتی نرہے گی اور اگر دنیا جاتی ہو تب بھی خرچ کرنا چاہیے کیونکہ نہ خرچ کرنے سے پھر نہیں جاویگی اور پھر یہ شعر پڑھے قطعہ

| | |
|---|---|
| لا تبخلن بدنیا وهی مقبلة | فلیس ینقصها التبذیر والسرف |
| وان تولت فاحری ان تجود بها | فالحمد منها اذا ما ادبرت خلف |

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ مروت و رفعت اور کرم کسکو کہتی ہیں

| مال جب تک ہاتھہ سے جاتا نہین | | آدمی کے کام مین آتا نہین ہے |
|---|---|---|

اور واصل بن عطا کا نام غزال اس جہت سے پڑا کہ یہ غزالون یعنی کاتنے والون مین بیٹھتے اور جب کوئی عورت ضعیف دیکھتے تو اوسکو کچھہ دیدیا کرتے اور اصمعی سے روایت ہی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عتاب لکھا کہ شاعرونکو تم کیون دیتے ہو اونہون نے جواب مین لکھا کہ مال بہتر وہی ہے جس سے آدمی اپنی عزت بچاوے اور سفیان بن عیینہ سے جو کسی نے سخاوت کو پوچھا تو اونہون نے کہا کہ سخاوت یہ ہے کہ بہائیون کے ساتھہ سلوک کرے اور مال کو دیدالے پھر فرمایا کہ میرے باپ کو پچاس ہزار درم ترکہ سے پہنچے تھے اونکو تھیلیونمین بھر بھر بہائیون مین تقسیم کردیے اور کہا کہ مین خدا تعالے سے اپنے بہائیون کے لیے جنت چاہا کرتا تھا کیا مال سے اونکی ساتھہ بخل کرون یہ کبھی نہوگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ موجود چیز کو بہمہ تن ہمت دیڈالنا نہایت درجہ کی سخاوت ہے اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ لوگونمین سے تمہارے نزدیک کونسا محبوب ہی اوسنے کہا جسنے مجھے زیادہ دیا ہو اوس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہو جسنے تمنے زیادہ سلوک کیا ہو اوسنے کہا کہ پھر مجکو وہ محبوب ہی جس سنے مینے زیادہ سلوک کیا ہو اور عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو آدمی مجکو اپنے ساتھہ سلوک کرنے دے تو جسقدر میرا احسان اوسپر ہوگا اوسیقدر مین اوسکا احسان اپنے اوپر جانتا ہون اور خلیفہ مہدی رح نے شبیب بن شیبہ سے پوچھا کہ میرے گھر مین مین نے لوگونکا کیا حال دیکھا اونہون نے کہا کہ اے امیر المومنین مینے یہ دیکھا کہ کوئی کسیطرح تمنا لیکر جب تمہارے یہان آیا راضی ہی ہوکر پھرا اور ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کے سامنے دو شعر پڑہے جنکا مضمون یہ تھا کہ احسان جبھی احسان ہوتا ہے جب اپنے موقع پر ہو اسلیے ضرور ہے کہ آدمی اگر احسان کرے تو خدا کی راہ مین کرے یا اہل قرابت کو ورنہ احسان کرنا نچاہیے عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس مضمون سے تو آدمی بخیل ہوجاتا ہے مین تو بوچہار کیطرح لوگونکو دونگا اگر وہ اچھے لوگونکو پہنچیگا تو وہ اوسکے مستحق ہی تھے اور اگر برونکو پہنچیگا تو میری شان کے لائق ہوگا اب کچھہ حکایتین سخاوت والون کی لکھدی جاتی ہین محمد بن منکدر ام درہ سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تہین روایت کرتی ہین کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھہ اسی ہزار درم دو گونونمین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بہیجے آپ نے ایک طباق منگا کر اونکو لوگونمین تقسیم کردیا جب شام ہوئی مجھسے کہا کہ ہماری افطاری لاؤ مینے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھدیا اور کہا کہ آج جو آپ نے اتنا کچھہ بانٹا یہ نہوسکا کہ ہماری افطار کے لیے ایک درم کا گوشت ہی منگا دیتین آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے مجھے یاد دلاتین تو ایسا ہی کرتی

اور ابان بن عثمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
کو کچھ ضرر پہونچانا چاہیے اسکے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جاکر کہدیا کہ عبد اللہ رضی اللہ
عنہ نے آپکو کہا ہے کہ صبح کا کھانا میرے یہان کھانا لوگون نے اسکے کہنے پر عمل کیا صبح کو سب دار
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر مین جمع ہوئے کہ حتی کہ گھر مین جگہہ بھی نرہی آپ نے اونکے
آنے کا حال پوچھا اونہون نے ماجرا بیان کیا کہ تمہارا پیام فلانے کی معرفت اسوقت کی دعوت کا
پہونچا تھا آپنے سنتے ہی میوہ خرید کر اونکے سامنے رکھدیا اور کچھہ لوگون کو کھانا پکانے کے لیے معین کیا
ہنوز میوہ نکھا چکے تھے کہ دسترخوان بچھایا گیا اور سب کھا پیکر چلے گئے آپ نے اپنے کارپردازون سے
پوچھا کہ جسقدر آج خرچ ہوا ہے اتنا ہر روز ہوسکتا ہے یا نہین اونہون نے کہا کہ البتہ ہوسکتا ہے
آپ نے فرمایا کہ تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہان ہی کھانا کھایا کرین اور مصعب بن زبیر رض سے مروی ہے کہ
ایک سال امیر معاویہ حج کو تشریف لے گئے اور وہان سے پھر کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب داخل ہوئے
تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ تم انکی ملاقات
نکرنا نہ سلام علیک کرنا جب وہ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کا ہمپر دین ہے ہم ضرور اون سے ملینگے چنانچہ سوار ہوکر تشریف لے گئے اور اثنا راہ مین
سلام علیک کرکے قرض اپنے ذمہ کا یاد دلایا اسی اثنا مین اسی ہزار دینار ایک اونٹنی پر لادے ہوئے
حضرت امیر کے پاس آئے اور اس پر اتنا بوجھہ دینار کا تھا کہ چل نسکتی تھی زبردستی لوگ ہانک کر
لائے تھے اونہون نے پوچھا کہ اسمین کیا ہے لوگون نے تبلایا کہ اسی ہزار دینار ہین آپ نے فرمایا
کہ انکو معہ اس اونٹنی کے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہان پہونچا دو اور واقدی اپنے باپ سے واقدی
کا حال بیان کرتے ہین کہ اونہون نے ایک رقعہ خلیفہ مامون رح کو لکھا کہ مجھپر قرض بہت ہے اور اب
مجھسے اسپر صبر نہین کیا جاتا خلیفہ نے اوسکی پشت پر حکم لکھا کہ تم ایسے آدمی ہو جسمین دو عادتین یعنی سخاوت
اور حیا جمع ہین سخاوت کی باعث تو تمہارے پاس کچھہ نرہا اور حیا کے باعث تمنے کبھی اپنا حال ہمسے کہا
اب مینے ایک لاکھہ درم تمکو دلوائی ہین اگر تمہارے خاطرخواہ اور کارروائی کے لائق ہون تو خوب
ہاتھہ پھیلاؤ اور لوگونکو دو ورنہ قصور تمہارا ہی ہے خود کردہ را چہ علاج اور جسوقت تم خلیفہ رشید کیطرف سے
قاضی تھے ایک حدیث تمنے مجھسے بیان کی تھی کہ محمد بن اسحاق زہری سے راوی ہین اور زہری حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا
کہ اے زبیر جان رکھہ کہ بندون کے رزق کی کنجیان عرش کے مقابل ہین جسقدر کوئی بندہ خرچ کرتا ہے

اوسی قدر اللہ تعالے اوسکو بھیجدیتا ہے جو زیادہ کرتا ہے اوسکے لیئے زیادہ اور جو کم کرتا ہے اوسکے لیئے کم اتنھی اور تم تو مجھسے زیادہ جانتے ہو واقدی کہتے ہین کہ بخدا مجھکو خلیفہ مامون کے ایک لاکھ درم اتنے محبوب نہوئے جلتنا اس حدیث کا مضمون یاد دلانا اچھا معلوم ہوا اور ایک شخص نے حضرت امام حسن رضؓ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ای شخص تو نے جو مجھسے سوال کیا اسکا حق مجپر بہت ہی اور مجکو یہ جاننا بھی دشوار ہے کہ تجکو کیا دینا چاہیے اور جسقدر کا تو لائق ہے وتنا میرے پاس نہین علاوہ اسکے خدا کی راہ مین بہت دینا بھی تھوڑا ہی ہے میرے قبضہ مین تیری حاجت کے موافق تو نہین مگر جو تھوڑے سے پر قناعت کرے اور مجکو زیادہ دینے کے لیے کسی تکلف اور حیلہ کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کرون اوسنے عرض کیا کہ ای ابن رسول اللہ جو آپ دین گے مجھے قبول ہے اگر آپ دین گے تو مشکور ہون گا اور ندین گے تو معذور جانون گا آپ نے اپنے کاربرداز کو بلایا اور اوس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور حساب کرکے فرمایا کہ تین لاکھ درم مین سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ اوسنے پچاس ہزار درم لادیے آپ نے فرمایا کہ پانسو دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے اوسنے کہا کہ میرے پاس موجود ہین آپ نے اونکو بھی منگا لیا اور سب دینار و درم اوس سائل کے حوالہ کیے اور کہا کہ انکے لیجانے کو مزدور بلالاؤ جب مزدور آئے آپ نے اپنی چادر مزدوری مین اون مزدورون کے حوالہ کی آپ کے خادمون نے عرض کیا کہ اب ہمارے پاس دینار ہے نہ درم آپ نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ خدا تعالے اسکا ثواب بہت بڑا عنایت فرمائے گا۔ اور حکایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ بصرہ پر عامل تھے آپ کے پاس وہان کے قاری اکٹھے ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہمسایہ ہے کہ دنکو روزہ رکھتا ہے رات کو جاگتا ہے ہم مین سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ ویسا ہی ہو جاوے اوسنے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا ہے لیکن وہ ایسا محتاج ہے کہ اوسکے پاس اتنا بھی نہین جو جہیز دیسکے حضرت عبداللہ بن عباس کھڑے ہوئے اور لوگون کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر مین تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولکر اوسمین سے چھ تھیلیان نکالین اور فرمایا کہ انکو اوٹھالو اونھون نے اوٹھا لیا پھر فرمایا کہ یہ تو اچھی بات نہین کہ ہم ایک مسلمان آدمی کو ایسی چیز دین جو اوسکی شب بیداری اور روزہ مین خلل انداز ہو چلو ہم سب اوسکے مددمعاون ہوکر لڑکی کو رخصت کرادین ہر چند دنیا کی اتنی حقیقت نہین کہ مومن کو خدا کی عبادت سے روک لے لیکن ہم مین بھی اتنا تکبر نہین کہ اولیاء اللہ کی خدمت نکرین یہ کہکر آپ مع سب ہمراہیون کے تشریف لے گئے اور اوسکا کام حسب دلخواہ انجام ہوا اور روایت ہے کہ جب مصر مین خشک سالی ہوئی عبدالحمید بن سعد کا عہد تھا اونھون نے کہا کہ بخدا مین شیطان کو جتادون گا کہ مین اوسکا دشمن ہون لیس ارزانی کے وقت تک سب لوگون کے حاجات پوری کرتے ہے

بیان تھا کہ جب معزول ہو کر گئے تو سوداگرون کا قرض اونکے ذمہ دس لاکھ درم تھے اپنی بیبیون کا زیور گرو کر دیا جو پچاس کروڑ درم کا تھا اور جب یہ زیور چھٹ نہ سکا تو سوداگرون کو لکھ بھیجا کہ زیور کو بیچکر اپنا دام مجرا کر لو اور باقی ایسے لوگون کو دیدو جنکو میرے ہاتھ سے کچھ نہین پہونچا اور ابو طالب بن کثیر شیعہ تھا کسی سائل نے سوال کیا کہ بحق مرتضی علی رض تم اپنا فلان باغ مجکو دیڈالو اوسنے کہا کہ مین نے تجکو وہ بھی دیا اور اوسکے متصل کا باغ بھی دیا جو اوس سے دو چند سہ چند تھا اور ابو مرثد ایک سخی تھا کسی شاعر نے اوسکی تعریف کی اوسنے کہا کہ بخدا مین تنگدست ہون تجھے کچھ دے نہین سکتا الا یہ تدبیر ہے کہ قاضی کے یہان تو مجپر دس ہزار درم کی نالش کر مین اقبال دعوی داخل کرون گا پھر تو مجکو قید کرا دینا میرے گھر کے لوگ مجکو اتنا روپیہ دے کر چھوڑا لینگے شاعر نے ویسا ہی کیا شام نہوئی تھی کہ دس ہزار درم ابو مرثد کے خاندانیون نے دے کر اوسکو قید سے چھوڑا لیا اور معن بن زائدہ جسوقت دونون عراق کے عامل ہو کر بصرہ مین تھے اونکے دروازے پر ایک شاعر آیا اور مدت تک ٹھہر کر چاہتا رہا کہ کسی طرح اونکی ملازمت ہو مگر میسر نہوئی ایک روز ایک خادم سے کہا کہ جب امیر باغ مین تشریف لیجاوین مجکو اطلاع کر دینا خادم نے ویسا ہی کیا شاعر نے ایک شعر ایک لکڑی پر لکھکر اوس نہر مین ڈالدیا جسکے کنارے پر امیر باغکی سیر کر رہا تھا لکڑی پر جو نگاہ پڑی اوسکو اوٹھا کر جو دیکھا تو یہ شعر لکھا تھا ؎ ای سخای معن تو ہی اوس سے کہہ میرا سوال کوئی اوس تک ہی نہین تیرے سوا میرا شفیع + اسکو پڑھکر کہا کہ شاعر کو بلاؤ جب وہ سامنے آیا اوس سے کہا کہ تو نے یہ شعر کس طرح کہا ہے اوسنے وہی شعر پڑھ دیا امیر نے دس ہزار درم اوسکو دیے اور لکڑی کو اپنے بچھانے کے تلے رکھ لی دوسرے روز پھر اوسکو نکالکر پڑھا اور شاعر کو بلا کر ایک لاکھ درم دیے وہ لے کر سوچا کہ ایسا نہو کہ کہین پھیر لے لیوے اسی خیال سے چلدیا تیسرے روز امیر نے پھر اوس شعر کو پڑھکر شاعر کو بلایا جب وہ نملا تو کہا کہ میرے اوپر یہ واجب تھا کہ اوسکو اسقدر دیتا کہ میرے گھر مین نہ دینار رہتا نہ درم - اور ابو الحسن مدائنی کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر علیہم السلام حج کے لیے روانہ ہوئے راہ مین باربرداری سے بچھڑ گئے تو بھوکھ اور پیاس لگی اثناے راہ مین ایک بڑھیا اپنی جھونپڑی مین بیٹھی تھی تینون صاحبزادون کا جو گذر اوسپر ہوا پوچھا کہ تیرے پاس کچھ پانی ہے کہا کہ ہے یہ سنکر سواریون سے اوتر پڑے اوسکے پاس ایک چھوٹی سی بکری الگ کو بندھی تھی کہا کہ اوسکا دودھ نکالکر پی لو جب وہ دودھ نکالکر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی تیرے پاس ہے اوسنے عرض کیا کہ میرے پاس سوا اس بکری کے اور کچھ نہین اگر تم مین سے کوئی اسکو ذبح کر کے صاف کر دے تو مین پکا دون صاحبزادون مین سے ایک نے اسکی تعمیل کی بڑھیا نے

کھانا تیار کردیا وہ کھا پی کر سیر ہوئے اور سہ پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے لگے تو بڑھیا سے کہا کہ ہم لوگ قریشی ہیں اب حج کو جاتے ہیں وہاں سے اگر سلامت پھرینگے تو تو ہمارے پاس آئیو ہم تجھ سے سلوک کرینگے یہ کہکر تشریف لے گئے جب اوس عورت کا خاوند آیا تو اوسنے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح ہونا بکری کا بیان کیا وہ سنکر غصہ ہوا کہ میری بکری کیا جانے کسکو کھلادی پھر کہتی ہے کہ وہ قریش کے لوگ تھے پھر مدت کے بعد ان دونوں مرد و عورت کو مدینہ منورہ میں آنے کی ضرورت ہوئی وہاں پہونچکر اونٹ کی مینگنیاں جمع کرتے اور اونکو بیچکر اپنی گذران کرتے اتفاقاً ایکروز بڑھیا اوس طرف جانکلی جہاں حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے بڑھیا کو پہچانا مگر اوسنے نہ پہچانا آپ نے اپنے خادم کو بھیجکر اوسکو بلوایا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتی ہے اوسنے عرض کیا کہ میں نہیں پہچانتی آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جو فلاں روز تیرے یہاں مہمان ہوا تھا اوسنے عرض کیا کہ میرے ما اور باپ آپ پر قربان ہوں آپ وہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر آپ نے ایک ہزار بکریاں اور ہزار دینار بڑھیا کو دے کر اپنے خادم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا اونھوں نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھے میرے بھائی نے کیا دیا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریاں آپنے بھی اوسی قدر اوسکو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روانہ کردیا اونھوں نے پوچھا کہ حسنین علیہما السلام نے تجھکو کیا دیا کہا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں ہیں اونھوں نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں اپنے پاس سے دیں اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں اتنا دیتا کہ حسنین علیہما السلام کو دینا بڑا مشکل پڑتا غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اتنی ہی بکریاں لیکر اپنے خاوند پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اوس ایک بکری کا ہے کہ جسکو سرداران قریش نے کھائی تھی اور ایک بار عبداللہ بن عامر بن کریز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا اونکے پیچھے ہولیا اونھوں نے پوچھا کہ تجھے مجھ سے کچھ کام ہے اوسنے کہا کہ کوئی کام نہیں آپ تنہا جاتے تھے میں اس لیے ہولیا کہ خدانخواستہ راستہ میں اگر آپ پر کوئی بری بات پیش آوے تو میں اپنے اوپر اوسکو لوں اور بچاؤں عبداللہ نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر پر آکر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجھکو تیرے مربیوں نے تعلیم کی ہے جا ان دیناروں کو اپنے صرف میں لا اور روایت ہے کہ ایک قافلہ عرب کا اپنی قوم کے سخی کی قبر پر زیارت کو گیا اور دور سے چلکر وہاں پونہچا سب لوگ اوسکی قبر کے پاس مہمان ہوئے اس سخی کے یہاں ایک گھوڑا تھا بہت عمدہ تمام قوم میں مشہور تھا جب یہ لوگ رات کو سوئے تو ان میں سے ایک شخص نے اوسی مردے کو خواب میں دیکھا کہ یوں کہتا ہے کہ تو اپنا او[illegible]

بدلے تو مین گھوڑا تجھے دیکر اونٹ لیکر تم لوگون کی ضیافت کرون اسنے جواب دیا کہ بہت اچھا پھر دیکھا کہ وہ مردہ اوس اونٹ کی طرف گیا اور اوسکو ذبح کر ڈالا اور یہ اونٹ خوب فربہ تھا اتنے مین اس شخص کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقع مین اونٹ کی گردن سے خون جاری ہے اسنے اوٹھکر اوسکو ذبح کیا اور صاف کر کے گوشت قافلہ مین تقسیم کیا سبھون نے کھایا کر وہان سے مراجعت کی دوسرے دن راستہ مین اونکو چند سوار ملے ایک نے اون مین سے قافلہ والون سے پوچھا کہ تم مین فلان نام کا شخص کونسا ہے اور وہی نام لیا جو خواب دیکھنے والے کا تھا اوسنے جواب دیا کہ وہ شخص مین ہون اوس سوار نے کہا کہ تم نے فلان مردہ کے ہاتھ کچھ بیچا ہے اوسنے کہا کہ خواب مین مین نے اپنا اونٹ اوسکی ہاتھ گھوڑے کے عوض بیچا ہے اوسنے کہا کہ تو یہ لیجیے یہ اوسکا گھوڑا موجود ہے پھر کہا کہ وہ مردہ میرا باپ تھا اونکو اوسنے خواب مین مجھسے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو یہ گھوڑا فلان شخص کو دیدے سو مین نے تعمیل حکم کی اور ایک شخص قریشی کا گذر ایک عرب پر ہوا کہ راستہ مین اپاہج ہوکر بشدت مفلسی مرض سے پڑا تھا قریشی کو دیکھکر وہ کہنے لگا کہ میان صاحب ہماری کچھ مدد کرو اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ جو کچھ خرچ سے بچا ہو وہ اسکو دیدے غلام نے چار ہزار درم اوسکی گود مین اولٹ دیے اوسنے چاہا کہ انکو لیکر اوٹھے مگر ضعف کے مارے اوٹھ نسکا اور رو دیا قریشی نے پوچھا کہ تو شاید اسوجہ سے روتا ہے کہ جو مین نے دیا وہ کم ہے اوسنے کہا کہ یہ وجہ نہین بلکہ یہ سبب ہے کہ مجھکو یہ یاد آگیا کہ زمین تیرے کریم کو بھی کھاجاویگی اسی لیے رو پڑا اور عبد اللہ بن عامر نے خالد بن عقبہ سے اونکا گھر جو بازار مین تھا نوے ہزار درم کو مول لیا جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والون کے رونے کی آواز عبداللہ کے کان مین پہنچی پوچھا کہ یہ کیون روتی ہین لوگون نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے روتی ہین اپنے خادم کو آپنے فرمایا کہ تو اونکے پاس جاکر کہدے کہ مال اور مکان سب تمھارا ہے اور روایت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک بن انس رح کی خدمت مین پانسو دینار بھیجے یہ خبر لیث بن سعد رح کو پہونچی اونھون نے اونکی خدمت مین ہزار دینار روانہ کیے ہارون رشید نے لیث رح کو بلاکر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہو کیا وجہ کہ ہمنے پانسو بھیجے تو تمنے ہزار دیدیے اونھون نے کہا کہ یا امیر المومنین میرے مہان ہر روز ہزار دینار کا غلہ آتا ہے مجھے شرم آئی کہ ایسے شخص کو ایکدن کی آمدنی سے کیا کم دون لیث بن سعد رح کی سخاوت مشہور ہے یہی وجہ تھی کہ باوجود ہزار دینار آمدنی ہر روز کے اون پر زکوۃ واجب نہوئی اور ایکبار کسی عورت نے اونسے تھوڑا سا شہد مانگا تو اونھون نے ایک مشک شہد اوسکو دیا کسی نے کہا کہ اوسکا کام تو تھوڑے سے بھی نکل جاتا

آپ نے فرمایا کہ اوس نے اپنی حاجت کے موافق مانگا تھا ہمنے اوس قدر دیا جسقدر کہ خدا تعالے نے
ہمپر نعمت کی تھی اور یہ انکا دستور تھا کہ ہر روز جبتک تین سو ساٹھہ مسکینونکو کھانا اور صدقہ ندیتے
تب تک کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالتے اور اعمش روایت کرتے ہین کہ میری ایک بکری بیمار ہوئی
خیثمہ بن عبد الرحمن اوسکو صبح وشام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھایا یا نہین اور لڑکے بدون دودہ کے
کیسے صبر کرتے ہین اور یہ کہکر میرے بچھونے کے نیچے کچھہ رکھدیتے اور چلتے وقت کہہ جاتے کہ
بچھونے تلے سے جو کچھہ ہو نکال لینا بکری کی بیماری کے دنون مین میرے پاس تین سو دینار سے
زیادہ پہونچ گئے یہانتک کہ میرے دلمین یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہے
اسکی بیماری سے یہ کچھہ ملا اور عبد الملک بن مروان نے اسما بنت خارجہ سے کہا کہ مجکو تمھاری
چند خصلتون کی خبر پہونچی ہے اونکو مجھسے بیان کرو اونھون نے کہا کہ وہ باتین اگر غیر سے سنتے تو
مجھسے سننے کی نسبت بہتر ہوتا خلیفہ نے قسم دلائی کہ نہین تمھین کہو اونھون نے کہا کہ اے امیر المومنین
مین نے کبھی اپنے ہمنشین کے سامنے پانو نہین پھیلایا اور جب کبھی مین نے کھانا پکا کر لوگون کی
دعوت کی ہے تو جسقدر میرا احسان اونپر ہوا اوس سے زیادہ مین نے اونکا احسان اپنے اوپر
سمجھا اور جب کبھی کوئی شخص مجھسے کچھہ مانگنے آیا تو جو کچھہ مین نے اوسکو دیا کثیر نہین جانا اور سعید بن
خالد جو سخی شخص تھا سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اوسکا دستور یہ تھا کہ اگر دینے کو کچھہ نپاتا
تو سائل کو تمسک لکھدیتا کہ جب مجکو کہین سے کچھہ ملیگا مین یہ روپیہ ادا کرونگا خلیفہ نے
اوسکی صورت دیکھکر پوچھا کہ کیا حاجت ہے کہا کہ میرے ذمہ قرض ہے پوچھا کہ کسقدر ہے کہا کہ
تیس ہزار دینار کہا کہ تیس ہزار قرض کے اور اتنے ہی اور تمکو دیے جاوینگے اور روایت ہے
کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے اونکے اقارب اونکی عیادت کو نہ آئے اونھون نے جو سبب پوچھا
تو لوگون نے کہا کہ چونکہ تمھارا قرض اونکے ذمے ہے اسلیے وہ آتے ہوئے شرماتے ہین آپ نے
فرمایا کہ خدا مال کو ذلیل کرے یہ بھائیون سے بھی نہین ملنے دیتا پھر ایک پکارنے والے کو کہا کہ یون
پکاردے کہ قیس بن سعد کا جسکے ذمے کچھہ آتا ہو وہ معاف ہے اسکو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے
کہ آپکے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی اور ابو اسحاق کہتے ہین کہ مین نے ایک قرضخواہ کی تلاش مین
فجر کی نماز مسجد کوفہ مین پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک جوڑہ کپڑون کا اور
ایک جوڑہ جوتی کا کسی نے رکھا مین نے کہا کہ مین تو اس مسجد کے نمازیون مین نہین ہون
لوگون نے کہا کہ کچھہ مضائقہ نہین اشعث بن قیس کندی کل رات مکہ سے داخل کوفہ ہوئے ہین

اونھون نے حکم کیا ہے کہ ہر نمازی کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور جو تا عنایت کیا جاوے اور شیخ ابوسعید حرکوشی
نیشاپوری رح کہتے ہین کہ مین نے محمد بن حافظ مجاور سے سنا ہے کہ وہ بانی شافعی مجاور مکہ کے بیان کرتے تھے
کہ مصر مین کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے لیے کچھہ چندہ کر دیا کرتا تھا اتفاقا ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا وہ
اوس شخص کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا ہوا ہے اور اسوقت میرے پاس کچھہ ہی نہین ہے سنتے ہی
وہ شخص اوسکے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگون کے پاس لے گیا مگر کہین سے کچھہ نہ ملا پھر ایک آدمی کی
قبر پر آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی مین بہت کچھہ دیا کرتا تھا آج مین بہتون کے پاس گیا
اور اس شخص کے واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھہ ملے مگر حسب اتفاق سعی بیفائدہ ہوئی یہ کہکر ایک دینار
نکالا اور اوسکو خورد ہ کرکے آدھا سائل کو دیا اور کہا کہ یہ مین تمکو قرض دیتا ہون جب تمھارے پاس ہو تم
ادا کردینا وہ شخص آدھا دینار لیکر گھر چلا آیا اور لڑکے ہونے مین جو ضرورت تھی اوسکو انجام دیا رات کو
اوس مصری چندہ کرنے والے نے اوس قبر والے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہے کہ تو نے جو کچھہ
مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے سنا مگر چونکہ مجکو اجازت جواب کی نہ تھی اسواسطے مین جواب نہ دیسکا اب کہتا ہون
کہ تم میرے مکان پر جاکر میری اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودین وہان سے ایک برتن مین پانسو
دینار گڑے ہوئے نکلینگے وہ اون سے لیکر اوس لڑکے والے کو دیدو جب صبح ہوئی تو وہ شخص اوسکی اولاد کے
پاس گئے اور خواب کا قصہ بیان کیا اونھون نے اوسکو ٹھہرا کر جگہہ کھودی اور دینار لاکر رکھدیے کہ لیجاو
اوسنے جواب دیا کہ یہ تمھارا مال ہے میرے خواب کا کیا اعتبار ہے اونھون نے کہا کہ بھلا وہ تو مرنے پر سخاوت
کرتا ہے ہم جیتے جی کیسے نکرین غرض بعد رد و کد اس شخص نے دینار لے لیے اور لڑکے والے کے پاس
لاکر رکھے اور تمام ماجرا بیان کرکے کہا کہ اب یہ تمھارا مال ہے جو چاہو سو کرو اوسنے ایک دینار اوٹھا کر خورد ہ
کیا اوس مین سے نصف تو اوس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ مجھے اسیقدر کفایت ہے
باقی تمام فقیرون کو دیدو ابو سعید راوی اس حکایت کے کہتے ہین کہ مجھے نہین معلوم ان سب مین زیادہ
سخی کسکو کہنا چاہیے اور روایت ہے کہ حضرت شافعی رح جب مرض موت مین مبتلا ہوئے تو وصیت
کی کہ فلان شخص مجکو غسل دے بعد وفات کے اوس شخص کو حال وصیت کا سنایا گیا وہ شخص آیا اور ا
خرچ کی بہی منگا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اونکے ذمہ ستر ہزار درم قرض ہین اوسی وقت اونکے نام پر سے
اپنے نام کر لیے اور کہا کہ انکی مراد میرے غسل دینے سے یہی تھی کہ آلودگی قرض سے انکو مین صاف و پاک
کرون ابو سعید کہتے ہین کہ مین جب مصر مین گیا تو اس شخص کا گھر تلاش کیا لوگون کے بتلانے سے جو
مکان پر گیا تو اوسکی اولاد اور پوتون مین سے مین نے کچھہ لوگون کو دیکھا کہ بفحوای آیت کریمہ وکان ابوھما

قصہ [illegible] ۱۲

صالحا کے سبکے چہرے سے آثار خیر و فضل کے نمایان تھے اور انکے باپ کی خیر و برکت اونمین تاثیر کر گئی تھی اور شافعی رح کہتے ہین کہ مجھے جیسے حماد بن سلیمان کی ایک خبر پونہچی ہے تب سے مین اون سے ہمیشہ محبت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایکروز وہ سوار جاتے تھے حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا راستے مین ایک درزی سیتا تھا چاہا کہ اوتر کر اوسکو درست کرالین درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اوترین اور خود اوسکی ٹانکنے کو کھڑا ہو گیا اور درست کر دیا اونھون نے اوسکو دس دینار دلیے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ مقدار قلیل ہے اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ ایک شخص نے شافعی رح کی رکاب پکڑی آپ نے ربیع سے کہا کہ اسکو چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو اور ربیع زبانی حمیدی کے انھین کا قصہ یون کہتے ہین کہ جب صنعا سے مکہ کو تشریف لاتے تھے مکہ معظمہ سے باہر آپ نے ڈیرہ ڈالا اور دس ہزار دینار جو پاس تھے اونکو ایک چادر پر پھیلا یا پھر جو کوئی آپ کے پاس آتا گیا اوسکو مٹھی بھر بھر دیتے گئے یہانتک کہ ظہر کی نماز اونکو تمام کرکے پڑھی اور ابی ثور انکا حال یون کہتے ہین کہ جب شافعی رح نے مکہ معظمہ کو جانا چاہا تو انکے پاس مال تھا مگر بہت کم رہتے دیا کرتے تھے سخاوت کے سبب کبھی جمع نکرتے تھے مین نے کہا کہ اگر آپ اس مال کے عوض کوئی جایداد مول لے لین تو آپکو اور آپ کی اولاد کے کام آوے آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہان سے جو پھرے تو مین نے اوس مال کا حال پوچھا فرمایا کہ مکہ معظمہ مین تو کوئی جایداد مجکو نہ ملی اسلیے کہ اکثر وہان کی جایداد وقف ہے اوسکا خریدنا جائز نہین مگر منیٰ مین مین ایک فرودگاہ بنا آیا ہون کہ ہمارے ساتھی حج کے دنون مین اوسی مین اوترا کرین بعد اوسکے دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار

ولیک کافی نہین مال ایسا کیجیے
متاع اتنی نہین جس سے اب سخا کیجیے

بہت سے کام ہین جنکو کہ چاہتا ہے دل
ہی نفس کو یہ تمنا کبھی نہ بخل کرے

اور محمد بن عباد مہلبی راوی ہین کہ میرے باپ رح خلیفہ مامون کے پاس گئے خلیفہ نے ایک لاکھ درم اونکو دیے جب خلیفہ کے پاس سے اوٹھے سب خیرات کر ڈالے یہ خبر خلیفہ کو پونہچی بلاکر عتاب کیا میرے باپ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین موجود چیز کے ندینے سے معبود کی طرف بدگمانی ہوتی ہے خلیفہ خوش ہوئے اور دو لاکھ اور دیے اور ایک شخص نے سعید بن العاص سے کچھ مانگا اونھون نے ایک لاکھ درم دلوا دیے وہ شخص رونے لگا آپنے سبب گریہ پوچھا کہا کہ اس سبب سے روتا ہون کہ زمین تجھ جیسے کو بھی نہ چھوڑے گی یہ سنکر ایک لاکھ اور دیے اور ابو تمام شاعر ابراہیم بن شکلہ کے پاس قصیدۂ مدح کہکر لے گیا ابراہیم بیمار تھے قصیدہ رکھ لیا اور اپنے دربان سے کہا کہ جو اسکی شان کے لائق ہو وہ اسکو دیدو اور کہدو کہ اگر مین نے مرض سے صحت پائی تو اسکی مکافات کرون گا

شاعر دو مہینے تک اسی توقع میں ٹھیرا رہا آخر گھبرا کر امیر کو یہ لکھا قطعہ ہے قبول مدح کی اعطای زر تمہیں حرام
پر تعجب ہے نہیں قائل ہو تم اسبابکے ٭ گر کرو تاخیر دینے میں کبھی اتنا دماغ + ہم ہیں بندہ اوسکے جو اس ہاتھہ لے
اوس ہاتھہ دے ٭ جب یہ اشعار امیر نے پڑھے حاجب سے پوچھا کہ کتنی مدت سے ٹھیرا ہوا ہے اوسنے کہا کہ دو مہینے
سے کہا کہ اسکو تیس ہزار درہم دیدو اور قلمدان منگا کر اشعار کا جواب یون لکھا قطعہ تمنے جلدی کی تو ہم نے
بھی دیا جو بن سکا ٭ اسقدر تھوڑا نہوتا لیتے گر تاخیر سے + تم یہ سمجھو ہمنے کچھہ تعریف میں لکھا تھا +
ہم یہ جانیں گے درم ہمنے نہیں ہرگز دیے + اور روایت ہے کہ حضرت عثمان رضہ کے پچاس ہزار درہم
حضرت طلحہ رضہ کے ذمہ تھے ایک روز حضرت عثمان رضہ مسجد کو تشریف لیے جاتے تھے کہ حضرت طلحہ رضہ
نے فرمایا کہ آپکا مال موجود ہے اوسکو لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ وہ میں نے آپ ہی کو دیا تا کہ آپکی
مروت یعنی سخاوت پر مدد و معاون ہو اور سعدی بنت عوف کہتی ہیں کہ میں ایک روز حضرت طلحہ رضہ
کیخدمت میں گئی آپ کو کچھہ مکدر دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ میرے پاس کچھہ مال جمع ہو گیا
ہے اوسکا تردد ہے میں نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہے اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دو آپ نے غلام کو بھیجکر
سبکو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا میں نے خادم سے پوچھا کہ کسقدر تھا کہا کہ چار لاکھہ درم تھے اور ایک
اعرابی نے انھیں حضرت رضہ کیخدمت میں حاضر ہو کر کچھہ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھہ بیان کی آپ نے
فرمایا کہ مجھسے قرابت کی وجہ سے آج تک کسی نے نہیں مانگا تھا میرے پاس ایک قطعہ زمین ہے جسکے
حضرت عثمان رضہ تین لاکھہ درم دیتے ہیں اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اوسکا دام تجھکو دیدون اوسنے
دام ہی طلب کیا آپ نے وہ زمین حضرت عثمان رضہ کو دے کر قیمت مذکورہ حوالہ کی اور روایت ہے
کہ ایک روز جناب علی مرتضی رضہ روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ سات روز
سے میرے یہان کوئی مہمان نہیں آیا مجھے یہ ڈر ہے کہ خدا تعالے نے کہیں مجھے ذلیل تو نہیں کیا
اور ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اوسنے پوچھا کہ آپ کیسے آئے کہا کہ میرے
ذمہ چار سو درم ہیں اوسنے چار سو درم تولکر حوالہ کیے اور گھر میں روتا ہوا آیا بیوی نے کہا کہ اگر تمکو
ان درمون کا دینا شاق تھا تو نہ دیے ہوتے اوسنے کہا کہ میں اس لیے روتا ہون کہ مجھکو اوسکا حال
بدون اوسکے کہے نہ معلوم ہوا میں اگر خود جویا رہتا تو اوسکے مانگنے کی کیون حاجت پڑتی

**ساتواں بیان بخل کی مذمت میں** اللہ تعالے جل شانہ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ
نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور فرمایا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور فرمایا

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّهٗ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰٓی اَنْ یَّسْفِكُوْا دِمَآءَهُمْ وَیَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَهُمْ اور ایک حدیث مین فرمایا بخل سے بچو اسلیے کہ اوسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خونریزی اور حرام چیزون کے حلال جاننے اور قطع ارحام مین مبتلا ہوے اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِیْلٌ وَّلَا خَبٌّ وَّلَا خَآئِنٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَةِ اور بعض روایتون مین وَلَا جَبَّارٌ اور وَلَا مَنَّانٌ بھی آیا ہے اور فرمایا ثَلٰثٌ مُّهْلِکَاتٌ شُحٌّ مُّطَاعٌ وَّهَوًی مُّتَّبَعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ ثَلٰثَةً اَلشَّیْخَ الزَّانِیَ وَالْبَخِیْلَ الْمَنَّانَ وَالْمُعِیْلَ الْمُخْتَالَ اور فرمایا کہ خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخصون کے بدن پر دو کرتے لوہے کے ہون چھاتی سے لیکر ہنسیر گردن تک خرچ کرنے والا جسقدر خرچ کرتا جاتا ہے وہ کرتا پھیلتا جاتا ہے اور کڑیان ڈھیلی ہوتی جاتی ہین یہانتک کہ اونگلیون تک پہونچ جاوے اور بخیل جتنا خرچ مین بخل کرتا ہے اوتنا ہی اوس کرتے کی کڑیان سکڑتی ہین اور جہانکی تہان گڑ جاتی ہین ہوتے ہوتے جب گلا دبنے لگتا ہے تو پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہین سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور ایک حدیث مین ہے کہ ظلم سے بچو اسلیے کہ ظلم قیامت مین اندھیرا بنجاوے گا اور فحش سے بھی بچو کیونکہ خدا تعالی کو فاحش اور متفحش دونون ناپسند ہین اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اوسنے تم سے پہلے لوگون کو ہلاک کردیا اونکو بخل نے جھوٹ بولنے کو کہا تو جھوٹ بولے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوئے قطع رحم کے لیے اوبھارا تو ویسے ہی ہوگئے اور ایک حدیث مین ہے کہ شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین شہید ہوا تو ایک عورت نے اوسکو روتے ہوے کہا ہای میرے شہید آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ شہید ہے شاید اسنے کوئی کلام بے فائدہ کیا ہو یا ایسی چیز پر بخل کیا ہو جو دینے سے کم نہوتی اور حضرت جبیر بن مطعم رض فرماتے ہین کہ غزوہ حنین سے پھرنے کے وقت ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب چلے آتے تھے کہ اثناے راہ مین چند عرب آپکے گرد ہوئے اور کچھ مانگنے لگے اور یہانتک مضطر کیا کہ آپ ایک ببول کے درخت کیطرف ہوگئے تو چادر اوسمین اولجھ رہی آپ نے ٹھہر کر ارشاد فرمایا کہ میری چادر مجھے دیدو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اگر ان کانٹون کے عدد کے موافق میرے پاس چوپائے ہون تو مین تمھین دے ڈالون پھر نہ تم مجکو بخیل جانو نہ جھوٹا اور نہ نامرد اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار مال تقسیم کیا مین نے عرض کیا کہ ان لوگون کی نسبت

اور لوگ اس مال کے زیادہ مستحق تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی طرف سے مجھے ان دو باتون مین اختیار ہے یا تو برا بھلا کہکے مجھسے مانگ لین یا مجکو بخیل کہین مگر مین بخل نہین کرتا یعنے بخیل نہ کہلانے کی وجہ سے انکی سخت گوئی پر صبر کرتا ہون اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اونٹ کا مول مانگا آپ نے اونکو دو دینار دیے جب وہ آپ کے پاس سے نکلے تو حضرت عمر رض اونکو ملے اونھون نے حضرت کی تعریف کی اور شکریہ بیان کیا حضرت عمر رض نے خدمت جناب رسالت مآب مین حاضر ہوکر جو کچھ اونکا قول سنا تھا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونھون نے باوجود قلت دہش کے ایسا کہا لیکن فلان شخص کو مین نے دس سے زیادہ اور سو سے کم دیے ہونگے مگر اوسنے کچھ بھی نہ کہا تم مین سے بعض شخص مانگنے آتے ہین مگر جب مانگی مراد بغل مین دبا کر جاتے ہین گویا دوزخ کی آگ بغل مین ہوتی ہی حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ پھر جو چیز دوزخ کی آگ ہے وہ آپ کیون دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ بدون مانگے نہین مانتے اور بخل کو میرے اوپر خداے تعالے نہین مانتا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جود اللہ تعالے کی جود سے ہے تم جود کرو کہ خداے تعالے تمپر جود کرے جان رکھو کہ خداے تعالے نے بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اوسکی جڑ درخت طوبی کی جڑ مین مستحکم کی اور اوسکی ٹہنیونکو سدرۃ المنتہے کی شاخون مین بستہ کیا اور بعض ٹہنیون کو دنیا مین لٹکا دیا پس جو شخص اوسکی کسی شاخ سے لپٹ گیا جنت مین داخل ہوا جان رکھو کہ سخاوت ایمان مین سے ہے اور ایمان جنت مین جاویگا اور خدا تعالے نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اوسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم یعنی سیہنڈ کی جڑ مین ہے اور اوسکی کچھ ٹہنیون کو دنیا مین جھکا دیا ہے جو کوئی اوسکی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہی دوزخ مین جاتا ہے یاد رکھو کہ بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ مین جائیگا اور ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت وہ درخت ہے جو جنت مین اوگتا ہے پس جنت مین وہی داخل ہوگا جو سخی ہوگا اور بخل وہ درخت ہے جو دوزخ مین جمتا ہے تو دوزخ مین وہی داخل ہوگا جو بخیل ہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کے قاصدون سے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے اونھون نے عرض کیا کہ ہمارا سردار جد بن قیس ہے مگر وہ ایسا شخص ہے کہ تھوڑا سا بخل رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ روگ کونسا ہوگا تمھارا سردار وہ نہین بلکہ عمر بن جموح ہے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب انھون نے اپنا سردار جد بن قیس کو بتلایا تو آپ نے پوچھا کہ تم اوسکو کس وجہ سے سردار جانتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ اوسکے پاس ہم سب سے زیادہ مال ہے مگر باین ہمہ ہم اوسکو متہم بخل کے ساتھ بھی کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ کونسا مرض ہے وہ تمھارا سردار نہین ہے تب انھون نے عرض کیا کہ پھر ہمارا

سردار کون ہے آپ ہی ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تمہارا سردار بشر بن البراء ہے اور حضرت علی رضی
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَخِيْلَ فِيْ حَيَاتِهِ السَّخِيَّ عِنْدَ مَوْتِهِ اور حضرت ابوہریرہ
سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سخی گنہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے اور یہ حدیث بھی انہیں سے مروی
ہے کہ بخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہوتے اور یہ بھی فرمایا کہ دو عادتیں ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں بخل اور
بدخلقی اور فرمایا لَا يَنْبَغِيْ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّكُوْنَ بَخِيْلًا وَّلَا جَبَانًا اور فرمایا کہ تم میں سے کہنے والے یوں کہتے ہیں
کہ بخیل بہ نسبت ظالم کے معذور ہے حالانکہ خدا کے نزدیک بخل سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں
خداوند کریم اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ نہ بخیل جنت میں جاوے گا اور نہ شحیح یعنی نہ وہ شخص کہ
اپنا مال اوروں سے روکے اور نہ وہ شخص کہ غیروں کو دیتے دیکھکر جلے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایکبار طواف خانہ کعبہ کرتے تھے دیکھا کہ ایک شخص پردہ کعبہ سے لگا ہوا کہتا ہے کہ الٰہی بحرمت
اس خانہ کے میرا گناہ معاف فرما آپ نے اوس سے پوچھا کہ تیرا کیا گناہ ہے مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا
کہ میری خطا بیان سے زیادہ ہے آپ نے پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا زمین ہمہ طبقات اوسنے کہا کہ میری
خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا پہاڑ عرض کیا کہ میری خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا
قصور زیادہ ہے یا سمندر عرض کیا کہ میرا قصور زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا گناہ بڑھکر ہے یا سب آسمان
عرض کیا کہ میرا گناہ بڑھکر ہے پھر پوچھا کہ تیری تقصیر زیادہ ہے یا عرش اوسنے کہا کہ میری تقصیر
پھر پوچھا کہ تیرا گناہ زیادہ ہے یا خداوند کریم اوسنے عرض کیا کہ خدا ے تعالے بہت بڑا ہے آپنے
فرمایا کہ تیرا برا ہو اوسکو مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مالدار آدمی ہوں مگر جب سائل
مانگنے آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شعلہ آگ کا میرے سامنے ہے آپنے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ ہو
اپنی آگ سے مجھے مت جلانا قسم ہے اوس ذات کی جس نے مجکو ہدایت اور کرامت کے ساتھ بھیجا ہے اگر تو
رکن اور مقام کے درمیان کھڑا ہو کر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور پھر اوتنا روے کہ تیرے آنسوؤں سے
نہریں بہ نکلیں اور درخت سیراب ہو جاویں اور پھر بخل کی حالت میں تیری موت ہو تو خدا ے تعالے
تجکو دوزخ میں اوندھے منہ ڈالے گا تیرا برا ہو کیا تجھے معلوم نہیں کہ بخل کفر کا ایک حصہ ہے اور کفر دوزخ میں
رہے گا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ آثار حضرت ابن عباس رضی
فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالے نے جنت عدن پیدا کی تو اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو مزین ہو وہ آراستہ ہوئی
پھر فرمایا کہ اپنی نہریں ظاہر کر اوسنے چشمہ سلسبیل اور عین کافور اور آب تسنیم نکالے جنسے باغہائے
جنت میں شراب اور شہد اور دودھ کی نہریں بہنے لگیں پھر ارشاد ہوا کہ اپنی کرسی تخت پردہ زیور

۱ جانتا ہے اوس کا ادب بخاری نے الصدق
ہو وابی نے زہد میں بسند جی
ہو وہ مرسل ہے ۱۲
۲ ابو منصور نے اسکو بیان
کیا ہے اور مجھ کو اوسکی
سند نہیں ملی ۱۲
۳ ترمذی نے نقل کیا ہے ۱۲
۴ نسائی نے نقل کیا ہے
اور اوسکی سند میں خلاف ہے ۱۲
۵ ترمذی نے بروایت ابوسعید
۶ کسی جگہ ماذا رکوئی بائی
کہ بخیل بانادر و مرد ۱۲ اسکی سند
ان الفاظ سے نہیں ملی ۱۲
۷ حدیث
بتمامہ نہیں ملی اور شیخین کی
جنت میں بخاری ترمذی
میں بروایت ابی بکر
صدیق منقول ہے ۱۲
۸ یہ حدیث باطل ہے
اسکی کچھ اصل نہیں ۱۲
۹ سورہ محمد کی آیت کو ۱۲

لباس و حور عین ظاہر کر او سنے تعمیل ارشاد کی پھر خدا تعالے نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ کچھ بول وہ بولی کہ جو شخص مجھہ مین رہے گا وہ کیا اچھا ہوگا ارشاد ہوا کہ قسم ہے اپنی عزت کی بخیل کو تجھہ مین جگہہ ندونگا اور امام المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی بہن کا قول ہے کہ تف ہے بخیل پر اگر بالفرض بخل کرتا ہوتا تو مین کبھی نہ پہنتی اور اگر راستہ ہوتا تو کبھی نہ چلتی اور طلحہ بن عبید اللہ رح فرماتے ہین کہ ہمکو اپنے مال مین وہی صورت پیش ہوتی ہے جو بخیلون کو پیش آتی ہے مگر یہ فرق ہے کہ ہم صبر کرتے ہین۔ اور محمد بن منکدر فرماتے ہین کہ پہلے یون مشہور تھا کہ جب اللہ تعالے کسی قوم کی برائی چاہتا ہی تو اون پر اون مین سے برون کو حاکم کر دیتا ہے اور اونکا رزق اونکے بخیلون کے ہاتھ مین دیدیتا ہے اور حضرت علی رض نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ ایماندار اپنے مالکو دانتون سے پکڑے گا حالانکہ اسکا حکم اوسکو نہین چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہین کہ شح بہ نسبت بخل کے زیادہ سخت ہے اسلیے کہ شحیح دوسرے کے مال پر بخل کرتا ہے اور اپنا مال بھی نہین دیتا اور بخیل وہی ہے جو اپنے مال پر بخل کرتا ہے اور شعبی رح فرماتے ہین کہ مین نہین جانتا کہ جھوٹ اور بخل مین سے کونسا دوزخ مین زیادہ نیچے جاویگا۔ اور روایت ہے کہ نوشیروان عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے اوسنے ہندی حکیم سے کہا کہ کچھ کہو اوسنے کہا کہ آدمیون مین سے بہتر وہ ہے جو ملاقات مین سخی ہو اور غصہ مین ہوشیار اور کہنے مین متامل و رفعت مین تواضع کرنے والا اور قرابت والون پر شفقت کرنیوالا پھر حکیم رومی نے کہا کہ بخیل کا مال اوسکے دشمن کو پہونچتا ہے اور جو شخص شکر گزار کم ہو اوسکا مطلب نہین ملتا اور دروغگو مذموم ہوتے ہین اور چغلخور فقیر ہو کر مرتے ہین اور جو شخص کسی دوسرے پر رحم نہین کرتا خدا تعالے اوسپر ایسے کو مسلط کرتا ہے جو اوسپر رحم نکرے اور ضحاک رح نے اس آیت یعنی اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ اغلال سے غرض بخل ہے یعنے اللہ تعالے نے اونکے ہاتھونکو خدا کی راہ پر خرچ کرنے سے روک دیا ہے تو اونکو راہ ہدی نہین سوجھتی اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ ہر صبحکو دو فرشتے یون پکارتے ہین کہ الہی بخیل کا مال جلدی تباہ کر اور خرچ کرنیوالے کیلیے جلد اوسکا عوض بھیج اور اصمعی رح کہتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی کو سنا ہے کہ وہ ایک شخص کی صفت کہتا تھا یعنے یون کہا کہ فلان شخص میری نظرون مین حقیر ہو گیا باینوجہ کہ دنیا اوسکی نظرون مین بڑی ہے اور سائل کا سامنے آنا اوسکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ملک الموت آیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہین کہ مین کسی بخیل کو عدل نہین جانتا اس لیے کہ بخل کے مارے آدمی اپنے حق سے زیادہ لیا کرتا ہے

ف اور نہ بھلا دو بڑائی آپس مین ۱۲

ف ہمنے ڈالدین اونکی گردنون مین طوق سو وہ ہین ٹھوڑیون تک ۱۲

اس خوف سے کہ کہین خسارہ مین نہ ہون پس جسکا یہ حال ہوا وہ امانت کے قابل نہین ہے اور حضرت علی رض کا قول ہے کہ کریم آدمی کبھی اپنا حق کامل نہین لیتا چنانچہ خدای تعالے فرماتا ہے عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ اور جاحظ رح کہتے ہین کہ لذات مین سے صرف تین چیزین باقی ہین بخیلون کو برا کہنا اور بھنا گوشت کھانا اور خارش کا کھجلانا اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہین کہ بخیل کی غیبت کرنی غیبت مین شمار نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا اِنَّكَ اِذًا لَبَخِيْلٌ یعنے تو اس صورت مین بخیل ہے پس بخیل کو بخیل کہنا اس حدیث سے جائز ہوا اور ایک عورت کی تعریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی کہ روزہ دار اور شب بیدار ہے الا اوسمین بخل بھی ہے آپنے فرمایا کہ تو پھر اوسمین کچھ خیر نہین اور بشر رح کا قول ہے کہ بخیل کیطرف دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہے اور بخیلون کی ملاقات سے ایماندارون کے دل کرب ہوتا ہے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دل سخیون کی دوستی ہی چاہتا ہے گو وہ بدکار ہی ہون اور بخیلون سے دل نفرت ہی آتی ہے گو وہ نیک ہی ہون اور ابن معتز رح کا قول ہے کہ جو شخص سب لوگون مین مال کا زیادہ بخل کرتا ہے وہ آبرو اپنی سب سے زیادہ دیتا ہے اور حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام شیطان لعین سے ملے اور اوس سے فرمایا کہ مجھکو یہ بتا کہ لوگون مین سے تیرے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے اور زیادہ ناپسند کون اوسنے عرض کیا کہ زیادہ تر محبوب تو مومن بخیل ہے اور زیادہ ناپسند بدکار سخی آپ نے اسکا سبب پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ اسلیے کہ بخیل کو تو اوسکا بخل ہی کافی ہے میری کچھ ضرورت نہین اور جو سخی بدکاری کرتا ہے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ کہین سخاوت کی جہت سے خدای تعالے اوسکی خبر نہ لیوے اور پھر وہ میرے بس کا نہ رہے مقبول خدا ہو جاوے پھر ابلیس کہتا چلا گیا کہ اگر تم یحیی نہوتے تو ہرگز نہ بتلاتا

**بخیلون کی حکایات**

روایت ہے کہ بصرہ مین ایک بخیل مالدار تھا کسی ہمسایہ نے اوسکی دعوت کی اور قیمہ انڈون کے ساتھ پکا ہوا سامنے رکھا وہ بہت سا کھا گیا اور پھر پانی بار بار پینے لگا یہانتک کہ پیٹ پھول گیا اور کرب کے مارے مرنے اور پیچتاب کھانے لگا جب بہت برا حال ہوا تو اوسکی کیفیت طبیب سے بیان کی گئی طبیب نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین تو قی کر ڈال اوسنے جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہے مگر جو غذا عمدہ مین نے کھائی ہے وہ تو نہ دونگا اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی شخص کی تلاش مین نکلا وہ انجیر کھا رہا تھا جسکو عربی مین تین کہتے ہین جب اعرابی کو دیکھا اوسکو چادر تلے چھپا دیا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف مین سے پڑھو اوسنے کہا بہتر اور پڑھا وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ اوسنے کہا کہ اسکے شروع سے وَالتِّيْنِ کہان گیا اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپکی چادر تلے ہے اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو بلایا اور کچھ نہ کھلایا

ف یعنی جتائی بعض بات اور ٹال دی بعض ۱۲

ف یعنی بار آور [illegible] یعنی دوزخی ۱۲

ف یعنی قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی ۱۲

یا عصر کے وقت تک جانے بھی نہ دیا یہانتک کہ بہت بھوکھ لگی اور بے اوسا ہو گیا پھر صاحب خانہ ستار لیکر بیٹھا اور مہمان سے
کہا کہ تجھے میری قسم کونسی آواز تجھے پسند ہے اوسنے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے بھننے کی پسند ہے اور حکایت ہے
کہ محمد بن یحیی برمکی بخیل اور بدصورت تھا کسی شخص نے اوسکے رشتہ دار سے جس سے اوسکی کمال الفت تھی اوسکے دسترخوان کا
حال پوچھا اوسنے کہا کہ دسترخوان چار انگشت تکسر ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہین کہ گویا خشخاش کھود کر بنائی ہین
اوسنے پوچھا کہ ایسے دسترخوان پر کون لوگ کھاتے ہین اوسنے کہا کہ کراماً کاتبین کھاتے ہین پھر پوچھا کہ محمد
بن یحیی کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہے یا نہیں اوسنے کہا کہ مکھیاں البتہ کھاتی ہین کہا کہ تم تو اونکے مخصوصون میں ہو
یہ کیا بات ہے کہ تمھارے کپڑے پھٹے ہوئے ہین اوسنے جواب دیا کہ مجھے سوئی میسر نہین کہ اوس سے درست کرون
اور زیادہ تو کیا کہون اگر بالفرض محمد بن یحیی کی ملک مین ایک کوٹھہ بغداد سے لیکر نوبت تک لنبا سوئیون سے
بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اوس کوٹھری
سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے پھٹ گیا تھا مانگین تو محمد
بن یحیی کبھی نہ دے گا اور روایت ہے کہ مروان بن ابی حفصہ بخل کے مارے گوشت نکھاتا جب بہت جی چاہتا
تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول لے اوسی کو کھا لینا لوگون نے اوس سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تم جاڑے
اور گرمی مین ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہے تو اوس مین
غلام خیانت نہین کرسکتا اور نہ مجھے خسارہ نہین ہوسکتا اسکے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکانے کے وقت اوس مین سے
نکالکر کھا سکتا ہے سری مین یہ بات بھی مفقود ہے اوس مین سے اگر آنکھ یا کان یا رخسار کو ہاتھ بھی لگاوے گا
تو مجھے معلوم ہو جاوے گا اور با اینہمہ مجھے کئی طرح کا مزہ اوس مین ملتا ہے آنکھ کا مزہ اور ہے اور کانون کا
اور اور زبان کا ذائقہ جدا ہے اور گدی اور مغز کا جدا پھر پکانے کی دقت سے بچا رہتا ہون اتنے
فائدہ ہین اور ایک وزیر بھی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا اسکے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تمکو
انعام ملے گا تو مجھے کیا دو گے اوسنے کہا کہ اگر لاکھ درم ملین گے تو ایک تجھے دون گا وہان سے ساٹھ ہزار
ملے تو اوس عورت کو اوسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک درم کا گوشت خریدا اوسکے بعد
کسی نے اوسکی دعوت کردی تو گوشت کو قصائی کے حوالہ کیا اور درم کی چوتھائی مجرا دی اور کہا کہ مجھے اسراف
برا معلوم ہوتا ہے اور حضرت اعمش رح کا ایک ہمسایہ بخیل تھا ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چل کر آپ ٹکڑا
روٹی کا نمک کے ساتھ نوش فرماوین آپ انکار کردیا کرتے ایک روز جو حسب دستور عرض کیا اوسوقت اونکو بھوکھ بھی
تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر مین لاکر واقع مین ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھدیا اتنے مین ایک سائل آیا
تو صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہے اوسنے دوبارہ سوال کیا پھر وہی جواب دیا اوسنے تیسری بار سوال کیا

تو کہا جلدی ہو ورنہ لاٹھی لیکر نکلتا ہون حضرت عمش نے اوسکو پکار کر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا کہ صاحب خانہ وعدے کا بہت سچا ہے مین نے کوئی اس سے سچا نہین دیکھا مدت سے مجھسے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا معہ نمک کھالو آج بخدا کہ کچھ زیادہ ان دونون چیزون سے میرے سامنے نہین کہا

## آٹھوان بیان ایثار اور اوسکی فضیلت کے بیان مین

واضح ہو کہ سخاوت اور بخل کے بہت سے درجات ہین سخاوت کے درجات مین سب سے زیادہ ایثار ہے یعنے باوجود اپنی حاجت کے مال دیڈالے اور سخاوت اسکا نام ہے کہ جس چیز کی اپنے آپ کو حاجت نہو اوسکو کسی محتاج یا غیر محتاج کو دیدے اور حاجت کے ہوتے دوسرے کو دیدینا نہایت مشکل ہے اور جسطرح کہ سخاوت کبھی اس درجہ کو پہونچتی ہے کہ آدمی اپنی چیز باوجود حاجت کے دوسرے کو دیدے اسی طرح بخل بھی کبھی ایسی رتبہ کو پہونچتا ہے کہ انسان اپنا مال باوجود حاجت کے بھی اپنے نفس پر خرچ نکرے مثلا بعض بخیل مال کو اسطرح روکتے ہین کہ اگر خود بیمار ہوجاوین تو دوا نکرین یا اور کسی طرح کی خواہش دل مین ہو کھانے یا پینے کی تو مول لیکر نہ کھاوین مفت کی ملجاوے تو کھالین پس ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے نفس کے ساتہ بخل کرتا ہے اور ایثار والا اپنے نفس پر باوجود حاجت کے دوسرے کی حاجت کو مقدم سمجھتا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ ان دونون شخصون مین کتنا فرق ہے اخلاق خدا کی نعمت ہے جہان چاہے وہان رکھدیتا ہے سخاوت مین ایثار کے اوپر کوئی درجہ نہین قرآن مجید مین خداے تعالے نے صحابہ رض کی تعریف اسی ایثار پر فرمائی وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[1] اور حدیث شریف مین ہے أَيُّمَا امْرِئٍ اشْتَهَىٰ شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهُ وَآثَرَ عَلَىٰ نَفْسِهِ غُفِرَ لَهُ[2] اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن برابر پیٹ بھر کے کھانا نہ کھایا یہان تک کہ دنیا سے علیحدہ ہوئے اور اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھالیا کرتے الا سائلون کا پیٹ بھرنا اپنے نفسون سے مقدم سمجھتے تھے[3] اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا آپ کے گھر مین اوسوقت کچھ نتھا اتنے مین ایک شخص انصار رض سے وہان آئے اور اوس مہمان کو اپنے ساتہ لے گئے گھر مین جاکر کھانا اوسکے سامنے رکھدیا اور گھر والی سے کہا کہ چراغ گل کردے اور اندھیرے مین اپنا ہاتھ بھی کھانے کیطرف بڑھاتے تھے گویا ساتہ کھاتے ہین مگر واقع مین کھاتے نہین تھے یہانتک کہ مہمان نے سب کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے فرمایا کہ تم نے رات جو معاملہ مہمان کے ساتہ کیا اوس سے خداوند کریم کو بھی تعجب ہوا اور یہ آیت اوتری وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[4] غرضکہ سخاوت اللہ تعالے کے اخلاق مین ایک کا نام ہے

[1] اور اول رکھتی ہین اونکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر بہوک ۱۲
[2] جس شخص کو کسی خواہش ہوئی اور اسنے اوسکو روکدیا اور اپنی نفس پر پیچھا اختیار کیا اوسکی مغفرت ہوئی ۱۲ ابن حبان بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲
[3] بیہقی در شعب باختلاف لفظ ۱۲
[4] بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

اور اوسکے اعلے درجہ کا نام ایثار ہے جو کہ روزمرہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا یہانتک کہ خداے تعالے نے آپ کے اس خلق کو یون فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی مجکو بعض درجات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی امت کے دکھلاوے حکم ہوا کہ اے موسٰی تجکو تاب نہو گی الا ایک مرتبہ عظیم اوسکا تجھے دکھا دیتا ہون جسکے باعث اوسکو تجھپر اور تمام خلق پر مین نے فضیلت دی ہے پھر ایکدفعہ ہی عالم ملکوت کا پردہ اوٹھا لیا حضرت موسٰی علیہ السلام نے جو آپ کا درجہ دیکھا تو انوار تجلی اور قرب الی اللہ سے گویا اونکی جان سی نکلی جاتی تھی سبحان اللہ ؎ موسٰی ز ہوش رفت بیک پرتو صفات + تو عین ذات می نگری در تبسمی + روحی فداک یا رسول اللہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کس وجہ سے اور کونسی خصوصیت سے اونکو یہ بزرگی عنایت ہوئی ارشاد ہوا کہ ایک عادت کے سبب جسکو مین نے اونمین رکھی ہی اور ونکو عنایت نہین کی یعنی ایثار کی وجہ سے یہ رتبہ ملا ہے ای موسٰی اگر کسی شخص نے کبھی اپنی عمر مین ایثار پر عمل کیا ہوگا جب وہ میرے پاس آویگا تو مجکو اوسکے حساب لینے سے شرم آوے گی بے حساب اوسکو جنت مین جہان وہ چاہے گا جگہہ دون گا اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رض اپنی کسی زمین کے دیکھنے کو نکلے راہ مین کسی باغ مین ٹھہرے کہ وہان ایک غلام حبشی کام کرتا تھا جب اوس غلام کا کھانا آیا اور اوسوقت ایک کتا بھی اوس احاطہ مین گھسکر غلام کے پاس چلا آیا اوسنے ایک روٹی اوسکو دے دی جب کھا چکا دوسری دیدی پھر تیسری دیدی اسیطرح اپنی غذا کل اوسکو کھلا دی حضرت عبد اللہ بیٹھے دیکھا کیے پھر اوس غلام سے پوچھا کہ تیری غذا ہر روز کسقدر ہے اوسنے عرض کیا کہ اسی قدر ہے جو آپ نے دیکھی فرمایا کہ پھر تو نے سبکی سب کتے کو کیون کھلا دی آپ کیون نہ کھائی اوسنے عرض کیا کہ یہان کوئی کتا نہین رہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتا مسافر ہے دور سے یہان آیا تھا اور بھوکھا تھا مجکو اسکا بھوکھا رہنا اور اپنا شکم سیر ہونا برا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھاوے گا اوسنے عرض کیا کہ فاقہ کرونگا پھر آپ نے سوچا کہ مین اسکو سخاوت پر ملامت کر رہا ہون یہ تو مجھسے بھی زیادہ سخی ہے پس آپ نے اوس باغ اور غلام اور وہان کے اسباب سامان کو خرید کر اوس غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ اوسکو ہبہ کر دیا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ ایک صحابی رض کے پاس کسی نے ایک بکری کی سری ہدیۃً بھیجی اونھون نے یہ خیال کرکے کہ میری بنسبت میرا فلان بھائی محتاج زیادہ ہے وہ سری دوسرے کے پاس بھیجدی اونھون نے بھی اسی تصور سے تیسرے کے پاس بھیجی اسی طرح وہ سات گھر پھری یہانتک کہ اصل مالک کے پاس جسنے اول بھیجی تھی پہونچ گئی سبحان اللہ کیا ایثار تھا روایت ہے کہ جس رات یعنی شب ہجرت حضرت علی مرتضی رض

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تو خدائے تعالے نے حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین نے تم دونون مین بھائی چارہ کر دیا اور تم دونون مین سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کونسا تم مین کم زندگی چاہتا ہے اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہے دونون نے یہی چاہا کہ میری عمر زیادہ ہو یعنے ایثار کا مضمون کسی نے پسند نکیا ارشاد ہوا کہ کیا تم دونون حضرت علی رض کی موافق بھی نہوگے کہ مین نے اوس مین اور اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین بھائی چارہ کیا تو آج رات اوسکے بچھونے پر اوسکی جان کے بدلے اپنی جان فدا کرتا ہے اور اوسکا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہے اب تم زمین پر جاؤ اور علی رض کی حفاظت اوسکے دشمنون سے کرو بموجب ارشاد کے حضرت جبرئیل آپ کے سرہانے اور حضرت میکائیل اونکے پائینتی کھڑے ہوئے حضرت جبرئیل فرماتے کہ واہ واہ اے فرزند ابو طالب تجھسا آج کوئی نہین کہ خدائے تعالے تجھسے فرشتون پر فخر فرماتا ہے پھر یہ آیت اوتری ومن ف النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور حضرت ابو الحسن انطاکی کے پاس ایک بار کسی گانوں متصل رے کے تیس سے کچھہ زیادہ آدمی جمع ہوئے اونکے پاس چند روٹیان گنتی کی تھین کہ سبکے شکم سیری کو کافی نہ تھین اسپر روٹیون کے ٹکڑے کرکے چراغ گل کر دیا اور کھانے کو بیٹھے جب کھانا بڑھایا تو معلوم ہوا کہ سبکا سب موجود ہے کسی نے کچھہ نہین کھایا ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہے اور روایت ہے کہ شعبہ رح کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھہ موجود نتھا اپنے مکان کی ایک کڑی اوتار کر اوسکو دی اور معذرت کی اور حذیفہ عدوی کہتے ہین کہ مین شام کے نواح مین یوم یرموک کو گیا مجھے اپنے چچازاد کی تلاش تھی کہ اگر اونمین کوئی سانس باقی ہوگا تو پانی پلادونگا اور منہ دھلادونگا اسی لیے تھوڑا پانی لیتا گیا جب معرکہ کی جگہہ مین ڈھونڈھا تو اونکو زندہ پایا پوچھا کہ پانی پلادون اوسنے اشارہ سے کہا کہ اچھا جب مین نے پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے آئی میرے چچازاد نے اشارہ کیا کہ پہلے اوسکو پلاؤ جب مین وہان لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاص ہین مین نے پوچھا کہ پانی پلاؤن یہ سنکر ایک اور آہ کی آواز آئی حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اول وہان لیجا جب مین اوس شخص کے پاس گیا تو وہ مرچکا تھا وہان سے پھر ہشام رض کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کر گئے پھر اپنے چچازاد کے پاس آیا تو اونکو بھی زندہ نپایا خدائے تعالے ان سب پر اپنا رحم فرمادے اور عباس بن دہقان کہتے ہین کہ سوائے بشر بن الحارث کے اور کوئی شخص ایسا نہین کہ جس طرح دنیا مین آیا ہو اوسی طرح اوٹھگیا ہو بشر بن الحارث البتہ جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے اونکے مرض موت مین ایک شخص آیا اور حاجت کا سوال کیا آپ نے اپنا کرتا اوتار کر اوسکے حوالہ کیا اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا اوسی مین انتقال ہوا

ف اور کوئی آدمی ایسا ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان تلاش کرتا خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھتا ہے بندوں پر ۱۲

اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ ہم چند لوگ متفق ہو کر طرسوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہو لیا ہم باہر نکل کر ایک اونچی جگہہ پر بیٹھ گئے وہان سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتے نے مردار کو دیکھ کر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہان سے پھر آتو بیس کتے اوسکے ساتھ تھے وہ سب کے سب آتے ہی مردار پر جھک پڑے اور یہ کتا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہو چکا اور ہڈیان رہ گئین جب شہر کے کتے کھا پیکر شہر کو چلے گئے تب اس کتے نے اون بسی ماندہ ہڈیونکو چچوڑنا شروع کیا اور انھین سے اپنا شکم سیر کر کے چلا گیا اور جو احادیث کہ ایثار کے باب مین وارد ہین مع حالات اولیا کے ہم نے باب فقر و زہد مین لکھی ہین یہان لکھنے کی ضرورت نہین

**نوان بیان سخاوت اور بخل کی تعریف اور اونکی حقیقت مین** - یہ بات شرعی دلیلون سے پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ بخل مہلکات مین سے ہے لیکن انسانکو کونسی چیز سے بخل منسوب ہوتا ہے اور بخل کس شئی کا نام ہے یہ امر دقیق ہے اسلیے کہ ہر ایک انسان اپنے عندیہ مین اپنے آپ کو سخی جانتا ہی حالانکہ غیرون کی نظرون مین بخیل ہوتا ہے یا ایک آدمی سے کوئی کام سرزد ہوا تو اوسمین لوگونکا قول مختلف ہوتا ہے بعض کہتے ہین کہ یہ بخل ہے اور بعض کہتے ہین کہ بخل نہین علاوہ اسکے آدمی کا نفس مال کی محبت سے خالی نہین اس محبت کی باعث مال کی حفاظت و امساک کرتا ہے تو اگر صرف امساک ہی سے بخیل ہوا کرے تو اوس سے تو کوئی خالی نہین اور اگر امساک سے بخل نہو تو پھر بخل کے معنے کیا ہین بخل تو امساک ہی کا نام ہے اور اسی مین سے موجب ہلاک کو بتا ہی اور سخاوت کی تعریف کیا ہی جس سے کہ آدمی سخی کہلاتا ہے اور سخاوت کا ثواب پاتا ہے پس اس باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ بخل اسکو کہتے ہین کہ حق واجب کو نہ دے تو اس لحاظ سے جو شخص حقوق واجبہ اپنے ذمے کے دیتا رہے وہ بخیل نہو گا مگر یہ تعریف کافی نہین اسلیے کہ مثلاً جو شخص قصائی سے گوشت یا نان بائی سے روٹی مول لاوے اور پھر اوسکو کچھہ کم دام پر واپس کر دے تو بالاتفاق بخیل کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے اہل و عیال کو روزینہ مقرر دیتا ہے اور وہ اگر ایک لقمہ بھی اوس مقدار سے زیادہ چاہین یا اور کوئی اونچی چیز اوسکے مال سے کھالین تو روادار نہو تو بھی بالاتفاق بخیل ہی گنا جاتا ہے علی ہذا القیاس اگر کوئی روٹی کھاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص ایسے آجاوے کہ کھانے والے کو خیال ہو کہ میرے ساتھ بیٹھ جاوے گا اور اس نظر سے روٹی چھپا دے وہ بھی بخیل ہی ہے حالانکہ تینون مثالون مین یہ نہین ہے کہ کسی نے حق واجب نہ دیا ہو اور بعضون کا قول یہ ہے کہ بخیل وہ ہے جو دینے کو سخت جانے اور یہ تعریف بھی ناقص ہے کیونکہ اگر اس سے یہ غرض ہے کہ سب قسم کا دینا اوسپر سخت ہے تو بہت سے بخیل ایسے ہوتے ہین کہ اونکو تھوڑا سا دینا گران

نہیں گذرتا وانہ دو دانے دیدے ڈالتے ہیں اور زیادہ دینا البتہ گران گذرتا ہے اور اگر یہ غرض ہے
کہ بعض پیش سخت معلوم ہو تو یہ بات سخی میں بھی موجود ہے مثلاً اگر کسی کو سب مال یا اوسکا اکثر دیوے
تو البتہ گران گذرے گا مگر اس سے وہ شخص بخیل نہیں کہلاویگا اسی طرح سخاوت اور جود کے باب میں
اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ سخاوت اسکا نام ہے کہ بلا تامل حاجت پوری کرے اور بدون
احسان جتانے کے کسیکو کچھ دیوے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ جود اوس دینے کو کہتے ہیں کہ بدون
مانگے کسی کو دے اور یہ تصور کرے کہ تھوڑا دیا اور بعض یون کہتے ہیں کہ سائل کو دیکھکر خوش ہونا
اور لینے دینے سے فرحت ہونے کا نام جود ہے جب کبھی میسر ہو اور کچھ لوگ یہ فرماتے ہیں کہ
مال کو اس خیال سے دینا کہ مال بھی خدا کا ہے اور بندہ بھی اوسی کا تو بندہ خدا کا مال خدا کو دیتا ہے
فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا اسکا نام جود ہے اور کچھ یون کہتے ہیں کہ جو شخص کچھ مال تو دیدے اور
کچھ باقی رکھے وہ اہل سخاوت ہے اور جو زیادہ تو دیڈالے اور تھوڑا سا اپنے لیے رہنے دے وہ
اہل جود ہے اور جو خود تکلیف اوٹھاوے اور دوسرے کی تمنا پوری کرے وہ صاحب ایثار ہے
اور جو کچھ بھی خرچ نکرے وہ بخل والا ہے یہ تمام اقوال اس باب میں ہیں مگر حقیقت بخل وجود کی کسی سے
صاف نہیں معلوم ہوتی اسواسطے ہم اسکو مفصل لکھتے ہیں اصل یہ ہے کہ مال ایک حکمت اور مقصود
کے لیے پیدا ہوا ہے یعنے حاجات خلق کی درستی کے لیے بنا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ جس چیز میں
اسکا صرف کرنا چاہیے اوس میں اسکا امساک کیا جاوے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن اشیا میں اسکا
خرچ کرنا اچھا نہیں اونھیں میں اوٹھا دیا جاوے اور ان دونون باتون کے بیچ میں یہ بات بھی
ممکن ہے کہ اسکا خرچ عدل کے ساتھ ہو یعنی جہان روکنا ضروری ہو وہان روکا جاوے اور جہان
خرچ ضروری ہو وہان خرچ کیا جاوے پس خرچ کی ضرورت کی جگہہ پر روک رکھنا بخل ہے اور روک رکھنے
کی ضرورت کی جگہہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ان دونون کے درمیان میں بین خرچ و امساک کرنا اچھا ہے
اور سخاوت وجود چاہیے یون کہ اسی رتبہ وسط کا نام ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سخاوت
کرنے کا حکم تھا اور پھر یہ ارشاد ہوا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
اور یہ بھی ارشاد ہوا وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا
ان سے معلوم ہوا کہ جود درجہ اوسط کا نام ہے درمیان اسراف و کمی کے اور قبض و بسط کے یعنے
اندازہ خرچ و امساک کو مقدار واجب ضروری پر حصر کرنا جود ہے مگر اسمین یہ قید ہے کہ یہ فعل فقط اعضا
کا فی نہیں جبتک کہ دل بھی اسپر راضی نہو اور تکرار نکرے پس اگر جہان خرچ مناسب تھا وہان خرچ کیا

ف اور زیادہ دینا [illegible] ۱۲

ف ۲ اور وہ [illegible] ابھی گذران ۱۲

مگر نفس اس سے نزاع کرتا ہے اور یہ اوسپر صبر کرتا ہے تو ایسے شخص کو سخی نہ کہین گے بلکہ بتکلف سخی بننے والا کہلاے گا اسلیے ضرور ہوا کہ اسکے دل کو مال کے ساتھ صرف اتنا علاقہ رہنا چاہیے کہ اخراجات ضروریہ مین اوسکو صرف کرے اور کوئی علاقہ نہونا چاہیے رہی یہ بات کہ یہ امر مقدار واجب کے پہچاننے پر موقوف ہے کہ کونسا خرچ واجب ہے تو اوسکو سننا چاہیے کہ واجب دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو بحکم شرع واجب ہے دوسرے وہ کہ بلحاظ ضرورت وعادت ضروری ہے تو سخی وہی ہوگا جو اپنے مال کو نہ واجبات شرعی سے روکے نہ ضروریات مروت سے اگر ایک کو ان دونوں سے فروگذاشت کرے گا بخیل ہوگا البتہ جو واجبات شرعی کو نہ ادا کرے گا وہ زیادہ تر بخیل ہوگا مثلاً کوئی شخص مال کی زکوۃ نہ دے یا اپنے اہل وعیال کا نفقہ واجب نہ پہنچاوے یا زکوۃ تو دے مگر اوسپر سخت ناگوار گذرے تو اوسکو طبیعت کا بخیل جاننا چاہیے گو بہ تکلف دیتا ہے یا جو شخص کہ دینے کے وقت برا مال دیتا ہے اچھا دینے سے اوسکا دل خوش نہین ہوتا نہ اوسط درجہ کا مال دیکر راضی ہوتا ہے تو یہ بھی بخل ہی کا ہے اور مروت کے سبب جو خرچ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اونی ادنی چیزون کی داد وستد مین تنگی نکرے یہ ایک بری بات ہے اور یہ برائی حالات واشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے مثلاً بعضی باتین ایسی ہوتی ہین کہ اون مین تو انگر کی تنگ گیری بری معلوم ہوتی ہے فقیر کی بری نہین معلوم ہوتی یا آدمی اپنے اہل وعیال یا اقارب سے تنگ گیری کرے تو بری معلوم ہوتی ہے اجنبیون سے بری نہین معلوم ہوتی ہے اور ہمسایون سے تنگ گیری بہ نسبت دور والون کے بری لگتی ہے اور ضیافت مین تنگی کرنی بہ نسبت خرید و فروخت اور معاملون کے بری معلوم ہوتی ہے غرض کہ تنگی برتنے مین چار چیزون کے اختلاف ہے اور اوسکے احکام مختلف ہوتے ہین اول تو جس کام مین تنگی کیجاوے جیسے ضیافت اور داد وستد وغیرہ دوم جس چیز کی تنگی کیجاوے جیسے کپڑا اور کھانا وغیرہ اسلیے کہ جیسی کھانے مین تنگی بری معلوم ہوتی ہے ایسے اور چیزون مین نہین ہوتی اسی طرح کفن کے خریدنے مین یا قربانی یا صدقہ کی خرید مین تنگی کرنی جیسی بری معلوم ہوتی ہے ایسی اور چیزون مین نہین معلوم ہوتی تیسری جسکے ساتھ تنگی کیجاوے مثلاً دوست یا بھائی یا قریب یا زن و فرزند یا اجنبی کے ساتھ چہارم جو شخص تنگی کرے وہ لڑکا ہے یا عورت یا بڈھا یا جوان یا عالم یا جاہل یا مالدار یا مفلس پس بخیل اوسکو کہتے ہین کہ مال کو ایسی جگہہ خرچ کرنے سے روکے جہان بحکم شریعت یا اقتضای مروت روکنا نچاہیے اور اسکی کچھہ مقدار معین نہین ہوسکتی اور بخل کی تعریف یون بھی ممکن ہے کہ جونسا مطلب مال کی حفاظت کی نسبت زیادہ اہم ہو اوس مطلب سے مال کو روک لینا بخل ہے

مثلاً دین کا بچانا مال کی نسبت اہم ہے ثواب اگر کوئی زکوٰۃ یا نفقہ واجب مین مال صرف نکرے تو بخیل ہے اسی طرح مروت کی حفاظت مال کی نسبت اہم تو جو کوئی تھوڑی سی چیزون مین تنگی کرے خصوص ایسے لوگو ساتھ مین کہ اونکے ساتھ تنگی نا مناسب ہے وہ شخص مال کی محبت کے باعث مروت توڑتا ہے اور بخیل ہے یہان ایک درجہ اور رہ گیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ واجب شرعی بھی دیتا ہے اور حفظ مروت بھی کرتا ہے الا اوسکے پاس بہت سی دولت ہے اوسکو صدقات اور محتاجون مین صرف نہین کرتا تو اسمین حفظ مال کی بھی غرض موجود ہے یعنے زمانہ کے مصائب مین کام آوے اور غرض ثواب بھی موجود ہے کہ آخرت مین باعث بلندی درجات ہو سکتا ہے پس اس مطلب کے لیے مال کو رکھنا دانا ؤن کے نزدیک بخل ہے اور عوام کے نزدیک بخل نہین اسلیے کہ عوام کی نظر صرف حظوظ دنیاوی پر ہوتی ہی اونکے نزدیک مصائب زمانہ کے لیے مال کا صرف نکرنا بہت اہم ہے حالانکہ کبھی عوام کے عندیہ مین بھی علامت بخل کی ایسے لوگون پر ظاہر ہو جاتی ہے مثلاً اگر ایسے مالدار کے پڑوس مین کوئی محتاج ہو اور یہ اوسکو ندے اور کہے کہ جو زکوٰۃ مجھپر واجب تھی وہ ادا کر چکا اور کچھہ میرے ذمہ نہین تو یہ برا معلوم ہوگا اور اسکی برائی اوسکے مال کی مقدار کے موافق ہوگی اسی طرح اگر محتاج شدید الحاجۃ اور صالح و دیندار و مستحق ہوگا تو یہ برائی بھی زیادہ معلوم ہوگی خلاصہ یہ کہ جو شخص واجب شرعی اور واجب مروت کو ادا کردے تو وہ بخل سے بری ہو گیا ہان جود و سخا کی صفت سے جبھی موصوف ہوگا جب اس مقدار سے زیادہ خرچ کرے گا کہ فضیلت حاصل ہو جاتی اسی سے ملتے ہین پس جس جگہہ کہ شریعت کی رو سے اسپر کچھہ واجب نہین ہان اپنا مال خرچ کرنے کو باقتضاے مروت اسکا دل چاہتا ہے اور عادت کی رو سے بھی اسپر کوئی ملامت نہین آتی تو جسقدر کہ اسکے نفس مین گنجایش خرچ کی ہوگی اوسی قدر سخی ہوگا اور ظاہر ہی کہ اسکے درجات بے شمار ہو سکتے ہین اور بلحاظ بعض آدمی بعض سے زیادہ سخی ہوتے ہین بہرحال جود اسکا نام ہے کہ جسقدر سلوک عادت و مروت کی جہت سے ضروری ہو اوس سے زیادہ کیا جاوے مگر اسمین یہ شرط ہے کہ دل کی خوشی سے یہ سلوک ہو کسی طمع یا توقع خدمت یا تمنا و مکافات یا شکر و ثنا کے لیے نہو کیونکہ جو شخص شکر و ثنا کی طمع رکھتا ہے وہ سخی نہین بلکہ اپنے مال سے ثنا کو مول لیتا ہے اوسکو سوداگر کہنا چاہیے کہ خرچ مال سے اوسکا مقصود طمع ہے جو کہ مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور جود اوسی خرچ کو کہتے ہین جو بدون غرض کے ہو اور واقع مین اس طرح کی بجز ذات پاک خداوندی کے اور شخص مین نہین ہو سکتی آدمی پر جو جود کا اطلاق کیا جاتا ہے تو مجازاً ہے اسلیے کہ اوسکا کوئی سا خرچ خالی غرض سے نہین لیکن اگر اوسکی غرض صرف ثواب آخرت اور فضیلت جود کا حاصل کرنا اور نفس کو آلودگی بخل سے پاک کرنا ہو تو جواد کہلاوے گا اور اگر خرچ کا سبب جود کا

خوف یا لوگون کی ملامت کا ڈر یا جسکو دیتا ہے اوس سے نفع کی توقع ہو تو یہ خرچ جود مین داخل نہین کیونکہ
یہ چیزین گویا مروت اوسکو بطور عوض ہوجاتی ہین اور وہ انھین کی جہت سے خرچ بھی کرتا ہے پس عوض
لینے والا ہوا جواد نہوا چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد عورت حیان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی وہ اپنے
یارون مین بیٹھے تھے اوسنے پوچھا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جس سے مین مسئلہ پوچھون لوگون نے اونکی طرف
اشارہ کرکے کہا کہ جو تیرا دل چاہے انسے پوچھ لے اوسنے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کسکو کہتے ہین
اونھون نے کہا کہ دینا خرچ کرنا ایثار کرنا اوسنے کہا کہ یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی دین کی سخاوت
کیا ہے کہا کہ دین کی سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت سخی دل سے کرین اور کچھ گران نگذرے اوسنے
پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیت ہی یا نہین کہا کہ ہان توقع ثواب ہے اوسنے کہا کہ کیون اونھون نے
جواب دیا کہ خداے تعالے نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس ملی جاوینگی اوسنے کہا
کہ سبحان اللہ جب ایک دیکر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری اونھون نے پوچھا کہ پھر تمھارے نزدیک
سخاوت کیا ہے تمھین بتاؤ اوسنے کہا کہ میری دانست مین سخاوت یہ ہی کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ
طاعت مین لذت اور مزہ ملے اور گران بھی نہ گذرے اور باینہمہ اسپر نیت اجر کی بھی نہو یہان تک کہ
ہر چہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کا حال ہوجاوے کیا اس بات کی تمھین شرم نہین آتی کہ خداے تعالیٰ کو
تمھارے دلون کا حال معلوم ہوجاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض مین دوسری چیز چاہتے ہین ایسی بات تو
دنیا مین بھی بری ہوتی ہے یعنے جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص مجھسے سلوک اسواسطے کرتا ہے
کہ مین اوسکو ایک بدلے زیادہ دون تو بیشک وہ اس دینے سے خوش نہوگا اسیطرح ایک اور عورت عابدہ کا قول
ہے کہ تم لوگون کو یہ خیال ہے کہ سخاوت دراہم اور دینارون ہی سے ہوتی ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر
اور کونسی چیز سے ہے اوسنے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اسکی تفسیر محاسبی رح کے
قول مین ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ سخاوت دین مین یہ ہے کہ محض خدا کے واسطے اپنے نفس پر کھیل جاوے
اور جان کا دیدینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ مین برا معلوم نہو سخاوت دلی سے اسکا مرتکب ہو
نیت ثواب کی نہ حال مین ہو نہ آل مین اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو مگر کمال سخاوت کی خوبی دل پر
ایسی جم جاوے کہ ثواب کو خدا ہی کے اختیار پر چھوڑ دے یہان تک کہ خداوند کریم اوس سے
پھر وہ معاملہ کرے کہ اوسکے وہم و خیال مین بھی نہو۔

**دسوان بیان بخل کا علاج** یہ تو معلوم ہی ہوچکا کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہی اب یہ معلوم کرنا
چاہیے کہ مال کی محبت کے دو سبب ہین ایک تو شہوات کی محبت کہ بدون مال کی وہ حاصل نہین ہوسکتین

اور اسی مین طول امل یعنی توقع اپنی عمر کی زیادتی کی بھی داخل ہے اس لیے کہ انسان اگر یہ جان لے کہ مین کل مرجاؤن گا تو غالب ہے کہ مال کا بخل نکرے کیونکہ جو مقدار کہ آدمی کے ایک دو یا ایک مہینے یا ایک سال کے لیے کافی ہو وہ قدر قلیل ہے اوس سے زیادہ رکھنا فضول ہے اور بعض اوقات طول امل اسطرح ہوتا ہے کہ خود تو آدمی کو اپنی زندگی کی زیادہ توقع نہین ہوتی مگر چونکہ صاحب اولاد ہوتا ہے اسلیے فکر اولاد قائم مقام طول امل کے ہو جاتا ہے اونکا جینا بھی اپنی ہی زندگی سمجھتا ہے اور اونکے لیے مال روکتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَجْهَلَةٌ اور جب اسپر خوف فقر لگجاتا ہے اور رزق کے آنے پر اعتماد قوی نہین رہتا تو خواہ مخواہ بخل بھی قوی ہو جاتا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ خود مال ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مثلاً بعض لوگون کے پاس اس قدر مال ہوتا ہے کہ اگر اپنے دستور کے موافق اوسکو خرچ کرتے رہین تو زندگی بھر کو کافی ہو اور ہزارون بچ رہین اور خود بوڑھے لاولد ہوتے ہین مگر باینہمہ زکوۃ نکالنے کو دل نہین چاہتا بلکہ خود بیمار ہو جاوین تو علاج مین بھی خرچ کرنا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ روپیہ پیسے کے ایسے عاشق ہین کہ اوسکا قبضہ مین رہنا اور اوسپر اپنا قابو ہونا بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے اسی لیے اوسکو زمین مین گاڑ کر رکھتے ہین حالانکہ یہ جانتے ہین کہ ہمارے مرنے پر یہ مال ضائع ہو جاوے گا یا دشمنون کے ہاتھ پڑے گا پھر بھی اوسکے کھانے کو یا اوسمین سے ایک حبہ خیرات کرنے کو دل نہین چاہتا اور یہ مرض دل کا ایسا ہے کہ اسکا علاج بہت مشکل ہے خصوصاً بڑھاپے مین تو برانے مرضون کی طرح لاعلاج رہی ہے اس مرض والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو اور اوسکی جہت سے اوسکے ایلچی کو بھی چاہنے لگے پھر پیام بر سے اتنی محبت کرے کہ محبوب کو بھول جاوے اسی طرح روپیہ پیسا بھی حاجتون کا ایلچی ہے کہ زر کے سبب حاجتین حاصل ہوتی ہین اسی جہت سے زر محبوب ہوتا ہے مگر بعض اوقات حاجتونکا خیال بھی نہین رہتا صرف زر ہی محبوب ہو جاتا ہے اور یہ سخت گمراہی اور بھول کی بات ہے جو آدمی کہ زر اور پتھر مین فرق سمجھے وہ جاہل ہے یعنی زر سے البتہ قضائے حاجات ہوتی ہے اور زائد از قدر حاجت اور پتھر مین کچھ فرق نہین جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین ؎ زر از بہر خوردن بود ای پسر + ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر + یہ مال کی محبت کے سبب ہین اور ہر بیماری کا علاج اوسکے سبب کے ضد کرنے سے ہوتا ہے تو شہوات کی محبت کا علاج تو یہ ہے کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت اور صبر کرے ؎ کار دنیا کسے تمام نکرد + ہر چہ گیرید مختصر گیرید + اور طول امل کا علاج یہ ہے کہ ہر دم موت کو یاد کرے اور اپنے ہمسرون کے مرنے کو لحاظ کرے کہ مال کے جمع کرنے مین کیسے کیسے دکھ اوٹھائے اور

یعنی اولاد باعث بخیلی اور نامردی اور جہالت کا ہے ۱۲ ابو یعلی و بزار بروایت ابو سعید و حاکم بروایت اسود بن خلف ۱۲

مصیبتیں سہیں آخر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ سب تباہ ہوگیا اور اولاد کا خیال اگر دل میں ہو تو اوسکا علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ جس خالق نے لڑکا دیا ہے اوسی نے اوسکا رزق اوسکے ساتھ اوتارا ہے بہت سے لڑکے ایسے ہوتے ہیں کہ باپ کی میراث اونکے پاس کچھ نہیں ہوتی مگر اونکا حال باپ سے اچھا ہوتا ہے اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ آدمی جو اپنی اولاد کے واسطے جمع کیا کرتا ہے اسکی نیت یہی ہوتی ہے کہ اونکا حال اچھا رہے مگر کبھی اوسکا برعکس ظہور میں آتا ہے اور لڑکا اگر صالح ہے تو خدا تعالے اوسکے لیے کافی ہے اور اگر فاسق ہے تو جو مال میراث سے پاوے گا اوسکو گناہ میں اوڑاوے گا اور اوسکا وبال مورث کی گردن پر رہے گا اور دل کا ایک یہ بھی علاج ہے کہ جو حدیثیں بخل کی مذمت اور سخاوت کی تعریف میں واقع ہیں اور جو وعید عذاب شدید کا خدائے تعالے نے بخیل کے لئے فرمایا ہے اون سبکو خوب تامل کرے اور مفید علاجوں میں سے ایک تدبیر یہ ہے کہ بخیلوں کے حالات میں زیادہ غور کیا کرے اور اون سے نفرت کرے اور اونکو برا جانے کیونکہ کوئی ایسا بخیل نہیں جو دوسرے کے بخل کو برا نہ سمجھے پس یہی حال اپنا تصور کرے کہ اگر میں بخل کرونگا تو سبکی نظروں میں حقیر اور گران معلوم ہونگا جیسے میرے دل میں اور بخیل برے معلوم ہوتے ہیں اور ایک تدبیر یہ ہے کہ مال کے مقصود کو سوچے کہ یہ کیون پیدا ہوا ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے کہ صرف حاجت روائی کے لیے ہے تو بقدر حاجت رکھ لے اور باقی کو آخرت کے لیے جمع کرے یعنے اوسکو خرچ کرکے ثواب کا ذخیرہ کرے پس یہ تدبیرین باعتبار معرفت اور علم کے ہیں جب آدمی عقل کے زور سے یہ معلوم ہوگا کہ خرچ کرنا بہ نسبت امساک کے دنیا و آخرت میں دونوں میں بہتر ہے تو اگر عاقل ہوگا اوسکی رغبت خرچ کرنے کیطرف متحرک ہوگی مگر لازم ہے کہ جب یہ خیال دل میں آوے فورًا اوسکی تعمیل کرے اور لیت و لعل نکرے اسلیے کہ شیطان ہر وقت مفلسی کا خوف دلاتا رہتا ہے اور خرچ سے روکتا ہے روایت ہے کہ ابو الحسن بوشنگی رح ایک روز پاخانہ میں تھے اپنے ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن میں سے نکال کر فلان شخص کو دیدے اوسنے عرض کیا کہ آپ نے پاخانہ میں سے نکلنے تک کا صبر نفرمایا اونھون نے کہا کہ اسوقت میرے دل میں آیا کہ کرتہ دیڈالون اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہیں بدل نجاوے اسواسطے اسیوقت تعمیل کی اور صفت بخل کی جبھی جاتی ہے جب بتکلف خرچ کیا جاوے جیسے کہ عشق جبتک نہیں جاتا جب تک معشوق پیش نظر رہتا ہے ہان اگر اوسکے مقام سے مفارقت اختیار کرے اور اس جدائی پر بتکلف ایک مدت صبر کرے تو رفتہ رفتہ دلکو تسکین ہو جاوے گی جیسے مرنے سے ہو جاتی ہے اسی طرح جو شخص بخل کا علاج کیا چاہیے تو اوسکو یہی چاہیے کہ مال سے بتکلف علیحدہ ہو جاوے یعنے اوسکو بالکل پھینک ڈالے بلکہ محبت کیساتھ رکھ چھوڑنی سے تو یہ بہتر ہے کہ سبکا سب پانی میں ڈالدے اور ایک حیلہ بخل سے بچنے کا بڑا لطیف یہ ہے کہ نفس کو دھوکا دے

کہ دینے لینے سے تیرا نام نیک ہوگا اور سخی مشہور ہوجاوے گا پس اس بہانے سے بقصد ریا خرچ کرے یہانتک کہ نفس پر یطمع صفت جود خرچ کرنا ناگوار نہ گذرے اسصورت مین یہ بات توہوگی کہ بخل کو دور کرکے ریا مین مبتلا ہوگا مگر بعد کو پھر ریا کی طرف متوجہ ہوکر اوسکے علاج سے اوسکو دور کرنا چاہیے غرض کہ حصول نام و شہرت نفس کے لیے مال کے جانے کے بعد تسکین کی چیز ہی جیسے لڑکے کو جب دودھ چھڑاتے ہین تو چڑیون وغیرہ سے کھیل مین لگا دیتے ہین کہ دودھ کو یاد نکرے یہ غرض نہین ہوتی کہ اونسے ہمیشہ کو کھیلا کرے بلکہ جب دودھ بھول جاتا ہے تو اوس کھیل کو بھی اوس سے علٰحدہ کردیتے ہین اسی طرح ان صفات خبیثہ مین سے بھی بعض کو بعض پر مسلط کرکے تیزی ایک دوسرے کی کم کیجاتی ہے مثلاً کبھی غضب پر شہوت کو مسلط کرکے اوسکی تیزی توڑی جاتی ہے اور کبھی غصہ کو شہوت پر مسلط کرکے اوسکی حدت کم کیجاتی ہے الا یہ علاج ایسی شخص کے حق مین مفید ہے جسپر جاہ اور ریا کی محبت کی نسبت صفت بخل بہت غالب ہو کیونکہ اس صورت مین جو صفت اسمین قوی ہے اوسکو گویا ضعیف سے بدل دیا اگر دونون برابر ہی ہون گے تو کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ایک سے نکلے گا اور دوسرے مین پھنس جاوے گا اور پہچان اسکی یہ ہے کہ اگر خرچ کرنا ریا کے لیے اسپر گران نہ معلوم ہوتا ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت ریا کا غلبہ ہے لوراگر ریا کے لیے بھی خرچ دشوار معلوم ہوتا ہو تو بخل کا غلبہ ہے اس حال مین ضرور ہے خرچ کرنا چاہیے اور یہ جو مذکور ہوا کہ یہ صفات ایک دوسرے سے دور ہوجاتے ہین اوسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ مردے کے تمام اجزا کیڑے ہوجاتے ہین اور یون مشہور ہے کہ یہ کیڑے ایک دوسرے کو کھا لیتے ہین اور بڑے ہوتے جاتے ہین اور تعداد کم ہوتی جاتی ہی یہانتک کہ اونمین سے دو سب مین زبردست رہ جاتے ہین پھر وہ بھی آپس مین لڑتے ہی رہتے ہین حتی کہ ایک غالب آکر دوسرے کو کھا کر موٹا ہوتا ہے مگر پھر خود بھی بھوکا رہکر مرجاتا ہے اسی طرح ان صفات خبیثہ مین ممکن ہے کہ جونسی صفت ضعیف ہو اوسکو قوی کی غذا کرتے جاوین یہان تک کہ آخر کو ایک رہ جاوے پھر اس ایک کے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ اوسکی غذا روک دی جاوے اور غذا کا روکنا ان صفات سے یہ ہے کہ اونکے مقتضا کے موافق عمل نہ کیا جاوے یعنے جو باتین کہ کوئی صفت خبیث چاہتی ہو وہ ہرگز نہ کرے جب اس طرح اوسکا خلاف کیا جاوے گا تو خواہ مخواہ وہ صفت مضمحل ہوکر مرجاوے گی مثلاً بخل کی صفت کا اقتضا یہ ہے کہ مال کو روکیے اور خرچ نہ کیجیے پس جب آدمی اوسکے خلاف کرے اور نفس پر مجاہدہ کرکے بار بار خرچ کرتا رہے تو بخل کی صفت مرجاوے گی اور صفت بذل طبعی ہوجاوے گی کہ پھر اوسمین دشواری نہ رہے گی اس سے معلوم ہوا کہ بخل کا علاج دو چیزون سے ہے ایک علم اور دوسرا عمل

علم سے غرض یہ ہے کہ آفت بخل کی اور جود وسخا کے فائدہ سے واقف ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جود اور دادودہش بتکلف کرے یہانتک کہ مقصود کو پونہچے لیکن صفت بخل بعض اوقات ایسی قوی ہوتی ہے کہ آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ اوسکو اسکی آفت کچھہ نہیں سوجھتی نہ کچھہ جود کا فائدہ معلوم ہو اور جب معرفت ان دونوں باتوں کی نہوئی تو شوق کہاں سے اوبھرے گا اسی لیے عمل و دادودہش بھی میسر نہوگا ایسی صورت میں یہ روگ ہمیشہ کو رہتا ہے جیسے وہ بیماری کہ جس میں دوا کی پہچان جاتی رہے اور نیز دوا استعمال ممکن نہو تو بجز اسکے کہ موت تک صبر کیا جاوے اور کیا ہو سکتا ہے اور بعض شیوخ صوفیہ کا دستور بخل کے علاج میں یہ تھا کہ اپنے مریدوں کو کسی خاص زاویہ میں رہنے کا حکم نہیں کرتے تھے بلکہ جب کسی مرید کو دیکھا کہ یہ اپنے کونے اور زاویہ سے نہایت خوش ہے تو اوسکو دوسرے کونے میں بھیجدیا اور اوسکا گوشہ مع اوسکی اشیا کے دوسرے مرید کے حوالہ کیا غرض جو کچھہ کسی مرید کی ملک میں ہوتا اور اوسکو اوسپر خوش پاتے فورًا اوسکو اوسکی ملک سے نکالدیتے مثلاً اگر کسی مرید کو دیکھا کہ وہ نیا کپڑا پہنکر یا مصلے عمدہ بچھاکر اوسکی طرف التفات کرتا ہے تو وہ کپڑا یا مصلے دوسرے کو دلوادیتے اور کوئی ایسا پرانا اوسکو دیتے کہ اوسکا دل اوسکی طرف راغب نہو اس طرح سے البتہ دل دنیا کی سامان سے علیحدہ رہتا ہے پس جو شخص کہ یہ راہ نچلے وہ دنیا سے مانوس ہوگا اور اوسکو محبوب جانیگا اگر بالفرض اوسکے پاس ہزار چیزیں ہونگی تو گویا ہزار چیزیں اوسکی محبوب ہیں اس بنا پر جب ایک بھی اون میں سے چوری جاویگی تو جسقدر اس شخص کو اوس شی سے محبت تھی اوسی قدر مصیبت اوسپر پڑے گی اور مرنے پر تو ایکبارگی ہزار کی ہزار مصیبتیں ٹوٹ پڑیں گی کیونکہ سبکے ساتھ محبت تھی اور وہ سب چھن گئیں بلکہ زندگی میں بھی سبکے تلف اور ضائع ہونے کا خوف بمنزلہ مصیبت کے رہتا ہے روایت ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا پیالہ جواہر سے مرصع پیش ہوا جسکا نظیر روے زمین پر کسی نے ندیکھا تھا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور ایک حکیم سے جو اوسکے پاس موجود تھا پوچھا کہ آپکے نزدیک یہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ مصیبت ہے یا محتاجی بادشاہ نے کہا کہ یہ کس طرح حکیم نے کہا کہ اگر یہ ٹوٹ جاوے تو ایسی مصیبت ہے جسکا کچھہ تدارک نہیں اور اگر چوری جاوے اور پھر آپ کو اسکی حاجت ہو تو کبھی ایسا نملے اور پہلے اس سے کہ یہ آپ کی خدمت میں نہیں آیا تھا آپ کو کچھہ خوف مصیبت و احتیاج کا نہ تھا بعد چندے اتفاقًا وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول درست تھا یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا ناحق مصیبت و رنج اوٹھانا پڑا یہی حال دنیا کے تمام اسباب کا ہے اسلیے کہ وہ اعداء اللہ کی بھی دشمن ہے کہ اونکو آگ کیطرف لیجاتی ہے اور اولیاء اللہ کی بھی

دشمن ہے کہ اونکو اوپر صبر کرنے کا غم رہتا ہے اور خدا کی بھی دشمن ہے کہ اوسکے بندون کو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی انپر رہزنی کرتی ہے بلکہ خود اپنی بھی دشمن ہے کہ اپنے نفس کو کھاتی ہے مثلاً مال کی حفاظت خزانہ اور پاسبانون سے ہوتی ہے اور خزانہ و پاسبان مال کے خرچ کرنے سے ہوتے ہین تو گویا دنیا کی حفاظت مین دنیا ہی جاتی ہے حتی کہ فنا ہو جاوے اور کچھہ بھی نرہے اور جو شخص کہ مال کی آفت کو جانتا ہے اوس سے مانوس اور خوش نہین ہوتا اور نیز زائد از حاجت اوسمین سے نہین لیتا اور جو شخص مقدار حاجت پر قانع رہتا ہے وہ بخل نہین کرتا اسلیے کہ جسقدر اوسنے اپنی حاجت کو رکھا ہے وہ تو داخل بخل نہین اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از مشقت بجانکر دے ڈالتا ہے بلکہ اوسکا حال ایسا ہے جیسا کوئی شخص ندی کی کنارے کھڑا ہو کہ اوسکو پانی کے دینے مین کچھہ دریغ نہین ہوتا ایسا ہی یہ بھی مقدار حاجت کے زائد کے دینے مین تامل نہین کرتا

## گیارھوان بیان اون باتون کا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین

یہ تو معلوم ہو چکا کہ مال ایک وجہ سے خیر ہے اور دوسری طرح سے شر اوسکی مثال سانپ کی سی ہے کہ منتر والا تو اوسکو اسواسطے پکڑتا ہے کہ اوسمین سے زہر مہرہ نکالے اور غافل اگر پکڑ لیتا ہے تو اوسکے زہر سے ایسی طرح ہلاک ہو جاتا ہے کہ اوسکو خبر بھی نہین ہوتی اور مال کے زہر سے کوئی شخص بچ نہین سکتا الا اوس صورت مین کہ ان پانچ باتون کو مدنظر رکھے اول یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کسواسطے پیدا ہوا اور اسکی حاجت کیون ہوتی ہے اس بات کے جاننے سے بقدر حاجت ہی کسب معیشت کریگا اور اوسی قدر کی حفاظت اور ایسے لوگون کو جو استحقاق کی نسبت زیادہ لیا چاہتے ہین اونکو اپنا مال ندے گا دوم یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال مین رکھے کہ جو محض حرام ہو اوس سے اجتناب کرے اور جسپر غلبہ حرام کا ہو اور کوئی وجہ مکروہ ہو اوس سے بھی پرہیز کرے مثلاً کسی شخص مرتشی کا ہدیہ بباعث مروت لے لینا یا سوال سے حاصل کرنا یا جو اسکے قائم مقام ہو سوم یہ کہ مقدار معیشت ملحوظ رہے کہ قدر واجب سے نہ زیادہ ہو نہ کم اور قدر واجب مقدار حاجت کا نام ہے اور حاجت تین چیزونکی ہوتی ہے خوراک پوشاک مکان اور ہر ایک کے تین درجے ہین ادنی اور اعلی اور اوسط پس جبتک کمی کی جانب مائل رہے گا اور حد ضرورت کے قریب رہے گا تو ہلکا اور سبک رہ کر بفحوائے ع سبکسار مردم سبکتر روند۔ کے نجات پاوے گا اور اگر مقدار مذکور سے تجاوز کرے گا تو ایسے گڑھے مین گرے گا کہ جسکے عمق کی کچھہ انتہا نہین اور ہمنے ان درجات کی تفصیل باب زہد مین لکھی ہے چہارم مقامات خرچ کو لحاظ رکھے اور خرچ مین میانہ روی کرے کہ نہ اسراف ہو نہ حد سے زیادہ تنگی جیسا اول مذکور ہوا بلکہ جو

کمائی وجہ حلال کی ہے اوسکو اوسی کے موقع پر خرچ کرے بے موقع نہ اوٹھاوے کیونکہ جیسا گناہ ناحق لینے مین ہے ویسا ہی ناحق اوٹھانے مین بھی ہے پنجم یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے اور خرچ و مساک مین نیت درست رکھے یعنے جو مال حاصل کرے اوس مین نیت عبادت پر استعانت کی ہو اور جو مال ترک کرے اوس مین نیت زہد اور مال کی حقارت کی ہو اگر ایسا کرے گا تو مال کا ہونا اسکو ضرر نکریگا اور اسی لیے حضرت علی رضنے فرمایا ہے کہ اگر آدمی تمام زمین کی چیزون کو لے لے اور نیت خدا ہی کی واسطے کی ہو تو زاہد ہی رہے گا اور اگر تمام چیزین زمین کی چھوڑ دے مگر نیت خدا واسطے کی نہو تو زاہد نہین ہوگا پس آدمی کو چاہیے کہ اپنی تمام حرکات وسکنات کو خدا کے واسطے منحصر کردے یعنے حرکات وسکنات وہی کرے جو عبادت ہون یا عبادت پر معین و مددگار دیکھو عبادت سے سب مین زیادہ مباین کھانا اور پاخانہ ہے مگر اون سے بھی عبادت پر اعانت ہوتی ہے پس اگر آدمی کھانا اور پاخانہ بہ نیت مدد عبادت کرے گا تو اوسکے حق مین عبادت لکھا جاوے گا اسی طرح جس چیز کی حفاظت کرنی پڑتی ہے مثلاً کرتہ پاجامہ بچھونا برتن سب مین یہی نیت رکھنی چاہیے کیونکہ دین مین کبھی ان چیزونکی حاجت ہوتی ہے اور جو چیز حاجت سے زائد ہے اوسمین یہ نیت ہو کہ اوس سے کسی خدا کے بندے کا کام چلے اور اسی بنا پر اگر کوئی وقت حاجت کے اسی چیز چاہے تو انکار نکرے جو آدمی ان باتونکو دستور العمل رکھے گا وہ وہ ہے کہ مار زر سے اوسکا جوہر اور تریاق نکال لیا اور زہر پھینکدیا ایسے آدمی کو مال کی کثرت سے نقصان نہین لیکن یہ بات اوسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو دین مین پکا ہو اور علم دین سے بخوبی آگاہ اور جو آدمی ان پڑھ مال کے جمع کرنے مین یہ خیال کرے کہ جیسے بعض صحابہ رض غنی تھے اور اونکے پاس بہت سی دولت تھی ویسے ہی مین بھی مال جمع کرتا ہون تو ایسے شخص کا حال ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا کسی بڑے منتر دان اپنے فن کے کامل کو دیکھے کہ اوسنے سانپ کو پکڑ لیا اور اوسکا جوہر نکال لیا اور دل مین جانا کہ اسنے سانپ کو اسی جہت سے پکڑ لیا کہ صورت و شکل اچھی تھی اور جلد نرم تھی آؤ مین بھی ایسا ہی کرون اوسکی دیکھا دیکھی یہ بھی سانپ پکڑے اور اوسی وقت لقمۂ اجل ہووے۔ ان دونون مین فرق یہی ہے کہ سانپ کا کاٹا ہوا معلوم ہو جاتا ہے کہ مر گیا مگر مال کا کاٹا معلوم نہین ہوتا اور دنیا کی تشبیہ سانپ سے دیتے ہین جیسے اس شعر مین مترجم کے شعر ظاہر مین ہے نرم گو کہ دنیا ٭ پر اسکے ہے زہر جیسے کالا ٭ اور جس طرح پر کہ پہاڑون پر پھرنے اور دریاؤن کے کنارے پر چلنے اور خاردار راہون مین گذرنے مین اندھا آدمی دیکھنے والے کی برابری نہین کرسکتا اسی طرح مال کے لینے مین عامی آدمی عالم کی برابری نہین کرسکتا

بارھوان بیان توانگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین — معلوم کرنا چاہیے کہ لوگون کو بات مین اختلاف ہے کہ شاکر توانگر کا رتبہ اعلی اور افضل ہے یا صابر فقیر کا اور اسکو ہم باب فقر اور زہد مین لکھینگے اور تحقیق حق بتلا مینگے اسباب مین صرف اسقدر لکھتے ہین کہ غنا کی نسبت فی الجملہ فقر ہی افضل ہے اور زیادہ تفصیل احوال کی طرف ملتفت نہین ہوتے اور اس موقع پر فقر کی فضیلت مین وہ بات نقل کرتے ہین جسکو حارث محاسبی رح نے اپنے کسی رسالہ مین بجواب کسی عالم توانگر کے جسنے اپنے مال جمع کرنے کی حجت صحابہ رض کی توانگری اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے مال کی کثرت بیان کی تھی اور اپنے آپ کو صحابہ رض سے مشابہت دی تھی لکھا ہے اور حارث رح علم معاملہ مین بہترین امت ہین عیوب نفس اور آفات اعمال اور کنہ عبادات جتنی یہ لکھتے ہین اتنی اور کوئی نہین لکھتا اسی لیے لکھنا اونکے کلام کا آسمعام بمصلحت ہے اول انھون نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمکو یون پہونچا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے برے علما کے حق مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے برے عالمو تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو صدقہ دیتے ہو مگر جس بات کا تمکو حکم ہے وہ نہین کرتے اور جو خود نہین کرتے اوسکو لوگون کو سکھلاتے ہو یہ نہایت برا ہے جو تم کر رہے ہو ظاہر مین تو منہ سے توبہ کرتے ہو اور باطن مین ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے ہو یہ بات تمھارے کام نہ آوے گی کہ ظاہر کو پاک وصاف رکھو اور دل ناپاک رہین مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کی طرح مت ہو جس مین سے اچھا آٹا نکل جاتا ہے اور بھوسی اوس مین رہ جاتی ہے اسی طرح تم ہو کہ حکمت کی باتین تمھارے منہ سے نکلتی ہین مگر دلون مین کدورت بھری ہوئی ہے اے دنیا کے بندو جو شخص دنیا سے اپنی شہوت ورغبت منقطع نکرے گا وہ آخرت کس طرح پاوے گا بخدا کہ تمھارے دل تمھارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تو تم نے اپنی زبانون کے تلے کر رکھا ہے اور اعمال کو پاؤن تلے دنیا کی بہتری آخرت کی بہتری سے تمکو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے تم نے اپنی آخرت برباد کی پھر اگر جانو تو تم سے زیادہ کونسا نقصان والا ہو گا تمھارا برا ہو کبتک اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤ گے اور خود متحیر لوگون کی طرح کھڑے رہو گے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم دنیا دارون سے دنیا اسی لیے چھوڑاتے ہو کہ سب دنیا تمھارے واسطے رہجاوے نہین نہین تو خود نصیحت و دیگر سے نصیحت کیون کرتے بس کرو بس کرو اس سے کچھ فائدہ نہین کہ گھر کی چھت پر چراغ رکھا جاوے اور اوسکے اندر ویسا ہی اندھیرا پڑا رہے اسیطرح اگر نور علم تمھارے منہ سے نکلے اور دل ویسے ہی اندھیری مین بیکار پڑا رہے تو کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم پرہیزگار بندے نہین ہو نہ آزاد بزرگون کے مانند ہو کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ کر اوندھے منہ ڈالدے اور اسی طرح گھسیٹنا شروع کردے اور تمھارے گناہ تمھارے سر بال پکڑے ہوئے ہون

اور علم پیچھے سے دھکے دیتا ہو اور اس محل سے تمکو خدا کے سپرد کردین تم کوئی ساتھی ہو نہ غمخوار نہ بدن پر کپڑے کا کوئی تار پھر اوس بادشاہ بے پروا کے یہان سے تمھارے کردار کی سزا واقعی ملے انتہی بعد اسکے حارث رحمہ فرماتے ہین کہ بھائیو یہ حال برے عالمون کا ہے آدمیون مین شیطان اور باعث فتنہ یہی لوگ ہین دنیا کی طمع مین اور اوسکی جاہ و رفعت کی حرص مین آخرت کو چھوڑ دیا اور دین کو ذلیل کیا یہ لوگ دنیا مین بھی عار و ننگ کے باعث ہین اور آخرت مین تو خسارہ والون مین قطعی ہین مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے فضل سے معاف کردے اور بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص دنیا مین ڈوبا رہتا ہے اور اسی کو دین پر اختیار کرتا ہے مین نے جو دیکھا تو اوسکی خوشی کدورت آمیز ہے طرح طرح کے رنج اور اقسام کے گناہ اوس سے سرزد ہوتے ہین اور انجام کو بجز بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہین ہوتا دنیادار کسی توقع مین خوش ہوتا ہے مگر نہ دنیا ہی ملتی ہے نہ دین سلامت رہتا ہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ آہ اس سے بڑی مصیبت اور درد انگیز آفت کونسی ہوگی بھائیو اللہ کو دھیان کرو اور شیطان کے فریب مین مت آؤ اور نہ شیطان کے دوستون کا دہوکا کھاؤ جو حجت باطل پر اڑے ہوئے اور دنیا کے حاصل کرنے مین مستغرق ہین اور پھر اسکے لیے یہ عذر و حجت نکالتے ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بہت سا مال تھا ذکر صحابہ رض کا اسلیے کرتے ہین کہ لوگ اونکو مال کے جمع کرنے مین معذور جانین حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جسکی اونکو خبر نہین ای کم بخت عبد الرحمن بن عوف رض کے مال کی حجت پکڑنی تیرے لیے اچھی نہین شیطان تیرے ہلاک کرنے کے واسطے تیرے منہ سے یہ حجت نکلواتا ہے کیونکہ جب تو یہ کہتا ہے کہ عمدہ صحابہ رض نے مال واسطے زینت اور اسراف اور کثرت کے جمع کیا تھا تو تو اون سردارون کی غیبت کرتا ہے اور اونکے ذمہ بڑی بات لگاتا ہے اور جب تو نے یہ کہا کہ حلال مال کا جمع کرنا اوسکی چھوڑنے کی نسبت افضل ہے تو گویا تو نے نسبت خطا اور جہل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا پر کی کہ اونھون نے ناحق زہد اختیار کیا یہ فضیلت اور رتبہ جو تو نے مال کے جمع سے بیان کیا یہ اونکو نہ سوجھا تیری طرح وہ بھی مال جمع کرتے اور اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خیر خواہی نکی یعنی آپ نے مال کے جمع کرنے سے منع فرمایا حالانکہ تیرے عندیہ مین مال کا جمع ہونا امت کے حق مین زیادہ اچھا ہے پس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دھوکا دیا کہ بہتر بات نسکھائی بخدا یہ تیرا قول سراسر لغو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خیر خواہ اور مشفق اور رؤف تھے علاوہ اسکے جب یہ ہو کہ مال کا جمع کرنا افضل ہے تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک خدای تعالے نے اپنے بندون پر کچھ توجہ نہین فرمائی کہ اونکو مال کے جمع کرنے سے منع کردیا یا خدای تعالے کو یہ معلوم نہو کہ افضلیت

مال کے جمع کرنے میں ہے اسی واسطے نادانستگی میں نہی کر دی اور تجھکو تو مال کی خیر و فضل کا وقوف بخوبی ہو گیا ہے اسی لیے دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے گویا خدا کی نسبت تجھکو زیادہ شعور مواقع خیر و فضیلت کے پہچاننے کا ہے معاذ اللہ من ذلک خدا ایسے جہل سے پناہ دے ذرا تو سوچ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مال سے حجت پکڑنا شیطان کا فریب ہے اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مال سے حجت پیش کرنی تیرے کیا مفید ہے قیامت میں کی خوش ہو جاوینگے کہ دنیا میں سے اگر مجھکو بقدر بسر اوقات ہی ملتا تو خوب ہوتا اور مجھکو یہ روایت پہنچی ہے کہ جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مذکور کیا کہ ہمکو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے اوپر نہایت خوف ہے کہ اونھوں نے یہ کچھہ چھوڑا حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ عبد الرحمن کے مال سے کیا خوف ہے مال طیب کمایا اور طیب طور پر خرچ کیا اور پاک کمائی چھوڑ مرے یہ قول کعب رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو کسی نے جا کہا وہ بیتاب کھا کر اونکی تلاش میں نکلے اور ایک بالون کی ہڈی ہاتھ میں لیکر اونکو ڈھونڈھنے لگے جب اونکو خبر ہوئی وہ بھاگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اون سے سب ماجرا بیان کر کے پناہ چاہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی اونکے قدم کا سراغ لیتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اونکو دیکھتے ہی کعب رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے جا بیٹھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اونکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ای یہودی بچے تیرا قول تھا کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو مال چھوڑا کچھہ مضائقہ نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جبل احد کیطرف نکلے میں ہمرکاب تھا مجھکو پکارا کہ اباذر میں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا الاکثرون هم الاقلون یوم القیمة الامن قال هکذا وهکذا عن یمینه وشماله وقدامه وخلفه وقلیل ما هم پھر آپ نے میرا نام پکارا اور میں نے لبیک عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر خزانہ ہو کہ اوسکو اللہ کے راستے میں خرچ کروں لیکن اگر مرنے کے دن اسقدر میں سے دو قیراط کے برابر بھی میرے بعد رہے گا تو مجھکو اچھا نہیں معلوم ہوتا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یا دو ڈھیر بچ رہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ دو حبے بچ رہیں پھر فرمایا کہ میں تو کم کہتا ہوں اور تو بہت کہتا ہے انتہی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہیں اور تو یہودی بچے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مال چھوڑنے میں مضائقہ نہیں بتلاتا تو بھی جھوٹا ہے اور جو یہ کہے وہ بھی جھوٹا ہے پس اس بات کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو کسی نے کچھہ جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ گھر نکل آئے اور نیز ہمکو یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اونٹ یمن سے آئے مدینہ منورہ میں ایکبار گی دھوم و شور مچ گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ کیا غل ہے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے اونٹ آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ و رسول نے سچ کہا ہے یہ خبر حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو پہنچی اونھون نے

حضرت عائشہ رضہ سے اوس حدیث کو پوچھا اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مین نے جنت مین دیکھا کہ مہاجرین اور مسلمانون مین سے فقیر لوگ خوب دوڑتے چلے جاتے ہین اور توانگرون مین سے مین نے اونکے ساتھ کسی کو جنت مین جاتے نہین دیکھا مگر البتہ عبد الرحمن بن عوف اونکے ساتھ جنت مین جاتا تھا مگر گھٹنون چلتا تھا حضرت عبد الرحمن رضہ نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ یہ اونٹ مع انکے بوجھ کے سب خیرات ہین اور جو غلام انپر نوکر ہین وہ بھی مین نے آزاد کیے شاید فقرا کے ساتھ مین بھی دوڑکر جنت مین جاؤن اور ایک روایت ہمکو یہ پونہچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن عوف رضہ کو فرمایا[۱] کہ میری امت کے توانگرون مین سے تم اول جنت مین جاؤگے مگر غالبا گھٹنون کے بل داخل ہوگے۔ پھر اے کم بخت اب تو اپنے مال کی حجت بتلا حضرت عبد الرحمن بن عوف نے باوجود فضل اور تقوے اور احسان اور بذل اموال براہ خدا اور صحبت رسول مقبول[۲] اور بشارت جنت[۳] کے قیامت کے میدانون مین اور اوسکے اہوال مین اون سے مال کی بدولت رکے رہین گے جسکو بوجہ حلال کمایا کہ حاجت سوال کی نہ پڑے اور اوس سے سلوک لوگون کے ساتھ کرتے رہے اپنے تن بدن پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کیا اور اللہ کی راہ مین بہت سا کچھ دیا تاہم جنت مین فقرا مہاجرین کے ساتھ دوڑکر نجا سکین گے بلکہ اونکے پیچھے گھٹنون چلین گے جب اونکا یہ حال ہو تو ہم سے لوگ جو دنیا کے شغل مین ڈوبے ہوئے ہین کیا حال ہوگا۔ اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ تو ہمیشہ مال مشتبہ اور حرام پر گرتا ہے اور لوگون کے ساتھ اس مال کے میل کے واسطے سینہ زوری کرتا رہتا ہے اور شہوات اور زینت اور مباہات اور طرح طرح کی بکروہات مین پھنسا رہتا ہے اور یہی اولٹ پھیر کرتا رہتا ہے پھر عبد الرحمن رضہ کے مال کی حجت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ رضہ نے جو مال جمع کیا تھا اس لیے مین نے بھی کیا گویا اپنے آپکو پانچون سوارون مین سلف کے ساتھ جانتا ہے یہ نہین معلوم کہ یہ قیاس شیطانی ہے وہ اپنے دوستون کو ایسے ہی احکام سوجھاتا ہے اب مین تجھے تیرا حال اور صحابہ و سلف کا احوال کہتا ہون تاکہ تجکو اپنی فضیحت اور صحابہ سلف کی فضیلت معلوم ہو جاوے پس جاننا چاہیے کہ بعض صحابہ رضہ کے پاس جو مال تھا تو سوال نکرنے اور خدا کی راہ مین دینے کی غرض سے تھا اون لوگون نے وجہ حلال سے کمایا اور مال طیب ہی کھایا اور نفقہ متوسط درجے کا کرتے رہے آگے کے واسطے اپنا سامان کر گئے اور دنیا مین کسی کا حق نہین مارا نہ مال سے بخل کیا بلکہ زیادہ حصہ اپنے مال کا خدا کے واسطے دے ڈالا اور بعض صحابہ نے بالکل ہی دے ڈالا اکثر سختی کے وقت مین واسطے خدا کے کام کو اپنے نفس پر ترجیح دی اب مین تجھ سے پوچھتا ہون کہ تو بھی کیا ایسا ہی ہے نہین ویسا کیون ہونے لگا تھا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ علاوہ اسکے بہترین صحابہ رضہ کا یہ دستور تھا کہ مسکنت دوست تھے اور خوف فقر سے بے پروا اور رزق کے

[۱] احمد نے عبد الرحمن بن عوف کا جنت مین گھٹنون کے بل داخل ہونا نقل کیا ہے اور اوسمین ... مہاجرین اور انکی سند ... بن عمارہ بن زاذان مختلف فیہ ہے ۱۲
[۲] بزار نے روایت کیا سند ضعیف ہے ۱۲
[۳] بخاری و مسلم نے سعد بن ... روایت کیا ۱۲

باب مین اسد پر متوکل اور تقدیر الٰہی سے خوش اور بلا پر راضی اور نعمت مین شاکر اور ضرر مین صابر اور راحت
مین ثناخوان خدا کے واسطے تواضع کرتے اور تعلی اور فخر سے علٰحدہ رہتے دنیا مین سے بجز مباح کے
اور کچھ نہ لیا مدام قدر حاجت پر راضی رہے دنیا پر لات ماری اسکے مصائب پر صبر کیا اور اسکی تلخی کو نوش جان
کرکے نعمت کو چھوڑ دیا اب کہو تم بھی ایسے ہی ہو اسکے سوا اونکا یہ دستور تھا کہ جب دنیا اونپر آتی تو رنج
و غم کرکے کہتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی گناہ کا عذاب خدا تعالے نے دنیا ہی مین بھیجدیا یعنے دنیا
کے آنے کو وبال سمجھتے تھے اور جب فقیر کو آتا دیکھتے تو کہتے کہ خوب ہوا یہ شعار نیک بندون کا ہمکو ملا
چنانچہ روایت ہے کہ بعض اکابر سلف جب صبح کو اپنے گھر مین کچھ دیکھتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے
اور جب کچھ نہوتا تو ہشاش بشاش ہوتے کسی نے اونسے پوچھا کہ خلق کا تو یہ دستور ہے کہ نہونے کی
صورت مین غم اور ہونے کی حالت مین خوشی کرتے ہین اور تمھارا حال اسکے عکس ہے اسکی کیا وجہ ہے
اونھون نے فرمایا کہ باعث یہ ہے کہ جب مین صبح کو اوٹھکر اپنے آل و عیال کے پاس کچھ نہین دیکھتا تو خوش
ہوتا ہون کہ آج پیروی رسول اسد صلی اسد علیہ وسلم کی نصیب ہوئی اور جب میرے عیال کے پاس
کچھ ہوتا ہے تو مجھے رنج ہوتا ہے کہ اقتدائے آل محمد صلے اسد علیہ وسلم نہوا اور سنتے ہین کہ اون لوگون کا
یہ دستور تھا کہ جب اونکو کوئی صورت رفاہ اور آسایش کی معلوم ہوتی تو غم اور خوف کرتے اور کہتے کہ ہمکو
دنیا سے کیا سروکار ہے یہ جو ہمارے پاس آئی نمعلوم خدائے تعالے کو کیا منظور ہے اور جب اون پر
کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتے کہ ہان اب خدا نے ہماری خبر لی غرض کہ سلف کا حال اسطرح تھا
ہمنے تو کچھ کم ہی لکھا ہے اونکے فضائل بیحد و شمار ہین آپ تو فرماوین کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے وہ لوگ
گذرے ہین معاذ اسد تم ویسے کیون ہوئے تھے اپنے حال کو اگر دیکھو تو بالکل اونکے حال کے برعکس ہے
تمھارا حال یہ ہے کہ توانگری مین طغیانی کرتے ہو اور ارزانی مین تبختر کرتے ہو خوشحالی کے وقت اکڑتے ہو اور منعم
حقیقی کے شکر سے غافل ہو جاتے ہو مصیبت کے وقت غصہ آتا ہے اور مفلسی مین ناامید ہو جاتے ہو
اسد کے احکام پر راضی نہین ہوتے بلکہ فقیری کو برا جانتے ہو اور مسکنت سے ننگ کرتے ہو مسکنت کو
سب تمام پیغمبرو مرسلین فخر کیا کرتے تھے تمکو اونکے فخر کی چیز بری معلوم ہوتی ہے ناداری کے خوف سے
مال جمع کرتے ہو اس مین بھی خدائے تعالے پر بدگمانی ہوتی ہے اور اوسنے جو روزی پونہچانے کی ضمانت
کی ہے اوسپر قلت یقین لازم آتی ہے اتنا گناہ کیا تھوڑا ہے بلکہ ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مال اسی لیے جمع
کرتے ہو کہ دنیا کے لذات اور شہوات اور طمطراق حاصل ہون حالانکہ یہ حدیث ہمکو پونہچی ہے کہ [رسول اللہ صلی اللہ]
علیہ وسلم فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامھم اور یہ بھی روا

برے امت مین میری وہ لوگ ہین کہ پرورش پائی انھون نے نعمت مین اور اوگے اوسپر جسم اونکے

کہ بعض علمانے یون ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کو کچھہ لوگ اپنی نیکیان طلب کرینگے تو اون سے کہا جائیگا أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تمکو یہ خبر نہین کہ دنیا کی نعمت کے سبب آخرت کی نعمت سے محروم رہ گئے اس سے زیادہ اور کونسی حسرت اور مصیبت ہوگی اور عجب نہین کہ تم فخر و تکبر اور اظہار کثرت اور زینت دنیاوی کے لیے دولت جمع کرتے ہو حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو کوئی مال تفاخر اور تکاثر کے لیے جمع کرتا ہے خدا کے پاس ایسے حال مین جاتا ہی کہ اللہ تعالے اوسپر غضبناک ہو مگر تمکو خداے تعالے کے غصہ کی کچھہ پروا نہین کہ اتنی اکڑ پھون اس مال سے کرتے ہو شاید خداے تعالے کے پاس جانے سے تمکو دنیا مین رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے اسی لیے دیدار الہی برا جانتے ہو حالانکہ خداے تعالے خود تمھاری صورت سے ناراض ہے اور تمکو خبر نہین دنیا کی اگر کوئی چیز تم سے فوت ہو جاتی ہے تو اوسپر رنج کرتے ہو اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَنْ أَسِفَ عَلَى دُنْيَا فَاتَتْهُ اقْتَرَبَ مِنَ النَّارِ مَسِيرَةَ سَنَةٍ لیکن تمکو اسکی پروا نہین کہ اس چیز پر افسوس کرنے سے قرب عذاب ہوگا بلکہ کیا عجب ہی کہ دنیا کی توقیر کے باعث کبھی تم دین سے بھی خارج ہو جاتے ہو دنیا کے آنے سے ہشاش بشاش ہوتے ہو یہ خبر نہین کہ حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَسُرَّ بِهَا ذَهَبَ خَوْفُ الْآخِرَةِ مِنْ قَلْبِهِ اور بعض علما کا قول ہے کہ دنیاوی چیزون کے جانے پر افسوس کرنے سے اور اونکے آنے پر اظہار خوشی سے آدمی سے حساب لیا جاویگا۔ تمھارے دل سے خوف الہی جاتا رہا دنیا پر کیسے خوش ہو اوسکے لیے دین کی نسبت بہت زیادہ مشقت اوٹھاتے ہو اور کچھہ بعید نہین کہ گناہون کی مصیبت تمکو بہ نسبت دنیا کے گھٹ جانے کے ہلکی معلوم ہوتی ہو تمکو مال کے جانے کا خوف زیادہ ہے اوس گناہون کا کم جو کچھہ اس ہاتھہ کے میل مین سے لوگونکو دیتے ہو وہ بھی بہ قصد رفعت اور برتری دیتے ہو یہ چاہتے ہو کہ مخلوق راضی رہے اور میری تعظیم و تکریم کرے گو خداے تعالے ناراض ہو یعنی قیامت مین خداے تعالے کا تمکو حقیر جاننا بہ نسبت لوگون کے حقیر جاننے کے آسان معلوم ہوتا ہے اپنی خطائین لوگون سے چھپاتے ہو اسکی پروا نہین کہ خداے تعالے کو انکا علم ہے گویا خدا کے سامنے فضیحت ہونا لوگونکے سامنے کی فضیحت سے آسان ہی تو لوگون کی قدر تمھارے نزدیک خدا سے بڑھکر معلوم ہوتی ہے معاذاللہ منہا۔ جب اتنے عیب تم مین ہین اور ایسے نجاسات مین آلودہ ہو تو پھر کیسے عاقلون کے سامنے بولتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا مال بھی صلحا کا سا مال ہے استغفراللہ مگس را مہر طاؤسی نزادند + زغن را افر عنقائی ندادند + تم کہان اور وہی لوگ کہان وہ لوگ حلال مین اتنا زہد کرتے تھے کہ تم سے حرام مین بھی

نہین ہوتا جس چیز کو تم لاباس بہ تصور کرتے ہو وہ اونکے نزدیک مہلکات مین سے تھا اونسے اگر گناہ صغیرہ بھی ہوجاتا تو اوسکو اتنا بڑا جانتے تھے کہ تم کبیرہ کو بھی نہین جانتے اگر تمھارا مال حلال اور طیب ہے اونکے مال مشتبہ جیسا ہوتا تو کیا کہنا تھا اور کاش تم اپنی برائیون ہی سے اوتنا ڈرتے جتنا وے اپنی بھلائیون کے نہ قبول ہونے سے ڈرتے تھے یا تمھارا روزہ اونکے افطار کے مثل ہوتا یا تمھاری مشقت عبادت مین اونکی سستی اور خواب کے برابر ہوتی یا تمھاری تمام نیکیان اونکی ایک ہی نیکی کے برابر ہوتین ایک روایت مین ہے کہ بعض صحابہ رضہ نے فرمایا کہ جسقدر دنیا صدیقین سے فوت ہوجاتی ہے اور علیحدہ رہتی ہے اوسی قدر اونکے حق مین غنیمت شمار ہوتی ہے پس جو شخص ایسا نہو وہ اونکا ساتھی نہ دنیا مین ہے نہ آخرت مین — اب دیکھنا چاہیے کہ دونون فریقون مین کتنا فرق ہے ایک فریق تو صحابہ رضہ ہین کہ خداے تعالے کے نزدیک علو مرتبہ رکھتے ہین اور ایک فریق تم جیسے ہین کہ اسفل رتبہ رکھتے ہین مگر یہ کہ خداے تعالے اپنے کرم سے معاف فرمادے اب ہم یہ کہتے ہین کہ اے مغرور یہ جو تیرا قول ہے کہ مال کے جمع سے ہماری غرض اقتداء صحابہ رضہ ہے کہ حاجت سوال کی نہو اور خدا کی راہ مین دیوے تو اس بات کو تو سوچنا چاہیے کہ جیسا اون لوگون کے وقت مین حلال میسر تھا اس زمانہ مین ہے یا نہین بلکہ جسقدر احتیاط طلب حلال مین وے لوگ کرتے تھے وتنی تجھسے ہوسکتی ہے یا نہین مجھکو بعض صحابہ رضہ کا قول یون پہنچا ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہم وجہ حلال کے ستر راستے اس لیے چھوڑدیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ حرام مین پڑجاوین پس کیا تو بھی اپنے نفس سے ایسی ہی احتیاط کی طمع رکھتا ہے بخدا مجھکو تجھسے ہرگز یہ توقع نہین کہ اتنی احتیاط کرے — یہ یقینا جان لے کہ مال کا جمع کرنا سلوک و افعال نیک کے لیے شیطان کا ایک فریب ہے تاکہ سلوک و احسان کے بہلانے سے تجھکو شبہات کے کمانے مین ڈالدے جن مین حرام مخلوط رہتا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص شبہات پر جرات کرتا ہے قریب ہے کہ حرام مین واقع ہوجاوے اے مغرور کیا تجھکو یہ نہین معلوم کہ شبہات کی چیزون کو کماکر خدا کے رستے مین دینے کی بہ نسبت یہ امر بہتر ہے کہ شبہات مین مبتلا ہونے سے ہمیشہ ڈرتا رہے تاکہ خداوند کریم کے سامنے قدر و مرتبہ افضل و بلند ہو چنانچہ بعض علما کا قول ہے کہ اگر آدمی ایک درہم چھوڑدے اس خوف سے کہ شاید حلال نہو یہ امر اوسکے حق مین بہ نسبت ہزار اشرفیون کی خیرات کے بہتر ہے جو شبہ سے کمائی ہون اور معلوم نہو کہ حلال ہین یا نہین اب اگر تیرے گمان مین یہ ہو کہ مین بڑا متقی ہون مجھکو شیطان دھوکا نہین دے سکتا مین شبہات مین مبتلا نہین ہوسکتا اور مال وجہ حلال ہی سے جمع کرتا ہون تاکہ خدا کے راستے مین دون تو ہم کہتے ہین کہ اگر بالفرض تو ایسا ہی متقی ہے تب بھی قیامت کا حساب اپنے اوپر رکھنا چاہیے کہ بہترین صحابہ رضہ سوال روز قیامت سے

بخاری و مسلم روایت نعمان بن بشیر

خوف کیا کرتے تھے چنانچہ بعض صحابہ رضہ سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر مین ہزار اشرفیان وجہ حلال سے ہر روز کماؤن اور اونکو خدا کی راہ مین لٹاؤن اور اس خیرات سے میری جماعت کی نماز مین بھی فتور نہ پڑے تب بھی مجکو ایسی خیرات اچھی نہین معلوم ہوتی لوگون نے اسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ حالت ناداری مین قیامت کے سوال سے غنی ہون اغنیا سے سوال ہوگا کہ اے بندے کہان سے تو نے پیدا کیا اور کہان خرچ کیا پس دیکھہ کہ متقی یہ لوگ تھے اسلام کے سبب ایسی تونگری انکو حاصل تھی کہ باوجودیکہ حلال اوس زمانہ مین موجود تھا تاہم حساب کے خوف سے مال کو ترک کیا کہ کہین اسکی نیکی سے بدی نہو رہے اور تو تو ردی ورنکمے لوگون مین ہے وجہ حلال اس زمانہ مین مفقود ہے کہ اس ہاتہ کے میل پر سینہ زوری کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ مین مال وجہ حلال سے جمع کرتا ہون حلال کہان ہے جسکو تو جمع کرتا ہے اور اگر بر تقدیر حلال تیرے پاس موجود ہے تو تجکو کیا یہ خوف نہین کہ تونگری کی حالت مین تیرا دل اور کا اور ہوجاوے بعض صحابہ رضہ جب بوجہ ارث اونکو مال پہونچتا تو اوسکو نہ لیتے اس خوف سے کہ کہین دل مین تغیر وفساد نہ آجاوے تو کیا اپنے دل کو صحابہ رضہ کے دل سے بھی متقی تر سمجھتا ہے کہ کسی حال مین امر حق سے تجاوز نکرے گا اگر یہ گمان ہے تو اپنے نفس امارہ پر خوب حسن ظن ہے ہم صرف براہ نصیحت کہتے ہین کہ تجکو مقدار حاجت پر قناعت کرنی چاہیے او عمال خیر کے لیے مال جمع کرکے حساب کے واسطے متعرض ہونا چاہیے کہ حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ نُوقِشَ فِي الْحِسَابِ عُذِّبَ اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص پیش کیا جاوے گا جسنے مال حرام سے جمع کیا ہوگا اور حرام ہی مین اوٹھایا ہوگا اوسکو حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ اور ایک شخص ایسا سامنے کیا جاوے گا کہ وجہ حلال سے مال کمایا اور حرام مین اوٹھایا اوسکو بھی دوزخ مین ڈالنے کا حکم ہوگا اور ایک شخص ایسا لایا جاوے گا جسنے وجہ حرام سے کمایا اور امور حلال مین اوٹھایا وہ بھی دوزخ مین جانے کا حکم پاوے گا اور ایک شخص حاضر کیا جاوے گا جسنے حلال ہی سے کمایا اور حلال ہی مین اوٹھایا اوسکو حکم ہوگا کہ توقف کر شاید تو نے مال کی طلب مین کسی فرض یا دوسرے فرائض مین قصور کیا ہو مثلاً نماز کو ٹھیک وقت پر ادا نکیا ہو یا اوسکے رکوع وسجود و وضو مین کوتاہی کی ہو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے کمایا اور وجہ حلال ہی مین خرچ کیا اور تیرے فرائض مین سے بھی کوئی شی تلف نہین کی حکم ہوگا کہ شاید تو نے مال کی جہت سے تکبر کیا ہو یا اپنی سواری وکپڑے مین فخر جتلایا ہو عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے نہ تکبر کیا اور نہ فخر ظاہر کیا حکم ہوگا کہ شاید جن لوگون کا حق مین نے تیرے ذمہ کیا تھا اونکا حق کچھہ تو نے دبالیا ہو اور ذوی القربیٰ اور یتیمون اور مساکین اور مسافرین کو نہ دیا ہو عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے حاصل کیا اور راہ مین

خرچ کیا اور کوئی تیرا فرض ضائع نہین کیا اور تکبر و فخر بھی نہین کیا اور نہ کسی کا حق دبایا پھر وہ سب لوگ یعنے رشتہ دار اور یتیم اور مساکین و مسافرین اوس سے آکر خصومت کرین گے کہ الٰہی تو نے اوسکو مال دیا اور غنی بنایا اور ہمارے دینے کا حکم فرمایا اور ہمارا مددگار کیا تو اگر اسنے اونکو دیا تھا اور باوجود اسکے فرائض مین بھی تصور نہین کیا اور نہ تکبر کیا پھر بھی حکم ہوگا کہ توقف کر اور جو جو نعمت مین نے تجکو دی تھی کھانے کی یا پینے کی یا لقمہ یا لذت کی سبکا شکر پیش کر اسی طرح سے پرسش ہوتی رہے گی۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ جب شخص مذکور جسنے وجہ حلال ہی سے کمایا اور اوسی مین اوٹھایا اور تمام حقوق و فرائض کو بخوبی ادا کیا اوس سے اسقدر حساب لیا جاوے گا تو ہم جیسے لوگون کا کیا حال ہوگا کہ ہمہ تن دنیا کے فتنون اور اوسکے شبہات و زینت و شہوات مین ڈوبے ہوئے ہین۔ اے کم بخت انھین سوالون کی جہت سے متقی دنیا مین آلودہ نہین ہوتے اور مقدار ضرورت پر راضی ہو کر انواع و اقسام کے اعمال نیک بہت سے کسب مال سے کرتے ہین تیرے لیے اونکی اقتدا موجود ہے اونکی پیروی کرنی چاہیے اگر یہ امر منظور نہو اور یہی خیال ہو کہ مین سب سے زیادہ متقی ہون اور اپنی دانست مین مال بھی حلال سے حاصل کیا ہے بایں غرض کہ کسی کا محتاج نرہون اور خدا کی راہ مین خرچ کرون اور خرچ مین کسی طرح کا حق ذمہ نہین رہتا اور مال کے سبب دل پر بھی تغیر نہین آتا خدا کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور خداوند کریم تیرے ظاہر و باطن سے ناراض نہین اگر یہ تصور ہے گو اسطرح کا ہونا ممکن نہین تب بھی یہی چاہیے کہ مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور مالدارون سے سوال قیامت مین علیحدہ رہے اور اول ہی قافلہ کے ساتھ زمرۂ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہو مال کی جہت سے نہ حبس تجھ پر ہو نہ سوال کی نوبت پونہچے نہ حساب دینا پڑے اور حساب مین یا تو نجات ہے یا آفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیر مہاجرین جنت مین اغنیا کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے[1] اور ایک حدیث مین یون ہے کہ فقرائے مومنین جنت مین اغنیا کی نسبت اول داخل ہو کر کھاوینگے اور مزے کرینگے اور اغنیا کا حال ہوگا کہ گھٹنیون کے بل بیٹھے ہونگے اللہ تعالیٰ اونکو ارشاد فرماوے گا کہ میرا مطالبہ تمھین سے ہے تم لوگون کے حاکم اور بادشاہ تھے بتلاؤ نہ جو کچھ مین نے تمکو دیا اوسمین تم نے کیا کیا[2]۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ میرے پاس اگر عمدہ چوپائے ہون مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکی جماعت کے ساتھ اول قافلہ مین نہون تو ایسا مال مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا بھائیو ایسی بات مین کوشش کرو جس سے ہلکے پھلکے زمرۂ انبیا علیہم السلام مین شامل ہو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر پیچھے نہ رہ جاؤ جیسے متقی ڈرتے رہتے ہین اور مجکو یہ روایت بھی پونہچی ہے کہ بعض صحابہ رض کو پیاس لگی آپ نے پانی مانگا لوگ

[1] ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو سعید ۱۲

[2] اسکی سند مجکو نہین ملی ۱۲

انکے لیے شہد کا شربت لائے جب آپ نے اوسکو چکھا تو آنسوون سے ہچکی بندھ گئی خود بھی روئے اور اونکو بھی رولایا پھر مُنہ سے آنسو پونچھکر چاہا کہ کچھ کلام کرین پھر رونا شروع کیا جب کثرت سے روئے تو لوگون نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہین فرمایا کہ ہان ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا اور حجرۂ شریف مین سوا میرے آپ کے ساتھ کوئی نتھا اتنے مین آپ نے فرمانا شروع کیا کہ مجھسے الگ رہ مین نے عرض کیا کہ میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہون مین تو آپ کے سامنے کسی کو نہین دیکھتا آپ کس سے مخاطب ہین آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اسوقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھاکر کہا کہ مجکو لے لو مین نے اوس سے کہا کہ مجھسے الگ ہو اوسنے جواب دیا کہ ای محمد اگر تم مجھسے بچ رہوگے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھسے نہ بچین گے تو مجکو یہ خوف ہی کہ کہین اس شربت کے پینے سے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہو جاؤن۔ بھائیو خیال یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نکردے روتے تھے ای کم بخت تو تو انواع و اقسام کی نعمت اور شہوات مین مبتلا ہے اور کمائی بھی خالی حرمت اور شبہ سے نہین تجکو خوف علیحدگی کا اوس حبیب پاک سے نہین تف ہے تجھپر کتنا بڑا جاہل ہے کہ اگر قیامت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ اہوال دہشتین دیکھیگا جنسے فرشتے اور انبیا فریاد کرینگے اور اگر اب کوشش مین قصور کرے گا تو پھر اون کے ساتھ ملنا دشوار ہے اور اگر تجکو مال کی کثرت منظور ہے تو سخت حساب کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور اگر مقدار قلیل پر قانع نہوگا تو مدت تک میدان قیامت مین ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑے گا اگر پیچھے رہنے والون کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہیگا اور دار نعیم و خلد برین مین دیر کر پہنچے گا متقیون کے حال کے خلاف اگر کریگا تو اہوال روز حشر مین مرے گا اسکو خوب سوچ سمجھ لینا چاہیے پھر اگر یہ خیال ہو کہ مین بھی مثل سلف صالحین کے ہون کہ قدر قلیل پر قانع ہون اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنے والا فقر سے ڈرتا نہین نہ کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہون تکاثر اور غنی کو برا جانتا ہون اور فقر اور بلا پر راضی قلت اور مسکنت سے خوش ہون اور فروتنی و ذلت کو اچھا سمجھتا ہون اور علو و رفعت کو برا اپنے کام مین پکا ہون راہ راست سے میرا دل پھرتا نہین اپنے نفس کو صرف اسکے واسطے روک رہتا ہون اور سب کامون مین مرضی الٰہی مقدم جانتا ہون اور مجھ جیسا متقی سوال و حساب کے جھگڑے مین توقف نکرے گا میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ

فی سبیل اللہ کے لیے ہے تو کم بخت ذرا تو غور کر کیا تجھے یہ نہین معلوم کہ مال کی شغل نہ رکھنے اور ذکر اور فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دین زیادہ بچا رہتا ہے اور حساب مین آسانی ہوتی ہے سوال خفیف ہوتے ہین قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہے ثواب بہت سا ملتا ہے خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض صحابہ رضہ سے مروی ہے کہ اونھون نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی گود مین اشرفیان لیکر تقسیم کرے اور دوسرا اللہ تعالے کا ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اول شخص کے افضل ہوگا۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص مال اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہے اونھون نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے مین اوسکے لیے زیادہ خیر ہے اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصون مین سے ایک نے دنیا بوجہ حلال پیدا کی اور اوس سے صلہ رحم کیا اور اعمال خیر سے زاد آخرت بنایا اور دوسرا اوس سے بالکل کنارہ کش ہا نہ اوسنے دنیا طلب کی نہ اوسکو ملی ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ ان دونون مین بڑا فرق ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہے وہ افضل ہے اور اس مین اور دوسرے مین پورب پچھم کا سا فرق ہے بس کم بخت اگر تو دنیا چھوڑ دی تو تجکو بھی یہ درجہ دنیا دارون پر ملجاوے اور مال کا شغل نہ رکھنے سے دنیا مین بھی بہت سے فائدے ہین بدن کو راحت ملتی ہی زیادہ مشقت نہین کرنی پڑتی زندگی چین سے فارغ البالی مین گذرتی ہے تردد کم کرنا پڑتا ہی جب ترک مال سے تجکو طالب مال پر یہ فضیلت ہے تو اب کونسا عذر مال کے جمع کرنے کا تجھے باقی ہے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول ہونا خدا کی راہ مین خیرات کرنے سے افضل ہے تو سوچنے کی بات ہی کہ مال کے نہ جمع کرنے سے سر دست راحت ہے اور آخرت مین فضیلت علاوہ ازین اگر مال کے جمع کرنے مین بالفرض کوئی فضیلت بڑی ہو تب بھی مکارم اخلاق مین تجکو چاہیے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرے جنکے باعث تجکو خدا نے ہدایت کی ہے اوجو دنیا سے کنارہ کشی اونھون نے اپنے نفس کے لیے اختیار کی وہی تو بھی اپنے واسطے اختیار کر اسکو خوب غور کر اور یقینا جان لے کہ سعادت و فلاح دنیا سے الگ رہنے مین ہے پس لوائے مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول جنت ماویٰ مین جانے کا فکر کر مجکو یہ حدیث پونہچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سردار ایماندارون کی وہ لوگ ہین جنکو صبح کا کھانا ہے تو شام کو نہ ملے اور اگر قرض لیا چاہین تو کوئی قرض نہ دے اور ستر عورت سے زیادہ کپڑا نہ رکھتے ہون اور مقدار کفایت کی کمانے پر قدرت نہ رکھتے ہون اور باوجود اسکے صبح شام اپنے پروردگار سے راضی رہین فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

[illegible]

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝ بھائی اگر اس بیان کے بعد تو مال جمع کرے گا اور دعوے کرے گا کہ مین اعمال خیر کے لیے جوڑتا ہون تو تیرا دعوی سراسر لغو ہے بلکہ فقر کے خوف سے اور تنعم اور اظہار کثرت اور زینت اور فخر اور شیخی اور ریا اور شہرت اور تعظیم اور بڑائی کے لیے جوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہون۔ خدا کو دھیان کر اور اپنے دعوے سے شرم کر اگر محبت مال و دنیا کی تجھپر غالب ہے تو اس بات کا اقرار کر کہ واقع مین خیر و فضل بقدار ضروری پر راضی رہنے سے اور فضول چیزون سے علیحدہ ہونے سے ہے اور مال کو جمع کرتے وقت اپنے نفس کو حقیر جان اور اپنی خطا کا قائل ہو حساب و حشر سے خائف ہو یہ امر تیرے لیے زیادہ موجب نجات اور قریب الی الفضل ہے اس سے کہ تو مال کے جمع کرنے کی حجتین لاطائل ڈھونڈھے۔ بھائیو صحابہ رضہ کے زمانے مین حلال موجود تھا اور وہ لوگ سب مین زیادہ متقی اور زاہد اشیا مباح کے تھے اور ہم اوس ملنے مین ہین کہ وجہ حلال مفقود ہے حتی کہ قوت یومیہ و ستر عورت بھی حلال سے میسر نہین ہو سکتی پس ایسے زمانے مین مال کے جمع کرنے سے خدا ہم کو اور تمکو دونون کو بچاوے علاوہ ازین ہم لوگون مین صحابہ رضہ کا سا تقوے اور ورع اور زہد اور احتیاط کہان اور انکے سے دل اور انکی سی نیتین کہان بخدا ہم لوگون پر مرض نفس کی مصیبت چھا گئی اوسکی خواہشون مین پھنس گئے اور عنقریب قیامت مین گذر ہوگا بڑے سعید وہ ہین جو اوس روز ہلکے پھلکے رہین گے اور جو لوگ دولت و زیادہ مالدار ہین کہ حرام حلال سب ملا کر کھا گئے انکو بڑا رنج ہوگا۔ مین نے بطور نصیحت تمکو سنا دیا قبول کرنا تمھارا کام ہے اور اسکے قبول کرنے والے کم ہین خدا اپنی رحمت خاص سے ہمکو اور تمکو توفیق خیر عنایت فرماوے آمین یہ آخر کلام حارث رح کا ہے اس بیان سے فضیلت فقر کی غنا پر بخوبی ثابت ہے اور اسی قدر کافی و وافی بھی ہے زیادہ اس سے کیا ہوگا اور جو اخبار کہ ہم نے باب ذم دنیا اور باب فقر و زہد مین بیان کیے ہین وہ بھی اسی بات کے شاہد ہین اور ایک روایت اور اسی کی شاہد وہ ہے جو ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک بار ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالے سے دعا فرمائیے کہ مجکو مال دیوے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا سا مال جسکا تو شکر کیے چلا جاوے بہ نسبت بہت مال کے جسکا شکر نہ کر سکے بہتر ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ خدائے تعالے مجکو مال دے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثعلبہ تو کیا میری پیروی نہین کرتا اس بات کو پسند نہین کرتا کہ تو بھی مثل پیغمبر خدا ہو بخدا اگر مین چاہون کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو کر میرے ہمراہ چلین تو ہو سکتا ہے اوسنے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بنایا اگر آپ کی دعا سے مجھے خدائے تعالے

مال دیگا تو مین سب حقوق والون کا حق بھی دونگا اور یہ کرونگا اور وہ کرونگا آپ نے دعا کی کہ الٰہی ثعلبہ کو مال عنایت فرما پس اوسنے کچھ بکریان لین وہ دیمک کیطرح بڑھنی شروع ہوئین یہانتک کہ مدینہ منورہ مین نہ رہ سکا اور ایک جنگل مین وادی مدینہ کے جارہا ظہر اور عصر کی جماعت مین حاضر ہوتا باقی جماعتون کو ترک کرتا پھر بکریون کی اور زیادہ کثرت ہوئی کہ اوس جنگل مین بھی گذر نہو سکا اور تھوڑی دور جارہا اور صرف جمعہ کی جماعت کے لیے مدینہ منورہ مین آتا اور باقی ترک کرتا اور بکریان دیمک کی طرح پھیلتی رہین یہانتک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا جمعہ کے روز راہ کے مسافرون سے ملتا اور خبر پوچھ لیا کرتا ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہے انھون نے بکریون کی کثرت اور اوسکا مدینہ کو چھوڑنا اور بتدریج ترک جماعت کرنا سب کہہ سنایا آپ نے تین بار ارشاد فرمایا ویح ثعلبۃ انھین دنون مین یہ آیت اوتری تھی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ اور اللہ تعالے نے زکوۃ بھی فرض فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قوم جہینہ سے اور ایک کو بنی سلیم سے صدقات لینے کے لیے مقرر فرمایا اور اونکو ایک وثیقہ صدقہ لینے کا لکھدیا کہ اوسکے ذریعہ سے وصول کرین اور حکم دیا کہ باہر جاکر مسلمانون سے صدقہ وصول کرو اور ثعلبہ بن حاطب اور فلان شخص بنی سلیم والے کے پاس جاکر اون سے صدقہ لینا یہ دونون صاحب مدینہ منورہ سے حسب الارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے اور زکوۃ اوسکے مال کی مانگی اور نوشتہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اوسکو دکھلایا اور کہا کہ یہ تو ڈانڈ ہے یہ ڈانڈ کا بھائی ہے تم جاؤ اور جگہہ سے فارغ ہوکر آئیو وہ دونون اوس شخص سلیمی کے پاس گئے اور اوس سے سوال صدقہ کیا وہ سنتے ہی کھڑا ہوگیا اور اپنے اونٹون مین سے اچھانٹ کر زکوۃ کے لیے علیحدہ کیے پھر دونون کے سامنے اونکو لے آیا اور کہا یہ مال زکوۃ ہے جب انکی نگاہ اوپر پڑی کہا کہ تیرے اوپر یہ واجب نہین کہ سب سے عمدہ مال دی ہم انکو نہ لین گے اوسنے عرض کیا کہ آپ انھین کو لیوین مین بخوشی خاطر دیتا ہون اور اسی واسطے لایا ہون غرض سب جگہہ تحصیل کرکے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اور اوس سے دوبارہ سوال صدقہ کا کیا اوسنے کہا کہ تم مجکو نوشتہ دکھلاؤ اونھون نے دکھلادیا دیکھکر کہا کہ یہ تو ڈانڈ کا بھائی ہے اب تم جاؤ مین سوچ لون تو کچھ کہون جب یہ دونون خدمت مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے انکے بولنے سے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہلاکی ہو ثعلبہ کو اور اوس شخص سلیمی کے لیے دعا کی ۔ ۔ ان دونون نے جو کچھ ماجرا گذرا تھا سب بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا کہا اور ۔

ہلاکت ثعلبہ کی ۱۲

ثعلبہ کے باب مین یہ آیت اوتری وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ اوس وقت حضرت صلعم کی خدمت مین ایک شخص ثعلبہ کے رشتہ دارون مین سے بیٹھا ہوا تھا اوسنے اس آیت کو سنا اور ثعلبہ کے پاس جاکر کہا کہ تیری مار ہے خدا ے تعالے نے تیرے باب مین ایسا ایسا حکم نازل فرمایا ہے پس ثعلبہ اوسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور ملتجی ہوا کہ مین زکوۃ دینا ہون پذیرا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے مجکو منع کردیا ہے مین قبول نہین کر سکتا اوسنے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا پایا جو کچھ مین نے تجھسے کہا تھا تو نے میری اطاعت نکی جب اوسنے دیکھا کہ آپ قبول نفرماوینگے اپنے گھر واپس آیا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی خدمت مین زکوۃ مال حاضر کی اونھون نے بھی نہ لی اونکی وفات کے بعد حضرت عمر رضہ کے پاس لایا اونھون نے بھی انکار فرمایا پھر بعد آپکی خلافت کے وہ مرگیا پس مال کی طغیانی اور بدبختی اس روایت سے معلوم کرنی چاہیے اور راز آنجا کہ فقیری مین برکت ہوتی ہے اور مالداری مین نحوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اور اپنے اہل بیت کے لیے فقیری ہی کو پسند فرمایا یہانتک کہ عمران بن حصین رضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مجکو آپ ذی منزلت جانتے تھے ایکبار مجھسے ارشاد فرمایا کہ ای عمران تو ہمارے نزدیک ذی رتبہ اور ذی جاہ ہے مرضی ہو تو فاطمہ رضہ کی عیادت کو چل مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر پس آپ کھڑے ہوئے اور مین ہمرکاب ہوا یہانتک کہ فاطمہ رضہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ مین اور میرا ساتھی دونون آوین اونھون نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہے آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین اونھون نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو نبی برحق بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہین آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اسطرح لپیٹ لو اونھون نے عرض کیا کہ بدن تو مین نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤن آپ نے اپنی پرانی چادر اونکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو بعد اسکے حضرت فاطمہ رضہ نے اجازت گھر مین آنے کی دی آپ نے اندر جاکر فرمایا کہ اے لخت جگر السلام علیکم آج تم کیسی ہو اونھون نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو نہین بھوک نے مجکو نڈھال کردیا ہے

آپ رو پڑے اور فرمایا کہ ای لخت جگر تو مت گھبرا بخدا مین نے تین دن سے کھانا نہین چکھا اور تیری نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہے اگر مین خدا سے مانگتا تو مجکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور پسند کیا پھر آپ نے اپنا ہاتہ اونکے مونڈھے پر مار کر کہا کہ تجکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتون کی سردار ہے اونھون نے عرض کیا کہ پھر آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی کہان گئین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے وقت کی عورتون کی سردار تھین تم اپنے عہد کے عورتون کی سردار ہو تم سب ایسے مکانون مین رہو گی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے اون مین کسی طرح کی ایذا اور شور وغل نہو گا بعد اوسکے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچازاد کے ساتہ قناعت کر مین نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا مین بھی سردار ہے اور آخرت مین بھی سردار اانتہی

اب ذرا حال حضرت فاطمہ رضہ کا دیکھنا چاہیے یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہین کیسے فقیری کو اختیار کیا اور مال کو چھوڑ دیا اور جو کوئی احوال انبیا اور اولیا کو اور اونکے اقوال کو لحاظ کرے اور اونکے اخبار اور آثار کو دیکھے وہ یقینا معلوم کرلے گا کہ مال کا نہونا اوسکے وجود کی نسبت افضل ہے اگرچہ خیرات مین کیون نہ خرچ ہو اسواسطے کہ ادنی بات مال مین باوجود ادای حقوق اور اجتناب شبہات اور صرف خیرات کے یہ ہے کہ نیت اوسی کی اصلاح مین مصروف رہتی ہے اور ذکر الہی نہین ہوتا کیونکہ ذکر اسوقت دل کے فارغ ہونے سے بن پڑتا ہے اور مال کے شغل کے ساتہ فراغ خاطر ممکن نہین۔ اور جریر رح لیث رضہ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتہ ہو کہ مین آپ کی خدمت مین رہون گا حضرت نے اوسکو ساتہ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہونچکر ناشتا کھایا آپ کے ساتہ تین روٹیان تھین دو تون کھالین اور تیسری باقی رہی حضرت عیسی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر مین سے پانی پیکر پھر آئے اور وہ روٹی نپائی آپنے اوس شخص سے پوچھا کہ روٹی کسنے لی اوسنے عرض کیا کہ مجکو معلوم نہین آپنے اوسکو ساتہ لیا اور چلدیے راہ مین ایک ہرنی ملی جسکے ساتہ دو بچے تھے آپنے ایک کو بلایا وہ چلا آیا اوسکو ذبح کرکے بھونا اور اپنے آپ مع اوس شخص کے کہایا اور فرمایا پھر اوس بچے کو ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ یعنی خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا وہ اوٹھکر چلا گیا پھر آپنے اوس شخص سے کہا کہ تجکو قسم ہے اوس ذات کی کہ جسنے تجکو یہ معجزہ دکھلایا بتلا دے کہ روٹی کسنے لی اوسنے جواب دیا کہ مین نہین جانتا پھر آپ اوسکو ساتہ لیچلے اور ایک چشمے پر پہونچے آپنے اوسکا ہاتہ پکڑ لیا اور پانی پر چل گئے جب اوس سے پار ہو لے پوچھا کہ تجکو قسم ہے اوس معجزہ دکھانیوالے کی بتلا کہ روٹی کسنے لی اوسنے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین۔ پھر ایک جنگل مین گئے وہان بیٹھکر حضرت عیسی علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کیا اور ڈھیر بنا کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہو جا وہ سونا ہو گیا آپنے اوسکے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک اپنے سے

پھر اسی ہے اور پایا تین اور ایک اوس شخص کا جسنے روٹی لی یہ سنتے ہی وہ بول اوٹھا کہ روٹی تو مینے ہی لی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھ اور اوس سے علیحدہ ہو گئے یہ شخص تنہا مال لیے جنگل مین تھا کہ اتنے مین دو شخص اوسکے پاس آ گئے اور چاہا کہ اسکو مار کر مال چھین لین اوسنے کہا کہ اسکو ہم آپس مین برابر تقسیم کر لین لڑنے کی ضرورت کیا ہے بول ایک شخص گانو مین جا کر کھانا لے آوے کہ اوسکو کھاوین غرض ایک اون مین سے کھانا لینے گیا اور دل مین کہا کہ اگر اس کھانے مین مین زہر ملا دون تو دونون شخص مر جاوین گے مال سارا مجکو ہی ملیگا اسی خیال سے کھانے مین زہر ملا دیا اور ادھر ان دونون نے آپس مین مشورہ کیا کہ اگر تیسرا شخص مارا جاویگا تو مال آدھا آدھا ہمارے حصہ مین آوے گا جب وہ کھانا لیکر آوے اوسکو مار ڈالنا چاہیے چنانچہ جب وہ کھانا لیکر گیا اون دونون نے اوسکو مار ڈالا اور کھانا کھا لیا زہر کے باعث خود بھی وہان ہی کھپ رہے اور سونا جون کا تون جنگل مین پڑا رہا اور یہ تینون اوسکے گرد ڈھیر تھے اس حال مین گذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اونپر ہوا اپنے یارون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھ لو دنیا کا یہ حال ہے اور اس سے بچتے رہیو۔ اور روایت ہے کہ حضرت ذوالقرنین رح ایک قوم پر گذرے کہ اونکے پاس دنیا کی چیزون مین سے کچھ نہ تھا جیسے لوگون کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہے اونکی معاش کا طور یہ تھا کہ قبرین کھود رکھی تھین صبح کو اون مین جھاڑو دیتے اور صاف کرتے اور اونکے پاس نماز پڑھتے اور جانورون کی طرح ساگ چرتے اور قدرت خدا سے ہر طرح کا ساگ اونکے لیے وہان موجود تھا حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ اوس سردار سے جا کر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنین تمکو بلاتا ہے جب اوسنے اونکے حاکم سے پیغام کیا اوسنے جواب دیا کہ مجھے کچھ اوس سے غرض نہین اگر اوسکو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ واقع مین سچ کہا اور خود اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مین نے تمھاری بلانے کو آدمی بھیجا تھا تم نے انکار کیا اب مین خود آیا اوسنے عرض کیا کہ اگر کچھ مجکو مطلب ہوتا تو مین خود آتا آپ نے فرمایا کہ مین جو تمھارا حال دیکھتا ہون ایسا کسی کا حال نہین یہ کیا بات ہے کہ تمھاری پاس دنیا کی شی کچھ نہین تم نے کچھ چاندی سونا کیون نہ پیدا کیا کہ اور لوگون کی طرح آسایش مین رہتے اوسنے جواب دیا کہ ہمنے سونا چاندی اسواسطے برا جانا کہ جسکو یہ ملتا ہے اوسکا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے افضل کوئی اور چیز ملے آپ نے فرمایا کہ پھر قبرین تم نے کس غرض سے کھودی ہین اور صبح ہی اونکو صاف کر کے اونکے پاس نماز پڑھتے ہو اوسنے کہا کہ ان سے ہماری یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض دنیا کی طمع ہمکو ہو بھی تو قبرون کے دیکھنے سے اوس سے رک جاوین اور طول امل دل سے جاتی رہے آپ نے فرمایا کہ پھر ساگ کسواسطے کھاتے ہو چارپایون کو پال کر اونکا دودھ اور گوشت کیون

نہین کھاتے اور سوار لیون نہین ہوتے اوسنے ہاہم اپنے پیٹ لو۔ نور دن کی قبر نہین۔
زمین کے ساگ پات مین بھی ضرورت دفع ہو جاتی ہے آدمی کی زندگی کو ادنیٰ چیز کافی ہے اور
اوتر کر سب چیزین ایک سی ہو جاتی ہین پھر اوسنے ہاتھ بڑھا کر ذوالقرنین رح کے پیچھے سے ایک
کھوپری اوٹھائی اور پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا کہ مین نہین
کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا خداے تعالے نے اسکو زمین کا حاکم کیا تھا اسنے سرکشی
ظلم و ستم کیا جب خداے تعالے نے اسکا ظلم و ستم دیکھا اسپر موت کو مسلط کیا اب ڈھیلے کیطرح پڑا
اور اسکے سارے عمل خداے تعالے کو معلوم ہین قیامت کو اونکا بدلہ پاوے گا پھر اور ایک پرانی
کھوپری اوٹھا کر پوچھا کہ اسکو جانتے ہو انھون نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین اوسنے کہا کہ یہ بھی ایک
بادشاہ کا سر ہے جو اوسکے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اوسکو معلوم تھا اسنے لوگون کے ساتھ تواضع اور
فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال مین ہو گیا خداوند کریم نے اسکے
عمل بھی گن رکھے ہین اونکا ثواب قیامت کو پاوے گا پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر
کہا کہ اے ذوالقرنین یہ کھوپری بھی انھین دونون کی طرح ہو جاوے گی تو جو کچھ کیا کرے تامل سے کیا کر
آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو مین تجھکو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریک سلطنت کر دون
اوسنے عرض کیا کہ مین اور آپ ایک جگہ نہین رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکین آپ نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب
ہے اوسنے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دشمن ہین اور میرے سب دوست آپ نے فرمایا
یہ کیون ہے اوسنے کہا اسلیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہے اوسی کے سبب سب آپ کے دشمن ہین اور چونکہ
مین نے دنیا پر لات ماری ہے مجھسے عداوت کی وجہ کوئی نہین ہین چونکہ خود محتاج و مفلس ہین میرا دشمن
کوئی نہین یہ سنکر ذوالقرنین رح اوسکے پاس سے چلے آئے اور اوسکی باتون سے کمال حیرت کرتے تھے اور
عبرت و نصیحت سمجھتے تھے۔ ان حکایتون سے بھی آفات توانگری معلوم ہوتی ہین اور پہلے بھی
باب مین بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ باب ذم بخل و مال خدا کے فضل سے

## آٹھوان باب جاہ و ریا کی مذمت کے بیان مین

رباعی ہے گرچہ ظلوم اور جہول انسان آہ — رہتا ہے سدا جرم و
پر جاہ و ریا کے مثل کوئی نہین عیب — یہ عالم و عابد ہی کو گرتے

شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اخوف

اَلرِّیَاءُ وَالشَّھْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ اور ریا ایسی شہوت خفی مین سے ہے کہ اگر اندھیری رات مین سخت پتھر پر کالی
چیونٹی چلے تو جس طرح اوسکی چال کسی طرح محسوس نہین ہوتی اسی طرح یہ شہوت بھی محسوس نہین ہوتی
اسی واسطے اسکے آفات بڑے بڑے عالمونکو بھی معلوم نہین ہوتی ایسے ویسے عابدون اور متقیون کا
توکیا ذکر ہے اور یہ نفس کے آخر مہلکات اور خفیہ مکرون مین سے ہے جو عالم و عابد کہ راہ آخرت کے واسطے
کرنا چاہتے ہین اور اسکے لیے خوب مستعد ہوتے ہین وہ ریا مین مبتلا کیے جاتے ہین یعنے وہ لوگ اپنے
نفس کو مجاہدے سے مغلوب کر کے شہوات سے علحدہ کر لیتے ہین اور شبہات سے بچاتے ہین اور اقسام
عبادات اوس سے بزور لیتے ہین تو اونکے نفس اس بات سے تو عاجز ہو جاتے ہین کہ کسی گناہ
ظاہری کی طمع اعضاے ظاہری سے کرین اور مشقت مجاہدہ سے کوئی خلاصی کی صورت نہین
دیکھتے تو استراحت اور اس مشقت کے عوض کی خواہان رہتے ہین جب دنیا کے لوگ اونکو اونکی نگاہ مین
اور تعظیم و توقیر کرنے لگتے ہین تب نفس کو ایک لذت ہوتی ہے پھر اظہار علم و عمل و طاعت مین
بہت رغبت کرتا ہے اور خلق کے مطلع ہونے کے لیے حیلے وسیلے ڈھونڈھتا ہے خالق کے مطلع
ہونے پر قناعت نہین کرتا اور لوگون کے اچھا کہنے سے خوش ہوتا ہے صرف خدا کے اچھا کہنے پر
صابر نہین ہوتا اور اوسوقت یہ یقین ہو جاتا ہے کہ جب لوگون مین یہ مشہور ہو گیا کہ فلان شخص
تارک الشہوات اور شبہات سے مجتنب اور متحمل سخت عبادتون کا ہے بہت سے میری تعریف
و ثنا کرنے لگے اور بہت سا بڑھایا اور حرمت و توقیر سے دیکھنے لگے میرے دیدار و ملاقات کو تبرک
جاننے لگے اور مجھسے دعا منگوانے کی رغبت کرنے لگے اور میری راے پر چلنے کے حریص ہو گئے
اور جہان مجھے دیکھتے ہین اول سلام کرتے ہین اور مجلسون مین صدر مقام پر جگہ دیتے ہین
اور خرید و فروخت مین مجھسے بمروت پیش آتے ہین اور کھانے و لباس وغیرہ مین اپنے اوپر مجکو ترجیح
دیتے ہین اور میرے سامنے تواضع اور انقیاد کے ساتھ رہتے ہین اور میری خدمت یا اور کسی
غرض مین اطاعت کرتے ہین تو اس سے نفس کو ایسی لذت و شہوت حاصل ہوتی ہی کہ سب
لذتون سے بڑھکر اور سب شہوات سے غالب ہو یہانتک کہ اس لذت کے مارے گناہونکا چھوڑنا
کچھ گران نہین گذرتا اور مواظبت عبادتون پر بہت آسان معلوم ہوتی ہے وہ تو یہ تصور کرتا ہے
کہ میری زندگی اللہ کے واسطے ہے اور اوسکی مرضی کے موافق عبادت کے لیے اور درحقیقت اوسکی
زندگی ان شہوات مخفی کی سبب ہے جنکو سواے عقول سلیمہ قویہ کے اور کوئی نہین جانتا اوسکو یہ گمان ہے
کہ مین اللہ کی طاعت مین اخلاص کرتا ہون اور اوسکے محارم سے بچتا ہون حالانکہ نفس مین یہ شہوت

بندون کے سامنے زینت وتکلف کے لیے بھری ہوئی ہے اور ایسی خوشی اسکے لیے جو منزلت و وقار کی اوسکو ہوتی ہے اسکے باعث ثواب طاعات کا اور اجر اعمال کا سب برباد ہو جاتا ہے وہ اس خیال مین ہے کہ مین اللہ کا مقرب ہون حالانکہ اوسکا نام دفتر منافقین مین لکھا جاتا ہے اور یہ ایسا نفس کا مکر ہے کہ اس سے بجز صدیقین اور مقربین کے اور کوئی بچ نہین سکتا اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ صدیقین کے سرمین سے سب سے آخر مین جب ریاست دور ہوتی ہے - اور جب ریا ایسا مرض باطنی ٹھہرا اور اتنا بڑا جال شیطان کا ہے تو اسکی حقیقت و درجات و اقسام و سبب و طریق علاج وحذر کرنا ضروری ہوا اسی لحاظ سے اس باب کی دو فصلین کی جاتی ہین ✦

## فصل اول

مشتمل بارہ بیانون پر اور ان بیانات مین ایسی باتمین مذکور ہونگی جنسے ریا پیدا ہوتا ہے اور وہ سب متعلق جاہ سے ہین اسی واسطے اون کا ریلسے اول بیان کرنا ضروری ہے

## بیان اول

شہرت اور خلق مین نام ہونے کی برائی - جاننا چاہیے کہ جاہ حقیقت مین آوازہ منتشر ہونے کا نام ہے اور اسطرح کی شہرت اچھی نہین بلکہ گمنامی بہتر ہے مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے دین کے پھیلانے کو شہرت عنایت فرماتا ہے اور اس مین اوس شخص کی تکلیف و سعی کو کچھ دخل نہو تو ایسی بےتکلف شہرت کا مضائقہ نہین ورنہ شہرت خوب نہین چنانچہ حضرت انس رض اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ اَنْ يُشِيرَ النَّاسُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِي دِينِهٖ وَدُنْيَاهُ اور حضرت جابر بن عبداللہ رض نے بھی اسی مضمون کو کچھ ایک الفاظ کی تغیر سے مع شئی زائد روایت فرمایا ہے اونکی روایت یون ہے يَحْسَبُ الْمَرْءُ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ مِنَ السُّوْءِ اَنْ يُشِيرَ النَّاسُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِي دِينِهٖ وَدُنْيَاهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوبِكُمْ وَاِلٰى اَعْمَالِكُمْ اور حضرت حسن رح نے جب اس حدیث کو روایت کیا تو لوگون نے اونسے کہا کہ اے ابو سعید جب لوگ آپ کو دیکھتے ہین تو آپ کی طرف اونگلیون سے اشارہ کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس حدیث مین یہ اشارہ مراد نہین جو لوگ میری طرف کرتے ہین بلکہ مراد یہ ہے کہ دین مین کوئی بدعت نکالے اور اوسکے سبب مشار الیہ ہو یا دنیا کے فسوق و فجور کے باعث مشار الیہ ہو غرض کہ آپ نے اس حدیث کی تاویل ایسی فرمادی کہ اوسکا کچھ مضائقہ نہین - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خرچ کر اور مشہور مت کر اور اپنے وجود کو بڑھامت تاکہ لوگ تجکو پہچانین اور یاد کرین بلکہ اپنے آپ کو چھپا اور خاموش رہ کہ اس مین نجات ہے نیک بندے تجسے خوش رہین گے اور بدکار خون جگر کھاوینگے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین

کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اوسنے خدا کو نہین مانا اور حضرت ایوب سختیانی رح کا قول ہے کہ جب تک آدمی اس بات کو اچھا نہین جانتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر نہو تب تک خدا تعالیٰ کی تصدیق نہین ہوتی اور خالد بن معدان رح کے حلقہ مین جب لوگ بہت ہوتے تو شہرت کی خوف سے حلقہ مین سے اوٹھ جاتے اور ابو العالیہ رح کے پاس جب تین آدمیون سے زیادہ بیٹھتے تو آپ چلے جاتے اور حضرت طلحہ رضہ نے دیکھا کہ اونکے ساتھ قریب دس آدمیون کے چلتے ہین آپ نے فرمایا کہ طمع کی مکھیان ہین اور دوزخ کے پروانے۔ اور حضرت سلیمان بن حنظلہ رح روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ پیچھے پیچھے جاتے تھے کہ ناگاہ حضرت عمر رضہ کی نگاہ اونپر پڑی آپ درہ لیکر اونپر اوٹھے اونھون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کیا کرتے ہین ذرا تامل فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم جاتے ہو یہ تابعین کے حق مین مقام لغزش ہے اور تمھارے حق مین آزمایش۔ اور حضرت حسن رح سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضہ ایک روز اپنے گھر سے نکلے اونکے پیچھے بہت سے لوگ ہو لیے آپ نے اونکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم میرے پیچھے کیون آتے ہو بخدا کہ جس سبب سے مین اپنا دروازہ بند رکھتا ہون اگر تمکو معلوم ہو جاوے تو دو شخص بھی میرے ساتھ نہون۔ اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ مردون کے پیچھے جوتون کی آواز ہوتی ایسا احمقون کے دل کم توقف کرتے ہین یعنی بیوقوف جلد شیخی مین آجاتے ہین اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہوئے آپ نے پوچھا کہ مجھسے کچھ غرض ہے تو خیر ورنہ عجب نہین کہ یہ ساتھ چلنا ایماندارون کے دل مین کچھ باقی چھوڑے یعنے مشایعت سے خوف سلب معرفت کا ہے۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتھ سفر مین گیا جب اونسے جدا ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھسے ہو سکے تو یہ بات کر کہ دوسرے کو جان لے اور تجکو کوئی نجانے چلتے وقت تیرے ساتھ کوئی نہو دوسرے سے تو پوچھے اور تجھسے کوئی نہ پوچھے۔ اور حضرت ایوب رح سفر کیلیے نکلے اونکے ساتھ بہت سے لوگ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر مجکو یہ علم نہوتا کہ خدا جانتا ہے کہ مین دل سے اس مشایعت کو برا جانتا ہون تو مجھے خوف غضب الٰہی تھا۔ اور معمر رح کہتے ہین کہ مین نے اونپر ایک روز بباعث طول قمیص کے عتاب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگلے زمانے مین البتہ قمیص کے لنبا ہونے مین شہرت تھی مگر فی زمانہ اوسکو اوپر چڑھانے مین ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مین حضرت ابو قلابہ کے ساتھ تھا اتنے مین ایک شخص آیا کہ بہت سے کپڑے پہنے تھا آپ نے فرمایا کہ اس بولتے گدھے سے بچتے رہو یعنی طلب شہرت مت کیجیو۔ اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ بزرگان سابق دو شہرتون کو برا جانتے تھے عمدہ کپڑے کی

اور سے پھٹے پرانے کپڑون کی اسلیے کہ اودیون کی نظر دو نون پر یکسان پڑتی ہے اور ایک شخص نے
بشر بن الحارث رح سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو اونھون نے فرمایا کہ اپنے ذکر کو بجھا دے
اور غذا کو حلال و پاک بنا اور حوشب رح اس بات پر روتے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہونچ گیا۔ اور بشر رح
کا قول ہے کہ مین ایسا کوئی نہین جانتا جسنے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور اوسکا دین تباہ اور خود رسوا نہوا ہو
اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جو شخص اپنی شہرت چاہتا ہے وہ آخرت کا مزہ نہین پاتا

## دوسرا بیان گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَہُ لَہٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ مِنْھُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ
اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا رُبَّ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَہُ لَہٗ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ لَوْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّۃَ لَاَعْطَاہُ الْجَنَّۃَ وَلَمْ یُعْطِہٖ مِنَ الدُّنْیَا شَیْئًا
اور فرمایا اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُسْتَضْعَفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ وَاَھْلُ
النَّارِ کُلُّ مُتَکَبِّرٍ جَعْظَرِیٍّ جَوَّاظٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ اہل جنت وہ لوگ ہین
کہ اونکے بال ژولیدہ ہون اور لباس دو چادرین بے حقیقت اگر امرا کے پاس جانا چاہین تو کوئی
جانے نہ دے اور اگر عورتون سے منگنی چاہین تو کوئی اونکے ساتھ نکاح نکرے اور جب کچھ گفتگو کرین تو کوئی
اونکے واسطے چپ نہو یعنی اونکے قول پر دھیان نہ دے اونکی حاجتین اونکے سینون مین پھرتی ہین اونکا
نور اگر قیامت مین بانٹا جاوے تو سب لوگون کو کافی ہو۔ اور فرمایا کہ میری امت مین بعض لوگ
ایسے ہین کہ اگر کسی سے ایک دینار خواہ ایک درم یا ایک پیسا مانگین تو کوئی نہ دے اگر وہ اللہ تعالی سے
جنت کے خواستگار ہون تو انکو جنت عطا کرے اور اگر دنیا طلب کرین تو عنایت نہو اور اونسے دنیا اسلیے
نہین روکی ہے کہ وہ ذلیل ہین کاونپر دو چادرین بے حقیقت ہوتی ہین لیکن اگر خدا کو قسم کسی کام کیلیے
دین تو خدا تعالے اونکو سچا کردے۔ اور روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رض مسجد نبوی مین داخل ہوئے
دیکھا کہ معاذ بن جبل رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہین آپ نے سبب گریہ کا پوچھا
اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک
ہے اور اللہ تعالے ایسے چھپے ہوئے متقیون کو دوست رکھتا ہے کہ اگر غائب ہوجاوین تو کوئی اونکی
تلاش نکرے اور اگر سامنے آوین تو کوئی اونکو نہ پہچانے اونکے دل چراغ ہدایت ہین ہر زمین تاریک غبار آلود
سے دوڑے آتے ہین اور محمد بن سوید رح سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ مین خشکسالی ہوئی ایک مرد
صالح وہان تھا کہ مسجد شریف ہی مین رہتا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا

جو پرانے کپڑے پہنے تھا اوسنے آکر دو مختصر رکعتین پڑھین اور ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی مین تجکو قسم دیتا ہون
کہ اسی وقت مینہ برساوے ابھی اس شخص نے اپنے ہاتھ نیچے نہین کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا
کہ آسمان بادلون سے ڈھک گیا اور اتنا مینہ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے
پھر اوس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ اسقدر پانی انکو بس ہے تو روکدے اوسی وقت
بارش تھم گئی اور پھر یہ شخص اوس مرد صالح کے پیچھے ہولیا اور اوسکا گھر معلوم کرکے صبح ہی اوسکی
خدمت مین گیا اور ملاقات کرکے کہا کہ مین ایک غرض سے آپ کی پاس آیا ہون اوسنے پوچھا
کہ کیا مطلب ہے کہا کہ یہ التجا ہے کہ آپ اپنی دعا مین مجکو بھی مخصوص کرین اوس مرد صالح نے فرمایا
سبحان اللہ تم مجسے کہتے ہو کہ مین اپنی دعا مین تمکو خاص کرون تمھارا حال تو کل معلوم ہی ہوگیا
یہ کہو کہ یہ رتبہ تمکو کیسے ملا اوسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالے نے مجکو امر و نہی کیا اوسکو مین نے مانا اور اطاعت
کی بس مین نے جو اللہ تعالے سے سوال کیا اوسنے میرا سوال مجکو عنایت کیا - اور حضرت ابن مسعودؓ
فرماتے ہین کہ لوگو علم کے چشمے اور چراغ ہدایت بنو اپنے گھرون مین بیٹھے رہو رات کے چراغ اور تازہ دل
ہوجاؤ اور لباس پرانا پہنو کہ آسمان کے لوگ تمکو جانین اور زمین والے نہ پہچانین - اور حضرت
ابو امامہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث قدسی روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ارشاد
فرماتا ہے اِنَّ اَغْبَطَ اَوْلِیَائِیْ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِنْ صَلٰوۃٍ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ
رَبِّہٖ وَاَطَاعَہٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا یُشَارُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ ثُمَّ صَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ
راوی فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی پورون کو دوسری ہاتھ کی پورپر
مارا اور یون ارشاد فرمایا عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ وَقَلَّ تُرَاثُہٗ وَقَلَّتْ بَوَاکِیْہِ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ
فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک سب مین پیارے لوگ اوسکے غریب الوطن بندے ہین کسی نے پوچھا کہ حضرت غریب الوطن
یعنے مسافر سے آپ کی کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا دین لیکر لوگون سے علیحدہ ہوگئے ہین
اور قیامت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جمع ہونگے - اور حضرت فضیل بن عیاضؓ فرماتے ہین
کہ مجکو یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالے اپنے انعامات مین بندے کے سامنے یہ بھی ذکر فرماویگا
کہ مین نے تجپر انعام نہین کیا تھا تیری پردہ پوشی نہین کی تھی تیرا ذکر مخفی نہین رکھا تھا اور حضرت
خلیل بن احمد یون دعا مانگتے کہ الٰہی تو مجکو اپنے نزدیک خلق مین بلند تر رتبہ والون مین سے کردے
اور میرے نزدیک مجکو تمام خلق سے کم رتبہ بنادے اور لوگون کے نزدیک مجکو درجۂ اوسط عنایت فرما
اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ مین اپنے دل کو ایسا پاتا ہون کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے

غرباء کے ساتھ صلاحیت پر آجاوے جو قوت اور گلیم پر بسر کرتے ہین۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین
کہ دنیا مین مجکو خنکی چشم صرف ایکبار حاصل ہوئی ہے کہ ایک رات مین شام کے گانوون مین سے ایک مسجد مین
لیٹ رہا اور مجکو دست آ رہے تھے مؤذن نے میری ٹانگ پکڑ کے اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا
اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ کوئی تجکو نجانے تو ایسا ہی کر اور اسمین کچھ حرج نہین
کہ کوئی نہ پہچانے اور نہ اسمین کچھ مضائقہ ہے کہ کوئی تیری تعریف نکرے اور نہ اسمین کچھ برائی
ہے کہ تو لوگون کے نزدیک برا ہو اور خدا کے نزدیک اچھا ہو۔ پس ان اخبار و آثار سے مذمت شہرت کی
اور فضیلت گمنامی کی صاف عیان ہے اور شہرت اور انتشار صیت سے غرض جاہ ہے یعنے لوگون کے
دلون مین جگہہ کرنی اور جاہ کی محبت ہر ایک فساد کی جڑ ہے۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام
اور خلفاء راشدین اور ائمہ علما تو سب سے زیادہ مشہور ہین انکی شہرت سے بڑھکر اور کوئی شہرت کیا ہوگی تو انکو
فضیلت گمنامی کسطرح حاصل نہوئی اوسکا جواب یہ ہے کہ شہرت مذموم وہی ہے جو آدمی کی طلب سے ہو
لیکن شہرت کا پایا جانا خدا تعالے کی طرف سے بدون بندے کی پیروی کے برا نہین علاوہ اسکے
شہرت سے نقصان ضعیفون کو ہوتا ہے زبردستون کو نہین ہوتا اور ضعیفون کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی پانی مین ہاتھ پاؤن مارنا جانتا ہو اور اتفاق سے اوسکے گرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہون پس بہتر یہی ہے
کہ اسکو کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اسکو آچمٹینگے اور یہ بھی اونکے ساتھ ہلاک ہو جاویگا اور جو زبردست
تیراک ہے اوسکی شان کے مناسب یہی ہے کہ اوسکو لوگ پہچانین تاکہ اگر ڈوبتے لوگ اوس سے التجا کرین
تو وہ اونکو بچا سکے اور ثواب پاوے +

**تیسرا بیان** جاہ کی محبت کی برائی۔ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا
لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا اس آیت مین دو ارادون کو اکٹھا فرمایا ہے یعنے
ارادہ رفعت اور ارادہ فساد اور پھر بیان فرمایا کہ دار آخرت اوسی کیلیے ہے جو دونون ارادون سے
خالی ہو اور دوسری جا ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ
وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا
وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ آیت بھی اپنے عموم پر محبت جاہ کو شامل ہے اسلیے کہ یہ محبت تمام لذات
حیات دنیاوی سے بڑھکر ہے اور سب زینتون سے یہ زینت زیادہ ہے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَالُ وَالْجَاهُ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اور
فرمایا مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ اُرْسِلَا فِيْ زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِاَكْثَرَ فَسَادًا مِنْ حُبِّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ فِيْ دِيْنِ الرَّجُلِ

اور حضرت علی نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا هَلَاكُ النَّاسِ بِاتِّبَاعِ الْهَوٰى وَحُبِّ الثَّنَاءِ خدا تعالے سے یہ
دعا ہے کہ اپنے فضل وکرم و احسان سے ان بلاؤن سے ہمکو عافیت مین رکھے

**چوتھا بیان** جاہ کے معنے اور اوسکی حقیقت کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ مال اور جاہ دنیا کے دو رکن ہین مال کے معنے تو یہ ہین کہ جن چیزون سے نفع ہوا اونکا مالک ہونا اور جاہ کی معنے یہ ہین کہ جن لوگون سے اپنی تعظیم اور طاعت مطلوب ہے اونکا مالک ہوجانا۔ اور جس طرح کہ مالدار اور غنی وہ کہلاتا ہے جو روپیہ پیسے پر قدرت رکھتا ہو اور اون روپون کے ذریعہ سے اپنے تمام مقاصد اور شہوات اور حظوظ نفس پورا کرسکتا ہو اسی طرح صاحب جاہ وہ شخص کہلاتا ہے جو لوگون کے دلون کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جو مطلب و حاجت اونسے چاہے وہ حاصل کرسکے۔ اور جس طرح مال اقسام و انواع کے حرفون اور صناعتون سے پیدا کیا جاتا ہے ایسا ہی لوگون کے دل بھی اقسام معاملات سے اپنی طرف رجوع ہوتے ہین۔ اور دل مسخر جبھی ہوتے ہین جب کسیکو کسی بات مین معتقد علیہ جانین پس جس دل مین کسی شخص کی نسبت کسی وصف کمال کا اعتقاد ہوگا وہ اوسی اعتقاد کے موافق اوسکا مسخر ہوجائیگا اور یہ کچھ شرط نہین کہ وہ وصف فی نفسہ بھی کچھ کمال ہو بلکہ یہی کافی ہے کہ اوس شخص کے عندیہ مین اور اعتقاد مین وہ کمال ہو۔ بعض اوقات وہ ایسی چیز کو بھی کمال اعتقاد کرے گا جو واقع مین کمال نہو اور معتقد علیہ مین اوسکا دل اوس وصف کمالی کا یقین کرلیتا ہے اسی جہت سے دل ضرور ہی منقاد ہوجاتا ہے اسلیے کہ انقیاد دل کی ایک کیفیت کا نام ہے اور دل کی کیفیات تابع اوسکے اعتقادات اور علوم اور تخیلات کے ہوتے ہین پس جیسا اعتقاد ہوگا ویسی ہی کیفیت اوسپر طاری ہوگی۔ اور جیسے کہ مال کی محبت رکھنے والا یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس لونڈی غلام ہوجاوین ایسی ہی طالب جاہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ میری غلامی کرین اور اونکے دلون پر مجکو اختیار کلی ہوجاوے بلکہ جو بات صاحب جاہ چاہتا ہے وہ بہت بڑھکر ہے اسلیے کہ مالدار تو لونڈی غلامون کا زبردستی مالک ہوتا ہے وہ لوگ اپنی طبیعت سے ہرگز نہین چاہتے کہ ہم کسی کے زرخرید ہون اور اگر اونکو قابو دیا جاوے تو ہرگز آقا کی متابعت نکرین بخلاف صاحب جاہ کے کہ اوسکی طاعت لوگ خوشی سے کرتے ہین اور آزاد شخص اپنی طبیعت کی خواہش سے اوسکے غلام بنتے ہین اور اس غلامی و طاعت کو فخر اور موجب خوشی سمجھتے ہین اب دونون مین فرق سمجھ لینا چاہیے کہ صاحب جاہ کا مطلوب مالک لونڈی غلام سے کتنا زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے یہی ہین کہ لوگون کے دلون مین جگہہ ہونی یعنی کسی شخص کی کسی وصف کمالی کا دلون مین اعتقاد آجانا پس جسقدر کہ اوسکے کمال کا لوگون کو اعتقاد ہوگا اوسی قدر دل بھی منقاد ہونگے اور

اور جسقدر دلون کا انقیاد ہوگا اوسی قدر صاحب جاہ لوگون کے دلون پر اختیار ہوگا اور جسقدر اختیار ہوگا اوسی قدر اوسکو فرحت اور محبت جاہ سے ہوگی - یہانتک معنی اور حقیقت جاہ کے بیان ہوئے اب اسکے ثمرات اور نتیجے ہین مثلا لوگون کا تعریف کرنا یا حد سے زیادہ بڑھانا یعنے جو شخص کسی کی طرف اعتقاد کسی کمال کا رکھتا ہے اپنے اعتقاد کی چیز سے چپ نہین رہتا اور معتقد علیہ کی ثنا اوس وصف مین کرتا ہے اور منجملہ نتائج جاہ کی خدمت اور اعانت ہے کہ اعتقاد والا اپنے اعتقاد کے موافق اپنے نفس کو معتقد علیہ کیخدمت و اعانت مین مصروف رکھتا ہے اور غلامون کی طرح اوسکا مسخرہ کر کسی طرح دریغ نہین کرتا اور نیز نتائج جاہ سے معتقد علیہ کو مقدم سمجھنا اور اوسکے ساتھ کوئی خرخشہ نکرنا اور تعظیم کرنی اور اول ہی سلام کرنا اور سب مقصدون مین اوسکو مقدم جاننا اور محفلون مین عمدہ جگہہ پر بٹھانا ہی یہ باتین کسی کے جاہ کے دل مین سمانے سے پیدا ہوا کرتی ہین یعنے جب دلون مین صفات کمالیہ کسی شخص کا اعتقاد آجاتا ہے خواہ وہ صفات علمی ہون یا عبادت یا حسن عادت یا نسب یا حسن صورت یا حکومت یا زور بدن خواہ اور کوئی چیز جسکو لوگ اچھا جانتے ہین تو دلون مین اوس شخص کے جاہ قائم ہونے کا سبب یہی اوصاف ہوتے ہین اور اسلیے وہ آثار مذکورہ ظہور مین آتے ہین

**پانچوان بیان** اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونے کی کیا وجہ ہے کہ بدون مجاہدہ سخت کے کسی بشر کا دل اس سے خالی نہین ہوتا - جاننا چاہیے کہ جو سبب کہ چاندی سونے کے اور دوسرے مال کی محبوب ہونے کا ہے وہی بعینہ جاہ کے محبوب ہونے کا ہے بلکہ سبب محبت جاہ اس بات کا مستدعی جاہ کی محبت بہ نسبت مال کے بہت زیادہ ہو جیسے چاندی اور سونا اگر وزن مین مساوی ہون تو محبت سونے کی زیادہ ہوتی ہی اور اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ روپیہ اشرفی بذات خود نہ کھانے کی لیاقت رکھتے نہ پینے کی نہ لباس اور نکاح کی اس اعتبار سے روپیہ اشرفی اور کنکر مین کچھ فرق نہین بلکہ اونکی محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونکے ذریعہ سے اور محبوب چیزین حاصل ہو سکتی ہین اور حاجتین پوری ہو سکتی یہی حال جاہ کا یعنے دلون کے مالک ہونے کا ہے کہ وہ بھی بذات خود کارآمد نہین بلکہ وسیلہ حصو[illegible] ہوتا ہے پس چونکہ سبب محبت روپیہ اشرفی اور جاہ مین ایک ہی ہی اسلیے محبت بھی دونون سے ہو مگر چونکہ جاہ بہ نسبت مال کو ترجیح رکھتا ہے اسواسطے اوسکی محبت بھی بہ نسبت مال کے زیادہ ہونی اور جاہ یعنی ملکیت قلوب کو ملکیت مال پر تین طرح کی فوقیت ہے اول یہ کہ جاہ سے مال کا ہے اور مال سے حصول جاہ دشوار مثلا کوئی عالم یا زاہد جسکی جگہہ لوگون کے دلون مین ہے اگر کرنا چاہے تو اوسکو کچھ دقت نہین ہوگی اس لیے کہ جو لوگ اوسمین صفت کے معتقد ہین

اختیار مین ہین اور مال کا دنیا دل سے متعلق ہے جسکی طرف دل ہوگا اوسکے لیے مال دینا کچھ دریغ نہین اور اگر کوئی خسیس جس مین کوئی وصف کمال نہین خزانہ پاوے اور اوسکو جاہ نہو اور چاہے کہ مال کی حفاظت سے مجکو جاہ حاصل ہوجاوے تو نہایت دشوار ہے اس سے معلوم ہوا کہ جاہ ذریعہ مال کا ہوسکتا ہے جو صاحب جاہ ہوگا وہ صاحب مال بھی ہے اور جو مال ہی کا مالک ہے وہ کسی طرح مالک جاہ نہین اسی لیے جاہ زیادہ تر محبوب ہے دوم یہ کہ مال معرض تلف مین بھی آسکتا ہے کہ چوری ہوجاوے یا چھن جاوے یا حکام و ظالم اوسپر طمع کرین علاوہ ازین اوسکے لیے احتیاج پہرے چوکی اور خزانہ وغیرہ کی ہے غرضکہ بہت سی آفتین مال پر آتی ہین اور دل جب ملک مین آجاتے ہین تو ان آفات مین سے کوئی سی آفت بھی اوس ملکیت پر نہین آتی تو واقع مین اصلی خزانہ یہی ہے کہ جسپر نہ چور قابو پاوین نہ غاصبون کے ہاتھ لگے اور مال مین سب سے زیادہ پایدار اشیاء غیر منقول ہین اونمین بھی خطرہ غصب اور ظلم کا موجود ہے اور خالی حفاظت اور نگاہبانی سے نہین مگر دلون کے خزانے مین یہ سب باتین مفقود ہین وہ آپ ہی آپ محفوظ اور غصب و چوری سے مامون ہین ہان ایک آفت اس خزانے مین یہ ہو سکتی ہے کہ لوگون کو کوئی بہکا کر اور صاحب جاہ کی برائی بیان کرکے اونکے دل پھیر سکتا ہے اور اعتقاد بدل سکتا ہے مگر اس شاذ و نادر بات کا دفع کرنا بہت آسان ہے اور اکثر تو جو کوئی ایسا کرنا چاہے اوسکو بن ہی نہین پڑتا سوم یہ کہ دلون کی ملکیت بے رنج و مشقت بڑھتی جاتی ہے اور ایک سے دوسرے مین سرایت کرتی جاتی ہے اسلیے کہ جب دل کسی کے وصف کمال کے معتقد ہوتے ہین کہ فلان شخص بڑا عالم یا عابد ہے تو زبان خود بخود اوسکی ثنا مین کھلتی ہے اور جس چیز کی خود معتقد ہوتے ہین وہ دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہین پس دوسرے شخص کا دل بھی اسی جال مین گرفتار ہوجاتا ہے۔ اور آدمی کی طبیعت جو انتشار صیت و ذکر کو پسند کرتی ہے اوسمین بھی یہی بات ہے کیونکہ ذکر جب اطراف مین پھیلتا ہے تو اوس سے اور دل معتقد ہوتے ہین اور اوس اہل کمال کو برا جاننے لگتے ہین اسی طرح ایک سے دوسرے تک پھیلتا رہتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے اور اسکی کوئی حد معین نہین بخلاف مال کے کہ وہ اگر کسی کی ملکیت مین آجاتا ہے تو جبتک اوسکے بڑھانے مین تعب و مشقت و رنج و محنت نہ اوٹھائے گا وتنا ہی رہے گا خود بخود نہین بڑھنے کا اور جاہ خود بخود پھیلتا اور بڑھتا جاتا ہے اور اسی جہت سے جب آدمی کا جاہ زیادہ ہوجاتا ہے اور شہرۂ خلق ہوجاتا ہے اور سب لوگ اوسکی تعریف مین رطب اللسان رہتے ہین تو اوسکے مقابلہ مین مال اوسکی نظرون مین حقیر ہوجاتا ہے یہ مجمل ترجیحات جاہ کی مال پر ہین اگر انکو مفصل لکھا جاوے تو ترجیح بھی زیادہ تر معلوم ہو۔ یہان ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو مال اور جاہ سے غرض صرف حصول اغراض اور دفع مضار ہے مثلاً حصول غذا و مسکن و پوشاک یا دفع مرض و عقوبت کہ بدون مال خواہ جاہ کے نہین ہوسکتی تو سوجہ سے

مال و جاہ کی محبت بے شک ہونی چاہیے اسلیے کہ جو چیز ذریعہ محبوب چیزون کے وصول کا ہوتی ہے اوسکو
بھی آدمی کی طبیعت محبوب جانتی ہے مگر طرفہ اور عجب تر تو یہ ہے کہ کوئی حاجت بھی آدمی کو نہو تب بھی
محبت مال کے جمع کرنے کی اور خزانون کے افراط کی اور دفینون کی کثرت کی ہوتی ہے یہانتک کہ اگر آدمی
کے پاس دو جنگل سونے کے ہون تو تیسرے کا خواستگار ہوگا حالانکہ قطعاً معلوم ہے کہ اوسکی طرف کبھی حاجت
نہ پڑے گی اسی طرح جاہ کے باب مین آدمی اپنا ذکر اور شہرت ایسی دور دراز ملکون مین چاہتا ہے کہ یقیناً
جانتا ہے کہ مین وہان کبھی نجاؤن گا اور نہ کبھی وہان کے لوگون کی ملاقات ہوگی کہ اونکی تعظیم یا سلوک
کی نوبت پہنچے یا کسی غرض مین ممد و معاون ہون اور باوجود اسکے ایسی جگہہ مین بھی انتشار ذکر سے
نہایت خوشی ہوتی ہے اور اسکی محبت طبیعت مین پائی جاتی ہے ظاہر مین یہ ایک جہالت کی بات ہے
کہ بے فائدہ چیز کی محبت کرے جس سے نہ فائدہ دین ہو نہ فائدہ دنیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین یہ
محبت ہر ایک دل مین ہے اور اسکے دو سبب ہین ایک سبب تو ظاہر ہے جو عوام بھی جانتے ہین اور
دوسرا جو بڑا سبب ہے وہ پوشیدہ ہے اور نہایت دقیق کہ ذکی شخصون کے فہم سے بھی بعید ہے غبیونکا
تو کیا ذکر ہے کیونکہ اوس سبب کو نفس کی رگ باطنی اور طبیعت کے اقتضای خفیہ سے مدد پہونچتی ہے
جسکو بجز نہایت درجہ کے تامل والون کے اور کوئی نہین دریافت کر سکتا۔ سبب اول تو اس محبت جمعیت کا
یہ ہے کہ رنج خوف کا دور کرنا منظور ہوتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سوء ظن سے ڈرنے والا حریص ہوا کرتا ہے
اور انسان کا بھی یہی حال ہے کہ اگرچہ اسکے پاس سردست مال بقدر کفایت موجود ہو مگر چونکہ طویل الامل
ہے اس جہت سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید یہ مال جو مجکو کافی ہے تلف ہو جاوی اور دوسرے کا محتاج ہونا
پڑے جب یہ خطرہ دل مین گذرتا ہے تو اوسکے دل مین سے خوف جوش زن ہوتا ہے اور یہ رنج خوف
جبتک دور نہین ہوتا جبتک دوسرا مال اوسکے پاس نہو کہ جس سے اوسکا اطمینان ہو کہ اگر مال اول کو مصیبت
آجاوی گی تو یہ دوسرا کام آوے گا پس اسی طرح ہمیشہ اپنے نفس پر خوف کرتا رہتا ہے اور زندگی کی
محبت مین فرض کر لیتا ہے کہ بہت دنون جیون گا اور یہ بھی فرض کر لیتا ہے کہ بہت سی حاجات پیش
آوین گے اور یہ بھی مان لیتا ہے کہ مال موجود پر بہت سی آفتین آپڑا وین گی انھین خیالات سے خوف
اوبھرتا ہے اور دفع خوف کے لیے مال کی کثرت کرتا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ایک مال پر آفت آوی تو دوسرا
کام آوے اور یہ ایک ایسا خوف ہے کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مخصوص مال کی نہین کہ وہان تک
پہونچکر ٹھہر جاوے اسی واسطے مال کے طالب کی بھی کوئی حد معین نہین اور اسی بنا پر حدیث شریف مین
آیا ہے کہ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْهُوْمُ الْمَالِ۔ اور اسی جیسا سبب جاہ مین

دو حریص ہین کبھی سیر نہین ہوتے ایک حریص علم کا دوسرا حریص مال کا ۱۲ طبرانی نے اوسط و بزار مین روایت ابن عباس سند ضعیف ۱۲

سمجھنا چاہیے یعنے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دور دراز ملکون کے لوگون کے دل مین میری جگہہ ہو وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ شاید کوئی ایسا سبب ہو کہ مین اپنے وطن سے اون لوگون مین جا پڑون یا وہ لوگ اس ملک مین آجاوین اور اون سے احتیاج استعانت کی ہو تو چونکہ یہ امر ممکن ہے اور حاجت ہونی دوسرے ملک والون سے ظاہر امحال نہین تو ایسے لوگون کے دلون مین اپنی وقعت ہونے سے نفس کو کمال فرحت اور لذت ہوتی ہی ہے کیونکہ اسمین وہی خوف وہمی جا تا رہتا ہے — دوسرا سبب جو زیادہ قوی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک امر ربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے خود اوسکو اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اور اوسکے ربانی ہونے کے یہ معنی نہین کہ وہ علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اوسکے اظہار کی اجازت نہین اسواسطے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظاہر نہین فرمایا مگر قبل اس امر کے جاننے کے یہ معلوم ہے کہ آدمی کے دل کو چار طرح کے صفات کی طرف رغبت ہوتی ہے اول صفات بہیمی کی طرف مثل خورد و نوش اور جماع کے دوم صفات سبعی کیطرف جیسے مارپیٹ اور ایذا دینے سوم صفات شیطانی کی طرف مثل مکر و فریب اور بہکانے کے چہارم صفات ربوبیت کیطرف جیسے کبر اور عزت اور شیخی اور طلب علو وغیرہ اور ان چارون کیطرف میل ہونا اسوجہ سے ہے کہ انسان چند اصول مختلف سے مرکب ہے جنکی تفصیل کی شرح کرنی طویل ہے بہرحال انسان اسوجہ سے کہ اسمین امر ربانی بھی ہے اپنی طبیعت سے ربوبیت پسند ہے اور ربوبیت کے معنے یہ ہین کہ کمال مین یکتا ہونا اور وجود مستقل مین یگانہ ہونا۔ اور چونکہ کمال اوصاف الٰہی مین سے ہے اسی جہت سے انسان کا بھی محبوب بالطبع ہی باقی رہا کمال ہونے کا وہ منحصر ہے وجود پر مثلا آفتاب کا کمال اسی مین ہے کہ تنہا موجود ہے اگر اوسکے ساتھ دوسرا آفتاب ہوتا تو اوسکے حق مین نقصان ہوتا اسلیے کہ اوسوقت یہ نہ کہہ سکتے کہ کمال آفتاب ہونے مین یگانہ ہے اور وجود مین یگانہ خداے تعالے ہی کہ اوسکے ساتھ کوئی وجود سوا اوسکے نہین بلکہ وجود ماسوا کا اوسی کے آثار قدرت کا ایک نشان ہے بذات خود اوسکو قیام نہین خداے تعالے ہی کے وجود کے باعث قائم ہے اسی جہت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ ماسوا کا وجود خداے تعالے کے وجود کی معیت رکھتا ہے اسلیے کہ معیت یعنی ایک ساتھ ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ دونون رتبہ مین مساوی ہون اور رتبہ مین مساوات ہونے سے کمال مین نقصان ہے کامل وہی ہے جسکا مثل رتبہ مین نپایا جاوے جیسے آفتاب کے تمام جہان مین چمکنے سے کچھ اوسمین نقصان نہین بلکہ یہ داخل اوسکے کمال مین ہے بلکہ آفتاب کا نقصان دوسرے آفتاب کے موجود ہونے سے ہے جو اوسکے رتبہ کے مساوی ہو اور اوسکی کچھ پروا نرکھے اسی طرح وجود اشیاے ماسوی اللہ کا سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی

آفتاب وجود حقیقی سے پرتوہ پاکر اپنے اپنے وقت پر جلوہ گر ہین کوئی اوسکا سہیم و شریک نہین کہ اوس سے مستغنی ہوسے ع وجود شان فروزان آفتابست + کہ ذرہ ذرہ ازوی نوریافت + حاصل کہ معنے ربوبیت کے یہ ہین کہ یگانہ ہونا وجود مین یعنی کمال ہین اور ہر ایک انسان اپنی طبیعت سے یہ امر پسند کرتا ہی کہ کمال کے ساتہ یگانہ مین ہی ہوجاؤن اسی لحاظ سے بعض مشائخ صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک انسان کے باطن مین وہ بات موجود ہے جسکی تصریح فرعون نے اپنے قول اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰے سے کی تھی مگر یہ کہ اوسکی مجال نہین پاتا یعنے متفرد بالکمال ہونے کو جی چاہتا ہے مگر ہو نہین ہوسکتا اور واقع مین جیسا اوس بزرگ نے فرمایا ویساہی ہے اسلیے کہ بندہ ہونا نفس پر شاق ہے اور ربوبیت طبعا محبوب ہے کیونکہ منسوب بانیت کیطرف سے جسکا اشارہ آیہ کریمہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی مین ہے لیکن از انجا کہ نفس منتہاے کمال کے حاصل کرنے سے عاجز ہے تو اوسکی آرزو تب بھی کرتا رہتا ہے اور کمال کا متمنی اور محب اور اوس سے لذت یاب رہتا ہے اور سواے آرزوی کمال کے اور کوئی وجہ لذت کی نہین غرضکہ جو موجود ہے وہ اپنی ذات کو اور اپنی ذات کے کمال کو پسند کرتا ہے اور مرنے کو جس سے فناے ذات یا فناے صفات کمال ذات سے متصور ہے ناپسند کرتا ہے اور اگر یگانہ ہونا وجود مین نہ فرض کیا جاوے تب کمال اسطرح ہوگا کہ تمام موجودات پر غالب ہو اسلیے کہ زیادہ تر کمال انسان تو اس مین ہے کہ دوسرے شخصون کا وجود اوس کسے ہو اگر یہ نہو تو اتنا تو ہو کہ سب پر غالب ہو اسوجہ سے سب پر غالب ہونا انسانکو طبعا محبوب ہے کیونکہ اسمین بھی ایک وجہ کا کمال پایا جاتا ہے مگر یہ کہ غلبہ اشیا پر جب ہوتا ہے جبکہ قدرت اون مین تاثیر اور تغیر کی اپنے ارادے سے حاصل ہو کہ جس طرح انکو چاہے اولٹ پھیر کرسکے تو انسانکو یہ بات محبوب ہوئی کہ جو چیزین اسکے ساتہ موجود ہین سب پر اپنا غلبہ اور تصرف کرے لیکن از انجا کہ موجودات کی تین قسمین ہین ایک تو ایسی ہین کہ جن مین کسی طرح کا تغیر نہین ہوسکتا مثل ذات وصفات الٰہی کے اور ایک ایسی ہین کہ تغیر ہوسکتا ہے لیکن خلق کا تصرف اونپر نہین ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور فرشتے اور جن اور شیاطین اور پہاڑ اور سمندر اور جو چیزین اونکے نیچے ہین تیسری قسم ایسی چیزین ہین جو بندے کے تصرف سے متغیر ہوسکتی ہین جیسے زمین کے اجزا اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور اسی قسم مین سے آدمیون کے دل بھی ہین کہ قابل تاثیر اور تغیر کے مثل اجسام انسانون کے ہین پس جبکہ موجودات مین یہ تقسیم ہوئی کہ بعض مین تصرف انسانی کا دخل ہوا جیسے زمین کی اشیا اور بعض اسکے تصرف سے خارج ہوئے جیسے ذات الٰہی اور آسمان و فرشتے تو انسان نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ فلکیات پر

علم کی محبت مستولی ہونا چاہئے اور اوسکے اسرار و دقائق کو جاننا چاہے کہ یہ بھی ایک طرح کا غلبہ ہے اسلیے کہ شئے معلوم جسپر علم محیط ہوتا ہے وہ گویا کہ علم مین داخل ہو جاتی ہے اور عالم اوس علم پر حاوی ہونے سے گویا غالب کہلاتا ہے اسی بنا پر انسان نے اسبات کو پسند کیا کہ اللہ تعالے اور فرشتون اور آسمانون اور ستارون کو جانے تمام عجائبات سماوی اور عجائب پہاڑون اور سمندرون کو پہچانے کہ اسمین ایک طرح کا استیلا پایا جاتا ہے جو ایک شق کمال کی ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اگر کسی صنعت عجیب سے عاجز ہو تو طریق صنعت ہی کا مشتاق ہے کہ کسی طرح اسکا طریق ہی معلوم ہو جاوے مثلاً اگر کسیکو شطرنج کھیلنا نہ آتا ہو تو وہ اسی بات کا مشتاق ہوگا کہ اوسکی چالین ہی معلوم ہو جاوین یا یہ کہ کوئی صنعت عجیب ہندسہ کی خواہ شعبدہ یا جر ثقیل وغیرہ کی دیکھی اور جان لیا کہ مجکو نہ آوے گی یا نہ بن پڑے گی مگر یہ چاہا کہ اسکی کیفیت معلوم ہو جاوے کہ کیسے ہوتی ہے تو اگرچہ اس شخص کو اپنے عاجزی کا اوس صنعت سے رنج ہوگا لیکن اگر اوسکو علم کیفیت ہی ہو جاوے گا تو کمال علم سے لذت پاوے گا۔ مگر دوسری قسم جسپر انسان کے تصرف کو دخل ہے یعنے زمین کی اشیا تو انسان کو طبعاً محبوب ہے کہ انپر تصرف و قدرت سے مستولی ہو جاوے کہ جو چاہے سو کرے اور زمین کی اشیا کی دو قسمین ہین ایک اجسام دوسری ارواح اجسام جیسے روپیہ اشرفی اور اسباب وغیرہ ان چیزون مین یہ بات محبوب ہے کہ جہان چاہے وہان رکھے جسکو چاہے دیوے جسکو چاہے نہ دیوے وغیرہ غرض انپر قدرت و تصرف کا خواہان ہوتا ہے اسلیے کہ قدرت کمال گنا جاتا ہے اور کمال صفات ربوبیت سے ہے جو انسان کو طبعاً محبوب ہے اسی جہت سے اموال کی محبت کرتا ہے کو کھانے اور پینے اور لباس اور شہوات نفس کے لیے اونکا محتاج نہو اسی واسطے لوگون کو بھی اپنا غلام بنایا چاہتا ہے کہ اونکے اجسام و اعضا پر تصرف و قدرت ہو جاوے گو جبراً قہراً ہی ہو اور دلکی ملکیت بھی حاصل نہو کیونکہ دلون کی تسخیر تو بدون اعتقاد کمال کے نہین ہوتی یہ ضرور نہین کہ لونڈی غلامون کے دل بھی آقا کے کمال کے معتقد ہون الا قہر و جبر کا خیال البتہ دلمین رہتا ہے اسی سے اپنے اجسام سے اطاعت کرتے ہین اور یہی دبدبہ اور غلبہ اور قدرت حضرت انسان کو محبوب ہے۔ دوسری قسم آدمیون کے نفس اور اونکے دل ہین کہ تمام روی زمین چیزون مین نفس و اعلی ہین انسانکو یہ محبوب ہے کہ اونپر بھی غلبہ و قدرت ہو جاوے اس طرح کہ تمام قلوب مسخر ہو جاوین کہ اپنے ہی اشارہ اور ارادہ مین ہین اور وجہ اس امر کے محبوب ہونے کی یہ ہے کہ اسمین کمال غلبہ متصور ہے اور صفات ربوبیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے الا قلوب کی تسخیر بدون محبت نہین ہوتی اور دلون مین محبت بدون اعتقاد کمال نہین آتی اسلیے کہ کمال صفات الٰہی مین سے ہے اور صفات الٰہی سب کے سب طبعاً انسان کو محبوب ہین کہ اون مین ربانی بات پائی جاتی ہے اور امر ربانی

انسانی مین بھی ہے اور وہ ایسی شی ہے کہ نہ موت سے فنا ہو نہ خاک اوسکو کھا وے کیونکہ وہی محل ایمان و
معرفت ہے اور وہی دیدار خدا تک پونہچانے والی اور دیدار کی طرف سعی بھی اوسی سے ہوتی ہے
بس اس بیان سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے دلون کا مسخر ہونا ہے اور جس کی تسخیر مین دل آجاتے ہین اوسکو
اونپر استیلا و قدرت ہو جاتی ہے اور استیلا اور قدرت کمال مین داخل ہے جو کہ صفات ربوبیت سے ہے
اسی وجہ سے دلکو کمال علم و قدرت طبعًا محبوب ہے اور مال و جاہ اسباب قدرت مین سے ہین پھر چونکہ معلومات
اور مقدورات کی کچھ انتہا نہین تو جبتک کوئی چیز علم و قدرت سے خارج رہے گی تبتک شوق کو
تسکین نہو گی اور نقصان بھی باقی رہے گا اسی لیے حدیث مذکورۂ بالا مین وارد ہے کہ مَنْھُوْمَانِ
لَا یَشْبَعَانِ غرض کہ ہر ایک دل کا مطلوب کمال ہے اور کمال علم و قدرت سے ہوتا ہے اور اسکے
درجات کا فرق از اندازہ شمار ہے پس ہر ایک انسان اوسی قدر خوشی اور لذت پاتا ہے جسقدر کہ اوسکو
کمال ہو یہ وجہ ہے جس سے کہ علم و مال اور جاہ محبوب ہین اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ دوسری ہی چیز ہے
وجہ اول یعنے ذریعہ قضاے شہوات ہونا مال و جاہ کا صنعیدہ بات ہے اسلیے کہ شوق حصول علم و مال
وجاہ باوجود شہوات کے ساقط ہونے کے بھی باقی رہتا ہے بلکہ انسان ایسے علوم سے محبت رکھتا ہے کہ جن اینر
لیاقت حصول اغراض کی نہو بلکہ کبھی عجائب اور مشکلات کے جاننے مین طبیعت ایسی مصروف
ہوتی ہے کہ تمام اغراض و شہوات سے دست بردار ہو جاتا ہے اسواسطے کہ علم شی مین معلوم پر استیلا
پایا جاتا ہے جو من وجہ کمال ہے اور صفات ربوبیت مین سے ہے جو طبعًا محبوب ہوتی ہین لیکن
علم و قدرت کے کمال حاصل کرنے مین غلطی بھی واقع ہوتی ہے جسکا بیان بہت ضروری ہے

**چھٹا بیان** کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ بعد ہو سکنے یگانہ
فی الوجود کے کوئی کمال علم و قدرت کے کمال کے برابر نہین اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کمال حقیقی علم و قدرت مین
کمال وہمی سے ملا جلا ہے اور اسکو اسطرح سمجھنا چاہیے کہ کمال علم کا سواے خداے تعالے کے اور کسیکو
نہین اور اسکی تین وجہین ہین اول تو کثرت معلومات کے باعث کہ خداوند کریم کا علم سب معلومات پر
محیط ہے اس بنا پر جتنا کسی بندے کو معلومات زیادہ ہونگے وتناہی خداسے قریب ہو گا دوسری معلوم
چیز کی اصل حقیقت کے دریافت کرنے کے باعث کہ خداوند کریم کے علم کے سامنے سب معلومات کی اصل
حقیقت کامل طور پر واضح ہے پس اگر کسی بندے کا علم بھی اسی صفت پر ہو کہ اشیا کی حقیقت کو
جسقدر وہ ہین صدق و یقین و وضوح کے ساتھ مفصل جانے وہ خداے تعالے سے قریب ہو گا
تیسری علم کی پایداری و قیام کے باعث کہ ابد الآباد تک تبدیل و زوال کو اوسمین دخل نہو خداے تعالے

ایسا قائم وباقی ہے کہ اوسمین مجال تغیر وتبدیل کی نہین پس اگر بندے کے علم مین بھی تغیر وتبدل واقع نہو تو وہ خدا ے تعالے سے قریب ہوگا پھر معلومات کی دو قسمین ہین ایک تو متغیر ہونے والی اور ایک ازلی۔ متغیرات کی مثال یہ ہے کہ مثلاً اس جملہ کو جاننا کہ زید گھر مین ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ زید گھر مین سے چلا جاوے اور علم اوسکے گھر مین ہونے کا موجود ہے اس صورت مین یہ علم جہل ہوجاوے گا اور باعث نقصان ہوگا نہ باعث کمال۔ پس جن چیزون کے حالات مین انقلاب متصور ہے اگر اونکو کسی خاص حال پر اعتقاد کرلوگے تو اس امر کے درپے ہوگے کہ اپنے کمال کو نقصان سے بدل ڈالو اور علم کو جہل سے۔ اسی مین داخل ہین تمام جہان کے متغیرات مثلاً کسی پہاڑ کے ارتفاع کو جاننا اور پیمائش زمین اور شمار شہرون کے اور فاصلہ اونکے درمیان کا اور دوسری چیزین جو مسالک اور ممالک کے بیان مین مذکور ہوتی ہین اسی طرح علم لغت کو سمجھنا چاہیے کہ لغت بھی اصطلاح کا نام ہے جب مدت گذر جاتی ہے اور لوگ اور عادتین بدل جاتی ہین تو اصطلاحات مین تبدیل ہوجاتی ہے غرضکہ یہ علوم ایسے ہین کہ انکے معلومات مثل پارہ کے ہین کہ ایک حال سے دوسرے حال پر بدلتے رہتے ہین تو ایسے علوم مین گو سروست کمال ہے مگر ایسا کمال نہین جو دل مین باقی رہے۔ دوسری قسم معلومات ازلی ہین مثلاً جائز ہونا ممکن اشیا کا یا واجب ہونا واجبات کا یا محال ہونا مستحیل چیزون کا یہ معلومات ازلی ہین کہ کبھی نہین بدلتے مثلاً محال ہے کہ واجب کبھی ممکن ہوجاوے یا ممکن چیز محال ہو یا محال واجب ہوجاوے یہ اقسام داخل ہین خدا کی معرفت مین اور جو اشیا کہ اوسکے لیے واجب ہین اور جو چیزین کہ اوسکے صفات مین محال ہین اور اوسکے افعال مین جائز ہین تو اللہ تعالے اور اوسکے صفات اور افعال کا علم اور اوسکی حکمت کا جو آسمانون اور زمینون مین ہے اور جو ترتیب کہ اوسنے دنیا وآخرت مین رکھی ہے اور اونکے متعلقات کا علم کمال حقیقی ہے کہ جو اوس سے متصف ہوگا وہ خدای تعالے سے قریب ہوگا اور یہ کمال نفس کے لیے بعد موت بھی رہے گا اور یہ معرفت عارفین کے لیے مرنے کے بعد نور بنے گی یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یعنے یہ معرفت ایسا راس المال ہوجاوے گی کہ اسکے ذریعہ سے جو چیز دنیا مین معلوم نہوئی تھی وہ معلوم ہوجاوے گی جیسے کسی کے پاس ایک چراغ دھندھلا سا ہو تو ہوسکتا ہے کہ اوس سے دوسرا چراغ روشن کرکے نور کو زیادہ خواہ کامل کرلے اور جسکے پاس سرے سے چراغ ہی نہو اوسکو یہ بات حاصل نہین ہوسکتی اسی طرح جسکو اصل معرفت نہین اوسکو اس نور کی طمع نہین ہوسکتی وہ ایسا ہوگا کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا بلکہ اوسکی تاریکی کی یہ مثال ہوگی کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ

فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُہَا فَوْقَ بَعْضٍ اس سے معلوم ہوا کہ سعادت صرف معرفت الٰہی مین ہے اور دوسری چیزون کی معرفت کا حال یہ ہے کہ بعض مین تو کچھ فائدہ ہی نہین جیسے شعر کی معرفت اور عرب کے نسب کا حال وغیرہ اور بعض ایسی اشیا ہین کہ اونسے معرفت الٰہی مین اعانت ہوتی ہے جیسے لغت عربی کی معرفت اور تفسیر و فقہ و حدیث کی معرفت کہ لغت کی معرفت سے تفسیر قرآن مجید کے جاننے پر اعانت ہوتی ہے اور علم تفسیر سے قرآن مجید کے مضامین اور کیفیت عبادات اور اعمال کی جنسے تزکیہ نفس ہوتا ہے معلوم ہوتی ہے اور طریق تزکیہ نفس کے جاننے سے لیاقت حصول معرفت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىہَا اور فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا پس یہ سب چیزین گویا کہ ذریعہ ہین واسطے ثبوت معرفت الٰہی کے ہرچند کمال خدا کی معرفت اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت مین ہے مگر اوسی مین یہ بھی شامل ہے کہ موجودات کی معرفت حاصل ہو اسلیے کہ موجودات سب کی سب اوسکے افعال مین سے ہین پس جو شخص کہ موجودات کو اس اعتبار سے معلوم کرے گا کہ وہ اللہ تعالے کے افعال مین سے ہین اور اوسی کی قدرت اور ارادہ اور حکمت کے ساتھ مرتبط ہین تو یہ جاننا بھی ضمیمہ معرفت الٰہی مین سے ہوگا۔ یہ حکم کمال علم کا ہے جو ہمنے بیان کیا اگرچہ مناسب احکام جاہ و ریا کے نتھا الا چونکہ کلام کو پورا ذکر کرنا منظور رہے اس لیے بیان کیا گیا۔ باقی رہا کمال قدرت پس بندے کو اوسمین کمال حقیقی نہین البتہ بندے کو علم حقیقی ہی قدرت حقیقی نہین قدرت حقیقی صرف خدا تعالے ہی کو ہے اور اشیا مین جو اثر بندے کی قدرت و ارادہ کا ظاہر ہوتا ہے یہ بھی خدا تعالے ہی کے پیدا کرنے سے ہے جیسا کہ ہمنے باب صبر و شکر اور باب توحید و توکل اور اور جگہون مین جلد چہارم سے ثابت کیا ہے خلاصہ یہ کہ کمال علم آدمی کے ساتھ بعد موت بھی باقی رہتا ہے اور اوسکو خدا تک پہونچاتا ہے مگر کمال قدرت مین ہم کوئی کمال بجہت قدرت نہین جانتے البتہ قوی کی قدرت کمال علم کا وسیلہ ہین مثلاً تندرستی اور ہاتہ مین قوت گرفت کا ہونا اور پاؤن مین قوت رفتار کا ہونا اور حواس مین قوت ادراک کا ہونا یہ سب ذریعہ اس بات کے ہین کہ کمال حقیقی علم کا ان سے حاصل ہو سکے اور بعض اوقات ان قوی کے پورا ہونے کے واسطے حاجت مال و جاہ کی قدرت کی ہوتی ہے تاکہ اوسکے سبب خورد و نوش و لباس و مسکن مل سکے اور ظاہر ہے کہ ان اشیا کے لیے ایک مقدار معین ہے پس اگر مال کو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے لیے صرف نہ کرے گا تو اوسمین یقیناً کچھ خیر نہین صرف سردست کی لذت حاصل ہوگی جو عنقریب فنا ہوجاوے گی اور جو شخص ایسی لذت کو کمال جانتا ہے وہ جاہل ہے مگر تمام خلقت اسی جہالت کے دام مین گرفتار ہے لوگ یہی تصور کرتے ہین

کہ بہت سے اجسام پر قدرت و دبدبہ ہو نی اور اموال سے تونگری ہونی اور لوگون کے دلون مین بباعث جاہ کے اپنی عظمت ہونی اسی کا نام کمال ہے جب یہ اعتقاد دلمین کر لیتے ہین تو اسی بات کو محبوب جانتے ہین اور اوسی کے طالب ہوتے ہین اور طلب مین ہمہ تن مشغول ہو کر تباہ ہوتے ہین کمال حقیقی جو موجب قرب اللہ ہے اور فرشتون سے قریب کرتا ہے اوس سے بالکل غافل ہین اور وہ کمال حقیقی علم اور حریت کا ہے کمال علم تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ معرفت الٓہی کا نام ہے اور حریت یعنی آزادی سے غرض قید شہوات اور دنیا کے ترددات سے آزاد ہونے سے ہے جس مین فرشتون کی مشابہت پائی جاتی ہے کہ اونکو نہ شہوت ڈگا سکتی ہے نہ غضب دیوانہ کر سکتا ہے غرض کہ دور کرنا آثار شہوت و غضب کا نفس سے وہ کمال ہے جو صفات ملائکہ مین داخل ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی سی صفت کمالی خداوند پاک کی متغیر ہو سکے یا اوس پر کوئی شی اثر کر سکے۔ پس جو شخص کہ تغیر اور عوارض کے تاثر سے بعید ہوگا وہی اللہ سے قریب ہوگا اور فرشتون سے مشابہ اور خدای تعالےٰ کے نزدیک بلند مرتبہ بھی وہی ہوگا اور یہ کمال کمال علم و قدرت سے علحدہ شے ہے اور ہمنے اسکو اسوجہ سے اوپر نہین بیان کیا کہ واقع مین اس کمال کا مآل نقصان کے نہونے کیطرف رجوع کرتا ہے اسلیے کہ بدلجانا بھی ایک نقصان ہے کیونکہ تغیر اوسی کو کہتے ہین کہ جو صفت پہلے سے موجود تھی وہ جاتی رہے اور جاتا رہنا ذات کے لیے بھی نقصان ہی اور جو صفات کمالی ذات کی ہین اونکے لیے بھی نقصان ہے باین لحاظ اب اگر شہوات سے نہ بدلنے اور اونکی نافرمانی کرنے کو جدا کمال قرار دین تو کمالات تین ہوتے ہین اوّل کمال علم دوّم کمال حریت یعنی شہوات کا غلام نہونا اور اسباب دنیوی کا نچاہنا سوّم کمال قدرت۔ اور بندہ کو کمال علم اور کمال حریت کی حاصل کرنے کا طریق تو مل سکتا ہے مگر تیسری قسم کمال قدرت کے حاصل کرنے کا طریق نہین مل سکتا کہ یہ کمال بھی بعد موت باقی رہے اس لیے کہ قدرت اموال پر خواہ اجسام پر جو قلوب ابدان کی تسخیر سے ہوتی ہے موت پر جاتی رہتی ہے اور معرفت اور آزادی موت سے فنا نہین ہوتین بلکہ باقی رہتی ہین اور وسیلۂ قرب الٓہی ہوتی ہین۔ مقام غور ہے کہ جاہل کسطرح اندھے ہو کر معاملہ بالعکس کرتے ہین کہ مال و جاہ سے کمال قدرت کے طالب ہین جو فانی شی ہے اور کسی طرح اوسکو بقا نہین اور کمال علم و کمال حریت سے بالکل مُنہ پھیر لیا ہے اور یہ دونون ایسے ہین کہ اگر نصیب ہو جاوین تو ابد الآباد منقطع نہون یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہین اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ ان لوگون نے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد نہ سمجھا کہ فرماتا ہے اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ

ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا باقیات صالحات علم وحریت ہین کہ نفس مین ہمیشہ کو رہین گے اور مال وجاہ تو چندروز کے بعد فنا ہوجاوینگے انکی مثال اس آیت مین مذکور ہے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَاۤءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۤءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ اور دوسری جگہہ ارشاد فرمایا وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَاۤءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۤءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا اور جو چیزین کہ موت کے چھوٹے سے فنا ہوجاتی ہین وہ زندگی کے مزے ہین اور جنپر موت کا صدمہ نہین ہوتا اور اوس سے فنا نہین ہوتی وہ باقیات صالحات ہین اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کو کمال سمجھنا امر ظنی اور بے اصل ہے جو کوئی اسکی طلب مین اپنی عمر ضائع کرے اور اسیکو مقصود اصلی جانے وہ جاہل ہے کیا خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے ع مال جنھون نے جمع کیا وہ ہاتہہ پسارے جاتے ہین یعنی مال اسلیے جمع کیا تھا کہ مفلس نہونگے مگر وقت مرگ محتاج اور خالی ہاتہہ ہی جاتے ہین۔ ہان جو شخص انکو بقدر ضرورت جس سے کمال حقیقی تک پہونچنے کا ذریعہ ہون حاصل کرے گا وہ چین سے رہے گا خدا تعالے ہمکو بھی ایسی ہی توفیق وہدایت عنایت کرے +

**ساتوان بیان** اس امر مین کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہے اور کونسی بری۔ جب یہ معلوم ہوچکا کہ جاہ کے معنے دلون کی ملکیت [illegible] اونپر قدرت ہونے کی ہین تو جاننا چاہیے کہ اوسکا حکم بھی ملکیت اموال کا سا ہے اسلیے کہ جاہ بھی ایک غرض دنیاوی اغراض مین سے ہے موت پر منقطع ہوجاتا ہے اور از انجا کہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ وارد ہے تو جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اوس سے زاد آخرت حاصل کرنا ممکن ہے پس جسطرح تھوڑا سا مال خورد ونوش ولباس کے لیے ضروری ہے اسی طرح تھوڑا سا جاہ بھی خلق کے ساتہہ بسر اوقات کے لیے ضروری ہے اور جیسے کہ خوراک امر لابدی ہے اور جائز ہے کہ بمقدار ضرورت کو اوس سے خواہ اوس مال کو جس سے خوراک خریدی جاوے محبوب جانے اسی طرح حاجت ایک خادم کی جو خدمت کرے اور ایک رفیق کی جو اعانت کرے اور ایک استاد کی جو راہ بتاوے اور ایک حاکم کی جو بدون کی شرارت وظلم سے بچاوے ضروری ہے پس اس بات کو محبوب جاننا سالک کا کہ خادم کے دل مین میری ایسی وقعت ہو کہ وہ خدمتگذاری کیے جاوے یا رفیق کے دل مین ایسی منزلت ہو کہ وہ اعانت سے باز نرہے یا استاد کے دل مین ایسی جگہہ ہو کہ جس سے راہ اچھی طرح بتاوے یا حاکم کے دل مین ایسی عزت ہو کہ وہ شرارت کے

منع پر آمادہ ہوجاوے یہ مذموم نہین اس لیے کہ جاہ بھی ایک ذریعہ اغراض کا مثل مال کے ہے دونون مین کچھ فرق نہین — ہان تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ خود مال ور جاہ کو محبوب نجانے بلکہ اونکی محبت کو ایسا سمجھے جیسا کسی کے گھر مین پاخانہ ہو اور قضاے حاجت کی جہت سے اوس پاخانے کا ہونا پسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اگر مجھے حاجت براز کی نرہے تو اس پاخانے سے بھی کچھ سروکار نرہے بس ایسا شخص واقع مین پاخانے سے محبت معی والانہ گنا جاوےگا بلکہ جو شی محبوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہے وہان محبت صرف مقصود اصلی ہی سے ہوتی ہے ذریعہ سے صرف ذریعہ ہونے کی محبت ہوتی ہے فقط اب اسکو ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہین مثلا ایک شخص اپنی منکوحہ سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وقت ضرورت اوس سے صحبت کرتا ہے جس طرح پاخانے کو قضاے حاجت کے لیے اچھا سمجھتا ہے اور اگر اسکو ضرورت شہوت داعی نہو تو منکوحہ کو طلاق دیدے جیسے حاجت براز نہونے سے پاخانے مین نجاتا اور بعض اوقات منکوحہ کو خود چاہتا ہے اور اوسکی صورت پر فریفتہ رہتا ہے یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق صحبت نہوتا ہم اوسکو نکاح سے باہر کرنا نہین چاہتا تو اس دوسری قسم کو محبت کہتے ہین اول قسم داخل محبت نہین علی ہذا القیاس جاہ و مال کا حال ہے کہ اگر انکے ساتھ اس وجہ سے محبت ہو کہ اسنے اغراض بدن حاصل ہوتے ہین تو کچھ برائی نہین اور اگر خود انھین سے محبت ہے اس سے کچھ غرض نہین کہ یہ ذریعہ اغراض ہین یا نہین یا مقدار ضرورت سے زائد کو مثلا محبوب جانے تو مذموم ہے لیکن ایسا شخص جو خود مال و جاہ سے محبت رکھتا ہے فاسق اور عاصی نہوگا جبتک کہ اس محبت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب نہو یا مال و جاہ کے حاصل کرنے کے لیے مکر و فریب و جھوٹ وغیرہ کو ذریعہ نہ بناوے یا اونکے حصول کے لیے کسی عبادت کو وسیلہ ٹھہراوے کیونکہ عبادت سے مال و جاہ پیدا کرنا دینی گناہ اور حرام ہے اور ریا کا بھی وہی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ اب باقی رہی یہ بات کہ خادم و رفیق و استاد و حاکم کے دلون مین جگہہ کرنے کی کوئی حد مقرر ہے یا جسقدر چاہے اوس قدر کا اونکو معتقد کرلے تو اوسکی تشریح یہ ہے کہ دوسرے شخص کو معتقد کرنا تین طرح پر ہے دو صورتین تو مباح ہین اور ایک ممنوع جو صورت کہ ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اونکو ایسی صفت کا معتقد کرے جو اپنے آپ مین نہو مثلا اونکو اسبات کا معتقد کرے کہ مین عالم یا پرہیزگار یا سید ہون حالانکہ ایسا نہین تو یہ حرام ہے اسلیے کہ دروغ اور دھوکا دینا ہے خواہ قول مین یا معاملہ مین — اور مباح صورتون مین سے ایک یہ ہے کہ جس صفت کے ساتھ خود متصف ہو اوسی رتبہ کا خواہان ہو مثلا حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے حاکم مصر سے فرمایا تھا اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ آپ حاکم کے دل مین اسبات کے

خواہان ہوئے کہ مین حفیظ و علیم ہون اور ایسے شخص کی اوسکو ضرورت بھی تھی اور یہ قول آپ کا درست اور صادق تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے کسی عیب یا گناہ کو مخفی رکھنا کہ جسسے دوسرے کی نظر مین نہ گرجاوے یہ بھی مباح ہے کیونکہ گناہ کا مخفی رکھنا جائز ہے پردہ دری اور بری بات کو علانیہ کہنا جائز نہین علاوہ ازین اسمین کچھہ دھوکا دینا نہین بلکہ جس چیز کے جاننے سے کچھہ فائدہ نہو اوسکی اطلاع نکرنی ہے مثلاً ایک شخص شراب خوار ہے مگر حاکم سے نہین کہتا کہ مین شراب پیتا ہون نہ یہ اظہار کرتا ہے کہ مین پرہیزگار ہون کیونکہ اگر پرہیزگاری ظاہر کریگا تو صریح جھوٹ اور فریب دہی ہوگی صرف شرابخواری کا اقرار نکرنے سے یہ ضرور نہین کہ حاکم اسکی پرہیزگاری کا اعتقاد کرے بلکہ اتنا ہے کہ اوسکو اسکی شرابخواری کا علم نہوگا۔ اور یہ امر بھی منجملہ ممنوعات ہے کہ دوسرے کے سامنے نماز بہت اچھی طرح پڑھے تاکہ وہ خوب معتقد ہوجاوے اسلیے کہ یہ سراسر ریا اور فریب ہی ہے کہ وہ تو یہ جانے کہ میان صاحب بہت اخلاص اور خشوع غلا کے ساتھ رکھتے ہین حالانکہ انکا فعل محض تلبیس اس طور سے جاہ کا طلب کرنا حرام ہے اور اسی طرح مال کا پیدا کرنا بھی ناجائز ہے دونون مین کچھہ فرق نہین اور جسطرح کہ دوسرے کا مال مکر و فریب سے مفت یا کسی چیز کے عوض مین لے لینا ناجائز ہے اسی طرح دوسرے کے دل کا بھی مکر و فریب سے مالک ہونا ناجائز ہے کیونکہ دلون کی ملکیت بہ نسبت مال کی ملکیت کے بڑھکر ہے

**آٹھوان بیان** اسباب مین نفس کو اپنی مدح و ثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہے اور ہجو سے نفرت اور بغض کس وجہ سے۔ جاننا چاہیے کہ قلب کو جو مدح سے خوشی اور لذت ہوتی ہے اوسکے چار سبب ہین۔ سبب اول جو سب مین زیادہ قوی ہے یہ ہے کہ مدح کے باعث نفس یہ جانتا ہے کہ مین صاحب کمال ہون اور چونکہ حسب مذکورہ بالا کمال ایک محبوب چیز ہے تو جب نفس کو اپنی کمال کی واقفیت ہوتی ہے خواہ مخواہ خوشی اور لذت پاتا ہے اور مدح سے ممدوح کے نفس کو اپنے کمال کا شعور ہوہی جاتا ہے اسلیے کہ جس وصف سے تعریف کیجاتی ہے دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہوتا ہی یا مشکوک اگر وصف مذکور ظاہر اور محسوس ہے تب تو لذت کم ہوتی ہے جیسے کسی کی تعریف مین کہین کہ قد کا اونچا اور رنگ کا سفید ہے تو ہر چند یہ ایک طرح کا کمال ہے مگر نفس اس سے غافل رہتا ہے اسی جہت سے اوسکی چندان لذت بھی نہین ہوتی دوسرے کے جتلانے سے جب اس کمال کا شعور ہوتا تو کچھہ لذت حاصل ہوتی ہے اور اگر وصف مذکور ایسی چیزون مین سے ہو جن مین شک کو مجال ہے تو اوس سے لذت بہت زیادہ ہوتی ہے مثلاً کسی کی تعریف کمال علم اور کمال ورع یا حسن مطلق سے کرنی کہ یہ اوصاف ایسے ہین کہ آدمی کو اکثر اسمین شک ہوتا ہے کہ میرا حسن یا علم یا ورع کامل ہے یا نہین اور سب بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ کسی طرح

یہ شک مٹ جاوے اور یقینا معلوم ہو جاوے کہ مین اس وصف مین بینظیر ہون تاکہ اطمینان ہو اور پھر اوس وصف کے حاصل کرنے کی مشقت نکرنی پڑے پس جبکہ دوسرے کی زبان سے اپنے آپ مین وہ کمال سنتا ہے تو دل کو تسکین ہوتی ہے اور اپنے کمال پر وثوق ہو جاتا ہے اور نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور سب سے زیادہ تر لذت اس سبب سے اوسوقت ہوتی ہے جب مدح و ثنا کوئی ایسا شخص کرے جو مطرح کے صفات سے واقف ہو اور کلام بھی بے تحقیق اور بیہودہ نکہتا ہو مثلاً کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کی ثنا کرے کہ تم بڑے ذکی ہو دانا اور فاضل ہو تو اس سے شاگرد کو نہایت خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی بیہودہ اور لغو گو سطرح کی ثنا کرے تو لذت کم ہوتی ہے اور ہجو اور مذمت کے برا معلوم ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ نفس کو اپنے نقصان کا شعور ہوتا ہے اور چونکہ نقصان کمال کی ضد ہے اور کمال محبوب ہوتا ہے تو بالضرور نقصان برا معلوم ہوگا اور جب اسپر اطلاع ہوگی جبھی رنج معلوم ہوگا خصوصاً اوسوقت کہ کوئی دانا بینا معتمد آدمی مذمت کرے جیسا کہ مدح مین بیان ہوا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ مدح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کرنیوالی کا دل ممدوح کا مملوک اور مسخر اور معتقد ہے اور دل کی ملکیت بہرصورت آدمی کو پسند ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ مادح میرا معتقد اور اوسکا دل میری مشیت کے تابع ہے جبھی لذت حاصل ہوگی خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکو قدرت زیادہ ہو اور اوسکے دل کے مسخر ہونے سے کام زیادہ نکلے تو اور بھی زیادہ خوشی اور لذت ہوگی مثلاً حکام اور اکابر کے دل کی تسخیر سے۔ اور یہ لذت کم ہوتی ہے اگر کوئی ایسا شخص تعریف کرے جو بیقدر ہو اسلیے کہ اگر ایسے بیقدر کے دل کا مالک بھی ہوا تو کیا ہے ایک حقیر چیز ملکیت مین آئی اور ایسے کی تعریف ممدوح مین قدرت ناقص کا اظہار کرتی ہے اور اسی وجہ سے ہجو کو بھی برا جانتا ہے اور دلپر صدمہ ہوتا ہے اور جب کوئی اکابرین سے ہجو کرتا ہے تو اور زیادہ رنج ہوتا ہے کہ اس صورت مین بڑا مطلب فوت ہوتا ہے۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ ایک شخص کا تعریف کرنا اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا دل بھی اپنا معتقد ہو جاوے خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکے قول پر سب ملتفت ہون اور اوسکا اعتبار کرتے ہون مگر اسمین یہ شرط ہے کہ تعریف لوگون کے سامنے ہو پس جسقدر جمعیت زیادہ ہوگی اور تعریف کرنیوالا لائق التفات زیادہ ہوگا مثلاً میر مجلس یا حاکم ثنا کرے گا تو تعریف نہایت لذیذ معلوم ہوگی اور برائی اسکی برعکس نہایت شاق گذرے گی۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح صاحب حشمت و رعب ہے کہ مادح اسکی ثنا مین رطب اللسان ہونے کو مضطر ہے خواہ برغبت دل یا بزور دباؤ سے اپنا دباؤ بھی آدمی کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسمین ایک طرح کا غلبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ مادح خواہ مخواہ تعریف کرنے پر مضطر ہے اور اوسکے اضطرار سے ایک طرح کا غلبہ اور قدرت

ممدوح کی معلوم ہوتی ہے اسی جہت سے ممدوح کو اس تعریف سے لذت ہوتی ہے کو تعریف کرنیوالا
دل مین اون اوصاف کا ممدوح کے لیے معتقد نہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر مادح
قوی اور تواضع سے منکر ہوگا اوسی قدر اوسکی ثنا سے ممدوح کو لذت زیادہ ہوگی۔ اب اگر یہ چارون
اسباب ایک ہی تعریف کرنے والے کی تعریف مین جمع ہوجاوین تو ظاہر ہے کہ نہایت درجہ کی
لذت ہوگی اور اگر مختلف ہون تو اوسی قدر لذت بھی کم ہوگی۔ پہلا سبب یعنی اپنے کمال پر واقف ہونا
یہ تو اسطرح دفع ہوسکتا ہے کہ ممدوح یہ جان لے کہ مادح اس قول مین سچا نہین مثلاً کسی شخص نے کسی کی
تعریف کی کہ تم بڑے شریف یا سخی یا عالم خواہ پرہیزگار ہو اور ممدوح نے جان لیا کہ مجھہ مین ان باتون
مین سے کوئی بھی نہین تو وہ لذت جو نفس کو کمال جاننے سے ہوتی وہ تو جاتی رہے گی اور باقی سببون
کی لذتین باقی رہین گی اب اگر یہ جان لے کہ مادح صرف اوپر کے دل سے کہتا ہے اور اپنے قول کا معتقد
نہین اور مین اس صفت سے خالی ہون تو دوسری سبب یعنی ملکیت دل سے جو لذت ہوتی وہ
بھی نہوگی اور تیسرے سبب کی لذت تو اسی دوسرے کے تابع ہے وہ بطریق اولے نہوگی صرف
چوتھی وجہ کی لذت یعنی بباعث حشمت ممدوح مضطر ہونا مادح کا مدح و ثنا مین سو اسکا علاج یہ ہی
کہ یون سمجھے کہ تعریف کرنے والا میرے خوف سے ثنا نہین کرتا بلکہ مجکو بناتا ہے اور یہ تصور ایسا ہے کہ
اسکے بعد کوئی لذت باقی نہین رہتی اسلیے کہ کوئی سبب لذت کا نہین رہتا۔ یہ بیان مشرح نفس کے
خوش ہونے اور لذت پانے کا مدح سے اور صدمہ اوٹھانے کا مذمت سے ہے اور ہمنے اسکو
اسلیے ذکر کیا کہ آدمی کو علاج محبت جاہ اور مدح کی محبت اور مذمت کے رنج کا معلوم ہوجاوے کیونکہ جس
چیز کا سبب نہین معلوم ہوتا اوسکا علاج ممکن نہین اسلیے کہ علاج اسکا نام ہے کہ مرض کے اسباب دور کیے جاوین

**نوان بیان محبت جاہ کے علاج مین۔** واضح ہو کہ جس شخص کے دل پر محبت جاہ چھا جاتی ہے و
ہمت اسی بات مین مصروف رہتی ہے کہ خلق کی مراعات نچھوٹنے اور انسے دوستی پیدا ہوا
مقصود ہو اپنے افعال و اقوال و اعمال مین ہمیشہ اسبات کا خیال رکھتا ہے کہ جس سے خلق مین قدر
اور وقع مین یہ امر نفاق کا تخم اور فساد کی جڑ ہے ہوتے ہوتے عبادات مین سستی آنے لگتی ہے او
دکھلانے کا عمل ہوتا ہے اور دلون کے راغب کرنے کے لیے منہیات مین مبتلا ہوجاتا ہے اسی لحاظ سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے شرف اور مال کی محبت کو اور انسے دین کے جلتے رہنے کو دو بھیڑیے نقصان
نقصان کرنے والون سے مشابہت دی جیسا کہ اوپر گذرا اور نیز فرمایا کہ حُبُّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ
يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اسلیے کہ نفاق اسی کا نام ہے کہ ظاہر آدمی قول اور

حدیث مین جاہ و مال کی محبت کو نفاق اوگانے مین پانی کے سبزی اوگانے سے تشبیہ دی گئی جیسا کہ اوپر گذری ۱۲

اوسکے باطن کے مخالف ہو پس جو شخص کہ لوگون کے دلون مین اپنے رتبہ کا خواہان ہے وہ ضرور اون سے بنفاق پیش آوے گا اور بتکلف عمدہ خصلتین اونکے سامنے ظاہر کرے گا حالانکہ وہ اونسے خالی اسی کا نام نفاق ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت جاہ کی مہلکات مین سے ہے اسی لیے اسکا علاج بھی واجب ہے اور اسکا دور کرنا دل سے بس لازم کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ دل کی سرشت مین داخل ہے جیسا کہ مال کی محبت امر جبلی ہے سب پس محبت جاہ کا علاج مرکب ہے دو باتون سے علم اور عمل علمی علاج تو یہ ہے کہ جس سبب سے جاہ کو محبوب جانتا ہے اوسکو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سبب یہ ہے کہ لوگون کے اجسام اور قلوب پر کمال قدرت حاصل ہو اور پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر یہ بات آدمی کو میسر بھی ہو جاوے تو انتہا اسکی موت ہے یہ بات باقیات صالحات سے نہین بلکہ اگر مشرق سے مغرب تک سب لوگ ایک شخص کو سجدہ کرنے لگین اور پچاس برس تک تمام روے زمین کے لوگ اوسکے لیے اسی حال پر رہین تب بھی نہ سجدہ کرنے والے رہین گے نہ وہ خود رہے گا بلکہ اوسکا حال ایسا ہی ہوگا جیسے اور عظیم الشان صاحب جاہ لوگ زمین کے پیوند ہو گئے اور اونکے سامنے جو لوگ ذلیل و منقاد بنے رہتے تھے وہ بھی فنا ہو گئے تو ایسے امر فانی کے لیے نہین چاہیے کہ اپنے دین کو جس مین حیات ابدی ہے اور کبھی علیحدگی نہین چھوڑ دیا جاوے اور جس شخص نے کہ کمال حقیقی اور وہمی کو سمجھ لیا اوسکی آنکھون مین جاہ حقیر ہو جاتا ہے مگر اسکے لیے اوسی شخص کی بینائی کام کرتی ہے جو آخرت کو حاضر اور سامنے دیکھتا ہے اور دنیا کو حقیر سمجھتا ہے اور موت کو جانتا ہے کہ گویا آچکی اور اسکا حال مثل حال حضرت حسن بصری رح کے ہوتا ہے کہ اونھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یون معلوم کرنا چاہیے کہ موت نے گویا آخر کو یہ لکھ دیا ہے کہ تم مر گئے مقام تامل ہے کہ اونھون نے کیسے زمانہ آیندہ کو ماضی سمجھ لیا تھا اور یہی حال حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا تھا کہ اونھون نے اس خط کا جواب یہ لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یون تصور کرنا چاہیے کہ گویا تم دنیا مین کبھی آئے ہی نہ تھے ہمیشہ آخرت مین رہے ان لوگون کا التفات آخرت ہی پر تھا اور اسبات کا یقین کہ آخرت تقوی والون ہی کو ملے گی اسی نظر سے دنیا مین جاہ و مال کو حقیر سمجھا مگر اکثر لوگون مین بینائی ضعیف ہے اونکی نظر دنیا ہی پر پڑتی ہے انجام کا خیال نہین کرتے اسی جہت سے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اور فرمایا کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ پس جسکا یہ حال ہو اوسکو چاہیے کہ اپنے دل کا علاج علمی مرض محبت جاہ سے کرے یعنے اوسکے آفات دنیوی کو جانے اور جو خطرے کہ ارباب جاہ کو دنیا مین پیش ہوتے ہین اونکو سوچے کہ ہر ایک صاحب جاہ محسود ہوتا ہے

اور لوگ اوسکی ایذا کے خواہان رہتے ہین دنیا و سکو ہمیشہ اپنے جاہ کا خوف لگا رہتا ہے کہ مبادا لوگون کے دل سے
اتر جاوے اور دلون کا حال ہانڈی مین ہنڈیا کے ابال سے بھی سخت ہے کبھی کسی کی طرف ہو جاتے ہین کبھی
اوس سے پھر جاتے ہین پس جو شخص لوگون کے دلپر اعتماد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کی موج پر نیو رکھتا ہے اسلیے
کہ جیسے اسکو قیام نہین ایسے ہی اوسکو بھی تو لوگون کے دلون کی رعایت مین لگا رہنا اور اپنے جاہ کی حفاظت
کرنی اور حاسدون کے مکر اور دشمنون کی ایذا کو دور کرنا یہ سب اغتین دنیاوی ہین کہ جنسے لذت جاہ کی مکدر
رہتی ہے سو دنیا ہی مین جسقدر اس سے آدمی توقع رکھتا ہے اوس سے زیادہ تر ددات ہوتے ہین اور آخرت کا
فائدہ جو مقصود ہوتا ہے اوسکا تو کچھ ذکر ہی نہین ـ یہ علاج اوس شخص کے لیے ہے جسکی نظر ضعیف ہے اور جو قوی
بینائی رکھتے ہین اور ایمان زبردست انکو حاصل ہے تو خدا کے فضل سے وہ دنیا کی طرف التفات ہی نہین
کرتے یہ علاج تو باعتبار علم کے ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ ایسے کام کرے جن سے مستحق ملامت ہو اور لوگون کے
دل سے اوتر جاوے اور اونکی نظرون سے گر جاوے اور اپنے مقبول ہونے مین جو مزا پاتا تھا وہ اس سے
چھوٹ جاوے اور گمنامی سے اور خلق کے نزدیک برا ٹھہرنے سے الفت ہو اور صرف خدا تعالے کے
قبول پر قناعت میسر ہو اور یہ طریق فرقہ ملامتیہ کا ہے کہ ارتکاب معاصی اور بری باتون کا یہان تک
کرتے ہین کہ لوگون کی نظرون سے ساقط ہو جاوین اور آفت جاہ سے نجات پاوین مگر یہ صورت ایسے شخص
کے لیے جائز نہین جو مقتدا اور پیشوا ہو کہ اوسکے حرکات بد سے مسلمانون کے دلون مین دین کی سستی آتی ہے
اور جو شخص کہ مقتدا نہین اوسکو بھی فعل حرام خاص اس علاج کے لیے درست نہین بلکہ یہ جائز ہے کہ مباحات
مین سے ایسے افعال کرے کہ جنسے اوسکی قدر لوگون مین گھٹ جاوے مثلا روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے
کسی زاہد کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب زاہد نے سنا کہ بادشاہ قریب پونہچا ایک کھانا اور ساگ منگایا اور
حریصون کیطرح بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے جب بادشاہ نے اوسکو کھاتے دیکھا اوسکے دل سے اوتر گیا
اور وہان سے لوٹ آیا زاہد نے کہا کہ خدا تعالے کا شکر ہے جسنے تجکو مجسے ہٹا دیا ـ اور بعضی شخصون نے
شربت ایسے رنگین پیالون مین پیا ہے کہ دیکھنے والون کو گمان ہو کہ یہ شخص شرابخوار ہے ـ اور باو
رہ کش مین ہر چند یہ امر فقہ کی رو سے محل تامل ہے کہ ایسا کرنا جائز نہین مگر ہر ایک اپنے نفسون کا علاج
ایسی باتون سے کرتے ہین کہ فقیہ فتوی اوسکے جواز کا نہین دیتا مگر وہ لوگ اپنے قلب کی اصلاح سوا اوسکے اور
کسی چیز مین نہین پاتے اسواسطے ایسا کرتے ہین پھر اپنے اس افراط و تفریط کا تدارک کر لیتے ہین
کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ زہد مین معروف ہو گئے اور لوگون نے اونکے پاس ہجوم کرنا شروع کیا
ایک روز حمام مین گئے اور ایک دوسرے شخص کے کپڑے پہنکر باہر نکل آئے اور عین راہ

یہان تک کہ لوگون نے کپڑے پہچان لیے اور زد و کوب کے بعد وہ کپڑے ہٹا لیے اور کہنے لگے کہ یہ شخص چور ہے اور پھر اوسکے پاس نہ گئے۔ اور سب مین عمدہ طریق جاہ کے قطع کرنے کا لوگون سے کنارہ کشی ہے اور ایسی جگہہ چلا جانا جہان کوئی اپنے آپ کو نجانتا ہو اس لیے کہ اگر گھر مین بیٹھہ رہے گا اور جس شہر مین مشہور ہے اوس مین رہے گا تو اسکی گوشہ نشینی سے لوگون کے دلون مین اور زیادہ اعتقاد اور رتبہ پیدا ہوگا علاوہ ازین اسمین یہ بھی خیال ہے کہ یہ شخص اپنے جی مین گمان کرلے کہ مجھے محبت جاہ نہین اور ہوسکتا ہے کہ یہ ایک دھوکا ہی ہو اسواسطے کہ جب نفس کو اوسکا مقصود قرار واقعی مل گیا تو اوسکو اطمینان ہوگیا اوس اطمینان کو یہ شخص جاننے لگا کہ زوال محبت ہے حالانکہ اگر لوگ معتقد نرہین اور اوسکو برا کہین یا کسی امر نامناسب کو اوسکی طرف منسوب کرین تو اوسی وقت نفس مضطرب ہو اور رنج کرے اور کیا عجب ہے کہ کوئی حیلہ اس بات کا تلاش کرے کہ کسی عذر سے یہ غبار لوگون کے دل سے دور ہونا چاہیے اور اسکے لیے کچھہ مکر و فریب اور جھوٹ کا محتاج ہو اور اسکی پروا نکرے ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ یہ ابھی تک جاہ و منزلت کا خواہان ہے اور جو شخص جاہ و منزلت کو محبوب جانتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا مال کو محبوب جانتا ہے بلکہ اوس سے بھی برا اسلیے کہ جاہ کا فتنہ بہت زیادہ ہے اور جب آدمی کو لوگون سے طمع رہے گی تب تک ممکن نہین کہ یہ نچاہے کہ میری منزلت لوگون کے دل مین ہوجاوے۔ ہان اگر اپنی کمائی سے یا اور طرح بر مقدار بسر اوقات حاصل کرکے لوگون سے بالکل طمع کاٹ دے گا تو البتہ تمام لوگ اوسکے نزدیک نکمے معلوم ہون گے اور اسبات کی پروا نہوگی کہ ان لوگون کے دلون مین میری جگہہ ہے یا نہین جیسے اون لوگون کے دلون مین جگہہ نہونے کی پروا نہین ہوتی جو اس سے نہایت مشرق یا مغرب مین رہتے ہین کہ نہ اونکو دیکھتا ہے اور نہ اون سے طمع رکھتا ہے بہرحال لوگون سے طمع جبھی منقطع ہوتی ہے جب آدمی قانع ہو۔ جو قانع ہوگا وہ لوگون سے بے پروا رہے گا اور جو بے پروا رہے گا اوسکا دل لوگون مین مشغول نرہے گا اور نہ اونکے دلون مین اپنی جگہہ ہونے کا کچھہ اوسکے نزدیک وزن ہوگا۔ اور ترک جاہ بدون قناعت اور قطع کرنے طمع کے نہین ہوسکتا اور جتنے اخبار کہ جاہ کی مذمت اور گمنامی اور ذلت کی تعریف مین وارد ہین اون سے اسبات مین اعانت لو مثلاً یہ قول مشہور ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْلُوْ مِنْ ذِلَّةٍ اَوْ قِلَّةٍ اَوْ عِلَّةٍ یعنے ایماندار ذلت یا قلت یا علت سے خالی نہین رہتا اور بزرگان سلف کے احوال کو دیکھیے کہ انھون نے ذلت ہی کو عزت پر اختیار کیا اور ثواب آخرت ہی کے طالب ہوئے

**دسوان بیان** مدح کی محبت کے علاج مین۔ واضح ہو کہ اکثر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہین کہ اونکو خوف لوگون کے برا کہنے کا اور محبت اونکی تعریف کی ہوتی ہے اسی وجہ سے لوگون کے تمام حرکات

یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ کسی طرح سے لوگوں کی مرضی کے موافق ہوں تاکہ سب لوگ اچھا کہیں اور خوف اونکی
مذمت کا رہے اور یہ امر مہلکات میں سے ہے اس بنا پر اوسکا علاج واجب ہے اور طریق اوسکے علاج کا یہ ہے
کہ جن باعثوں سے مدح کی محبت اور مذمت کی کراہت ہوتی ہے اونکو دیکھنا چاہیے مثلاً سبب اول
مادح سے اپنے کمال پر مطلع ہوتا ہے تو اوسمیں ممدوح کو یہ چاہیے کہ اپنی عقل کیطرف رجوع کرے اور دل میں
سوچے کہ جس صفت سے اوسنے میری تعریف کی ہے اوس سے میں متصف ہوں یا نہیں اگر متصف ہوں
تو وہ صفت قابل خوشی ہے جیسے صفت علم و زہد وغیرہ یا مستحق فرحت نہیں مثل ثروت و جاہ و اسباب
دنیوی کے پس اگر صفت مذکورہ اسباب دنیوی میں سے ہو تو اوس پر خوشی کرنی ایسی ہے جیسے زمین کی
گھاس پات پر کہ تھوڑے دنوں میں ہوا میں ماری ماری پھرے گی اس طرح کی خوشی قلت عقل سے
ہوتی ہے عاقل شخص کا قول یہ ہے ع شدت غم میں سمجھتا ہوں خوشی ایسی کہ جلد + انتقال اوسکا ضروری کا
ہے بہرصورت مجھے + پس انسان کو نہیں چاہیے کہ متاع دنیوی پر خوشی کرے اسلیے کہ یہ خوشی مادح کی
تعریف کرنے کی تو ہے نہیں بلکہ اوس شے کے اپنے پاس ہونے کی ہے اور وہ چیز کچھ مدح کی سبب
نہیں آئی کہ مدح پر فرحت کیجاوے - اور اگر صفت ایسی ہو جو مستحق فرحت ہو جیسے علم و زہد تب بھی
خوش نہونا چاہیے اس لیے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں علم و زہد البتہ خدا سے نزدیکی کردیتے ہیں مگر خطرہ
خاتمہ کا لگا ہوا ہے اگر آدمی کو خوف اپنے خاتمہ کے برا ہونے کا ہوگا تو کسی دنیاوی چیز کی خوشی پاس بھی
نہ پھٹکے گی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ دنیا رنج و اندوہ کا مقام ہے خوشی کی جگہہ نہیں - پھر اگر علم و زہد سے
اس لیے خوش ہوتا ہے کہ توقع حسن خاتمہ کی ہو گئی تو چاہیے کہ اس طرح خوش ہو کہ خداے تعالے نے
اپنا بڑا فضل و انعام کیا کہ علم و زہد و تقوی عنایت فرمایا مادح کی مدح پر خوشی کی کوئی وجہ نہیں جس
کے حال کے واقف ہونے سے یہ خوش ہوتا ہے وہ اللہ تعالے کے فضل سے اس میں پایا جاتا ہے مدح
کے باعث نہیں پھر مدح پر خوشی کی کیا حاجت ہے مدح سے کوئی فضیلت نہیں بڑھ جاتی - اور اگر
صفت ایسی ہے جو ممدوح میں نہیں پائی جاتی تو ایسی صفت پر ممدوح کا خوش ہونا نہایت دیوانہ پن کا
ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے بطریق ہنسی کہے کہ واہ آپ کے پیٹ کا
مواد کتنا معطر ہے اور جب آپ پاخانہ پھرتے ہیں تو مہک پر مہک خوشبو کی اوٹھتی ہے
معلوم ہے کہ میرے پیٹ میں نجاست ہے اور اوسمیں نہایت بدبو ہوا کرتی ہے اور باوجود
شخص اوس کی تعریف سے خوش ہو تو بجز جنون و خبل کے اور کیا تصور کیا جاوے
ی مادح نے تعریف کیا اور اوس میں وہ صفات نہیں اور باوجود اوسکے خوش ہوا تو یہ خو

خوشی ہوئی جاوے پر مذکور ہوئی - خلاصہ یہ کہ مادح اگر سچ کہتا ہے تو چاہیے کہ ممدوح خدا کے فضل پر اظہار فرحت کرے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو رنج کرنا چاہیے کسی صورت مین اوسکی مدح پر خوش ہونا نچاہیے دوسرا سبب مدح پر خوشی کا یہ ہوتا ہے کہ اوس سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعریف کرنے والے کا دل اپنا مسخر ہو گیا ہے اور پاس ہی اور دل بھی مسخر ہونگے اسکا مآل اور محبت جاہ کا مآل ایک ہے جسکا علاج اوپر گذرا یعنے لوگون سے طمع قطع کرکے خدا تعالے کے نزدیک منزلت کا خواہان ہو اور جانے کہ لوگون کے دلون مین منزلت کا خواہان ہونا اور اوسپر خوش ہونا خدا تعالے کے نزدیک رتبہ کم کرتا ہے پس خوشی کا کیا مقام ہے - تیسرا سبب خوشی کا اپنا رعب ہے کہ جسکے سبب مادح مضطر تعریف کا ہوا یہ بھی ایک قدرت عارضی ہے کہ جسکو کچھ قیام نہین اور نہ قابل خوشی کے ہے بلکہ مدح پر غم کرنا اور اوسکو برا سمجھنا اور اوسکے باعث غصہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ تعریف کی آفتین ممدوح پر بہت بڑی ہین جیسا کہ باب آفات زبان مین مذکور ہوئین - بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص مدح سے خوش ہوتا ہے تو شیطان کو اپنے اندر جانے کی راہ دیتا ہے - اور بعض کا قول ہے کہ جب کوئی تجھے کہے کہ تو اچھا آدمی ہے اور یہ قول تجکو بہ نسبت اس قول کے کہ تو برا آدمی ہے اچھا معلوم ہو تو بخدا کہ تو برا شخص ہے اور بعض احادیث مین روایت ہے کہ اگر وہ صحیح ہے تو کمر توڑتی ہے یعنے ایک شخص نے بحضور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو اچھا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص موجود ہوتا اور جو تو کہتا ہے اسپر راضی ہوتا اور اسی حال مین مرتا تو دوزخی ہوتا - اور ایک بار آپ نے کسی مادح کو ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو تو نے اپنے ممدوح کی کمر توڑ دی وہ قیامت تک فلاح نپاوے گا - اور ایک روایت مین ہے کہ الا تمادحوا وَاِذَا رَاَیْتُمُ الْمَادِحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ اسی وجہ سے صحابہ رضہ مدح سے بہت خوف کیا کرتے تھے اور اوسکے فتنہ سے اور اوسکے باعث جو دلپر سرور عظیم ہوتا ہے اوس سے بہت ڈرتے یہانتک کہ بعض خلفاے راشدین رضہ نے کسی شخص سے کچھ پوچھا اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ مجھسے بہتر اور عالم تر ہین آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے تمکو یہ نہین کہا تھا کہ مجکو پاک و صاف بتلانا - اور بعض صحابہ رضہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ جبتک آپ ان لوگون مین زندہ ہین جبتک لوگون مین خیر رہیگی آپ نے غصہ ہوکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو عراق کا رہنے والا ہے یعنے ہم لوگون کے حالات سے ناواقف ہے اور بعض صحابہ رضہ نے اپنی تعریف سنکر فرمایا کہ الہی تیرا بندہ میرے پاس تیرے غصہ کی چیز سے تقرب کرتا ہے مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناراض ہون ان لوگون نے جو تعریف کو برا جانا تو یہی وجہ تھی کہ ایسا نہو کہ اس خوشی سے خدا تعالے ناراض ہو جاوے اور چونکہ اونکے دل اس بات مین مصروف تھے کہ ہمارا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا اسوجہ سے اونکو لوگون کی تعریف بری معلوم ہوتی تھی اسلیے کہ حقیقت مین

اچھا وہی ہے جو خدائے تعالے سے قریب ہو اور مذموم وہ ہے جو خدا سے دور ہو کر بدون کے ساتھ دوزخ مین پڑے گا بس ممدوح دنیاوی اگر خدا کے نزدیک دوزخی ہے تو غیر کی مدح سے اوسکا خوش ہونا کمال احمقی ہے اور اگر اہل جنت سے ہے تب بھی خدا کے فضل کی فرحت چاہیے اسکا کام خلق کے اختیار مین نہین اور جب بندہ کو یہ علم ہوگا کہ رزق و موت قبضۂ قدرت الٰہی مین ہے تو اسکی توجہ خلق کی مدح و ذم کی طرف نرہیگی اور دل سے محبت مدح کی دور ہو جائے گی اور ایسے امور مین مصروف ہوگا جو دین مین ضروری ہین

اور اللہ تعالے کے ہاتھ توفیق ثواب ہے

**گیارھوان بیان** مذمت کی نفرت کے علاج مین - پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مذمت کی نفرت کا باعث محبت مدح کے سبب کی ضد ہے تو اوسکا علاج بھی اسکے علاج سے سمجھ مین آسکتا ہے اور اسکا بیان مختصر یہ ہے کہ جو شخص مثلاً ہمکو برا کہتا ہے تین حال سے خالی نہین یا تو اپنے قول مین سچا ہے مگر صرف براہ خیر خواہی اور نصیحت کے برا کہتا ہے یا سچا ہے لیکن اوسکا قصد محض ایذا دہی اور رنج پونہچانا ہے یا جو بات اوسنے کہی ہے اوس مین جھوٹا ہے اگر اپنے قول مین سچا ہے اور براہ نصیحت برا کہتا ہے تو تمکو اوسپر غصہ کرنا اور اوس سے بہ وجہ کینہ رکھنا اور برا بھلا کہنا نہین چاہیے بلکہ اوسکے کہنے کی بموجب اوسکے طریق کا اقتدا کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص تمکو تمھارے عیب بتلاتا ہے وہ گویا ہلاک ہونے کے مقام بتلاتا ہے کہ تم اون سے بچو پس ایسے شخص سے خوش ہو کر اگر ہو سکے تو جو صفت برائی کی تم مین ہے اوسکے دور کرنے کی تجویز کرنی چاہیے اور اس برا کہنے کی عوض مین منہ چڑھانا اور ناصح کو برا جاننا اور جواب ترکی بترکی دینا نہایت نادانی ہے اور اگر اوسکا قصد رنج دینا ہو تب بھی تمکو اوسکے قول سے نفع ہی ہوا کہ اوسنے تمھارے وہ عیب سوجھا دیے جو تم نجانتے تھے خواہ وہ عیب یاد دلادیے غافل تھے یا اگر تم اونکو اچھا سمجھتے تھے تو اسوجہ سے تمھاری نظرون مین اونکو برا ثابت کر دیا تاکہ تمکو دور کرنے کی حرص ہو اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتین اسباب سعادت مین سے ہین جب غنیمت سننے سے اسباب سعادت ہاتہ لگے تو تم کو چاہیے کہ طلب سعادت مین مشغول ہو اسکی مثال ایسی ہے کہ تمھارا قصد بادشاہ کی ملازمت کا ہے اور تمھارے کپڑون مین غلیظ لگا ہوا ہے جسکا علم تمکو نہین اگر اسی طرح بادشاہ کے یہان چلے جاؤ تو عجب نہین کہ گردن ماری جائے کیونکہ اوسکی مجلس آلودہ کروگے ایسے حال مین اگر کوئی تم سے کہے کہ میان تم آلودہ نجاست ہو اپنے آپ کو پاک و صاف کرو تو تم کو چاہیے کہ اس کے کہنے سے اطلاع ہو جانی غنیمت ہوئی - اسی طرح جتنے اخلاق بد ہین آخرت مین سب آدمی کو ہلاک کرنے والے ہین اور اونکو آدمی دشمنون کے قول سے پہچان لیتا ہے پس اونکے قول کو غنیمت

دشمن کا مقصود جو ایذا دہی ہے تو وہ اپنے دین کی خرابی کرتا ہے مگر تمھارے حق مین اوسکا قول نعمت ہے تو تمکو اوسپر غصہ کی کیا وجہ ہے جسکے قول سے تمکو تو نفع ہوا اور اوسکو ضرر پونہچے۔ صورت تیسری یہ ہے کہ کہ اوسکا قول تمھارے حق مین افتراے محض ہے یعنے جو عیب وہ تم مین بتلاتا ہے تم اوس سے خدا کے نزدیک برے ہو تو اس حال مین بھی برا ماننا نچاہیے اور نہ اس کہنے والے کو برا کہنا چاہیے بلکہ تین باتون کا فکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ اگرچہ وہ خاص عیب تم مین نہین پھر بھی اوس جیسے عیب اور رہون گے تو خداے تعالے کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسکو اون عیبون کی اطلاع نہوی اور ایسی ہی بات کے کہنے سے ٹل گیا جس سے بری ہو دوسرے یہ کہ اوسکا قول تمھارے باقی عیوب کا کفارہ ہے تو گویا اوسنے گو ایک گناہ تمھارے ذمہ لگایا مگر اورون سے پاک کر دیا جن مین درحقیقت تم آلودہ تھے علاوہ ازین جو تمھاری غیبت کرتا ہے وہ اپنی نیکیان تمھارے واسطے ہدیہ دیتا ہے اور جو مدح کرتا ہے وہ تمھاری کمر توڑتا ہے تو یہ کیا بات ہے کہ تم کمر ٹوٹنے سے خوش ہوتے ہو اور نیکیان آنے سے رنجیدہ۔ نیکیان آنے سے تو قرب الی اللہ میسر ہے جسکے تم خواہان رہتے ہو تیسرے یہ سوچنا چاہیے کہ اوس بیچارے نے اپنے دین کی خرابی کی کہ خداے تعالے کی نظرون سے گر گیا اور اس افترا سے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا اور مستحق عذاب الیم ہوا ایسی صورت مین غضب خداوندی کے ساتھ تمکو اوسپر غصہ نچاہیے اور اوسکو بد دعا نچاہیے کہ خدایا اوسکو ہلاک کر ورنہ شیطان کی خوشی ہوگی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ الٰہی اوسکو صلاحیت دے اور اوسپر رحم کر اور اوسکی توبہ قبول کر دیکھو جنگ اُحُد مین جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے اور سرِ مبارک کو مجروح کیا اور آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضہ کو شہید کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنے الٰہی میری قوم کو ہدایت کر اسلیے کہ یہ نہین جانتے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحہ نے ایک شخص کے لیے دعاے خیر کی جس نے اونکا سر مجروح کیا تھا لوگون نے پوچھا کہ دعاے خیر کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ اوسکے سبب سے مجھے اجر ملے گا تو مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھے تو اوسکی جہت سے ثواب ملے اور اوسکو میری جہت سے عذاب ہو۔ اور اون اشیا مین سے جنکے باعث مذمت کی نفرت شاق نہین معلوم ہوتی طمع کا قطع کرنا ہے پس جس شخص کی طرف تمکو کچھ طمع نیک و بد کی نہو اگر وہ برائی کرے گا تو اوسکا اثر دلپر زیادہ گران نہ معلوم ہوگا اور اصل دین کی قناعت ہے اسی کے ذریعہ سے طمع مال و جاہ کی جاتی رہتی ہے اور جبتک طمع بنی رہے گی تو جس سے طمع کھو گے یہی چاہو گے کہ اسکے دل مین میری منزلت ہو اور یہ میرا ثناخوان رہے اور تمام ہمت اسی مین مصروف کر دوگے

اور بدون استیصال دین کے یہ بات حاصل نہوگی خلاصہ یہ کہ طالب مال وجاہ اور محب مدح اور برا جاننے والے مذمت کو دین کے سلامت رہنے کی توقع نکرنی چاہیے کہ ان امور کے ساتھ سلامتی دین کی بہت بعید ہے

## بارھوان بیان مدح اور مذمت مین لوگون کے احوال کے مختلف ہونے کے باب مین

جاننا چاہیے کہ اگر مادح اور مذمت ساز کی نسبت کر لوگون کو خیال کرین تو چار احوال پر پائے جاتے ہین صورت اول یہ ہے کہ مدح سے خوش ہو کر مشکور ہون اور مذمت سے ناخوش ہو کر مذمت ساز سے کینہ رکھین اور اوس سے انتقام لین یا انتقام لینے کو اچھا سمجھین یہ حال اکثر لوگون کا ہے اور درجات معصیت جو اس اعتبار سے ہوتے ہین اون مین سے اعلے درجہ یہی ہے صورت دوم یہ کہ مذمت باطن مین تو شاق معلوم ہوتی ہے مگر زبان اور اعضاے ظاہری پر اوسکے مکافات کی نوبت نہین آتی انکو روکے رکھتا ہے اسی طرح مادح کی مدح سے باطن مین تو خوش ہوتا ہے مگر ظاہر کی حفاظت کرتا ہے کہ اظہار سرور بظاہر نہو یہ صورت بھی ناقص ہے اگرچہ صورت اول کی نسبت کمال مین داخل ہے صورت سوم جو درجات کمال مین سے اول درجہ ہے یہ ہے کہ مدح اور ذم دونون مساوی معلوم ہون نہ مدح سے سرور ہو نہ مذمت سے غم اور اس صورت سے بعض عابد اپنے گمان مین اپنے آپ کو متصف جانتے ہین لیکن اگر اوسکی علامات کا امتحان نکرین تو دھوکا کھا جاتے ہین اور اوسکی علامتین یہ ہین اول یہ ہے کہ مذمت والے کا اپنے پاس زیادہ بیٹھنا گران نہ معلوم ہو جتنا بہت دیر بیٹھنا مادح کا گران گذرے وتنا ہی مذمت والے کا گران ہو اور اوسکی نسبت زیادہ نہو دوم یہ کہ جتنی خوشی اور فرحت مادح کی حاجتون کے پورا کرنے مین ہو وتنی ہی ہجو کرنے والے کی قضاے حاجات مین ہو اوس سے کم نہو سوم یہ کہ دونون کا مجلس سے چلا جانا یکسان ہو مذمت والے کا چلا جانا بہ نسبت مادح کے اچھا نہ معلوم ہوتا ہو چہارم یہ کہ مادح کی موت کا زیادہ غم نہو بہ نسبت دوسرے کی موت کے پنجم یہ کہ مادح کے مصائب اور اوسکے دشمنون کی ایذا رسانی پر زیادہ رنج نہو بہ نسبت دوسرے کے ششم یہ کہ مادح کی خطا بہ نسبت مذمت والے کے دل پر اور نظرون مین خفیف نہ معلوم ہو جب مذمت والا مثل مادح کے سبک معلوم ہوگا اور ہر طرح سے دونون مین مساوات معلوم ہوگی تب یہ رتبہ نصیب ہوگا مگر تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رتبہ نہایت سخت اور بہت بعید ہے اکثر عابد لوگون کی تعریف سے دل مین خوش ہوتے ہین مگر چونکہ امتحان ان علامتون سے اپنے دل کا نہین کرتے اس جہت سے اونکو اس خوشی کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی عابد کو اپنے دل کا میلان مادح کیطرف معلوم ہو جاتا ہے کہ مذمت والے کی نسبت زیادہ ہے اور اوسکی تقویت اور خوبی شیطان اس طرح سوجھا دیتا ہے کہ مذمت والے نے جو تجکو برا کہا تو خداے تعالے کی نافرمانی کی اور مادح نے اوسکے برعکس تیری تعریف کرنے سے خدا کی اطاعت کی تو دونون برابر کیسے ہو سکتے ہین

تو جو مذمت والے کو برا جانتا ہے صرف دین کی جہت سے ہے پس یہ شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ اگر عابد مذکور تامل کرے تو جان لے کہ جو خطا مذمت والے سے اوسکے مذمت کی باعث ہوئی لوگ اوس سے بھی زیادہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین پھر اونکو برا کیون نہین جانتا اور اونسے نفرت کیون نہین کرتا علاوہ ازین جسنے اوسکی مدح کی ہے اوسنے قطعًا کسی دوسرے کی مذمت کی ہوگی تو اوسکو دوسرے کی مذمت کرنے پر برا کیون نہین جانتا اپنی برائی پر کیون برا سمجھتا ہے مذمت معصیت کے اعتبار سے برابر ہے کہ مذموم وہ خود ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو اس سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ مذمت والے پر اپنے نفس کے باعث ہے اور یہ شیطانی فریب ہے کہ اوسکو سوجھا دیا کہ یہ دینی بات ہے حتے کہ اپنی ہواے نفسانی کے باعث اسکو حسنات مین جاننے لگا اور اسی وجہ سے خداے تعالے سے اور زیادہ بعید ہو گیا۔ اور جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کے آفات معلوم نہین اوسکی اکثر عبادتین ضائع ہوتی ہین کہ دنیا بھی نہین ملتی اور آخرت کا بھی خسارہ رہتا ہے اونھین کی شان مین خداے تعالے نے ارشاد فرمایا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا چوتھی صورت جو صدق فی العبادہ ہے یہ ہے کہ مدح کو برا جانے اور مادح سے ناخوش ہو اس وجہ سے کہ یہ معلوم ہے کہ مدح اسکے حق مین بڑا فتنہ کمر توڑنے والا ہے مین نقصان پونہچانے والا ہے اور مذمت والے کو دوست جانے کہ اوسنے اسکے عیب بتلا دیے اور جو بات ضروری تھی اوسکی طرف اسکو ہدایت کیا اور اپنی نیکیان اسکے لیے ہدیہ کین حدیث شریف مین ہے کہ رَأْسُ التَّوَاضُعِ أَنْ تَكْرَهَ أَنْ تُذْكَرَ بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور بعضی حدیثون مین وہ مضمون وارد ہے کہ بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم جیسون کی خرابی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا وَيْلٌ لِلصَّائِمِ وَوَيْلٌ لِلْقَائِمِ وَوَيْلٌ لِصَاحِبِ الصُّوفِ إِلَّا یعنی روزہ دار اور شب بیدار اور گلیم پوش سبکی خرابی ہے مگر لوگون نے عرض کیا کہ اس استثنا سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا کہ إِلَّا مَنْ تَنَزَّهَتْ نَفْسُهُ عَنِ الدُّنْيَا وَأَبْغَضَ الْمِدْحَةَ وَاسْتَحَبَّ الْمَذَمَّةَ یعنی مگر وہ شخص جسکا نفس دنیا سے پاک ہے اور مدح کو برا اور مذمت کو اچھا جانتا ہے یہ مرتبہ نہایت سخت و دشوار ہے ہم جیسے لوگون کی اوس سرے کی طمع صرف صورت دوم مین ہے کہ مذمت والے کی برائی اور مادح کی بھلائی دل مین ہو مگر اوسکا اظہار قول اور عمل مین نہو اور تیسری صورت یعنی مادح اور مذمت والے کو برابر جاننا تو اسکی طمع ہمکو نہین ہو سکتی پھر اگر ہم اپنے نفسون مین دوسری ہی صورت کی علامات تلاش کرین تو وہ بھی پوری نہین ہوتی کیونکہ یہ بات تو ضروری ہے کہ مادح کی تعظیم اور اوسکی قضاے حاجات کے لیے جلدی کرتے ہین اور مذمت والے کی تعظیم و قضاے حاجات اور اوسکی تعریف کرنی گران معلوم ہوتی ہے تو پھر ظاہری مین بھی دونون مین برابری کرنے کے اوپر قادر نہین باطن مین تو قادر نتھے اور جو شخص کہ اسوقت مین مادح اور

مذمت والے کو ظاہر افعال مین برابر کرے اوسکو بیشوا جاننا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص پایا جاوے تو اوسکا حکم کبریت احمر کا ہے جس سے لوگ فیضیاب ہون مگر کوئی معلوم نہین ہوتا جب دوسرے مرتبہ کا شخص نہین سوجھتا تو دو مرتبے جو اوسکے اوپر ہے اونکا متصف تو کہان ہوگا۔ اور ان مراتب مین سے بھی ہر ایک رتبہ مین بہت درجے ہین مثلاً مدح مین یہ درجات ہین کہ بعض آدمی تمنائے مدح و ثنا اور اپنی شہرت کی رکھتے ہین اور اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ اون سے بن سکتا ہے کرتے ہین یہان تک کہ عبادات بھی ظاہر داری کے واسطے کرتے ہین ممنوعات کے ارتکاب کی بھی کچھ پروا نہین کرتے وہ بھی چاہتے ہین کہ لوگونکے دل اپنی طرف رجوع ہون اور ہماری تعریف مین سب لوگ رطب اللسان ہوجاوین پس ایسے لوگ ہالکین مین داخل ہین۔ اور بعض ایسے ہین کہ اس مطلب کو مباحات سے طالب ہوتے ہین عبادات کے کرنے سے خواہ ممنوعات کے ارتکاب سے اوسکے خواہان نہین تو ایسے لوگ گرتے ہوئے کنارہ پر ہین اسلیے کہ جن باتوں سے یا اعمال سے لوگون کا دل اپنی طرف راغب ہوتا ہے اونکی کچھ حد مقرر نہین اسی لیے اونکا ضبط کرنا بھی نہین ہوسکتا تو کیا عجب ہے کہ آدمی مدح و ثنا کے حصول کے لیے ایسی بات یا عمل کرے جو حلال نہو اور اسکو اطلاع نہو ایسے لوگ پہلے لوگون کے قریب قریب ہین یعنی یہ لوگ بھی گویا تباہ کار ہی ہین۔ اور کچھ لوگ ایسے ہین کہ وہ مدح اور ثنا کے خواہان تو نہین نہ اوسکے لیے ساعی لیکن جب اونکی تعریف ہو تو اونکے دل پر سرور آجاتا ہے پس اگر ایسے لوگ اس سرور کے آنے کو مجاہدہ سے نہ ٹالین اور بزور اس تعریف کو برا نہ سمجھین تو کچھ دور نہین کہ فرط سرور انکو اوس درجہ پر پونہچاوے جو اس سے پہلے تھا اور اگر نفس پر مجاہدہ کرکے اپنے دل مین بزور و تکلف آفات مدح کو سوچکر اسکی کراہت اور برائی ڈالے تو ایسے لوگ مجاہدہ کے خطرہ مین رہتے ہین کبھی خود ہار جاتے ہین کبھی جیتتے ہین۔ اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین نہ خوش ہوتے ہین نہ رنجیدہ لیکن تعریف اون مین کچھ تاثیر کرتی ہی ایسے لوگ باوجودیکہ پوری اخلاص نہین رکھتے تاہم اچھے ہین۔ اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین تو برا جانتے ہین مگر یہ نوبت نہین ہوتی کہ مادح پر غصہ ہون یا منع کرین۔ اور سب مین اعلے درجہ یہ ہے کہ تعریف کو برا جانکر غصہ ہو اور اظہار واقعی کرے نہ یہ کہ ظاہر مین تو غصہ ہو اور دل مین اوسکو اچھا جانتا ہو یہ صورت عین نفاق کی اسلیے کہ یہ یون چاہتا ہے کہ مین اخلاص اور صدق ظاہر کرون حالانکہ یہ دونون باتیں اوس مین [illegible] علے ہذا القیاس مدح کے برعکس ذم کے باب مین بھی درجات مختلف ہین ادنے درجہ یہ ہے [illegible] اظہار غصہ ہو اور اعلے درجہ یہ ہے کہ مذمت پر خوشی ظاہر کرے اور فرحت اور اظہار انبساط اوسی سے ہوسکیگا جو اپنے نفس کیطرف سے دل مین غصہ اور کینہ رکھتا ہوگا کہ یہ بر[illegible]

خلاف وعدہ ہے بہت سے مکر و فریب و خبث رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اوس سے ایسا بغض کرے جیسا دشمن سے ہوتا ہے اور چونکہ آدمی اپنے دشمن کی مذمت سننے سے خوش ہوا کرتا ہے اور اس شخص کا دشمن اسی کا نفس ہے تو جب اوسکی مذمت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور مذمت والے کا مشکور رہتا ہے اور اوسکو بڑا ذکی اور ہوشیار سمجھتا ہے کہ اوسنے خوب میرے نفس سرکش دشمن کے عیب پہچانے اور یہ مذمت ایسے شخص کے حق مین ایک تشفی سی ہوتی ہے اور اوسکے نزدیک غنیمت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ مذمت کے باعث لوگون کی نظرون سے ساقط ہو کر جاہ کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے علاوہ اسکے سب طرح کے حسنات مین تو آدمی قائم نہین رہ سکتا تو کیا بعید ہے کہ مذمت اوسکے ایسے عیبونکو جبر کردے کہ جنکا دور ہونا اس سے دشوار ہے۔ اور اگر کوئی مرید تمام عمر اپنے نفس پر اسی ایک خصلت کا مجاہدہ کرے کہ اوسکے نزدیک مادح اور مذمت الابرابر ہو جاوے۔ تو اوسکو ایک ایسا شغل ہو جاوے گا کہ اوسکو اور کام کی فرصت نہ ہوا در مرید مین اور سعادت مین بہت سی گھاٹیان مین جن مین سے ایک یہ مساوات کا حاصل کرنا ہے اور ہر ایک گھاٹی کا قطع کرنا بدون مجاہدہ بہت مدت کے تمام عمر طویل مین نہین ہو سکتا

## دوسری فصل ریا کے باب مین یعنے عبادات کی جہت سے جاہ و منزلت کے طلب کرنے مین اور اس مین گیارہ بیان ہین +

**بیان اول** ریا کی مذمت مین۔ واضح ہو کہ ریا حرام ہے اور ریاکار خدا کے نزدیک مغضوب ہے اور یہ بات آیات اخبار و آثار سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ اور فرمایا وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ حضرت مجاہد رض اسکی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وے لوگ ریاکار ہین جو اس آیت مین مذکور ہوئے اور فرمایا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا اسمین اخلاص والون کی مدح مذکور فرمائی کہ سواے وجہ اللہ کے اور کوئی ارادہ نہین رکھتے اور ریا اوسکی ضد ہے اور فرمایا فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا یہ آیت ایسے لوگون کی شان مین اوتری ہے جو اپنے عبادات و اعمال پر مزدوری اور ثنا کے خواہان ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز مین ہے آپ نے ارشاد فرمایا اَنْ لَا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ اور حضرت ابوہریرہ رض سے تین شخصون کی یعنی شہید اور صدقہ دینے والے اور قاری کے احوال کی حدیث جو باب اخلاص مین مفصل مذکور ہے مروی ہے کہ خدا اونمین سے ہر ایک کو ارشاد فرماوے گا کہ تو جھوٹا ہے تو اللہ کے واسطے نہین لڑا بلکہ اسلیے کہ لوگ کہین تو بڑا بہادر ہے اور تو نے خدا کے واسطے

ریت نہین دی بلکہ سخی کہلانے کے واسطے اور تو نے خدا | ام اسد نہین پڑھا
کے لیے اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونکو ثواب نہلا اور اونکے
بیکار کر دیے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ مَنْ رَائیٰ رَائیٰ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ
اور ایک حدیث طویل مین یون مذکور ہے کہ خداوند کریم فرشتون کو یون ارشاد فرماویگا کہ اس شخص
عمل سے مجکو ارادہ نہین کیا اسکو دوزخ مین ڈالدو اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ اِنَّ اَ
مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ لوگون نے عرض کیا کہ شرک صغر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ الرِّیَاءُ یعنے ریا ہے پھر فرمایا یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِذَا جَازَی الْعِبَادُ بِاَعْمَالِہِمْ
اِلَی الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُرَاؤُنَ فِی الدُّنْیَا ھَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَھُمُ الْجَزَاءَ اور ایک حدیث مین فرمایا
اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
وَادٍ فِیْ جَھَنَّمَ اُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِیْنَ اور ایک حدیث قدسی یون وارد ہی مَنْ عَمِلَ
لِیْ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ غَیْرِیْ فَھُوَ لَہٗ کُلُّہٗ وَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ وَاَنَا اَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ عَنِ الشِّرْکِ اور حضرت
عیسے علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو سر اور ڈاڑھی مین تیل ڈالے
اور ہونٹھو نپر بھی ہاتھ پھیر دے تاکہ لوگ نجانین کہ یہ روزہ دار ہے اور جب کوئی داہنے ہاتھ سے کچھ دیوے
تو بائین کو خبر نہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے کا پردہ چھوڑ دے کیونکہ خدا تعالے ثنا بھی
اسی طرح تقسیم کرتا ہے جس طرح روزی بانٹتا ہے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین
لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَمَلًا فِیْہِ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ رِیَاءٍ اور حضرت عمر رضہ نے ایک بار حضرت معاذ رضہ کو
روتے دیکھا اور سبب گریہ پوچھا اونھون نے کہا کہ مجکو ایک حدیث رولاتی ہے جسکو مین نے اس
والے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے اِنَّ اَدْنَی الرِّیَاءِ شِرْکٌ اور ایک حدیث
یہ ارشاد ہے اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الرِّیَاءُ وَالشَّھْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ اور شہوت خفیہ کا مآل بھی ریا خفی اور
ریا دقیق پر ہوتا ہے۔ اور ایک حدیث مین یہ فرمایا کہ جس روز خدا تعالی کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ
نہوگا عرش کے سایہ مین ایک ایسا شخص ہوگا جسنے داہنے ہاتھ سے دیا اور بائین کو خبر نہوئی یعنی خیرات
خفیہ کی اسی جہت سے وارد ہے کہ عمل خفیہ ظاہر کے عمل سے ستر گنی فضیلت رکھتا ہے اور ایک حدیث شریف مین
ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز ریا کار تین نامون سے پکارا جاوے گا ای فاجر ای غادر ای مرائی
تیرے عمل ضائع ہوئے اور ثواب جاتا رہا جسکے لیے تو عمل کیا کرتا تھا جا اوس سے اپنی اجرت
شداد بن اوس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روتے

کہ یا رسول اللہ آپ کس سبب سے روتے ہین آپ نے فرمایا اَنِّیْ تَخَوَّفْتُ عَلٰی اُمَّتِیَ الشِّرْكَ اَمَا اَنَّھُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ
صَنَمًا وَلَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلٰکِنَّھُمْ یُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِھِمْ اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ
جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اپنے اوپر کی اشیا کے ساتھ کانپنے لگی اللہ تعالے نے پہاڑون کو پیدا
کر کے زمین کے لیے میخین بنادی فرشتون نے آپس مین کہا کہ خدا ے تعالے نے کوئی چیز پہاڑ سے
زیادہ سخت نہین بنائی اللہ تعالے نے لوہا پیدا کیا اوسنے پہاڑون کو کاٹ ڈالا پھر آگ پیدا کی اوسنے
لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو حکم ہوا اوسنے آگ بجھادی پھر ہوا کو حکم ہوا اوسنے پانی کو تہ و بالا کردیا فرشتون نے
یہ سب دیکھکر باہم اختلاف کیا کہ سب مین زیادہ سخت کون چیز ہے پھر کہا کہ اسکو اللہ جل شانہ سے پوچھنا چاہیے
عرض کیا کہ الٰہی تو نے اپنی مخلوق مین سے سب مین زیادہ سخت کونسی چیز بنائی ہے ارشاد ہوا کہ میری نزدیک
سب مین زیادہ سخت آدمزاد کا دل ہے کہ خیرات دہنے ہاتھ سے کرتا ہے اور بائین سے چھپاتا ہے اس سے
زیادہ سخت کوئی مخلوق مین نے نہین پیدا کی ۔ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک ایک شخص سے راوی ہین
کہ اوس شخص نے حضرت معاذ بن جبل رضہ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھسے کوئی حدیث بیان فرمائیے جسکو آپ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو حضرت معاذ اتنا روئے کہ سائل کو گمان ہوا کہ آپ چپ نہون گے
پھر چپ ہوئے اور کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے مجکو پکارا ای معاذ مین نے
عرض کیا لَبَّیْكَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ آپ نے فرمایا کہ مین تجھسے ایک حدیث کہتا ہون اگر تو
یاد رکھیگا تو تجکو نافع ہوگی اور اگر یاد نرکھیگا اور ضائع کردیگا تو تیری حجت قیامت مین خدا ے تعالے کے
سامنے کچھہ نہ چلیگی اے معاذ اللہ تعالے نے قبل پیدائش زمین و آسمانون کے سات فرشتون کو پیدا
کیا پھر آسمانون کو پیدا کر کے ہر آسمان پر ایک فرشتہ دربان معین کردیا اور ہر آسمان کو بڑی عظمت
عنایت فرمائی جب بندے کے صبح سے شام تک کے عمل فرشتے محافظ لیکر اوپر چڑھتے ہین اور عمل مین آفتاب
کا سا نور ہوتا ہے فرشتے اپنے نزدیک اوسکو اچھا اور بہت سمجھتے ہین مگر جب آسمان دنیا پر پہونچتے ہین
تو دربان اوس آسمان کا محافظون سے کہتا ہے کہ اس عمل کو عمل والے کے منہ پر مارو مین غیبت کا فرشتہ
ہون میرے رب نے مجکو حکم کیا ہے کہ جس شخص نے لوگون کی غیبت کی ہو اوسکو اپنے آگے نہ بڑھنے دو
پھر محافظین کوئی اور عمل صالح بندے کا لیکر جس مین غیبت نہو دربان اول سے گذر جاتے ہین
اور اوس عمل کو پاک اور زیادہ جانتے ہین یہانتک کہ دوسرے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا دربان
کہتا ہے کہ کھڑے رہو اور اس عمل کو اوسکے مرتکب کے منہ پر مارو اوسنے اس عمل سے متاع دنیا مراد لی تھی
میرے پروردگار کا حکم ہے کہ ایسے عمل کو آگے نجانے دون وہ شخص مجلسون مین بیٹھکر فخر کیا کرتا تھا

جرٹھتے ہین اور
پھر محافظین بندے کا اور عمل صدقہ اور نماز روزہ جسمین ایسا نور ہو کہ محافظین بھی حیران ہین لیکر
دونون آسمانون سے گذر جاتے ہین جب تیسرے پر پہونچتے ہین تو جو فرشتہ اوسپر موکل ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہرو
اور اس عمل کو اوس بندے کے مُنہ پر مارو مین کبر کا فرشتہ ہون میرے مالک کا حکم ہے کہ جس عمل مین کبر ہو اوسکو آگے
نجانے دو وہ شخص مجلسون مین تکبر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا کوئی اور عمل مثل حج وعمرہ نماز روزہ کے
لیکر اوپر جاتے ہین اور یہ عمل ستارے کے موافق چمکتا ہوتا ہے اور آواز کرتا ہے اوسکو لیکر جب چوتھے آسمان پر
پہونچتے ہین اوسکا دربان کہتا ہے کہ اس عمل کو اوسی کی پیٹھ اور پیٹ پر مارو مین فرشتہ عُجب ہون میری مالک کی
اجازت ہے کہ عُجب کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دو یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اپنے عمل مین عُجب کو دخل دیتا تھا پھر
محافظین اور عمل بندے کا لیکر پانچوین آسمان تک چلے جاتے ہین اور یہ عمل دولھن کی طرح آراستہ ہوتا ہے
پانچوین آسمان کا موکل کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو عمل والے کے مُنہ پر مارو اور اوسی کی گردن پر
ڈالدو مین فرشتہ حسد کا ہون وہ لوگون سے حسد کیا کرتا تھا جو کوئی کچھ سیکھتا اور اوسی کے موافق کام کرتا
یا کوئی شخص نفل عبادت ادا کرتا یہ سبکی حسد کرتا اور اونکو برا کہتا مجھے حکم الٰہی ہے کہ اوسکے عمل کو آگے نجانے دون
پھر محافظین بندے کے اور نماز زکوٰۃ و روزہ حج لیکر اوپر جاتے ہین جب چھٹے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا
موکل کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اسکو عامل کے مُنہ پر مارو وہ کبھی کسی انسان پر رحم نہین کرتا کسی ہی کسی پر بلا یا ضرر
آوے بلکہ ہنسا کرتا ہے مین فرشتہ رحمت ہون مجھے امر خداوندی ہے کہ ایسے کے عمل کو نہ بڑھنے دون پھر محافظین
بندہ کا اور عمل لیکر چڑھتے ہین اور اوس عمل روزہ نماز اور ورع و اجتہاد وغیرہ مین رعد کی سی گرج ہوتی ہے اور
آفتاب کی چمک اور تین ہزار فرشتے اوسکے ساتھ ہوتے ہین اور چھون آسمانون سے گذر کر جب ساتوین پر پہونچتے ہین
تو اوسکا دربان کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو اسکے عامل کے مُنہ پر مارو اور اوسکے اعضا پر پٹکو اور اوسکے
دل پر ڈالدو جس عمل کو کہ خاص خدا کے واسطے نہین کیا اوسکو مین پروردگار کے سامنے نجانے دون گا اس عامل کو بھی
اپنے عمل سے غیر اللہ مراد تھا اسکی مراد یہ تھی کہ فقہا مین رفعت ہو جاوے علما مین سرافراز ہو شہرون مین شہور
ہو جاؤن میرے خدا کا حکم ہے کہ اوسکے عمل کو اپنے پاس سے آگے نجانے دون اور جو عمل کہ خدا کے واسطے
نہین وہ ریا ہے اور خداے تعالے ریاکار کا عمل قبول نہین فرماتا۔ پھر محافظین بندے کا عمل نماز زکوٰۃ
وروزہ وحج وعمرہ اور خلق اور حسن سکوت اور ذکر الٰہی جن مین کوئی عیب عیوب مذکورہ بالا سے نہو لیکر اوپر
جاتے ہین اور اوسکے ساتھ تمام آسمانون اور زمین کے فرشتے ہوتے ہین یہانتک کہ سب پردون کو قطع کرکے
خداوند کریم کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہین اور اوس شخص کے لیے عمل صالح کی گواہی دیتے ہین کہ خاص
خدا کے واسطے کیا ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے عمل نگران تھے اور مین اوسکے

مین اوسنے اس عمل سے مجکو ارادہ نہین کیا میرے سوا کچھ اور مراد تھی اوسپر میری لعنت ہے فرشتے کہین گے کہ اوسپر تیری لعنت اور ہماری لعنت اور آسمان کہین گے کہ اوسپر خدا کی لعنت اور ہماری لعنت غرض اوسکو سب آسمان اور زمین اور جو چیزین اون مین ہین لعنت کرینگی - حضرت معاذ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے یہ حدیث سنکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ تو رسول خدا ہین اور مین معاذ ہون مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ میری پیروی کر اگرچہ تیری عمر تھوڑی سی ہو اے معاذ جو تیرے بھائی قرآن خوان ہین اونکی غیبت مت کر اور اپنے گناہون کو خود اپنے اوپر رکھ اونکے ذمہ مت لگا اور اونکو برا کہکر اپنا تزکیہ مت کر اور نہ اپنے آپکو اونپر اونچا کر اور عمل آخرت مین دنیا کے کام کو داخل مت کر اور لوگون مین تکبر مت کر ورنہ لوگ تیری بدخلقی سے ڈرین گے اور جب کوئی دوسرا تیرے پاس بیٹھا ہو کسی سے سرگوشی مت کر اور لوگون کو اپنی عظمت مت جتا نہین تو تجھسے دنیا کی برکت جاتی رہے گی اور لوگون کی ہتک مت کر ورنہ قیامت مین تجکو دوزخ کے کتے چیر ڈالین گے اللہ تعالے فرماتا ہے وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اے معاذ تجکو معلوم ہے کہ وے کیا ہین حضرت معاذ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمادین کہ وے کیا ہین آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ کے کتے ہین کہ گوشت اور ہڈی کو دانتون سے نوچین گے مین نے عرض کیا کہ آپ پر میری ما اور باپ فدا ہون یہ خصائل جو ارشاد ہوئے انکی بجا آوری کی کسکو طاقت ہے اور اون دوزخ کے کتون سے کون بچے گا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ جسپر خدا آسان کرے اوسکو یہ باتین کچھ مشکل نہین - راوی کہتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رضہ سے زیادہ کسی کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے نہین دیکھا وہ اس حدیث کی دہشت سے اکثر تلاوت مین مصروف رہتے تھے - اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے دیکھا آپ نے فرمایا کہ او گردن والے اپنی گردن اوٹھا کہ خشوع گردنون مین نہین ہے بلکہ دلون مین ہے - اور حضرت ابو امامہ باہلی رضہ نے ایک شخص کو مسجد مین سجدے کے درمیان روتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تو یہ بات اگر اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا - اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ ریاکار کی تین علامتین ہین جب اکیلا ہو تو سست ہو اور جب مجمع مین ہو تو خوش ہو اور جب اوسکی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر کوئی مذمت کرے تو کم اور ایک شخص نے عبادہ بن الصامت رضہ سے پوچھا کہ اگر مین تلوار سے خدا کی راہ مین لڑون اور نیت رضای الٰہی اور لوگون کی تعریف کی ہو تو کچھ ثواب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ نہ ملے گا اوس شخص نے تین بار یہ پوچھا آپ نے یہی جواب دیا اور آخر کو فرمایا کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ مین شریکون کی شرکت سے غنیون کا غنی ہون - اور ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیب رضہ سے پوچھا کہ ہم مین سے بعض آدمی نیکی کرتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ بھی تعریف کرین اور ثواب بھی پاوین آپ نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ خدا کا

غضب تم پر ہو اوسنے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو جب عمل اللہ کے واسطے کروا ور
اوضحاک رہ فرماتے ہین کہ یہ نکہنا چاہیے کہ یہ عمل رضاے آلہی اور تمہاری رضا کے واسطے ہے یا رضاے
آلہی اور رضاے اہل قرابت کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالے کا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت عمر رضہ
کے دُرہ مارا تھا بھر اوس سے فرمایا کہ تو مجھسے عوض لے لے اوسنے عرض کیا کہ مین تمکو خدا کے واسطے اور آپ
معاف کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہوا یا تو میری ہی خاطر معاف کر کہ مجھپر احسان ہو یا خدا ہی
چھوڑ دے اوسنے عرض کیا کہ مین نے صرف خدا کے واسطے چھوڑا آپ نے فرمایا کہ اب خوب ہوا - اور
حسن بصری رہ فرماتے ہین کہ مین ایسے لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ اونکے دل مین حکمت کی ایسی باتین
کہ اگر اونکو زبان پر لاتے تو اونکو اور اونکے ساتھیون کو مفید ہوتین مگر شہرت کی ڈر کے مارے نہید
اور جب راہ مین کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اوسکو مشہور ہو جانے کے خوف سے علیحدہ نکرتے بد
کہ ریاکار قیامت کو چار نامون سے پکارا جاے گا ای ریاکار - او زیان کار - او مکار - او بدکار
عمل کیا ہے اوس سے اپنی اجرت لے ہمارے پاس تیرے واسطے کچھہ اجر نہیں ہے - اور حضرت فضیل
فرماتے کہ پہلے ریا ایسے عملون سے کرتے تھے کہ بجالاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہین کہ
مرتکب نہین ہوتے - اور حضرت عکرمہ رضہ فرماتے ہین کہ خدا تعالے بندے کو نیت پر اتنا دیگا
عمل پر نہ دیگا اسلیے کہ نیت مین ریا نہین ہوتا - اور حضرت حسن رہ فرماتے ہین کہ ریاکار یہ چاہتا ہے کہ
تعالے کی تقدیر پر غالب ہو جاوے وہ خراب آدمی ہے یون چاہتا ہے کہ آدمی اوسکو نیک
اور وہ کسطرح کہہ سکتے ہین وہ تو خدا کے نزدیک نکمے لوگون مین داخل ہے ایماندارون کے دلو
کہ اوسکو پہچان رکھین - اور حضرت قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ جب بندہ ریا کرتا ہے اللہ تعالے فرما
کہ میرے بندے کو دیکھو مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے - اور حضرت مالک بن دینار رہ فرماتے ہین کہ قاری تین
ایک خدا کے قاری ایک دنیا کے قاری ایک بادشاہون کے قاری - محمد بن واسع خدا کے قاریون
مین اور حضرت فضیل بن عیاض رہ فرماتے ہین کہ جو کوئی ریاکار کو دیکھا چاہے وہ مجھے دیکھ لے - اور محمد بن المبارک
صوری رہ کا قول ہے کہ اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرنی چاہیے دن کو اہل خیر کی صورت اظہار کرنے سے
اسلیے کہ دن کا معاملہ مخلوق کے لیے ہے اور رات کا خالق کے لیے - اور ابو سلیمان رہ کا قول ہے کہ
عمل کا بچانا بہت سخت ہے - اور ابن مبارک رہ نے فرمایا کہ ایک آدمی طواف کعبہ کا کرتا ہے
لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کو محبوب جانے کہ مجکو لوگ یون کہین کہ یہ
مجاور ہے حاصل یہ ہوا کہ طواف حصول شہرت کے لیے ضائع ہے اوسپر کچھہ ثواب و اجر مترتب نہین - اور حضر

ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسنے مشہور ہونا چاہا اوسنے خدائے تعالے کی تصدیق نہین کی

**دوسرا بیان** ریا کی حقیقت اور جن چیزون مین کہ ریا ہوتا ہی- واضح ہو کہ ریا مشتق رویت سے ہے جسکے معنے دیکھنے کے ہین اسی طرح سمعہ جو بمعنی شہرت مستعمل ہے مشتق سماع بمعنے سننے کے ہے اور ریا کی اصلی معنے یہ ہین کہ لوگون کو اچھی خصلتین دکھلا کر اونکے دلون مین منزلت حاصل کرنی لیکن چونکہ جاہ و منزلت کا دلون مین حاصل ہونا سوائے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہوسکتا ہے اور عبادات سے بھی تو بحکم عادت یا خاص معنی صورت کا نام ہوگیا ہے جس مین طلب منزلت دلون مین عبادات کی جہت سے مقصود ہو پس اس سے تعریف ریا کی یہ ہوئی کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا تو یہان چار چیزین ہین ایک ریا کرنے والا وہ تو عابد ہے ایک جسکے لیے ریا کرتا ہے وہ آدمی ہین کہ اونکو دکھلانا منظور ہے اور اونکے دلون مین منزلت مطلوب اور ایک جس چیز کو دکھلانا منظور ہے وہ خصلتین ہین جو ریا کار ظاہر کرنا چاہتا ہے اور ایک خود ریا ہے یعنے اون خصائل کے اظہار کا قصد اور جن چیزون مین کہ ریا کو دخل ہے وہ پانچ قسم ہین یعنی آدمی لوگون مین نمود پانچ چیزون مین کرسکتا ہے بدن اور ہیئت اور قول اور عمل اور ساتھ کے لوگ اور اشیاء خارجی دنیادار بھی انھین پانچ قسمون سے نمود کرتے ہین مگر جاہ کا طلب کرنا اور ریا کا خواہان ہونا ایسے اعمال سے جو داخل طاعت نہین بہ نسبت طاعت کی ریا کے خفیف ہے **قسم اول** بدن کی نمود- دین کے باب مین تو اس طرح ہے کہ بدن پر لاغری اور زردی ظاہر کرے تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ دین مین بہت محنت کرتا ہے اور دین کا خوف غالب ہے اور آخرت کا ڈر بہت ہے یا یہ کہ دُبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہے اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیدار ہے اسی طرح بالون کا بکھرا رہنا اسپر دلالت کرتا ہے کہ دین کا فکر بہت ہے اوس سے فراغت کنگھی کی نہین ملتی پس یہ اسباب جب لوگون مین ظاہر ہوجاتے ہین تو لوگ انسے وہی باتین مذکورہ سمجھتے ہین اور نفس کو اونکے معلوم ہونے کی کمال خوشی ہوتی ہے اسی لیے اس خوشی کی چاہ مین اون باتون کا اظہار چاہتا ہے اور اسی کے قریب ہے آواز کی پستی اور آنکھون کا اندر کو گڑ جانا اور لبون کا پژمردہ رہنا کہ انسے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ شخص ہمیشہ روزہ دار ہے اور شرع کی تعظیم کی جہت سے آواز پست ہوگئی یا بھوکھ کی کمی سے طاقت کم ہوگئی ہے اسی بنا پر حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو چاہیے کہ سر مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اور سرمہ لگاوے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے بھی مروی ہی اور یہ سب معاملہ اسی لیے ہے کہ کہین شیطان ریا کی طرف مائل نکردے یہ طور بدن کی نمود کا اہل دین کرتے ہین مگر دنیادار اسکے برعکس فربھی اور صفای رنگ اور درستی قد اور خوبصورتی اور بدن کی پاکیزگی اور اعضا کی قوت اور اونکا متناسب ہونا ظاہر کرتے ہین **دوسری قسم** ہیئت اور لباس سے نمود کرنی مثلا سر کے بالون کو پراگندہ رکھنا اور مونچھونکو

منڈ ‌نا اور راہ مین گردن ڈالکر چلنا اور آہستہ آہستہ حرکت کرنا اور سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا اور موٹے کپڑے پہننا اور پشم کی عبا پہننا اور اوسکے دامن پنڈلیون کے قریب تک اونچے رکھنا اور آستینین چھوٹی کرنی اور کپڑے نہ دہلانے اور اونکو پھٹا ہوا رکھنا یہ سب باتین اس نمود کے لیے ہین کہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص تابع سنت اور پیرو اسکے نیک بندون کا ہے اور اسیمین داخل ہے پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا اور سجادہ پر نماز پڑھنی اور صوفیون کی طرح نیلے کپڑے پہننے حالانکہ باطن مین حقیقت تصوف خاک بھی نہین اور عمامہ کے اوپر چادر پہننی اور اوسکو آنکھون پر لٹکا لینا بھی داخل نمود ہے کہ اس تمیز کے باعث سبکی آنکھ اوسپر پڑے گی اور جانا جائیگا کہ بڑی محتاط ہین کہ راہ کے غبار سے بھی اپنی آنکھین بچاتے ہین اور اسی مین یہ بھی شامل ہے کہ بے علم آدمی عالمون کا خاص لباس پہنے تاکہ لوگ اوسکو عالم سمجھین۔ اور جو لوگ لباس سے نمود کرتے ہین اونکے کئی طبقات ہین بعض ایسے ہین کہ اہل صلاح کے نزدیک زہد کے اظہار سے منزلت کے خواہان ہوتے ہین اسی لیے کپڑے پھٹے پرانے میلے موٹے چھوٹے پہنتے ہین تاکہ یہ معلوم ہو کہ انکو دنیا کی کچھ پروا نہین ایسے لوگونکو اگر کوئی بتکلف متوسط درجہ کے کپڑے پہنا دے جیسے سلف کے اکابر پہنتے تھے تو اونکے نزدیک ایسا ہو کہ گویا ذبح کر ڈالا اور یہ صرف اس خوف سے ہوتا ہے کہ لوگ یون کہینگے کہ پہلے تو زاہد ہوئے تھے اب اوس طریق سے پھر گئے اور دنیا کے راغب ہوئے۔ اور بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ اہل صلاح اور دنیا دارون یعنے بادشاہون اور امرا اور روسا اور بڑے تجارون دونون فریق مین مقبول ہوا چاہتے ہین پس اگر نہایت عمدہ لباس پہنین تو درویش اونکو برا سمجھین اور اگر حقیر لباس پہنین تو بادشاہون اور اہل دنیا کی نظرون مین نہ چڑھین اور اونکو منظور یہ ہے کہ دونون فریق کے نزدیک مقبول ہون اس لیے نہایت باریک عبا اور چادرین اور رنگین پیوندکار وغیرہ تلاش کرکے پہنتے ہین اور غالب ہے کہ اونکا لباس اور توانگرون کا قیمت مین مساوی ہوتا ہوگا مگر رنگ اور ہیئت صلحا کے کپڑون کی سی ہوتی ہے اور اگر کوئی اونکو موٹا یا میلا کپڑا بزور پہنا دے تو مثل ذبح کے ہو جائین اسلیے کہ بادشاہون کی نظرون سے اوتر جاوینگے ایسا ہی اگر ریشمین یا حریری اطلس یا بدائع وغیرہ پہنا دے گو یہ کپڑا بہ نسبت اونکی پوشاک کے کم قیمت کا ہو مگر اونکو اسکا پہننا نہایت گران گذرے اسلیے کہ درویش اونکو یہ جانینگے کہ انھون نے دنیا دارون کا لباس پہن لیا حاصل یہ کہ جو فرقہ اپنی منزلت کسی خاص لباس مین جانتا ہے وہ اوس سے نہ کم پہنتا ہے نہ زیادہ اگرچہ کمی بیشی مباح ہو مگر وہ مذمت کے خوف کے مارے نہ اوس سے اعلے پہنین نہ ادنے اور اہل دنیا کی نمود انھین نفیس کپڑون اور بڑھیا سواریون گھوڑون اور رنگین کپڑون اور نفیس چادرون اور اقسام لباس و مسکن و اثاث البیت مین بہتایت تجمل ظاہر کرنے مین ہے اور یہ سب آدمیون مین پائی جاتی ہے کہ اپنے گھر مین موٹے کپڑے پہنتے ہین اور اگر اوسی طرح باہر مجمع

چلے آوین تو بہت برا جانین جبتک زینت اچھی طرح نہین کر لیتے تبتک نہین نکلتے **تیسری قسم** قول مین نمود کرنے کی ہے۔ اسمین اہل دین کی نمود اسطرح ہے کہ ریا کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور حکمت و دانائی کی بات کہنی اور اخبار و آثار کا اسلیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاورے مین کام آوے اور لوگون کو کثرت علم اور زیادتی توجہ احوال سلف پر معلوم ہو اور لوگون کے سامنے ذکر کے لیے ہونٹھ ہلاتے رہنا اور سبکے سامنے اچھی بات کو امر کرنا اور بری بات سے روکنا اور بری باتون پر غصہ کا ظاہر کرنا اور اگر لوگ معصیت کے مرتکب ہوں تو اونپر افسوس ظاہر کرنا اور کلام کرنے مین آواز کو ضعیف کرنا اور تلاوت قرآن مجید مین پتلی آواز کرنی تاکہ معلوم ہو کہ اسکو خوف اور غم بہت ہے اور حدیث کی یاد کا مدعی ہونا اور بہت سے محدثون سے ملاقات ظاہر کرنی اور اگر کوئی حدیث بیان کرے تو اوس مین جلدی سے خلل اور عیب بتلانا خواہ یہ کہدینا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حدیث دان ہین اور اس باب مین فاضل ہین اور کسی کے الزام دینے کو مجادلہ اور تقریر ناحق کر بیٹھنا کہ لوگ جانین کہ علم دین مین بڑی دستگاہ ہے اسی طرح اہل دین کے قول سے ریا کرنے کے بہت سے اقسام ہین کہ اونکا شمار نہین ہو سکتا مگر دنیا کے لوگ قول سے نمود اسطرح کرتے ہین کہ اشعار اور امثال یاد کر لیتے ہین اور فصیح عبارتین اور شاذ و نادر جملے آپس مین بحث کے واسطے اور اہل علم کے سامنے ایک عجیب فقرہ پیش کرنے کے لیے حفظ کرتے ہین اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے ہر شخص سے دوستی ظاہر کرتے ہین **چوتھی قسم** عمل کی نمود ہے۔ مثلاً نماز مین ریا کے لیے دیر تک قیام کرنا اور سجدہ اور رکوع طویل کرنا اور گردن جھکانی اور التفات کا ترک کرنا اور سکون اور وقار کا ظاہر کرنا اور قدمون اور ہاتھون کو برابر رکھنا وغیرہ اسی طرح روزہ اور جہاد اور حج اور صدقہ اور کھانا کھلانے مین ریا ہوتا ہے اور چلنے مین ملاقات کے وقت فروتنی کرنی مثلاً آنکھین نیچی کرنی اور سر جھکانا اور کلام وقار کے ساتھ کرنا۔ یہانتک کہ ریاکار کبھی اپنے کام کر لیے تیز چلتا ہے مگر جب کوئی دیندار اوسکے سامنے آجاتا ہے تو آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر ڈال لیتا ہے کہ ایسا نہو کہ دیکھنے والا اسکو جلد باز اور کم وقر جانے پھر جب وہ شخص غائب ہو جاتا ہے تو بدستور جلدی چلنے لگتا ہے پھر کوئی دیکھ لیتا ہے تو پھر خشوع کرتا ہے اور خدا کو یاد کر کے خشوع نہین کرتا صرف انسان کی اطلاع سے خشوع کرتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ وہ یہ جانے کہ یہ بندہ صالح نہین ہے۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ علیحدگی کی چال مخالف اوس چال کے ہو جو لوگون کے سامنے ہوتی ہے تو اونکو شرم آتی ہے تو وہ تنہائی کی چال مین تکلف کرتے ہین اور بہت بنا کر چلتے ہین کہ اگر بالفرض تنہائی مین اونکو کوئی دیکھے تو چال مین تبدیل نہ کرنی پڑے یکسان ہی نظر رہے ایسے لوگون کو یہ گمان ہے کہ شاید اس حرکت سے ریا سے بچ جاتے ہین حالانکہ ریا دو چند ہو گئی

مضمون ہوتا ہے کہ پہلے ریا لوگون کے سامنے تھی تو اب خلوت مین بھی ہوا اسلیے کہ تنہائی مین جو اچھی حالت اختیار کی ہے سو اسی واسطے ہے کہ مجمع مین بھی ویسی ہی ہو کچھ خدا کے خوف اور حیا سے اختیار نہین کی۔ اور دنیا والون کی نمود یون ہے کہ تبختر اور تکبر کے ساتھ چلنا اور ہاتھون کا ہلانا اور قدم قریب قریب رکھنا اور گھوڑے کی لگام تھامے رہنا اور دونون پہلو پر ہاتھ دہرنا وغیرہ امور جنسے جاہ و حشمت معلوم ہو **پانچوین قسم** یارون اور ملاقاتیون سے نمود کرنی مثلاً کوئی شخص اسبات کا بتکلف خواہان ہو کہ فلان عالم یا عابد میری ملاقات کو آئے تاکہ لوگ یہ جانین کہ یہ شخص بڑا دیندار ہے کہ ایسے عالم اور عابد اسکے پاس آمد و شد رکھتے ہین یا کسی بادشاہ خواہ حاکم کا آنا چاہے باین غرض کہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا رتبہ دین مین بڑا ہے کہ حاکم بھی برکت حاصل کرنے کو اوسکے پاس جاتے ہین۔ یا کوئی شخص بہت سے شیوخ و مرشدین کا ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ اسکی ملاقات بہت سے اکابر سے ہے اور سب سے استفادہ کیا ہے اور ایسے شخص کا تفاخر اور ریا اوسکے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی سے گفتگو کے وقت کہنے لگتا ہے کہ تمنے کسکو دیکھا ہے مین نے اتنے مرشدون کو دیکھا اور اتنے شہرون مین پھرا اور اتنے لوگون کی خدمت کی وغیرہ۔ پس جن چیزون سے لوگ ریا کرتے ہین وہ انھین پانچ قسمون سے ہوتی ہین اور ہر ایک کا مطلوب یہی ہوتا ہے کہ لوگون کے دلون مین جاہ و منزلت حاصل ہو۔ اور بعضے لوگ خلق کے حسن اعتقاد کو اپنے اوپر جانکر قانع ہو جاتے ہین مثلاً بہت سے راہب اپنے معبد مین سے برسون نہین نکلتے اور بہت سے عابد پہاڑون کی چوٹی پر مدتون عزلت نشین رہتے ہین اور انکی زندگی اسی اعتبار سے ہے کہ ہمارا جاہ لوگون کے دلون مین قائم ہے اور اگر انکو یہ معلوم ہو جاوے کہ لوگون کے نزدیک میری کوئی خطا ثابت ہو گئی کہ اس معبد یا گوشہ مین اونکے عندیہ مین صاحب تقصیر ٹھہرا تو پھر بہت گھبرا دیگا اور اسپر قانع نہوگا کہ خدا تو جانتا ہے کہ مین اس خطا سے بری ہون بلکہ اسکا شدت سے غم کریگا اور لوگون کے دلون مین سے اوس شک کے دفع کرنے کے بیسیون حیلے تلاش کریگا باوجودیکہ یہ شخص لوگون کے مال کا طامع نہین مگر جاہ کی محبت ایسی مزہ دار ہے کہ اوسکا چسکا اسکو موجود ہے اسلیے کہ جاہ ایک طرح کی قدرت و کمال ہے گو سریع الزوال ہو اکثر جاہل آدمی اوسکے دھوکھے مین آجاتے ہین۔ اور بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہین کہ صرف دلون مین معتقد ہونے ہی پر قانع نہین ہوتے بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہتے ہین کہ لوگ ثنا و مدح کرین۔ اور شہرہ پھیلنا چاہتے ہین تاکہ اطراف و جوانب سے لوگ بہت سے رجوع ہون۔ اور بعضے بادشاہون اور امرا کے نزدیک شہرہ چاہتے تاکہ کسی کی سفارش اگر کرین تو قبول ہو جاوے اور لوگون کے کام انکے ذریعہ سے اپنے اختیار مین آجاوین۔ اور عوام مین بہت اقتدار اور جاہ حاصل ہو جاوے اور بعض اشخاص ریا سے طالب مال ہوتے ہین گو مال وقف اور یتیمون کا مال خواہ اور کوئی حرام مال ہو یہ طبقات ریاکارون کے سب مین برے

یہانتک بیان حقیقت ریا اور اون چیزون کا جنسے ریا ہوتا ہے تھا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض ریا حرام ہے اور بعض مکروہ اور بعض مباح اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ریا یعنے طلب جاہ یا عبادات سے ہوتا ہے یا غیر عبادات سے اگر غیر عبادات سے ہے تو اوسکا حکم طلب مال کا سا ہے یعنے صرف طلب منزلت لوگون کے دلون مین ہونے کی جہت سے حرام نہین جیسے کہ طلب مال حرام نہین لیکن جیسے مال کے حاصل کرنے مین دغا اور فریب اور چیزین ناجائز ہوسکتی ہین اسی طرح جاہ مین بھی ہوسکتی ہین اور جس طرح تھوڑا مال یعنے بقدر مایحتاج انسانی حاصل کرنا اچھا ہے اسیطرح تھوڑا سا جاہ یعنے جسکے باعث آفات سے محفوظ رہے اوسقدر یہ بھی بہتر ہے اور یہ ہی جاہ ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے طلب کیا تھا اور فرمایا تھا اِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ اور جس طرح کہ مال مین زہر اور تریاق دونون ہین اسی طرح جاہ مین بھی مضر اور نافع دونون ہین اور جسطرح کہ بہت سا مال لہو و طغیان مین ڈالتا ہے اور خدا کی یاد اور آخرت سے غافل کرتا ہے اسی طرح بہت سے جاہ کا بھی حال ہے بلکہ اوسکا فتنہ اشد اور بڑا ہے مال کے فتنہ سے اور جس طرح کہ ہم یہ نہین کہتے کہ بہت سے مال کا ملکیت مین آجانا حرام ہے اسی طرح ہمارا یہ قول بھی نہین کہ بہت سے دلون کا ملکیت مین آنا حرام ہے جبتک کہ کثرت مال وکثرت جاہ موجب کسی چیز ناجائز کا نہو ہان یہ کہتے ہین کہ اپنی ہمت کا مصروف کرنا مال وجاہ کی کثرت کی طرف یہ اصل تمام برائیون کی ہے اور مال وجاہ کا محبت رکھنے والا دل وزبان کے گناہون کے چھوڑنے پر قادر نہین اور بدون طلب اور حرص کے جاہ کا زیادہ ہوجانا اور اگر وہ جاتا رہے تو اوسکا غم نہونا ایسے جاہ کا کچھ مضائقہ نہین دیکھو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفای راشدین اور علماے دین کے جاہ سے بڑھکر اور کیا ہوگا مگر ہماری غرض یہ ہے کہ اپنی طرف سے اسمین ہمت کو مصروف کرنا دین کا نقصان ہے گو حرام نہین اس بنا پر ہم کہتے ہین کہ جب آدمی گھر سے باہر نکلتا ہے اور لوگون کے دکھلانے کے واسطے اچھے کپڑے پہنتا ہے یہ حرام نہین اسلیے کہ عبادت سے ریا نہین بلکہ دنیا کی چیز سے ہے اسی طرح تمام تجمل و زینت و تکلفات کو سمجھنا چاہیے اور دلیل اسکے حرام نہونے کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رض کے پاس جانا چاہا تو آپ نے پانی کے مٹکے مین دیکھکر اپنا عمامہ اور بال درست کیے مین نے عرض کیا کہ یا رسول آپ ایسا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان جو بندہ اپنے بھائیون کے پاس جانے کے وقت اپنے آپ کو بنا لیتا ہے اللہ اوسکو اچھا جانتا ہے سالا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہونی داخل عبادت ہے اسلیے کہ آپ کو حکم دعوت خلق اور اتباع کی ترغیب اور دلون کے مائل کرنے کا تھا اگر آپ اونکی نظرون سے گرجاتے تو آپ کے اتباع کی ترغیب نہ کرتے اسی جہت سے آپ پر واجب تھا کہ اپنے محاسن احوال اونپر ظاہر کرین تاکہ انکی نظرون آپکو حقیر نجانین عام لوگون کی نظر ظاہر پر بہت پڑتی ہے باطن کو کوئی نہین دیکھتا یہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ

سلم کی تھی یا اگر کوئی شخص لوگون کی نظرون مین آپکو اچھا کرنا چاہے باین لحاظ کہ اونکی مذمت اور ملامت سے بچا رہے اور اونکی توقیر و حرمت سے راحت پاوے تو یہ امر مباح ہے اسلیے کہ انسان کو جائز ہے کہ مذمت سے بچے اور اپنے یارون کے ساتھ انس سے راحت پاوے تو جب اسکو ریا اور حقیر سمجھینگے تو انس کبھی نہ حاصل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین عبادت نہیں اون مین ریا کرنا کبھی مباح ہوتا ہے اور کبھی طاعت اور کبھی مذموم یعنے جیسے ریا سے غرض مطلوب ہوگی ویسا ہی حکم اوس ریا کا ہوگا اگر غرض مطلوب مباح یا طاعت ہوگی تو ریا بھی مباح ہوگا مثلا کوئی شخص اپنا مال غنیون کی جماعت کو دیتا ہے نہ عبادت کے طور پر نہ صدقے کے طور پر بلکہ اسلیے کہ لوگ سخی جانین تو یہ مذموم ہے اور حرام نہیں اسی طرح اور مثالین ہین ۔ اور جو ریا کہ عبادات سے ہوتا ہے مثلا نماز و روزہ و حج و جہاد ہے تو اوس مین ریا کار کے دو حال ہین اول تو یہ کہ اوسکا ارادہ سوای ریا کے اور کچھ نہین اجر و ثواب سے کچھ مطلب نہین تو ایسے شخص کی عبادت باطل ہے اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت سے ہوتا ہے اور یہ عمل بہ نیت عبادت ادا نہیں ہوا اور یہی نہیں کہ صرف عبادت باطل ہوگئی اور جیسا قبل عبادت یہ شخص تھا ویسا ہی رہا بلکہ ایسی عبادت کرنے سے نافرمان اور گناہگار ہوتا ہے جیسا کہ اخبار و آیات سے ثابت ہوتا ہے اور وجہ گناہ کی دو باتین ہین اول تو بندون سے متعلق ہے یعنے فریب دینا کہ ریا کار نے اونکو یہ دھوکا دیا کہ وہ شخص بندہ اور مخلص خدا تعالے کا ہے حالانکہ ایسا نہیں اور فریب دینا تو دنیا کے امور مین بھی حرام ہے چہ جاے کہ دین مین مثلا اگر کوئی شخص چند لوگون کا قرضا ادا کرے اور لوگون سے یہ کہے کہ مین انکو خیرات دیتا ہون تاکہ لوگ سخی جانین تو چونکہ اس مین فریب ہی ہے اسلیے گناہگار ہوگا دوسرا متعلق خداے تعالے سے ہے وہ یہ ہے کہ جب اسنے خدا کی عبادت سے قصد مخلوق کا کیا تو ہنسی ہوئی اسی واسطے حضرت قتادہ رضہ کی روایت مین ہے کہ جب بندہ ریا کرتا ہے خداوند کریم فرشتون سے فرماتا ہے کہ اسکو دیکھو کیسے مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس کوئی شخص دن بھر حاضر رہے جیسا کہ عادت نوکرون چاکرون کی ہوتی ہے مگر اس نیت سے کھڑا ہو کہ بادشاہ کی لونڈی یا غلام کھڑے مین آوے تو اس سے بادشاہ کے ساتھ ہنسی ہوگی کہ اوسکی نوکری و خدمت کے لیے مستعد نہیں ہوا بلکہ غلام اور لونڈی کی تاک مین حاضر رہا تو اس سے زیادہ کیا حقارت کہ آدمی خدا کی عبادت کو اوسکے ضعیف بندے کو دکھلاوے جس سے نہ کسی کا فائدہ ہو نہ ضرر یہی وہم ہوتا ہے کہ ایسا ریا کار بندے کو خدا کی نسبت اپنی غرضین پورا کرنے مین زیادہ قادر یا اوسکے نزدیک مقرب ہونا خداے تعالے کے نزدیک مقرب ہونے سے بہتر جانتا ہے کو ترجیح کیون دیتا اور اپنی عبادت کا مقصود اوسکو کیون بناتا اس سے زیادہ اور کیا خرا

زادے نے غلام کو شاہنشاہ کے برابر کر دیا غرض کہ اس قسم کا ریا بڑی مہلک چیز ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو شرک اصغر فرمایا ہے ورنہ ہر قسم کا ریا گناہ سے خالی نہین کسی مین زیادہ ہے کسی مین کم مگر بعض درجہ بہ نسبت دوسرے کے سخت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ آگے مفصل مذکور ہوگا اور اگر ریا مین اور کچھ نہین تو یہ بات کیا کم ہے کہ دوسرے کے لیے سوائے خدا کے رکوع وسجدہ کرتا ہے اگرچہ مقصود خدائے تعالے کا تقرب نہین مگر غیر اللہ تو مطلوب ہے علاوہ اسکے اگر غیر اللہ کی تعظیم سجدہ سے کرتا تو صاف کافر ہو جاتا مگر ریا سے کافر ظاہر نہین ہوتا لیکن کفر خفی مین مبتلا ہوتا ہے اس لیے کہ ریاکار اپنے دل مین لوگون کی تعظیم کرتا ہے اور یہی تعظیم مقتضی اسکے رکوع وسجود کی ہے تو من وجہ اس رکوع وسجدہ سے اونکی تعظیم بھی نکلی اور چونکہ نیت مین تعظیم الٰہی موجود نہین اور تعظیم خلق من وجہ ہے تو ایسی عبادت قریب شرک کے ہوگئی مگر چونکہ اسکی نیت اس عبادت سے یہ تھی کہ میرا رتبہ دیکھنے والے کی نظر مین زیادہ ہو جاوے اور اپنی عظمت ڈالنے کو وہ حرکات ظاہر کین جنسے خدا کی عظمت معلوم ہوا کرتی ہے اسلیے یہ شرک جلی نہوا بلکہ شرک خفی رہا اور یہ نہایت جہالت کی بات ہے اسپر ایسا ہی شخص ارتکاب کر سکتا ہے جسکو شیطان نے دھوکا دیکر یہ سوجھاوے کہ نفع اور ضرر اور رزق وموت اور حال وآل کی مصلحت خدا کی نسبت بندون کے اختیار مین زیادہ ہے اسی واسطے خدا کی طرف سے منہ پھیر کر اونکی طرف دل سے متوجہ ہو جاتا ہے اور اونکا دل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالے ایسے شخص کو دنیا وآخرت مین بندون کے ہی سپرد فرمادے تو اوسکے فعل کا ایک ادنے تدارک ہو جاوے کیونکہ بندے اپنے لیے تو مالک نفع اور ضرر کے ہین ہی نہین دوسرے کے لیے کیسے ہو سکتے ہین یہ حال تو دنیا مین ہے اسپر اوس روز کو قیاس کرنا چاہیے کہ وہان کیا ہوگا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا بلکہ وہان تو نفسی نفسی کہینگے تو دیکھنا چاہیے کہ ریاکار کیسا جاہل ہے اپنے ثواب آخرت اور قرب الی اللہ کو دنیا کی جھوٹی طمع سے کیسے بدلہ کرتا ہے اور اپنی یقینی ثواب کو لوگون پر وہمی توقع کے عوض ضائع کیے دیتا ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو شخص عبادت سے قصد ریا رکھتا ہے وہ عقلا اور نقلا خدا کے غضب مین ہے یہ اوس صورت کا بیان ہے کہ جس مین عبادت سے مراد ریاکار کی ثواب نہوا الا جس صورت مین کہ ثواب اور مدح دونون مراد ہون مثلا نماز اور روزہ سے غرض حصول ثواب آخرت اور لوگون کی ثنا دونون ہون تو یہ وہ شرک ہی جو اخلاص کے مقابل ہے اور اسکا حکم باب اخلاص مین آوے گا یہان اسقدر کافی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب اور عبادہ بن الصامت رضہ کے قول کے موجب ایسی عبادت مین بھی مطلقا ثواب نہین ہوتا.

**تیسرا بیان** ریا کے درجات مین ۔ جاننا چاہیے کہ ریا کی بعض صورتین بعض سے شدید اور غلیظ تر ہین اور ریا کا اختلاف اوسکے ارکان کے اختلاف پر منحصر ہے اور اوسکے ارکان تین ہین اول خود قصد ریا دوم جسکے

ریا ہوتا ہے سوم جسکے واسطے کرتا ہے پھر قصد ریا دو حال سے خالی نہین یا اوس مین ارادہ عبادت اور ثواب کا بھی ہے یا نہین اور اگر ارادۂ ثواب ہے تو قصد ریا کے برابر ہے یا اوس سے زیادہ یا کم پس بلحاظ رکن اول یعنی قصد ریا کے ریا کی چار صورتین ہین صورت اول جو سب مین سخت ہے یہ ہے کہ ارادہ ثواب مطلقا نہو مثلا ایک شخص لوگون کے سامنے نماز پڑھتا ہے اگر تنہا ہو تو نہین پڑھتا بلکہ بعض اوقات بے وضو بھی لوگون کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کا قصد صرف ریا ہی ریا ہے اسلیے خدا کے نزدیک مغضوب ہے اسی طرح اگر کوئی زکوۃ لوگون کی عزت کے خوف سے دیوے اور نیت ثواب نہو اور اگر تنہا ہو تو نہ ادا کرے اوسکا بھی یہی حال ہے یہ صورت بہت ہی دوسری صورت یہ ہے کہ ارادۂ ثواب تو ہو مگر ارادہ ضعیف ہو کہ اگر خلوت مین ہوتا تو یہ قصد ثواب اتنا نہ تھا کہ اوسکے باعث وہ عمل ضرور کرتا لیکن اگر قصد ثواب مثلا نہوتا تو قصد ریا ایسا قوی تھا کہ اوسکے سبب سے عمل ضرور کرتا تو ایسا شخص بھی پہلی صورت کے قریب قریب ہے اسلیے کہ گو اسکو قصد ثواب ہے الا ایسا تو نہین کہ اوسکے سبب سے عمل کر سکے تو ایسا قصد ہوا نہ ہوا برابر ہے غرض یہ شخص بھی غضب الہی اور گناہ سے خالی نہین تیسری صورت یہ ہے کہ قصد ثواب اور قصد ریا دونون مساوی ہون مثلا اگر دونون قصد جمع ہوتے ہین تو عمل کرتا ہے اور اگر ایک قصد ہو اور ریا نہو تو عمل کی رغبت نہین کرتا یا مثلا اوسقدر قصد اگر اکیلا ہی آیمین ہوتا تو باعث عمل نہ تھا گو کوئی سا ہوتا تو اس شخص کا حال یہ ہے کہ جتنا اسنے بگاڑا اوتنا ہی سنوارا توقع یہ ہے کہ نہ ثواب ہو نہ عذاب یا ثواب اوسی قدر ہو جسقدر عذاب ہو اور ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص بھی نہین بچے گا چنانچہ اسکو ہم نے باب اخلاص مین لکھا ہے چوتھی صورت یہ کہ قصد ریا ضعیف ہو اور قصد ثواب قوی یعنے لوگون کے مطلع ہو اسکو نشاط اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تنہائی مین بھی عبادت کا تارک نہین ہوتا اور اگر صرف قصد اکیلا ہوتا تو اوس عمل کا مرتکب نہوتا تو ایسے شخص کا حال ہمارے گمان مین یہ ہے کہ اصل ثواب باطل اوسمین سے کچھہ ناقص ہو جاوے گا یا ریا کی مقدار کے موجب عذاب ہو گا اور بقدر ثواب کے قصد کے پاوے گا آگے خدا جانے اور یہ جو حدیث شریف مین ارشاد خداوندی وارد ہے انا اغنی الاغنیاء عن الشرک اس سے مراد وہ صورت ہے کہ قصد ریا و ثواب دونون مساوی ہون یا قصد ریا غالب ہو رکن ریا کا وہ شیا ہین جنسے ریا ہوتا ہے اور وہ طاعات و عبادات ہین اور اس رکن کے لحاظ سے ریا مین ایک اصول عبادات سے ریا کرنا اور ایک اوصاف عبادات سے ریا کرنا قسم اول انمین سے بہت بری ہے اور اوسکے تین درجے ہین درجہ اول یہ ہے کہ اصل ایمان ہی سے ریا منظور ہو اور یہ صورت بری ہے اور ایسا ریا والا ہمیشہ دوزخ مین رہے گا اور وہ وہ شخص ہے کہ ظاہر مین کلمۂ شہادت اوسکی تکذیب بھری ہے الا ریا کی جہت سے ظاہر کا مسلمان بنتا ہے ایسے لوگون کا حال

بن بن
جو بڑے ہو گئے ہون
سے زیادہ
سے بڑا ہو گیا ہو
تم کرے
جو گذرے

چند جا کلام مجید مین ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ ایک جگہہ ارشاد ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ یعنی انکا قول انکے باطن کے موافق نہین اور ایک جگہہ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور ایک جا فرمایا وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ اور فرمایا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ اسی طرح انکی شان مین بہت سی آیتین ہین اور نفاق شروع اسلام مین بہت تھا کہ اوسوقت بعض لوگ کسی غرض کے لیے ظاہر کے مسلمان بنجاتے تھے اور فی زمانا یہ بات تو کم ہے مگر اس طرح کے نفاق اب بھی بہت ہین کہ مثلا بعض لوگ ملحدون کے قول پر عمل کر کے دوزخ اور جنت اور قیامت کا باطن مین انکار کرتے ہین یا شریعت و احکام شریعت کو رندون کے قول کے بموجب بالاے طاق سمجھتے ہین یا کسی و کفر و بدعت کے معتقد ہوتے ہین حالانکہ ظاہر مین اوسکے خلاف بیان کرتے ہین تو اس قسم کے لوگ منافق ریا کار ہین یہ لوگ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور اس ریا سے بڑھکر اور کوئی ریا نہین یہ لوگ کھلے کافرون سے بھی بڑھے ہوے ہین کیونکہ کافر ظاہر کے مخالف اور باطن کے کافر ہین یہ لوگ ظاہر کے موافق اور بغل کا گھونسا ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ اصل دین کی تصدیق ہے مگر اصول عبادات سے ریا منظور ہے یہ درجہ بھی خدا کی نزدیک بہت برا ہی گو پہلے درجہ کی نسبت بہت کم ہے اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا مال دوسرے کے قبضے مین ہے اوسکو کہے کہ میرے مال کی زکوۃ دیدو اس خوف سے کہ کہین وہ شخص مجکو برا نہ کہے اور خدا کو معلوم ہے کہ اگر یہ مال اسی شخص کے قبضے مین ہوتا تو ہرگز زکوۃ نہ نکالتا یا یہ شخص لوگون مین موجود ہے اور وقت نماز آگیا تو نماز پڑھلی حالانکہ عادت یہ ہے کہ خلوت مین نماز نہین پڑھتا یا رمضان مین روزہ رکھا مگر لوگون سے علحدگی چاہتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا پڑے یا جمعہ کے لیے حاضر ہوتا ہے لیکن اگر خوف لوگون کے برا کہنے کا نہو تو کبھی نہ آوے یا صلۂ رحم یا والدین سے سلوک یا جہاد یا حج صرف لوگون کے ڈر کے مارے کرتا ہے اپنی رغبت سے نہین کرتا تو اس طرح کے ریا کار کے ساتھ اصل ایمان قائم ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کو معبود نہین جانتا اور اگر کوئی اوس سے غیر اللہ کی عبادت یا سجدہ کو کہے تو نکرے گا لیکن سستی کے سبب عبادت چھوڑتا ہے اور لوگون کے سامنے بجالانے سے خوش ہوتا ہی تو لوگون کے نزدیک اپنی منزلت ہونی اوسکو خدا کے نزدیک منزلت ہونے سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور خلق کی برا کہنے کا خوف خدا تعالے کے عذاب کے ڈر سے اوسکے نزدیک زیادہ ہے لوگون کی تعریف کی رغبت بہ نسبت ثواب الٰہی کی رغبت کے زیادہ سمجھتا ہے تو اس طرح کا اعتقاد نہایت جہل ہے اور ایسا شخص گو اصل ایمان کا معتقد ہے

مگر خدا کے غضب مین مبتلا ہونے کے لائق ترہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ نہ ایمان سے ریا کرے نہ فرائض سے بلکہ نوافل و مستحبات سے ریا کرے جنکے چھوڑنے سے گناہگار نہین ہوتا لیکن اگر تنہا ہو تو اون اشیا کے ثواب کی رغبت نکرے اور کسل طبیعت کو ثواب پر ترجیح دے مگر ریا کے مارے اونکو بجالاتا ہے مثلاً نماز جماعت مین شریک ہونا اور بیمار کی عیادت کرنی اور جنازہ کا شریک ہونا اور مردے کا غسل دینا اور رات کو تہجد پڑھنا اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنا یا دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ رکھنا یہ سب باتین ریاکار لوگون کی مذمت کے خوف سے اور اونکے اچھا کہنے کی غرض سے کیا کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ اگر اکیلا ہوتا ہے تو فرائض سے زیادہ کچھ نکرتا تو ہر چند اس درجے والا بھی برا ہے مگر پہلے کی نسبت کم ہے کیونکہ پہلے شخص نے خلق کی حمد کو خدائے تعالے کی حمد پر ترجیح دی اس بات مین تو یہ شخص بھی شریک ہے لیکن پہلے نے دوسری بات یہ کی کہ خلق کی مذمت سے اپنے آپکو بچایا خدائے تعالے کی مذمت سے نہ بچایا تو گویا خلق کی مذمت اوسکے نزدیک خدائے تعالے کے عذاب سے بڑھکر ہے اور چونکہ دوسرے شخص کو بباعث نفل ہونے عمل کے چھوڑنے پر عذاب کا خوف نتھا اسلیے اس بات مین پہلے کا شریک نہین اسی بنا پر اسکا عذاب بھی پہلے کی نسبت آدھا ہونا چاہیے یہانتک حال ریا کا اصول عبادات سے تھا

**قسم دوم** اوصاف عبادات سے ریا کرنے کی ہے اوسکے بھی تین درجے ہین **پہلا درجہ** تو یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے نقصان عبادت ہو مثلاً کوئی شخص قصد کرے کہ نماز جلد ادا کرونگا اور اس غرض سے رکوع اور سجدہ اور قرارت و قیام مین تخفیف کرے مگر جب لوگ دیکھتے ہون تو رکوع و سجدہ اچھی طرح کرے اور دونون سجدون مین بھی اچھی طرح بیٹھے اور التفات بھی موقوف کرے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے رب کی حقارت کرتا ہے یعنے خلوت مین خدا کے مطلع ہونیکی کچھ پروا نہین کرتا جب آدمی اوسپر مطلع ہوتے ہین تو نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے چارزانو یا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اتنے مین اوس دوسرے کا غلام آگیا تو یہ شخص تکیہ پر سے سیدھا ہو گیا ہے یا درستی سے بیٹھ گیا تو اسکی یہ حرکت اسبات پر دلالت کرتی ہی کہ اسنے آقا پر غلام کو ترجیح دی اور آقا کی حقارت کی اسی طرح جو شخص زکوۃ مین خراب اور کھوٹا مال یا جنس دینی کا عادی ہے مگر لوگ دیکھتے ہون تو اچھا مال نکالتا ہے کہ کوئی برا نہ کہے یا روزہ دار مذمت کی ڈر سے روزے مین غیبت اور فحش سے باز رہتا ہے تو اس طرح کا ریا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین ترجیح مخلوق کی خالق پر پائی جاتی ہے مگر جیسا ریا اصول عبادت سے برا تھا ویسی برائی اسمین نہین۔ اگر ریا کار یہ عذر کرے کہ مین ریا اس جہت سے کرتا ہون کہ لوگون کی زبان غیبت پر نہ کھلے کیونکہ وہ مجھکو جب دیکھین گے کہ رکوع اور سجدہ بہت جلد کرتا ہے

اور ادھر ادھر ملتفت ہے تو ضرور برائی اور غیبت کرینگے پس اونکو گناہ غیبت سے بچانے کے لیے مین اونکے سامنے آہستہ اور رقت کے ساتھ پڑھتا ہون تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ یہ عذر تیرا شیطان کا فریب ہے واقع مین یون نہین ہے اسلیے کہ نماز ادا کرنی اپنے آقا کی خدمتگزاری سے اگر اسمین قصور کریگا تو یہ نقصان غیبت کے نقصان سے بڑھکر ہے پس اگر تجکو باعث دینداری ہی ہوتی تو چاہیے تھا کہ اول اپنے نفس کا خوف زیادہ ہوتا اور اب تو تیری وہ مثل ہوئی کہ کوئی شخص ایک پادشاہ کے پاس لونڈی پیشکش کرنی چاہی تا کہ اوسکے عوض مین انعام کا مستحق ہو یا کوئی جاگیر ملجاوے مگر لونڈی اندھی بدصورت لنجی تجویز کرے اور اسپر طرہ یہ کہ اگر پادشاہ اکیلا ہو تب تو ان عیبون کی کچھ پروا نکرے اور اگر اوسکے پاس اوسکا کوئی غلام وغیرہ موجود ہو تو اوس غلام کی مذمت کے خوف سے پیش نکرے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ جس شخص کو غلام کا اتنا پاس ہو وہ پادشاہ کا زیادہ تر پاس کرے۔ ہان غایت مافی الباب ریاکار کی دو حالتین ہو سکتی ہین اول تو یہ کہ ریا سے صرف منزلت اور تعریف کا خواہان ہو یہ تو قطعاً حرام ہے دوم یہ کہ یون کہے کہ اگر مین رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرتا ہون تو اخلاص کے ساتھ نہین ہوتا اور اگر اون مین تخفیف کرتا ہون تو خدا کے نزدیک نماز ناقص ہوتی ہے اور آدمی برائی اور غیبت سے ایذا دیتے ہین تو اچھی صورت بنانے سے مجھے توقع ثواب تو نہین الا لوگون کی مذمت سے نجات ہو جاتی ہے تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ نماز مین بھی نقصان ہو اور برائی بھی پلے بندھے تو اس مین بھی گو نہ تامل ہے الاصوب یہی ہے کہ اس صورت مین درستی افعال کے ساتھ اخلاص کرے اور اگر اوسکو اخلاص نہو تو چاہیے کہ تنہائی مین اسکی عادت ڈالے یہ نہین چاہیے کہ برائی دور کرنے کے لیے خدا کی طاعت مین ریا بجالاوے کیونکہ اسمین حسب مذکورہ بالا ٹھٹھول پایا جاتا ہے درجہ دوم یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے عبادت مین نقصان نہوتا ہو مگر اوسکے کرنے سے عبادت کا کمال اور پورا ہونا متصور ہو جیسے رکوع و سجدہ و قیام کو دراز کرنا اور ہاتھ اوٹھاتے وقت اچھی ہیئت بنانی اور تکبیر اولے کے لیے سبقت کرنی اور قومہ کو خوب ادا کرنا اور سورت معتاد سے زیادہ پڑھنا یا رمضان کے روزہ مین زیادہ خلوت مین بیٹھنا اور بکثرت سے سکوت اختیار کرنا یا زکوۃ دینے مین سب سے بہتر مال چھانٹنا یا کفارہ مین بڑی قیمت کا بردہ آزاد کرنا وغیرہ باتین کہ اگر تنہا ہوتا تو ایسا نکرتا **تیسرا** درجہ یہ کہ ریا ایسے افعال مین کرے کہ نوافل سے بھی خارج ہون مثلاً جمعہ مین سب سے پہلے آنا اور اول صف کا قصد کرنا اور امام کے دہنی طرف بیٹھنا وغیرہ امور کہ جنکی تنہائی مین پروا نکرتا پس یہ سب اقسام ریا کے بلحاظ رکن دوم کے ہین ان مین سے بعض صورتین بہ نسبت بعض کے زیادہ بُری ہین اور بُری سب کی سب ہین ٭

**تیسرا رکن** ریا کا جسکے واسطے ریا ہوتا ہے کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوتا ہے خواہ

مال کی جہت سے خواہ جاہ کے لیے یا کسی اور غرض کے واسطے ریا کرتا ہے اور اوسکے تین درجے
درجہ جو سب مین غلیظ اور بڑا ہے یہ ہے کہ ریا سے غرض کسی معصیت پر قابو پانا منظور ہو مثلاً کوئی شخص
اپنی تقوے اور ورع اور کثرت نوافل اور مال مشتبہ کے نہ کھانے سے ریا اسواسطے کرے کہ لوگون مین امین
ہو کر اوقاف یا اداے وصیت یا یتیمون کے مال یا زکوۃ و صدقہ کی تقسیم پر مامور ہو جاوے تو جس شے پر قابو
اوسی کو رکھ چھوڑے یا کوئی کچھ امانت رکھدے تو اوسکو ہضم کر بیٹھے یا حج کے راستے مین جو مال تقسیم ہو
وہ حوالہ ہو جاوے تو اوسکو کل خواہ جزو دبا اوڑالے خواہ اوسکے ذریعہ سے اپنے مطالب فاسدہ پورے کرے
جیسے بعض آدمی صوفیون کا لباس پہنتے ہین اور ظاہر مین بہت گریہ مسکین بنے رہتے ہین اور کلام خالی
نصیحت و حکمت سے نہین کرتے الا مقصود اونکا یہ ہوتا ہے کہ کوئی عورت یا لڑکا ہمپر فریفتہ ہو
بدکاری کرین اور بعض اوقات علم اور وعظ و قرآن کی مجالس مین آتے ہین اور ظاہر مین بڑے راغب ان چیزون
معلوم ہوتے ہین مگر اصل غرض اونکی عورتون اور لڑکون کا دیکھنا ہوتا ہے یا حج کو جاتے ہین مگر مقصود یہ
کہ قافلہ مین کوئی عورت یا لڑکا ملجاوے تو اسطرح کے ریا کار بہت ہی برے اسلیے کہ انھون نے خدا کی طاعت کو
وسیلہ معصیت کا بنایا اور اوسکی عبادت کو اپنا آلہ و بضاعت فسق قرار دیا۔ اوسی فرقہ کے قریب وہ
جو کسی گناہ کے مرتکب ہوئے اور اوس مین تہمت اونکی اوڑ گئی تو باوجودے کہ وہ گناہ پر مصر ہین مگر چاہتے ہین
وہ تہمت اپنے اوپر سے دور ہو جاوے مثلاً کسی شخص نے کسی کی امانت لیکر انکار کر دیا اور لوگون مین شہرہ
متہم ہو گیا کہ یہ شخص امانت سے منکر ہو گیا تو وہ اس کلنک کے دور کرنے کے لیے مال خیرات کرتا ہے تاکہ
یہ خیال کرین کہ جب یہ اپنا مال دیے دیتا ہے تو دوسرے کا کسطرح رکھ لیا ہوگا اسی طرح اگر کوئی ناروا
مین متہم ہو جاوے تو اس تہمت کو مسکنت اور تقوے کے اظہار سے دور کرنا چاہتا ہے پس یہ لوگ بھی پہلے
فرقہ کے مانند ہین گو اون سے کچھ کم ہین ۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے مقصود دنیا کے لذات مین سے کوئی
شے مباح ہو مثلاً کچھ مال کا ملنا خواہ کسی عورت خوبصورت یا شریف کا نکاح مین آجانا وغیرہ جیسے بعض
اشخاص اپنا غم اور گریہ ظاہر کرتے ہین اور وعظ و نصیحت مین مشغول رہتے ہین اسلیے کہ کوئی کچھ
مال دیوے یا عورتون کو رغبت ہم سے نکاح کی ہو تو پھر کسی معین عورت سے نکاح کرلین یا کوئی
نکاح مین آجاوے ۔ یا جیسے کوئی اسبات کا خواہان ہو کہ کسی عالم و عابد کی لڑکی سے نکاح کرے تو او
علم اور عبادت ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی لڑکی بیاہ دے تو اسطرح کی صورتین بھی ممنوع ہین اسلیے کہ
کی طاعت سے لذائذ دنیاوی کا خواہان ہوتا ہے مگر یہ درجہ اول کی نسبت کم ہے اسلیے کہ اسمین جسکا
طالب ہے وہ مباح تو ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے نہ کوئی معصیت مقصود ہے نہ مال کا لینا اور

غرض ہے لیکن اظہار عبادت اسلیے ہے کہ کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ نجانے کہ یہ شخص بھی مثل عوام کے ہے بلکہ خاص لوگون اور زاہدون مین تصور کیا جاوے مثلاً کوئی شخص تیز چلتا ہے اور جب آدمی اوسکو دیکھتے ہین تو رفتار کو خوبی کے ساتھ کر لیتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ اہل وقار سے نہین کچھ ایسا ہی ویسا ہے اسیطرح اگر کسیکو ہنسی آجاتی ہے یا دوسرے سے ہنسی کر بیٹھتا ہے پھر یہ خوف ہوتا ہے کہ کہین لوگ مجکو حقیر نجانین تو اس لیے پیچھے لنبی لنبی سانس لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور غم ظاہر کر کے کہتا ہے کہ آدمی کتنا غافل ہے اور خدا کو خوب معلوم ہے کہ اگر یہ شخص تنہا ہوتا تو اس بات کو برا نہ سمجھتا صرف لوگون مین توقیر بنی رہنے کے لیے حقارت کی ڈر سے ایسا کہتا ہے یا جیسے کوئی شخص اور لوگون کو تراویح یا تہجد پڑھتے یا دوشنبہ پنجشنبہ کا روزہ رکھتے یا صدقہ دیتے دیکھتا ہے تو آپ بھی اونکا ساتھ دیتا ہے تاکہ لوگ کاہل اور عامی نہ کہین اور اگر اکیلا ہوتا تو ان باتون مین سے کچھ بھی نکرتا۔ یا مثلاً کوئی عرفہ کے روز یا عاشورہ کو یا حرام مہینون مین پیاسا ہو تو پانی نہین پیتا اس خوف سے کہ کہین لوگ یہ نہ سمجھین کہ یہ روزہ دار نہین جب لوگونکو گمان اوسکے روزہ کا ہوتا ہے تو اسی جہت سے کھانا بھی نہین کھاتا یا کوئی اگر تواضع کھانے کی ان ایام مین کرے تو نہین کھاتا تاکہ لوگ جانین کہ روزہ دار ہے مگر زبان سے صریح نہین کہتا کہ میرا روزہ نہین بلکہ یون کہتا ہے کہ مجھے کچھ عذر ہے اور اس قول مین دو خباثت جمع ہین ایک تو اسبات کا اظہار کہ روزہ دار ہے دوسرے یہ کہ مین مخلص ہون ریاکار نہین اور مجکو اسبات سے احتراز ہے کہ اپنی عبادت لوگون سے بیان کرون کیونکہ منشا اس قول کا یہی ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہین کہ اپنی عبادتون کو مخفی رکھتا ہے پھر بحالت اضطرار نوبت پانی پینے کی پوہنچے تو پھر خواہ نخواہ کوئی عذر صراحۃً یا کنایۃً پیش کرتا ہے مثلاً کوئی ایسا مرض اپنے آپ کو بتانا جس مین پیاس بہت لگتی ہے اور مانع صوم ہے یا یہ کہنا کہ مین نے فلان شخص کی خاطر سے روزہ افطار کر دیا اور یہ عذر پانی پینے کے ساتھ ہی نہین بیان کرتا کہ شاید لوگ سمجھ جاوین کہ فقط ریا کی جہت سے عذر کرتا ہے بلکہ کچھ دم لے کر اور باتون مین یہ عذر بھی سنا دیتا ہے مثلاً تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ فلان شخص بڑا رفیق دوست ہے اوسکی کمال رغبت اسمین ہے کہ کوئی اوسکا کھانا کھاوے چنانچہ آج مجھسے بھی اصرار کیا اور مجھے اوسکی خاطر داری سے کھانا ہی پڑا یا یون کہے کہ میری والدہ ماجدہ نہایت ضعیف القلب ہین وہ نہین یہی خوف رہتا ہے کہ اگر مین ایک روز بھی روزہ رکھون گا تو بیمار پڑ جاؤن گا اسی لیے مجھے روزہ نہین رکھنے دیتین بس اس طرح کی باتین ریا کی علامتین ہین اسطرح کے مذکور جبھی زبان پر آتے ہین جب رگ ریا اندر مستحکم ہوتی ہے اور مخلص آدمی کو اسکی پروا نہین ہوتی کہ لوگ میری طرف کس طرح دیکھتے ہین اگر اوسکا دل روزہ پر راغب نہین اور خدا تعالے کو بھی اوسکا یہ حال معلوم ہے تو وہ یہ نہین چاہتا کہ جو علم خدا کو ہی اوسکے خلاف بندون کو ہو کر فریب ہی سے ہو اور اگر اوسکو رغبت روزہ کی ہے تو صرف خدا کا علم اپنے روزہ دار

ہونے پر کافی جانتا ہے اور اوسی پر قناعت کرکے دوسرون کو اوسمین شریک نہین کرتا اور کبھی عابد کے دل مین یہ خطرہ گذرتا ہے کہ اگر اس عبادت کو ظاہر کرون گا تو لوگ میرا اقتدا کرینگے اور اسکی طرف راغب ہونگے مگر اس مین شیطان کا فریب ہے چنانچہ اسکا بیان مع شروط آگے آوے گا یہ ہے بیان درجات ریا اور ریاکارون کا اور سب قسم کے ریاکار غضب الٰہی مین داخل ہین۔ اور ریا بڑے سخت مہلکات مین سے ہے اور وجہ اسکی زیادہ سخت ہونے کی ایک یہ بھی ہے کہ اسمین ایسی آمیزشین ہین کہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ترین چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہوا ہے اسی جہت سے بڑے بڑے عالم اسمین لغزش کھاجاتے ہین جو لوگ نفس کی آفتون اور دل کے مہلکات سے ناواقف ہین اون کا تو کچھ ذکر ہی نہین

**چوتھا بیان** اوس ریاے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔ واضح ہو کہ ریا کی دو قسمین ہین ایک جلی اور ایک خفی ریاے جلی وہ ہے کہ جو آدمی کو باعث عمل کا ہو گو قصد ثواب نہو ایسا ریا سب اقسام سے کھلا زیادہ ہے یعنے یہ جلد سمجھ مین آجاتا ہے ریاکار بھی جان لیتا ہے کہ مین نے ریا کیا اور اس سے ذرا پوشیدہ وہ ریا ہے کہ اگر صرف وہی ریا ہو تو موجب عمل نہو لیکن جس عمل کو کہ بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کی عادت روزمرہ تہجد پڑھنے کی ہے مگر کچھ گرانی اور کسل کے ساتھ ادا کرتا ہے لیکن اگر گھر مین کوئی مہمان ہو تو واسطے تہجد سے خوش ہوا اور پڑھنا آسان گذرے اور یہ جانے اگر توقع ثواب کی نہوتی تو صرف اس مہمان کے دکھلانے کو نہ پڑھتا تو یہ قسم بہ نسبت سابق کے خفی ہے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ نہ موجب عمل ہو نہ عمل کو آسان کرے اور باوجود اسکے دل کے اندر چھپا ہوا ہو اور چونکہ عمل مین اسکا کوئی اثر نہین اسلیے اسکا پہچاننا بھی بجز علامتون کے ممکن نہین اور سب سے کھلی پہچان اس قسم کی یہ ہے کہ اپنے عمل پر آدمیون کے مطلع ہونے سے خوش ہو مثلاً بہت عابد ایسے ہین کہ عمل مین اخلاص کرتے ہین اور ریا کے معتقد نہین بلکہ اوسکو برا جانتے ہین اور اوس سے محترز ہوتے ہین اور اسیطرح طاعت بجالاتے ہین لیکن جب اون عمل پر لوگ مطلع ہوتے ہین تو اونکو سرور اور راحت معلوم ہوتی ہے اور محنت عبادت دل پر سے بوجھ سا اوتر جاتا ہے تو یہ سرور ریاے خفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کہ یہ سرور مترشح ہوا ہے اسلیے کہ اگر دل کا التفات لوگون کی طرف نہوتا تو اونکے مطلع ہونے سے سرور ہرگز نہ آتا تو معلوم ہوا کہ جیسے آگ پتھر مین پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح یہ ریا بھی دل مین پوشیدہ تھا کہ لوگون کی اطلاع بمنزلہ چقماق ہوگئی اور اوسمین سے اثر فرحت و سرور کا ظاہر کردیا۔ پھر اس اطلاع کے باعث جو سرور ہوا اگر اوسکی لذت عابد کو معلوم ہوئی اور اوسکا تدارک نفرت سے نکیا تو یہی سرور ریا کی رگ مخفی کے لیے قوت اور غذا ہوتی یہانتک کہ وہ رگ خفیہ نفس پر حرکت کرنے لگتی اور خفیہ تقاضا کرتی ہے کہ کسی طرح کوئی سبب ایسا ہو جاوے کہ

اور کنایہ سے لوگونکو اطلاع ہوجاوے اگرچہ تصریح کے ساتھ اطلاع کی طالب نہین ہوتی اور بعض اوقات ایسی خفیہ ہوتی ہین کہ تعریض اور تصریح کلام سے دونون سے متقاضی نہین ہوتی بلکہ عادات و شمائل سے اطلاع کی خواہان ہوتی ہے مثلاً اظہار لاغری اور زردی رنگ اور پستی آواز اور خشکی لب اور تھوک اور آثار آنسو اور غلبہ خواب کہ جنسے تہجد گزاری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ جس مین نہ خواہش اطلاع ہو نہ ظہور طاعت پر سرور مگر باوجود اسکے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ جب لوگون کی نظر پڑے تو وہ اول سلام کرین اور کشادہ پیشانی اور توقیر پیش آوین اور ثناخوان رہین اور ہمارا کام کرنے مین خوش ہون اور معاملات بیع و شرا مین ہمارے ساتھ رعایت کرین اور مجلس مین ہمکو عمدہ جگہہ دین پس اگر ان امور مین کسی سے کوتاہی ہوجاوے تو دل پر شاق گذرے اور نفس کو نہایت بعید معلوم ہو کہ ایسا کیون ہوا تو اس صورت مین گویا اونکا نفس اپنی حرمت و تعظیم اوسی طاعت پر جبر چاہتا ہے جسکو خفیہ ادا کیا اور اطلاع نہین کی اور اگر پہلے اوس طاعت کو نکیا ہوتا تو پھر لوگون کا اپنے حق مین کوتاہی کرنا بعید نہ معلوم ہوتا غرض چونکہ اس طرح کی عبادت مین صرف خدا کے علم پر قناعت نہین پائی گئی اسلیے اس مین ایک لگاو ریا خفی کا رہا جو چونٹی کی چال سے بھی مخفی تر ہے اور عجب نہین کہ ثواب کو حبط کرے اور اس سے بجز صدیقین کے اور کوئی نہین بچتا اور ثواب کے باطل ہونے کی سند یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خداے تعالے قاریون سے ارشاد فرماوے گا کہ کیا تمھارے واسطے لوگ نرخ ارزان نہین کرتے تھے کیا تمکو پہلے سلام نہین کرتے تھے کیا تمھاری حاجتین پوری نہین کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ لا اجر لکم قد استوفیتم اجورکم اور عبداللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک سیاح درویش نے اپنے یارون سے کہا کہ بھائیو ہم نے سرکشی کی خوف کے مارے اپنا مال اور زن و فرزند تو چھوڑ دیا مگر ہمکو یہ خوف ہے کہ جسقدر مالدارونکو مال سے طغیان ہوتا ہے کہین اوس سے زیادہ ہمکو دین سے نہو جاوے دیکھو ہم مین سے اگر کوئی کسی سے ملتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ دینداری کے باعث ہماری تعظیم کرے اور اگر کچھ کام کو کہین تو ہماری دینداری کے سبب اوسکو لازم ہے کہ تعمیل کرے اور اگر کوئی چیز خریدا چاہتا ہے تو یہ اچھا جانتا ہے کہ ہماری دینداری کی جہت سے نرخ مین ارزان ملے یہ حال وہان کے بادشاہ کو معلوم ہوا تو اپنے لشکر کو لیکر درویش کی زیارت کو چلا تمام جنگل اور پہاڑ آدمیون سے بھر گیا درویش نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے لوگون نے کہا کہ بادشاہ وقت آپ کی ملازمت کو آیا ہے درویش نے خادم سے کہا کہ کھانا لاؤ وہ ساگ اور زیتون کا تیل اور خرما کے شگوفے لے آیا درویش نے اپنے کلے خوب بھر بھر کر بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے اتنے مین بادشاہ نے آکر لوگون سے پوچھا کہ تمھارا مرشد کہان ہے اونھون نے درویش کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ہے بادشاہ نے

پوچھا کہ تم کیسے ہو اوسنے جواب دیا کہ جیسے اور لوگ ہین اور ایک روایت مین ہے کہ اوسنے جواب مین کہا کہ خیریت سے ہون بادشاہ نے کہا کہ اس شخص مین کچھہ خیر و برکت نہین اور یہ کہکر لوٹ گیا درویش نے کہا کہ الحمد للہ کہ تو مجکو برا کہتا پھر ا- مخلص لوگ ہمیشہ ریائے خفی سے ڈرتے رہتے ہین اور اسکے واسطے بڑی بڑی کوششین کیجے تاکہ اور لوگون کو دھوکا دیکر اپنے اعمال صالحہ سے ٹالدیتے ہین اور جسقدر کہ لوگ اپنی برائیان چھپانے کے حریص ہوتے ہین اوس سے زیادہ وہ لوگ اپنے اعمال صالحہ کی پوشیدگی مین حریص ہوتے ہین اور یہ سب اسی توقع پر کرتے ہین کہ اونکے اعمال صالحہ اخلاص کے ساتھ رہین اور قیامت کو خداے تعالے اس اخلاص کے عوض سب مجمع کے سامنے اونکو ثواب عنایت فرماوے کیونکہ اونکو یقین ہے کہ خداے تعالے قیامت مین اعمال خالص قبول فرماوے گا- اور یہ لوگ اوس روز شدت سے محتاج اور بھوکے ہونگے اور اوس روز مال اور اولاد اور ماں باپ بھائی کوئی کام نہ آوے گا صدیقین کو اپنی ہی پڑی ہوگی نفسی نفسی کہہ رہے ہونگے دوسرون کو کون پوچھتا ہے اور اس باب مین اونکی مثال ایسی ہے جیسے حج کرنے والے جب مکہ معظمہ کو جاتے ہین تو اپنے ساتھ کھرا اسکہ مغربی لے لیتے ہین کیونکہ وہان کے لوگون مین کھوٹا مال رائج نہین اور ضروریات کی حاجت ہر جگہہ ہوتی ہے اپنا وطن نہین نہ کوئی دوست آشنا کہ جسکے پاس پناہ لین بجز اسکے کہ اپنے پاس زر خالص ہو اور کوئی صورت دفع احتیاج کی نہین ہوتی یہی معاملہ اہل دل کو قیامت مین پیش آوے گا انکا توشہ جو اوس دن کام آوے گا تقوے اور اخلاص ہے - غرض کہ ریائے خفی کے شوائب بے حد و شمار ہین جبتک آدمی اپنے دل مین انسان اور حیوان کے مطلع ہونے مین عبادات پر فرق سمجھے گا تب تک اوس مین ایک شاخ ریا کی موجود ہے کیونکہ جب آدمی نے بہائم سے قطع طمع کیا تو پھر اسکی پروا نہین کرتا کہ وہ موجود ہین یا غائب اسکے حال سے واقف ہین یا ناواقف پس اگر عمل مین مخلص ہوگا تو خدا کے علم پر قانع ہوکر بندون مین سے عقلا کو بھی حقیر جانے گا اور اونکی کچھہ پروا نکرے گا جیسا بچون اور دیوانون کی پروا نہین کرتا اور یہ تصور کرے گا کہ میرا رزق اور موت اور ثواب کا بڑھانا اور عذاب کا کم کرنا کچھہ بندون کے اختیار مین نہین جیسے کہ بہائم اور بچے اور دیوانے ان اشیا پر اختیار نہین رکھتے ویسے ہی عاقل شخص بھی ہین اگر یون نہ سمجھے گا تو آمیزش ریائے خفی سے خالی نہوگا مگر یہ بات نہین کہ ہر طرح کی آمیزش سے ثواب باطل ہوتا ہو اور عمل بیکار جاتا ہو بلکہ اوسمین تفصیل ہے - اب اگر کوئی یون پوچھے کہ ہم تو کسی کو نہین دیکھتے کہ اپنی طاعات کی اطلاع سے خوش نہوتا ہو تو سرور کسی طرح کا ہو سب مذموم ہے یا کچھہ اچھا ہے اور کچھہ برا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سرور سب قسم کا برا نہین ہے بلکہ اوسکی پانچ قسمین ہین چار قسمین تو اچھی ہین اور ایک بری اچھی چار صورتین یہ ہین اول یہ کہ عابد کو منظور تھا کہ طاعت مخفی اور با اخلاص رہے مگر جب خلق کو

اوسپر اطلاع ہوگئی تو اس نے یہ جانا کہ خداوند کریم نے لوگون پر ظاہر کردیا اور میرے احوال مین سے جو بات عمدہ تھی اوسکی اطلاع فرمادی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ خداوند کریم کو میرے حال پر نظر الطاف اور حسن سلوک منظور ہے کہ گناہون کو چھپاتا ہے اور طاعت کو اظہار فرماتا ہے اور مین اسکے درپے تھا کہ طاعت و گناہ دونون چھپے رہین پس اس سے بڑھ کر لطف کونسا لطف ہوگا کہ برائی کی پردہ پوشی کی اور اچھی بات کو ظاہر کردیا تو اس اعتبار سے کہ خداتعالے نے فضل و رحمت کی نظر سے دیکھا عابد کو سرور ہوا نہ اس جہت سے کہ لوگون نے تعریف کی اور اونکے دلون مین جگہہ ہوگئی اور سطرح کا سرور اچھا ہے جیسا کہ خداے تعالے فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا تو گویا اس سرور کی وجہ یہ ہوئی کہ عابد پر یہ ظاہر ہوا کہ مین خدا کے نزدیک مقبول ہون دوسری صورت یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ جیسا خداے تعالے نے دنیا مین میرے گناہ چھپائے اور نیکی ظاہر کی اسیطرح قیامت مین بھی کریگا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے مَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ ذَنْبًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهٗ عَلَيْهِ فِي الْآخِرَةِ تو یہ سرور اسوجہ سے ہوا کہ زمانہ آئندہ مین مقبول متصور ہونگا تیسری صورت یہ ہے کہ اس طاعت کے ظاہر ہونے سے یہ گمان کرے کہ لوگ اس باب مین میری اقتدا کرینگے اور اسی طرح کی طاعت بجالاوینگے تو مجکو اوسکا ثواب بڑھتا جاوے گا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص کوئی امر خیر کرتا ہے اور لوگ اوسکی اقتدا کرتے ہین تو اوسکو بھی انکے برابر ثواب ملتا جاتا ہے اور اونکے ثواب مین سے کچھ کم نہین کیا جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ ثواب بڑھنے کی توقع قابل سرور کے ہے نفع کا ہونا بے شک لذیذ اور موجب سرور ہوا کرتا ہے تو اوسکو قصد اخفا کا بھی ثواب ملے گا اور اب ظاہر ہونے سے بھی ثواب کا استحقاق ہوا چوتھی صورت یہ ہے کہ جن لوگون نے اسکی طاعت پر مطلع ہوکر اسکی تعریف کی تو یہ اس وجہ سے خوش ہوا کہ اونھون نے مدح کرنے مین خدا کی مرضی کے موافق کام کیا کہ اوسکے مطیع کو محبوب جانا معلوم ہوا کہ اونکے دل مائل بطاعت ہین ورنہ بعضے ایمان والے ایسے بھی ہوتے ہین کہ جب اہل طاعت کو دیکھتے ہین تو اوسکی حسد و مذمت کرتے ہین اور بغض رکھتے ہین اور اوس سے تمسخر کرتے ہین ریاکار بتاتے ہین اچھا کبھی نہین کہتے تو اسکا سرور اسی وجہ سے ہے کہ تعریف کرنے سے لوگون کا حال معلوم ہوا کہ انکا ایمان درست ہے اور اس صورت مین اخلاص عابد کی علامت یہ ہے کہ اگر لوگ کسی دوسرے عابد کی تعریف کرین تو اوسکی تعریف سے بھی وتنا ہی خوش ہو جتنا اپنی تعریف سے ہوتا ہے اور قسم مذموم یعنے پانچوین صورت سرور کی یہ ہی کہ سرور اس خیال سے ہو کہ لوگون کی دلون مین منزلت ہوگئی کہ تعریف اور تعظیم کرنے لگے اور نشست و برخاست مین مجکو مقدم سمجھنے لگے اور میرے حاجات مین کام آنے لگے تو یہ صورت سرور کی مکروہ ہے واللہ اعلم

**پانچوان بیان** اس بات کا کہ ریاے خفی اور جلی مین سے کون کون سی صورت مین عمل باطل ہوتا ہی

اور کون سی صورت مین نہین - جاننا چاہیے کہ جب بندہ کسی عبادت کو اخلاص کے ساتہ ادا کرتا ہے اور پھر اوسمین
ریا آجاتا ہے تو تین حال سے خالی نہین یا اوس عمل سے فراغت ہونے کے بعد آتا ہے یا قبل فارغ ہونے کے
یا اوسکے ساتہ ہی پس اگر بعد فراغ صرف سرور اوس عمل کے ظاہر ہونے کا ہے بدون خود ظاہر کرنے کے
تو یہ سرور مفسد عمل نہین اسلیے کہ عمل تو اخلاص پر بدون ریا کے پورا ہو چکا اب جو ریا بعد کو ہوگا تو توقع ہے
کہ اوسکا اثر عمل پر نہ پونہچے خصوص ایسی صورت مین کہ عامل نے اوسکے ظاہر کرنے مین تکلف نہ کیا ہو نہ کسی سے
کہا ہو نہ تمنا اوسکے ظاہر ہونے یا ذکر کرنے کی ہو بلکہ اتفاقی خداے تعالے کے ظاہر کرنے سے ظاہر ہو گیا ہو
اور اس سبب سے اوسکے دل پر سواے سرور محض اور کچھہ اثر نہوا ہو - ہان اگر بدون قصد یا عمل اخلاص پر تمام ہوا ہو لیکن
پھر عابد کو رغبت اوسکے اظہار کی ہوئی اور لوگون سے کہدیا اور ظاہر کر دیا تو یہ صورت خوف کی ہے اور اخبار
و آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبطل بھی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی نے جب کسی شخص کو کہتے سنا کہ مین نے کل رات
سورہ بقر پڑھی تھی تو فرمایا کہ اس شخص کا حصہ وہیمن ہی تھا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے
عرض کیا کہ مین نے تمام عمر روزہ رکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نہ روزہ ہی رکھا نہ افطار ہی کیا تو بعض لوگ
اس ارشاد کی وجہ یہی بتلاتے ہین کہ اوسنے ظاہر کر دیا اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اوسکی وجہ یہ تھی کہ تمام عمر کا روزہ رکھنا
مکروہ ہے بہر صورت یہ احتمال ہی کہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضہ کا اس بات پر دال ہو کہ اوس
شخص کا دل عبادت کے وقت نیت ریا سے خالی نتھا جسکے باعث اوسنے کہکر ظاہر کر دیا ورنہ یہ امر بعید از قیاس ہے
کہ جو چیز بعد عمل کے پائی جاوے اوس سے ثواب عمل جاتا رہے بلکہ قیاس کی رو سے یہ چاہیے کہ جو عمل کر چکا اوسکا ثواب
پاوے اور بعد فراغت جو اوس عمل سے نمود کی اوسکا عذاب اوسکو ملے بخلاف اوس صورت کے کہ نماز یا عمل سے فارغ
ہونے کے پیشتر ہی اسکی نیت ریا کی طرف مائل ہو گئی ہو کہ اس صورت مین البتہ ابطال نماز خواہ عمل ہو سکتا ہے
لیکن جب عمل کو اخلاص کے ساتہ ادا کیا مگر اثناے ادا مین کچھہ ریا بھی ہو گیا تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو صرف
سرور ہی ہو جو عمل مین کچھہ تاثیر نہین کرتا اور ریا ایسا ریا ہو جسکے باعث اوس عمل کو پورا کیا چاہتا ہے پس اگر
دوسری قسم کا ہے تو ثواب باطل ہو جاوے گا مثلاً ایک شخص نفل ادا کرتا ہے اوسوقت اوسکے پاس تماشائیون کا
گذر ہوا یا کوئی بادشاہ چلا آیا اور اسکو یہ خواہش ہوئی کہ میری طرف دیکھے یا اثناے نماز مین کوئی چیز اپنی مال مین سے
یاد آئی جسکو بھولا ہوا تھا اور اوسکی تلاش کی خواہش کی اور اگر آدمی نہوتے تو نماز توڑکر اوسکو ڈھونڈھتا لیکن اونکی
مذمت کے خوف سے نماز پوری کی تو ایسی صورت مین ثواب باطل ہو گیا اور یہ حال اگر فرض مین واقع ہو تو ایسی
فرض کو از سر نو ادا کرنا چاہیے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَلْعَمَلُ کَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اٰخِرُہٗ طَابَ اَوَّلُہٗ یعنے خاتمہ کا
لحاظ ضروری ہے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ جو کوئی اپنے عمل سے ایک ساعت ریا کرے گا اوسکے عمل پیشتر کے

۱۲ [illegible]

۱۲ [illegible]

باطل ہوجاوینگے اور یہ روایت اس صورت مین نماز کے باب مین وارد ہے صدقہ اور قرأت پر صادق نہین اسلیے کہ صدقہ اور قرأت کی ہر ہر چیز ایک شی علیحدہ ہے جس حصہ پر ریا واقع ہوگا اوسیقدر باقی خراب ہوجاویگا مگر گذشتہ باطل نہین ہوگا اور روزہ اور حج مثل نماز کے ہین۔ اور اگر ریا اسی طرح آیا ہے کہ ثواب کے لیے عمل کے پورا کرنے کا مانع نہین مثلاً اثنائے نماز مین کچھ لوگ آئے اور یہ اونکے آنے سے خوش ہوا اور اونکے دیکھنے کے باعث نماز کو درستی سے ادا کرنے کا قصد کیا اور اگر لوگ نہ آتے تب بھی نماز کو پورا کرتا اس صورت مین ریا نے عمل مین اثر کیا کہ باعث حسن کات نماز کا ہوا لیکن یہ اثر اگر اتنا غالب ہوجاوے کہ اسکے غلبہ مین اوس عمل کا عبادت ہونا اور نیت ثواب پر ادا کرنا معلوم نہو بلکہ قصد عبادت و ثواب اوس قصد ریا مین چھپ جاوے تو اس قسم کا ریا بھی مفسد عبادت ہے بشرطیکہ عبادت کا کوئی رکن اسی حال مین ادا ہوجاوے اسواسطے کہ نیت سابقہ جو شروع کے وقت کی تھی اوسمین ہمارے نزدیک یہ شرط ہے کہ کوئی نیت ایسی نہ پیش آوے جو اوسپر غالب ہوکر اوسکو چھپاوے۔ اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ عبادت فاسد نہو اسلیے کہ پہلی نیت اور اصل قصد ثواب باقی ہے گو کسی دوسرے قصد کے ہجوم سے ضعیف ہوگیا ہو۔ اور حارث محاسبی رح عبادت کا ناس ہونا ایسے امر مین تجویز کرتے ہین کہ وہ اس سے بھی سہل ہے اونکا قول یہ ہے کہ جب عابد نے لوگون کی اطلاع سے صرف سرور کا قصد کیا یعنے ایسا سرور جو مثل محبت جاہ و منزلت کے ہوتا ہے تو اس باب مین لوگون کا اختلاف ہے ایک گروہ تو اس طرف ہے کہ اس سے عمل باطل ہوگیا اسواسطے کہ اوسنے پہلے قصد یعنے اخلاص کو توڑکر مخلوق کی حمد کی طرف میلان کیا اور عمل کو اخلاص پر پورا نہ کیا عمل کی تمامی خاتمہ ہی سے ہوتی ہے پھر حارث فرماتے ہین کہ مین تو قطعی اس عمل کو باطل کہتا ہون اور نہ بالکل باطل ہونے سے مامون ہون لوگون کا اختلاف اس باب مین مجھے پہلے سے معلوم ہے الا میرے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ اگر عمل کو ریا پر تمام کیا ہے تو عمل باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ دو رکعتون مین سے جب اول خدا کے واسطے ہوگئی تو دوسری ضرر نہ کرے گی اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین عمل خفیہ کرتا ہون اور نہین چاہتا کہ لوگون کو اسکی اطلاع ہو مگر اونکو اطلاع ہوجاتی ہے تو مین خوش ہوتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو دو ثواب ملینگے ایک خفیہ دوسرا علانیہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت حسن بصری کی مراد اس سے یہ ہے کہ خطرہ مضر اور مفسد عمل کا نہین جب کسی طور کا خطرہ آجاوے تو اوس سے عمل کو ترک نکرے اونھون نے یون نہین فرمایا کہ اگر بعد عقد اخلاص کے عقد ریا ہوگا تب بھی ضرر نہین کرے گا اور حدیث کی تاویل مین حارث رح نے بڑی تقریر بیان کی ہے جسکا حاصل تین وجھون کی طرف رجوع کرتا ہے اول یہ کہ حدیث مین یہ مذکور نہین کہ عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر سائل کو سرور ہوتا تھا تو احتمال ہے کہ بعد فراغت سرور ہوتا ہو دوسری یہ کہ سرور سے مراد وہ سرور ہے جو شرعاً محمود اور عمدہ ہین جنکا بیان اوپر گذرا محبت تعریف و منزلت کا سرور مراد نہین اسلیے کہ اس سرور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثواب کا ارشاد فرمایا ہے اور محبت محمدت کے سرور پر کسی فرقہ کے نزدیک ثواب مترتب نہین غایت یہ کہ اسطرح کا
سرور معاف فرمایا جاوے اور یہ ثواب کا قائل کوئی نہین اور یہ ہو بھی نہین سکتا کہ مخلص کو تو ایک ثواب ہو اور
ریاکار کو دو ہون تیسری یہ کہ راویان حدیث حضرت ابو ہریرہ تک متصل نہین ہین اکثر اون مین سے
اس حدیث کو ابو صالح پر موقوف کہتے ہین گو بعض لوگ مرفوع بھی بتلاتے ہین منظر برین علم حدیثین جو بیان
مین وہ ہین انھین پر عمل کرنا بہتر ہے یہ قول حارث رح کا ہے غرض کہ اونھون نے یقینی حکم نہین لکھا بلکہ
اپنا غالب ظن عمل کے باطل ہونے پر ظاہر کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ اس مقدار کا سرور کہ جسکی
تاثیر عمل مین نہو بلکہ عمل تو صرف دین ہی کے باعث صادر ہوا ہو وہ سرور محض اطلاع کے سبب ہو گیا ہو مفسد عمل نہین
کیونکہ اوسکی جہت سے اصل نیت منعدم نہین ہوئی اور وہی نیت عمل پر باعث رہی اور اوسی کے سبب عمل تمام ہوا
اور جو اخبار کہ ریا کے باب مین [illegible] وہ تو صورت مین ہین کہ عمل سے صرف مخلوق ہی کا قصد کیا ہو اور جو
شرکت مین وارد ہوئین اونمین [illegible] قصد ریا مساوی قصد [illegible] کے یا اوس سے غالب ہو مگر جس صورت مین
کہ قصد ریا ضعیف ہو تو [illegible] اور نہ نماز مین فساد آنا چاہیے لیکن
اسمین [illegible] اور خالص اسکو کہتے ہین جسمین کسی طرح کی
آمیزش نہو پس جب اس قسم کے ریا کی آمیزش ہوگی تو [illegible] ادا نہوگا واللہ اعلم اور باب الاخلاص مین
[illegible] جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے یہ حال وہ ریا کا تھا جو بعد نیت عبادت
خواہ قبل فراغ یا بعد فراغ عارض ہو اب تیسری قسم کو سننا چاہیے یعنے جس مین عین نیت عبادت کے ساتھ
ہی قصد ریا ہو پس اگر سلام پھیرنے تک اسی قصد پر جما رہے گا تو اس نماز کا کچھہ اعتبار نہین سب کے نزدیک
اسکی قضا کرنا چاہیے اور اگر عین نماز پڑھنے مین تمام ہونے سے پہلے نادم ہو کر استغفار کرے گا اور حالت
اصلی پر رجوع کرے گا تو ایسی صورت مین تین قول ہین بعض یہ کہتے ہین کہ چونکہ اس شخص نے بقصد ریا نماز کو
شروع کیا تھا اسلیے وہ منعقد ہی نہین ہوئی تھی تو از سر نو نیت کرنی چاہیے۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ ایسے
شخص کے افعال صحیح نہین ہوئے اصل نیت نماز کی باقی ہے اسلیے جتنے رکوع اور سجدے کیے ہین اونکو دوبارہ
ادا کرنا چاہیے کیونکہ نیت تحریمہ ایک عقد ہے اور ریا ایک خطرہ قلبی کا نام ہے کہ اوس سے اصل نیت کا عقد ہونا
معدوم نہین ہوتا اور بعض یہ کہتے ہین کہ اوس شخص کو کسی چیز کا دوبارہ ادا کرنا ضرور نہین بلکہ اپنے دل مین
استغفار کرکے عبادت کو اخلاص پر تمام کرے اسلیے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اگر اخلاص سے شروع کرتا اور ریا پر
تمام کرتا تو عمل باطل ہو جاتا تھا اسی طرح یہان اوسکا عکس ہے کہ ریا سے شروع کیا اور اخلاص پر تمام تو باطل نہونا
چاہیے [illegible] نجاست عارضی لگ جاوے جنب و نجاست عارضی دور کیجاتی

پھر حالت اصلی پر عود کرے گا اور چونکہ نماز مین رکوع وسجدہ غیر اللہ کے لیے نہین ہوتا اسواسطے اگر غیر کے واسطے سجدہ کرے گا تو کافر ہو جاوے گا بلکہ اوسپر ایک ریای عارضی آگیا تھا جو توبہ اور ندامت سے جاتا رہا اور ایسے حال مین ہوگیا کہ اب لوگون کی تعریف ومذمت کی کچھہ پروا نہین تو اسی وجہ سے نماز درست ہوئی - اور ہمارے نزدیک یہ دونون پچھلے قول قیاس فقہی کے قطعا مخالف ہین خاصکر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ صرف رکوع اور سجدہ کو اعادہ کرنا چاہیے تکبیر تحریمہ کی از سرنو کرنے کی کچھہ ضرورت نہین اسواسطے کہ اگر مثلا رکوع اور سجدہ درست نہین ہوا تو نماز مین افعال زائد ہو گئے جو مفسد نماز ہین پھر نماز کا نہ فاسد ہونا کس طرح ہو سکتا ہے - اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر اخلاص پر تمامی نماز کی ہوئی ہے تو بلحاظ خاتمہ کے نماز صحیح ہونی چاہیے یہ بھی ضعیف ہے اسواسطے کہ ریا نیت کا مخل ہے اور احکام نیت کے مراعات شروع نماز مین بطریق اولی چاہیے پس جو صورت کہ بموجب قیاس فقہ درست ہو یہ ہے کہ اگر باعث اوس عبادت کا صرف ریا ہے طلب ثواب سے کچھہ غرض نہین نہ اطاعت امر الٰہی سے سروکار تو اس صورت مین شروع تحریمہ ہی ٹھیک نہین ہوا اوسکے بعد جو افعال کرے گا وہ بھی درست نہونگے مثلا فرض کرو کہ ایک شخص اگر اکیلا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا الاجب لوگون کو دیکھا تو نیت باندھہ لی یا یہ کہ اوسکے کپڑے نجس ہین مگر لوگون کے خوف سے نماز پر کھڑا ہو گیا تو یہ ایسی نماز ہی کہ اس مین نیت ہی نہین کیونکہ نیت تو اسکا نام ہے کہ باعث دین کے حکم کو مانے یہان باعث ہی ہی نہ قبول کرنا حکم کا پایا جاتا ہے ہان اگر ایسی صورت ہو کہ لوگ نہوتے تب بھی نماز تو پڑھتا مگر اونکے ہونے پر رغبت اونکے اچھا کہنے کی بھی ہو گئی تو یہان دو باعث جمع ہوئے ہین پس اگر ایسی صورت صدقہ اور تلاوت وغیرہ امور مین ہو جن مین تحریم اور تحلیل نہین ہوتی تب تو اسنے باعث ریا کے اطاعت سے نافرمانی کی اور باعث ثواب کے اطاعت سے فرمان بری کی واسطے ارشاد الٰہی فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ واقع ہی تو اسی لیے جسقدر اسکی نیت صحیح ہوگی اوسقدر ثواب پاوے گا اور جسقدر نیت فاسد ہوگی اوسقدر عذاب اور ایک کے ہونے سے دوسری بیکار نہوگی اور اگر ایسی صورت نماز مین واقع ہوگی جو نیت کے خلل پڑنے سے فاسد ہو جاتی ہے تو اوسکی بھی دو صورتین ہین یا نفل مین ہوگی یا فرض مین نفل کا حال تو صدقہ کا سا ہے کہ ایک وجہ سے اطاعت اور ایک وجہ سے نافرمانی پائی جاتی ہے اسلیے کہ اوسکے دل مین دو باعث موجود تھے اور یہ کہہ نہین سکتے کہ اوسکی نماز درست نہین اور نہ اوسکا اقتدا درست ہے مثلا کسی شخص نے نماز تراویح ادا کی اور بقرائن حال سے معلوم ہوا کہ اسکا قصد صرف حسن قرات کو ظاہر کرنے کے لیے تھا اگر لوگ جمع نہوتے اور یہ شخص گھر مین اکیلا ہوتا تو تراویح نہ پڑھتا تو نہین کہہ سکتے کہ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہین اسلیے کہ ایسا گمان کرنا بعید ہے بلکہ مسلمان پر تو یہی گمان ہوگا کہ یہ نماز نفل سے قصد ثواب رکھتا ہے اور اسی قصد کے اعتبار سے

اوسکی نماز بھی صحیح ہے اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنی بھی درست ہے گو قصد ثواب کے ساتھ کوئی اور قصد بھی ہو جسکے سبب اوسکو گناہ ہوا ہو۔ اور اگر دو باعث نماز فرض مین جمع ہون اور دونون باعث جدا جدا مستقل نہون بلکہ دونون ملکر باعث عبادت ہوئے ہون تو اس صورت مین واجب اوسکے ذمہ سے ساقط نہوگا کیونکہ باعث وجوب کا اوسکے حق مین خالی اور بطور مستقل نہین پایا گیا اور اگر ہر ایک باعث مستقل ہو یعنی مثلاً اگر باعث ریا نہوتا تب بھی فرض ادا کرتا اور اگر باعث فرض نہوتا تو ریا کے لیے نفل ادا کرتا یہ صورت محل تامل ہے اور اسمین کئی احتمال ہیں ایک احتمال تو عدم جواز کا ہے کہ یون کہا جاوے کہ اسکے ذمہ واجب نماز خالص لوجہ اللہ تھی لیکن اسنے واجب خالص کا ارادہ نہین کیا اور ایک احتمال جواز ہے یعنے یہ کہین کہ واجب امتثال امر ایک باعث مستقل سے ہے اور وہ یہان موجود ہے دوسرے باعث کا اوسمین ملجانا اوسکے ذمہ سے سقوط فرض کا مانع نہین جیسے اگر نماز غصب کے گھر مین پڑھے کہ اس صورت مین البتہ اسباب کا گناہ ہے کہ غصب کے گھر مین پڑھی مگر چونکہ اصل نماز پڑھنے مین اطاعت پائی گئی اسلیے فرض ذمہ سے ساقط ہوا۔ غرض کہ اصل نماز کے اگر باعث مختلف ہونگے تو اوس مین احتمال بھی مختلف ہون گے لیکن جس صورت مین کہ اصل نماز مین تو ریا نہو صرف مبادرت مین ہو مثلاً کوئی شخص نماز جماعت کے واسطے اول سبقت کرے اور اگر اکیلا ہوتا تو اول وقت نہ پڑھتا اوسط وقت تک تاخیر کرتا یا اگر فرض نہوتے تو صرف ریا کی جہت سے نماز کی ابتدا نکرتا تو ایسی صورت مین یقیناً نماز صحیح ہے اور فرض ذمہ پر نہین رہتا کیونکہ جو باعث اصل نماز کے ادا کا ہے اوسمین کوئی دوسری چیز مخالف نہین بلکہ وقت کی تعیین مین قصد ریا واقع ہوا اس سے نیت اصل نماز مین خلل واقع ہونا بہت بعید ہے یہ اوس ریا کا حکم ہے جو عمل کا باعث ہوا کرتا ہے لیکن سرور محض لوگون کے مطلع ہونے سے جبتک اوسکی تاثیر اتنی نہو گی کہ عمل مین اثر کر جاوے تو اوس سے نماز کا فاسد ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ بیان ہمارے نزدیک قانون فقہ کے موافق معلوم ہوتا ہے اور مسئلہ واقع مین دقیق ہے اسواسطے کہ فقہانے تو فقہ مین اسکو کچھ لکھا نہین اور جن لوگون نے اس مین خوض کرکے کچھ تصرف کیا ہے اونھون نے صحت و فساد نماز مین توانین فقہ اور فقہا کے اقوال کا لحاظ نہین کیا بلکہ تصفیہ قلوب اور طلب اخلاص کے سبب ادنی خطرون سے عبادتون کا فاسد ہونا لکھدیا اور ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ ہماری دانست مین قول فیصل ہے واللہ اعلم

**چھٹا بیان** ریا کی دوا کا اور رفع ریا دل کے علاج کا طریق۔ یہ پہلے معلوم ہوچکا کہ ریا بڑی مہلک ہے اس سے اعمال باطل ہوجاتے ہین خدا کے نزدیک سبب غصہ کا ہوتا ہے تو جس چیز کا حال ایسا ہوا۔ سکے دور کرنے کے لیے مستعد ہونا مناسب و ضروری ہے اگرچہ کتنا ہی مجاہدہ اور مشقت پڑے اسلیے کہ مثل مشہور ہے کہ داروی تلخ ست دفع مرض۔ اور یہ ایسا مجاہدہ ہے کہ سب بندون کو اسکی حاجت ہوتی ہے کیونکہ لڑکا شعور

عقل وتمیز کم رکھتا ہے لوگون کو آنکھہ سے جیسا دیکھتا ہے ویسا ہی خود بھی کرنے کی طمع رکھتا ہے جب وہ لوگونکو دیکھتا ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کے واسطے تصنع اور بناوٹ کرتے ہین تو اسکے دل مین اس تکلف کی محبت غلبہ پاکر مستحکم ہوجاتی ہے اور اس بناوٹ کا مہلک ہونا اوسکو جب معلوم ہوتا ہے جب عقل کمال کو پہونچتی ہے مگر اوسوقت تک ریا اوس دل مین ریشہ دوانی کرچکتی ہے اسلیے بدون محنت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ کے اوسکا قلع وقمع نہین کرسکتا غرض کہ اس مجاہدہ سے کوئی شخص خالی نہین سبکو اسکی احتیاج ہے اور یہ اول اول شاق معلوم ہوتا ہے اور آخر کو خفیف وآسان ہوجاتا ہے اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اوسکے اصول اور عروق کی بیخ کنی کی جاوے جنسے کہ وہ پیدا ہوتا ہے دوسری صورت یہ کہ ریا سے جو سردست خطرہ ہوتا ہے اوسکو دور کیا جاوے صورت اول یعنی بیخ کنی ریا کی اصول واسباب کی وہ اس بات پر موقوف ہے کہ اوسکے اصول واسباب معلوم ہووین پس جاننا چاہیے کہ اصل ریا کی محبت جاہ ومنزلت کی ہے اور اگر اوسکو مفصل بیان کیا جاوے تو تین اصل نکلتی ہین اول لذت تعریف کی محبت دوم رنج مذمت کی نفرت سوم طمع لوگون کے قبضہ مین کی چیزون کی یہی چیزین سبب ریا کا ہوتی ہین اور ریاکار کو اوبھارتی ہین چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رض کی حدیث اسکی شاہد ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ آدمی حمیت کے واسطے اور اپنے رتبے کے معلوم کرانے کے واسطے اور ذکر کے واسطے لڑتا ہے حمیت کے معنے یہ ہین کہ اوسکو اس بات کی غیرت آتی ہے کہ خود مغلوب ہوجاوے یا کوئی دوسرا مغلوب ہونے سے اسکو برا کہے اور رتبہ کے معلوم کرانے سے غرض یہ ہے کہ لذت جاہ اور دلونمین جگہہ کرنی کی طلب کرتا ہے اور ذکر سے مراد زبانی تعریف کی خواہش ہے یعنے جہاد ان تین غرضون سے کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ـ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب دونو صفین جہاد مین بھڑتی ہین فرشتے اوترتے ہین اور لوگونکو اونکے مراتب کے بموجب لکھتے ہین کہ فلان شخص فخر کے واسطے جہاد کرتا ہے اور فلان شخص ملک کے لیے لڑتا ہے ملک کے لیے لڑنے مین اشارہ طمع دنیاوی پر ہے ـ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ لوگ کہنے لگتے ہین کہ فلان شخص شہید ہے اور شاید اوسنے اپنے زین کی دونون تھیلیان چاندی سے بھری ہون ـ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَزَا لَا يَنْبَغِي إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوَى اس سے بھی اشارہ طمع کیطرف پایا جاتا ہے ـ اور بعض اوقات آدمی کو خواہش حمد اور طمع نہین ہوتی الا رنج مذمت سے بچتا ہے مثلا کوئی بخیل اگر سخی لوگون مین ہو جو بہت بہت مال خیرات کررہے ہون تو وہ بھی کچھہ تھوڑا سا دیدیتا ہے تاکہ کوئی بخیل نہ کہے اوسکو حمد کی طمع نہین ہے اسواسطے کہ اوس سے بڑھکر تو اور لوگ ہین پس مذمت کے خوف سے دیتا ہے یا کوئی نامرد بہادرون مین ہو تو جماعت سے بھاگتا نہین تاکہ کوئی برا نہ کہے اور حمد کی طمع کرتا نہین

کیونکہ حملہ کرنے والے تو اور لوگ ہین لیکن جب حمد سے مایوس ہوا تو مذمت ہی کو برا سمجھا یا لوگ
ایسی جماعت مین ہے جو رات بھر نماز پڑھیں تو وہ بھی تھوڑی سی رکعتیں پڑھ لیتا ہے کہ کوئی کاہل
حالانکہ حمد کی طمع نہیں بعض اوقات آدمی لذت حمد پر تو صبر کر سکتا ہے مگر مذمت کے رنج پر صبر نہیں کر سکتا اسی سبب
سے بعض شخص بے علم فتوے دیدیتے ہین اور باوجود حاجت کے دوسرے سے نہیں پوچھتے اور
کرتے ہین حالانکہ خاک نہیں جانتے یہ سب اسی لیے ہے کہ کوئی جاہل نہ کہے اسکی برداشت اون سے نہیں ہو سکتی
غرضکہ یہی تین امور مذکورہ بالا ریاکار کو باعث ریا ہوتے ہین اور اسکا علاج اس باب کے قسم اول میں
ذکر ہو چکا ہے اب ہم ذکر اوس علاج کا کرتے ہین جو ریا کے لیے مخصوص ہے مخفی نرہے کہ انسان جو کسی شی کی
خواہش کرتا ہے تو یہ گمان کر لیتا ہے کہ وہ شی اوسکے لیے حال مین یا مآل مین بہتر اور مفید لذیذ ہے پس
اگر اوسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ گو سردست اس شی مین لذت ہی مگر آگے کو نقصان ہوگا تو اوسپر اوس
نہ کرنی سہل ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کو معلوم ہے کہ شہد مزہ دار ہے تو اوسکی رغبت کرتا ہے مگر
کہ اسمین زہر ملا ہی تو پھر اوسکی طرف رغبت نکرے گا اسی طرح ریا کی رغبت کے علیحدہ کرنے کا یہ طریق
کہ اسکی مضرت کو پہچاننا چاہیے جب بندہ کو اسکے ضرر معلوم ہون گے کہ اسکے سبب دل کی صلاحیت
ہے اور دنیا مین توفیق اور آخرت مین منزلت سے محروم ہوتا ہے اور نہایت غصہ اور عذاب شدید کا
مستحق ہوتا ہے اور قیامت مین کھلا کھلی رسوائی ہوگی جب پکارا جاوے گا او بدکار او مکار او
تجھے شرم نئائی خدا کی طاعت کے بدلے دنیا کا اسباب مول لیا بندوں کے دلون کی حفاظت کی
خدا کی عبادت سے استہزا کیا بندون کے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مبغوض اونکے واسطے آ
اور خدا کے لیے آلایش مین اونکے پاس ہوتا گیا اور خدا سے دور اونکے نزدیک محمود بنا اور خدا کے نز
اونکی رضا کا طالب ہوا اور خدا کے غصہ کا خواہاں کیا تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نتھا
پس جب آدمی اس رسوائی کو تامل کرے اور جو کچھ بندون سے اسکو حاصل ہوتا ہے مع زینت دنیاوی کے
اوس نقصان کے مقابل کرے جو آخرت مین ہوگا ثواب اعمال جاتا رہے گا تو اوسکے نزدیک
حقیر ہو جاوے گا اعمال کے ثواب کا فوت ہو جانا کچھ تھوڑا ضرر نہیں کیا عجب ہے کہ ایک ہی
پلہ حسنات جھک جاوے اور جب اوسکو ریا کے سبب فاسد کر دیا تو وہ بدی کے پلہ مین رکھدیا جاوے گا
جسکے باعث بدی کا پلہ جھک جاوے گا اور دوزخ مین لے پڑے گا معاذ اللہ منہا اگر ریا سے ایک
عبادت بیکار ہو جاتی تب بھی ضرر بہت تھا گو اور حسنات کے باعث پلہ جھکا ہی رہتا کیونکہ اگر عبادت
نہوتی اور نیکی مین شمار ہوتی تو ایک نیکی سے خدا کے نزدیک علو رتبہ نہیں اور رصدیقین

اور ریا کے سبب اونکے درجے سے اوتر کر اور اولیا کے درجے کی جوتیون کی صف مین جا پڑا یہ نقصان تو دینی ہوا دنیا مین جدا دل پریشان رہا کہ لوگون کے قلوب کی علت کرنی پڑی اور اونکی رضامندی کی کوئی حد نہین کیونکہ جو باتین ایسی ہین کہ ایک فریق اونسے خوش ہین دوسرا فریق ناخوش ہے بعضے لوگ جب راضی ہوتے ہین جب دوسرے ناراض ہون اور جو شخص خلق کی رضا جوئی خدا کے غضب پر اختیار کرتا ہے خدا تعالے خود بھی ناراض ہوتا ہے اور لوگون کو بھی اوس سے ناراض کر دیتا ہے پھر لوگون کی مدح کی جہت سے خدا تعالے کو ناراض کرنے سے کیا فائدہ ہے کچھہ اونکی تعریف سے رزق اور زندگی نہین بڑھتی نہ قیامت کے فقر و فاقہ مین اونکی تعریف کام آوے گی۔ اور لوگون کے پاس کی چیزون پر طمع رکھنے کا یہ علاج ہے کہ یون جان لے کہ دینے اور نہ دینے پر دلون کا آمادہ کرنا خدا کے قبضے مین ہے لوگ اس مین بیبس ہین رازق سوائے خدا تعالے کے کوئی نہین اور جو شخص خلق سے طمع رکھتا ہے وہ خالی ذلت اور حرمان سے نہین ہوتا اور اگر بالفرض مراد کو بھی پہونچتا ہے تو احسان اوٹھانا پڑتا ہے اور دوسرون کی نظرون مین حقیر ہونا پڑتا ہے تو ثواب الٰہی کو ایسی جھوٹی توقع اور وہم فاسد کے بدلہ مین کس طرح چھوڑین جو کبھی ملے کبھی نہ ملے اور اگر ملے تو ملنے کی خوشی اتنی نہوگی جتنا احسان اوٹھانے اور ذلیل ہونے کا رنج ہوگا۔ اور لوگون کے برا کہنے کا خوف کرنا بھی لاحاصل ہے اونکی مذمت سے کیا نقصان زیادہ ہو جاوے گا جو کچھہ اللہ تعالے نے لکھدیا ہے وہی ہوگا نہ موت جلدی آوے گی نہ رزق مین تاخیر ہوگی نہ دوزخی ہوگا اگر پہلے سے بہشتی ہے نہ خدا کے نزدیک برا ہوگا اگر پہلے سے نیک ہے نہ اوسکا غصہ زیادہ ہوگا بندون کا حال تو یہ ہے لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا پھر اونکی برائی سے کیا ہوتا ہے اونکے اختیار مین کچھہ نہین بس جب آفت ان اسباب ریائی اور اونکا ضرر دل مین ٹھن جاوے گا تو ریا کی رغبت بھی سست پڑ جاوے گی اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا اسلیے کہ عاقل ایسی چیزون کی رغبت نہین کیا کرتا جن مین ضرر تو زیادہ ہو اور نفع کم اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر لوگون کو ریاکار کے باطن کا حال معلوم ہو جاوے کہ دل مین ریا کرتا ہے اور ظاہر مین اخلاص تو سب کے نزدیک برا ٹھہرے اور یہ بات چھپی نہین رہتی خدائے تعالے کبھی نہ کبھی اوسکا بھید کھول ہی دیتا ہے اسوقت لوگون کے نزدیک بھی مبغوض ہو جاتا ہے اللہ کے نزدیک تو پہلے ہی سے تھا اور اگر خدا کے واسطے اخلاص کرے تو خدائے تعالے اوسکے اخلاص کو لوگون پر ظاہر فرما کر اونکو اسکا مسخر کر دیتا ہے کہ اسکو محبوب جاننے لگتے ہین اور مدح و ثنا کرتے ہین باوجودے کہ اونکی مدح سے کچھہ فائدہ نہین نہ اونکی برائی سے کچھہ نقصان جیسے کہ بنی تمیم کے ایک شاعر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا تھا کہ اِنَّ مَدْحِيْ زَيْنٌ وَاِنَّ ذَمِّيْ شَيْنٌ یعنے میری تعریف آدمی کی زینت ہے اور برا کہنا اوسکے حق مین معیوب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے یہ شان اوس معبود کی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں یعنے خدا اگر تعریف کرے تو البتہ زینت ہے اور اوسکے برا کہنے سے بے شک عیب لگتا ہے آدمی کی تعریف و مذمت سے کچھہ نہیں ہوتا مثلاً اگر آدمی خدا کے نزدیک برا اور دوزخی ہے تو لوگون کی تعریف سے کیا بہتری ہوجاوے گی اور اگر اوسکے نزدیک مقرب اور نیک ہے تو لوگون کی ہجو سے کون سی برائی ہوجاوے گی۔ غرضکہ جو شخص اپنے دل مین آخرت کو حاضر جانے گا اور وہان کی نعمتین پایدار اور خدا کے نزدیک بلند مراتب یاد کرے گا اوسکے نزدیک یہ اشیا خلق کی ہیچ معلوم ہون گی جن مین صدہا طرح کی کدورات ملی ہین اور ہمہ تن اوسکا دل متوجہ الی اللہ ہو جاوے گا اور ریا کی ذلت سے نجات پاوے گا اور اوسکے اخلاص سے ایسا نور دل پر پیدا ہو گا جس سے اوسکا سینہ کھل جاوے گا اور اوس سے ایسے لطیف مکاشفات معلوم ہونگے جنسے خدائے تعالے کے ساتھ انس و محبت اور خلق کے ساتھ وحشت و نفرت بڑھے اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت نظرون مین جچے اور خلق کی جگہہ دل مین نرہے اور سبب ریا بالکل منقطع ہو اخلاص کی راہ طے کرنی آسان معلوم ہو یہ بیان اور وہ امور جو پہلی قسم مین اس باب کے ہم لکھہ چکے ہین علمی علاج ہے جس سے ریا کی جڑ جاتی رہتی ہے اور دوائے عملی یہ ہے کہ اپنے نفس کو عبادات کے پوشیدہ ادا کرنے کا عادی کرے اور اونکو ایسا چھپاوے جیسا کہ برائیون کو چھپاتے ہین یہانتک کہ صرف خدائے تعالے کے علم و اطلاع پر قانع ہوجاوے غیر اللہ کی اطلاع کی طلب دل مین نرہے۔ روایت ہے کہ ابی حفص آہنگر رح کی مریدون مین سے کسی نے اونکے جلسے مین دنیا اور اہل دنیا کی مذمت کی اونھون نے فرمایا کہ تو نے وہ بات ظاہر کی جسکو خفیہ رکھنا چاہئے تھا اب سے ہمارے پاس نہ بیٹھنا اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت ندی اسی لیے کہ دنیا کی مذمت کے ضمن مین زہد کا دعوی پایا جاتا ہے بہرحال ریا کی دوا مثال خفیہ رکھنے عبادات کے اور کوئی نہیں ہے شروع مجاہدہ مین یہ شاق معلوم ہوتا ہے لیکن جب اوسپر چند روز بزور صبر کرتا ہے تو اوسکی دشواری سہل ہوجاتی ہے اور خدا کی عنایت اور حسن توفیق جس سے وہ اپنے بندون کی تائید کرتا ہے اوسکے شامل حال ہوتی ہے دیکھو خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحسِنِینَ اور وَاِن تَكُ حَسَنَةً یُّضَاعِفهَا وَیُؤتِ مِن لَّدُنهُ اَجرًا عَظِیمًا تو بندے کو مجاہدہ کرنا چاہیے ہدایت کام اوسکا ہے دروازے کا دستک دینا بندہ کا کام ہے اور اوسکا کھولنا خدا کا کام ہے اسی کا ہو رہنا چاہیے حتے کہ سرادقات جلال سے آواز آنے لگے ؎ قبولست گرچہ ہنر نیستش ✝ کہ جز ما پناہی دگر نیستش ✝ دوسری صورت یعنی جو خطرہ ریا کا کہ اثنائے عبادت مین آوے اوسکو دور کرنا بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ جو شخص نفس پر جہاد کرکے اپنے دل مین سے ریا کا استیصال کرتا ہے اس طرح کہ طمع کو قطع کرکے قانع ہوتا ہے اور اپنے تئین لوگون کی نظرون سے گرا دیتا ہے اور اونکی تعریف و مذمت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے تو اوسوقت شیطان اوسکو عبادت مین خالی اور بے فکر نہیں چھوڑتا بلکہ ریا کے خطرات پیش کرتا ہے اور اوسکے وسوسے علیحدہ نہیں ہوتے نہ ہوای نفسانی بالکل

ف اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا ثواب نیکی والون کا ف اور اگر ہووے نیکی تو اوسکو دونا کرے اور دیوے اپنے پاس سے ثواب بڑا ۱۲

تابود ہوا اسلیے مستعد ہونا ریا کے خطرات کے دور کرنے کے لیئے بہت ضرور ہے ــــ اور خطرات ریا کے تین ہین بعض اوقات تو سبکے سب ایکبارگی آتے ہین اور گویا ایک ہی خطرہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات بتدریج ایک دوسرے کے بعد آتے ہین اول تو واقف ہونا لوگون کی اطلاع پر اور اونکی اطلاع کی آرزو کرنی اسکے بعد نفس کی رغبت اونکی مدح کے لیے اور اونکے نزدیک منزلت ہونیکی لیے پیدا ہونی اسکے بعد نفس کا اوسکو قبول کرنا اور دل کا اوسکے ثبوت پر عقد کرنا ان مین سے اول کا نام تو معرفت ہے اور دوم کا نام حالت جسکو شہوت و رغبت بھی کہتے ہین اور تیسرے کا نام عزم اور ارادہ کا مضبوط کرنا ہے اور ان سب مین سے خطرۂ اول کے دفع کرنے کے لیئے نہایت قوت چاہیے کہ پیشتر دوسرے خطرے ہونے کے وہ دور ہو جاوے مثلا جب عابد کو معرفت اطلاع خلق یا اونکے مطلع ہونے کی آرزو کا خطرہ ہو تو اوسکو یون کہکر دفع کرے کہ مجکو خلق سے کیا غرض ہے وہ جانین یا نجانین خداے تعالے تو جانتا ہے پھر دوسرے کے جاننے سے کیا فائدہ ہوگا پس اگر رغبت لذت حمد کی جوش کرے تو جو آفتین ریا کی دل مین جمی ہین اونکو یاد کرے کہ قیامت مین خدا کے نزدیک مبغوض ہونا پڑے گا اور جب اعمال کی زیادہ حاجت ہوگی اوسوقت اونسے محروم رہیگا تو جس طرح کہ اطلاع خلق کے واقف ہونے سے شہوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اسی طرح آفت ریا کی معرفت سے کراہت و نفرت اوسکے مقابل ہوتی ہے رغبت تو اس بات کو چاہتی ہے کہ اسکو قبول کرنا چاہیے اور نفرت چاہتی ہے کہ انکار کرنا چاہیے پس جو ان مین سے غالب اور قوی زیادہ ہوگی نفس اوسی کی پیروی کریگا اس سے معلوم ہوا کہ خطرات ریا کے دفع کے لیے تین امور ضروری ہین اول معرفت ریا کی دوم اوسکی شہوت سے نفرت کرنا سوم انکار کرنا اور آدمی کبھی عبادت بعزم اخلاص شروع کرتا ہے پھر اوسکو ریا کا خطرہ آتا ہے تو اوسکو قبول کر لیتا ہی اوسوقت اوسکو معرفت اور نفرت شہوت جو دل مین تھی یاد نہین رہتی اور اسکا سبب یہ ہے کہ خوف مذمت اور حب مدح اور استیلا سے حرص مدح پر دل مین اتنی بھر جاتی ہے کہ دوسری چیز کی اوسمین گنجائش نہین رہتی پہلے سے جو آفات ریا کے اور اوسکے انجام بد ہونے کی معرفت تھی وہ ایک سو ہو جاتی ہے اسلیے کہ دل مین کوئی جگہہ خالی رغبت حمد اور خوف مذمت سے نہین رہتی اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنے جی مین حلم کو یاد رکھتا ہے اور غصہ کو برا جانتا ہے اور اسباب غضب کے واقع ہونے پر قصد حلیم بننے کا کرتا ہی مگر بعض اوقات ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہین جنسے اوسکا غضب بھڑک اوٹھتا ہے اور اول کا قصد بھول جاتا ہے اور دل مین ایسا غصہ بھرتا ہے کہ آفت غضب کو یاد نہین کرنے دیتا سارے دل مین پھیلجاتا ہے اسی طرح شہوت کی حلاوت دل مین پر ہوکر نور معرفت کو نکال دیتی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رضہ کے قول مین کہ فرماتے ہین ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جہاد سے نہین بھاگینگے کچھہ موت پر نہین کی تھی مگر غزوۂ حنین مین اوس بیعت کو بھول کر بھاگ کھڑے ہوئے یہانتک کہ آواز آئی

ای درخت والو معاً لوٹ آئے۔ یعنی چونکہ دلوں میں خوف بھر گیا تھا اسلیے پہلا عہد یاد نہ رہا جب یاد دلایا تو یاد آیا۔ اور اکثر شہوات جو یکایک جوش زن ہوتی ہیں اونکا حال ایسا ہی ہوتا ہے یعنے اون سے جو مضرت ایمان میں ہوتی ہے اوسکو جوش شہوت میں پہچاننا بھول جاتا ہے اور جب پہچان یاد نہ رہی تو نفرت جو کہ اوسکا نتیجہ تھی وہ بھی ظہور میں نہیں آتی۔ اور کبھی یاد بھی کر لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ خطرہ اوس ریا کا ہے جسکے باعث خدا کا غضب ہوگا مگر اوسپر شدت شہوت کے باعث اصرار کیے جاتا ہے ہوائے نفسانی عقل پر غالب ہو جاتی ہے جو لذت اوسوقت ملتی ہے اوسکو چھوڑ نہیں سکتا توبہ کے واسطے لیت لعل کرتا ہے یا ایسے کام کرتا ہے کہ جسکے شغل میں یہ سوچ ہی دلپر نہ آوے۔ بہت سے عالم ایسے ہیں کہ جو کلام کرتے ہیں خالی ریا سے نہیں ہوتا اور وہ خود جانتے ہیں مگر اصرار کیے جاتے ہیں یہ اصرار اوسپر زیادہ ترجحت ہوگا اسلیے کہ باوجود جاننے اس بات کے کہ ریا مہلک ہے اور خدا کے نزدیک مذموم اوسنے ریا کو مان لیا اور صرف پہچاننا کافی نہیں جبتک پہچاننے کے ساتھ اوس سے نفرت نہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خطرہ ریا کو پہچان بھی لیتا ہے اور اوس سے نفرت بھی کرتا ہے مگر باوجود اسکے ریا کے تقاضے کو قبول کرتا ہے اور اوسکے موجب عمل کرتا ہے اسلیے کہ شہوت کی قوت بہ نسبت نفرت کے بہت قوی ہوتی ہے اور نفرت بہت کمزور تو ایسا شخص بھی اپنی اس نفرت سے کچھ فائدہ نہ اوٹھاویگا کاہے واسطے کہ غرض کراہت سے یہ ہے کہ فعل سے باز رکھے نہ یہ کہ مَن بھاوے مُنڈیا ہلاوے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ فائدہ بدون اجتماع تینوں امور مذکورہ سابق کے نہیں ہے یعنے معرفت ریا اور اوسکو مکروہ سمجھنا اور اوس سے انکار کرنا ثمرہ کراہت کا ہوتا ہے اور کراہت ثمرہ معرفت کا یعنے شناخت اور معرفت کی قوت بقدر قوت ایمان اور نور علم کے ہوتی ہے اور اوسکا ضعف بقدر غفلت اور حُب دنیا اور فراموشی آخرت اور قلت مبالات خدا کے پاس کی چیزوں سے اور کم توجہی آفات حیات دنیاوی اور انعامات آخرت کے ہوتا ہے اور یہ سب ایکدوسرے سے پیدا ہوتی ہیں اور ان سب کی اصل حب دنیا اور غلبۂ شہوات ہی ہے سب برائیوں کی جڑ ہے اور ہر ایک گناہ کا منبع کیونکہ محبت جاہ و منزلت اور دنیاوی لذائذ کا جسکا وہ بلا ہے کہ آدمی کے دل کو لوٹ لیتا ہے اور فکر عاقبت اور اقتباس انوار کتاب اللہ اور حدیث اور علوم سے نہیں کرنے دیتا۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ ایک شخص اپنے دل سے ریا کو مکروہ جانتا ہے اور اس کراہت کی جہت سے اوسکا مرتکب بھی نہیں ہوتا لیکن باوجود اسکے اوسکی طبیعت میں میل اور محبت ریا کی پائی جاتی ہے مگر وہ اس میل و محبت کو بھی برا سمجھتا ہے اور اوسکے موجب عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص بھی ریاکار ہے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم زیادہ طاقت بشری سے تکلیف نہیں دیتا اور بندہ کے اختیار میں نہیں کہ شیطان کو وسوسہ نکرنے دے یا طبیعت کو ایسا کر دے کہ اوسمیں میل شہوات نرہے اسکے قابو میں صرف اتنی بات ہے کہ اپنے

اوس کراہت سے کرے جو اسکو انجام کی شناخت اور علم دین اور ایمان خدا تعالے اور قیامت پر ہونے سے حاصل ہی جب یہ بات کرے گا تو جتنا اسکو حکم تھا اوسکو ادا کرے گا اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ اصحاب رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت کی کہ ہمارے دلون پر ایسے امور پیش ہوتے ہین کہ اگر ہم آسمان سے گرائے جاوین اور پرند ہمکو اُچک لین یا ہمکو آندھی اوٹھا کر کسی دور جگہہ پھینکدے تو منظور ہے مگر اونکا کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اون خواطر کو مکروہ بھی جانتے ہو عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ یہی صریح ایمان ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اصحاب رضی کو صرف وسواس اور اوسکی کراہت دلپر گذرتی تھی وسواس کی لیے تو صریح ایمان کہہ ہی نہین سکتے اسلیے ضرور ہوا کہ صریح ایمان آپ نے اوس کراہت ہی کو فرمایا جو وسواس کے ساتھ ہوتی تھی اور ریا کو برا ہے مگر خدا تعالے پر وسواس کرنے کی نسبت بے شک کم ہے تو جب کراہت کے باعث وسواس کا ضرر دفع ہو گیا تو ریا کا ضرر بطریق اولی دور ہونا چاہیے اور اسی طرح حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ اِلَی الْوَسْوَسَةِ اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے برا سمجھے تو وہ اگر دشمن کیطرف سے ہو گا تو تجکو مضر نہین اور جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے اچھا جانے اوسپر نفس کو عتاب کر اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کا وسوسہ اور نزاع نفس مضر نہین بشرطیکہ مراد شیطان و نفس کی انکار و کراہت سے نہونے پاوے اور خواطر یعنی تذکرات اور تخیلات اون اسباب کا جنسے ریا ہیجان مین آوے شیطان کی طرف سے ہوتے ہین اور ان خواطر کے بعد رغبت اور میل نفس کیطرف سے اور کراہت ایمان اور آثار عقل مین سے ہے لیکن یہان شیطان ایک اور چال مکر کی چلتا ہے کہ جب جانتا ہے کہ عابد قبول ریا کا منکر ہے اور اپنے آپ کو اوسکے قبول کرانے سے عاجز تصور کرتا ہے تو اوسکے دل مین یہ خیال ڈالتا ہے کہ تیری صلاح و بہتری اس مین ہے کہ مجھسے مجادلہ مین مشغول ہو اور رد و جدال بہت دیر تک ہے اور اس سے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ ثواب اخلاص و حضور قلب کا اوسکو نہ ملے کیونکہ شیطان کے مجادلہ اور مدافعت مین مشغول ہونا اللہ تعالی کی مناجات سے باز رہنا ہے جس سے قرب الٰہی کی منزلت مین نقصان ہوتا ہے اور ریا کے خواطر کے دفع کرنے مین لوگ چار مراتب پر ہین اول وہ لوگ کہ جو خطرہ پیش آیا اوسکو شیطان پر ہٹا دیا اور اوسکو جھٹلایا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اوسکے ساتھ لڑائی شروع کی اور بہت دیر تک لڑائی برپا رکھی اس گمان سے کہ یہ امر دل کے لیے اچھا ہے اور واقع مین نقصان ہے اسلیے کہ خدا تعالے کی مناجات اور وہ خیر جسکے درپے ہونا منظور تھا جاتی رہی راہزنون سے لڑائی لڑنے لگے اور ظاہر ہے کہ راہزنون کی لڑائی کے لیے توقف کرنا چلنے کے لیے مضر ہے دوسرے وہ لوگ جنکو معلوم ہے کہ جدال و قتال سے سلوک مین نقصان ہوتا ہے اسی لیے صرف شیطان کی تکذیب اور دفع ہی پر

انکار کرتے ہین اوسکے مجادلہ مین مشغول نہین ہوتے تیسرے وہ لوگ کہ تکذیب مین بھی مشغول نہین ہوتے کیونکہ اوس مین بھی توقف ہوتا ہے گو تھوڑا ہی ہو بلکہ اپنے دل مین ریا کی کراہت اور شیطان کا دروغ سمجھ لیتے ہین اور اپنے کام سے غرض رکھتے ہین تکذیب وخصومت سے سروکار نہین رکھتے چوتھے وہ لوگ کہ جانتے ہین کہ جب اسباب ریا بروے کار آوینگے تو شیطان ہمارے حسد کے سبب ہمارے درپے ہوگا اسلیے عزم کر لیتے ہین کہ جب شیطان وسوسہ کرے تو اخلاص ومناجات اور اخفاے صدقہ اور عبادت کو اور زیادہ کرین تاکہ شیطان جلے اس مرتبہ کے لوگ شیطان کو غصہ دلاتے رہتے ہین اور اوسکی بیخ کنی کرکے اوسکے پاس نا امیدی کر دیتے ہین کہ پھر اونکے پاس نہ پھٹکے۔ حضرت فضیل بن غزوان رح سے مروی ہے کہ کسی نے اونسے کہا کہ فلان شخص آپکو برا کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین اوس شخص کو جلاؤنگا جسنے اوسکو امر کیا ہے لوگون نے پوچھا کہ وہ کون ہے فرمایا کہ شیطان ہے پھر فرمایا کہ الہی اوس شخص کو مغفرت کر جسنے مجکو برا کہا اور فرمایا کہ اس میرے کہنے سے بیشک شیطان جلتا ہوگا کہ مین نے اوس شخص کے باب مین خدا کی اطاعت کی۔ اور جب شیطان کو بندے کی یہ عادت معلوم ہو جاتی ہے تو اوس سے باز رہتا ہے کہ مبادا اوسکے حسنات اور زیادہ ہو جاوین۔ اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ شیطان بندہ کو کسی گناہ کی طرف بلاتا ہے بس اگر اوسکی اطاعت نہین کرتا اور اوسکے عوض کوئی خیر کیا کرتا ہے تو اوسکو ویسا ہی چھوڑ دیتا ہے اور فرمایا کہ جب شیطان انسان کو متردد دیکھے تو اوسمین طمع کرتا ہے اور جب کسی خیر کی مداومت کرتا پاتا ہے تو ملول ہوکر بغض کرتا ہے۔ اور حارث محاسبی رح نے ان چار مراتب کی بہت اچھی مثال لکھی ہے کہ فرض کرو کہ چار شخص کسی مجلس علم یا حدیث مین جاتے تاکہ فائدہ اور فضیلت حاصل کرین اور ہدایت ورشد پاوین اور اونپر کسی گمراہ بدعتی نے حسد کیا اور ڈرا کہ ایسا نہو کہ انکو راہ حق ملجاوے پس ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکو منع کیا اور کسی اور گمراہی کی مجلس کی طرف چلنے کو کہا اوسنے انکار کیا جب اوسنے اوسکا انکار دیکھا تو اوسکو لڑائی اور تقریر مین اولجھا دیا وہ شخص بس خیال سے کہ اسکی گمراہی کا دفع کرنا اور اس سے حجت کرنا مصلحت ہے لڑنے لگا حالانکہ مقصود گمراہ کا یہی ہے جتنی دیر یہان لگے یہ شخص فائدہ سے محروم رہے جب دوسرا شخص اوس گمراہ کے پاس کو گذرا اوسنے اوسکو بھی منع کیا اور روکا وہ ٹھہرا تو سہی لیکن اوس گمراہ کو دھکا دیکر چلا گیا لڑائی جھگڑا نہ کیا تو گمراہ اوسکے اسقدر توقف سے بھی خوش ہوا اور جب تیسرا شخص گذرا اور اوسکو بہکایا تو اوسنے ہرگز التفات نکیا اور جا پہلے جاتا تھا اوسی طرح چلا گیا تو گمراہ کی آرزو اوس سے بالکل منقطع ہو گئی اور جسوقت چوتھا اوس کو گذرا اوسنے چاہا کہ گمراہ کو جلاوے تو جس چال سے پہلے جاتا تھا اوس سے تیز چلنا اوسکے سامنے شروع اور سستی کو موقوف کیا اب اگر اتفاقا یہ چارون شخص پھر کبھی اسکے پاس کو گذرین تو یہ اور اونکو حسب

دوبارہ چھیڑے گا مگر جو تجھ سے کے پاس نہ پھٹکیگا کہ مبادا میرے چھیڑنے سے اوسکا فائدہ زیادہ ہو جاوے سو اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب شیطان کا یہ حال ہے کہ کوئی اوسکے وساوس سے خالی نہیں تو قبل اوسکے آنے کے اوسکا استغفار کرنا اور گھات مین لگا رہنا چاہیے یا خداے تعالے پر بھروسا کرنا چاہیے کہ وہی خود اوسکو دور فرماوے گا یا عبادت مین مشغول رہنا اور شیطان کو بھول جانا چاہیے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ شیطان سے برحذر ہونے مین تین قول ہین بعض اہل بصرہ کہتے ہین کہ زبردست عابدون کو شیطان سے بچنے کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ لوگ بالکل خدا ہی کے ہو رہتے ہین اور اوسکی محبت مین مشغول اسی لیے شیطان اونسے کنارہ کرتا ہے اور نا امید ہو جاتا ہی جیسی بوڑھی عابدون کو شراب خواری و زنا کی طرف بلانے سے نا امید ہے تو تمام دنیاوی لذتین زبردستون کے نزدیک مثل شراب و زنا کے ہین گو مباح ہی ہون اور جب لذائذ دنیاوی کی محبت بالکل اون مین نہین تو شیطان کو کوئی راہ اونکے پاس آنے کی نہین اسی لیے اونکو اوسکا کچھ خوف بھی نکرنا چاہیے اور بعض اہل شام کا یہ قول ہے کہ اوس سے بچنے کے واسطے گھات مین رہنا اوس شخص کو درکار ہے جس کا یقین کم ہو اور توکل ناقص ہو جو شخص یہ یقین کرے گا کہ خداے تعالے کی تدبیر مین اوسکا کوئی شریک نہین وہ دوسرے سے کیون ڈرے گا وہ یہ جان لے گا کہ شیطان خدا کی مخلوق مین سے ایک ذلیل شخص ہے اوسپر کوئی امر موقوف نہین جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ضرر اور نفع دینا اوسی کا کام ہے عارف کو شرم آتی ہے کہ غیر خدا سے ڈرے اسلیے کہ وحدانیت کا یقین اوسکو ڈر سے بے پروا کر دیتا ہے اور بعض علما کا یہ قول ہے کہ شیطان سے ڈرنا ضرور چاہیے اور بصریون کا جو یہ قول ہے کہ زبردست عارف جو دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہین اونکو حاجت خوف نہین تو یہ قول شیطان کا وسیلہ ہے کیا عجب ہے کہ آدمی دھوکا کھا جاوے کیونکہ انبیا علیہم السلام تو وسواس شیطانی سے محفوظ ہی نہین رہے دوسرا شخص کیسی محفوظ رہ سکتا ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جتنے وسواس شیطانی ہون سب شہوات اور محبت دنیا کے باب مین ہون تا کہ محبت دنیا و شہوات کے نہ رہنے سے وہ وسواس بھی نہ آوین بلکہ وسواس خداے تعالے کی صفات اور اسما اور بدعت و گمراہی کے اچھا جاننے وغیرہ مین بھی آتے ہین اور اوسکے خطرے سے کوئی نہین بچتا چنانچہ خداے تعالے فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم فرماتے ہین اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَىٰ قَلْبِي باوجودیکہ آپکا شیطان مسلمان ہو گیا تھا اور سواے خیر کے اور کچھ نکہتا تھا پس جو شخص اپنے آپ کو محبت الٰہی مین نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم اور تمام انبیا علیہم السلام کے زیادہ مشغول سمجھے وہ دھوکے مین ہے اور اشتغال محبت الٰہی سے انبیا علیہم السلام کید شیطانی سے مامون نہ تھے دیکھو حضرت آدم و حوا علیہما السلام جنت مین تھے کہ جو امن و سرور کا

مقام ہے اور خدا تعالے نے یونہی فرما دیا تھا کہ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ
فَتَشْقٰى اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى اور صرف ایک ہی درخت سے
منع کیا تھا اور سب وہان کی نعمتون کے لیے اجازت دی تھی پس جب نبی اللہ جنت سے مقام مین وہ کید
شیطانی سے مامون نرہے تو غیر نبی اس دار ناپایدار منبع فتن و محن اور معدن لذائذ و شہوات ممنوعہ مین
رہکر کیسے بچے گا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول خداوند کریم نقل فرماتا ہے هٰذَا مِنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ اسی جہت سے خدائے تعالے شیطان سے تمام خلق کو بچنے کا ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت مین
ارشاد ہے يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اور اسکے آگے ارشاد ہے اِنَّهٗ
يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ تمام قرآن مجید مین ابتدا سے آخر تک شیطان سے تحذیر مذکور ہے
تو اوس سے مامون رہنے کا دعوی کس طرح ہو سکتا اور جب جس چیز سے خدائے تعالے نے پرحذر رہنے کو ارشاد
فرمایا ہے اوس سے حذر کرنا منافی شغل محبت الٰہی نہین اسلیے کہ اقتضائے محبت سے یہ بھی ہے
کہ اوس کے حکم کو مانے اور اوسنے دشمن سے پرحذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ کفار سے پرحذر
رہنے کو فرمایا کہ خُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ
الْخَيْلِ پس جب خدائے تعالے کے ارشاد کے موجب دشمن کافر جو معلوم ہوتے ہین اونسے حذر کرنا اہل
ایمان کو لازم آیا تو ایسے دشمن سے جو ایمان والون کو دیکھے اور خود معلوم نہو حذر کرنا بطریق اولی چاہیے
اسی بنا پر ابن محیریز فرماتے ہین کہ اگر شکار ایسا ہو کہ ہم اوسکو دیکھتے ہون اور وہ ہمکو نہ دیکھتا ہو تو غالبا
ہاتھ آجاوے گا اور جو ایسا ہے کہ وہ ہمکو تو دیکھتا ہے اور ہم اوسکو نہین دیکھتے تو کیا عجب کہ وہ ہم پر غالب
آجاوے اس سے اونکی مراد شیطان ہے علاوہ اسکے اگر دشمن سے غفلت کی جاوے تو اوس مین ابھی
نتیجہ ہے کہ وہ اگر مار ڈالے گا او سکے مار ڈالنے سے شہادت ملتی ہے لیکن اگر شیطان سے حذر نکیا جاوے
تو اپنے آپ کو دوزخ اور عقاب الیم مین ڈالنا پڑے گا غرض کہ اللہ تعالے کے ساتھ مشغول ہونے سے
یہ نہین لازم آتا کہ جس چیز سے اوسنے پرحذر رہنے کو فرمایا ہو اوس سے اعراض کیا جاوے اس تقریر سے
دوسرے فرقہ اہل شام کا مذہب باطل ہوا جو یہ گمان کرتے ہین کہ حذر کرنا توکل کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال و ہتھیار بھی لیے ہین اور لشکر بھی جمع کیا ہے خندق بھی کھودوائی ہی کسی بات
سے آپ کے توکل مین خلل واقع نہین ہوا تو جس چیز سے خدائے تعالے خود خوف و حذر کرنے کو فرماتا ہی
اوس سے خوف و حذر کرنے سے کیسے توکل مین خلل واقع ہوگا اور جن لوگون کا یہ قول ہے کہ توکل کے معنے
اسباب سے بالکل علیحدہ ہونے کے ہین اونکی غلطی ہمنے باب توکل مین ثابت کی ہے اور ارشاد الٰہی وَاَعِدُّوْا لَهُمْ

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ منافی توکل کے نہین بشرطیکہ دل مین اعتقاد ہو کہ ضرر و نفع وحیات وموت خدای تعالے کے اختیار مین ہے اسی طرح شیطان سے حذر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ ہدایت اور گمراہی خدا کے اختیار مین ہے اور اسباب کو صرف ذریعہ سمجھے جیسا کہ باب توکل مین ہم نے لکھا ہے یہی قول حارث محاسبی کا بھی ہے اور یہی واقع مین صحیح ہے نور علم اسی کا شاہد ہے اور پہلے جو دو قول ہین معلوم ہوتا ہے کہ ایسے عابدون کے ہین کہ جنکو علم زیادہ نہین اور اونکو یہ خیال ہے کہ بعض اوقات جو اونپر جوش استغراق کا آجاتا ہے ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہوگا حالانکہ یہ بہت دشوار ہے پھر جو لوگ کہ شیطان سے حذر کے قائل ہین کیفیت حذر مین تین طرح ہین کچھ لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب خدائے تعالے نے ہمکو دشمن سے ڈرایا ہے تو چاہیے کہ کوئی چیز ہمارے دلونپر اوس کے خوف وانتظار سے زیادہ نہو کیونکہ اگر ہم ایک لحظہ بھی اوس سے غافل رہین گے تو عجب نہین کہ دشمن ہلاک کر ڈالے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر شیطان کی یاد ہم اس حد تک کرین گے تو ظاہر ہی ہے کہ خدا کی یاد سے دل خالی ہو جاوے گا اور ساری ہمت وفکر شیطان ہی پر صرف ہوگی اور شیطان کا مقصود بھی یہی ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی بکھیڑے مین مبتلا رہین تو اس لیے مناسب یہ ہے کہ عبادت مین مشغول رہین اور شیطان اور اوسکی عداوت کو بھی نہ بھولین دونون باتین جمع کرین اسلیے کہ اگر اوسکو بالکل بھول جاوین تو شاید اسی طرح سامنے آوے کہ ہمکو گمان بھی نہو اور اگر صرف اوسی کا دھیان رکھین تو خدا کی یاد جاتی رہے اسلیے دونون باتون کو جمع کرنا بہتر ہے اور اہل تحقیق کا یہ قول ہے کہ یہ دونون فریق غلطی پر ہین پہلے فریق کی تو غلطی صاف ظاہر ہے کہ خدا کو بھول کر یاد شیطان ہی کے ہو رہے ہین اور ہمکو حکم شیطان سے حذر کرنے کا اسلیے ہے کہ یاد الٰہی سے نہ روکے تو اوسکی یاد سب چیزون سے زیادہ دل پر کس طرح ہو سکتی ہے اسمین تو سراسر ضرر ہمارا ہے کیونکہ اسکا مآل یہ ہے کہ نور ذکر الٰہی سے دل خالی ہو پس جب شیطان ایسے دل کا قصد کرے گا اور نور ذکر الٰہی اور قوت شغل نہ پاوے گا تو کچھ بعید نہین کہ جلد اپنے قابو مین کر لے اور سالک سے کچھ نہ بن پڑے علاوہ ازین ہمکو حکم ہمیشہ اوسکی یاد کا نہین اور دوسرے فریق کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اسمین بھی شرکت ذکر الٰہی اور ذکر شیطان کی پائی جاتی ہے تو جسقدر آدمی شیطان کی یاد کرے گا اوسی قدر یاد الٰہی مین نقصان ہوگا اور خدائے تعالے کا حکم یون ہے کہ یاد صرف اللہ کی رہے اور اوسکے ماسوا کو خواہ شیطان ہو یا کوئی اور بھولنا چاہیے جب دونون فریق کی غلطی معلوم ہو چکی تو اسباب مین قول فیصل یہ ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ اول شیطان کا خوف اپنے دل کے ساتھ رکھے اور نفس پر اوسکی دشمنی جمالے جب اسکا خوب معتقد ہو جاوے اور یقین عداوت کا ہو جاوے اور خوف بھی اوسکے اندر جاگزین ہو تو خدائے تعالے کے ذکر مین مشغول رہے اور بتمام ہمت اوسکی طرف متوجہ ہو اور دل مین شیطان کا ذرا بھی خیال نکرے کیونکہ جب عداوت اسکی پہچان لیگا ذکر مین مشغول ہوگا پھر اگر شیطان وسوسہ کرے گا تو اسکو خبر ہو جاوے گی اور اوسکو دفع کر دے گا اور بندہ

ذکر مین مشغول ہونے سے یہ ضرور نہین کہ وسواس شیطانی کے وقت اسکو اطلاع نہو دیکھو اگر کوئی شخص سانپ کا خوف رکھتا ہو کہ کسی کام کیلیے بہت تڑکے اوٹھنا چاہیے نہین تو وہ ہاتھ سے جاتا رہیگا تو اس کھٹکے کی جہت سے رات کو چند بار چونک پڑتا ہے باوجودیکہ سونے مین غافل رہتا ہے مگر چونکہ کھٹکا دل مین رہتا ہے اس لیے چونکتا ہے تو خداے تعالے کے ذکر مین مشغول ہونا بھی مانع اطلاع وسواس نہین۔ اور اسی طرح کا دل دفع دشمن پر قادر ہوتا ہے جس مین صرف خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے ہواے نفسانی مرجاتی ہے اور تاریکی شہوات کی دور ہو کر نور علم و عقل کو فروغ ہوتا ہے غرض کہ ارباب بصیرت اپنے دلون کو شیطان کی عداوت اور گھات مین رہنے سے واقف کرکے اوسکا خوف لازم رکھتے ہین مگر یاد شیطان مین مشغول نہین ہوتے بلکہ یاد الٰہی کرتے ہین اور خدا کی یاد سے دشمن کی بدی ٹالتے ہین اور نور ذکر کی چاندنی مین دشمن کے وسواس دیکھ لیتے ہین۔ مثل کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کنوان جسکا نجس پانی سے خالی کرنا منظور ہو تاکہ اوسمین سے صاف پانی نکل آوے تو جو شخص کہ ذکر شیطان مین مشغول ہے اوسنے تو نجس پانی کو کنوئین ہی مین چھوڑ دیا اور جسنے کہ ذکر شیطان اور ذکر خدا کو جمع کیا اوسنے ایک طرف سے تو نجس پانی نکالنا شروع کیا اور دوسری طرف سے اوسی کنوئین کے اندر جاری رکھا تو اب نے فائدہ بڑی مشقت بھی ہوگی اور نجس پانی سے کنوان خالی نہوگا اسلیے کہ ایک طرف سے پانی نکلتا جاوے گا اور دوسری طرف سے آتا جاوے گا اور جو شخص دانا و واقف ہے اوسنے نجس پانی کیلیے آڑ بنا دی اور کوئین مین صاف پانی بھر لیا جب نجس پانی آتا ہے ذرا سی دیر مین بے محنت و کلفت پیڑھہ سے روک دیتا ہے۔

**ساتوان بیان** اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین۔ واضح ہو کہ جیسے اعمال کے خفیہ کھنے مین اخلاص اور ریا سے بچنے کا فائدہ ہے ویسا ہی ظاہر کرنے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگ پیروی کرین اور اونکو رغبت خیر ہو مگر اس مین ریا کی آفت ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مسلمانون کو معلوم ہے کہ عمل خفیہ مین بہت احتیاط ہے مگر اظہار مین بھی فائدہ ہے چنانچہ اللہ تعالے خفیہ اور ظاہر دونون کی ثنا فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور اظہار کی دو قسمین ہین ایک تو نفس عمل کو ظاہر کرنا دوسرے عمل کرکے کہدینا قسم اول کی مثال جیسے صدقہ سب کے سامنے دینا تاکہ لوگون کو اوس مین ترغیب ہو جیسا کہ روایت ہے کہ ایک انصاری رض نے سب سے پہلے ایک کیسہ زر دیا اور اسکے بعد اور لوگ دیکھا دیکھی لانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهٗ اسی طرح سب اعمال مثلا روزہ نماز حج و جہاد ہین لیکن صدقہ مین اقتدا کرنا طبیعتون پر غالب ہے ہان غازی جب گھر سے نکلنے کا قصد کرے سب سے پہلے کمر باندھے اور سواری تیار رکھے تاکہ اور لوگون کو نکلنے کی ترغیب ہووے

ت اگر کھلے ہوئے خیرات دو تو کیا اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر دو اور فقیرون کو پہونچاؤ تو تمکو بہتر ہے

م ت جو اسلام مین عمدہ طریق پیدا کرے عمدہ اور اچھا عمل کرے اوسکا ثواب اور اوسکا ثواب جو اوس کی پیروی کرے روایت کیا اسکو مسلم نے بروایت جریر بن عبداللہ بجلی

یہ فضل ہے اسلیے کہ غزا وغیرہ اعمال ظاہری سے ہے اوسکا خفیہ کرنا ممکن نہین تو اوسپر مبادرت کرنی بغرض اظہار کی غرض سے نہین بلکہ صرف تحریص کی غرض سے ہے اسی طرح آدمی بعض اوقات تہجد پکار کے پڑھتا ہے تاکہ اور گھر والے اور ہمسایے جاگ جاوین اور اوسکی پیروی کرین۔ حاصل یہ کہ جو عمل کہ اوسکا خفیہ بجالانا ممکن نہین مثل حج اور جہاد اور جمعہ کے تو افضل اوسمین سبقت کرنا ہے اور اظہار رغبت دوسرون کی تحریص کے لیے بشرطیکہ ریا کی آمیزش نہو اور جو اعمال کہ اونکا خفیہ ادا کرنا ممکن ہے مثلاً صدقہ اور نماز پس اگر صدقہ کے اظہار سے لوگونکو ترغیب صدقہ ہوتی ہو مگر مسکین کو ایذا ہوتی ہو تو خفیہ ادائے صدقہ افضل ہے اسلیے کہ ایذا دینی حرام ہے اور اگر ایذا نہوتی ہو تو بعض لوگون کے نزدیک خفیہ ہی افضل ہے گو اظہار مین اقتدا و ترغیب ہو اور بعضون کے نزدیک عمل خفیہ اوس اظہار کی نسبت افضل ہے جس مین ترغیب و اقتدا نہو مگر جبکہ اظہار مین اقتدا اور لوگونکو ہوتی ہو اوس صورت مین اظہار ہی افضل ہی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خداوند کریم نے انبیا علیہم السلام کو اظہار عمل کا ارشاد فرمایا تاکہ لوگ اونکی اقتدا کرین اور پھر باوجود اسکے منصب نبوت عطا فرمایا اور اونکی طرف یہ گمان نہین ہوسکتا کہ دونون عمل سے جونسا افضل تھا اوس سے محروم رہے اور نیز حدیث شریف لَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا سے بھی فضیلت اظہار پائی جاتی ہے اور ایک حدیث مین جو ہے کہ عمل خفیہ کا ثواب بہ نسبت عمل ظاہر کے ستر گنا ہے مگر جس عمل ظاہر مین اور لوگ اقتدا کرین اوسکا ثواب بہ نسبت عمل خفیہ کے ستر گنا ہی اور یہ دلیل ایسی ہے کہ اسمین خلاف کی گنجایش نہین اسواسطے کہ جب دل آمیزش ریا سے خالی ہو اور خفیہ و ظاہر مین ایک ہی صورت سے اخلاص پر عمل تمام ہوا ہو تو جس عمل سے اقتدا حاصل ہوتی ہو وہ بے شک افضل ہوگا عمل کے ظاہر ہونے سے صرف خوف ریا ہی ہے پس اگر ریا کی آمیزش حاصل ہوئی تو غیر کی اقتدا سے اسکو کیا فائدہ خود تباہ ہو جاویگا اوس صورت مین بلا خلاف اظہار کی نسبت عمل خفیہ افضل ہے لیکن جو شخص عمل کو ظاہر کرنا چاہے تو اوسکو دو باتین سوچ لینی چاہیین اول تو یہ کہ اظہار ایسی جگہہ کرے جہان یقین خواہ غالب ظن لوگون کی اقتدا کا ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اونکی اقتدا اونکے گھر والے ہی کرتے ہین ہمسایے نہین کرتے اور بعضونکی اقتدا ہمسایے کرتے ہین محلہ والے نہین کرتے بعضون کی محلہ والے کرتے ہین بازاری نہین کرتے مگر عالم مشہور کی اقتدا سب لوگ کرتے ہین تو غیر عالم اگر بعض طاعات کو ظاہر کریگا تو کیا عجب ہے کہ اوسکو لوگ ریا و نفاق کی طرف نسبت کرکے ہجو کرین اور اوسکی اقتدا نکرین تو اوسکے حق مین اظہار عمل بے فائدہ ہے اظہار بہ نیت اقتدا اوسی شخص کو چاہیے جو اقتدا کا رتبہ رکھتا ہو اور ایسے لوگون مین ہو جو اوسکی اقتدا کرین دوسری بات یہ ہے کہ اپنے دل کی نگاہبانی کرے ایسا نہو کہ اوسمین محبت ریا خفی کی ہو اور اوسی کی جہت سے اقتدا کے بہلانے سے اظہار کرتا ہو اور غرض یہ ہو کہ عمل سے آراستہ ہوکر مقتدا بنجاؤن اور اکثر عمل کے ظاہر کرنے والون کا یہی حال ہے بجز زبردست مخلص کے ایسے نہین ہوتے اونکا وجود کم ہے تو چاہیے کہ کہین نفس سرکش بیچارہ ضعیف کو فریب دیکر

اوسکو اوسکا ثواب ہے اور ثواب اوسکا جو عمل کرے اوسپر ۱۲ ۔۔۔ بیہقی نے دونون حدیثون کو بروایت ابو درداء و عائشہ و جابر نقل کیا گیا ہے مگر اول حدیث کو ضعیف کہا ہے اور دوسرے کو معاویہ بن یحیی صدفی سے ۱۲

ناوا قفی میں تباہ کرے۔ ضعیف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں ڈوبتا جاتا ہو اور لوگوں کو ڈوبتا دیکھکر اونپر رحم کرے اور اونکو بچانا چاہے جب وہ سب اوسکو پکڑلیں تو آپ بھی ڈوبے اور وہ بھی ڈوبیں اور پانی میں ڈوبنے کی تکلیف تو ایک گھڑی بھر کی ہوتی ہے کاش ریا سے تباہ ہونے کی بھی تکلیف ایسی ہی ہوتی تو کچھ غم نتھا اوسکا عذاب تو دائمی ہے مدتوں تک رہیگا۔ اور یہ ریا ایسی بلا ہے کہ اسمیں عابد اور عالم سب لغزش کھا جاتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ جیسے زبردست لوگ اپنے اعمال کو ظاہر کرتے ہیں ویسے ہی ہم بھی کریں حالانکہ اونکے دلوں میں قوت اخلاص نہیں تو ریا کے باعث اونکے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور ریا کو سمجھنا بہت دشوار ہے اور اسکا امتحان یہ ہے کہ اپنے نفس پر یہ امر پیش کرے کہ اگر کوئی تجھسے کہے کہ عمل خفیہ کر لوگ اور کسی عابد کی اقتدا کریں گے تجکو ثواب خفیہ اور ظاہر کا یکسان ہی ہوگا پس اگر اس سوال سے نفس اسی بات کو چاہے کہ اس عمل میں مقتدا میں ہی ہوں اور میں ہی ظاہر کروں تو معلوم کر لینا چاہیے کہ باعث اس اظہار کا ریا ہے نہ طلب ثواب اور لوگوں کی اقتدا اور ترغیب خیر کیونکہ لوگوں کو رغبت خیر تو دوسرے عابد کے دیکھنے سے بھی ہو سکتی ہے اور اسکا ثواب بھی اظہار کی نسبت خفیہ میں زیادہ ہوگا پھر اگر لوگوں کا دکھلانا منظور نہیں تو کیا وجہ ہے کہ اسکے دل کو میل اظہار عمل کا ہے۔ حاصل یہ کہ بندہ کو نفس کے فریب سے برحذر رہنا چاہیے نفس بڑا مکار ہے اور شیطان جدا گھات میں ہے اور محبت جاہ دلپر غالب ہے اور اعمال ظاہری آفتوں سے کم بچتے ہیں اور سلامتی اعمال خفیہ ادا کرنے میں ہے عمل کے سالم رہنے کے برابر کوئی چیز نہیں ظاہر کرنے میں ایسے خطرے ہیں کہ ہم جیسے لوگوں کو اونکی برداشت وطاقت نہیں تو ہمارے لیے اور سب ضعیفوں کے لیے اظہار سے خوف ہی اولے ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اوسکو کہدے اوسکا حکم بھی مثل اظہار نفس عمل کے ہے اور خطرہ اسمیں بہت ہے اس لیے کہ زبان سے کہدینا بہت سہل ہے زبان ہلاتے کچھ مشقت نہیں معلوم ہوتی اور چونکہ آدمی کو بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے اسواسطے بیان کرتے وقت کچھ زیادتی اور مبالغہ بھی ہو جاتا ہے مگر یہ اظہار تو کے واسطے ہوگا تو اتنی بات ہے کہ عبادت گذشتہ کے فاسد کرنے میں اثر نہیں کرے گا اس نظر سے البتہ اول کی نسبت کم خفیف ہے اور اوسکا حکم یہ ہے کہ جس شخص کا دل قوی اور اخلاص کامل ہو اور آدمی او نظروں میں حقیر اور اونکی مدح وذم اوسکے نزدیک مساوی ہوں اور اظہار بھی ایسے لوگوں تو قع اقتدا کی اور رغبت خیر کی معلوم ہوتی ہو تو اظہار جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت صاف اور سالم ہو اسواسطے کہ اظہار میں خیر کی ترغیب ہے اور ترغیب خیر بھی ایک امر خیر ہے اور اکابر سے اظہار منقول ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رض کا قول ہے کہ میں نے شروع

نہین پڑھی جس مین نماز کے سوا نفس مین کسی اور چیز کا خطرہ ہوا ہو اور کسی ایسے جنازہ کے پیچھے نہین گیا جسمین اوسکے سوال و جواب کے سوا کچھ اور دھیان گذرا ہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اوسکو یہی یقین کر لیا کہ حق ہے۔ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ مجھے اس بات کی کچھ بھی پروا نہین ہوتی کہ مین توانگر ہو گیا یا مفلس اسلیے کہ مجھے یہ تو معلوم ہی نہین کہ توانگری و مفلسی مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ میرے اوپر ایسا کوئی حال نہین گذرا کہ مین نے یہ تمنا کی ہو کہ کوئی دوسرا حال ہوتا تو اچھا تھا۔ اور حضرت عثمان رض کا قول ہے کہ جبسے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تب سے نہ کبھی زنا کیا نہ جھوٹ بولا نہ دہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا۔ اور شداد بن اوس رض فرماتے ہین کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منہ سے نہین نکالا سواے اس کلمہ کے جو آج نکل گیا اور اوس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دسترخوان لے آؤ کہ اوسکو بھیجدین اور صبح کا کھانا منگاوین غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہین گذرا مگر آج اتفاق ہو گیا اور حضرت ابوسفیان رہنے نزع کے وقت اپنے گھر والون کو فرمایا کہ مجھپر مت رونا اسلیے کہ مین نے شروع اسلام سے آج تک کوئی گناہ نہین کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضہ نے فرمایا کہ مجھسے ایسا کبھی نہین ہوا کہ خداے تعالے نے مجھپر کوئی حکم قضا جاری فرمایا ہو اور مین نے اوسبات کو اچھا جانا ہو کہ کوئی اور امر ہوتا تو خوب تھا اور مجکو ہواے نفسانی ہمیشہ ایسی ہی جگہ ہوئی ہے جو خدا نے میرے مقدر مین لکھدی تھی۔ ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتین عمدہ احوال کے ظاہر کرنے مین منقول ہین اور ان مین نہایت ترغیب ہے بشرطیکہ کہنے والا مقتدا ہو اور اپنے سری کی ریاکاری ہے اگر کہنے والا ریاکار ہو۔ حاصل یہ کہ اس قسم کی باتون کا اظہار زبردستون کے لیے بقصد ترغیب جائز ہے اور اوس مین وہی شرطین ہین جو ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ بس باب اظہار اعمال کو بالکل مسدود کرنا مناسب نہین اسلیے کہ طبیعتین تشبہ اور اقتدا کو بہت چاہتی ہین یہ بات سرشت انسانی مین داخل ہے بلکہ ریاکار بھی اگر اپنی عبادت ظاہر کرتا ہے اور لوگون کو معلوم نہین ہوتا کہ یہ ریا کے واسطے کرتا ہے تو اوس سے بھی لوگون کو بہت فائدہ ہو رہتا ہے مگر خاص اوسکے حق مین مضر ہے۔ بہت سے مخلص ایسے ہین کہ اونکے اخلاص کا سبب یہی ہوا کہ اونھون نے اقتدا کسی ریاکار کی کی گو وہ خدا کے نزدیک ریاکار تھا مگر اوسکی اقتدا سے دوسرونکو فائدہ ہو گیا۔ بصرے کے کوچون مین نماز صبح کے وقت اگر کوئی گذرتا تو ایک روز ایسا تھا کہ تمام گھرون مین سے تلاوت کی آواز آتی تھی مگر جب ایک شخص نے ایک کتاب دقائق ریا کے باب مین لکھی تو سب لوگون نے تلاوت ترک کی اور اوسکی رغبت اورون کو بھی نہوئی پھر لوگ کہنے لگے کہ یہ کتاب نہ بنتی تو خوب ہوتا غرضکہ ریاکار کے اظہار سے بھی فائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ ریا کے باعث عمل کرتا ہے اور یہ تو خود

۷ ابو یعلی نے بروایت انس بسند ضعیف

میں وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ وَبِاَقْوَامٍ لَّاخَلَاقَ لَھُمْ تو جن
ریاکارون کو دیکھکر لوگ اعمال خیر پر متوجہ ہوتے ہین وہ مصداق اسی حدیث کے ہین

## آٹھوان بیان گناہون کے چھپانے میں اور لوگونکو گناہ پر مطلع کرنے اور اونکی مذمت سننے کی برائی مین

واضح ہو کہ اخلاص کے باب مین اصل یہ ہے کہ باطن و ظاہر یکسان ہو جاوین جیسا کہ حضرت عمر رضی نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیشہ عمل علانیہ کو اپنے اوپر لازم کر اوسنے عرض کیا کہ عمل علانیہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ عمل علانیہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اوسپر آگاہ ہو جاوے تو تو اوس سے شرم نکرے۔ اور ابو مسلم خولانی کا قول ہے کہ مین کوئی ایسا عمل نہین کرتا جسپر لوگون کا مطلع ہونا مجھے برا معلوم ہوتا ہو بجز اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونا اور بول و براز کرنے مین اطلاع خلق بری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ درجہ بہت بڑا ہے ہر کسی کو نہین مل سکتا انسان کا حال یہ ہے کہ دل سے اور اعضاے ظاہری سے گناہ کرکے چھپاتا ہے اور لوگون کا اوسپر مطلع ہونا برا جانتا ہے خصوص جب کہ وساوس شہوت کے گذرتے ہین حالانکہ خداے تعالے کو سب کچھ معلوم ہے۔ پس بندہ کا گناہ کو اپنے ہمجنس سے مخفی کرنا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ریا ممنوع مین داخل ہے مگر واقع مین ایسا نہین واقع مین ممنوع یہ امر ہے کہ اپنے عیب اسلیے چھپاوے کہ لوگون کو معلوم ہو کہ متقی اور پرہیزگار ہے اور خود ویسا نہو ریاکار کا چھپانا اسی قسم کا ہوتا ہے اور جو شخص نیک بخت ریاکار نہین اوسکو بھی اپنے عیب چھپانے چاہیین اور اگر اونپر کوئی مطلع ہو جاوے تو اوسکو غم کرنا درست ہے اس پردہ پوشی و غم کی آٹھ وجہین ہین اول تو یہ کہ خداے تعالے نے جو اسکا پردہ چھپا رکھا تھا یہ اوس سے خوش تھا جب پردہ فاش فرمایا تو اسکو اس وجہ سے غم ہوا کہ قیامت مین بھی پردہ فاش ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ سَتَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا ذَنْبًا سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرَۃِ اور یہ غم قوت ایمان کے باعث پیدا ہوتا ہے دوسری یہ کہ اسکو معلوم ہے کہ خداے تعالے کو ظاہر ہونا گناہون کا برا معلوم ہوتا ہے اور اونکی پردہ پوشی محبوب ہے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَنِ ارْتَکَبَ شَیْئًا مِّنْ ھٰذِہِ الْقَاذُوْرَاتِ فَلْیَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰہِ تو اگرچہ گناہ کے باعث اوسنے خداے تعالے کی نافرمانی کی مگر دل مین محبت اوس بات کی رہی جو خداے تعالے کو محبوب تھی۔ اور جو چیز اوسکو بری معلوم ہوتی ہے وہ اسنے بھی بری سمجھی اور اوسپر غم کیا اوسکا منشا یہی ہے کہ ظہور معاصی کو خداے تعالے کے بری جاننے پر ایمان قوی ہو اور اس ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کا گناہ ظاہر ہو جاوے تو ایسا ہی غم ہو جیسے اپنے گناہ کے ظہور کا تیسری وجہ گناہ کے باعث لوگونکی مذمت سے رنج کرنا ہے یہ کہ مذمت کی جہت سے دل و عقل کو غم ہوتا ہے اور اسی غم کے باعث دونون طاعت الٰہی سے باز رہتی ہین کیونکہ طبیعت مذمت سے ایذا پاتی ہے اور عقل سے نزاع کرکے اوسکو طاعت سے روک دیتی ہے مگر اس اعتبار سے چاہیے کہ جس تعریف سے کہ دل خدا کی یاد سے پھرتا ہو اوس تعریف کو بھی برا سمجھے اور رنج کرے کیونکہ جو علت مذمت مین ہے وہی یہان ہے

اور یہ بات قوت ایمان ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ ادائے طاعت کے لیئے فراغ دل کی طرف رغبت کا درست ہونا
ایمان ہی سے ہوتا ہے چوتھی یہ کہ گناہون کا چھپانا اور اونکے چھپانے کی رغبت کرنی اس لیے ہوتی ہے
کہ آدمیون کی مذمت شاق معلوم ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے رنج بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کو ایذا پہونچتی ہے اسلیے
کہ مذمت دل کو ایسا ہی صدمہ دیتی ہے جیسا ضرب سے بدن کو پہونچتا ہی اور رنج کرنا اونکا مذمت کے سبب حرام نہین
نہ انسان اوسکی جہت سے گناہگار ہوا البتہ گناہگار اوس صورت مین ہوتا ہی کہ نفس مذمت سے مضطرب ہو کر اوسکے ڈر سے کسی امر ممنوع کا
مرتکب ہو ہر صورت انسان پر واجب نہین کہ خلق کی مذمت سے رنج والم نکرے ہان کمال صدق یہ ہی کہ خلق کی نگاہ سے جاتی رہے اور اوسکے
نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا یکسان معلوم ہو باین لحاظ کہ اسکو معلوم ہی کہ نفع کرنے والا اور ضرر دینے والا خدا تعالیٰ ہی
اور بندے سبکے سب عاجز ہین مگر اس طرح کے لوگ بہت کم ہوتے ہین اکثر طبیعتون کو مذمت سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ
مذمت کے باعث اپنے نقصان سے واقف ہوتے ہین اور بعض اوقات مذمت سے رنج ہونا اچھا بھی ہوتا ہے
خصوصًا جبکہ برا کہنے والا دیندار اہل بصیرت ہو کیونکہ وہ لوگ خدائے تعالیٰ کے گواہ ہوتے ہین اونکی
مذمت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بھی مذموم ہے اور دین مین ناقص تو کس طرح
غم نہوگا یہ بات تو رنج و غم ہی کی ہے البتہ غم جو برا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ میرے متقی ہونے کی تعریف کیون
نہین کرتے گویا اپنے تقوے پر تعریف چاہتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی طاعت پر حمد کا طالب ہونا جائز نہین
اسلیے کہ طاعت خدا پر ثواب دوسرے سے طلب کرنے کے کیا معنے بس اگر ایسا خطرہ دل مین آوے تو واجب
ہے کہ اوسکو مکروہ جانکر رد کرے لیکن گناہ پر لوگون کے برا کہنے سے کراہت کرنا شرعی امر ہے اور مذموم نہین
اسلیے گناہ کو درپردہ رکھنا اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہین جائز ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ آدمی محبت حمد تو
نرکھتا ہو الا مذمت کو برا جانتا ہو اور غرض اوسکی یہ ہو کہ لوگ مجکو نہ بھلا کہین نہ برا مثلاً اکثر مابر لذت حمد سے
الم مذمت پر صبر نہین کرتے اسلیے کہ حمد لذت کے واسطے مطلوب ہوتی ہے اور لذت نہونے سے کچھ رنج نہین ہوتا
مگر مذمت باعث درد ہے بس طاعت پر حمد کی خواہش کرنی اوس طاعت کا ثواب اوسی وقت لیلینا ہے
اور گناہ پر مذمت کو برا جاننے مین کوئی بات نہین صرف اتنا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کے مطلع ہونے کے
رنج مین خدا کا مطلع ہونا بھول جاوے یہ نہایت درجہ کا دین مین نقصان ہے بلکہ یون مناسب ہے
کہ خدائے تعالیٰ کے مطلع ہونے اور اوسکی مذمت کا زیادہ غم ہو پانچوین یہ کہ مذمت کو اس وجہ سے برا جانے
کہ مذمت کرنے والے نے خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی اور یہ بات بھی ایمان کے باعث پیش آتی ہے
اور اوسکی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی مذمت سنے جب بھی اوتنا ہی رنج ہو جتنا اپنی مذمت سے ہوتا ہے
کیونکہ علت رنج دونون صورت مین یکسان ہے چھٹی یہ کہ گناہ کو اسلیے پوشیدہ کرتا ہے تاکہ اطلاع ہونے پر

کوئی کسی طرح کی بدی نہ پہونچاوے اور یہ بات صدمۂ مذمت کے علاوہ ہے اسواسطے مذمت کا صدمہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ آدمی کے دل کو اپنے نقصان اور خست کا شعور ہوتا ہے اگرچہ مذمت ایسا ہی شخص کرے جسکی شر سے مامون ہو مگر بعض اوقات خوف یہ ہوتا ہے کہ اگر گناہ پر کسی کو اطلاع ہوگی تو وہ کسی سبب سے شرارت کرے گا اس صورت میں جائز ہے کہ اس شرارت کے خوف سے خفیہ رکھے ساتویں وجہ صرف حیا کا ہونا کہ یہ بھی ایک طرح کا الم ہے سوائے مذمت اور شرارت کی تکلیف کے اور حیا ایک عمدہ عادت ہے جو شروع لڑکپن میں سن تمیز کے وقت جب نور عقل چمکتا ہے پیدا ہوتی ہے اوسی کے باعث اگر اوسکی بری باتوں کو کوئی دیکھ لیتا ہے تو شرم کرتا ہے اور یہ ایک وصف محمود ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ اور فرمایا اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ اور فرمایا اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ اور فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَیِیَّ الْحَلِیْمَ پس جو شخص کہ فسق کرتا ہے اور اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ لوگوں کو اسکا فسق معلوم ہوجاوے گا وہ فسق کے ساتھ پردہ دری اور بے شرمی کو زیادہ کرتا ہے اور اوس شخص کی نسبت برا ہے جو فسق کو چھپاتا ہے اور شرم کرتا ہے مگر حیا ریا کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے کم لوگ اوسکی تمیز کرتے ہیں ہر ایک ریاکار یہی دعوے کرتا ہے کہ میں حیادار ہوں اور عبادتوں کو اچھی طرح ادا کرتا ہوں اوسکا سبب یہی ہے کہ لوگوں سے شرم آتی ہے اور یہ جھوٹ ہے بلکہ حیا ایک عادت ہے کہ طبیعت کریم سے پیدا ہوتی ہے اور اوسکے بعد سبب ریا اور سبب اخلاص ہیجان میں آتے ہیں تو ممکن ہے کہ آدمی حیا کے باعث اخلاص کرے یا ریا کرے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اپنے دوست سے قرض مانگتا ہے اور اوسکا دل قرض دینے کو نہیں چاہتا مگر اوسکو جواب صاف دینے سے حیا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر وہ شخص کسی دوسرے کی زبانی قرض کے لیے کہلا بھیجتا تو شرم نہ آتی اور نہ قرض دیتا نہ ریا کے باعث نہ ثواب کے باعث تو اس دینے والے کے کئی حال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ جواب صاف دیدے اور قلت حیا کی پروا نکرے تو یہ کام تو بے حیا لوگ کے ہے حیادار یا بہانہ کرتے ہیں یا قرض دیتے ہیں اور دینے کی صورت میں چار حال ہیں اول تو یہ کہ ریا کے ساتھ حیا کی آمیزش ہو مثلاً اول حیا آئی کہ جواب دینا برا ہے پھر ریا کا ہیجان ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ دینا ہی چاہیے تا کہ قرض خواہ تیری مدح و ثنا کرے اور نام سخاوت میں مشہور ہو یا اس سبب دینا مناسب ہے کہ تجکو برا نکہے اور بخل کیطرف منسوب نکرے اس صورت میں اگر دیوے گا تو ریا کے باعث دے گا مگر یہ ریا حیا کے ہیجان و جوش سے پیدا ہوا ہے دوسری یہ کہ حیا کے سبب جواب صاف نہیں دے سکتا اور بوجہ بخل کے مارے کچھ قرض بھی نہیں دیتا اس حال میں یہ سبب اخلاص کا ہیجان ہوا اور کہنے لگا کہ صدقہ دینے کا تو ایک ہی ثواب ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا ہے اسمیں بہت ثواب ہے اور دوست کا دل خوش کرنا اوسپر علاوہ ہے اور خدا کے نزدیک بہت اچھا ہے اس ترغیب سے نفس دینے پر راضی ہو گیا تو یہ شخص مخلص ہے اور اسکا اخلاص حیا کے سبب پیدا ہوا ہے تیسری یہ کہ

دینے والے کو نہ رغبت ثواب کی ہے نہ خوف قرضخواہ کی مذمت کا نہ محبت اوسکی تعریف کی اسلیے کہ انمین سے اگر کوئی بات ہوتی تو غیر کی زبانی کہلا بھیجنے پر بھی دیدیتا اور مفروض یہ ہے کہ اگر کوئی اور مانگنے آتا تو نہ دیتا پس اس صورت مین صرف قرضخواہ کی شرم ہی سے دیا اگر اوسکی شرم نہوتی تو جواب دیدیتا یا کوئی ایسا شخص آتا جسکا لحاظ نکرنا پڑتا مثلاً کوئی اجنبی یا کمینہ مانگتا تو اوسکو ہٹا دیتا گو بہت سی تعریف یا ثواب کا موجب ہو غرض کہ اسطرح کا دینا صرف حیا کی جہت سے ہے اور یہ صورت حیا کی بری باتون ہی مین پیش آتی ہے جیسے بخل اور ارتکاب گناہون کا اور ریاکار مباحات مین بھی شرماتا ہے یہانتک کہ اگر دوڑا جاتا ہو تو لوگون کے دیکھنے سے ٹھہر جاتا ہے یا ہنس رہا ہو تو چپ ہو جاتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ مین حیا کرتا ہون حالانکہ یہ حیا نہین عین ریا ہے اور یہ جو قول مشہور ہے کہ بعض حیا اچھی نہین ہوتی بہت درست ہے اوس حیا سے وہ حیا مراد ہے جو ایسی چیزون سے ہو جو بری نہین مثلاً لوگون کو نصیحت کرنے سے حیا کرنی یا نماز پڑھانے سے حیا کرنی اس قسم کی حیا اگر عورتون اور لڑکون مین ہو تو اچھی ہے اور عقلا مین اچھی نہین — اور کبھی آدمی کسی بوڑھے کو مرتکب کسی معصیت کا دیکھتا ہے مگر اوسکے بوڑھا ہونے کے لحاظ سے اوسکو منع کرتے شرم آتی ہے اسلیے کہ تعظیم کرنا بوڑھے مسلمان کا تعظیم کرنا خدا کا ہے یہ حیا اچھی ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ خدا سے شرم کرے اور امر بالمعروف کو فروگذاشت نکرے زبردست لوگ تو یہی کرتے ہین کہ خدا کی شرم کو لوگون کی شرم پر ترجیح کرتے ہین اور کمزورون سے یہ نہین ہو سکتا

آٹھوین یہ کہ گناہ کے ظاہر ہونے سے یہ خوف ہو کہ کوئی دوسرا شخص میری دیکھا دیکھی ایسا ہی کرے گا اور یہی وہ وجہ ہے کہ اظہار طاعت مین جاری ہے یعنے اظہار طاعت اسی وجہ سے جائز ہی کہ اوس سے ترغیب و اقتدا مقصود ہے اور یہ وجہ ائمہ و مقتداؤن سے مخصوص ہے مگر گناہ کے چھپانے مین یہ علت خاص نرہنی چاہیے عامی کو بھی اسکا پابند ہونا چاہیے اور اوسکو بھی نہین چاہیے کہ اپنا گناہ اپنے زن و فرزند پر ظاہر کرے ورنہ وہ لوگ بھی اسکی اقتدا کرکے ویسے ہی ہو جاوینگے پس گناہ کے چھپانے مین یہ آٹھ عذر اور سبب ہین اور اظہار طاعت مین بجز اس عذر ہشتم کے اور کوئی سبب نہین اور جب معصیت کے چھپانے سے یہ مقصود ہو کہ لوگون کے خیال مین متقی بنے تو ریاکار ہوگا جیسا کہ اظہار طاعت اسی غرض کے لیے کرنے سے ہوتا تھا اب اگر یہ پوچھو کہ پھر بندے کو جائز ہے کہ اپنے صالح ہونے کی جہت سے لوگون کی مدح کو محبوب جانے اور لوگ اوسکو اسی جہت سے محبوب سمجھین جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجکو ایسا عمل ارشاد فرمائیے جس سے مجکو خداے تعالے محبوب جانے اور خلق بھی محبوب سمجھے آپنے ارشاد فرمایا کہ دنیا مین زہد کر خداے تعالے تیرے ساتھ محبت کریگا اور اس نکمے مال کو لوگون کی طرف پھینکدے وہ تیرے ساتھ محبت کرینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لوگون کی محبت اپنے ساتھ محبوب جاننی کبھی مباح ہی اور کبھی

اچھی ہوتی ہے اور کبھی بری اچھی تو اوس صورت مین ہے کہ لوگون کی محبت کو اسلیے محبوب سمجھے کہ اوسکی محبت سے تصور محبت الٰہی کا اپنے ساتھ ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کو دوست کہتا ہے تو بندون کے دلون مین اوسکو محبوب کر دیتا ہے اور مذموم وہ صورت ہی کہ یہ چاہے کہ نماز روزہ اور حج و جہاد یا کسی اور طاعت معین پر لوگ مدح و ثنا کرین اور یہ اسلیے مذموم ہے کہ طاعت الٰہی پر سواے ثواب خدا کے دوسرے عوض کا خواستگار ہوتا ہے اور مباح یہ صورت ہے کہ لوگون کی محبت سواے طاعات اور صفات محمودہ کے سبب خواہان ہو اس بات کی محبت کا حکم مثل محبت مال کے ہے کیونکہ دلون کا مالک ہونا ایسا ہی ذریعہ غرضون کے حصول کا ہی جیسا مال کا مالک ہونا دو تو نین کچھ فرق نہین

**نوان بیان** ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کو چھوڑ دینے کے ذکر مین بعضے اشخاص عمل کو اسی خوف سے ترک کر دیتے ہین کہ اوسکے سبب سے ریاکار ہو جائین گے اور یہ اونکی غلطی اور شیطان کا ساتھ دینا ہے بلکہ خوف آفات سے عمل کو چھوڑنا اور نچھوڑنا اس تفصیل سے ہے کہ طاعات کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جن مین خود مین کچھ لذت نہین مثلاً نماز و روزہ و حج و جہاد کہ انمین محنت و مجاہدہ ہی ہے اور لذیذ اس جہت سے ہو جاتی ہین کہ ذریعہ لوگون کی حمد کے حاصل کرنے کا ہین اور وہ ایک لذیذ چیز ہے اور لوگون کے مطلع ہونے پر حاصل ہوتی ہے اور ایک قسم طاعت کی وہ ہی جو خود لذیذ ہے اور وہ ایسے طاعات ہین جو اکثر بدن پر موقوف نہین بلکہ خلق سے متعلق ہین جیسے خلافت اور قضا اور ولایت اور محتسب ہونا اور امامت نماز اور تذکیر و تدریس اور لوگون کو مال دینا وغیرہ کہ انمین خلق کے تعلق اور لذت ہونے کی جہت سے آفت زیادہ ہے قسم اول یعنے جو طاعتین کہ بدن کو لازم ہین اور غیر سے متعلق نہین نہ خود اون مین لذت ہے مثل نماز و روزہ اور حج کے تو خطرات ریا اون مین تین طرح ہین اول وہ جو عمل سے پہلے آوے اور لوگون کو دکھلانے کو ابتداے عمل کا باعث ہو اور کوئی باعث دینی اوسکے ساتھ نہو تو ایسے عمل کو چھوڑ دینا چاہیے اسواسطے کہ وہ سراسر گناہ ہے اوسمین طاعت نہین بلکہ بلباس طاعت منزلت کی خواہش ہے پھر اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ اپنے نفس سے باعث ریا کو دور کرے اور کہے کہ تجھے خدا سے شرم نہین آتی کہ اوسکے بندون کے واسطے تو عمل کرتا ہے اور اوسکے لیے نہین کرتا اور اس فہمایش سے باعث ریا دور ہو جاوے اور نفس خدا کے واسطے عمل کرنے کو تیار ہو اور تدارک مافات کرے تو چاہیے کہ عمل مین مشغول ہو دوسری یہ کہ عمل کرنے کے لیے تو خدا ہی کے واسطے آمادہ تھا لیکن درمیان مین عبادت کے ساتھ خواہ اوس سے اول ریا پیش ہو گیا تو اس صورت مین عمل چھوڑنا نچاہیے اسلیے کہ باعث دینی پایا گیا تو شروع عمل کرنا چاہیے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے ریا کو دفع کرے اور اخلاص اچھی طرح کرے اون علاجات سے جنکا ذکر ہمنے کیا ہی کہ کراہت ریا کی اور اوسکے ماننے سے انکار کرنا اپنے نفس پر لازم کرے تیسری یہ کہ نیت عبادت اخلاص پر ہو مگر اوسکے اسباب اثناے عبادت مین طاری ہو جاوین تو اس صورت مین بھی مجاہدہ دفع ریا کے لیے ضرور ہے اور

عمل کو چھوڑنا مناسب نہین بلکہ بزور پیتے نفس کو اخلاص کیطرف رجوع کرے اور تمامی عمل تک اوسی پر رہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان اول تو یہی چاہتا ہے کہ آدمی عمل نکرے پس اگر نمانا اور عمل شروع کیا تو ریا کی طرف کھینچتا ہے اگر اسکو بھی نمانا اور کام کیے گیا تو کہتا ہے کہ یہ عمل خالص نہین تو ریاکار ہے اور محنت تیری برباد جس عمل مین اخلاص نہین اوس سے تجھکو کیا فائدہ ہوگا اور یہی کہے جاوے گا یہان تک کہ آدمی عمل چھوڑ دے اور یہی اوسکی غرض ہوتی ہے اور جو شخص کہ ریاکاری کی ڈر سے عمل چھوڑ دے اوسکی مثال یہ ہے کہ کسی کے آقا نے اوسکو گیہون دیے جن مین کچھ ملا تھا اور کہا کہ اونکو صاف کرلو اور خوب صاف کرنا کہ تنکا وغیرہ کچھ نرہے تو یہ شخص اس ڈر سے کہ اگر مین صاف کرونگا تو صاف اچھی طرح نہونگے بالکل اوس خدمت کو بجا نلاوے یہی حال ہے کہ اخلاص کے نہونے کے باعث اصل عمل ہی چھوڑ دیا جاوے اور اسی طرح اگر عمل کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ لوگ مجکو ریاکار کہنے سے گنہگار ہونگے اونکا وبال مجھپر رہیگا تو یہ بھی شیطان کا فریب ہے اسلیے کہ اول تو مسلمانون پر بدظنی کی جو اسکے لیے شایان نتھی دوم یہ کہ اونکا قول اسکو مضر نہین ثواب عبادت مفت کھوتا ہے سوم یہ کہ عمل کو اسلیے چھوڑنا کہ لوگ ریاکار کہینگے یہ نہین ریا ہے اگر اسکو اونکی مدح کی محبت اور خوف مذمت نہوتا تو اونکے قول کی کیا پروا تھی خواہ ریاکار کہین یا مخلص اور عمل کو اس خوف سے چھوڑ دینا کہ لوگ ریاکار کہینگے یا اس سبب سے اچھی طرح بجالانا کہ لوگ یہ نکہین کہ غافل اور کاہل ہے ان دونون مین کیا فرق ہوا بلکہ عمل کو چھوڑنا ہی بہت برا ہے غرضکہ یہ سب شیطان کے فریب ہین کہ جاہل عابدون کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر عمل چھوڑنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچ رہونگا وہ تو پیچھا نہین چھوڑے گا بلکہ ترک عمل کے بعد یون کہے گا کہ اب لوگ تجکو تارک عمل کہینگے کہ یہ شخص شہرت کا طالب نہین بڑا مخلص ہے ایسی ایسی باتون سے بناچاری آدمی کو شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا پھر اگر بھاگ کر کسی بل مین گھسر جاوے گا تب بھی دل مین اس بات کا چسکا ڈالے گا کہ کسی طرح لوگونکو خبر ہو کہ فلان شخص زاہد ہوکر بھاگ گیا اور کنارہ کشی کی تاکہ اس بات سے اونکے دلون مین تعظیم ہو جاوے غرض اوسکے فریبون سے اور کوئی صورت نجات کی نہین بجز اسکے کہ آفات ریا کو خوب جان لیا جاوے کہ اوسکے باعث آخرت مین ضرر ہے اور دنیا کا کوئی فائدہ نہین اوسکو برائی جاننا چاہیے اور دل مین اوسکا انکار ہی بھرا رہے اسی طرح ہمیشہ عمل کرتا رہے اور کچھ پروا وساوس کی نکرے اور اگر دشمن خواہ طبیعت سے نزاع کرے گا تو اونکی نزاع کی کچھ انتہا نہین اور اسکے عمل چھوڑنا اپنے آپ کو بیکار کرنا اور خیرات سے محروم رہنا ہے ـ حاصل یہ کہ جب تک آدمی مین عمل کا باعث دینی ہو تب تک عمل کو چھوڑے بلکہ ریا کے وسوسے کو ٹالے اور دل مین خدا سے شرم کرے کہ نفس جو یہ چاہتا ہے کہ خدا کی طاعت کے عوض مین مخلوق کی مدح کو اختیار کرے تو خدا کی حمد کیا تھوڑی ہے وہ دلون کا حال خوب جانتا ہے اور اگر لوگونکو اس کا حال معلوم ہو جاوے کہ ہمارے اچھا کہنے کے سبب سے عمل کرتا ہے تو بیشک بغض کرین اس صورت مین اگر آدمی سے یہ ہوسکے کہ خدا سے شرم کرکے

اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے عمل زیادہ کرے تو کرنا چاہیے اور اگر شیطان اوسکو کہے کہ تو ریاکار ہے تو جان لینا چاہیے
کہ وہ جھوٹا ہے بشرطیکہ دل مین ریا کی اور اوسکے قبول کرنے کی برائی موجود ہو اور اوسکا خوف اور شرم خدا
حاصل اور اگر نہ دل مین برائی ریا کی ہو نہ خوف نہ شرم اور نہ عمل کا کوئی باعث دینی ہو صرف ریا ہی باعث عمل ہو
تو عمل نہ کرنا چاہیے مگر یہ امر نہایت بعید ہے اوس شخص سے جو خدا کے واسطے عمل کرتا ہے اسلیے کہ اوسکے ساتھ اصل
قصد ثواب تو رہتا ہے۔ یہان اگر کوئی کہے کہ شہرت کے خوف سے عمل کو ترک کرنا اکابر سلف سے منقول ہے
چنانچہ روایت ہے کہ ابراہیم نخعی تلاوت کرتے تھے کہ اس عرصہ مین اونکے پاس کوئی شخص آیا اونھون نے
کلام اللہ بند کرکے تلاوت موقوف کی اور کہا کہ اسکو معلوم نہو کہ ہم ہر گھڑی تلاوت کرتے ہین اسی طرح
ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنا بولنا اچھا معلوم ہو جب چپ ہو جاوے
اور جب سکوت خوش معلوم ہو تو کلام کرے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بعض اکابر راستہ کی ایذا کی
چیزین دیکھتے تھے مگر شہرت کی ڈر کے مارے اونکو نہین اوٹھاتے تھے اور بعض کو رونا آتا تھا مگر شہرت کی
خوف سے اوسکو مبدل بہ خندہ کر دیتے تھے اسی طرح بہت سے آثار اس باب مین وارد ہین تو اسکا جواب یہ ہے
کہ شہرت کے خوف سے تو ترک عمل کی صرف چند روایتین ہین اور اسکے مقابل اظہار طاعات کی بیشمار
شخصون سے موجود ہین علاوہ ازین جسقدر خوف شہرت رونے اور راستے کی ایذا کے دور کرنے مین ہے
اوس سے زیادہ حضرت حسن بصری رح کے اس کلام کے وعظ مین ظاہر کرنے مین ہی باوجود اسکے کہ خود بیان
فرمایا اور ان دونون باتون کو ترک نہین فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ ترک کرنا نوافل کا جائز ہے اور ہمارا کلام
افضل مین ہے اور افضل پر زبردست قادر ہوتے ہین ضعیفون کا کام نہین افضل یہی ہے کہ عمل کو تمام
کرے اور اخلاص مین کوشش کرے اور درگذر نہ کرے۔ اور ارباب اعمال شدت خوف کے باعث کبھی
اپنے نفسون کا علاج افضل کے خلاف سے کرلیا کرتے ہین پس اقتدا زبردستون ہی کا چاہیے۔ اور بند کرنا
کلام اللہ کا جو حضرت ابراہیم نخعی رح سے منقول ہے تو شاید اس غرض سے ہو کہ اوس شخص کے آنے پر موقوف
کرنا پڑیگا اور بعد چلے جانے کے پھر شروع کرنا ہوگا کیونکہ اوس سے باتین کرنی ہونگی تو یہ خیال کیا کہ آخر اوسکی
دلداری کی لیے باتین تو کرنی پڑینگی کہ پھر دوبارہ آوی اگر تلاوت بھی اسی طرح موقوف کیجاوی کہ وہ نہ دیکھے تو اسمین
ریا سے بھی بچاؤ ہے۔ اور رستے کی ایذا کو نہ اوٹھانا اون لوگون سے سرزد ہوتا ہے جو اپنی نفس پر آفت شہرت سے
ڈرتی ہین اور یہ خوف کرتی ہین کہ اگر ہمارے پاس ہجوم لوگون کا ہوگا تو اور عبادتین جو ایذا کے دور کرنے سے
بڑی ہین اونکے مانع ہونگے پس اس امر کو چھوڑنا اون عبادات کی محافظت کے باعث تھا نہ صرف خوف ریا سے
اور ابراہیم تیمی کا قول جو یہ ہے کہ جب کلام کرنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اس سے شاید اونکی مر

مباح ہے ہو مثل فصاحت و خوش بیانی کے حکایات وغیرہ میں جس سے عجب پیدا ہوتا ہے اسی طرح سکوت مباح سے بھی عجب ممنوع ہے تو واقع میں مآل اونکے قول کا یہ ہے کہ ایک مباح کو چھوڑ کر بخوف عجب دوسرے مباح کو اختیار کرنا چاہیے اور کلام حق مستحب کی تصریح نہیں کہ اوسکو بھی نہ کہنا چاہیے علاوہ اسکے آفت جو کلام میں زیادہ ہوتی ہے وہ قسم ثانی میں واقع اور ہم اون عبادات کا بیان کرتے ہیں جو خاص بدن انسان سے ہوتی ہوں اور خلق کا تعلق اوسمیں نہو اس قسم میں آفات زیادہ نہیں ہیں۔ پھر حضرت حسن بصریؒ کا قول جو ترک گریہ و رفع ایذا بخوف شہرت کے باب میں ہے ہوسکتا ہے کہ وہ احوال ان ضعیفوں کا ہو جو فضل شی کو نہیں جانتے اور ان فائق کو نہیں پہچانتے آپ نے اوسکو صرف آفت شہرت سے لوگونکو ڈرانے کے لیے مذکور فرمایا ہو کہ سنکر اوسکی طلب سے باز رہیں دوسری قسم عبادات کی جو خلق سے متعلق ہے اوسمیں آفتیں اور خطرے زیادہ ہیں سب میں زیادہ خلافت اور امامت ہے پھر حکومت قضا پھر تذکیر و تدریس و فتوی پھر مال کا دینا۔ اب ہر ایک کا حال بتفصیل سننا چاہیے خلافت جو عبارت اہل اسلام کے سردار سے ہے اگر عدل و اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل عبادات ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے لَیَوْمٌ مِنْ إِمَامٍ عَادِلٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الرَّجُلِ وَحْدَہٗ سِتِّیْنَ عَامًا تو اس سے زیادہ کونسی عبادت ہوگی جسکا ایک روز ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہو اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ ثَلٰثَۃٌ اَلْاِمَامُ الْمُقْسِطُ اَحَدُھُمْ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے یہ حدیث مروی ہے ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمْ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ اَحَدُھُمْ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ سے یہ حدیث مروی ہے اَقْرَبُ النَّاسِ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِمَامٌ عَادِلٌ غرض کہ امارت اور خلافت اعظم عبادات میں سے ہیں اور چونکہ اسمیں خطرہ بہت ہے اسی لیے متقی اس سے ہمیشہ کنارہ کرتے رہے کیونکہ اسکے باعث صفات باطنی حرکت کرتے ہیں اور نفس پر محبت جاہ اور لذت غلبہ اور اجرای حکومت کی جو لذائذ دنیاوی میں سب سے بڑھکر ہیں غالب ہو جاتے ہیں جب ولایت کی محبت ہوتی ہے تو والی اپنی حظ نفس میں کوشش کرتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اپنی ہوائے نفسانی کی پیروی میں جو امر کہ مخل جاہ و ولایت میں ہو گو امر حق ہے کیوں نہو اوس سے درگذر کرے اور جس چیز سے کہ منزلت زیادہ ہو اگرچہ باطل ہو اوسکو بجا لاوے اور تباہ ہو جاوے اور پھر ایک روز سلطان ظالم کا ساٹھ برس کی بدکاری سے بدتر ہو جاوے بمضمون اوس حدیث کے جو امام عادل کے بیان میں گذری اسی بڑے خطر کی جہت سے حضرت عمر رضہ فرماتے تھے کہ جب اس عہد میں اتنی مصیبت ہے ہمکو کون لے سکتا ہے اور آپکا ارشاد صحیح ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا مِنْ وَالِیْ عَشَرَۃٍ اِلَّا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَغْلُوْلَۃً یَدُہٗ اِلٰی عُنُقِہٖ اَطْلَقَہٗ عَدْلُہٗ اَوْ اَوْبَقَہٗ جَوْرُہٗ اس روایت کو حضرت معقل بن یسار رضہ نے بیان کیا ہے اور حضرت عمر رضہ نے حضرت معقل بن یسار کو کسی جگہہ کا والی کرنا چاہا تو اونھوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ اس باب میں مجکو مشورہ بتلایے کہ قبول کروں یا نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میری ہی صلاح پر کھتے ہو تو میرے نزدیک بیٹھے رہو مگر میری مشورہ کا ذکر اور سے

مت کرنا۔ اسی طرح حضرت حسن رح روایت کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو والی کرنا
اونسنے عرض کیا کہ آپ ہی اسکو فرمائیے کہ میرے لیے بہتر ہی یا نہین آپنے ارشاد فرمایا کہ بیٹھے رہو۔ اور عبدالرحمن بن سمرہ
رض سے روایت ہے کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ای عبدالرحمن امارت کی درخواست مت کرنا اسلیے کہ اگر بے درخواست
ملیگی تو اوسکے لیے تجکو مدد غیبی ملیگی اور اگر درخواست سے ملیگی تو تو اوسی کا ہورہیگا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض نے
حضرت رافع بن عمر رض کو فرمایا کہ امارت دو شخصون پر بھی مت کرنا جب حضرت صدیق رض خود خلیفہ ہوئے تو حضرت رافع
کھڑے ہوکر اونکی خدمت مین عرض کیا کہ کیا آپ نے مجکو ارشاد نہین فرمایا تھا کہ امارت دو پر بھی مت کرنا آپکو تو اب
تمام امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت سپرد ہوئی آپ نے فرمایا کہ وہ قول میرا اب بھی ہی جو شخص امارت مین عدل
او سپر خدا کی لعنت ہے۔ اور شاید کم فہم لوگ ان احادیث جو فضیلت امارت مین وارد ہوئی ہین اور حدیثین کہ اوس سے منع کی بابت
وارد ہین انکو ایک دوسرے کے مخالف سمجھینگے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اس باب مین حق یہ ہی کہ خواص جو دین مین بدستور
انکو نہین چاہیے کہ امارت سے انکار کرین اور جو ضعیف ہین انکو ضروری کہ اوس کے گرد نہ پھرین ورنہ ہلاک ہوجاوینگے
اور زبردست دین مین وہ شخص ہے جسکو دنیا کسی طرف نہ پھیرے اور طمع غالب نہ آسکے اور خدا کے کام مین کسی
ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے اور ایسے لوگ وہ ہین کہ دنیا مین نہ ہوکرتے ہین نہ خلق انکی نظرون سے ساقط ہی دنیا و
مخلوق سے بیزار ہوکر اپنی نفسون پر زور قابض ہین شیطان کے مکر کو بالکل مستاصل کر دیا ہے حتے کہ وہ اون سے نا امید ہوا
تو اس قسم کے لوگون کے حرکات سکنات سب حق پر ہوتے ہین اگرچہ جو مین اونکی جان ہی جاتی رہے پس امارت خلافت مین نہین لیکو
فضل حاصل ہوتا ہی اور جس شخص کو معلوم ہی کہ مین اس صفت کا نہین ہون اوسپر ولایت اختیار کرنا حرام ہی۔ اور جس شخص کو
امتحان کرنے سے معلوم کہ یہ نفس امر حق پر صابر ہی اور شہوات سے ممنوع مگر جبھی تک بات ہے کہ ولایت پر منصوب نہوا ہو
و حکومت کا مزہ چکھے گا اور بناء کافی انشاء اللہ ایسا ہی حکم کی حلاوت پاویگا تو اوسکے بگڑ جانے کا خوف ہی اور ان امور
سے ظلمی بھی اور عہد ہی گوارا کریگا بلکہ معطل ہونے کے خوف سے دین مین سستی کرنے لگیگا تو ایسے شخص کے حق مین
ہی کہ اسکو ولایت کے اختیار کرنے سے گریز کرنا لازم ہے یا نہین بعض علما فرماتے ہین کہ ولایت سے احتراز واجب نہین اور وجہ یہ فرما
کہ اسکو نفس کی طرف سے خوف کا ہونا ایک امر مستقل ہے اور درستی بجا اور امر حق مین بجا ہی اور صحیح تحقیق یہ ہے کہ احتراز
واجب ہے اسلیے کہ نفس مکار ہی خیر و حق کا دعوی اور وعدہ ہی کرتا ہی اسکا وفای وعدہ مشکل ہی اگر بالفرض عمدہ خیر یقینی
کرے تب بھی ولایت کے وقت اوسکے بدلنے کا خوف رہتا ہی اور اس صورت مین تو پہلے ہی سے بہتر ہے علاوہ ازین عہدہ
انکار کر دینا تو امر سہل ہے مگر مقرر ہوکر موقوف ہونا شاق ہے اسلیے موقوفی سے نہایت شدید صدمہ ہوتا ہے جیسے کہ مثل
کیا و ترا شحنہ مرد کنام تو عہدہ کی بجا آوری کے بعد موقوف ہوئے پر راضی نہین ہوتا بلکہ مداہنت اور امر
باطل کرنے کی طرف میل کرنے لگتا ہے اور اوسکے باعث قعر جہنم مین گرتا ہے مگر مرنے تک اس عہدہ کو چھوڑے

دل مین چاہتا اگر زبردستی سے موقوف ہوجاوی تو ہوجاوی پھر موقوفی پر جنکو اس حکومت کے ساتھ محبت ہوتی ہی اونکو کیسا عذاب و رنج ہوتا ہے۔ بہرصورت نفس اگر خود ولایت کا مائل ہو کر آدمی کو اوسکی جستجو پر برانگیختہ کرے تو یہ علامت شر کی ہے اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا لا نولی امرنا من سألناہ جب اختلاف حکم قوی اور ضعیف کا معلوم ہوگیا تو یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کا منع فرمانا حضرت رافع رض کو حکومت سے اور پھر خود اوسکو اختیار فرمانا ایک دوسرے کا مناقض نہین ہے۔ اور عہدۂ قضا اگرچہ سلطنت سے کم ہے مگر ویسا ہی ہے اسلیے کہ اس مین بھی حکومت پائی جاتی ہے جو طبعاً محبوب ہے اور اوسمین اگر اتباع حق ہو تو ثواب بہت زیادہ ہے اور اگر عدول حق سے پایا جاوے تو عذاب بھی بہت ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ قاضی تین قسم کے ہین جن مین سے ایک جنت مین ہے اور دو دوزخ مین اور دوسری حدیث مین ہے کہ جو خود درخواست قاضی بننے کی کرتا ہے وہ بدون چھری کے ذبح ہوتا ہے حاصل یہ کہ اسکا حکم اور امارت کا ایک ہے جو لوگ کہ ضعیف ہین اور دنیا و مافیہا کو اونکی نظرون مین کچھ قدر ہے وہ اس سے احتراز کرین اور جو لوگ کہ زبردست ہین کہ امر الٰہی مین کسی کی طعن سے نہین ڈرتے وہ لوگ اس عہدہ کو اختیار کرین۔ اور جب بادشاہ ظالم ہون اور یہ معلوم ہو کہ جو قاضی ہوگا اوسکو اپنے کام کی بجاآوری مین اونکی خاطر کرنی پڑے گی اور بعض حقوق کو واسطے خواہ اونکے متعلقین سے درگذر کرنا ہوگا یعنے یہ خوف ہو کہ اگر انپر امر حق کا حکم ہوگا تو ہمارا عہدہ جاتا رہے گا یا کہنا نمانینگے تو ایسی صورت مین عہدۂ قضا کو ہرگز اختیار نکرنا چاہیے اور اگر کوئی اختیار کرے تو اوسکو چاہیے کہ حقوق کا مطالبہ سلاطین اور اونکے متعلقین سے اور ون کی طرح ہو موقوفی کا عذر اس مین کارآمد نہین کہ اپنے موقوف ہونے کے ڈر سے حقوق چھوڑ دے بلکہ اگر امر حق کی بجاآوری مین موقوف بھی ہوجاوے تو خوش ہونا چاہیے کہ خدا نے بلا ٹالی۔ اور اگر نفس پر موقوفی شاق گذرے اور اہمال حق مین کچھ مضائقہ نجانے تو یہ شخص متبع ہوائے نفس اور شیطان کا ہے پھر ثواب کی توقع تو کیا ہوگی زمرۂ ظالمون مین دوزخ کی طبقۂ اسفل مین جاویگا اور وعظ و تدریس اور روایت حدیث اور سندون عالی کا بھی یہی حال ہے یعنے جن چیزون سے کہ جاہ اور قدر بڑھتی ہے اونکی آفت بھی مثل آفت ولایت بڑی ہے سلف کے لوگ جبتک اوس سے مفر دیکھتے تھے تب تک فتوی کو ٹالتے اور یہ فرماتے کہ حدثنا منہ سے نکالنا دنیا کے دروازون مین سے ایک دروازہ ہی اور جو اس لفظ کو منہ سے کہتا ہی وہ یہ کہتا ہے کہ میری توقیر کرو۔ حضرت بشر رض نے کئی الماریان حدیث کی دفن کردین اور فرمایا کہ مین روایت حدیث اسلیے نہین کرتا کہ میرا دل تمنا حدیث کے بیان کی کرتا ہی اگر تمنا یہ ہوتی کہ مین حدیث نکہون تو البتہ بیان کرتا۔ اور واعظ اپنے وعظ سے جو لوگون کے دلون پر تاثیر اور رونا اور گریہ اور اونکی توجہ اپنی طرف پاتا ہے تو اوسکو اوسمین لذت ہوتی ہی جسکے برابر کوئی لذت نہین جب یہ لذت اوسپر غلبہ کرتی ہی تو طبیعت کو یہ میل ہوتا ہی کہ کلام ایسا کہنا

ہے پیشہ ہمہ تن ہمت اسی پر مصروف کرتا ہے کہ عوام کے قلوب کی محرک باتیں کہے جنسے انکے دلون مین ہنر ہے یہ اچھا معلوم ہو لوگ اسی ہی ہو اور جس کلام و عوام لوٹ جائین او حق ہی

حدیث و حکمت سنتا ہے اوس سے بدین لحاظ خوش ہوتا ہے کہ اپنے وعظ مین منبر پر اسکو بیان کرے

اس بات پر مناسب تھی کہ طریق سعادت اور راہ سلوک مجکو معلوم ہوا اول مین عمل کرون پھر اس انعام خداوند

جس سے مجکو نفع ہوا اورون تک پہونچاؤن تاکہ میرے بھائی مسلمانون کو بھی اس سے فائدہ ہو غرض کہ وعظ و

تدریس بھی ایسی چیز ہے جس مین خوف اور فتنہ زیادہ ہے اور اسکا حکم بھی ولایت کا سا ہے یعنی جو اس مرکو صرف

طلب جاہ و منزلت اور تفاخر اور تکاثر کے باعث اختیار کرتا ہو اور دین کے بدلے دنیا کمانی منظور ہو تو اسکو

چاہیے کہ ہوائے نفسانی کا خلاف کرکے وعظ کو جبتک چھوڑ دے جبتک کہ نفس ریاضت کش ہو کر دین مین پکا ہو جاے

اور اوسپر فتنہ کا خوف نرہے جب یہ حال حاصل ہو تو پھر کہنے لگے اب اگر کوئی کہے کہ اہل علم پر جب یہ حکم ہوا تو سب

علم بیکار ہو جائین گے اور چرچا جاتا رہیگا تمام خلق پر جہالت چھا جائے گی اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب امارت سے منع فرمایا اور اوسپر وعید فرمائی ہے یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا

اِنَّكُمْ تَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَاِنَّهَا حَسْرَةٌ وَنَدَامَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا اور فرمایا

نِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ اور ظاہر ہے کہ سلطنت و امارت اگر نہو تو دین و دنیا کی سب کام بند

ہو جائین خلق مین کشت و خون پھیل جاوے امن جاتا رہے ملک اوجڑ جاوے معیشتین خراب ہو جاوین پھر ایسی چیز سے

آپ نے کیون منع فرمایا اور حضرت عمر رضی نے جب ابی بن کعب کے پیچھے بہت سے آدمی چلتے دیکھے تو اونکو مارا

حالانکہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ابی بن کعب مسلمانون کے سردار ہین اور کلام مجید اونکو سنایا کرتے تھے مگر لوگون کے

چلنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسمین متبوع پر فتنہ ہے اور تابع کی ذلت اور خود حضرت عمر رض خطبہ پڑھتے اور وعظ

کہتے اور اس سے انکار نکرتے مگر جب ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ فرمادین تو مین بعد نماز صبح لوگونکو

کرون تو آپ نے اوسکو منع کیا اوسنے عرض کیا کہ آپ لوگونکو نصیحت کرنے سے روکتے ہین آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے

کہ کہین تو پھولکر آسمان پر پہونچ جاوے اور یہ اسلیے فرمایا کہ آپ نے اوس شخص مین علامات رغبت جاہ اور قبول خلق کی دیکھی

اور امارت اور خلافت و قضا کی لوگونکو دین مین حاجت ہوتی ہے جیسے وعظ و تدریس و فتوی کا کام پڑتا ہے مگر ہر ایک مین فتنہ و لذت

بھی ہے تو دونون مین کچھ فرق باقی رہا یہ کہ اسکے منع سے علم کا چرچا جاتا رہیگا تو یہ ایک غلطی ہے اسلیے کہ

علیہ وسلم نے جو امارت سے منع فرمایا تو اس سے امارت تھوڑا ہی جاتی رہی بلکہ ریاست اور اوسکی محبت ایسی ہے کہ

تدبیرین کرکے اوسکی طلب و جستجو کرتے ہین اسیطرح ریاست کی محبت علوم کا چرچا بھی ضائع نہین ہونے دیگی بلکہ اگر بالفرض

خلق قید کیجاوے اور بیڑیان اور طوق ڈالدیے جاوین کہ وہ علوم جنسے قبول اور ریاست حاصل ہوتی ہے نہ سیکھنے پاوین

تب بھی لوگ زنجیرین توڑ کر قید سے بھاگیں اور اون علوم کی طالب ہون علاوہ ازین خداوند کریم نے وعدہ کیا ہی کہ اس دین کو بعض لوگون سے تائید کریگا جنکو کچھ بہرہ دین مین نہو تو کسی فرد خاص کو فکر لوگون کا بیجا ہی اسلیے کہ خدا تعالی انکو تباہ نکرے گا بلکہ اپنے نفس کا خیال چاہیے پھر ہم کہتے ہین کہ جب کسی شہر مین بہت سے واعظ وعظ کہتے ہون تو منع سے صرف چند لوگ باز رہینگے سب ہرگز نمانینگے اور لذت ریاست کو نہ چھوڑینگے ہان اگر شہر بھر مین ایک ہی واعظ ہو اور اوسکا وعظ لوگون کو مفید ہو بایں لحاظ کہ وہ خوش بیان اور وضعدار ہو اور لوگونکو یہ خیال ہو کہ یہ شخص صرف خدا کے واسطے کہتا ہی اور تارک دنیا ہی تو ایسے شخص کو ہم منع نہین کرتے بلکہ اوسکو کہتے ہین کہ وعظ بیان کر اور نفس سے مجاہدہ کر اور اگر وہ کہے کہ میرا نفس قابو مین نہین تب بھی ہم یہی کہینگے کہ وعظ کہہ اور مجاہدہ کر اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ اگر وہ وعظ چھوڑ دیگا تو آدمی سب تباہ ہو جاوینگے کوئی اوسکا قائم مقام نہین جو اونکو راہ نیک بتاوے اور بالفرض اگر وہ شخص اطاعت وعظ کی اسی غرض سے کرتا ہی کہ جاہ حاصل ہو تو اسکا وبال صرف اوسی پر ہی پس سب کا دین سلامت رہنا ہم کو خاص اوسکے دین کی سلامتی سے بہتر معلوم ہوتا ہے اوس شخص کو ہم اور وزیر تصدق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شاید ایسے ہی شخص کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِأَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ - پھر واعظ اوسکو کہتے ہین کہ اپنی کلام اور ظاہر صورت سے دنیا کا زاہد ہو اور لوگونکو آخرت کی رغبت دلاوے اور جو امور کہ اس زمانے کے واعظون نے ایجاد کیے ہین کہ چکنے چکنے کلمات اور مسجع الفاظ شعرون مین ملے ہوئے بولتے ہین جن سے نہ دین کی تعظیم مقصود ہے نہ مسلمانون کو خوف دلانا بلکہ اون سے جرات اور آرزو گناہون کی حاصل ہوتی ہین تو ایسے واعظون کو جلا وطن کرنا واجب ہے اسلیے کہ وہ لوگ نائب دجال اور شیطان کے قائم مقام ہین اور ہم ایسے واعظون کا ذکر کرتے ہین جنکا وعظ اچھا ہو خود بظاہر اچھے ہون مگر دل مین محبت جاہ کے سوا کچھ اور مقصود نہو اور جو وعید کہ ہم نے باب العلم مین برے عالمون کے حق مین لکھی ہی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ علم کے فتنون سے پرحذر رہنا ضروری ہی - حضرت عیسی علیہ السلام نے یون ارشاد فرمایا ہی کہ اے برے عالمو تم روزہ نماز صدقہ بجالاتے ہو اور جس کام کو لوگون کو کہتے ہو خود نہین کرتے لوگون کو نصیحت کرتے ہو اور خود عمل نہین کرتے یہ بات بڑی خراب ہی زبان سے توبہ توبہ کرتے ہو اور ہوای نفسانی کے موجب عامل ہو کہو تو اس سے کیا کام نکلیگا کہ بدنکو صاف کر لیا اور دل ناپاک رہا مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کے موافق مت ہو کہ اچھا آٹا نیچے گرتا ہی اور بھوسی اندر رہجاوے یہی حال تمہارا ہی کہ منہ سے حکمت کی باتین نکالتے ہو اور سینون مین کدورت بھری ہے اے دنیا کے بندو بھلا وہ شخص کیسے آخرت کو پاویگا جس سے دنیا کی شہوت منقطع ہو نہ اوسکی رغبت مین سچ کہتا ہون کہ تمھارے دل تمھارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تم نے اپنی زبان مین رکھا ہی اور عمل کو پاون تلے دنیا کی بہتری آخرت کو بگاڑ! تمھارے نزدیک دنیا کا سنورنا آخرت کے سنورنے سے محبوب ہے اگر تامل کرو تو تم سے زیادہ کوئی کمینہ نہین تمہارا برا ہو کب تک اندھیرے مین چلنے والون کو رستہ بتاؤگے اور خود حیرت والون کے محلہ مین کھڑے رہوگے گویا ارباب دنیا سے تمھاری یہ غرض ہے

یہ وہ تمام دنیا تمہارے پیچھے دوڑیں اسطرح بس کرو تم نہیں جانتے کہ اگر چراغ چھت پر رکھدیا جاوے تو گھر کا اندھیرا کبھی کیسا
فائدہ ہے اسی طرح اگر نور علم تمہارے منہ میں ہو اور دل ویسے ہی اوجڑ و تاریک ہیں تو تمکو ایسے علوم سے کیا فائدہ اے
دنیا کے بندو تم متقی بندے نہیں ہو نہ کریم آزادوں کی طرح کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ دے اور منہ کے بل
گرا دے پھر گھٹنوں کے بل اوندھے ہو جاؤ اور تمہارے گناہ تمہارے ماتھے کے بال پکڑیں اور پیچھے سے تمکو علم دھکا دے
اور یہی حال ہے تمکو ننگے سر اور ننگے پاؤں بادشاہ حقیقی کے سامنے لیجاویں اور وہ بے نیاز تمکو خطاؤں پر واقف کر کے
تمہارے اعمال بد کی سزا دے انتہی اس حدیث کو حارث محاسبی رحمہ نے اپنی کسی کتاب میں لکھکر کہا ہے کہ بُرے عالمون کا حال ہے
وہ لوگ انسانوں کے شیطان ہیں اور لوگوں کے حق میں فتنہ متاع دنیاوی اور رفعت شان میں رغبت کر کے اوسی کو
آخرت پر ترجیح دی ہے اور دین کو ذلیل کیا ہے یہ لوگ دنیا میں بھی باعث ننگ و عیب ہیں اور آخرت میں رسوا
وہی ہیں اب اگر کوئی کہے کہ یہ آفات تو ظاہر ہیں مگر علم اور وعظ کے باب میں بھی تو بہت سی رغبتیں وارد ہیں یہانتک
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا اور فرمایا ہے
أَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى هُدًى وَاتُّبِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَأَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهُ اسکے سوا اور بہت سی فضائل علم کے
ہیں تو عالم کو یون کہنا چاہیے کہ علم میں مشغول ہو اور خلق کی ریا کو ترک کر جیسا اگر کسی شخص کو نماز میں ریا آجاتا ہے تو اوسکو
کہا جاتا ہے کہ عمل کو ترک مت کر بلکہ اوسکو تمام کر اور نفس پر مجاہدہ کر تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم کی فضیلت بھی بہت ہے
اور اوسکا خطرہ بھی بہت بڑا ہے جیسے خلافت و امارت کا تھا اور کسی کو اللہ کے بندوں میں سے یون نکہنا چاہیے کہ علم کو
ترک کر دے اسواسطے کہ نفس علم میں تو کچھ آفت نہیں آفت تو اسمیں ہے کہ وعظ و تدریس و روایت حدیث سے دکھانے اور اسکے
اظہار کے ہو اور جب تک بھی ترک علم کو نکہنا چاہیے جبتک کہ عالم اپنے نفس میں تحصیل علم کا باعث کوئی امر دینی ریا سے
مخلوط پاتا ہو لیکن جب اوسکا محرک سوائے ریا کے اور کچھ نہو تب البتہ اوسکے حق میں ترک اظہار مفید تر اور
جسطرح نفل نمازوں میں اگر محرک صرف ریا ہی ہو تو اونکا ترک واجب ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ اثنا
وسوسے ریا کے خطور کرتے ہوں اور وہ اونکو برا جانتا ہے تو عبادت کو ترک کرنا نچاہیے اسلیے کہ آفت ریا کی
عبادت میں ضعیف ہوتی ہے اور ولایات میں اور علم کے باعث مناصب جلیلہ کے درپے ہونے میں
غرضیکہ آفت کے اعتبار سے ان اشیا کے تین قسم ہیں اول ولایات کہ اون میں بہت بڑے آفات ہیں اور
بہت سے لوگوں نے اونکو بخوف آفت ترک کر دیا ہے دوم نماز و روزہ و حج و جہاد انکو سلف زبردست اور
سب ادا کرتے رہے کسی سے ترک کرنا آفت کے خوف کے مارے منقول نہیں اسلیے کہ ان میں آفات ضعیف ہیں
ادنی قوت سے دور ہو سکتے ہیں اور عمل صرف خدا کے لیے ہو سکتا ہے سوم ان دونوں کے بیچ کا
درپے ہونا وعظ و فتوی و روایت حدیث و تدریس کے لیے انمیں جو آفتیں ہیں وہ اول قسم کی نسبت کم ہیں اور

دوسرے کی نسبت زیادہ ہیں نماز وغیرہ جن مین آفات کمزور ہین اوسکو تو چاہیے کہ نہ قوی لوگ ترک کرین نہ ضعیف
بلکہ ریا کے وسوسونکو دفع کرین۔ اور ولایات ضعفا کو بالکل ترک کرنا چاہیے نہ قوی لوگون کو ہی مناصب علم دونون
فرقون مین مشترک رہنی چاہییں تاہم جس شخص نے منصب علم کو امتحان کیا ہے وہ جانتا ہے کہ عالم اور والی ایکدوسرے
سے مشابہ ہین اور منصب علم سے حذر کرنا ضعیف کے حق مین بہت بہتر ہے۔ اور یہان ایک چوتھا رتبہ ہے یعنے
مال کو جمع کرنا اور مستحقون مین تقسیم کرنا اس واد و دہش اور اظہار سخا سے بھی لوگ ثناخوان ہوتے ہین اور لوگون کے
دل خوش کرنے سے نفس کو مزہ ملتا ہے اسمین بھی آفات بہت ہین اسی لیے جب حسن بصری رح سے لوگون نے پوچھا کہ ایک
آدمی تو مقدار قوت حاصل کرکے بیٹھ رہتا ہے اور دوسرا مقدار قوت سے زیادہ تلاش کرکے جسقدر قوت سے
بچتا ہے خیرات کر دیتا ہے ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ اول شخص افضل ہے کیونکہ آپ جیسے
لوگون کو معلوم تھا کہ دنیا مین پھنسکر کوئی کم سلامت بچتا ہے اور زہد ہی کا نام ہے کہ دنیا کو تقرب الی اللہ
کے لیے ترک کرے۔ اور حضرت ابو دردا رض فرماتے ہین کہ اگر مجھکو پچاس دینار ہر روز آمدنی ہو اور اونکو مین
دمشق کی مسجد کی سیڑھیونپر کھڑا ہوکر تقسیم کر دیا کرون تو یہ امر مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا اور کوئی یہ نہ سمجھے
کہ مین بیع وشرا کو حرام کرتا ہون بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ مین اونھین لوگون مین رہون کہ جنکی شان مین یہ
آیت ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی ایک فرقہ یہ فرماتا ہے
کہ جب دنیا کو وجہ حلال ہی کماوے اور اوس سے بچا رہے اور خیرات کردے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ عبادات نوافل
مین مشغول ہو اور ایک لوگون کا یہ قول ہی کہ ذکر اللہ کی مداومت مین بیٹھا رہنا صدقہ سے افضل ہے اسلیے کہ لین دین مین
خدا کا دھیان نہین رہتا اور اسی کے مؤید حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہی کہ فرمایا اے طالب دنیا سلوک و نیکی
کے لیے تیرا ترک کرنا دنیا کو زیادہ نیک ہے۔ اور ادنے بات مال کی یہ ہے کہ اوسکی اصلاح مین خدا کے ذکر کا
شغل نہین رہتا حالانکہ ذکر الٰہی سب سے بڑا اور افضل ہے یہ تو اوس شخص کے حق مین ہے جو آفات سے محفوظ رہے
اور جس شخص کو کہ آفت ریا لگ گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکے لیے ترک مال افضل اور عمدہ ہے اور بلا خلاف ایسے
شخص کو ذکر مین مشغول ہونا بہتر ہے حاصل یہ کہ جو چیزین خلق سے متعلق ہین اور اوس مین نفس کو لذت ہے
اون سے آفتون کا ہجوم ہوتا ہے ایسی صورتون مین مستحب یہ ہے کہ عمل کرے اور آفتون کو دفع کرے
پس اگر دفع نکر سکے تو چاہیے کہ تامل و اجتہاد سے اپنے دل سے فتوے لے اور دل مین جس قدر خیر اور
جس قدر شر ہو دونون کو تولے اور نور علم سے جو کچھ سمجھ مین آوے وہ کرے طبیعت کے میل کے
سے نکرے اور اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو چیز دل پر آسان معلوم ہوتی ہے اوسیمین ضرر ہوتا ہے اسلیے
کہ نفس سواے شر کے اور کچھ مشورہ نہین دیتا اور امر خیر سے لذت کم پاتا ہے اور خیر کی طرف رغبت بھی

کم کرتا ہی تو بعض اوقات یہ بھی کچھ بعید نہین یہ باتین ایسی ہین انہر جدا جدا نفی اور اثبات
اسی لیے انکو اجتہاد دلی پر حوالہ کیا جاتا ہے تاکہ جو بات دین کے لیے مناسب سمجھا وہ
بجا لاوے اور شکوک سے باز رہے۔ پھر بعض اوقات جاہل کو اس بیان سے دھوکا پڑجاتا
تو جمع کرتا ہے مگر بخوف آفت خرچ نہین کرتا ہے اسکا نام بخل ہے اور یہ سمجھین کسیکو خلاف نہین کہ صدقات کا تو کیا ذکر ہے مباحات مین
بھی مال کا خرچ کرنا ہی بہ نسبت جمع کرنے کے افضل ہے اور اختلاف اوس شخص کے حال مین ہے
کونسی بات بہتر ہے کسب اور انفاق کو ترک کر کے ذکر خدا کرنا یا کسب حلال کر کے خیرات مین خرچ کرنا اور وجہ
کسب مین بہت سی آفتین ہین لیکن جو مال کہ وجہ حلال سے حاصل ہو اہی اوسکو ڈالنا ہی امساک سے بہتر اور افضل ہے اب جن علامتون سے
کہ واعظ کو معلوم ہوجاوے کہ اوسکو لوگون کا دکھلانا منظور نہین صدق و اخلاص ہی باعث وعظ ہے
اونکا سننا چاہیے اول تو یہ پہچان ہے کہ اگر کوئی شخص اوس سے اچھا وعظ کہنے والا خواہ زیادہ علم والا
ہو اور لوگ اوسکو زیادہ تر مانین تو اوسکی حسد نکرے بلکہ خوش ہو ہان اگر غبطہ کرے یعنے یہ چاہے کہ جیسا علم
اوسے ہے ویسا ہی مجھے ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین۔ دوسری یہ کہ اگر بڑے آدمی اوسکی مجلس
آجاوین تو جیسا پہلے سے کہتا تھا ویسا ہی کہے جاوے کچھ کلام مین تبدیل نکرے سب لوگون کو ایک نظر سے
دیکھے تیسری یہ کہ اس بات کو اچھا نہ سمجھے کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہون اور بازار مین کوئی مجھسے آگے نہ بڑھے
اور سوا اسکے بہت سی علامتین ہین جنکا شمار طویل ہے سعید بن ابی مروان سے روایت ہے کہ مین پہلو مین حضرت
حسن بصری رح کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد مین کچھ فرماتے تھے اتنے مین دروازے سے حجاج بن یوسف مع
اپنی اردلی کے زرہ دار پر سوار اندر آیا اور مسجد مین چہار طرف دیکھنے لگا جتنا اجتماع کہ حضرت حسن رح کے
حلقہ مین تھا اور جگہہ نپایا اوسی طرف متوجہ ہوا جب قریب حلقے کے پونہچا تو سواری سے اوتر پڑا اور حضرت حسن رح
کی طرف کو چلا جب آپ نے اوسکو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی
سعید کہتے ہین کہ مین نے بھی تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی تھی مجھمین اور حضرت حسن رح مین تھوڑا
ہوگیا اوسقدر جگہہ مین حجاج آکر بیٹھ گیا اور حضرت حسن رح جیسا کلام ہر روز کیا کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اوسوقت
بھی کہتے رہی مین نے اپنے دل مین کہا کہ آج حسن رح کو بھی دیکھون حجاج کی بیٹھنے سے کچھ کلام زیادہ کرینگے جس سے
اوسکی طرف تقرب پایا جاوے یا اوسکے رعب مین آکر کچھ کلام کم کرتے ہین مگر حضرت حسن رح نے اور دنونکے مانند ایک ہی
یہانتک کہ کلام تمام کردیا اور کچھ پروا نکی کہ کون بیٹھا ہے جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو حجاج نے اپنا ہاتھ
مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ نے سچ کہا اور خوب کہا تو ایسی ہی مجالس مین بیٹھا کرو اور جو کچھ وہان سنو اوسکو
عادت بنالو مجکو حدیث شریف پونہچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مجالس الذکر

امیرون کی مجلس مین جانیکی ممانعت باب العزلت مین گذری ۱۲

لوگ تو خلق کے انتظام مین مبتلا ہوگئے ورنہ ان مجالس مین ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہمکو ان مجالس کی خوبیان زیادہ معلوم ہین بعد اسکے حجاج نے منبر پر کے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسن رح اور حاضرین جلسہ سب اوسکی بلاغت سے متعجب ہوئے اور فارغ ہوکر اوٹھہ کھڑا ہوا تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی شام کا حضرت حسن رح کی مجلس مین آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا وہان ہی کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اے مسلمانو خدا کے بندو تمکو تعجب نہیں آتا کہ مین ایک شخص نہایت بوڑھا ہون اور جہاد کرتا ہون گھوڑے چنے کی اور خیمہ کی مجھے تکلیف ہے اور میرے پاس تین سو درہم ہین جو لوگون نے دیے ہین اور میری سات لڑکیان ہین غرض یہانتک اپنی تنگدستی کی شکایت کی کہ حضرت حسن رح اور سب انکے ساتھی اوسپر رحم کرنے لگے اور حضرت حسن رح سر نیچے جھکائے تھے جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے سر اوٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان امراء سے سمجھے انھون نے اللہ کے بندونکو اپنا غلام تصور کیا ہے اور خدا ہی تعالی کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا ہے لوگون سے دینار و درہم لیے لیتے ہین جب دشمن خدا جہاد کو جاتا ہے تو خود جھکی خیمون مین رہتی ہین اور تیز سواریون پر سوار ہوتے ہین اور اگر دوسرے کسی مسلمان بھائی کو جہاد پر بھیجتے ہین تو بھوکھا پیاسا پیادہ بھیجدیتے ہین اس طرح کی باتین بری بری آپ نے سلاطین کے حق مین کہین اور انکے عیبون مین سے کچھہ فروگذاشت نکیا ایک شخص اہل شام مین کا اوٹھا اور آپ کی چغلی حجاج سے جاکر کی اور بعینہ آپ کا کلام نقل کردیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہے حضرت حسن رح ساتھ ہولیے اور ہمکو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلامی سے کیا نتیجہ ہو ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور ہمنے بہت کم آپکو ہنستے دیکھا آپ کا دستور ہمیشہ سے مسکرانے ہی کا تھا جب تشریف لاکر اپنی جگہہ بیٹھہ گئے تو امانت کی عظمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ آپسکے پاس بیٹھنے مین بھی امانت ہے شاید تمکو بھی خیال ہوگا کہ خیانت درم و دینار کے سوا اور کسی چیز مین نہین حالانکہ اشد خیانت یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تیرا اعتبار کر کے کچھہ ذکر کرین پھر تم اوسکو ایک آگ کے شعلے کے پاس جاکر کہدو میرا حال یہ ہوا کہ جب اوس شخص کے سامنے یعنے حجاج کے گیا تو اوسنے کہا کہ آپ اپنی زبان کو کوتاہ کرین یہ جو الفاظ کہے کہ جب دشمن خدا خود جہاد کرتا ہے تو ایسا ایسا ہوتا ہے اور جب دوسرے سے جہاد کراتا ہے تو چنین چنان کرتا ہے یہ باتین مت کہو ہمین اسکی کچھہ پروا نہین کہ تم لوگونکو ہمپر برانگیختہ کرو اور نہ ہم اس بات سے تمھاری نصیحت کے لغو جانین مگر آپکو یہ باتین کم کرنی چاہیین پھر حضرت حسن رح نے فرمایا کہ اسطرح خدا نے اوسکو دفع کیا آتے اور ایک بار حضرت حسن رح سوار ہوکر گھر تشریف لیے چلتے تھے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو بہت لوگ آپکے پیچھے چلتے تھے آپ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ تمکو کچھہ مجھسے حاجت ہے یا کچھہ پوچھنا چاہتے ہو جو ساتھ آتے ہو ہٹ جاؤ یہ صورت بندے کے دل مین کچھہ باقی نہین چھوڑتی تو ان علامات اور انکے مانند اور نشانیون سے حال باطن کا معلوم ہوجاتا ہے اور جن عالمون کا یہ حال ہو کہ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہون اور جلتے ہون اور انمین مداحانت کا باہم نام بھی نہو تو معلوم کرلو کہ وہی لوگ ہین جنھون نے زندگی دنیا کو آخرت کے عوض مول لیا اور وہی نقصان میں بھی ہرگز

خدائے تعالے اپنے فضل سے ہمپر رحم کرے

دسواں بیان اس باب میں کہ عبادت لوگوں کے دیکھنے سے جو نشاط بندہ کو حاصل ہوتا ہے اسمیں سے کونسا درست ہے اور کونسا نادرست جاننا چاہیے کہ آدمی کبھی ایسے لوگوں میں شب باش ہوتا ہے کہ وہ تہجد کو اوٹھتے ہیں یا اون میں کے بعض آدمی تمام رات نماز پڑھتے ہیں اور اسکا دستور اپنے گھر صرف ایک تھوڑی دیر جاگنے کا تھا جب اونکو دیکھا تو اسکا شوق بھی موافقت کے لیے اوبھرا اور جتنی عادت اسکو پہلے سے تھی اوس سے زیادہ ادا کی یا پہلے بالکل نہ پڑھتا تھا اوسی وقت صرف دیکھنے سے شریک نماز ہوا اسی طرح کبھی ایسی جگہہ میں جا پڑتا ہے کہ وہاں کے سب لوگ روزہ دار ہوتے ہیں تو اسکو بھی شوق روزہ کا ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ نہوتے تو یہ شوق نہ اوبھرتا اس صورت شوق و نشاط کی بگمان غالب ریا معلوم ہوتی ہے اور اسمیں حرج یہی ہے کہ موافقت نکرے حالانکہ یوں نہیں بلکہ اوسکی تفصیل ہے اسواسطے کہ ہر ایک مومن کو رغبت خدا کی عبادت اور شب بیداری اور روزہ کی ہوتی ہے مگر کسی مانع کی جہت سے اوسکو ادا نہیں کرسکتا یا غلبۂ شہوات یا کثرت کاروبار یا غفلت کے باعث بھولا رہتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں دوسرے کو وہ کام کرتے دیکھا پردۂ غفلت دور ہوا اور موانع برطرف ہوئے خواہ کثرت کاروبار دوسری جگہہ میں نرہے تو اوسوقت وہ رغبت و شوق اوبھر کھڑا ہوتا ہے مثلاً کبھی آدمی اپنے گھر میں رہتا ہے اور بعض اسباب سے تہجد نہیں پڑھ سکتا مثلاً گدے بچھونے کے باعث نیند سر پر سوار ہے یا اپنی بیوی کے ساتھ مزے لے رہا ہے یا اہل و اقارب سے باتیں کر رہا ہے یا بال بچوں میں مصروف ہے یا اپنے داد و ستد والوں کا حساب کتاب دیکھ رہا تو ایسا شخص جب کسی اور جگہہ جاوے گا تو یہ سب شغل اوس سے علیحدہ ہو جاوینگے جنسے اسکی رغبت الی الخیر ناقص تھی اور بعض سبب خیر کے مرتکب کرنے والے پیدا ہو جاوینگے جیسے دوسرے شخصوں کو دیکھنا کہ متوجہ الی اللہ ہیں اور دنیا کو منہ پھیر لیا ہے تو اونکو دیکھکر رغبت کریگا اور اوسپر نہایت شاق گذریگا کہ خدا کی طاعت میں یہ لوگ مجھسے پیش قدم ہوویں اسی بنا پر باعث دینی حرکت میں آویگا کچھ ریا کے سبب آمادۂ طاعت نہوگا۔ اور بعض اوقات اجنبی جگہہ میں آدمی کو نیند نہیں آتی تو ایسی جگہہ نیند نہ آنا ہی غنیمت جانتا ہے اور گھر پر غلبۂ خواب کے سبب کچھہ نہیں کرسکتا اور بعض اوقات گھر پر جو ہمیشہ رہتا ہے اسواسطے ہمیشہ تہجد پڑھنا نفس کو گوارا نہیں ہوتا اور کبھی کبھی پڑھہ ہو سکتا ہے تو اسی طرح کی باتیں سبب شوق ہوجاتی ہیں جبکہ موانع نہیں رہتے اسی طرح اپنی گھر میں آدمی روزہ شاق پڑتا ہے کیونکہ ہر طرح کی لذیذ چیزیں کھانے کی عمدہ موجود رہتی ہیں اونکو چھوڑنے پر صبر نہیں کرسکتا اور وہ چیزیں نہیں ملتی وہاں کچھ صبر دشوار نہیں ہوتا اسی لیے باعث دینی ایسی جگہہ حرکت میں آکر روزہ رکھوا دیتا ہے کیونکہ شہوات موجودہ عوائق و موانع روزہ کی ہیں اور باعث دینی پر غالب تھا جب آدمی اون سے محفوظ رہا تو وہی باعث دینی قوی ہوجاتا ہے۔ پس اس

لگی ہین اور یہ سبب لوگون کو دیکھنے اور انکے ساتھ موافقت کرنے سے ہوتے ہین۔ اور کبھی ایسی وقت مین شیطان بھی عمل سے
روک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ عمل مت کرو ریاکار ہوگا بشرطیکہ آدمی گھر پر عمل نکرتا ہو اور نہ نماز معتاد سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ اور
کبھی رغبت زیادتی کی انسان کو لوگون کے دیکھنے سے اسلیے ہوتی ہے کہ انکہین اور کاہلی کی طرف منسوب
نکرین خصوصاً ایسی صورت مین کہ لوگونکو یہ گمان ہو کہ یہ شخص شب بیدار ہے تو آدمی کا دل نہین چاہتا کہ اونکا عقیدہ
جیسا میری طرف ہے اوسکے خلاف ہو کر نظرون سے گر جاؤن اسی لیے اپنی منزلت کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے
ایسے حال مین شیطان اور شتاب لگا دیتا ہے کہ نماز پڑھ تو مخلص ہے خاص اللہ کے واسطے پڑھتا ہے انکی دکھلاوے کو
نہین پڑھتا اور گھر پر جو ہر شب نہین پڑھتا تو کثرت موانع کی جہت سے نہین پڑھتا اون عوائق کا دور ہونا
سبب تیرے عمل کرنے کا ہے نہ لوگونکا مطلع ہونا پس یہ امر ارباب بصائر پر بھی مشتبہ رہتا ہے لیکن جب معلوم ہو جاوے
کہ محرک ریا ہی ہے تو زائد از معتاد نہ ادا کرنی چاہیے گو ایک ہی رکعت کیون نہو اسواسطے کہ خدا کی طاعت سے لوگون کی
تعریف کی خواہش سے گناہگار ہوتا ہے اور اگر باعث عمل دور ہونا عوائق کا اور غبطہ اور رغبت اون لوگون کی
اعمال کی ہو تو موافقت کرنے مین مضائقہ نہین اور اسکی پہچان یہ ہے کہ دل مین سوچے کہ اگر بالفرض مین انکو نماز پڑھتے
اسی طرح دیکھتا کہ یہ لوگ مجکو نہ دیکھتے مثلاً پردہ کی آڑ سے مین انکو دیکھتا رہتا اور اپنی جگہہ سے نہ ہلتا تو ایسی صورت
مین بھی نماز پڑھنے کو نفس چاہتا یا نچاہتا پس اگر ایسے حال مین بھی لوگون کی نظرون سے غائب ہونے مین نفس نماز کا راغب
پایا جاوے تو موافقت لوگون کی کرنی چاہیے اسلیے کہ باعث عمل ریا نہین صرف امر حق ہے اور اگر خود آڑ مین ہوکر نفس
نماز کا پڑھنا دشوار جانے تو لوگون کے سامنے بھی ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ اس عمل کا باعث ریا ہی ہے اسی طرح کبھی انسان
جمعہ کے روز مسجد جامع کا اتنا شوق ونشاط کرتا ہے جتنا اور روز نہین کرتا اور ہوسکتا ہے کہ اوسکا باعث لوگونکی
تعریف ہو یا اونکا شوق ونشاط اور توجہ الی اللہ سے اسکی غفلت دور ہو جاوے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگونکی
دکھا دیکھی باعث دینی متحرک ہوتا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی نفس پر محبت حمد بھی آتی ہے تو ایسی صورت مین اگر یہ جانے
کہ دلپر غالب ارادہ دینی ہے تو اتنی محبت حمد سے عمل کو چھوڑنا نچاہیے بلکہ محبت حمد کو برا جانکر عبادت مین
مشغول ہو اسی طرح کبھی لوگ روتے ہین اور کوئی شخص انکو دیکھکر رونے لگتا ہے یہ رونا ریا سے نہین ہوتا بلکہ
خدا کے خوف سے ہوتا ہے اور اگر اکیلا وہ کلام سنتا تو نروتا مگر لوگون کے رونے کی جہت سے دل پر نرمی آجاتی ہے
اور بعض دفعہ جو رونا نہین آتا تو رونے کی صورت بنا لیتا ہے کبھی تو ریا کی جہت سے اور کبھی صدق کی
جہت سے یعنے جب لوگونکو روتا دیکھتا ہے اور اپنا آنسو بھی نہین نکلتا تو اپنے نفس پر سنگدل ہونے کا
خوف کرتا ہے اور بزور بسورنے لگتا ہے اور یہ بات اچھی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ تامل کرے کہ اگر مین
لوگون کا رونا ایسی جگہہ سے سنتا کہ لوگ مجھے نہ دیکھتے تب بھی مین خوف اپنے دل کی سختی کا کرکے رونے کی

صورت بناتا یا نہیں پس اگر لوگوں سے پوشیدہ رہنے کی صورت میں یہ بات نہو تو معلوم ہو کہ حیلہ
اس خوف سے ہے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ بڑا سنگدل ہے ایسا بسورنا ترک کرنے کے قابل ہے حضرت
علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اپنا خوف خدا اس غرض سے لوگوں کو مت دکھلا کہ تیری تعظیم کریں حالانکہ دل
تیرا بدکار ہو — اسی طرح چیخنا اور لمبا سانس بھرنا اور رونا کرودیتا تلاوت کے وقت یا اور کسی وقت کبھی بباعث صدق اور غم
اور خوف وندامت وحسرت کے ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کا غم واندوہ دیکھکر اور اپنی سنگدلی خیال کرکے بتکلف
سانس بھرنی اور آہ آہ کرنے لگتا ہے اور یہ امر بہتر ہے مگر کبھی اسکے ساتھ یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ لوگ جانیں
کہ یہ شخص بہت غم میں رہتا ہے — اگر محض یہی باعث ہے تو اسکا نام ریا ہے اور اگر واقع میں حزن وملال بھی ہے اور
یہ باعث بھی تو اگر باعث ریا کو برا جانے گا اور انکار کرکے قبول نکرے تو اسکا رونا اور بسورنا درست ہے اور اگر
دل سے میلان ریا کی طرف ہوگا تو اجر باطل اور کوشش لاحاصل ہوگی اور غضب الٰہی میں گرفتار ہوگا — اور
کبھی آہ آہ کرنا اصل میں غم کے باعث ہوتا ہے لیکن اونکو بڑھا بڑھا کر بلند آواز سے کہتا ہے تو یہی زیادتی ریا و
ممنوع ہے کیونکہ ابتدا صرف ریا کی اسی سے ہوئی اور کبھی آدمی پر خوف اتنا آتا ہے کہ اوس سے اپنا نفس قابو میں
نہیں رہتا اور اوسی وقت وسوسہ ریا بھی پیش ہوتا ہے تو اوسکو قبول کرلیتا ہے اوسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ آواز کو
زیادہ دردناک خواہ بلند کرتا ہے یا آنسو ونکو منہ پر رہنے دیتا ہے کہ کوئی دیکھے آنسو خوف الٰہی ہی سے نکلے تھے مگر
اوسکا نشان جو منہ پر قائم رکھا تو صرف ریا ہی کی جہت سے رکھا اسی طرح کبھی ذکر سنتا ہے اور خوف کے مارے
قوے ضعیف ہوجاتے ہیں حتے کہ گر پڑتا ہے پھر شرم کرتا ہے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ بدون زوال عقل اور حالت
شدید کے کیسے گر گیا اس خیال سے تھرانے لگتا ہے اور بتکلف وجد کرتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ غشی کے باعث
گرا تھا حالانکہ گرنے کی ابتدا درست تھی — اور کبھی عقل جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے مگر جلد افاقہ ہوجاتا ہے
اوسوقت دل پر گذرتا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ ایسا حال کیا ہے کہ ذرا دیر نہ ٹھہرا بجلی کی طرح چمک گیا تو اس خیال سے
بہت دیر تک تڑپتا رہتا ہے اور ناچتا ہے تاکہ اپنا حال دیرپا ظاہر کرے — اسی طرح کبھی ضعف کے بعد جلد افاقہ
ہوجاتا ہے اور ضعف بھی جلد جاتا رہتا ہے تو اس بات کا خوف کرتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ بیہوشی اور حال ٹھیک نتھا
ورنہ ضعف دیر تک رہتا پس اسکے باعث اظہار ضعف اور آہ کا دیر تک کرتا ہے یہاں تک کہ دوسرے کے سہارے لگتا ہے
تاکہ معلوم ہو کہ ضعف کے سبب کھڑا نہیں رہ سکتا کہیں چلنے میں جھک جھک جاتا ہے اور قدم قریب قریب رکھتا ہے
اسلیے کہ ظاہر ہو کہ تیز نہیں چل سکتا — تو یہ سب باتیں شیطان کی فریب اور نفس کے وسواس میں داخل ہیں جب ایسے
خطرے ہوں تو اونکا علاج یہ ہے کہ خیال کرے کہ اگر آدمی میرے اس نفاق پر مطلع ہوجاویں اور دل کی
بات پر آگاہ ہوں تو بہت غصہ ہوں اور اللہ تعالے تو ہر وقت مطلع ہے اوسکا غصہ بڑا سخت ہے حضرت

ذوالنون مصری رح ایک بار کھڑے ہوئے اور تھرانے لگے ایک پیر جو اونکے ساتھ کھڑے ہوئے کہ اون مین اثر تکلف کا معلوم ہوتا تھا حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ اے شیخ اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ یعنی خدا تو تمھارے اس قیام کو دیکھتا ہے تکلف کی کیا ضرورت ہے بس وہ شیخ بیٹھ گیا خلاصہ یہ کہ اس طرح کے سب اعمال منافقون کے ہوتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ خُشُوْعِ النِّفَاقِ اور نفاق کا خشوع یہ ہے کہ اعضا تو خشوع کرین اور دل مین خشوع نہو اور اسی قبیل سے ہے استغفار اور استعاذہ خدائے تعالے کے غضب اور عذاب سے کہ یہ بھی کبھی تو دل مین خوف سمانے اور گناہ یاد کرنے اور اوسپر ندامت کرنے سے ہوتا ہے اور کبھی ریا کے باعث ہوتا ہے پس ایسے وساوس دل پر قریب قریب ایک دوسرے کے بعد وارد ہوکر کام سے روکتے ہین اور ایک دوسرے مین ملتی جلتی بھی ہین اس لیے مناسب ہے کہ جب آدمی کو خطرہ ہو تو تامل کرے کہ یہ کیا ہے اور کہان سے آیا اگر خدا کے لیے ہے تو اوسی طرح کرے جیسا دل مین گذرا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی ڈرتا بھی چاہیے کہ شاید کچھ ریا پوشیدہ اوسمین ملا ہو جسکی اطلاع نہوئی ہو اور عبادت کے قبول اور عدم قبول سے بھی ترسان رہنا چاہیے کہ اخلاص اوسمین ہوا ہے یا نہین اور جب اخلاص سے عمل کو شروع کیا ہے تو اسباب سے بھی احتراز چاہیے کہ وسوسہ خواہش لوگون کی تعریف کا پھر نہ آنے پاوے اسواسطے کہ یہ بہت دفعہ آتا ہے جب کبھی آوے تو یہ دل مین سوچے کہ اللہ تعالے میرے حال کا دانا بینا ہے اگر مین اوسکی طاعت سے لوگون کی تعریف چاہونگا تو اوسکے غصہ مین پڑون گا اور وہ بات یاد کرے جو تین آدمیون مین سے ایک نے حضرت ایوب علیہ السلام کیخدمت مین عرض کی تھی جب وہ تینون آپکے پاس آئے تھے اونسے کہا تھا کہ اے ایوب آپ کو معلوم نہین کہ بندہ کا عمل ظاہر جس سے نفس کیطرف سے فریب دیا کرتا ہے جاتا رہے گا اور امر باطن جزا دیا جاوے گا اور بعض اکابر یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے اس بات کی پناہ مانگتا ہون کہ لوگ مجھے جانین کہ مین تجھسے ڈرتا ہون حالانکہ تو مجھسے ناراض ہو اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس امر سے کہ لوگونکی نظر مین تو میرا ظاہر اچھا ہو اور اونسے الگ ہوکر تیرے لیے میرا باطن برا ہو یا اپنی جی مین لوگون کو دکھلاوے کی تو محافظت کرون اور تو جو میرے حال سے مطلع ہے اوسکو برباد کرون لوگون کے واسطے تو اچھے عمل ظاہر کرون اور تیرے لیے بری عمل پیش کرون حسنات سے تو لوگونکا تقرب چاہون اور تیری طرف سیئات لیکر آؤن اور تیرے غصہ اور ناراضی کا باعث ہون اے پروردگار عالم ان سب باتون سے مجکو پناہ دے۔ اور حضرت ایوب کے پاس جو تین شخص آئے تھے اونمین سے ایک نے کہا کہ اے ایوب جو لوگ خدا سے حاجت مانگتے وقت اپنے ظاہر کی حفاظت اور باطن کی بربادی کرتے ہین اونکے منہ سیاہ ہون گے پس آخر تقریر یہ ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ دل کی خوب حفاظت کرے تاکہ آفات پر مطلع ہو جایا کرے کیونکہ حدیث شریف مین ہے کہ ریا کے ستر دروازے ہین اور معلوم ہو چکا ہی کہ اونمین سے بعض پوشیدہ تر بعض سے ہین یہانتک کہ کچھ چیونٹی کی چال کے موافق ہین اور کچھ اوس سے بھی پوشیدہ تر اور ظاہر ہے کہ جو ایسی خفی چیز ہو اوسکو بدون شدت تلاش

اور حفاظت کی معلوم نہیں کرسکتا اور کوشش کے بعد بھی اگر معلوم ہو جاوے تو غنیمت ہے بے تلاش
بدون امتحان نفس اور تفتیش اوسکے فریبون کے توقع اونپر مطلع ہونے کی رکھنی دشوار ہے
اپنے کرم واحسان سے اون آفات سے بچاوے

**گیارھوان بیان اس امر میں کہ مرید پر قبل عمل اور بعد عمل اور عین عمل مین کیا کرنا چاہیے** واضح ہو
کے حق مین یہ ہے کہ تمام اوقات مین اپنی طاعتون پر خدائے تعالے ہی کے علم پر قناعت کرے اور م
قناعت ہوتی ہی جو خدای تعالی ہی سے خوف کرے اور اوسی سے توقع رکھے اور جو شخص غیر سے خوف و توقع ر
اطلاع کا بھی خواہان ہوگا کہ میرے عمدہ احوال کی اوسکو اطلاع ہو پس جب یہ صورت کسی کی ہو تو چاہیے کہ دا
ایمان کی جہت سے اس امر کی برائی کو لازم کرلے اسلیے کہ اسکے باعث یہ ڈر ہے کہ خدائے تعالے ناراض نہو جاوے اور
طاعتین بڑی اور شاق کرے جو اور ون سے نہو سکین اوسوقت اپنی نفس کی حفاظت پر ضرو
نفس کو اونکے افشا کی کمال حرص ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ تیرے اس بڑے عمل یا ایسے عظیم خوف یا اس جیسے رونے
اطلاع ہوگی تو تجکو سجدہ کرنے لگین گے اسلیے کہ خلق مین اور کون ہے جو ایسا کرسکے تو ایسے عمل کے چھپانے
لوگون کو تیرا مقام کیسے کھلے گا اور قدر کسطرح معلوم ہوگی اقتدا سے محروم رہین گے غرض جب یہ صورت
تو عابد کو چاہیے کہ ثابت قدم رہے اور اپنے عمل کی بڑائی کے مقابلے مین عظمت ملک آخرت اور لذائذ جنت کے
رہین گے یاد کرے اور یہ بھی سوچے کہ خدا کی طاعت پر بندون سے ثواب لینے مین کیسا بڑا غصہ اور عذاب
عمل کا ظاہر کرنا دوسرے پر گو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خدا کے نزدیک ہو جب تنزل ہی ثواب عمل کا بالکل کھود
اور پھر نفس کو یون سمجھا دے کہ ایسے عمل کو مین لوگون کی تعریف کے بدلے مین کس طرح د
نہ میرے رزق پر قدرت رکھتے ہین نہ موت پر اسی بات کو دل مین جماوے ایسا نہو کہ یاس چھا جاوے اور
زبردستون کا کام ہے جو خلط ملط کر دیتے ہین اونکی شان ایسی کہان ہوسکتی ہے اور اس باعث سے اخلا
بلکہ یہ جان لینا چاہیے کہ متقیون کی انسبت کہ غیر متقیون کو اخلاص کی حاجت زیادہ ہے اسلیے کہ متقیو
نفلین جاتی رہین گی تو فرائض تو کامل رہین گے غیر متقی کے تو فرائض مین بھی نقصان ہے اور
نوافل ہی سے بھر اجاوے گا اگر نوافل درست نہوئین تو فرضون کے نقصان کے باعث تباہ ہو جاوے گا غرض کہ غیر
اخلاص کی زیادہ ضرورت ہے تمیم داری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ قیامت کو بندہ کے
اگر فرضون مین کمی ہوگی تو حکم ہوگا کہ دیکھو اسکی نفل بھی کوئی ہے یا نہین اگر نفل نکلے گی تو اوس سے
پورا ہو جاوے گا اور نہ ہاتھ پاون پکڑ کر دوزخ مین ڈالدیا جاوے گا انتہی تو قیامت مین جو شخص خلط و
اوسی کو ضرورت فرضون کے پورا کرنے کی ہوگی کہ اوسکے فرض ناقص ہونگے اور گناہ کثرت سے اور گناہون کے کفار

رواہ ابو داؤد وابن ماجہ

حاجت ہوگی او جبر نقصان فرض اور کفارہ گناہ بدون نوافل مین اخلاص کیے نہیں ہوسکتا اور متقی جو نوافل مین اخلاص کرتا ہے تو وہ ترقی درجات کا خواہان ہے ورنہ اگر نفل اوسکی پاس نہوگی تب بھی اتنے حسنات ضرور رہینگے جنسے جنت ملجاوے اس سے معلوم ہوا کہ خوف اطلاع خدای تعالی کا ہر وقت دل کے ساتھ رہنا ضرور ہے تاکہ نوافل صحیح ہون۔ پھر بعد فراغ عمل کبھی یہ خوف رہنا چاہیے تاکہ اوس عمل کو ظاہر نکرے اور لوگون سے نہ کہے جب یہ سب باتین کر چکے تب اس بات کا خوف چاہیے کہ کہین ایسا نہوا ہو کہ ریای پوشیدہ اسمین داخل ہو گیا ہو اور مجکو اطلاع نہوئی ہو اس بنا پر اپنے عمل کے قبول اور عدم قبول مین شک کرنا ضرور ہے یعنے یہ سوچے کہ ہوسکتا ہی کہ خدای تعالی نے میری نیت خفیہ لکھ لی ہو اور اوسکے سبب مجھسے ناراض ہو کر میرا عمل میرے سر مارے اور یہ شک اور خوف عمل کے وقت اور بعد عمل چاہیے ابتدای نیت عمل مین نچاہیے بلکہ ابتدا مین تو اسبات کا یقین کرے کہ مین مخلص ہون اور سوا رضای خدا کے اور کچھہ نہین چاہتا تاکہ عمل درست ہو اور جب عمل شروع کرے پر ایک ایسا لحظہ گذر جاوے جس مین غفلت اور نسیان ہو سکتی ہو تو اسبات کا خوف مناسب حال ہے کہ اس غفلت مین شاید کوئی شائبہ ریا خواہ عجب کا آگیا ہو جس سے عمل باطل ہو گیا ہو مگر توقع قبول کی اغلب ہے اسواسطے کہ عمل کے اندر یا اخلاص یقینا داخل ہوا ہے اور اسبات مین شک ہی کہ ریا کی سبب عمل فاسد ہو گیا یا نہین تو یقینی بات کیطرف گمان غالب ہے اور اسبات کے معلوم کرنے سے مناجات و طاعات مین بڑی لذت ہوتی ہی اسلیے کہ اخلاص تو یقینی ہی اور ریا مین شک ہے اور یہ شخص جو اس شک سے بھی خوف کرتا ہے تو اسکا خوف اس قابل ہی کہ اگر وسوسہ یا غفلت مین بھی ہو گیا ہو تو اوسکو دور کر دے اور جو شخص کہ لوگون کی کار روائی اور طلبہ کی تعلیم سے تقرب الی اللہ چاہے اوسکو بھی چاہیے کہ اپنے نفس پر توقع ثواب کی کرے اس نظر سے کہ جس آدمی کا کام نکل جاویگا اوسکے دل کو سرور ہوگا اور جو علم سیکھے گا اوسکے بموجب کام کرے گا یہ دونون صورتین ثواب کی اوسکے لیے ہین مگر صرف توقع ثواب ہی رکھنی چاہیے شکر اور مکافات اور ثنا خوانی کا خواہان نہو نہ طالب علم سے جسکی ضرورت نکالی ہو اوس سے ورنہ عمل جاتا رہیگا مثلا اگر طالب علم سے توقع تھی کہ پڑھائی کے عوض میرا کام خدمت کریگا یا راہ مین ساتھ چلیگا تاکہ جتھا زیادہ ہو یا اور کسی کام مین بیر و فکر کریگا تو یہ شخص اپنی اجرت لے چکا اسکی سوا اور کچھہ ثواب نہ ملیگا ہان اگر اسنے کچھہ نیت نکی تھی صرف یہ قصد تھا کہ جب یہ پڑھکر علم کے بموجب کام کریگا تو مجکو بھی تنا ہی ثواب ملا کریگا لیکن شاگرد نے خود بخود خدمت کی اور اوسنے اوسکو قبول کیا تو اس صورت مین بھی توقع ہی کہ اوسکا ثواب باطل نہو بشرطیکہ استاد کو انتظار خدمت ہو نہ ارادہ یہانتک کہ اگر شاگرد خدمت نہ کرتا تو کچھہ بعید جانتا اور باوجود پائے جانے ان سب شرائط کے اگلے علما پھر بھی خدمت سے حذر کرتے تھے چنانچہ روایت ہے کہ ایک عالم کنوئین مین گر پڑے لوگ اونکے نکالنے کو آئے اور رسی اندر ڈالی تو اونھون نے اندر سے قسم دلائی کہ جس شخص نے مجھسے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سنی ہو وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگاوے اسی خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے۔ اور شفیق بلخی رح روایت کرتے ہین کہ مین نے ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رح کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اونھون نے مجکو واپس کر دیا مین نے عرض کیا کہ یا حضرت

مین تو آپ سے حدیث نہین پڑھتا ہون۔ آپ پھیرے دیتے ہین اونھون نے کہا یہ ٹھیک
مگر تمھارا بھائی مجھسے حدیث پڑھتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اوسکے لیے میرا دل اورون کی نسبت
نہ جھک جاوے۔ اور ایک بار ایک شخص اونھین کی خدمت مین ایک تھیلی یا دو تھیلیان لایا اور اوس شخص کا باپ
بڑا دوست تھا آپ اکثر اوسکے پاس تشریف لیجاتے تھے اوس شخص نے عرض کیا کہ آپکے دل مین میرے باپ
کی بات ہے آپ نے فرمایا خدا اوسکو بخشے وہ ایسا اور ایسا تھا اوسکی مدح و ثنا کی اوسنے عرض کی
ہی مین کہ یہ مال میرے قبضے مین اوسی کے ترکے سے آیا ہی تو مین اسقدر لایا ہون کہ آپ بھی اس سے اپنی
بر داخت فرماوین پس حضرت سفیان نے قبول کر لیا مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے بیٹے مبارک سے کہا کہ جلد
اوراوس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہے کہ اپنا مال لیجا
اوسنے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے نمانا اور واپس کر دیا شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اوسکے باپ سے محبت اللہ تھی تو برا
جانا کہ اوسکے مال مین سے کچھ لیوین آپ کے بیٹے مبارک کہتے ہین کہ جب وہ شخص مال لیکر چلا گیا مین نہ رہ سکا
اور آپ کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ آپ کو کیا ہوا ہے یہ چند گنتی کے تھیر تھے اونکو واپس کیون کر دیا
یہان کیا کنبا نہین تمکو مجھپر رحم نہین آتا اپنے بھائیون پر رحم نہین کرتے نہ ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو غرض جتنا
کہا گیا خوب کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک خدا سے ڈرو کھاؤ اوڑاؤ تو تم اور اوسکی باز پرس ہو مجھسے۔ اس
بیان سے معلوم ہوا کہ عالم سے اگر کسی کو فیض ہو تو اوسکے ثواب کا طالب صرف خدا سے ہو اور شاگرد کو بھی واجب
کہ وہ بھی ہمیشہ طالب حمد خدا اور اوسکے ثواب منزلت کا رہے اوستاد کے نزدیک اور خلق کی نظرون مین
عزیز ہونے کا خیال دل سے دور رکھے اور کبھی شاگرد کو یہ سوجھتی ہی کہ اگر ظاہر مین طاعت آلہی کرونگا تو اوسکی نظرو
رتبہ حاصل کرونگا اور اچھی طرح پڑھونگا مگر یہ خیال غلط ہے اسواسطے کہ طاعت آلہی سے ارادہ غیر اللہ
کرنے سے نقصان تو اوسی وقت ہوتا ہے اور علم کا مفید ہونا اور غیر مفید ہونا موہوم ہے پس عمل نقد کو اس
فائدہ کی عوض ضائع کرکے کیون نقصان اوٹھاوے یہ امر تو سراسر ناجائز ہے بلکہ یون چاہیے کہ اسکے
اور اوسی کے واسطے عبادت کرے اور اوسی کے لیے اوستاد کی خدمت کرے اسلیے نکرے کہ اوستاد کے دل
اگر منظور ہو کہ تحصیل علم طاعت مین منصوبہ ہو اسلیے کہ بندون کو یہی حکم ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کی
اور نہ اپنی طاعت سے غیر خدا کو چاہین۔ اسی طرح جو اپنی ماباپ کی خدمت کرے وہ اس قصد سے کرے کہ ماباپ
مین خدا کی رضامندی ہی اسلیے نکرے کہ خدمت کرنے سے میری جگہہ اونکے دل مین ہو جاوے اور اوسکو جائز
طاعت خدا سے ریا اسلیے کرے کہ ماباپ کے دلمین جگہہ پیدا ہو کیونکہ یہ امر گناہ ہے اور کیا عجب ہے کہ خدا
ریا پر طرف کر دے اور ماباپ کی نظرون سے گر جاوے۔ اور زاہد جو لوگون سے کنارہ کش ہو تو اوسکو ہمیشہ خیال کر

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی جسکا نام سمعان تھا مین اوسکے پاس اوسکے
گرجا مین گیا اور اوس سے پوچھا کہ تم اس جگہہ کب سے ٹھہرے ہو اوس نے کہا کہ ستر برس سے مین نے پوچھا کہ آپ کی غذا
اوسنے کہا کہ اس سے تمھارا کیا مطلب ہے مین نے کہا کہ صرف پوچھنا منظور ہے اوسنے کہا کہ ہر شب ایک چنا
کھاتا ہون مین نے پوچھا کہ تمھارے دل مین ایسی کیا بات رہتی ہے کہ ایک چنا کافی ہو جاتا ہی اوسنے جواب دیا کہ یہ لوگ
جو تمھاری نظر کے سامنے ہین ہر سال مین ایک روز میرے پاس آتے ہین اور اس عبادتخانہ کو آراستہ کرتے ہین اور
اسکے گرد طواف کرتے ہین اور میری بڑی تعظیم کرتے ہین پس جب کبھی میرا نفس عبادت سے کسل کرتا ہے تو مین اوسکو
اوسی ایک ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون تو ایک ساعت کی توقیر کے واسطے مین سال بھر مشقت اوٹھاتا ہون
پس اے موحد تو ایک ساعت کی مشقت سے عزت جاوید حاصل کر اوسکی اس بات سے میرے دل مین معرفت الٰہی کی رغبت
ہوئی پھر اوسنے کہا کہ اسقدر بس ہے یا اور زیادہ دیکھا چاہتے ہو مین نے کہا بہت بہتر کہا کہ اس عبادتخانہ سے نیچے اُترو
جب مین نیچے گیا تو اوسنے ایک پڑیا مین بیس چنے لٹکا کر مجھے دیے اور کہا کہ دیر مین چلے جاؤ وہان کے لوگون نے
مجھے لٹکاتے دیکھ لیا ہے مین دیر مین جو گیا تو سب نصاری میرے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ میان حدم رشد نے تمکو کیا دیا ہے
مین نے کہا کہ اپنی غذا دی ہے اونھون نے کہا کہ تم اوسکو کیا کروگے اوسکی مستحق ہم لوگ ہین ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مین نے
کہا اچھا بیس اشرفی کو بیچتا ہون اونھون نے بیس اشرفیان دیکر چنے لیلیے مین پھر اوس راہب کے پاس آیا اوسنے
پوچھا کہ چنے کیا کیے مین نے کہا کہ اون لوگون کے ہاتھ بیچ دیے اوسنے پوچھا کتنے کو مین نے کہا بیس اشرفیونکو اوسنے کہا کہ تم
چوک گئے اگر بیس ہزار اشرفیان مانگتے تو وہ تمھین دیتے میان یہ حد عزت اوس شخص کی ہی جو اوسکو عبادت نہین کرتا ہے
جو خالص اوسکی عبادت کرتا ہی اوسکا کیا کہنا ہی اب تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور چلنا پھرنا چھوڑ دو انتہی اور مقصود یہ ہے
کہ نفس کو جب اپنی عزت لوگون کے دلون مین معلوم ہوتی ہے تو تنہائی مین بھی سبب مجاہدہ ہوتی ہی مگر کبھی بندہ کو اسکی
اطلاع نہین ہوتی اسی لیے ضرور ہوا کہ اوس سے پرحذر رہنا چاہیے اور نشان سلامتی کا یہ ہے کہ آدمی اور بہائم عابد کے
نزدیک ایکسے معلوم ہون اگر بالفرض لوگونکا اعتقاد اوس سے پھر جاوے تو دلتنگ نہو اور نہ واویلا کرے اور اگر تھوڑی سی
کراہت دل مین آوے بھی تو اوسکو فورًا اپنے عقل و ایمان سے دفع کرے حتے کہ اگر مثلاً یہ شخص عبادت مین ہو اور تمام لوگ
اوسپر مطلع ہو جاوین تو اونکی اطلاع سے نہ تو کچھہ خشوع اوسکا زیادہ ہو اور نہ دل پر سرور اور اگر کچھہ ایک و

او حاصل ہو تو یہ بات کی دلیل ہے کہ ابھی ضعیف ہے لیکن اگر او بقدرت عقل و ایمان زور سے
اور دفع کیطرف مبادرت کرکے اوسکو مانتا ہی نہین تو مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی سعی ضائع نجاویگی
لوگون کے دیکھنے کے وقت خشوع و بستگی اس نظر سے زیادہ کرے کہ لوگ زیادہ نہ کھل کھیلین اور تضیع او
تو اسکا کچھہ مضائقہ نہین لیکن اس صورت مین دھوکا بھی ہے اسلیے کہ اظہار خشوع کیلیے نفس کی شہوت بعض او
پوشیدہ ہوتی ہے مگر اوسکے اظہار کے لیے بہانہ یہ کرلیتا ہے کہ مجکو لوگون کے ساتھ زیادہ اختلاط منظور نہین اور اوسے
اس دعوی کا آزمانا سہل ہے یا منظور نہ تامل کرے کہ لوگون کی بندش تو اسطرح بھی ہوسکتی ہے کہ دوڑ کر چلنے لگون
یا بہت ہنسا کرون یا بہت کھانے لگون پس اگر نفس بندش کیلیے ان باتونکو گوارا کرے تو سچا ہے اور اگر بندش
کے لیے عبادت ہی کو چاہے تو اس سے غالبا اوسکی مراد یہی معلوم ہوتی ہے کہ اپنی منزلت لوگون کے دلون
بچاہتا ہے اور اس سے وہی بچے گا جسکے دل مین جما ہوا ہے کہ سواے خدا کے اور کوئی موجود نہین اور عمل اسی طرح کرے کہ گویا
زمین کے پردہ پر اکیلا وہی ہے کوئی دیکھنے والا نہین تو ایسے شخص کے دل مین خلق کا خطرہ اول تو ہوتا ہی
اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت ضعیف ہوتا ہے کہ اوسکا دور کرنا کچھہ مشکل نہین ہوتا جب آدمی اس حال پر ہو
لوگون کے دیکھنے سے کچھہ متغیر نہین ہوتا اور اس حال کے ٹھیک ہونے کی یہ پہچان ہے کہ اگر بالفرض اسکے دو یار ہون ا
توانگر دوسرا مفلس تو توانگر کے آنے کے وقت نفس مین زیادہ خوشی اوسکی تعظیم کی بہ نسبت فقیر کے نہو مگر شرط کہ او
وجہ تعظیم کی سوا توانگری کے نہو مثلا اگر توانگر عالم ہو یا متقی ہو تو اسوقت البتہ اوسکی تعظیم اس صفت
جہت سے کرسکتا ہے توانگری کو اسمین کچھہ دخل نہین اور جو شخص کہ اغنیا کے دیکھنے سے زیادہ راحت پاتا ہو بہ نسبت
تو وہ ریاکار اور لالچی ہے ورنہ فقیرون کے دیکھنے سے تو رغبت آخرت زیادہ ہوتی ہے اور مسکنت کی محبت
اور اغنیا کا دیکھنا اسکے برعکس ہے تو کس طرح توانگرون کی ملاقات سے زیادہ راحت بہ نسبت فقرا کے ہوسکتی ہے
اور روایت ہے کہ جیسی ذلت توانگرون کو حضرت سفیان ثوری رح کی مجلس مین ہوتی تھی ایسی اور جگہہ نہین ہوتی
آپ کا دستور تھا کہ توانگرونکو پچھلی صف مین بٹھلاتے تھے اور اگلی صف مین فقرا ہوتے تھے یہانتک کے توانگر انکی
مجلس مین تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم فقیر ہوتے - ہان ایک اور صورت تعظیم غنی کی ہی کہ اوس سے قرابت ہو یا کوئی حق
سابقہ رکھتا ہو الا اس صورت مین بھی یہ شرط ہی کہ اگر یہی علاقہ کسی فقیر مین بھی پایا جاوے تو پھر غنی کو برتر
اسلیے کہ فقیر کا رتبہ خدا کے نزدیک غنی سے زیادہ ہی اب اگر کوئی غنی ہی کو ترجیح دینے لگے تو معلوم اوسکی
اوسکے ساتھ ریا کرتا ہے - پھر اگر پاس بٹھلانے مین مساوات غنی اور فقیر کے سمجھے تو یہ خوف ہے
سامنے بہ نسبت فقیر کے زیادہ ظاہر نکرے یہ امر ریاے خفی یا طمع خفی سے سرزد ہوا کرتا ہے جیسا کہ ا
اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہین معلوم کیا سبب ہے جب مین بغداد مین آتا ہون تو مجھپر

کہ مینے کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہون اوسنے جواب دیا کہ لالچ سے آپکی زبان تیز ہوجاتی ہے اور واقع مین یہ دُرست کہا
توانگر کے سامنے زبان ایسی کھلتی ہے کہ ایسی فقیر کے سامنے نہین کھلتی اسی طرح خشوع بھی توانگر کے سامنے اتنا ہوتا ہے
کہ فقیر کے سامنے نہین ہوتا ہے غرضکہ شیطان کے خفیہ مکروفن اس باب مین بہت ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا اور انسان کو اون سے جبھی
نجات ملتی ہی جب ماسوا اللہ کو دل سے نکالدے اور صرف نفس پر خوف مدت العمر کیا کرے اور اوسکا آگ مین جانا ایسی شہوات
کی سبب جو جلد جلد بدلتے رہتے ہین اور چند روز مین علحدہ ہوجائینگے پسند نکرے اور دنیا مین ایسی طرح رہے جیسے کوئی بادشاہ
شہوتون سے اوسکو گھیر رکھا ہو اور لذات سب طرح کے اوسکے پاس ہین مگر اوسکے بدن مین ایسا مرض ہو کہ اگر ذرا بھی شہوات مین
قدم زیادہ دہرے تو مرجانی کا خوف ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین پرہیز کرونگا اور اون شہوات سے بچونگا تو زندگی بنی
رہیگی اور سلطنت بھی قائم رہیگی اور اس خیال سے طبیبون اور عطارون کی مجالست اختیار کرے اور نفس کو
تلخ اور بدمزہ دواؤن کے پینے کا عادی کرکے سب لذات کو ترک کرے تو ہرچند قلت غذا کی باعث اوسکا بدن ہمیشہ لاغر ہوتا
جائیگا لیکن ویسی ہی بیماری بھی روز بروز شدت پرہیز کے باعث کم ہوتی جاویگی پس جب کبھی نفس اوسکا کسی شہوت کی
تمنا کریگا تو تمام درد و تکلیفین مرض کی خیال مین پھر جاوینگی جنکا انجام موت ہے اور موت کے سبب سلطنت بھی جاتی رہیگی
دشمن خلق خوش ہونگے اور اگر دوا کی سختی نفس پر ناگوار ہوگی تو اوس سے جو شفا اور تندرستی آگے کو ہوتی ہی وہ دھیان
مین آجاویگی کہ تندرست ہوکر سلطنت مین چین کرینگے اور فارغ البالی سے حکومت کرتے رہینگے اس تامل سے لذتونکا
چھوڑنا اور مکروہات پر صبر کرنا ہلکا معلوم ہوگا یہی حال ایماندار کا ہے جو سلطنت آخرت کی تمنا رکھتا ہی وہ بھی ایسی
چیزون سے جو آخرت مین مہلک ہین یعنی لذات دنیاوی سے احتراز کرتا ہی اور اون مین سے قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہے اور لاغری
اور پژمردگی اور وحشت اور حزن و خوف اور ترک موانست خلق سے اسلیے پسند کرتا ہے کہ اوسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہین
خدا کا غضب نازل ہوکر تباہ نہو جاؤن اور یہ توقع ہوتی ہی کہ عذاب الٰہی سے نجات پاؤن اسی لیے یہ سب باتین اوسپر
آسان معلوم ہوتی ہین کیونکہ انجام کار کا یقین اور اعتقاد شدت سے ہوتا ہے اور اسبات کا بھی کہ میرے لیے دولت پایدار
رضاے الٰہی کی ابدالآباد کے واسطے مہیا ہے پھر یہ بھی اوسکو معلوم ہی کہ خداے تعالے کریم و رحیم ہے جو لوگ اوسکی رضا جوئی
کرتے ہین اونکو مدد دیتا ہی اور عطوفت و رافت فرماتا ہے اگر وہ چاہے تو اپنے بندونکو رنج و مشقت کی پروا نرکھے
لیکن اپنی حکمت و عدل سے اونکا امتحان اور صدق ارادت کو معلوم کرنا منظور ہے اسی واسطے یہ حکم عبادت کا صادر فرمایا
ہے پھر جب اول اول آدمی مشقت اختیار کرتا ہے تو خداوند کریم اوسکی طرف متوجہ ہوکر مدد و عنایت فرماتا ہی اور کام
کو آسان کردیتا ہے گرانی اور کسل کو دور فرماکر صبر کرنا سہل اور طاعت کو محبوب کردیتا ہے پھر طاعت اور مناجات کی
وہ لذت عنایت فرماتا ہے جس سے تمام لذتین بھول جاتی ہین اور شہوات کی فنا کرنے کی طاقت دیتا ہی بلکہ خود اونکو
مٹا دینے کا کفیل ہوجاتا ہے اور مدد پر مدد پہنچاتا ہی اسلیے کہ کریم اپنے امیدوار کی کوشش ضائع نہین کیا کرتا

اور اپنے محبت کی آرزو سے محروم کرے وہ خود ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی مین وارد ہے کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے مین اوسکی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہون اور فرماتا ہے کہ نیک بندون کا شوق میری ملاقات کی طرف زیادہ ہے اور مین انکے ملنے کا اونسے بھی زیادہ شائق ہون سبحان اللہ پس بندہ کو چاہیے کہ شروع مین اپنی کوشش اور صدق و اخلاص کر گذرے اور پھر عنقریب جو کچھ کہ خدا تعالے کے جود و کرم و رافت و رحمت کے لائق ہے اوسکا تماشا کرے نظم

| | | | |
|---|---|---|---|
| بر درش ساکن شو و بیخانہ باش | دعوی شمعی مکن پروانہ باش | تا بہ بینے چاشنی زندگی | سلطنت یابی نہان در بندگی |

# نوان باب کبر و عجب کی برائی مین

| | |
|---|---|
| رباعی جبار و قدیم ہی وہ دارا جہان ہی | پس عجب اور کبر ہے اوسیکو شایان |
| انسان کے لیے نہین تکبر زیبا + | جب اوسکی سرشت ہے حدوث اور امکان |

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْهِمَا قَصَمْتُهٗ ایک حدیث مین وارد ہے ثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ پس کبر و عجب دو مرض مہلک مین اور متکبر اور معجب روگی ہین اور خدا کے نزدیک دشمن اور مغضوب اور از آنجا کہ اس جلد مین ہمکو غرض بیان مہلکات سی ہے تو ضرور ہوا کہ کبر اور عجب کا بیان کیا جاوے کہ یہ دونون بڑے خراب مہلک ہین ہم اسباب کو دو فصلون پر منقسم کرکے ایک مین ذکر کبر کا اور دوسری مین عجب کا کرتے ہین +

## فصل اول کبر کے بیان مین متضمن دس بیانون پر

**بیان اول** کبر کی مذمت کا - کلام مجید مین خدا تعالے نے بہت جگہہ مذمت کبر کی اور جبار و متکبر کی فرمائی ہے مثلاً فرمایا سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور فرمایا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ اور فرمایا وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور فرمایا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ اور فرمایا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ غرض کہ مذمت کبر کی قرآن شریف مین کثرت سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے یہ حدیث ورسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مروی ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند جو ان مین مجھسے نزاع کرے گا اوسکو مین دوزخ مین ڈال دونگا اور کچھہ پروا نکرونگا اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن روایت کرتے ہین کہ ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضہ مروہ پر ملے اور وہان کچھہ

بعد اسکے اول صاحب تو تشریف لے گئے مگر دوسرے کھڑے ہوئے روتے رہے لوگون نے سبب گریہ کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرو رض نے مجھسے یون کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس شخص کے دل مین ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اوسکو خداے تعالے اوندھے منہ دوزخ مین ڈالدیگا اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ آدمی اپنے آپ کو یہانتک اونچا کرتا رہتا ہے کہ انجام کو جبارون کی فہرست مین درج ہوجاتا ہے اور جو عذاب کہ اونکو پہونچتا ہے وہی اوسکو بھی ہوتا ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز انسانون اور جنون اور چرند پرند کو فرمایا کہ باہر چلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اونچے اوٹھائے گئے یہانتک کہ آواز آسمان کے فرشتون کی تسبیح کی آپ نے سنی پھر آپ نیچے اوتارے گئے یہانتک کہ آپکے پاؤن سمندر سے لگ گئے وہان ایک آواز سنی کہ اگر تمھارے آقا یعنے حضرت سلیمان کے دل مین ذرہ برابر بھی کبر ہو تو اوسکو جتنا اونچا کیا تھا اوس سے زیادہ زمین مین اوتاردون۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک گردن نکلے گی جس مین دو کان سننے والے اور دو آنکھین دیکھتی ہوئی اور ایک زبان بولتی ہوئی ہوگی وہ یہ کہے گی کہ مجکو تین قسم کے آدمی حوالہ ہوئے ہین اول جبار عنید دوم جو لوگ مشرک ہین سوم مصور اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِيلٌ وَلَا جَبَّارٌ وَلَا سَيِّئُ الْمَلَكَةِ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جنت و دوزخ مین باہم گفتگو ہوئی دوزخ نے کہا کہ مجکو متکبرین اور جبارین ملین گے جنت نے کہا کہ پھر مین نے کیا کیا ہے جو مجکو ضعیف اور افتادہ اور عاجز لوگ ملین گے اللہ تعالی نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہے تجھسے جسپر مین چاہونگا رحمت کرونگا اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے تجھسے جسکو چاہونگا عذاب دونگا اور تم دونون کو لوگون سے بھردونگا۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برا بندہ وہ ہے جو جبر و تعدی کرے اور سب سے بڑے جبار کو بھول جاوے اور برا بندہ وہ ہے کہ جبر کرے اور اتراوے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور برا بندہ وہ ہے کہ سہو اور لہو مین رہے اور قبرون اور خاک ہوجانے کی یاد بالاے طاق رکھے اور برا بندہ وہ ہے کہ سرکشی کر کے حد سے گذر جاوے اور مبدا اور منتہا کی اوسکو یاد نہ آوے۔ اور ثابت رض فرماتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص کیا بڑا متکبر ہے آپ نے فرمایا کہ اوسکے پیچھے کیا موت نہین ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی اونھون نے اپنے دو بیٹونکو بلایا اور فرمایا کہ مین تمکو دو چیزون سے منع کرتا ہون اور دو چیزون کا امر کرتا ہون شرک اور کبر سے تو منع کرتا ہون اور لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کیونکہ زمین و آسمان معہ ما فیہا اگر ایک پلہ مین رکھے جاوین اور کلمہ طیبہ دوسرے پلہ مین رکھا جاوے تو اسی کلمہ کا پلہ بھاری ہوگا اور اگر بالفرض آسمان و زمین اور دونون کی چیزون کا ایک حلقہ ہو اور لا الہ الا اللہ اوسپر رکھدیا جاوے تو

حلقہ کو توڑ دیگا اور دوسری بات جسکا امر کرتا ہون سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ ہر ایک چیز کی نماز ہی اور اسی کے سبب سے ہر چیز کو رزق
دیا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ خوشحال اوس شخص کا جسکو خدا تعالیٰ اپنی کتاب سکھائے پھر وہ جبار ہو کر
نہ مرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَهلُ النَّارِ كُلُّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ وَاَهْلُ
الْجَنَّةِ الضُّعَفَاءُ الْمُقَلُّوْنَ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ تم مین ہمارا زیادہ محبوب اور قریب آخرت مین وہ ہوگا جسکے اخلاق
عمدہ ہون اور سب سے زیادہ مبغوض و بعیدہ ہوگا جو فضول گو ہو اور فصاحت جتاتا ہو باچھین پھاڑ پھاڑ باتین کرے اور
اور ایک حدیث مین یہ روایت ہے کہ قیامت کو متکبر لوگ آدمیون کی سی صورت کی چونٹیان بنکر اوٹھینگے اور لوگ اونپر پاون
رکھکر چلینگے ہر ایک طرح کی ذلت اونپر سوار ہوگی پھر جہنم کے قیدخانہ مین جسکو بولس کہتے ہین مقید ہونگے اور سب آگونکی
آگ دوزخیون کے نچوڑا و ریپ کا رہ پینے کو ملے گا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
متکبر قیامت مین چونٹیونکی صورت مین اوٹھینگے اور لوگ اونکو پامال کرینگے اسلیے کہ انھون نے خدا کو ذلیل سمجھا تھا۔ اور محمد
بن واسع فرماتے ہین کہ مین بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمھارے باپ نے مجھے ایک حدیث اپنے باپ کی بابت آنحضرت
صلعم سے نقل کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ایک جنگل ہے جسکو ہبہب کہتے ہین اور خدا تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اوسمین
لوگ رہین پس اے بلال تم اپنے آپ کو اوسمین رہنے سے محفوظ رکھنا۔ اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ دوزخ مین ایک
مکان ہے جسمین متکبر ونکو ڈالکر بند کر دینگے اور ایک حدیث مین فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ
اور فرمایا کہ جو تین باتون سے بری ہوکر مرے گا جنت مین داخل ہوگا اول اون مین کبر ہے دوم قرض سوم خیانت اور آثار
بھی کبر کی برائی مین منقول ہین مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نجانے اسلیے کہ مسلمانون
مین جو صغیر ہے وہ خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ اور وہب رح فرماتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا
تو اوسکی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ تو متکبر پر حرام ہے۔ اور احنف بن قیس رح مصعب بن زبیر کے برابر تخت پر بیٹھا
کرتے ایک روز جو تشریف لائے تو وہ پاون پھیلائے ہوئے تھا اور اونکو اکٹھا نہ کیا وہ جو بیٹھے تو کہین یا اب
آپ نے اوسکے چہرے سے معلوم کیا کہ اسکو پاون کا دبنا برا معلوم ہوا تو فرمایا کہ تعجب ہے کہ آدم زاد تکبر کرے حالانکہ وہ پیشاب
کی جگہہ سے دوبار نکلا ہے یعنے ایک بار جب نطفہ تھا اور ایک بار پیدائش کے وقت۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
آدمی سے ہر روز ایک یا دو بار اپنے ہاتہ سے پاخانہ دھوتا ہے پھر تکبر کرتا ہے اور آسمانون و زمین کے جبار کا مقابلہ
کرتا ہے اور اس آیت مین وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بول و براز کی راہ کی طرف
اور حضرت محمد بن حسین بن علی علیہما السلام فرماتے ہین کہ جس شخص کے دل مین کسیقدر کبر آتا ہے اوسی قدر اوسکی عقل کم
ہو جاتی ہے اگر کبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا اور اگر زیادہ تو زیادہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے
بدی کونسی ہے جسکے ہوتے نیکی مفید نہو آپ نے فرمایا کہ وہ کبر ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا

پاس بہت سے پیند لگا کر جل مین منجملہ اوسکے پیندون اور جال کے خدا کی نعمتون پر اترانا اور راہ کی عطا پر فخر کرنا اور راہ سکے بندون پر تکبر کرنا اور سوائے رضائے خدا کے اور چیزون مین آرزو کا اتباع کرنا ہے خدائے تعالے ہمکو دین و دنیا مین اس سے بچاوے

**دوسرا بیان** اترانے کی برائی اور چلنے اور کپڑون کے لٹکانے سے اظہار تکبر کی مذمت مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی رَجُلٍ یَجُرُّ اِزَارَہٗ بَطَرًا اور فرمایا بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْہِ اِذْ اَعْجَبَتْہُ نَفْسُہٗ فَخَسَفَ اللّٰہُ بِہِ الْاَرْضَ فَھُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اور فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین کہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض کی خدمت مین گیا اوسوقت عبداللہ بن واقد نئے کپڑے پہنے ہوئے اونکے پاس کو گذرے آپ نے فرمایا کہ ای لڑکے اپنی ازار اونچی کر مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ازار کو اترا کر کھینچے گا اوسکی طرف قیامت مین خدائے تعالے نہ دیکھے گا اور روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کف مبارک پر تھوکا اور اوسپر انگشت مبارک رکھکر فرمایا کہ خدائے تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ ای ابن آدم کیا تو مجھسے بچ جاوے گا مین نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب مین نے تجھے ہٹا کٹا کر دیا تو تو لباس مین ایسا چلتا ہے کہ زمین بھی فریاد کرتی ہی تو نے مال جوڑا اور کسی کو نہ دیا جب روح حنجرہ گردن مین پہنچی تو کہنے لگا کہ مین صدقہ کرونگا وہ وقت صدقہ کا کہان ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ صلعم نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلنے لگے گی اور فارس و روم اونکی خدمت کرنے لگینگے اوسوقت خدائے تعالے اونمین سے بعض کو بعض پر مسلط کردے گا۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے جی مین بڑا بنتا ہے اور چال مین اتراتا ہے وہ خدا کے سامنے ایسے حال مین جاویگا کہ خدائے تعالے اوسپر غصہ ہوگا **آثار** ابوبکر ہذلی روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس بیٹھے تھے اتنے مین وہان کو ابن اہتم کا گذر ہوا جو پاخانہ کو جاتا تھا اور کئی کپڑے ریشمی پہنے تھا جو پنڈلی پر ایک دوسرے کے اوپر تہ بتہ کر رکھے تھے اور اونمین سے قبا کھل رہی تھی اور اوسکی چال مین تبختر پایا جاتا تھا حضرت حسن رح نے ایک نگاہ اوسکو دیکھا اور کہا کہ تف ہی اس ناک پھلانے کمر جھکانے گردن مروڑنے پر اپنی دونون طرف دیکھتا جاتا ہے ای بیوقوف اپنی دونون طرف کیا دیکھتا ہے دونون طرف نعمتین ہین جنکا تو نے نہ شکر ادا کیا نہ اونکو زبان پر لایا نہ اونکے باب مین جو کچھ خدائے تعالے نے حکم کیا تھا اوسکو مانا نہ جو حقوق خداوندی اونمین تھے اونکو ادا کیا بخدا کہ لوگ ایسا چلتے ہین کہ اونکی طبیعت یہ چاہتی ہی کہ پاگلون کی طرح جھک جھک پڑین یہ نہین معلوم کہ ہر عضو مین اعضا سے خدا کی ایک نعمت موجود ہے اور شیطان اوسی سے کھیل بنانے کو تیار۔ ابن اہتم یہ سنکر لوٹ آیا اور آپکی خدمت مین عذر کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ مجھسے عذر کیا کرتے ہو خدا کے سامنے توبہ کرو خدائے تعالی کا ارشاد نہین سنا کہ فرماتا ہی وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور ایکبار آپکے پاس ایک جوان عمدہ لباس پہنے گذرا آپ نے اوسکو بلایا اور فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی اور جمال پر اکڑتا ہی یون سمجھنا چاہیے کہ قبر نے بدن کو چھپا لیا اور عمل سامنے آگئے جاؤ اپنے دل کا

علاج کرو تو بندر سے خالی غرض اتنی ہی ہے کہ اونکا دل درست ہوں۔
قبل خلافت حج کیا اونکو طاؤس نے اونکے چلنے میں دیکھا کہ چال میں تکبر پایا جاتا ہے تو اپنی اونگلی آپکے پہلو میں ماری اور کہا کہ جسکے پیٹ میں غلیظ بھرا ہو اوسکی چال یوں نہیں ہوتی آپ نے بطرز معذرت اونسے فرمایا کہ چچا صاحب اس چال کے لیے ہر ایک عضو پیٹا گیا ہے جب میں نے اسکو سیکھا ہے۔ اور محمد بن واسع نے اپنے لڑکے کو اتراتے دیکھکر بلایا اور کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو کون ہے تیری ماں تو وہ ہے جسکو میں نے دو سو درم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا ہے کہ خدائے تعالے مسلمانوں میں ویسے بہت نکرے۔ اور حضرت ابن عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے پاجامے لٹکائے تھا آپ نے دو تین بار فرمایا کہ شیطان کے بھی بہت بھائی ہیں۔ اور روایت ہے کہ مطرف بن عبداللہ نے مہلب کو دیکھا کہ حریری جبہ پہنے تبختر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا اس چال کو خدا اور رسول برا جانتے ہیں اوسنے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں جانتا ہوں اول میں تو نطفہ خراب تھا اور انجام کو ایک مردار ناپاک ہوگا اور اب غلاظت کو لادے پھرتا ہے مہلب سنکر چلا گیا اور وہ چال چھوڑ دی۔ اور حضرت مجاہد رح نے یتمطے کے معنے اس آیت میں ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ یہی فرمائے ہیں کہ تبختر کرتا ہے۔ اور اب تجا کہ ہمنے کبر اور اترانے کی برائی لکھی تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تواضع کی فضیلت بھی لکھیں

**تیسرا بیان** تواضع کی فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ع مَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ اور ایک حدیث میں یوں فرمایا ہے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں اور اوسکو لگام سے روکے رہتے ہیں پس اگر وہ اپنے نفس کو اونچا کرتا ہے تو وہ لگام تانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی تو اس شخص کو پست کر اور اگر فروتنی کرتا ہے تو دعا دیتے ہیں کہ الٰہی اسکو بلند کر۔ اور فرمایا کہ خوشحال وہ شخص ہے کہ مسکنت کی حالت میں نہو اور فروتنی کرے اور مال جو بے معصیت جمع کیا ہو اوسکو خرچ کرے اور اہل ذلت و مسکنت پر رحم کرے اور فقہ و حکمت والوں سے ملے۔ اور ابو سلمہ مدینی اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد قبا میں تشریف رکھتے تھے اور روزہ دار تھے افطار کے وقت ہم ایک پیالہ دودھ کا تھوڑا سا شہد ملا کر لائے جب آپ نے اوسکو اوٹھا کر چکھا اور شہد کا مزہ معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا چیز ہے ہمنے عرض کیا کہ ہمنے تھوڑا سا شہد اسمیں ملا دیا ہے آپ نے پیالہ رکھدیا اور فرمایا کہ میں اسکو حرام نہیں کرتا ہوں اور پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ وَمَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ بَذَّرَ أَفْقَرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ أَحَبَّهُ اللّٰهُ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اپنے گھر میں کھانا کھاتے تھے ایک سائل دروازہ پر آیا اور اوسکو ایسا مرض تھا کہ اوس سے گھن آتی تھی آپ نے اوسکو اجازت دی جب وہ اندر آیا تو آپ نے اوسکو اپنی برابر بٹھایا اور کہا کہ کھانا کھا ایک شخص قریش میں سے اوس سے ہٹا اور گھن کی تو وہ شخص مرا جب تک کہ اوسی سائل کی موافق مبتلا نہو گیا اور ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجکو میرے پروردگار نے فرمایا کہ دو باتوں میں سے جونسی چاہوں پسند کرلوں یا تو بندہ

اور رسول بنون یا پادشاہ اور نبی ہون مگر مجکو معلوم نتھا کہ کونسی بات کو اختیار کرون اور فرشتون مین میرے دوست جبرئیل تھے
مین نے اونکی طرف سر اوٹھایا اونھون نے فرمایا کہ خدا کے سامنے تواضع کر مین نے عرض کیا کہ بندہ اور رسول ہون گا۔ اور
حضرت موسی علیہ السلام پر خدا تعالی نے وحی کی کہ مین نماز ایسے شخص کی قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی
کرے اور میرے بندون پر بڑا نہ بنے اور اپنے دل مین میرا خوف سماتے اور دن بھر میرے ذکر مین مشغول رہے اور اپنے نفس کو
شہوات سے میرے لیے روکے۔ اور ایک حدیث شریف مین آپ نے فرمایا کہ اَلْکَرَمُ التَّقْوٰی وَالشَّرَفُ التَّوَاضُعُ وَالْیَقِیْنُ
الْغِنٰی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین تواضع کرتے ہین کہ وہ قیامت کو
منبرون پر بیٹھینگے اور مژدہ ہو اون لوگون کو جو دنیا مین لوگونکے درمیان صلح کراتے ہین کہ وہ قیامت مین جنت
فردوس کے مالک ہونگے اور مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین اپنے دل پاک کرتے ہین کہ وہ قیامت کو ایسے ہونگے
جنکو دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اور بعضونکا قول ہے کہ مجکو یہ روایت پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
خدای تعالے کسی بندے کو اسلام کی ہدایت کرتا ہے اور اوسکی صورت اچھی بناتا ہے اور ایسی جگہہ مین رکھتا ہے جو اوسکو زیبا
نہین ہوتی اور باوجود اسکے اوسکو تواضع بھی عنایت فرماتا ہے تو ایسا شخص خدا تعالے کے خاص بندون مین سے ہوتا ہے
اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ چار چیزین ایسی ہین کہ وہ اوسی کو ملتی ہین جسکو خدا دوست رکھتا ہے اول سکوت
جو عبادت کا آغاز ہے دوم توکل خدا پر سوم تواضع چہارم دنیا مین زہد۔ اور حضرت ابن عباس رض سے حدیث مروی ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تواضع کرتا ہے خدا تعالے اوسکو ساتوین آسمان تک بلند کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ تواضع بندہ کو
برتر ہی کرتی ہے پس تواضع کرو خدا تم پر رحم کرے گا۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کھانا تناول فرماتے تھے کہ اتنے مین
ایک شخص کالا آیا جسکے چیچک نکلی تھی اور اوسمین سے پانی جاتا تھا پس جسکے پاس وہ بیٹھتا وہی اوسکے پاس سے
کھڑا ہو جاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پہلو مین بٹھلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ آدمی اپنے ہاتھہ مین ایسی چیز اوٹھاوے جو اوسکے گھر والون کے کام کی ہو اور اس سے مقصود اپنے نفس کا کبر دور کرنا ہو۔ اور
ایک دن آپ نے اصحاب رض کو فرمایا کہ مین تم مین حلاوت عبادت کی نہین پاتا یہ کیا بات ہے اونھون نے عرض کیا کہ عبادت کی
حلاوت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ فروتنی۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جب تم میری امت کے تواضع
کرنے والون کو دیکھو تو اونکے ساتھ بتواضع پیش آؤ اور جب متکبرون کو دیکھو تو اونپر تکبر کرو کہ اون پر تکبر کرنا اونکے
حق مین ذلت وخواری ہے۔ **آثار** حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ بندہ جب انکسار خدا کے واسطے کرتا ہے
تو اللہ تعالے اوسکی حکمت کو بلند فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ بلند ہو خدا نے تجکو بلند کیا اور جب تکبر
اور تعدی کرتا ہے تو اوسکو زمین مین دھساتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ دور ہو خدا نے تجکو دور کر دیا پس ایسا
شخص اپنی دانست مین بڑا ہے مگر لوگون کی نظرون مین حقیر ہے یہان تک کہ سور سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہین۔

اور جریر بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین ایکبار ایک درخت کے نیچے گیا دیکھا تو اوسکے تلے ایک شخص سوتا ہی اور چمڑے کا سایہ
اوپر کیا ہے چونکہ آفتاب چمڑے پر سے ہٹ گیا تھا مین نے اوسکو درست کر دیا اتنے مین وہ شخص جاگے تو معلوم ہوا
سلمان فارسی رضہ تھے مین نے جو کچھ کیا تھا آپ سے کہدیا آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ای جریر دنیا مین خدا کے
فروتنی کر کیونکہ جو شخص دنیا مین خدا کے لیے تواضع کرتا ہے خدائے تعالے اوسکو قیامت مین بلند کرے گا ای جریر
تجکو معلوم ہے کہ قیامت مین دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا مین نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین آپنے فرمایا کہ دنیا مین
جو لوگ ایک دوسرے پر ظلم اور اندھیر کرتے ہین یہی قیامت کو اندھیرا ہوگا۔ اور حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ
عبادت سے غافل ہو اور وہ تواضع ہے۔ اور یوسف بن اسباط رح کا قول ہے کہ بہت سے عمل سے تھوڑا ورع کافی ہی اور بہت
سی کوشش اور مجاہدہ سے تھوڑی سی فروتنی بس ہے۔ اور حضرت فضیل رح سے جب کسی نے تواضع کو پوچھا
کہ کیا چیز ہے تو اونھون نے فرمایا کہ امر حق کے لیے خضوع کرنا اور منقاد ہونا اگرچہ کسی لڑکے خواہ جاہل ہی
اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ اصل تواضع یہ ہے کہ اوس شخص کی بہ نسبت جو نعمت دنیاوی مین اپنے آپ سے کم ہے
اپنے نفس کو کم سمجھنا یہانتک کہ یون جاننا کہ ہمکو دنیا کی راہ سے اوسپر کچھ زیادتی نہین اور اوس شخص سے
جو نعمت دنیا مین اپنے آپ سے زیادہ ہی اپنے نفس کو برتر سمجھنا کہ دنیا کی راہ سے اوسکو کچھ فضیلت نہی۔ اور قتادہ
فرماتے ہین کہ جس شخص کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنایت ہو اور وہ اوسمین تواضع نکرے تو قیامت کو اوسپر
وبال ہونگی۔ اور ایک روایت مین ہے کہ خدائے تعالے نے حضرت عیسیٰ پر یہ وحی بھیجی کہ جب مین کوئی نعمت تمکو دون
اوسکو انکسار کے ساتھ قبول کرو مین اوس نعمت کو تمپر پورا کرونگا۔ اور حضرت کعب رضہ کا قول ہی کہ اللہ تعالے بندے کو
جو نعمت دنیا مین دیتا اور وہ اوسکا شکر گزار ہوتا ہے اور خدا کے واسطے اوس نعمت سے فروتنی کرتا ہی تو اللہ تعالے اوسکا نفع
اوسکو دنیا مین بھی عنایت فرماتا ہے اور آخرت مین اوسکا رتبہ بلند کرتا ہے اور اگر خدائے تعالے نے کسی بندے کو
دی اور اوسنے نہ خدا کا شکر کیا نہ فروتنی کی تو اللہ تعالے دنیا مین بھی اوسکا فائدہ اوس سے روک لیتا ہی اور آخرت میں
اوسکے لیے طبقۂ جہنم کھولدیتا ہے چاہے اوسکو عذاب دے یا درگذر فرماوے۔ اور عبدالملک بن مروان
پوچھا کہ مردون مین بہتر کون ہے اونھون نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے تواضع کرے اور باوجود
زہد کرے اور قابو پاکر انتقام نہ لے۔ اور ابن سماک رح ہارون رشید کی خدمت مین گئے اور فرمایا کہ آ
اور شرف کے ساتھ آپ کا تواضع کرنا آپ کے خود شرف سے بہتر ہے ہارون رشید نے کہا کہ کیا خوب آپ نے فرما
پھر اونھون نے کہا کہ ای امیر المومنین اگر خدائے تعالے کسی کو جمال اور شرافت حسب اور مال عنایت کرے
وہ اپنے جمال مین عفیف رہے اور مال سے لوگون کے ساتھ سلوک کرے اور حسب مین فروتنی کرے
تو اللہ تعالے کے دفتر مین اولیاء اللہ سے لکھا جائے گا ہارون رشید نے کاغذ دوات قلم منگا کر اپنے

اونکا قول لبیک لبیک اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیسوں اور امیروں اور شریفونکو
دیکھا کرتے یہانتک کہ اون سے فارغ ہوکر مساکین میں آتے اور اونکے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا مسکینوں کے
ہی بیچ ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جیسا آدمی کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تو انگر اوسکو بُرے کپڑے میں دیکھیں اسی طرح چاہیے
کہ وہ اس بات کو بھی برا جانے کہ درویش اوسکو لباس فاخرہ میں دیکھیں۔ اور روایت ہے کہ ایکبار یونس اور ایوب اور حسن رح
باہر نکلے اور تواضع کا ذکر ہوا تو حضرت حسن رح نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ تواضع کیا ہے تواضع یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے
نکلے تو جو مسلمان راستے میں ملے اوسکو یہ سمجھے کہ مجھسے زیادہ ہے۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو پہاڑ آپس میں ایک دوسرے سے بڑا اور اونچا ہونے لگے اور جودی نے
فروتنی کی اللہ تعالے نے اوسکو بلند مرتبہ دیا کہ حضرت نوح ع کی کشتی اوسی پر ٹھہری۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین
کہ اللہ تعالے نے جو لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کیا تو کسی میں تواضع حضرت موسٰی علیہ السلام کے دل سے بڑھکر نپائی اسی لیے
اونکو آدمیوں میں سے کلام کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اور یونس بن عبید رح جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر میں لوگوں میں
نہوتا تو یقینا انپر رحمت ہوتی ہے اب مجھے خوف ہے کہ شاید میرے سبب سے رحمت سے محروم رہے ہون۔ اور یہ جملہ متقدمین سے
چلا آتا ہے کہ جسقدر آدمی ایماندار اپنے نفس میں فروتنی کرتا ہے اوسی قدر خدا تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جتنا اپنے
نزدیک اونچا ہوتا ہے وتنا ہی خدا کے نزدیک پست ہوتا ہے۔ اور زیاد نمیری کا قول ہے کہ جس زاہد میں تواضع نہو وہ
درخت بے پھل ہے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوکر پکارے کہ جو تم سب میں برا
شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھسے آگے کوئی نجا سکے سب سے اول میں ہی دوڑوں البتہ جسکے اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ
بڑھجاوے تو بڑھجاوے راوی کہتا ہے کہ جب ابن مبارک کو حضرت مالک رح کا یہ کلام پونہچا تو اونھوں نے فرمایا کہ مالک
اسی جہت سے مالک ہوا ہے۔ اور حضرت فضیل رح کا قول ہے کہ جو شخص محبت ریاست رکھتا ہے اوسکو کبھی فلاح نہین ہوتی
اور موسی بن القاسم کہتے ہین کہ ایکبار ہمارے یہان زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو میں محمد بن مقاتل رح کے پاس گیا اور کہا کہ
اے ابو عبد اللہ آپ ہمارے امام ہین خدای تعالے سے دعا مانگیے آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب تم ہلاک نہو تو
ہین اسکو غنیمت جانوں محمد بن قاسم کہتے ہین کہ مینے پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین
کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خدا تعالے نے تم پر سے آندھی وغیرہ کو دور کردیا۔ اور ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا تو
اونھوں نے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے اور اسطرح پوچھنا آپکی عادت مستمرہ تھی اوس شخص نے جواب دیا کہ میں حرف ب کے نیچے کا نقطہ ہون
آپ نے فرمایا کہ یا تو اسکے موافق اپنے نفس کو کرنا چاہیے ورنہ تیری محبت خدای تعالے منقطع کردیگا۔ اور بعض کلاموں میں سے
یہ بھی منقول ہے کہ میری ذلت نے یہود کی ذلت کو بیکار کردیا۔ اور یہ جملہ اکابر سے منقول ہے کہ جو اپنے نفس کی کچھ بھی قدر جانتا ہے
اوسکو تواضع سے کچھ بہرہ نہیں۔ اور فتح بن شخرف رح روایت کرتے ہین کہ مینے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا اور

عرض کیا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ فقیرون کی مجلس مین اگر توانگر بتوقع ثواب خدا تواضع کرین تو کتنا اچھا ہے اور اس سے زیادہ اچھی یہ بات ہی کہ فقرا خدای تعالے پر اعتماد کر کے توانگرون پر تکبر کرین — اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ آدمی جبتک اپنی نفس کو نہین پہچانتا جب تک تواضع نہین کرتا — اور حضرت ابو یزید بسطامی رح فرماتے ہین کہ آدمی کو جبتک گمان ہے کہ خلق مین کوئی مجھسے برا ہے تب تک وہ متکبر ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر تواضع کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اپنے نفس کے واسطے نہ کوئی مقام جانے اور نہ کوئی حال اور جسقدر آدمی خدای تعالے کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اوسی قدر اوس مین تواضع ہوتی ہی — اور ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ جتنا مین اپنے جی مین پست اور کم رتبہ ہون اگر تمام خلق مجکو اتنا کم رتبہ کرنا چاہین تو نہین کر سکینگے — اور عروہ بن الورد رح فرماتے ہین کہ تواضع حصول شرف کا ایک جال ہی اور آدمی سوا تواضع کے سب نعمتون پر حسد کیا جاتا ہے اور اکابر کا قول ہے کہ تواضع سب قسم کے لوگون مین اچھی ہی اور توانگرون مین سب سے بہتر ہے ؎ تواضع ز گردن فرازان نکوست ✤ گدا گر تواضع کند خوی اوست ✤ اور تکبر تمام خلق مین برا ہے اور فقیرون مین سب سے زیادہ برا ہے — اور یہ بھی بعض اکابر کا قول ہی کہ عزت اوسی کو ہی جو خدا کے واسطے ذلیل ہو اور برتری اوسکو ہی جو اللہ جل شانہ کے واسطے تواضع کرے اور مامون وہی ہے جو خدا سے ڈرے اور نفع اوسی کو ہے جو اپنے نفس کو خدا کے ہاتھ بیچ دے — اور ابو علی جرجانی رح کا قول ہے کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہے پس جس شخص کو خدای تعالے ہلاک کرنا چاہتا ہے اوسکو تواضع اور خیر خواہی اور قناعت سے باز رکھتا ہے اور جسکے ساتھ بہتری کرنی ہوتی ہی اوسکو یہ باتین عنایت فرما دیتا ہے تو جب کبھی اوسکی دل مین کبر کی آگ بھڑکتی ہی اوسکو خدا کی مدد تواضع فرو کر دیتی ہی اور اگر حسد کی آگ بھڑکتی ہی تو اسکی توفیق سے خیر خواہی اوسکو بجھاتی ہے اور اگر حرص شعلہ زن ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے قناعت اوسکو فرو کر دیتی ہے — اور حضرت جنید رح جمعہ کے روز اپنی مجلس مین کہتے کہ اگر یہ حدیث مروی نہوتی کہ پچھلے زمانے مین سردار قوم کا اون مین ارذل ہوگا تو مین ہرگز تمکو کچھ نہ سناتا اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ اہل توحید کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہے اور شاید اونکی مراد یہ ہے کہ متواضع اپنی نفس ہی ہے تب اوسکو پست خیال کرتا ہے اور موحد اپنے نفس کو کچھ بھی نہین سمجھتا جب اوسکا وجود ہی نہین تو پستی اور رفعت ثابت کرے — اور عمرو بن شیبہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ مین صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا تو ایک شخص خچر پر سوار ہے اور اوسکے آگے بہت سے غلام لوگونکو دھکے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہین پھر بعد چندے میرا گذر بغداد اور پل کے اوپر کھڑا تھا کہ ایک شخص ننگے پاون اور ننگے سر لمبے لمبے بال والا سامنے آیا مین نے اوسکو بغور دیکھنا شروع کیا اوسنے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو مین نے کہا کہ تمھاری صورت کا ایک آدمی مین نے مکہ معظمہ مین دیکھا تھا اور ایسا ایسا تھا اوسنے کہا کہ مین وہی شخص ہون مین نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہوگیا اوسنے جواب دیا کہ مین نے ایسی جگہ بڑائی ظاہر کی تھی جہان لوگ انکسار کرتے ہین اوسکے عوض مین خدای تعالے مجکو ایسی جگہ پست کر دیا جہان لوگ بڑائی کرتے ہین — اور مغیرہ رح کہتے ہین کہ ہم ابراہیم رح سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہے اور وہ یہ فرمایا

کرتے تھے کہ جس زمانہ مین کہ مین فقیہ کوفہ کا ہوا ہون وہ برا زمانہ ہے کہ مجھسا شخص فقیہ گنا جاوے - اور عطاء سلمی رح جب رعد کی آواز سنتے تو اوٹھتے بیٹھتے اور درد زہ والی عورت کیطرح پیٹ پکڑتے اور کہتے کہ یہ بلا میرے سبب سے ہے تمپر آتی ہے اگر مین مر جاؤن تو لوگونکو راحت پہنچے - اور بشر حافی رح کہتے کہ دنیاداروں کے لیے یہی سلام ہے کہ اونکو سلام نکرو - اور ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن المبارک کے لیے دعا دی کہ جو تمکو توقع ہو خدائے تعالے عنایت فرماوے آپنے فرمایا کہ توقع بعد معرفت کے ہوتی ہے یہان سرے سے معرفت ہی نہین - اور حضرت سلمان فارسی رضہ کے پاس ایکدن ایک اہل قریش فخر کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے پیدا ہوا ہون اور انجام کو مردار بدبودار ہو جاؤن گا پھر میزان مین اگر پلہ بھاری رہا تو تو مین اچھا ہون اور اگر ہلکا رہا تو برا ہون - اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ فرماتے ہین کہ ہم نے کرم کو تقوی مین پایا اور غنا کو یقین مین اور شرف کو تواضع مین خداوند کریم سے امید ہے کہ ہمکو بھی توفیق تواضع اپنے کرم و فضل سے عنایت فرماوے +

## چوتھا بیان کبر کی حقیقت اور اوسکی آفت کا

جاننا چاہیے کہ کبر دو قسم ہے ایک ظاہر اور ایک باطن کبر باطن تو نفس کی عادت کا نام ہے اور کبر ظاہر اعمال ہین جو اعضا سے سرزد ہوتے ہین اور واقع مین عادت باطنی ہی کا نام کبر کہنا ٹھیک ہے اعمال تو اوس عادت کے ثمرات ہین اور وہ عادت موجب اعمال کی ہوتی ہے اسی واسطے جب اعضا پر اوسکے آثار ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ تکبر کیا اور جبتک ظاہر نہین ہوتے تب تک کہا جاتا ہے کہ اوسکے نفس مین کبر ہے غرض اصل یہی ہے کہ کبر وہی ہے جو نفس کے اخلاق مین سے ایک خلق کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اپنے آپ کو دوسرے پر فائق دیکھکر راحت پاوے اور اسی کی طرف مائل ہو اسلیے کہ کبر ایک امر اضافی ہے اسکے لیے کئی چیزین چاہیین اول تکبر کرنے والا دوم جسپر تکبر کرتا ہے سوم جس چیز سے تکبر کرتا ہے اور کبر اور عجب مین یہی فرق ہے کہ عجب مین صرف ایک شخص عجب کرنے والا ہوتا ہے جیساکہ آگے مذکور ہوگا بلکہ اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف اکیلا ہی پیدا ہو تو ہو سکتا ہے کہ عجب کرے مگر متکبر نہین ہو سکتا جبتک کہ غیر کے ساتھ نہو اور اپنے نفس کو صفات کمال مین اوس دوسرے سے برتر نجانے غرض کہ تکبر مین صرف اپنے نفس کا بڑا جاننا کافی نہین کیونکہ بعض اوقات آدمی اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے مگر دوسرونکو اپنے آپ سے بڑھکر خواہ برابر سمجھتا ہے اوسپر تکبر نہین کرتا اور نہ دوسرے کا حقیر جاننا کافی ہے اسلیے کہ بعض اوقات دوسرے کو حقیر جانتا ہے مگر اپنے نفس کو اوس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہے تو تکبر نہوگا اور اگر دوسرے کو اپنے مثل ہی سمجھے تب بھی تکبر نہین بلکہ تکبر مین یہ ضرور ہے کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا سمجھے اور ایک غیر کا پھر اپنے مرتبے کو غیر کے مرتبے سے بہتر سمجھے جب یہ تین باتین اوسکے اعتقاد مین ہونگی تب کبر پیدا ہوگا صرف اپنے مرتبہ سمجھنے کا نام کبر نہین بلکہ اوس سمجھنے اور عقیدہ سے آدمی مین ایسی پھونک پڑتی ہے جس سے دل مین سامان اور حرکت اور خوشی اور میل اپنے عقیدہ کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اس سبب سے

نفس مین ایک عزت آتی ہے اس عزت وحرکت ومیلان کو خلق کبر کہتے ہین اور اس پھونک کا ذکر حدیث شریف مین
بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا تھا اوس شخص کو جسنے بعد نماز صبح وعظ کہنے کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک پہونچ جائے
اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب اپنے نفس کو اس نظر سے دیکھتا ہے یعنے اپنی بڑائی کے اعتقاد سے تو وہ تکبر کرتا ہے اور
پھولتا ہے تو ثابت ہوا کہ کبر اوسی حالت کو کہتے ہین جو اون اعتقادات مذکورہ سے نفس مین حاصل ہوتی ہے
اور اوسی کا نام عزت اور عظمت بھی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ
اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فرمایا ہے کہ اس سے مراد عظمت ہے کہ اونکو نہ ملے پس کبر کی تفسیر آپنے اوسی عظمت کو بیان
فرمایا۔ پھر یہ عزت موجب اعمال ظاہری اور باطنی کا ہوتی ہے جو اوسکے ثمرات کہلاتے ہین اور اونکو تکبر کہتے ہین
یعنے جب اوسکے نزدیک اپنا رتبہ دوسرے کی نسبت بڑا ٹھہرا تو اپنے سے کمتر کو حقیر جانے گا اور اوس سے دوری
چاہے گا اوسکے ساتھ بیٹھنا اور کھانے مین شریک ہونا ناپسند کرے گا اور اگر کبر زیادہ ہوگا تو یہ تصور کرے گا
کہ اس شخص کو میرے سامنے جھک کر کھڑا ہونا چاہیے یعنے غلامون کی طرح رہنا چاہیے اور اگر اس سے بھی زیادہ
کبر ہوگا تو اوس سے خدمت لینا بھی برا سمجھے گا اور اگر اپنے سامنے کھڑا ہونے کے لائق نجانے گا نہ ڈیوڑھی کی
خدمت کے قابل سمجھے گا اور اگر کبر کچھ کم ہوا تو اوسکی مساوات کو اور تنگ راستون مین آگے چلنے کو اور محفلون مین
اونچا بیٹھنے کو عار جانے گا اور ہر بات کا منتظر رہے گا کہ پہلے سلام کرے اور اگر کوئی اسکے کام مین اوس سے
قصور ہو جاوے گا تو بہت بعید جانے گا اور اگر وہ کچھ بحث ومناظرہ کر بیٹھے تو اوسکے جواب دینے کو ننگ جانے
اور اگر کبر والے کو کوئی نصیحت کرے تو قبول نکرے اور اگر خود نصیحت دوسرونکو کرے تو نہایت تند مزاجی سے
کرے اور اگر کوئی اوسکی کسی بات کا انکار کرے تو غصہ ہو جاوے اور کسی کو تعلیم کرے تو سیکھنے والے پر نرمی نہ کرے
بلکہ شاگرد کو ذلیل وخوار سمجھے اور اوسپر احسان جتاوے اور اوس سے کار خدمت لے اور عوام کو ایسا جانے کہ گدھے ہین
اونکو جاہل وحقیر تصور کرے غرض کہ جو اعمال کہ کبر سے صادر ہوتے ہین بیشمار ہین اونکی گنتی کی کچھ حد
معروف ومشہور ہین اسکا نام کبر ہے اور اسی کی آفت بڑی مہلک ہے کہ اوس سے خواص لوگ تباہ
اور عابد وزاہد اور علما کم اس سے خالی ہوتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے اور اسکی آفت کے
شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ
اور وجہ اسکی حجاب ہونے کی جنت سے یہ ہے کہ اخلاق ایمانداروں کے جنت کے دروازے ہین اور
وعزت کے باعث یہ سب دروازے بند ہو جاتے ہین بندہ کو کوئی خلق اہل ایمان کا اسکے
نہین ہوتا مثلا جب تک آدمی مین کچھ بھی عزت وکبر ہوگا تب تک جو بات اپنے واسطے محبوب ہے وہ دو

۱ پناہ مانگتا ہون مین تجھسے کبر کی پھونک سے [illegible] اسی باب مین گذری ۱۲
۲ اور نہین انکے سینون مین مگر [illegible] کہ کبھی نپہونچینگے اوسکو ۱۲
۳ نہین داخل ہوگا جنت مین جو شخص کہ ہو اوسکے دل مین ذرہ برابر کبر [illegible] اوپر گذری ۱۲

کے واسطے محبوب بنجانے گا اور اسی عزت کی جہت سے تواضع جو کہ متقیون کے اخلاق کی جڑ ہے نکر سکیگا۔ اور عزت کے ساتھ کینہ ترک نکر سکیگا صدق و راستی کی مداومت نکر سکیگا ترک غضب اور غصہ کے پینے پر قادر نہو گا نہ حسد ترک کرے گا نہ آپ کسیکو نرمی سے اچھی طرح نصیحت کرے گا نہ اورون کی نصیحت پر کان دھرے گا نہ لوگون کی غیبت اور حقارت سے بچے گا خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی بری عادت نہیں جو کبر و عزت والا اپنی عزت کے بچاو کے لیے اسکی طرف مضطر نہو اور کوئی عمدہ عادت ایسی نہیں جنکو متکبر بخوف اپنی عزت جانے کے چھوڑ نہ دے اسی لحاظ سے جسکے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا داخل جنت نہوگا اور برے اخلاق کا حال یہ ہی کہ ایکدوسرے کے ساتھ موجود رہتے ہین ایک بری عادت ہو تو وہ مقتضی دوسرے کی ضرور ہوگی۔ اور کبر مین سب سے بری قسم وہ ہی جو علم سے استفادہ نکرنے دے اور امر حق کو ماننے دے اور نہ اوسکا منقاد ہونے دے ایسی ہی کبر اور متکبر کی شان مین آیات وارد ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ پھر فرمایا ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوزخیون مین سے سخت عذاب اونکو ملے گا جو سرکشی مین زیادہ بڑہے ہوے تھے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا اور فرمایا فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ اور فرمایا وَيَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور فرمایا سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بعضون نے اسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ یون ارشاد ہے کہ ہم قرآن کی فہم اونکے دل سے اوٹھالینگے اور بعض تفاسیر مین ہے کہ اونکے دلون کو ملکوت سے روک دینگے اور ابن جریج سے روایت ہی کہ اس سے یہ غرض ہی کہ اونکو تامل کرنا اور عبرت پکڑنا نصیب نہوگا اسی جہت سے حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ کھیتی نرم زمین مین پیدا ہوتی ہے پتھر پر نہین ہوتی اسی طرح حکمت تواضع کرنیوالے کی دل مین اثر کرتی ہے متکبر کے دل مین اثر نہین کرتی دیکھو اگر آدمی اپنا سر نہایت اونچا کرے اور چھت تک پہنچ جاوے تو اوسی کا سر ٹوٹیگا اور جو جھکا رہے گا تو چھت سے آرام اور سایہ دونون پاویگا تو یہ مثل متکبرون کی اس بات کے واسطے بیان ہوئی کہ وہ لوگ حکمت سے کس طرح محروم رہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف مین انکار کرنا امر حق کا مذکور فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کبر والا وہ شخص ہے جو امر حق سے غافل ہو اور لوگونکی عیب بیان کرے

## پانچوان بیان اس امر مین کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہے اوسکے کتنے درجات اور اقسام ہین اور نتیجہ کبر کا اون مین

کیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ انسان باعتبار سرشت کے ظالم و جاہل ہی اسی جہت سے کبھی خالق پر تکبر کرتا ہے اور کبھی مخلوق پر

اور اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمین ہین اول خدا پر تکبر کرنا یہ تکبر سب اقسام کبر سے نہایت برا ہی اور اسکا باعث صرف جہالت اور سرکشی ہوتی ہے جیسے نمرود مردود نے کی تھی اپنے دل مین ٹھان لی تھی کہ آسمان کے خدا سے لڑون گا یا اور جاہلون کی حکایتین اسی قسم کی ہین بلکہ جو شخص کہ مدعی دعوی خدائی کا ہوا مثلاً فرعون ملعون۔
ایسا ہی کچھ بکا لوگون سے کہا کہ مین تمھارا پروردگار برتر ہون اسی بات سے غیرت آئی کہ خدا کا بندہ ہو۔ حق تعالے فرماتا ہے لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا اور فرمایا کہ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور فرمایا وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا دوسری قسم تکبر کرنا رسولون پر کہ اپنے نفس کو عزت والا اور بلند سمجھکر نہین چاہتا کہ کسی ایسے شخص کا متبع ہو جو اور آدمیون جیسا ہو اور یہ امر کبھی تو فکر و تامل کا مانع ہوتا ہے یعنے رسالت وغیرہ کو سوچتا ہی نہین اسی جہت مدام کبر کے باعث تاریکی کی جہالت مین رہکر فرمانبرداری نہین کرتا اور اپنے گمان مین خود حق پر ہوتا ہی اور کبھی تامل تو کرتا ہے مگر نفس اطاعت امر حق اور رسولون کی نہین کرتا جیسا کہ خدای تعالیٰ کافرون کے اقوال کلام مجید مین نقل فرماتے ہین أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا اور وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ اور وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ اور وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور فرعون کا قول نقل فرمایا کہ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ اور پھر فرمایا وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اوسنے اللہ و رسول دونون پر تکبر کیا چنانچہ وہب فرماتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اوس سے فرمایا تھا کہ تو ایمان لا تیری سلطنت تیرے ہی پاس رہیگی اوس نے کہا کہ مین ہامان سے مشورہ کرلون جب اوس سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ ابتو تو پروردگار ہے لوگ تیری عبادت کرتے ہین ایمان لانے پر تو بندہ ہوجائیگا دوسرے کی عبادت کریگا الغرض اوسنے خدا تعالے کے بندہ ہونے اور حضرت موسیٰ کی پیروی سے انکار کیا۔ اور قریش کا قول خدای تعالے نے بیان فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ قتادہ رض کہتے ہین کہ یہ قول ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی کا تھا کہ انھون نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لڑکے یتیم تھے انکو خدا نے کیسے ہمارے اوپر نبی کیا انسے بڑھکر کوئی رئیس نہوا حق تعالے نے اونکے جواب مین ارشاد فرمایا أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ اور دوسری جگہہ اونکا قول نقل فرمایا لِيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا یعنے ایمان والون کو حقیر جانتے تھے اور اونکا رتبہ مین بڑھ جانا بہت بعید معلوم ہوتا تھا قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ ہم آپ کے پاس کیونکر بیٹھین یہان تو یہ لوگ رہتے ہین یعنے فقیر مسلمان جو آپکے پاس موجود رہتے تھے قریش نے اونکو حقیر جانا اور اون

کیا اور خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
اور وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ
عَيْنَاكَ عَنْهُمْ اور کفار کا کبر یہا تک تھا کہ خداے تعالے اونکے تعجب کی خبر اونکے جہنم مین داخل ہونے کے بعد دیتا
ہے یعنی جب بعض لوگ اونکو نہ دیکھین گے جنکو حقیر جانتے تھے تو کہین گے مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ اور
انسے مراد اون کی حضرت عمار بن یاسر اور بلال اور صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہین ۔ بہرحال قریش کے کافر وہین
بعض تو ایسے تھے کہ کبر کے باعث فکر و معرفت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے سے جاہل ۔ اور
بعض ایسے تھے کہ اونکو برحق ہونا تو معلوم تھا مگر کبر کی جہت اقرار نکرتے تھے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی فَلَمَّا جَآءَهُمْ
مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ اور دوسری جگہہ فرمایا وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا اور یہ قسم
تکبر کی اگرچہ پہلی قسم سے کم ہے لیکن اوسکے قریب قریب ہے اسلیے کہ تکبر خدا کے حکم نماننے پر اور اوسکے رسول کے
منقاد نہونے کے لیے ہے ۔ قسم تیسری بندون پر تکبر کرنا باین طور کہ اپنے نفس کو بڑا جانے اور دوسری کو حقیر اس وجہ سے
کسی شخص کی فرمانبرداری نکرے بلکہ اونسے اونچا ہونے کو جی چاہے اور اونکو حقیر جانکر مساوات سے ننگ آوے یہ قسم اگرچہ
پہلی اور دوسری قسم سے کم ہے تاہم دو وجہ سے بہت بری ہے وجہ اول تو یہ ہے کہ کبر اور عظمت و عزت مالک
برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہے ۔ بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہی اور کسی چیز کی قدرت نہین رکھتا اسکو کبر
کیا چاہیے پس جب بندہ کبر کرے گا تو گویا وہ صفت جو خاص خدا کے واسطے تھی اوسمین خدا کا شریک ہوا چاہتا ہے اور
اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی غلام بادشاہی سلطان کا تاج سر پر رکھکر اوسکے تخت پر بیٹھہ جاوے تو خیال کرنا چاہیے
کہ بادشاہ اوسپر کتنا غصہ ہوگا اور کیسی کیسی رسوائی کا نشانہ بنے گا کیونکہ بڑی جرات و گستاخی و برائی کی حرکت
ہے جسکا یہ مرتکب ہوا اور اسی لیے حدیث قدسی وارد ہوئی ہے کہ عظمت و کبریا میری چادر ہے جو اوسمین مجھسے
نزاع کرے گا مین اوسکو توڑ دون گا اس سے یہی مراد ہے کہ یہ صفت خاص میری ہی ہے میرے سوا اور کسی کو زیبا نہین جو اسمین
مجھسے نزاع کرے گا وہ میری ایک صفت مین نزاع کرے گا اور از انجا کہ بندون پر برائی کرنی اوسی کو زیبا ہے
تو جو کوئی اوسکے بندون پر کبر کرے گا وہ خدا کا گنہگار ہوگا کیونکہ جو کوئی بادشاہی غلامون اور خواص کو حقیر جانے
اور اون سے خدمت لے اور اپنے آپ کو اون سے برتر کرے اور جو معاملہ کہ بادشاہ اونکے ساتہ کرتا ہے وہی کرے تو یہ شخص
بھی بعض باتون مین بادشاہ کے ساتہ نزاع و شرکت کرتا ہے گو ویسا تو نہین جیسا وہ شخص تھا جسنے تخت پر بیٹھنا
چاہا تھا اور تنہا حکومت کیا چاہتا تھا مگر چونکہ تمام خلق اللہ تعالے کے بندے ہین اور اون پر کبر اور عظمت وہی کرتا ہی
دوسرا شخص اگر کسی بندہ پر تکبر کرے گا تو البتہ خداے تعالے سے نزاع ٹھہرے گا ۔ ہان اس نزاع مین اور نمرود
و فرعون کے نزاع مین اتنا فرق ہے جیسے اون دونون شخصون کے نزاع مین فرق تھا کہ ایک صرف بادشاہ کے

خواہ اون غلاموں کو اپنا غلام بنایا چاہتا تھا اور دوسرا اصل سلطنت ہی لیا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ جس سے
کہ کبر کا عیب بڑا ہے یہ ہے کہ اسکے باعث خدائے تعالے کے احکام کی مخالفت ہوجاتی ہے کیونکہ متکبر آدمی جب حق
بات کسی بندے سے سنتا ہے تو تکبر کی جہت سے اوسکو مانتا نہیں بلکہ انکار کے واسطے مستعد ہوتا ہے اسلیے جو لوگ مسائل
دینی میں مناظرہ کرتے ہیں تو دعوی تو یہی کرتے ہیں کہ بحث صرف احقاق حق اور دریافت کے لیے ہے مگر پھر انکار
متکبرین کا سا کرتے ہیں اگر ایک کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے تو دوسرا نہیں مانتا اور اوسکے انکار و رد کا
بہانہ تلاش کرتا ہے کہ کسی دھوکے سے اسکو طرف مقابل پر شبہ کر دینا چاہیے اور یہ عادت کافروں اور منافقوں
کی ہے چنانچہ اونکا یہ وصف کلام مجید میں موجود ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ
وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ پس جو شخص مناظرہ غلبہ کے لیے یا دوسرے کے الزام و سکوت کے لیے کرے
اور تحقیق حق منظور نہو کہ اگر امر حق معلوم ہوجاوے تو غنیمت سمجھیں تو ایسا شخص اس عادت میں منافقوں کا شریک
ہے اسی طرح کبر اور غیرت وعظ و نصیحت کو بھی نہیں ماننے دیتے چنانچہ کلام مجید میں ارشاد ہے وَإِذَا قِيلَ
لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ اور حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا
اور فرمایا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ایک آدمی تو کھڑا ہوکر اچھی بات کہنے لگا اور مارا گیا دوسرا شخص یہ کہنے
کھڑا ہوا کہ جو لوگ اچھی بات کو امر کرتے ہیں اونکو کیوں قتل کرتے ہو تو متکبر نے اسکو بھی نچھوڑا جسنے اچھی بات
بتائی تھی اوسکو بھی مار ڈالا اور جسنے بری بات سے منع کیا تھا اوسکو بھی کبر کے مارے مار ڈالا۔ اور حضرت
ابن مسعود رضہ کہتے ہیں کہ آدمی کو صرف یہی گناہ کافی ہے کہ جب اوس سے کوئی کہے کہ خدا سے ڈر تو وہ جواب
دے کہ تم اپنے نفس کی تو حفاظت کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دہنے ہاتھ سے کھانا
کھا اوسنے کبر سے کہا کہ میں دہنے سے نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا راوی کہتے ہیں کہ اوسکو
پھر کبھی دہنا ہاتھ اوٹھانا نصیب نہوا اسی روگ میں مبتلا ہوگیا۔ غرض کہ تکبر کرنا خلق پر بری بات ہے اسکے
سبب سے خدا کے احکام پر تکبر ہوجاتا ہے اور ابلیس کا حال جو کلام مجید میں مذکور ہے اور تکبر میں مشہور
وہ اسی لیے ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں اوسنے کہا تھا کہ میں انسان سے بہتر ہوں اور اپنے نسب کا
کبر کیا کہ مجھکو آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے مگر اس کبر کا انجام یہ ہوا کہ خدائے تعالے نے جو حکم سجدہ کا
کیا اوسکو بجا نہ لایا اور ابتدا میں کبر اور حسد آدم پر تھا مگر انتہا میں خدا کے امر پر ہوگیا اوسکے
کے واسطے ہلاک ہوا۔ تکبر عزازیل را خوار کرد + بزندان لعنت گرفتار کرد + پس بندہ و نیز تکبر کرنے سے
یہ آفت جو حکم الٰہی کے نماننے کی آتی ہے بڑی آفت ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس
بن شماس کے سوال کے جواب میں فرمایا جب اونھوں نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہی کہ مجھے نفاست محبوب ہے تو یہ کبر تو

نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ کبر یہ ہے کہ امر حق سے غفلت کرے اور لوگوں کی عیب جوئی اور تحقیر کرے یعنی کبر سے دو خرابیاں ہیں اول تو لوگوں کی حقارت کرنی جو کبر والے کے مساوی خواہ بہتر ہیں اور دوم رد کرنا امر حق کا پس جو شخص یہ تصور کرے کہ میں دوسرے سے بہتر ہوں اور دوسرے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور حقارت کی نظر سے اوسکی طرف دیکھے اور امر حق کو عمداً جانکر انکار کرے تو خلق کے معاملات میں متکبر ہوگا اور جسکو اس بات کی غیرت ہو کہ خدا تعالے کے لیے خضوع کرے اور طاعت اوسکی بجالاوے اور اتباع رسل کرکے فروتنی ظاہر کرے تو ایسا شخص اللہ تعالے کے اور اوسکے رسولوں کے معاملات میں متکبر کہلاوی گا

**چھٹا بیان** اون چیزوں کا جن سے تکبر ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ تکبر وہی شخص کیا کرتا ہے جو اپنے نفس کو بڑا سمجھے اور نفس کو بڑا وہی سمجھتا ہے جو یہ جانے کہ اسمین کوئی صفت صفات کمال سے ہے اور کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی دینی کی دو قسمیں ہیں علم اور عمل اور دنیوی کمال پانچ طرح پر ہیں نسب اور جمال اور قوت اور مال اور کثرت یاروں کی اور ساتھ والوں کی تو یہ سات سبب ہوئے ہر ایک کا بیان جدا جدا سننا چاہیے اول چیز تکبر کی علم ہے اور علما کو بہت جلد کبر آتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اٰفَةُ الْعِلْمِ الْخُيَلَاءُ یعنی علم کی آفت تکبر ہے عالم بہت جلد علم کی جہت سے متعزز بنتا ہے اور اپنے جی میں جمال و کمال علم سے واقف ہو کر اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو حقیر و جاہل جانتا ہے اور انکی طرف ایسے دیکھتا ہے گویا جانوروں کو دیکھتا ہے اور اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ مجھے پہلے سلام کریں اور اگر اتفاقاً کسیکو آپ پہلے سلام کر لیا یا خوشی سے کسی کے سلام کا جواب دیا یا تعظیم کو اوٹھ کھڑا ہوا یا دعوت منظور کر لی تو ان باتوں کو اوس شخص پر اپنا احسان جانتا ہے اور اوسکا شکر گزار ہونا اوس پر لازم سمجھتا ہے اور اعتقاد کرتا ہے کہ میں نے اوسکو سرفراز کر دیا اور ایسا کام کیا جسکا وہ مستحق مجھ جیسے شخص سے نتھا تو اوس پر میری توقیر و خدمت اس احسان کے عوض میں ضرور ہے بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ عالم کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اور وہ خود کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا اور اوسکے پاس سب آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں جاتا اوسکی بیماری میں سب آتے ہیں وہ کسیکی عیادت نہیں کرتا اور اگر کوئی اون میں سے اسکے ساتھ زیادہ خلا ملا رکھتا ہے تو اوس سے اپنا کاروبار کراتا ہے اور اگر اوس سے کچھ خدمت میں قصور ہو جاوے تو برا جانتا ہے گویا سب اسکے غلام یا مزدور ہیں اور لوگوں کو سکھانا پڑھانا ایک احسان و سلوک ہے جس سے اسکا حق اون پر ہو گیا ہے یہ حال تو دنیا کے کاروبار میں ہے اور دین کے باب میں عالم کا تکبر لوگوں پر اس طرح ہے کہ اپنے نفس کو خدا کے نزدیک لوگوں کی نسبت اعلی و افضل سمجھتا ہے اور لوگوں کا زیادہ خوف ہوتا ہے اپنا اتنا خوف نہیں کرتا اور اپنے واسطے توقع نجات کی بنسبت لوگوں کے زیادہ کرتا ہے تو ایسے عالم کو جاہل کہنا مناسب ہے اسکو عالم کسنے کہا ہے علم حقیقی تو اوس علم کا نام ہے جس سے آدمی خدا کو اور اپنے نفس کو پہچانے اور خاتمہ کے خطرے کو جانے اور یہ بھی سمجھے کہ زیادہ تر مواخذہ الٰہی علما ہی سے ہے اور علم کا خطرہ بہت بڑا ہے چنانچہ علاج کبر میں اسکا بیان

مذکور ہوگا اس علم سے بسبب خوف اور تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہے اور یہ علم اس بات کا مقتضی ہے کہ سب آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر جانے اسواسطے کہ مواخذہ الٰہی علم کے باعث زیادہ تر ہے اور نعمت علم کا شکر عالم سے کم ادا ہوتا ہے اسی واسطے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص علم مین زیادہ ہوتا ہے اوسکو درد بھی زیادہ ہوگا اور واقع مین انھون نے درست فرمایا اب اگر یہ پوچھو کہ بعض اشخاص کو علم کے باعث کبر اور بیخوفی کیون ہوتی ہے تو اوسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ وہ شخص کسی ایسی علم مین مشغول ہو جو کہ برای نام علم ہو مگر علم حقیقی نہو یعنی وہ علم نہو جس سے خدا تعالیٰ اور اپنے نفس کو اور خدا تعالیٰ سے ملنے کے وقت کے خطرہ کو اور اوس سے محجوب ہونے کو سمجھے اسلیے کہ ایسے علم سے تو خوف خدا ہی ہوتا ہے بے خوف ہونا اور متکبر ہونا اس علم کی شان نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ اور جو علوم کہ اس علم کے سوا ہین جیسے طب اور حساب اور لغت اور شعر اور نحو اور خصومات کا فیصل کرنا اور مناظرہ کا طریق وغیرہ تو جب آدمی صرف انھین علوم کو سیکھتا ہے تو البتہ نفاق و کبر سے بھر جاتا ہے اور ان علوم کو علوم نکہنا چاہیے بلکہ فنون و صناعات کہنا مناسب ہے علم وہی ہے جس سے بندگی اور ربوبیت اور عبادت کا طریق معلوم ہو اور اوس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہے دوسرا سبب کبر کا علم سے یہ ہے کہ جب آدمی علم شروع کرتا ہے اوسوقت اسکا باطن اچھا نہین ہوتا نفس کمینہ اخلاق بدساتھ ہوتے ہین کیونکہ اول تہذیب نفس اور تزکیۂ قلب کیطرف متوجہ نہین ہوتا اور عبادت مین مجاہدہ و ریاضت نہین کرتا غرض علم کے شروع تک ویسا ہی بدجوہر رہتا ہے پھر جب علم مین داخل ہوا کوئی سا علم کیون نہو تو اسکے دل مین علم کو اچھی جگہہ نملی اوسی خبیث جگہہ مین علم رہا اسی واسطے اوسکا ثمرہ بھی اچھا نہوا نہ خیر مین کچھہ اثر اوسکا ظاہر ہوا۔ اور وہب بن منبہ نے اسکی ایک مثال کہی ہے کہ علم کا حال ایسا ہے جیسا آسمان کا پانی کہ صاف اور شیرین ہوتا ہے مگر درخت اوسکو اپنی رگون سے جذب کرتے ہین تو جیسا جس درخت کا ذائقہ ہے ویسا ہی اوس پانی کو بھی بدل لیتے ہین تلخ درخت کی تلخی زیادہ ہوجاتی ہے اور شیرین کی شیرینی یہی حال علم کا ہے کہ لوگ جو اسکو پڑھتے ہین جو جیسی اونکی ہمت اور خواہش ہوتی ہے ویسا ہی یہ علم اونکے حق مین ہوجاتا ہے متکبر کا کبر بڑھجاتا ہے اور متواضع کی تواضع زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جس شخص کی ہمت مثلاً کبر کے لیے تھی اور وہ جاہل تھا جب اوسنے علم پڑھا تو سبب کبر اوسکے پاس آگیا اور زیادہ کبر کرنے لگا اور جب حالت جہالت مین مثلاً خائف تھا اور علم تحصیل کیا تو اور زیادہ خوف ہوگا اسلیے کہ اب حجت خوف کی زیادہ مضبوط ہوگئی بہر صورت علم کبر کے بڑے اسباب مین سے ہے اسیواسطے خداوند کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اور فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ اور اپنے اولیا کی وصف مین فرمایا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ اور اسی سبب سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن کو پڑھینگے

ف ۱ اسکے دو معنی ہیں یعنی ... بندون مین جانکو ... ف ۲ ... واسطے ... ہمسایہ مین ... ف ۳ ... ہوتا سخت ... سخت دل ... ہوجاتے ... ف ۴ ... دل ہین ... اور زبردست ہین کافرون پر ۱۲ ف ۵ ابن مبارک ... ورقانی ۱۲

کہ لوگ ہم سے تجاوز کریگا اور دعوی کرینگے کہ ہمنے قرآن پڑھا ہے ہم سے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہی پھر
آپ نے اصحاب رض کیطرف توجہ فرما کر فرمایا کہ اے امت کے لوگو وہ لوگ تمھین مین سے ہونگے اور سب دوزخ کے کندے
ہونگے۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ ای لوگو تم عالم جابر مت ہو کہ تمام علم تمہارے جہل کے برابر نہوں۔ اور تمیم داری نے
حضرت عمر رض سے اجازت قصوں کی چاہی تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ امر مثل ذبح کے ہے۔ اور ایک شخص نے
آپ سے بعد نماز صبح وعظ کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک پہونچ جاوے۔ اور حضرت
حذیفہ رض نے ایک قوم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میرے سوا کوئی اور امام تلاش کر لو یا اکیلے پڑھلیا کرو
اسلیے کہ تمھاری امامت سے میرے جی مین یہ بات گذری کہ مجھسے افضل انمین کوئی نہین۔ مقام غور ہے کہ جب
حضرت حذیفہ رض اس بات سے نہ بچے تو ضعیف آخری زمانہ کے لوگ کیسے بچینگے حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر
ایسے شخص کا وجود کمیاب ہے کہ اوسکو لوگ عالم کہین اور اوسکی رگ عزت حرکت مین نہ آوے اور اگر کوئی ایسا
شخص موجود ہو تو وہ اپنے عہد کا صدیق ہے اوسکو چھوڑنا نچاہیے قطع نظر استفادہ سے اوسکا دیکھنا ہی عبادت مین
داخل ہے ہمکو تو اگر اسطرحکا شخص چین مین بھی سنائی دے تو وہان ہی اوسکے پاس جاوین کہ اوسکی برکت اور سیرت
اور خصلت سے بہرہ اندوز ہون مگر افسوس کہ اس آخری زمانے مین ایسا عالم کہان وہ لوگ اقبال و دولت والے
تھے قرن اول و دوم مین ختم ہوچکے اس زمانے مین تو ایسے لوگ بھی کم ہین جو اس خصلت کے نہونے پر افسوس ہی کرین
اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شیٔ کی قول مبارک سے بشارت نہ دیجاتی کہ سیاتی علی الناس زمان من
تمسک فیہ بعشر ما انتم علیہ نجا تو ہمارے اعمال بد تو یہی مقتضی تھے کہ ہم دریای یاس ناامیدی مین
ڈوب جاتے اور اب بھی دسوان حصہ اصحاب رض کے اعمال کا کون کرتا ہے کاش دسوان حصہ ہی ہم سے ادا ہوتا ہو
تو غنیمت جانین **ف** مترجم یہان اپنی ندامت ظاہر کر کے عرض کرتا ہے کہ مصنف رح یہ حال اپنے وقت کا لکھتے ہین
اور اونکے فضل و کمال اور جاہ و جلال مین کسی کو کلام نہین ہم لوگ کہ انکے زمانے سے ہمارے زمانہ کو وہی نسبت ہی جو
انکے زمانے کو قرن اول سے ہی نہ معلوم کہ ہمارا کیا حال ہوگا خدا ہی اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار کرے اور ہم سے وہ
سلوک فرماوے جو اوسکی رحمت کے شایان ہو بمنہ وجاہ محمد وآلہ۔ دوسری چیز تکبر کی عمل اور عبادت ہے اور زاہد و عابد
کبر اور عزت اور لوگون کے دلون کو مائل کرنے سے خالی نہین ہوتے اون سے بھی دنیا اور دین دونون مین ترشح ہوتا ہے
دنیا مین تو اسطرح کہ دوسرون کا آنا اپنے پاس اونکو اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اپنے جانے کے غیرون کے پاس اور
لوگون سے متوقع رہتے ہین کہ ہماری حاجتین پوری کرین اور توقیر کرین مجالس مین صدر جگہ مین بٹھلاوین
اور ورع اور تقوی سے یاد کرین اور سب امور مین ہمکو مقدم جانین غرض کہ جو باتین کبر کی معاملات دنیا مین علما
کے حال مین لکھی ہین وہ ان مین بھی ہوتی ہین گویا عبادت کیا کرتے ہین خلق پر احسان کرتے ہین اور دین مین

اونکا کبر یون ہے کہ اپنے نفس کو ناجی خیال کرین اور لوگونکو تباہ کار اور ہلاک شدہ تصور کرین اور واقع مین ہلاک شدہ وہی ہین اگر یہی صورت ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو سنو کہ لوگون کو کہتا ہے کہ سب ہلاک ہوئی تو معلوم کرلو کہ سب سے زیادہ ہلاک وہ ہوگا اور یہ آپ نے اسواسطے فرمایا کہ اوسکا یہ کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خلق اللہ کو حقیر جانتا ہے اور اللہ پر مغرور ہوکر اوسکے عذاب وسطوت سے نڈر ہے اور نہ معلوم کہ اوسکو خوف کیون نہین لوگون کے حقیر جاننے کی برائی کیا اوسکے ذمہ کم ہے وہی کافی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اتنی ہی شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمانکو حقیر جانے اور جو شخص کہ عابد کو خدا کے واسطے محبوب جانے اور خدا کی عبادت کے سبب اوسکی تعظیم کرے اور بڑا جانے اور ایسے درجات کا اوسکے لیے متوقع ہو جنکا اپنے نفس کے لیے نہو تو اوس شخص مین اور عابد مین بہت فرق ہے اسلیے کہ ایسا شخص تو اس وجہ سے کہ اوسنے خدا کے واسطے عابد کی تعظیم کی نجات پاویگا اور اللہ کا مقرب ہوگا اور عابد چونکہ لوگون سے محترز رہا اور انکے پاس بیٹھنے سے متنفر غضب الٰہی کا مستحق ہوگا پس کیا تماشے کی بات ہے کہ لوگ تو عابد کی محبت کے سبب اوسکے عمل کا درجہ پاوین اور وہ خود اونکی حقارت کے باعث مہمل ہوجاوے کہ گویا کوئی عمل ہی نہین کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص تھا کثرت فساد کی باعث اوسکا نام فسادی ہوگیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل مین کثرت عبادت سے عابد مشہور ہوگیا تھا اور یہانتک عبادت کی تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا اوسپر سایہ کیے رہتا تھا وہ شخص فسادی ایک دن اوسکی پاس گذرا اور دل مین سوچا کہ یہ عابد عبادت مین مشہور ہے اور مین فسادی ہون اگر مین اسکے پاس بیٹھ جاؤن تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے مجھپر رحم کرے یہ سوچکر اوسکے پاس جا بیٹھا اور عابد نے سوچا کہ مین تو عابد ہون اور یہ فسادی ہے میرے پاس کیون بیٹھا اوس سے ننگ کیا اور کہا کہ یہان سے اوٹھ جا خدا تعالے نے اوسوقت کے نبی کو وحی کی کہ ان دونون سے کہدو کہ عمل از سر نو کرین پہلے اعمال کا یہ حال ہے کہ مین نے فسادی کو بخشدیا اور عابد کے عمل باطل کردیے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ ابر کا سایہ بھی فسادی کے سر پر ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے کو بندون سے صرف دل کا قصد مراد ہے پس جاہل گنا ہگار جب خدا سے ڈر کر تواضع کرے گا تو اپنی دل سے خدا کا مطیع ہے وہ عالم متکبر اور عابد کبر والے کی نسبت زیادہ مطیع ہوگا۔ اسی طرح روایت ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل مین کا ایک عابد کے پاس آیا وہ اوسوقت سجدہ مین تھا اوسنے عابد کی گردن پر پاون رکھا اور کہا کہ اپنا سر اوٹھا بخدا کہ تجکو اللہ نہین بخشے گا خدا تعالے نے اوسپر وحی کی کہ او میری قسم کھانے والے اسکی نہین بلکہ تیری مغفرت نہین ہوگی اور اسی لیے حضرت حسنؓ فرماتے ہین کہ اون کا پہننے والا کبر مین بہ نسبت حریر پوش کے زیادہ ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہین کہ حریر پوش گلیم پوش کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور افضل اوسکو سمجھتا ہے اور گلیم پوش اپنی آپکو افضل سمجھتا اور یہ آفت بھی ایسی ہے کہ کم عابد ہونگے جن مین یہ بات نہو یعنی اگر عابد کی کسی نے سبکی کی یا کچھ ایذا دی تو عا

مذکور اوسکی مغفرت دشوار جانتا ہی اور عبادت مین تو کچھ شک ہی نہین تاکہ خدا کے نزدیک وہ مغضوب ہو گیا اور اگر وہی شخص کسی دوسرے مسلمان کو ایذا دی تو عابد کو اتنا برا نہ معلوم ہو اسکی وجہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی قدر زیادہ سمجھتا ہے حالانکہ اس مین کئی خرابیان ہین جہالت اور کبر اور عجب اور مغرور ہونا اللہ پر اور کبھی بیوقوفی ایسے لوگون کی یہانتک بڑھتی ہی کہ کہنے لگتے ہین کہ دیکھو اوسکا کیا حال ہوتا ہے اور اگر اتفاقا موذی پر کوئی رنج و مصیبت آتی ہے تو اپنی کرامت سمجھتے ہین کہ خدا نے ہمارا بدلہ لیا اور یہ نہین دیکھتے کہ بہت سے گروہ کفار کے اللہ و رسول کو گالیان دیتے ہین اور بہتون نے انبیا کو ایذا دی بلکہ بعضونکو تو مار ہی ڈالا اور بعضونکو اور تکلیفین دین مگر خدا تعالے نے کافرون کو دنیا مین مہلت دی اور عذاب نکیا بلکہ بعضے اون مین سے مسلمان ہو گئے اور اونکو نہ دنیا مین کچھ تکلیف ہوئی نہ آخرت مین سو یہ جاہل متکبر سمجھتے ہین کہ ہم اللہ کے نزدیک اوسکے انبیا سے زیادہ ہین کہ اپنی ایذا کا انتقام نہ لیا اور ہمارا عوض لیا اور یہ نہین معلوم کہ شاید اس کبر و عجب کی جہت سے وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہون اور اپنے نفس کے ہلاک ہونے کی خبر نہ رکھتے ہون یہ اعتقاد تو کبر والون کا ہوتا ہے اور دانا عابد یون کہا کرتے ہین جیسے عطاء سلمی آندھی چلتے یا بجلی گرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ جو کچھ خلق کو مصیبت پہونچتی ہے وہ میری سبب سے ہے اگر عطاء سلمی مرجاوے تو لوگ چھٹی پاوین یا ایک اور شخص نے عرفات سے پھرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھکو توقع تھی کہ اگر مین نہوتا تو سب پر رحمت ہوتی سو ان دونو قولون مین فرق دیکھنا چاہیے کہ دانا تو اللہ سے ظاہر و باطن مین ڈرتا ہی اور اپنے نفس پر خائف ہے عمل کو ناچیز جانتا ہے اور احمق دل مین ریا اور کبر اور حسد اور عداوت اتنی رکھتا ہے کہ شیطان اوسکو مسخرہ بنائے رکھتا ہے پھر اوسپر طرہ یہ ہے کہ اپنے عمل کا خدا پر احسان رکھتا ہے خلاصہ یہ کہ جسکا اعتقاد یقینی اسبات پر ہو کہ مین کسی بندے سے بہتر ہون تو اوسنے اپنے سب عمل برباد کیے اسلیے کہ جہالت سب مین بڑا گناہ ہے اور خدا سے دور کرنے کے لیے بڑی چیز ہے اور اپنے نفس پر حکم بہتری کا دوسرے کی نسبت لگانا محض جہالت اور بیخوف ہونا عذاب الٰہی سے ہے فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ اسی لیے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر خیر کسی شخص کا ہوا ایک روز وہ شخص آیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی شخص ہے کہ جسکا ذکر ہم نے آپ کی خدمت مین کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اسکے چہرہ مین نشان شیطان کا معلوم ہوتا ہی پھر جب اوس شخص نے آکر سلام کیا اور آپ کے اور اصحاب کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ مین تجھسے بقسم پوچھتا ہون کہ تیرے جی مین یہ بات ہے کہ نہین کہ قوم مین مجھسے افضل اور کوئی نہین اوسنے عرض کیا کہ بیشک میری دل مین یہی بات ہے دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے اوسکے دل کی بات کو چہرہ پر آثار شیطانی کی شکل مین دیکھ لیا بہر صورت یہ آفت ایسی ہے کہ اس سے کوئی عابد خالی نہین ہوتا مگر جسکو خدا بچاوے اب معلوم کرنا چاہیے کہ آفت کبر کی اعتبار سے عالم اور عابد تین مرتبہ پر ہین اول درجہ تو یہ ہے کہ کبر دل مین موجود ہی کہ اپنے نفس کو دوسرے سے

بہتر سمجھتا ہے مگر کوشش کر کے تواضع کرتا ہے اور ایسے افعال بجالاتا ہی جیسے وہ لوگ کرتے ہین جو دوسرونکو اپنی نسبت
بہتر سمجھتے ہین تو ایسے شخص کے دل مین درخت کبر کا تو جما ہوا ہی مگر اوسنے اوسکی شاخین بالکل کاٹ ڈالین مین دوسرا
مرتبہ یہ ہے کہ کبر کو افعال مین بھی ظاہر کرے مثلا اونچا بیٹھے اور سب سے آگے بڑھنا چاہے اور جو کوئی اسکے حق مین
قصور کرے اوسکو برا جانے اور عالمون مین ادنی بات یہ ہوتی ہے کہ ایسا رخ بدلتا ہے گویا مُنہ پھیر لیا اور عابد روئی ترش
ہوتا اور ملتے وقت پیشانی پر شکن ڈالتا ہے گویا لوگون کو ناپسند کرتا اور اونکو حقیر جانتا ہے یا اوپر غصہ ہے اور بیچارہ کو یہ خبر نہین
کہ تقوی ... نہین ... شکن ڈالا جاوے نہ چہرہ مین ہے کہ اوسکو ترش کیا جاوے نہ رخسارہ مین ہے کہ اوسکو پھیرا جاوے
نہ گردن مین ... کہ اوسکو جھکایا جاوے نہ دامن مین ہے کہ اوسکو اکٹھا کیا جاوے تقوی تو دلون مین ہے جیسا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا یعنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقوی یہان ہے اور یہ ظاہر ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے زیادہ بزرگ و متقی تھے اور باوجود اسکے سب سے زیادہ خلیق اور کثرت سے کشادہ پیشانی اور متبسم اور ملنسار
تھے اسی لیے حارث بن جزء زبیدی صحابی رضی فرماتے ہین کہ مجھے پڑھنے والون مین سے کشادہ رو اور خندہ پیشانی اچھے
معلوم ہوتے ہین مگر جو لوگ ایسے ہین کہ تم اونکے ساتھ کشادہ پیشانی ہو کر ملو اور وہ تم سے ناک بھون چڑھا کر
ملین اور اپنے اعمال کا تم پر احسان کرین تو ایسونکو خدای تعالے مسلمانون مین کثرت نکرے اور اگر اللہ تعالی کو
یہی بات پسند ہوتی تو اپنے نبی کو یہ ارشاد کیون فرماتا کہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
تیسرا مرتبہ اون لوگون کا ہی کہ کبر اونکی زبان پر اسقدر ظاہر ہو کہ اوسکے مارے دعوی اور مفاخرت و مباہات اور تزکیہ
نفس اور احوال و مقامات کا ذکر اور دوسرون پر علم و عمل مین غالب ہونا اختیار کرے اس فرقہ کی نسبت دوسری مرتبہ کے
لوگون کی عادت و احوال مین اثر کبر کا کم ظاہر ہوتا ہے انمین بہت ظاہر ہوتا ہے مثلا عابد تفاخر کے مقام مین
دوسرے عابد کو کہتا ہے کہ وہ کون ہے اور اوسکا عمل کیا ہے اور زہد اوسکو کہان سے ہوا تھا غرض دوسرے کے بہت سے
عیب بیان کر کے پھر اپنی تعریف کرتا ہے کہ مین نے اتنے دنون سے روزہ نہین افطار کیا اور رات کو سوتا نہین ہون اور ایک
ختم قرآن مجید کا ہر روز کرتا ہون اور فلان شخص صبح کو سو رہتا ہی اور بہت تلاوت نہین کرتا یا جو اسی قسم کی باتین
ہون۔ اور کبھی اپنی نفس کے تزکیہ کا دعوی کسی اور کلام کی لپیٹ مین ہوتا ہے مثلا کہتا ہی کہ فلان شخص نے ہمکو تکلیف
دینی چاہی تھی تو اوسکا بیٹا مرگیا یا مال لُٹ گیا یا بیمار ہو گیا وغیرہ کہ اسمین اپنی کرامت کا دعوی ہی کہ ہم ایسے ہین
اور مباہات اسطرح ہی کہ مثلا عابد لوگ کسی ایسی قوم مین جا پڑے جو تہجد گزار ہون وہان خود شب بیدار رہی اور جتنی نماز
پڑھا کرتا تھا اوس سے زیادہ پڑھے اور اگر وہ لوگ بھوکھے کے عادی ہون تو خود بھی صبر کرے یہانتک کہ اونپر غالب آجاوے
اور اونکو معلوم ہو جاوے کہ ہم سے زیادہ قوی ہی ہم عاجز ہین اسی طرح عبادت مین زیادتی اسی خوف سے کرتا ہی کہ کوئی یہ نہ کہے
کہ اسکی نسبت تو فلان شخص زیادہ عابد ہی اور دین مین قوی تر ہی اور عالم کا تفاخر اس طرح ہوتا ہے کہ اپنی مخاطب کو کہتا ہی کہ

۱ مسلم بروایت ابوہریرہ رضی ۱۲
۲ جلد دوم اخلاق نبوت مین گذری ۱۲
۳ اور ابن ماجہ بطریق ضعیف رکھا ۱۲
۴ اوسط و صغیر ... جید سند کے ساتھ ... مین ایمان ... ۱۲

مین ہر ایک فن جانتا ہون اور حقائق سے آگاہ اور استادون مین سے فلان فلان کو مین نے دیکھا تم کون ہو اور کیا تمہاری فضیلت ہے حدیث مین کیا سنا ہے یہ سب باتین اسلیے کہتا ہے کہ اپنی بڑائی اور دوسرے کی حقارت ہو سو اور بہا بات اس طرح ہے کہ مناظرہ مین کوشش کرے کہ دوسرے کو ہرا دون آپ نہ ہارون اور رات دن ایسی ہی علوم کی تحصیل مین بسر کرے جو علم مجلس مین کام آوین مثلاً مناظرہ اور مجادلہ اور انشا پردازی اور سجع طرازی اور فنون عجیبہ کا یاد کرنا اور احادیث کے الفاظ اور اسناد یاد کرے تاکہ ہمسرون پر عظمت و عزت حاصل ہو اور اگر کسی سے غلطی الفاظ و اسناد مین ہو تو اوسکو گرفت کرے اسلیے کہ دوسرے کا نقصان ظاہر ہو ایسا شخص جب دوسرے سے غلطی ہوتی ہے تو خوش ہوتا ہے کہ مجکو موقع غلطی بتلانے کا مل گیا اور اگر کوئی صحیح بیان کرتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے اس خوف سے کہ کہین لوگ اوسکو میری نسبت بڑا نجانین یہ سب باتین اخلاق و آثار کبر کے ہین جو علم اور عمل کے سبب پیدا ہوتے ہین اور ایسا شخص کہان ہے جو ان سب سے یا بعض سے خالی ہو اب کوئی یہ بتلاوے کہ جو شخص ان اخلاق کا پابند ہے اور یہ حدیث شریف بھی اوسکو معلوم ہے کہ جنت مین ایسا شخص نہ جاوے گا جسکے دل مین رائی کی دانہ کے برابر کبر ہو تو وہ کس طرح اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے اور دوسرے پر تکبر کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اوسکو دوزخی بتلاتے ہین بڑا تو وہ ہے جس مین یہ صفت نہو اور جس مین یہ صفت ہوگی اوسمین عزت و کبر نہوگا۔ عالم اوسکو کہنا چاہیے جو یہ سمجھے کہ خدای تعالے کا بندہ کو یہ ارشاد ہے کہ تیری قدر ہمارے یہان جبھی تک ہے جبتک تو اپنے نفس کی قدر نہ سمجھے اور اگر نفس کی کچھ قدر سمجھے گا تو تیری قدر ہمارے یہان نہوگی اور جو یہ بات نجانتا ہو اوسکو عالم کہنا جھوٹ ہے اور جو اسکو دین کی بات سمجھتا ہے اوسکو نکو نا اور اپنے آپکو ہیچ سمجھنا لازم ہے یہ اوس کبر کا حال تھا جو علم و عمل کے سبب سے ہو۔ تیسری چیز تکبر کی حسب و نسب ہے پس جس کا نسب شریف ہے وہ ایسے شخص کو حقیر جانتا ہے جسکا ویسا نسب نہو گو اوس سے علم و عمل مین بڑھکر ہو سو اور بعض آدمی ایسا تکبر نسب کا کرتے ہین کہ گویا دوسرونکو اپنا غلام تصور کرتے ہین اور اونکے ملنے جلنے اور پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہین اور تفاخر نسب کا اونکی زبان پر رہتا ہے دوسرونکو کہتے ہین کہ تو کیا اصل رکھتا ہے تیرا باپ کون تھا مین فلانے کا بیٹا فلانے کا پوتا ہون تجھ جیسے کی کیا طاقت کہ میرے سامنے بولے یا میری طرف آنکھ اوٹھا کر دیکھے اور تو ہم جیسون سے بولتا ہے وغیرہ اور یہ ایک ایسی چھپی رگ نفس مین ہے کہ نسب والا اس سے خالی نہین ہوتا اگرچہ نیکبخت اور عاقل ہو مگر بعض دفعہ اعتدال احوال کے وقت اون سے یہ امر ظاہر نہین ہوتا لیکن غلبہ غضب مین نور عقل تاریک پڑ جاتا ہے اوس وقت یہ بات ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضہ سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ مجھسے اور ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تکرار ہوئی مین اوسکو کہہ بیٹھا کہ او کالی عورت کے بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر طَفَّ الصَّاعُ طَفَّ الصَّاعُ لَيْسَ لِابْنِ الْبَيْضَاءِ عَلَى ابْنِ السَّوْدَاءِ فَضْلٌ یعنے دونون پلے برابر ہین گوری عورت کے بچے کو کالی عورت کے بچے پر کچھ زیادتی نہین حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ یہ سنکر مین لیٹ گیا اور

اور اوس شخص سے کہا کہ تو میرے رخسار کو پامال کر تو اب دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رض کو کسطرح آگاہ کیا جب معلوم کیا کہ یہ آپکو بہتر سمجھتے ہین اس نظر سے کہ گوری عورت سے پیدا ہوئے ہین اور یہ اونکی خطا اور زیادتی ہے اور سیاہی ہی اسکے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اونھون نے کیسی توبہ کی اور اپنے نفس سے کبر کی جڑ کس طرح اکھاڑی کہ جسپر تکبر کیا تھا اوسی سے کہا کہ اپنا تلوا میرے رخسار پر مل کیونکہ اونھون نے جان لیا کہ عزت کی جڑ بدون ذلت کے نہین جاتی۔ اور اسی قبیل سے یہ بھی روایت آئی ہے کہ دو شخصون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم فخر کیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ مین فلان شخص فلانے کا بیٹا ہون تو بتلا تو کون ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے دو شخصون نے اسی طرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پرپوتا ہون اسی طرح نو پیڑھی گن گیا اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہے اوس سے کہہ دو کہ وہ نو کے نو دوزخ مین جاوینگے اور تو دسوان ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادون کا فخر کرتے مین حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہوگئے ہین یا خدا تعالے کے نزدیک گوبریلے سے بھی ذلیل ہین جو دن بھر اپنی ناک سے غلیظ کریدتا رہتا ہے۔ چوتھی چیز تکبر کی جمال ہے اور یہ اکثر عورتون مین ہوتا ہے اس سے بھی یہی ثمرہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے نقصان و عیب و غیبت زبان پر آتی ہین چنانچہ حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہین کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی مین نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ بونی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت لی۔ اور اسکا منشا بھی کبر پوشیدہ تھا اسلیے کہ اگر مثلا خود چھوٹے قد کی ہوتین تو اوسکو بونی نہ کہتین تو گویا اپنے قد کو اچھا جانا اور اوسکے مقابل دوسری عورت کو چھوٹا سمجھکر بونی کہدیا۔ پانچوان امر تکبر کا مال ہے یہ بادشاہون مین خزانے کے باب مین ہوتا ہے اور سوداگرون مین مال تجارت مین اور گاؤن والون مین زمین کے باب مین اور آرایش والون مین لباس اور سواری کے باب مین۔ پس جو غنی ہوتا ہے وہ فقیر پر تکبر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بھیک منگا اور مسکین ہے مین چاہون تو تجھ جیسے کو خرید لون اور تجھسے اچھون سے خدمت لون اور تیری اصل کیا ہے میرے گھر کا سامان تیرے سارے مال سے بڑھکر ہے جتنا تو سال بھر مین کھاتا ہے وتنا مین ایک روز مین دے ڈالتا ہون غرض اس طرح کی باتین اسی لیے کرتا ہے کہ تونگری کو بڑا اور مفلسی کو حقیر جانتا ہے اسلیے کہ آفت تونگری اور فضیلت مفلسی سے جاہل ہے جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا دوسرے نے جواب دیا اِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا اور پہلے

شخص کا قول مال اور اولاد کے تکبر کی جہت سے تھا پھر انجام اوسکا یہ ہوا کہ کہنے لگا یالیتنی لم اشرک بربی احدا اور اسی قبیل سے تکبر قارون کا تھا کہ جب بن سنور کر اپنی قوم مین نکلا تو لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہو جو ہمکو بھی قارون کا مال ملے چھٹا امر تکبر کا قوت و زور ہے جس سے کمزورون پر تکبر کیا کرتے ہین ساتوان امر تکبر کا کثرت تابعین و مددگارون و شاگردون اور غلامون اور کنبے اور رشتہ والون کی ہے بادشاہ تو کثرت لشکر سے تکبر کرتے اور علما کثرت شاگردون سے - اور حاصل ان سب امور کا یہ ہے کہ جو نعمت کہ اوسکا کمال ہونا متصور ہو سکے گو واقع مین وہ کمال نہو اوس سے تکبر کرنا ممکن ہے یہان تک کہ مخنث بھی اپنے ہمسرون پر تکبر کرنے لگتا ہے کہ مین اس صنعت سے زیادہ ماہر ہون تو چونکہ وہ اسکو بھی کمال جانتا ہے اسلیے فخر کرتا ہے کہ اوسکا فعل موجب بربادی و عذاب کا ہے اسیطرح فاسق بھی کثرت شراب خواری اور کثرت جماع و اغلام کا فخر کرتا ہے کیونکہ اپنے گمان مین اسکو کمال جانتا ہے حالانکہ اوسمین غلطی کرتا ہے یہ باتین ہین کہ جنسے آدمی ایک دوسرے پر تکبر کیا کرتے ہین جسکو کوئی چیز حاصل ہے وہ اوس پر تکبر کرتا ہے جسکو کہ وہ چیز نہین حاصل ہے یا اوسکی دانست مین اوسکی بنسبت کم ہے گو خدا کے نزدیک بعض اوقات اوسکے برابر یا زیادہ ہی ہو مثلاً عالم ہو اپنے علم کا تکبر ایسے شخص پر کرے جو اوس سے زیادہ جانتا ہو تو اسیلیے کرتا ہے کہ اپنی دانست مین اپنے آپکو زیادہ فاضل سمجھتا ہے

**ساتوان بیان اون اسباب کا** جنسے کبر پیدا ہوتا ہی یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کبر خلق باطن کا نام ہے اور جو کچھ اوس سے اخلاق و افعال ظاہر ہوتے ہین وہ اوسکا ثمرہ اور نتیجہ ہوتے ہین اون اخلاق و اعمال کو تکبر کہنا مناسب ہے اور کبر صرف امر باطن ہی کا نام ہے یعنی اپنے نفس کا بڑا جاننا اور اوسکی قدر کو دوسرے کے نفس کی قدر سے زیادہ سمجھنا اور اس امر باطن کا صرف ایک ہی سبب ہے جسکو عجب کہتے ہین جسکے معنی آگے آتے ہین کیونکہ آدمی جب اپنے نفس خواہ علم یا عمل یا کسی اور سبب سے عجب کریگا تو اپنے نفس کو بڑا جانکر تکبر کریگا اور تکبر ظاہری کے تین سبب ہین ایک تو تکبر والے مین ہوتا ہے اور دوسرا اوسمین جسپر تکبر ہوا اور تیسرا سبب ایسا ہوتا ہے جو ان دونون کے سوا اور کسی سے متعلق ہو جو سبب کہ متکبر مین ہوتا ہے وہ تو وہی ہے جو کبر باطنی کا سبب ہے یعنی عجب اور جو متعلق اوس شخص سے ہے جسپر تکبر ہوتا ہے وہ حقد اور حسد ہے اور جو سبب کہ متعلق غیر سے ہے وہ ریا ہے پس اس اعتبار سے چار سبب ہوئے عجب اور کینہ اور حسد اور ریا - عجب سے تو ظاہر ہے کہ کبر باطنی پیدا ہوتا ہی اور کبر باطنی سے تکبر ظاہری اعمال اور اقوال و احوال مین سرایت کرتا ہے اور کینہ بعض اوقات بے عجب بھی تکبر پر دے ڈالتا ہے مثلاً کوئی شخص دوسرے کو اپنے برابر یا زیادہ

سمجھتا ہے مگر کسی سبب سے اوسپر غصے ہو گیا ہے تو غصے کے باعث اوسکی طرف سے دل مین کینہ جمگیا ہے اسلیے اوسکا نفس اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکے سامنے تواضع کیجیے گو اوسکے نزدیک وہ شخص مستحق تواضع ہے جیسے اکثر زیادہ آدمی حقد کے مارے کسی خاص بزرگ کے لیے تواضع نہین کرتا اور اسی بغض سے یہ بات بھی ہوتی ہے کہ اگر امر حق اوس بزرگ کیطرف سے آوے تو نہ مانے یا وہ نصیحت کرے تو نہ سنے اور کوشش کرتا پھرے کہ کسیطرح اوس سے آگے بڑھجاؤن گو یہ جانتا ہو کہ مجھے استحقاق نہین اور اگر اوس بزرگ پر کچھ ظلم کرے تو نہ اوس سے معاف کرانے جاوے اور نہ عذر پیش کرے اور جو بات اپنے آپ کو نہ آتی ہو اوسکے دریافت کرنے کے لیے اوسکے پاس نہ جاوے اور حسد کا بھی یہی حال ہے کہ اوس سے بھی محسود کے ساتھ بغض ہوتا ہے گو اوسکی طرف سے کچھ ایذا نہ پہونچی ہو اور نہ کوئی ایسا سبب ہوا ہو کہ جس سے نوبت غصے اور کینے کی پہونچے حسد کے مارے بھی امر حق کا منکر ہو جاتا ہے اور نصیحت کو نہین مانتا اور علم تحصیل نہین کرتا بہت سے جاہل ایسے ہین کہ علم کے مشتاق ہین مگر جاہل کے جاہل رہتے ہین اسلیے کہ اپنے شہر کے عالم سے خواہ اپنے کسی رشتہ دار سے بباعث حسد نہین پڑھتے اور اوس سے پھرے رہتے ہین اور اوسپر تکبر کرتے ہین باوجودیکہ جانتے ہین کہ وہ شخص فضل علم کی بابت سے مستحق تواضع ہے مگر حسد اونکو اس بات پر اوبھارتی ہے کہ اوس سے معاملہ متکبرون کا سا کرتے ہین اگرچہ باطن مین اوسکے نفس کو اپنے آپ سے زیادہ سمجھتے ہین۔ اور ریا بھی مقتضی متکبرون کے اخلاق کی ہے یہان تک کہ آدمی ایسے شخص سے بھی مناظرہ کرتا ہے جسکو جانتا ہے کہ قطعاً مجھسے بہتر ہے اور پہلے سے کچھ معرفت یا حسد یا بغض بھی نہین ہوتا مگر اوسکی حق بات اسلیے نہین مانتا اور اس سے استفادہ اسلیے نہین کرتا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ دوسرا شخص اس سے افضل ہے اس صورت مین باعث تکبر صرف ریا ہی ہے اور اگر بالفرض تنہائی مین اوس شخص کے پاس ہوتا تو تکبر نکرتا بخلاف اوس تکبر کے جو عجب اور حسد و بغض سے ہوتا ہے کہ وہ خلوت مین بھی یکسان ہے اگر حاسد و محسود کے ساتھ تیسرا کوئی اور نہو جب بھی حاسد کو اوسپر تکبر ہوگا۔ اسیطرح بعض لوگ ریا کے لیے اپنا نسب شریف کر لیتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اس دعوی مین جھوٹے ہین مگر تاہم ایسے جھوٹے نسب سے دوسرون پر تکبر کرتے ہین جو اوس نسب کے نہون اور مجالس مین اونسے ترفع اور رستون مین تقدم کے خواہان ہوتے ہین اور اگر کوئی شخص غیر کی تعظیم و توقیر انکی برابر کرے تو ناخوش ہوتے ہین حالانکہ باطن مین جانتے ہین کہ ہم مستحق اس تعظیم کے نہین اور نہ کبر باطن مین ہے کیونکہ یہ تو خود اونکو معلوم ہے کہ دعوی نسب مین

ہم جھوٹے ہین پس ان افعال متکبرین کے جو وہ لوگ مرتکب ہوتے ہین صرف ریا کی جہت سے ہوتے ہین اور متکبر کا لفظ جو بولا جاتا ہے تو اکثر اوس شخص پر بولا جاتا ہے جو مرتکب ان افعال کا اس جہت سے ہو کہ باطن مین کبر و عجب ہے اور لوگون کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اور اس قسم کے ریا والے کو متکبر کہنا صرف اسواسطے ہے کہ اوسکے افعال مشابہ کبر کے افعال کے ہین

آٹھوان بیان تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اون افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا ظاہر ہو جانا چاہیے کہ تکبر آدمی کی وضع مین ہوتا ہے جیسے چہرہ پھلانا اور کن انکھیون دیکھنا اور گردن ڈالنا اور چار زانو خواہ تکیہ لگا کر بیٹھنا اور گفتگو مین بھی ہوتا ہے حتی کہ آواز مین اور بیان کرنے کی صنعت مین پایا جاتا ہے اور نیز چال اور نشست برخاست مین اور افعال کرتے وقت کی حرکات و سکنات مین غرض جب ایک حال سے دوسرے مین بدلتا ہے ہر ایک مین ظاہر ہوا کرتا ہے پس بعض متکبر تو ایسے ہوتے ہین کہ ان سب باتون مین تکبر کرتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ چند چیزون مذکورہ بالا مین تکبر کرتے ہین اور چند مین تواضع کچھہ ایک عادات کا بیان کر دیا جاتا ہے مثلا بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ لوگ ہمارے سامنے کھڑے رہین یا ہماری تعظیم کو کھڑے ہو جایا کرین تو یہ عادت متکبرین کی ہے حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ جسکو منظور ہو کہ دوزخی آدمی کو دیکھے تو وہ ایسے شخص کو دیکھے جو خود بیٹھا ہوا ور لوگ اوسکے سامنے کھڑے ہون۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ صحابہ کرام رضہ کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی نہ تھا اور باوجود اسکے جب آپ کو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ کھڑا ہونا پسند نہین اور بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب تک کوئی پیچھے پیچھے ساتھہ کا آدمی نہو تب تک نہین چلتے یہ بھی بری عادت ہے۔ حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ بندہ اللہ تعالے سے دور ہو جاتا ہے جب تک کہ اوسکے پیچھے لوگ چلتے ہین۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف اپنے غلامون سے پہچانے نہ پڑتے کیونکہ صورت ظاہری یعنی لباس وغیرہ مین کچھہ فرق نہین کرتے تھے اور اپنا ایک سا حال رکھتے تھے اور کچھہ لوگ حضرت حسن بصری رح کے پیچھے چلے تو آپ نے اونکو روک دیا اور کہا کہ اس سے بندہ کے دل مین کچھہ رہتا نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اصحاب رضہ کے ساتھہ چلتے تو اونکو آگے بڑھنے کو فرماتے اور آپ بیچ مین چلتے یہ امر یا تو دوسرون کی تعلیم کے لیے تھا یا اپنے نفس مبارک سے وسوسہ اس شیطانی کبر و عجب کا دفع کرنا منظور رہتا جسطرح نئے کپڑے بدن مبارک سے اثناء نماز مین اوتار کر اخفین دونون

وجہوں میں سے ایک کی جہت سے برا نا پہن لیا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرے سے
ملنے بجا دے گو اوسکے ملنے سے خیر و برکت دینی دوسرے کو ہوتی ہے یہ بھی تواضع کے
خلاف ہے - روایت ہے کہ سفیان ثوری رح رملہ میں تشریف لائے اونکے پاس ابراہیم بن ادہم
نے آدمی بھیجا کہ میرے پاس تشریف لا کر کچھ حدیث سنائیے حضرت سفیان رح تشریف لائے لیکن
لوگوں نے ابراہیم بن ادہم رح سے کہا کہ آپ ان جیسے لوگوں کو بھی بلواتے ہیں یعنی خود جانا چاہیے تھا
اونھوں نے جواب دیا کہ میں اونکی تواضع کا امتحان کیا چاہتا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرا
شخص آکر اپنے پاس بیٹھے تو برا معلوم ہو سامنے بیٹھے تو مضائقہ نہیں اور تواضع اسکے برعکس ہے
چنانچہ ابن وہب روایت کرتے ہیں کہ میں ایک بار عبدالعزیز بن ابی رواد کے پاس بیٹھا اور میرا زانو
اونکے زانو سے لگ گیا میں ذرا کنارہ کو ہوا اونھوں نے میرا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا
کہ میرے ساتھ تم لوگ وہ معاملات کیوں کرتے ہو جو جابروں کے ساتھ کیا کرتے ہیں میں اپنے
آپ سے برا تم میں سے کسیکو نہیں جانتا اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں
میں سے ایک لونڈی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں جاہتی لیے پھرتی آپ اپنا ہاتھ اوس سے نہ چھڑاتے

| | | |
|---|---|---|
| ای الا خوش باش کان محبوب جہان را | | بدرویشان و مسکینان سرے ہست |

اور ایک عادت یہ ہے کہ بیماروں کے پاس نہ بیٹھے اور اون سے احتراز کرے یہ بھی تکبر میں داخل ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا کہ اوسکے چیچک نکلی تھی اور اوس میں سے پانی
بہتا تھا آپ اوسوقت مع اصحاب رض کھانا تناول فرماتے تھے وہ شخص جسکے پاس بیٹھا وہی اوسکے
پاس سے علیحدہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پاس بٹھلایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رض
اپنے کھانے سے کسی کوڑھی اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بٹھلاتے
اور ایک عادت یہ ہے کہ گھر میں اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے اور تواضع اسکے خلاف ہے
روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے یہاں ایک مہمان رات کو آیا اوسوقت آپ کچھ
لکھتے تھے اور چراغ میں تیل نہ تھا گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ آپ فرماویں تو میں اسکو درست
کر دوں آپ نے فرمایا کہ مہمان سے خدمت لینی اچھی بات نہیں اونسے کہا کہ خادم کو جگا دوں
آپ نے فرمایا کہ وہ ابھی کچی نیند میں ہے یہ کہکر آپ ہی اوٹھے اور کپی لیکر چراغ کو تیل سے بھر دیا
مہمان نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ہی نے تکلیف کی فرمایا کہ جب میں تیل لینے گیا تھا جب بھی
عمر ہی تھا اب پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہوں مجھ میں سے کچھ کم نہیں ہو گیا اور لوگوں میں سے بہتر وہی ہے

جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو - اور ایک عادت یہ ہے کہ اپنے گھر کی کوئی چیز اپنے ہاتھ مین اوٹھاکر نہ لاوے متواضع آدمی ایسا نہین کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بنفس نفیس چیزین لے آتے تھے اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے عیال کے واسطے کچھ اوٹھا لاوے تو اوسکے کمال مین کچھ بٹہ نہین لگتا حضرت ابو عبیدہ جراح جس وقت امیر لشکر تھے گھڑا پانی کا خود حمام مین لیجاتے تھے اور ثابت بن ابی مالک روایت کرتے ہین کہ جن دنون حضرت ابو ہریرہ رضہ مروان کیطرف سے خلیفہ تھے مین نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیون کا گٹھا اوٹھائے لاتے ہین اور مجھے فرماتے ہین کہ امیر کو رستہ دو اور اصبغ بن نباتہ تابعی فرماتے ہین کہ اب تک میری آنکھون مین گویا تصویر بندھ رہی ہے کہ حضرت عمر رضہ بائین ہاتھ مین گوشت اور دہنے مین درہ لیے بازار مین گشت کرتے ہوے اپنے گھر مین داخل ہوے اور بعض تابعین سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ حضرت علی رضہ نے ایک درہم کا گوشت خرید کر اپنی چادر مین رکھ لیا مین نے عرض کیا کہ لائیے مین لیے چلون آپ نے فرمایا کہ عیالدار ہی کو اسکا لے چلنا زیبا تر ہے - اور ایک عادت لباس پہننے کی ہے کہ اس سے بھی تکبر اور تواضع ظاہر ہوتے ہین حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ ہارون راوی حدیث کہتے ہین کہ مین نے حضرت معن رضہ سے بذاذت کے معنی پوچھے اونھون نے فرمایا کہ اس سے مراد گھٹیا لباس ہے - اور زید بن وہب رحمہ راوی ہین کہ مین نے حضرت عمر رضہ کو دیکھا کہ درہ لیکر بازار مین نکلے جو چادر کہ اوس وقت پہنے تھے اوسمین چودہ پیوند تھے جنمین سے بعضے چمڑے کے بھی تھے - اور حضرت علی رضہ پر جو بعضے شخصون نے پیوند لگے چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دلمین خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتدا کرتے ہین - اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اچھا ہونا کپڑون کا دل کے لیے اترانے کا سامان ہے - اور طاؤس رحمہ کہتے ہین کہ باوجودیکہ مین اپنے انھین دو کپڑون کو دھو لیتا ہون پھر بھی جب تک اوجلے رہتے ہین مین اپنے دل کو نہین پہچانتا - اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسمین اگر سختی نہو تی تو بہت عمدہ تھا خلافت کے بعد اونکا لباس پانچ درم کو مول آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اسمین یہی عیب ہے کہ نرم ہے ورنہ بہت خوب تھا لوگون نے پوچھا کہ حضرت آپ کا لباس اور سواری اور عطر سابق کا کہان گیا آپ نے فرمایا کہ مجکو خدای تعالے نے نفس زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے دنیا مین جو مرتبہ پایا گیا اوس سے اعلی مرتبے کی خواہش کرتا گیا یہان تک کہ جب سلطنت کا مزہ اوسنے چکھا

ادنی لباس ایمان مین سے ہے ۱۲ ابوداؤد ابن ماجہ بروایت ابو امامہ بن ثعلبہ ۱۲

جو سب مراتب دنیاوی سے اعلے ہے تو اب شتاق اللہ تعالے کے نزدیک کے مراتب کا ہوا
اور سعید بن سوید رح روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ہمکو نماز جمعہ کی پڑھائی اور
بیٹھ گئے اوسوقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوے تھے جسکے گریبان مین سلمنے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا
ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے نے آپکو سب کچھ دیا ہے
آپ پہنتے کیون نہین آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر سر اوٹھاکر فرمایا کہ بہتر میانہ روی
توانگری مین ہوتی ہے اور عفو مین افضل وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص زینت کو خدا کے واسطے چھوڑے اور خدا کے لیے تواضع کی
راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالے بالضرور اوسکے لیے سب سے عمدہ لباس
جنت کا جمع فرماویگا۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام تو فرماتے ہین کہ اچھے
کپڑے سامان دل کے تکبر کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کپڑونکا
نفیس رکھنا کبر مین داخل ہے یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ کبر نہین بلکہ کبر اسکا نام ہے کہ امر حق سے
جاہل رہے اور لوگون کے عیب نکالے تو بظاہر ان دونون مین تناقض معلوم ہوتا ہے انکی
تطبیق کسطرح ہے تو جاننا چاہیے کہ عمدہ کپڑے کچھ ضرور نہین کہ سب لوگون کے حق مین ہر حال مین
داخل تکبر ہون اور حدیث مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ثابت بن قیس رض کے قول سے سمجھی تھی یعنی جب اونھون نے پوچھا کہ مین ایک آدمی نظافت دوست
ہون تو آپ نے جانا کہ انکا میل نظافت اور خوش لباسی کی طرف ہے اسواسطے نہین کہ دوسرون پر
تکبر کرین کیونکہ یہ تو ضروری ہی نہین کہ لباس کی عمدگی کبر مین داخل ہو گو کبھی کبر کے واسطے بھی
ہوتی ہے اور یہ کچھ مختص عمدہ پر نہین ادنی لباس سے بھی کبر ہوتا ہے اور تواضع بھی ہوتی ہے اور لباس مین
متکبر کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ دیکھین تب تو پر تکلف بنے اور اگر اکیلا ہو تو کچھ پروا نکرے کہ
کسطرح ہون اور طالب نفاست کی علامت یہ ہے کہ ہر ایک شے مین اوسکو خوبصورتی پسند ہو
اگرچہ تنہا ہی ہو یہان تک کہ گھر کے پردون مین بھی خوش وضعی ملحوظ رکھے پس جب حال مختلف
ہوے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا فرمانا بھی درست ہے کہ بعض احوال مین خوش وضعی اور خوش لباسی
مورث دل کے تکبر کا ہوتی ہے اور حدیث شریف بھی درست ہے کہ کبر کو خوش لباسی ضرور نہین
اور نہ خوش لباسی ہمیشہ موجب کبر ہو گو کبھی مورث کبر ہوتی ہو حاصل یہ کہ اس باب مین احوال مختلف ہین
اور سب سے اچھی پوشاک وسط درجے کی ہے جسمین نہ شہرت عمدگی کی ہو نہ خرابی کی اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکبر سے اور خدا ہی تعالے کو اپنے بندے پر اثر اپنی نعمت کا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور بکر بن عبداللہ مزنی فرماتے ہین کپڑے جا ہو یا دشاہون کے سے پہنو مگر دلونمین خوف خدا سے نرم رکھو

| | | |
|---|---|---|
| حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست | + | درویش صفت باش و کلاہ تتری دار |

اور یہ اون لوگون کیواسطے فرمایا کہ پارساؤن کا کپڑا پہنکر تکبر کے طالب ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم لوگون کو کیا ہوا ہے کہ میرے پاس کپڑے توراہبون کے سے پہنکر آتے ہو اور تمھارے دل بھیڑیون کے سے ہین کپڑے بادشاہون کے سے پہنو مگر دلونکو خوف الٰہی سے نرم کرو۔ اور ایک عادت یہ ہے کہ جب کوئی گالی یا ایذا دے یا حق چھین لے تو اوسکی برداشت کرے اور یہی اصل ہے ہم نے باب غضب وحسد مین حکایات سلف کی ایذا کی برداشت مین نقل کی ہین یہان اسقدر معلوم کرلینا چاہیے کہ مجموعہ حسن اخلاق وتواضع کا سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اوسیکو دستور العمل کرنا چاہیے اور اوسی سے سیکھنا چاہیے۔ اور ابن ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابوسعید خدری رضہ سے پوچھا کہ اب جو لوگون نے لباس اور کھانا پینا اور سواری ایجاد کی ہے اسمین آپکی کیارای ہے اونھون نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ سب اللہ کیواسطے کر اور جس چیز مین ان اشیا سے کبر یا مباہات یا ریا و شہرت آجاویگی وہ معصیت واسراف ہے اور اپنے گھر مین وہ کام کیا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین کرتے تھے آپ کا دستور تھا کہ اونٹ کو گھاس ڈالتے اور اپنے ہاتھ سے باندھتے گھر مین جھاڑو دیتے دودھ نکالتے جوتا ٹانکتے کپڑے مین پیوند لگاتے اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اگر وہ تھک جاتا تو اوسکی عوض پیستے اور بازار سے چیز مول لیتے اور اس بات کی حیا نکرتے کہ اوسکو ہاتھ مین لٹکا کر یا کپڑے کے کونے مین باندھکر گھر لا دین توانگر اور مفلس اور بڑے چھوٹے سے سب سے مصافحہ کرتے جو ادنی اعلی نمازی سامنے آتا اوسکو اول سلام کرتے خواہ کالا ہوتا یا گورا بندہ ہوتا یا آزاد گھر کا اور باہر کا جدا لباس نرکھتے اس بات سے حیا نکرتے کہ کوئی دعوت کرے تو قبول کرین گو کیسا ہی پریشان حال ہوا اور دعوت کی چیز کو کبھی برا نکہتے اگرچہ سڑا چھوہارا ہی کیون نہو صبح کا کھانا شام کو نرکھتے اور شام کا صبح کو بہت سہل کارفارغ رہتے اور باوجود ہمہ نرم خلق کریم الطبیعت ملنسار کشادہ پیشانی تھے بے خندہ کا تبسم کرتے غم کرتے تو ترشرو نہوتے شدت کرتے تو نہایت سختی نہ برتتے تواضع بے ذلت کی اور

اور سخاوت بے اسراف کی کرتے ہر رشتہ دار اور مسلمان پر رحم فرماتے دل کے رقیق تھے ہمیشہ
گردن نیچی رکھتے شکم سیری سے کبھی بدہضمی کی نوبت نہ آنے دیتے دست مبارک طمع کیطرف دراز
نکرتے حضرت ابو سلمہ کہتے ہین کہ مین حضرت عایشہ رض کی خدمت مین گیا اور جو کچھ حضرت ابو سعید
نے مجھے کہا تھا وہ سب مین نے کہا حضرت عایشہ رض نے فرمایا کہ ابو سعید رض نے کسی بات مین
خطا نہین کی البتہ اتنی بات کوتاہی کی کہ تم سے یہ نکہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر
کھانا نہ کھایا اور نہ کسی سے اس بات کا شکوہ کیا بلکہ فاقہ آپ کو بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا
اور کبھی بھوکے ہی آپ رات گذار دیتے اور پھر صبح کو روزہ رکھتے اگر آپ خدا سے مانگتے
کہ خزانے زمین کے اور پھل اور تمام پورب پچھم کی وسعت عیش ملجاوے تو ایسا ہی ہوجاتا اور
اکثر مین آپ کی بھوک پر رحم کرکے روتی اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتی کہ آپ پر میری جان
فدا ہو دنیا سے اسقدر تو نفع لیجیے کہ آپ کی غذا کو کافی ہو اور بھوکے نرہین آپ جواب مین ارشاد
فرماتے کہ اے عایشہ میرے بھائی رسول اولو العزم اس سے بھی زیادہ سختیان سہکر اسی حال پر گذر گیے
اور جب خدا کے سامنے پہونچے تو انکی تواضع اور تکریم ہوئی اور بہت ساثواب حاصل کیا مجھے
یہ شرم آتی ہے کہ اگر مین آرام مین بسر کرون تو کہین اونسے کم نرہ جاؤن اسلیے تھوڑے دن صبر
کرنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ آخرت مین میرا درجہ ناقص ہو اور سب سے بہتر بات مجھے یہی
معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بھائیون اور دوستون سے ملون حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ بخدا اس کلام کے
بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی پورا نہوا کہ وفات پائی بس جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
نقل ہوے اونمین سب عادات متواضع لوگون کے جمع ہین جسکو تواضع کی طلب ہو اوسکو
چاہیے کہ آپ کا اقتدا کرے اور جو شخص کہ اپنا رتبہ آپ کے رتبے سے زیادہ سمجھکر اون اعمال پر
جو آپ کو پسند تھے راضی نہو تو وہ سخت جاہل ہے آپ کو دین و دنیا کا منصب تمام خلق سے زیادہ
تھا اسیلیے عزت اور رفعت بدون آپ کی اقتدا کے ممکن نہین اسی جہت سے حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خدای تعالے نے ہمکو اسلام سے عزت دی ہے ہم اوسکے سوا
کسی اور چیز سے عزت کے طالب نہین اور یہ قول آپ نے جب فرمایا تھا جب شام مین داخل
ہونے کے وقت کسی نے آپ کی ہیئت ظاہری پر اعتراض کیا تھا۔ اور حضرت ابو درداء رض
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین جنکو ابدال کہتے ہین وہ لوگ انبیا کے خلیفہ
ہین اور زمین کے قطب جب نبوت منقطع ہوئی تو خدای تعالے نے ایک گروہ کو امت محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اونکے قائم مقام کردیا ہے وہ لوگ کچھہ اورون سے زیادہ روزہ و نماز مین
نہین ہوتے نہ سبکے خوبصورت ہین بلکہ صدق و ورع اور نیک نیتی اور سلامتی قلب ہر ایک مسلمان
کے ساتھہ اور اونکی خیر خواہی صرف خدای تعالے کی رضا جوئی کے واسطے کرتے ہین حالت صبر مین
جزع و فریاد نہین کرتے تواضع کرتے ہین وہ بھی ذلت کے ساتھہ نہین اون لوگونکو خدای تعالی
نے چھانٹ کر اپنا بنا لیا ہے گنتی مین تیس یا چالیس ہوتے ہین اونکے دلون مین یقین ایسا ہوتا ہے
جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا اونمین سے کوئی جب مرتا ہے جب خدای تعالی اوسکا نائب
پیدا کرلیتا ہے اور یہ بھی یاد کرلینا چاہیے کہ وہ لوگ کسی چیز کو برا نہین کہتے نہ کسیکو ایذا دین نہ
حقارت کرین نہ دست درازی اور حسد اور حرص دنیاوی کرین سب لوگون سے زیادہ تجربہ کار
اور سب سے زیادہ نرم طبع اور سخی ہوتے ہین سخاوت اونکی پہچان ہے اور بشاش رہنا اونکی عادت
اور راست روی اونکی صفت ایسے نہین کہ آج تو خوف خدا کرین اور دوسرے روز غفلت مین رہین بلکہ
ظاہر مین ہمیشہ ایک حال پر رہتے ہین اور اونکا معاملہ جو خدا سے ہے اوسمین اونکو نہ ہوای تند پا سکے اور
نہ تیز قدم باد رفتار اونکے دل خدا کے اشتیاق مین اور اوسیکے پاس کی رحمت کی طلب مین ترقی کرتے
رہتے ہین اور اونکے قدم خیرات کیطرف اٹھتے رہتے ہین غرض اونکا حال یہ ہوتا ہے اُولٰئِكَ
حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ راوی کہتے ہین کہ مین نے جب حضرت ابو درداء سے یہ حال سنا
تو عرض کیا کہ مین نے آج تک کوئی وصف جو اس سے زیادہ سخت مجکو معلوم ہو نہین سنا اور مین
کسطرح اس وصف کو پہونچون آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس وصف کو اچھی طرح حاصل کیا چاہتا ہے
تو اتنی ہی بات کرنی پڑے گی کہ دنیا سے بغض رکھے اسواسطے کہ جب دنیا کو برا جانیگا تو آخرت
کی محبت پیدا ہوگی اور جسقدر آخرت کی محبت ہوگی اوسیقدر دنیا مین زہد کریگا اور اوسیقدر
وہ باتین تجکو سوجھینگی جو تیرے کام آوین اور جب خدای تعالی کو حسن طلب بندے کیطرف سے معلوم
ہوتی ہے تو راستی و درستی اوسکے ساتھہ کردیتا ہے اور کنار عصمت مین جگہ عنایت فرماتا ہے
چنانچہ خود کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ
یحیی بن کثیر رح فرماتے ہین کہ ہمنے جو اسمین غور کیا تو معلوم ہوا کہ لذت حاصل کرنے والون کو
جو لذت کہ اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی رضا جوئی مین ہوتی ہے ایسی اور کسی چیز مین نہین ہوتی
ہم بھی خدا سے چاہتے ہین کہ اپنے دوستون کی محبت ہمکو عنایت فرماوے

**نوان بیان** طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا۔ یہ معلوم ہو چکا کہ کبر مہلکات مین سے ہے

اور کوئی آدمی اس سے خالی نہین اور اسکا دور کرنا فرض عین ہے صرف تمنا سے نہین جاتا بلکہ علاج سے اور ان دواؤن کے استعمال سے جو اسکی جڑ کھوتی ہین جاتا ہے اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ دل مین جو اسکی جڑ ہے اوسکو بیخ و بنیاد سے نکال ڈالنا دوسرے یہ کہ جن اسباب سے کہ آدمی دوسرے پر تکبر کرتا ہے اونکو دور کرنا صورت اول کبر کی جڑ اوکھاڑنے مین اور علاج اسکا علمی ہے اور عملی اور بدون دونون علاجون کے شفای کامل نہین ہوتی علمی علاج تو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اور خدای تعالی کو پہچانے اسی سے انشاء اللہ کبر زائل ہوجاوے گا اسلیے کہ جب انسان اپنے نفس کی حقیقت کما ینبغی پہچانے گا تو یقین کرے گا کہ نفس سب ذلیلون سے ذلیل تر اور قلیل چیزون سے کمتر ہے اور اوسکے حال کے مناسب سوای تواضع اور ذلت اور خواری کے اور کچھ نہین اور جب خدای تعالے کو پہچانے گا تو جان لیگا کہ کبریا اور عظمت سوای اسکے اور کسیکو شایان نہین پھر معرفت خدای تعالی کی اور اوسکی عظمت و مجد کی طوالت کلام چاہتی ہے کیونکہ علم مکاشفہ کی انتہا وہی ہے اور ہرچند کہ معرفت نفس بھی بہت طویل ہے مگر ہم اوسمین سے اوسقدر لکھے دیتے ہین جو تواضع کے اختیار کرنے مین کارآمد ہو اور اوسکے لیے یہی کافی ہے کہ انسان قرآن مجید کی صرف ایک آیت کے معنی جان لے قرآن مجید مین علم اولین و آخرین موجود ہے بشرطیکہ آدمی کو بصیرت ہو وہ آیت شریف یہ ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ

اس آیت مین انسان کی اول پیدایش اور انجام اور درمیان کا حال مذکور ہے اگر آدمی ان حالات کو سوچے تو معنی آیت سمجھ مین آوین مثلاً ابتدای حال مین اسکا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے پردے مین نہان تھا بہت دنون ایسا ہی رہا نیستی کا شروع بھی نہین معلوم کب سے نیست تھا اور جو چیز معدوم و نابود ہو اوس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدایش سے پہلے ایسا ہی تھا پھر اوسکو اللہ تعالی نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ اول مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیان بنائین اور اون پر گوشت و پوست چڑھایا تو ابتدای پیدایش کی تو یہ صورت ہے جس سے دنیا مین اسکا ذکر ہوا اور پھر بھی پیدایش کے بعد وہی کمینے اوصاف اوسمین موجود رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہین ہوگیا بلکہ اوسکو اول پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے نہ جانے نہ بوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے

ضعف کی اور علم سے پہلے جہل کی اور بینائی سے پہلے اندھے ہونے کی کیفیت اور شنوائی سے پہلے بہرا ہونے کی اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی اور توانگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا یہ معنی ہوے اتنی آیت کے مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ اور دوسری جگہ جو ارشاد فرماتا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ اسکے بھی یہی معنی ہین۔ پھر پیدا کرنے کے بعد اوسپر احسان فرمایا کہ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ اسمین اشارہ ہے اون اشیا کیطرف جو آدمی کو مدت حیات مین موت تک حاصل ہوتی ہین اور اسیلیے فرمایا مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا یعنی خدای تعالے نے انسان کو زندہ کیا اور بیشتر وہ مردہ اور پتھر تھا کہ ابتدا مین مٹی تھا پھر نطفہ اور بعد زندگی کے اوسکو بہرے سے شنوا کیا اور اندھے سے بینا کیا اور ضعف کے بعد قوی کیا اور جاہل سے عالم بنایا اور اوسکو ایسے اعضا عنایت کیے جسمین عجائبات اور آیات ہین پہلے اوسکو کہان تھے اور مفلس سے توانگر کیا اور بھوکے سے شکم سیر کیا اور ننگے سے لباس پہنایا اور گمراہ سے ہدایت یاب کیا تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالے نے تو کس کس تدبیر اور صورت سے اوسکو بناکر سب راستے کیسے آسان کیے اور انسان کی سرکشی بھی دیکھنی چاہیے کہ کتنا بڑا ناشکر ہے اور کیسا کھلا جاہل ہے خدای تعالی تو فرماتا ہے اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ اور دوسری جگہہ فرماتا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ یعنی اللہ تعالی کی نعمت انسان پر قابل دیکھنے کے ہے کہ اوس ذلت اور قلت اور خست اور ناپاکی سے اس بلندی اور بزرگی پر پہونچایا کہ نیست سے ہست کیا اور مردے سے زندہ اور گونگے سے ناطق وغیرہ اور پہلے لاشے محض تھا ایسی کوئی چیز نہین جو لاشے سے بھی کم ہو پھر خدای تعالے نے جو پردہ عدم سے وجود عنایت فرمایا تو ذلیل مٹی اور ناپاک نطفے سے بنایا تاکہ اوسکو اپنے نفس کی خست معلوم ہو اور اپنی ذات پہچانے اور نعمتین جو اوسکو عنایت فرمائین وہ اسیلیے کہ اوسنے رب کو پہچانے اور اوسکی عظمت و جلال کو دریافت کرے کہ بڑائی اور کبریائی اوسکی شان کو زیبا ہے اسیواسطے احسان کے مقام مین ان نعمتون کا ذکر موجود ہے چنانچہ فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور دوسری جگہ اول اوسکی خست کو ارشاد فرمایا

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر اپنا احسان ذکر فرمایا کہ فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى تاکہ اوسکا وجود ہمیشہ کو تناسل سے قائم رہے جیسا اول مین صرف ایجاد سے موجود ہوگیا پس جس شخص کا حال یہ ہوا اور اوسکی ابتداے پیدایش سطح اوسکو اترانا اور کبریا اور فخر وتکبر کیسے جائز ہے وہ تو واقع مین سب سے کمترین چیز اور سب کمزور وکمزور تر ہے ہان اگر انسان کو کامل بنایا ہوتا اور اوسکے سب کام اوسکے بس مین رہتے اور اپنے اختیار سے ہمیشہ کو زندہ رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا کہ سرکش ہوجاتا اور اپنے آغاز وانجام کو بھول جاتا لیکن اب تو معاملہ اوس طرح ہے کہ اتنی ہی زندگی مین امراض مہلک اور بڑی بڑی بیماریاں اور مختلف آفتین مسلط کردی ہین اور اوسکے چار اجزا صفرا بلغم سودا اور خون ایک دوسرے کی ضد ہین اور ایک سے دوسرے کو نقصان پہونچتا ہے خواہ انسان چاہے یا نچاہے راضی ہو یا خوش مثلاً بھوک پیاس مرض اور موت سب کے سب خواہ مخواہ لاحق ہوتے ہین آدمی کو کچھ اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا اختیار نہین نہ خیر وشر کا اختیار ہے بہت سی چیزین انکو چاہتا ہے کہ مجھے معلوم ہون مگر اونسے جاہل رہتا ہے اور کسی چیز کا یاد رکھنا چاہتا ہے تو بھول جاتا ہے بعض چیزون کو بھولنا چاہتا ہے تو نہین بھولتا اگر اپنے دل کو کسی امر مہم مین مصروف کرنا چاہتا ہے تو بے اختیار وسواس وفکر کے میدان مین جولانیان کرتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا دل خود اپنے اوپر نہین اختیار رکھتا اور نہ اوسکا نفس اپنے قابو مین ہے ایسی چیز کا آرزومند ہوتا ہے کہ اوسمین ہلاک ہوجاوے اور بعض اشیا کو برا سمجھتا ہے لیکن اوسمین زندگی ہوتی ہے کھانون کو لذیذ جانتا ہے حالانکہ وہی باعث سوء ہضمی ہوکر ہلاک کرتے ہین اور دوا کو بدمزہ جانتا ہے اور وہ اوسکو نافع ہوتی ہین اور زندہ رکھتی ہین اور رات اور دن مین کوئی لحظہ اس بات کا امن نہین کہ کان اور آنکھ چھین جاوین یا اعضا کو فالج مار دے یا عقل جاتی رہے اور جان نکلجاوے اور سب آرزو مین بالای طاق رہجاوین پس آدمی بیچارہ مجبور ہے اگر کوئی چھوڑے تو رہے اور اوچک لے تو جاتا رہے غلام مملوک ہے کہ نہ اپنے اوپر قابو ہے نہ غیر پر تو اگر اپنے نفس کو پہچانے تب معلوم ہو کہ انسان سے زیادہ ذلیل کیا چیز ہوگی اور ایسے حال مین کبر کا کرنا محض جہالت ہے یہ درمیان کا حال ہوا اسکو تامل کرنا چاہیے اور انجام اور فرودگاہ آخری موت ہے جسکی طرف ان کلمات مین اشارہ ہے ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ یعنی انسان سے روح چھینی جاوے گی اور سننا اور دیکھنا اور علم وقدرت

اور حس و ادراک و حرکت سب سلب کیے جاوینگے تو جیسا ابتدا مین جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو
اعضا کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نہ رہے گی پھر مٹی مین رکھا جائیگا تو ایک مردار بدبو اور ناپاک
ہو جاویگا جیسا اول مین نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلینگے اور اونکے اجزا بکھر جاینگے ہڈیان سڑ کر ریزہ ریزہ
ہو جاوینگی کیڑے بدن کو کھا جاوینگے آنکھون کے ڈھیلون سے کھانا شروع کرینگے جب وہ ہو چکینگے
تو رخسار کو چاٹینگے اسیطرح سب کی صفائی بتائینگے تو سارا بدن کیڑون کے پیٹ مین جائیگا اور اوسوقت
مردے کا یہ حال ہوگا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے آدمی اوسکو ناپاک سمجھے اور بدبو کی شدت سے دور بھاگے
اور سب سے بہتر اوسکے احوال مین سے یہ کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جاوے تو اب گلنے اور سڑنے کے
بعد خاک ہو جاویگا جس سے برتن بنینگے اور عمارت بنائی جاویگی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہوگا کہ
گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتون تک نابود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد
چھوٹ جاتا بلکہ یہان تو ایک اور شامت لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزاء متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے
نکلیگا تو دیکھیگا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی آسمان پھٹے ہوئے ہین اور زمین بدلگئی ہے
پہاڑ ادھر سے اودھر مارے پھرتے ہین ستارے اندھے ہین آفتاب کو گہن لگا ہوا ہے سب جا اندھیرا
اور کڑے فرشتون نے آگھیرا ہے دوزخ جدا چلاتی ہے جنت کو دیکھکر مجرمون کو حسرت آتی ہے نامہ اعمال
کھلے ہین اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ اوسوقت پوچھیگا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاویگا کہ تیرے ایام حیات مین
جبکہ تو امنی اور نازان اور متکبر تھا تجھپر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اسمین
لکھتے جاتے تھے تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ
اسمین موجود ہے تو بھولگیا تو کیا ہوا اللہ تعالے نے تو سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے
کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو اس خطاب کے سنتے ہی دل بیتاب ہوگا اور خوف کے مارے
زہرہ آب ہوگا حالانکہ ابھی نامہ اعمال کو دیکھا نہوگا جب اوسکو دیکھیگا تو کہیگا ہای افسوس اس کتاب مین تو
چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے ثُمَّ إِذَا شَاءَ
أَنْشَرَهُ اب غور کا مقام ہے کہ جبکہ یہ حال ہو اوسکو تکبر سے کیا سروکار ہے اوسکو ایک لحظہ خوشی کرنی
بھی نہ چاہیے اترانا اور جبر کرنا تو درکنار ہے انسان پر اول اور درمیان کا حال تو کھلا ہے اگر معاذ اللہ آخر کا
حال کھلجاوے تو اوسوقت عجب نہین کہ اپنے تئین کتا یا سور بنجانا پسند کرے کہ اونکے ساتھ خاک ہو کر
نہ خطاب سنے نہ عذاب سہے اور واقع مین اگر انسان خدا کے نزدیک مستحق دوزخ ہے تو سور بھی کتا
اس سے کہین اشرف اور اطیب ہے اسواسطے کہ وہ اول مین بھی خاک تھا اور آخر کو بھی خاک ہو جاوے

حساب و عذاب سے علیحدہ رہیگا علاوہ ازین کتا اور سور اگر لوگون کو نظر پڑین تو کوئی اونسے بھاگتا نہین اور اگر دنیا والے کسی بندۂ گناہگار کو دوزخ مین دیکھپاوین تو اوسکی صورت ہیبتناک اور وحشت دیکھکر چیخ مارین اور اگر اوسکی ہوا او نکو لگ جاوے تو بدبو سے ہلاک ہو جاوین اور اگر اوسکے پینے کے پانی کا ایک قطرہ دنیا کے سمندرون مین گر جاوے تو مردار سے زیادہ سڑ جاوین پس جس شخص کا انجام کار یہ ہو وہ تکبر کسطرح کر سکے اور اپنے نفس کو کچھ شے فرض کرکے اوسکی فضیلت کا معتقد کیسے ہوتا ہے یون اگر خدا معاف کر دے اور یہ نوبت نہونے پاوے تو اور بات ہے الا تاہم معاف کرنے مین تو شک ہی ہے اور گناہگار ہونا یقینی ہے کونسا بندہ ایسا ہے جسنے گناہ نکیا ہو اور مستحق عقوبت اوسکے سبب نہو مگر یہ کہ خدای تعالی معاف فرماوے اور حسن ظن اوسکے فضل و کرم پر اسی بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے معاف کرے۔ فرض کرو کہ کسی شخص نے بادشاہ کا ایسا قصور کیا جس سے مستحق ہزار کوڑون کا ہے اور حکم سلطانی سے قید خانے مین مقید کر دیا گیا اور وہ شخص منتظر ہے کہ میری روبکاری ہوگی اور سب لوگون کے سامنے سزا ملے گی اور اس بات مین شک ہے کہ میرا قصور معاف ہوگا کہ نہین اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ شخص قیدیون پر تکبر کریگا یا حالت ذلت مین اپنی جان کی فکر مین ڈوبا رہیگا یہی حال بندونکا ہے کہ گناہگار اور مستحق عقوبت تو سب ہین اور دنیا اونکے لیے قید خانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم نہین کہ روبکاری کے روز کیسی بنیگی تو جو شخص اسطرح تامل کریگا اوسکو یہی رنج و خوف اور ذلت کافی ہے اور یہ علاج علمی ایسی تدبیر ہے کہ جس سے کبر کی جڑ اوکھڑ جاتی ہے۔ اور علاج عملی یہ ہے کہ علانیہ تواضع خدا کیواسطے کرے اور سب لوگون کے ساتھہ تواضع کرنے والون کے سے اخلاق برتے جیسے کہ ہم نے صلحا کا حال اوپر بیان کیا ہے یا جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا یہان تک کہ روایت ماحت ہے کہ آپ زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون بندون ہی کیطرح کھانا کھاتا ہون۔ اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے کسینے پوچھا کہ آپ نیا کپڑا کیون نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ مین غلام ہون جسدن آزاد ہونگا اوس روز نیا کپڑا پہنونگا اس آزادی سے مراد آزادی روز قیامت ہے اور تواضع کے معلوم ہونے کے بعد اوسکے تمامی عمل سے ہوتی ہے اسی جہت سے عرب کی قوم کہ اللہ و رسول پر تکبر کرتے تھے اونکو ایمان اور نماز دونونکا حکم ہوا اسلیے کہ اونکو تواضع اور فروتنی بری معلوم ہوتی تھی حتی کہ اگر کسیکے ہاتھہ مین سے کوڑا گرتا تو اوٹھانے کیواسطے نہ جھکتا اور اگر جوتے کا تسمہ کھلجاتا تو اوسکو نہ باندھتا کہ جھکنا پڑیگا چنانچہ حکیم

ع صورت ساتون
بیان سبب نسب

بن حزام رضہ نے اول اول بعیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط کی تھی کہ مین رکوع و سجدہ احتی
کھڑے کھڑے کیا کرونگا آپ نے منظور فرمایا تھا پھر آخر کو وہ سمجھ گئے اور بڑے پکے عابد اور کامل ہوے
غرضکہ اہل عرب کے نزدیک سجدہ کرنا اور جھکنا کمال ذلت اور پستی کی علامت تھی اسلیے نماز کا حکم
ہوا تاکہ اونکا تکبر ٹوٹے اور دلون مین تواضع گھر کرے کیونکہ نماز مین شدت سے تواضع پائی جاتی ہی
کہ رکوع اور سجدہ اور سامنے کھڑا رہنا سب کچھہ آثار فروتنی کے موجود ہین اور نماز کو جو دین کا ستون کہتے ہین
اسکی بہت سی وجہین ہین اونمین سے ایک یہ بھی ہے کہ اسمین حد درجہ کی تواضع موجود ہے اور
نماز کا حکم تمام خلق کو بھی اسیلیے ہوا ہے کہ اسکے افعال مقتضی تواضع کے ہین تو حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو
چاہیے کہ جب اپنے نفس کی حقیقت پہچان لی تو جو فعل کہ اونکا مقتضی کبر ہو ہمیشہ اوسکے خلاف کرے
یہان تک کہ تواضع کا عادی ہو جاوے اسلیے دل مین اچھے اخلاق جبھی آگئے ہین جب علم و عمل دونون
ہون اور چونکہ اعضا عالم ظاہری سے ہین اور دل عالم ملکوت سے اور ان دونون مین ایک علاقہ پوشیدہ
اور ارتباط مخفی ہے اسلیے اعضا کے عمل سے دل پر تاثیر ضرور ہوتی ہو — دوسری صورت اوس تکبر کا
بیان جو سات سببون مذکورہ سابق سے ہوتا ہے باب ذم جاہ مین ہم لکھہ چکے ہین کہ کمال حقیقی علم اور
عمل کا نام ہے اور جو چیز اسکے سوا اور موت پر فنا ہونے والی ہے وہ کمال وہمی ہے اس لحاظ سے
عالم کو تکبر نہ کرنا دشوار ہے اسلیے فی الجملہ کمال حقیقی اوسکو علم کا موجود ہے مگر ہم طریق علاج علمی و عملی
ساتون سبب کا ذکر بیان کیے دیتے ہین اول نسب کا تکبر نسب کے باعث جسکو تکبر ہو اوسکو دو باتین جاننی
چاہیین اول تو یہ کہ نسب پر فخر کرنا محض جہالت ہے اسلیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی یعنی ہے
نہو کر ذات مین جوہر تو کیا حاصل ہے یون کہنا ؎ کہ آبا تجھے ہمارے اشرف و افضل خدائی سے
پس جو شخص نسب کا فخر کرتا ہے اگر خود صفات خسیس رکھتا ہے تو اونکی خست کو دوسرے کا کمال
کسطرح تدارک کریگا بلکہ جس شخص کی نسب سے تکبر کرتا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو کہتا کہ فضیلت مجھہ مین ہے
اور تو تو میری پیشاب کا کیڑا ہے تجھے شرف کہانسے آیا اب ہم پوچھتے ہین کہ جو کیڑا انسان کے
پیشاب سے پیدا ہو اور جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہو تو انسان کے پیشاب کا کیڑا دوسرے سے
بہتر کہلاویگا نہین بلکہ دونون یکسان ہونگے شرف انسان ہی کو ہے اوسکے پیشاب کے
کیڑے کو کچھہ شرف دوسرے کیڑون پر نہین دوسری بات یہ ہے کہ اپنا نسب حقیقی پہچانے
اور باپ اور دادے کو خیال کرے اوسکا باپ تو ایک نطفہ ناپاک ہے اور دادا مٹی اور خاک
ذلیل ہے چنانچہ خدای تعالے نے اس نسب کو قرآن مجید مین بتلا دیا ہے جیسا کہ فرمایا

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ
پس جسکی اصل خاک ذلیل ہو جو پامال ہوتی رہتی ہے اور پھر اوسکی مٹی کا خمیر کیا گیا ہو یہان تک کہ
سیاہ اور بودار ہو گئی ہو وہ تکبر کیسے کرتا ہے جسکی طرف اوسکی نسبت ہے وہ تو سب مین ذلیل ہے
جیسا کہ کہتے ہین کہ فلانا خاک سے زیادہ ذلیل ہے اور کالی کیچڑ سے زیادہ بدبودار اور پیشاب سے زیادہ
ناپاک ہے پس اگر خاک کیطرف آدمی کی نسبت بعید ہے تو قریب ہی چیز کی نسبت کو دیکھنا چاہیے کہ
وہ نطفہ ہے اور اوسکی نجاست بھی اپنے آپ کو حقیر ہی جاننا چاہیے اور اگر اوسکے لحاظ سے
رفعت نہ ہوتی ہو تو جو اوسکی اصل ہے وہ خاک ہے اوسکو بھی رفعت نہین جب باپ مین رفعت
نہ ہو بیٹے مین تو اولاد مین کہان سے آئی اس سے معلوم ہوا کہ جب اصل آدمی کی خاک سے ٹھہری
اور علقہ و نطفے سے ہوا تو نہایت بیجے کا برا نسب ایسے کہ جو اسکی اصل ہے وہ تو پانون تلے ملی جاتی ہے اور
جسکا ہوا ہوا وہ اگر بیان کو لگ جاوے تو دھویا جاتا ہے پس جو شخص اس نسب حقیقی کو سمجھیگا وہ تکبر نکریگا

| | |
|---|---|
| زخاک آفریدت خداوند پاک | پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک |

اور بعد اس معرفت اصل اور امر واقعی کے کھلنے سے متکبر بالنسب کی ایسی مثال ہوئی کہ ایک شخص
اپنے آپ کو ہمیشہ سید جانتا ہے اور اوسکے باپ نے بھی ایسے ہی کہدیا تھا کہ ہم سید ہین اسی جہت سے
اوسکو تکبر شرافت نسب کا تھا اسی حال مین چند سچے لوگون نے کہ جنکے قول مین جھوٹ کا شک نہین
یہ بیان کیا کہ یہ شخص حجام کا لڑکا ہے اور اس دعوی کو خوب برہان و حجت سے اوسکو سمجھا دیا اور اوسکے
دلمین کچھ شبہ باقی نرہا اور جان لیا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین تو اب وہ شخص کو کچھ غرور نسب کا نرہے گا
بلکہ اپنے تئین سب آدمیون سے حقیر ہو جاویگا اور اس اپنی ذلت کا ایسا دھیان دلمین جمے گا
کہ دوسرون پر تکبر کرنا سب بالای طاق ہو گا یہی حال دانا بصیر شخص کا ہے جب اپنی اصل کو سوچتا ہے
اور جانتا ہے کہ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا ہون تو تکبر نہین کرتا اسلیے کہ مثلا اگر اسکا باپ بھنگی یا حجام
یا کوئی اور ذلیل کام والا ہوتا تو یہ شخص اپنے آپ کو کمینہ سمجھتا اس وجہ سے کہ باپ کوڑا اور مٹی اوٹھاتا تھا
یا خون مین ہاتھ رکھتا تھا تو جب یہ معلوم ہوگا کہ خود مین ہی خاک اور خون سے بنا ہون تو بطریق
اولی اپنا کمینہ ہونا سمجھے گا دوسرا سبب کبر کا جمال ہے اور اوسکی دوا یہ ہے کہ اپنے باطن کو عاقلون
کیطرح دیکھے اور بہائم کیطرح ظاہر حال کو معاینہ نکرے اور جب باطن کو دیکھیگا تو ایسی فضیحتین ہونگی
جنسے جمال کا کبر گر ہو جاویگا مثلاً تمام اعضا مین آدمی کی پلیدی پر ہے پیٹ مین براز ہے اور مثانے
مین پیشاب اور ناک مین رینٹھ اور مونہہ مین تھوک اور کانون مین میل اور رگون مین خون اور جلد مین

جیسا اور بغل مین بدبو ہے اور باوجود اسکے دن مین ایک بار یا دو بار پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہو اور ہر روز ایک بار یا دو بار پیٹ کی بلا اٹھانے کو پاخانے مین جاتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ اوسکا دیکھنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے چھونا اور سونگھنا درکنار اور یہ سب اسیواسطے ہے تاکہ ہر وقت اسکو دمیان اپنی ناپاکی اور ذلت کا بنا رہے یہ حال تو حیات کا ہے اور ابتدای خلقت جس سے ہوئی ہے وہ معلوم ہی ہے کہ نطفہ اور خون حیض سے ہے اور دو بار پیشاب کے راستے سے نکلا ایک بار باپ کی پشت سے جب ماں کے پیٹ مین گیا اور رحم مین جو خون حیض کی جگہ ہے رہا اور ایک بار جب ماں کے پیٹ سے دنیا مین آیا چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رض ہمکو خطبے مین ہمارے نفسون کی ناپاکی ظاہر کرنے کو فرماتے کہ تم لوگ پیشاب کی جگہ سے دو بار نکلے ہو اور اسی بنا پر طاؤس رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا تھا کہ یہ چال اوس شخص کی نہین جسکے پیٹ مین غلیظ ہو جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذرا یہ ابتدا و وسط کا حال ہے۔ اور اگر ایام حیات مین ایک روز بھی اپنے بدن کی صفائی اور غسل نکرے تو بدبو اور پلیدی ایسی ہوجاوے جیسے چوپایون مین ہوتی ہے کہ وہ کبھی اپنے آپ کو غسل اپنے صفائی کے نہین ہوتے۔ پس جب آدمی تامل کرے کہ مین پلیدی سے پیدا ہوا اور پلید یون ہی مین رہا اور مرنے کے بعد بھی مردار پلید ہی ہوجاونگا تو اپنے جمال کو باعث فخر نسمجھے گا وہ تو گھورے پر کا سبزہ ہے کہ ظاہر مین ہرا ہرا معلوم ہوتا ہے اور اصل ناپاک ہے یا جنگل کا گلزار ہے کہ ابھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور کچھ دنون بعد تنکا تنکا ہوا مین اڑا پھرتا ہے۔ اور اگر بالفرض حسین آدمی کا جمال دیرپا ہوتا اور ان سب خرابیون سے مبرا تب بھی اوسپر واجب تھا کہ اپنے جمال سے بدصورت پر تکبر نکرتا اسلیے کہ بدصورت کی بدصورتی اوسکے اختیار مین نتھی کہ اوس سے بچ رہتا اور نہ خوبصورت کی خوبصورتی اوسکے اختیار مین ہے کہ اوسکی تعریف کیجاوے اور اوسکے جمال کو کچھ قیام ہی نہین ہر دم یہ خوف لگا ہوا ہے کہ جاتا رہے ذرا سے مرض یا چیچک یا زخم یا کسی اور سبب سے زائل ہوجاتا ہے اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ خوبصورت آدمی انھین اسباب سے بدصورت ہوگئے ہین تو ان باتون کو جاننا اور اکثر سوچنا دل مین سے جمال کے کبر کو اوکھاڑ دیتا ہے تیسرا سبب تکبر کا زور و قوت ہے اسکا علاج یہ ہے کہ جو مرض اور بیماریان آدمی پر مسلط ہین اونکو تامل کرے کہ اگر ایک رگ مین بھی درد ہوجاتا ہے تو سب عاجزون سے بدتر ہوجاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلیل نکما ہوتا ہے

| چو عضوے بدرد آورد روزگار | دگر عضوہا را نماند قرار |
|---|---|

اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر کوئی مکھی کچھ چھین لے تو اوس سے نہین لے سکتا اور اگر کچھ ناک مین

گھس جاوے یا چیونٹی کان میں چلی جاوے تو باعث ہلاک ہو اور اگر کانٹا پانون مین لگ جاوے تو عاجز کردے ایک دن کے بخار مین مدت کا زور جاتا رہتا ہے پس جس شخص سے تحمل کانٹے کا نہو سکے اور مچھر اور چیونٹی کی تاب نلاوے اور مکھی کو اپنے اوپر سے نہ ٹال سکے اوسکو چاہیے کہ اپنی قوت کا فخر نکرے اور اگر بالفرض انسان طاقت ور بھی ہو تو گدہے اور گاے اور ہاتھی گھوڑے سے زبردست نہوگا پھر ایسی صفت مین کیا فخر رہا جسمین بہائم بڑھکر ہون چوتھا سبب توانگری اور کثرت مال ہے اور اسی مین کثرت یار و مددگار اور بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر تکبر کرنا بھی شامل ہے اور انمین سے ہر ایک چیز پر تکبر کرنا جمال و قوت وغیرہ کے تکبر کے مانند نہین اسواسطے کہ جمال وغیرہ تو داخل انسان تھا یہ چیزین تو اوسکی ذات سے خارج ہین اور یہ قسم تکبر کی سب سے بری ہے اسلیے کہ جو اپنے مال کا تکبر کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی اپنے گھوڑے یا گھر کا تکبر کرتا ہے تو اب اگر گھوڑا مرجاوے یا گھر مسمار ہو جاوے تو ذلیل کا ذلیل رہجاویگا اور جو شخص بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر متکبر ہے اور اپنے آپ مین کوئی وصف نہین رکھتا اوسنے اپنے کام کی بنیاد اوس دل پر رکھی ہے جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش رکھتا ہے یعنے بادشاہون کا دل ہمیشہ متغیر رہتا ہے گاہ بسلامے برنجند وگاہ بدشنامے خلعت دہند اگر ذرا سی بات مین بگڑ جاوین تو جو لوگ اپنے آپ کو ذی عزت سمجھتے تھے وہ سب سے ذلیل ہو جاتے ہین اور جو شخص ایسی چیز سے تکبر کرے جو اوسکی ذات مین نہو وہ کھلا جاہل ہے مثلاً جو توانگری کا تکبر رکھتے ہین اگر تامل کرین تو کفار مین اون سے زیادہ ثروت والے ہین پس تف ہے ایسے شرف پر کہ جسمین کفار بڑھکر ہون اور تف ہے ایسے فضل پر کہ جسکو چور ایک لحظے مین چرا لے اور مالک ذلیل و مفلس رہجاوے غرضکہ یہ اسباب ایسے ہین کہ آدمی کی ذات مین داخل نہین اور جو ذات مین داخل ہین اونکا ہمیشہ قائم رکھنا آدمی کے اختیار مین نہین اور آخرت مین وبال و مصیبت کے باعث ہونگے پس اون پر فخر کرنا عین جہالت ہے اور یہ بھی بات قابل غور ہے کہ جس چیز پر آدمی کو اختیار نہین وہ اوسکی ملک نہین ہو سکتی اور یہ سب چیزین ایسی ہی ہین کہ آدمی کے اختیار مین نہین بلکہ مالک حقیقی کے اختیار مین ہین اگر وہ چاہے تو پاس رہ سکتی ہین ورنہ چاہے تو نہین رہ سکتین آدمی تو ایک غلام مملوک ہے کہ کسی چیز پر اسکا قابو نہین تو جسکو یہ حال معلوم ہو جاوے اوسکا کبر ضرور ہی دور ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص عاقل اپنی قوت و جمال و مال و دولت اور حریت اور زیادتی مکانات اور کثرت جاہ و ... کا فخر کرتا ہے اسی اثنا مین دو عادل گواہون نے

کسی منصف حاکم کے سامنے گواہی دی کہ یہ شخص فلانے کا غلام ہے کیونکہ اسکے ماں باپ اوسکے مملوک تھے اور حاکم نے بطور اطلاع مالک کو خبر کردی اور مالک نے آکر اوسپر بھی قبضہ کر لیا اور تمام اوسکا مال لے لیا اور وہ باوجود مال جانے کے یہ بھی خوف رکھتا ہے کہ کہین ان اموال مین افراط و تفریط کرنے اور اصل مالک کو اطلاع نہ دینے کی سزا نہ ملے کہ مالک کی جستجو مین تقصیر کیون کی اور اسپر اور مصیبت یہ کہ وہ شخص ایسے گھر مین بند کیا جاوے کہ جہان سانپ بچھو اور حشرات الارض بہت سے ہون کہ ہر دم ہر ایک سے ڈرے اب اوسکا حال یہ ہو گیا کہ نہ تو اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ کوئی تدبیر نجات کی جانتا ہے تو بھلا ایسا شخص جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قدرت و ثروت اور قوت و کمال کا فخر کریگا یا اپنے دل مین ذلیل و خفیف ہوگا۔ یہی حال عاقل بصیر کا ہوتا ہی کہ وہ بھی اپنے نفس کو ایسا ہی جانتا ہے کہ نہ مین مالک اپنی گردن کا ہون نہ بدن کا نہ اعضا اور مال کا اور باوجود اسکے آفات اور شہوات اور امراض کو اپنے سینے سانپ بچھو سمجھتا ہے کہ ہر دم اونسے خوف ہلاک ہونے کا ہے پس جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قوت و قدرت پر تکبر نہین کرنے کا کیونکہ اوسکو تو معلوم ہے کہ نہ مجھے کچھ قدرت ہے نہ قوت تو جو اسباب تکبر کے آدمی کی ذات سے خارج ہون اونکے علاج کا طریق یہی ہے اور یہ طریق علم اور عمل پر تکبر کرنے کے علاج کی بہ نسبت آسان ہے اسلیے کہ علم و عمل نفس کے دو کمال ہین اور نفس کا خوش ہونا اونسے زیبا ہے مگر اونپر تکبر کرنے مین ایک طرح کی خفیہ جہالت ہے جسکا ہم ذکر کرتے ہین چوتھا سبب تکبر کا علم ہے اور وہ بڑی آفت اور بڑے امراض مین سے ہے جسکا علاج سہل نہین بلکہ نہایت محنت و شدت سے ہوتا ہے اسواسطے کہ علم کی قدر خداے تعالی کے نزدیک اور بندونکے نزدیک بڑی ہے اور اوسکی قدر مال و جمال سے اور سب چیزون سے بڑھکر ہے بلکہ مال و جمال کو کچھ بھی رتبہ نہین مگر علم اور عمل اونکے ساتھ ہون اور اسی جہت سے حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ علم کی طغیانی مثل مال کی طغیانی کے ہے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب عالم لغزش کھاتا ہے تو اوسکی لغزش سے ایک عالم لغزش کھاتا ہے پس چونکہ فضائل علم کے شریعت مین اس کثرت سے ہین اسلیے عالم آدمی سے نہین ہوسکتا کہ اپنے آپکو جاہل سے بڑھکر نجانے اور اس کبر کے دور کرنے کے لیے اوسکو دو باتون کا جاننا چاہیے اول تو یہ کہ اللہ تعالی کی حجت اہل علم پر مستحکم تر ہے اور جاہل سے اتنا برداشت کیا جاتا ہے کہ عالم سے اوسکا دسوان حصہ بھی برداشت نہین کیا جاتا کیونکہ جو شخص جان بوجھکر خداے تعالی کی نافرمانی کرے اور علم کا حق نعمت ادا نکرے اوس سے زیادہ کیا گناہ ہوگا اور یہین لحاظ حدیث شریف مین ہے کہ قیامت کے روز عالم بلایا جاویگا اور دوزخ مین ڈال دیا جاویگا اوسکی انتڑیان نکل پڑینگی اور اوسکو ایسا چکر دینگی

جیسا گدھا چکی پھراتا ہے دوزخی اوسکے گرد جمع ہوکر پوچھینگے کہ تیرا کیا حال ہے کہیگا کہ میں دوسرون کو
نیکی کا امر کرتا تھا اور خود نیکی نہ کرتا تھا اور بدی سے دوسرون کو منع کرتا تھا اور خود اوسکا مرتکب تھا اور
خداوند کریم نے عالم بے عمل کو گدھے اور کتے سے مشابہت دی ہے چنانچہ فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاۃَ
ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا اس آیت سے علماء یہود مراد ہیں اور
بلعم بن باعورا کے حال میں فرمایا وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْھَا
یہانتک کہ فرمایا فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْھَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْھَثْ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بلعم کو کتاب عنایت ہوئی تھی اوسنے شہوات زمین کو پسند کرکے
ہمیشہ اوسپر رہنا چاہا اور اوسکے لیے حکمت کا دیا جانا یا نہ دیا جانا برابر ہے وہ کسی صورت مین شہوت
نچھوڑیگا۔ پس عالم کو یہی خطر کافی ہے کونسا عالم ہے جسنے اتباع شہوت نہ کیا ہو اور کونسا عالم ہے
جسنے ایسی نیکی کا امر نہ کیا ہو جسکا عامل خود نہ ہوا ہو تو جس عالم کے دل مین بہ نسبت جاہل کے اپنی قدر
زیادہ معلوم ہو اوسکو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر بڑی ہے ویسی ہی دوسرونکی نسبت مجھے
اندیشہ بھی بہت زیادہ ہے دونون باتین ایک دوسرے کا بدلہ ہوگئین اور عالم کی مثال ایسی ہے
جیسے کسی بادشاہ کو دشمنون کی کثرت سے اپنے جان کا اندیشہ ہو کہ ایسا شخص اگر گرفتار ہو جاوے
اور سیاست کیا جاوے تو اوسوقت یہی تمنا کرتا ہے کہ اگر فقیہ ہوتا تو خوب ہوتا اسیطرح بہت عالم
قیامت مین اسی بات کی آرزو کرینگے کہ کسیطرح جاہلون ہی کی طرح بچ جاوین معاذ اللہ منہا غرض یہ خطر
مانع تکبر ہے اسلیے کہ اگر دوزخی ہے تب تو سور بھی اوس سے بہتر ہے تو تکبر کس بات کا کرتا ہے
عالم کو بچاہیے کہ اپنے جی مین صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی بڑھکر ہو دیکھو اونمین سے بعض فرماتے تھے کہ کاش
میری مان مجھے نہ جنتی اور بعض ایک گھاس کا تنکا اوٹھاتے اور کہتے کہ اگر مین تنکا ہوتا تو خوب ہوتا
اور بعض فرماتے کہ اگر مین پرند ہوتا اور لوگ کھا جاتے تو اچھا تھا اور بعض ارشاد کرتے کہ کیا خوب ہوتا
جو میرا ذکر ہی دنیا مین نہوتا یہ سب اقوال انجام کے خوف کے سبب تھے اپنے آپ کو پرند اور خاک سے
برا سمجھتے تھے اور جب عالم خطر عاقبت کا فکر زیادہ کریگا تو بالکل کبر جاتا رہیگا اور اپنے نفس کو سب
خلق سے برا جانیگا اور اوسکی مثال ایسی ہوگی کہ مثلاً کسی غلام کو اوسکے آقا نے چند باتون کا حکم دیا
اوسنے اونکو کرنا شروع کیا مگر بعض امور ترک کردیے اور بعضونمین نقصان کردیا اور بعضون مین
شک ہے کہ آقا کی مرضی کے موافق ادا ہوے یا نہین پھر اوسکو ایک خبر رسان نے خبر دی کہ تیرے
آقا نے ایک ایلچی بھیجا ہے اور تجھکو اس مال و متاع سے ننگا اور ذلیل کرکے بلالیا ہے کہ اپنے

نزدیک دوزخی ہوا اور اوسکو معلوم نہوا اوس سے رتبے مین کتا اور سور بہتر ہین دیکھو حضرت عمر رضہ
کو قبل اسلام کے بہت مسلمان حقیر جانتے تھے اور کفر کے باعث نفرت کرتے تھے مگر آخر مین
اللہ تعالی نے اونکو ایسا اسلام عنایت فرمایا کہ سواے حضرت ابوبکر رضہ کے اور سب سے بہتر ہوے پس بندونکو
انجام کار پر نظر نہین ہوتی اور دانا آدمی ہمیشہ خاتمے ہی کا لحاظ کرتے ہین اور تمام فضائل دنیاوی
خاتمے ہی کے واسطے مطلوب ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو یہی شایان ہے کہ کبھی
تکبر نکرے بلکہ اگر جاہل کو دیکھے تو دل مین یہ کہے کہ اسنے تو جہالت کے باعث خداے تعالی کی نافرمانی
کی اور مین نے جان بوجھکر نافرمانی کی تو یہ شخص میری نسبت معذور تر ہے اور اگر عالم کو دیکھے تو
یون کہے کہ یہ مجھسے زیادہ جانتا ہے مین اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور اگر عمر مین بڑے کو
دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اسنے مجھسے پہلے اللہ کی اطاعت کی مین اسکی برابر نہین ہو سکتا اور اگر
چھوٹے کو دیکھے تو یہ تصور کرے کہ مین نے اس سے پہلے خدا کی نافرمانی کی اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون
اور اگر بدعتی یا کافر کو دیکھے تو یہ سوچے کہ مجھے معلوم نہین شاید انکا خاتمہ اسلام پر ہو اور میرا خاتمہ
کفر و بدعت پر ہو کیونکہ ہدایت ہمیشہ کچھ میرے اختیار مین تو نہین جیسے کہ ابتداے ہدایت
میرے قبضے مین نہ تھی غرض فکر خاتمہ سے کبر اپنے نفس کا دور کرنا چاہیے یعنی یہ جاننا چاہیے کہ کمال آدمی کا
اسی مین ہے کہ سعادت اخروی اور قرب الی اللہ سے بہرہ اندوز ہو یہ چیزین جو دنیا مین ہین اور
جنکو کچھ قیام نہین انمین کچھ کمال نہین اور ہر چند خطر خاتمہ کا متکبر مین اور جسپر تکبر کرتا ہے اوسمین
مشترک ہے مگر ہر ایک پر یہی لازم ہے کہ بتمام ہمت اپنے نفس کیطرف مشغول ہو اور اپنے خاتمے کا
خوف کرے دوسرے کے خوف مین مشغول ہونا نچاہیے اسواسطے کہ خائف آدمی نہایت ہی
بدظن ہوتا ہے اور ہر ایک شخص کو اپنی ہی جان کا زیادہ خوف ہوتا ہے مثلا اگر بہت سے لوگ
قید مین ہون اور اونسے کوئی قصور ایسا ہوا ہو کہ سب کے واسطے گردن مارنے کا حکم ہوا ہو
تو اونکو اس بات کی مہلت نہوگی کہ ایک دوسرے پر تکبر کرین گو تردد مین سب یکسان ہین بلکہ
ہر ایک کو اپنی جان کا رنج دوسرے کے حال پر متوجہ نہین ہونے دیتا گویا ساری مصیبت
اور خطر ایک ہی کے سر ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تمکو حکم ہے کہ بدعتی اور فاسق سے بغض اللہ رکھو
اور تمھاری تقریر سے اونکے ساتھ تواضع کرنی پائی جاتی ہے تو ان دونون باتون کا جمع
ہونا ضدین کا جمع ہونا ہے پس جاننا چاہیے کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اکثر لوگون پر مشتبہ
ہو جاتی ہے کیونکہ بدعت و فسق پر خدا کے لیے غصہ کرنے مین کبر نفس اور علم و

...ع کا غرور بھی شامل ہوجاتا ہے بہت سے جاہل عابد اور مغرور عالم ایسے ہوتے ہین کہ جہان اونکے برابر کوئی فاسق بیٹھا اوسکو اپنے پاس سے ہٹا دیتے ہین اور کنارہ کشی کرتے ہین اور یہ گمان کرتے ہین کہ ہم نے غصہ خدا کے واسطے کیا حالانکہ واقع مین یہ امر کبر باطن کی جہت سے سرزد ہوا جیسا کہ ابھی قصہ عابد بنی اسرائیل اور فسادی کا گذر چکا ہے اور وجہ مشتبہ ہونے کی یہی ہے کہ مطیع آدمی پر تکبر کرنا تو ظاہر ہے کہ برا ہے اور اوس سے بچنا بھی ممکن اور سہل ہے مگر بدعتی اور فاسق پر تکبر کرنا ایسا معلوم پڑتا ہے کہ گویا خدا کیواسطے غصہ کیا ہے اور چونکہ غصہ خدا کیواسطے کرنا بہتر ہے اسواسطے بدعتی اور فاسق پر کبر بادی النظر مین بہتر معلوم ہوتا ہے علاوہ ازین غصہ کرنے والا جس شخص پر غصہ کرتا ہے اوسپر تکبر بھی کرتا ہے اور تکبر کرنے والا غصہ کرتا ہے پس کبر اور غضب ایکدوسرے کے موجب ہوتے ہین اور ایسے باہم مختلط ہین کہ انمین تمیز سوای توفیق یافتگون کے اور کسیکو نہین ہوسکتی پس اس مخمصے سے نجات کی صورت یہ ہے کہ جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے یا اونکو امر معروف اور بری بات سے منع کرے تو تین باتین دل مین اوسوقت موجود ہونی چاہیئن اول یہ کہ جو خطائین اپنے آپ سے سرزد ہوئی ہون وہ پیش نظر کرے تاکہ اپنا نفس اپنی انکھون مین حقیر ہوجائے دوسرے یہ کہ جس بات سے اپنے آپ کو فضیلت ہے یعنی علم یا عمل صالح یا امر حق کا عادی ہونا وغیرہ اوسکو یہ لحاظ کرے کہ خدای تعالی کے انعام اور احسان سے مجھ مین یہ باتین ہین میرے اختیار و قدرت سے نہین ہین کہ اپنے نفس کو اونکے باعث برا سمجھون اور دوسرے پر تکبر کرون تیسرے یہ کہ اپنا اور دوسرے کا خاتمہ معلوم نہین ہوسکتا ہے کہ میرا خاتمہ برا ہوا اور اوس بدعتی یا فاسق کا خاتمہ اچھا ہو غرض ان تینون باتون کے پیش نظر کرنے سے تکبر سے محفوظ رہیگا باقی رہا یہ کہ ان تینون باتون کے ہوتے غصہ کیسے ہوگا تو معلوم کرنا چاہیے کہ غصہ اپنے مولی اور آقا کے لیے چاہیے اپنے نفس کی خاطر نچاہیے کیونکہ اوسکا حکم ہے کہ غصہ میرے واسطے کرو اپنے نفسون کے لیے مت کرو پھر غصے مین یہ نسمجھے کہ مین بچ جاؤنگا اور یہ بدعتی ہلاک ہوجاویگا بلکہ اپنے نفس پر خوف خفیہ گناہون کا جو خدای تعالی کو معلوم ہین دوسرے کی نسبت زیادہ تر چاہیے اور معہذا خاتمے کا حال بھی معلوم نہین۔ اب ہم ایک مثال لکھتے ہین جس سے یہ معلوم ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص خدا کیواسطے غصہ کرے وہ اوسپر تکبر بھی کرے یا اپنا رتبہ اوسکے رتبہ سے بڑھکر سمجھے فرض کرو کہ ایک بادشاہ کے ایک لڑکا اور ایک غلام ہے پادشاہ نے غلام کو لڑکے پر متعین کر دیا ہے کہ اسکی حفاظت کرنا اور جو حرکت خلاف ادب کرے اوسپر مارنا اور نامناسب افعال پر جھڑک دینا پس اگر غلام کو اپنے آقا کی محبت اور اطاعت منظور ہوگی تو ضرور ہے کہ جب وہ لڑکا کچھ بے ادبی یا نالائق کام کرے گا

اوسپر غصہ ہوگا اور منع کریگا اور مار یگا اور یہ غصہ صرف اپنے آقا کی جہت سے کرتا ہے کہ اوسنے حکم کیا تھا اور اوسکی فرمانبرداری موجب فلاح و تقرب ہے اور غصہ ایسی بات پر کیا جو آقا کو بری لگتی ہے یہ سب کچھ ہے مگر اوسپر تکبر نہین کرتا بلکہ متواضع ہی رہتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے کہ آقا کے سامنے جو اسکا رتبہ ہے وہ میرا کہان ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور چیز ہے اور تکبر اور چیز غصہ کے لیے تکبر اور ترک تواضع ضروری نہین اسیطرح جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے تو خیال کرے کہ شاید آخرت مین خدا کے نزدیک اونہین کی قدر زیادہ ہو اگر تقدیر مین اونکا خاتمہ اچھا لکھا ہے اور میری تقدیر مین برا خاتمہ ہے جسکی مجھے خبر نہین ہان غصہ اونپر کرنا چاہیے اس نظر سے کہ خدای تعالی کا حکم ہے اور محبت الٰہی اسکی مقتضی کہ جو فعل اوسکی مرضی کے خلاف جس کسی سے سرزد ہو اوسپر غصہ کرے اور چونکہ اون شخصون کا خدا کے نزدیک آخرت مین اپنے آپ سے اقرب ہونا ممکن ہے تو اس نظر سے اونکے ساتھ تواضع کرے۔ دانا عالمون کا بغض اسیطرح ہوتا ہے کہ اوسمین خوف اور تواضع ملے رہتے ہین اور مغرور اسکے برعکس ہین وہ اپنے نفس کیواسطے دوسرون کی نسبت کر زیادہ توقع رکھتے ہین اور انجام کا حال معلوم نہین واقع مین اونکو بڑی غلطی ہوئی ہے۔ تو جو لوگ گناہگار یا معتقد بدعت ہین اونسے تواضع کرنی اور غصہ کرنے اور علیحدہ رہنے کا یہ طریق ہے۔ ساتوان سبب عبادت اور ورع پر تکبر کرنا اور یہ بھی بندون پر بڑے امتحان کی چیز ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے دل مین تمام خلق کے ساتھ متواضع ہونا لازم کرے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ سے علم زیادہ رکھتا ہو اوسپر تو کسی صورت سے تکبر کرنا نہین چاہیے اسلیے کہ علم کی فضیلت بہت ہے چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى اَدْنٰى رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ اسیطرح بہت روایات اسباب مین ہین پس اگر عابد یون کہے کہ اس سے فضیلت علمای باعمل کی ہی عالم فاجر کی فضیلت نہین پائی جاتی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ تمکو معلوم نہین اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اور جسطرح یہ ہوسکتا ہے کہ علم کے سبب عالم سے بازپرس ہو اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ علم عالم کی نجات کا وسیلہ اور اوسکے گناہون کا کفارہ ہو اور یہ دونون باتین اخبار سے ثابت ہین اور چونکہ یہ امر عابد آدمی سے پوشیدہ ہے اوسکو معلوم نہین ہو سکتا کہ عالم کا علم اوسکے حق مین کیسا ہوگا لہذا اوسکو حقارت عالم کی نہ چاہیے بلکہ تواضع ہی چاہیے اور اس تقریر سے کوئی عالم بھی اپنے نفس کو عابد سے اچھا نجانے اسواسطے کہ گویا عتبار حدیث فضیلت عالم کی اوسکو فضیلت ہے مگر اس

اعتبار سے کہ خاتمے کا حال مشکوک ہے اس امر کا بھی احتمال ہے کہ عالم نزع کے وقت ایسا ہو جاوے کہ ایک ہی گناہ کے سبب اوسکا حال خدا کے نزدیک جاہل فاسق سے بھی بُرا ہو اور یہ اوس گناہ کو خفیف سمجھتا ہو مگر خدا کے نزدیک وہ بڑا گناہ ہو اور جب یہ حال ممکن ہوا تو عالم کو ہمیشہ اپنے نفس کا خوف چاہیے غرضکہ عالم ہو خواہ عابد ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کا خوف ضرور ہے اور اسکا اونکو حکم ہے دوسرے کے نفس پر خوف کرنے کا مامور نہین اپنے نفس پر ہمیشہ خوف کرتا ہے اور دوسرے کیواسطے رجا اور انھین باتون سے تکبر سے بچا رہیگا۔ یہ حال عابد کا عالم کے ساتھ ہے اور غیر عالم کی دو قسمین ہین ایک تو مستور الحال اور ایک ظاہر حال جن لوگون کا حال اسپر منکشف نہین اونپر بھی تکبر نچاہیے کیونکہ شاید وہ لوگ عابد کی نسبت کم گناہگار ہون اور عبادت زیادہ کرتے ہون اور خدا کے ساتھ محبت زیادہ رکھتے ہون اور جن لوگون کا حال کہ عابد پر ظاہر ہو پس اون پر تکبر جبھی کر سکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اوسنے تمام عمر مین اون لوگون کی نسبت گناہ کم کیے ہین اور چونکہ تعداد تمام عمر کے گناہون کی نہ اپنے گناہون کی معلوم ہو سکتی ہے نہ غیر کی تو یہ معلوم ہونا کہ ہمارے گناہ دوسرے کی نسبت کم ہین غیر ممکن ہے اور اسلیے تکبر کرنا بھی بیجا ہے۔ ہان یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلان شخص نے ہماری نسبت گناہ کبیرہ زیادہ کیے ہین مثلاً اگر کسیکو دیکھا کہ اوسنے قتل ناحق کیا یا زنا کیا یا شراب پی تو معلوم ہوا کہ اوسکا گناہ سخت ہے مگر باوجود اسکے تکبر نچاہیے اسواسطے کہ دل کے گناہ مثلاً کبر اور حسد اور ریا اور خیانت اور اعتقاد باطل اور وسوسہ خدا کی صفات مین یا اور اسیطرح کا گناہ سب خدا کے نزدیک بہت سخت ہین تو ایسا ہو سکتا ہے کہ عابد آدمی کے باطن مین کوئی ایسا گناہ ہو جاوے جس سے وہ خدا کے نزدیک مستحق غضب ہو اور فاسق معلن سے کوئی ایسی اطاعت قلبی مثل اخلاص یا محبت للہی یا خوف یا تعظیم کے بروی کار آوے جو عابد مین نپائی جاوے اور خدای تعالی اوس طاعت کے بدلے اوسکے گناہ معاف فرماویگا اور اسکا حال قیامت کو کھلے جب کہ عابد اوس فاسق کو اپنے نفس سے بدرجہا اوپر دیکھے بہرحال فاسق کے بہتر ہو جانے مین امکان پایا جاتا ہے اور عابد کا بُرا ہو جانا ایک احتمال ضعیف وبعید ہے لیکن احتمالات بعید جو اپنے مضر ہون اونکو احتمال قریب ہی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ خوف اپنے نفس کا ہو اسلیے دوسرے کے حال کا فکر نچاہیے بلکہ جو چیز اپنے حق مین خوفناک ہو اوسیکا فکر چاہیے کیونکہ اپنا گناہ دوسرا تو کوئی اوٹھانے سے رہا اور نہ دوسرے کے عذاب سے اپنا عذاب ہلکا پڑیگا۔ ایسی باتین سوچنے سے طبیعت تکبر کیطرف سے ہٹ جاتی ہے اور یہ اپنے نفس کو دوسرے سے بہتر نہین سمجھتی۔ وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ آدمی کی عقل جب پوری ہوتی ہے

جب اوسمین دس خصلتین ہوتی ہین اونمین سے نو بیان کرے دسوین نو نسر کو دسوین خصلت سے بزرگی کی پشتی ہو جاتی ہے اور بول بالا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور اوسکے نزدیک آدمی دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو اوس سے افضل اور اعلی ہین اور ایک وہ جو اوس سے کمتر و ادنی ہین تو اوسکو دونون فرقون کے ساتھ تواضع چاہیے اگر اپنے آپ سے کسی بہتر کو دیکھے تو خوش ہو اور تمنا کرے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاون اور اگر برے کو دیکھے تو کہے کہ شاید یہ نجات پاوے اور مین ہلاک ہو جاون اور شاید یہ کچھ باطن مین خیر کرتا ہو اوسکے حق مین اچھی ہے اور مین نجانتا ہون یا کوئی اور عمدہ عبادت ہو جسکے باعث اللہ تعالی اسپر رحم کرے اور توبہ قبول فرماوے اور اسکا خاتمہ اچھا ہو اور میری نیکی ظاہری ہے یہ میرے حق مین اچھی نہین اور وہ طاعت کہ مین نے ظاہر مین کی ہے اوسمین ہو سکتا ہے کہ کوئی آفت آگئی ہو جس سے اوسکا ثواب جاتا رہا ہو جب دونون فریق سے اسطرح پیش آویگا تب اوسکی عقل پوری ہوگی اور اپنے وقت کا سردار رہیگا انتہی پس جو شخص کہ خدا کے نزدیک بدبخت ہو سکتا ہے اور قلم تقدیر بھی اوسکی شقاوت پر چل چکا ہے اوسکو تو کسی حال مین تکبر کرنا نہ چاہیے اگر کسیکو غلبہ خوف ہوتا ہے تو ہر ایک شخص کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہے اور فضیلت اسیکا نام ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد ایک پہاڑ پر جا رہا اوسکو خواب مین یون حکم ہوا کہ فلانے موچی سے جا کر اپنے لیے دعا کرا عابد اوسکے پاس آیا اور پوچھا کہ تمھارا عمل کیا ہے اوسنے کہا کہ مین دن کو روزہ رکھکر مزدوری کرتا ہون اور اوسمین کچھ خیرات کرتا ہون اور کچھ بال بچون کو کھلاتا ہون عابد پھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ عمل تو اچھا ہے ایسا تو نہین جیسا صرف خدا کی طاعت کے سوا اور کچھ نکرے دوسری بار پھر خواب مین اوسکو دکھا کہ موچی سے جا کر پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیون ہے جب آکر دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر پڑتا ہے مین یہی تصور کرتا ہون کہ یہ تو نجات پاویگا اور مین ہلاک ہو جاونگا تب عابد نے کہا کہ اسی وجہ سے یہ شخص مقبول ہے۔ اور اس خصلت یعنی خوف کی فضیلت قرآن مجید سے بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ یعنی طاعت بجا لاتے ہین مگر اونکے قبول ہونے کا بڑا خوف رکھتے ہین اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ اور فرمایا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ور باوجودیکہ فرشتے گناہون سے پاک ہین اور ہمیشہ عبادت مین مصروف اونکا وصف بھی خوف سے فرمایا جیسا کہ اس آیت مین يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ پس جب خوف اور

جاتا رہتا ہے جیسے کبر سو جھاتا ہے اور خاتمہ کے وقت غلبہ بیخوفی کا آپ کھل جاتا ہے کبر کرنا ہی دلیل بیخوفی کی ہے اور بیخوف ہونا دونوں مہلک ہیں اور تواضع دلیل خوف کی ہے جو باعث نجات ہے اس سے معلوم ہوا کہ عابد جو اپنے دل میں کبر رکھتا ہو اور لوگوں کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہو اور ظاہر میں اعمال صالح بھی کرتا ہو تو جتنی برائی کہ کبر سے ہوگی اوتنی بھلائی اعمال سے نہوگی یہ باتیں ایسی ہیں کہ انکا جاننا کبر کو دل سے دور کرتا ہے انکے سوا اور کسی چیز سے نہیں جاتا مگر یہ کہ نفس بعد اس معرفت کے تواضع پوشیدہ رکھتا ہے اور جھوٹا دعوی برات کا کبر سے کرتا ہے جب کوئی بات آ پڑتی ہے تو اپنی طبیعت ہی پر آ جاتا ہے اور اپنے وعدے کو بھول جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف پہچان لینا کبر کا علاج کے لیے کافی نہیں بلکہ اوسکا پورا کرنا عمل سے چاہیے اور پہچان کبر کی مواضع میں متواضعوں کے افعال سے نفس کا امتحان لینا چاہیے ہر چند امتحان بہت سے ہیں مگر پانچ امتحانوں سے اوسکے باطن کا حال معلوم ہو جاتا ہے پہلا امتحان یہ ہے کہ کسی اپنے ہمسر سے کسی مسئلہ میں مناظرہ ہو اور اوسوقت طرف مقابل کی زبان پر حق جاری ہو پس اگر اوسپر امر حق کو ماننا اور طرف مقابل کا شکور ہونا اور بیان حق پر اوسکی تعریف کرنی گران گذرے تو معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی مجھ میں کبر چھپا ہوا ہے اوسوقت چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور اس کبر کے علاج میں مشغول ہو اول علمی علاج کرے کہ اپنے نفس کو اوسکی خست یاد دلائے اور خاتمے کا تردد یاد کرے اور یہ کہ کبر سوا ہی خدای تعالی کے اور کسی کی شان کے شایان نہیں اور علاج عملی سطح کرے کہ قبول حق کا اقرار جو نفس پر گران ہے اوسکو بزور قبول کرے اور بتکلف زبان سے حمد و ثنا طرف مقابل کی کرے اور اوسکا شکر گزار ہو کہ آپنے خوب بات نکالی میں آپ سے غافل تھا خدای تعالی آپکو جزای خیر دے غرض حکمت و دانائی کی بات مومن کی گم ہوئی چیز ہے جب اوسکو ملجائے تو جس شخص نے بتلائی ہو اوسکا شکر گزار ہو جب اسطرح چند مرتبہ مواظبت کریگا تو یہ بات اوسکی سرشت ہو جاویگی اور دل پر حق کا قبول کرنا گران نرہیگا - اور جب تک آدمی کو اپنے ہمسروں کی تعریف گران گذرے جب تک کبر موجود ہے اور اگر تنہائی میں تو گران نہیں معلوم ہوتی مجمع میں تعریف کرنا شاق ہوتا ہے تو اس صورت میں کبر تو نہیں مگر ریا ہے اوسوقت ریا کا علاج کرے جیسا ہمنے پہلے لکھا ہے کہ لوگوں سے طمع منقطع کرلے اور دلکو یہ بات یاد دلائے کہ اوسکا نفع اسیمیں ہے کہ خود اوسمیں کوئی کمال ایسا ہو جو خدا کے نزدیک اچھا ہو نہ خلق کے نزدیک اسطرح کی اور باتیں جو ہمنے ریا کے علاج میں لکھی ہیں سوچے اور اگر تنہائی اور مجمع میں دونوں میں شاق معلوم ہو تو کبر اور ریا دونوں ہونگے اور صرف ایک چیز سے نجات ہو جانے سے کچھ فائدہ نہیں جب تک کہ دوسرے سے بھی نہ بچے اسلیے دونوں کا علاج چاہیے

کیونکہ دونون مرض مہلک ہین دوسرا امتحان یہ ہے کہ اپنے ہمسرون اور برابر والون کے ساتھ محفلون مین جمع ہو اور اونکو اپنے اوپر ترجیح دے اور اونکے پیچھے پیچھے چلے اور صدر جگہہ مین اونسے نیچے بیٹھے اگر یہ بات نفس پر شاق ہو تو متکبر ہے اسپر مواظبت تکلف کرے یہان تک کہ اس امر کی گرانی دل سے جاتی رہے اس سے کبر بھی جاتا رہیگا۔ اور ایسی صورت مین ایک شیطان کا فریب بھی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جوتیونکے پاس بیٹھتا ہے یا اپنے ہمسرون اور اپنے درمیان مین کسی ارذل قوم کو بٹھلا دیتا ہے اور جانتا ہے کہ مین نے تواضع کی حالانکہ اصل مین یہ کبر ہوتا ہے اسلیے کہ متکبرون کے نفس پر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہے اور وہ وہم کرتے ہین کہ ہمنے باوجود استحقاق کے اپنی جگہہ چھوڑدی تو واقع مین تکبر کرتے ہین مگر اظہار تواضع سے تکبر کرتے ہین بلکہ یون چاہیے کہ اپنے ہمسرون کے پاس ہی بیٹھے مگر اونسے دبا ہوا بیٹھے اسطرح کا بیٹھنا کبر کی برائی دل سے نکالڈالتا ہے تیسرا امتحان یہ ہے کہ اگر کوئی فقیر دعوت کرے تو اوسکو قبول کرے اور رفقا اور اقارب کی حاجات کے لیے بازار مین جاوے اگر یہ امر شاق ہو تو کبر ہے کیونکہ یہ افعال مکارم اخلاق مین سے ہین اور انپر بہت بڑا ثواب ہے پھر جو نفس انسے نفرت کرتا ہے تو بجز اسکے کہ خبث باطنی ہے اور کوئی وجہ نہین ہے ایسی صورت مین اوسکے دور کرنے مین مشغول ہو اور جو معارف کہ ہمنے کبر کے مرض کے دور کرنے مین ذکر کیے ہین اون سب کو یاد کرے چوتھا امتحان یہ ہے کہ اپنی اور اپنے گھر والون اور دوستون کے کام کی چیز بازار سے گھر لے آوے اگر نفس اس بات کو نمانے تو کبر ہے پھر اگر تنہائی مین شاق نہ گذرے تو ریا ہے بہر صورت کبر اور ریا دونون امراض دلی مہلک ہین اگر اونکا تدارک نکیا جاوے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگون نے دل کا علاج تو بالکل چھوڑ دیا اور بدن کا علاج بہت کرتے ہین باوجودیکہ بدن کا علاج کرین یا نکرین اونکو موت بیشک آویگی اور دلون کو بدون سلامتی کے سعادت نہین مل سکتی چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضنے ایکبار ایک لکڑیون کا بوجھہ اوٹھایا لوگون نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کے یہان تو غلام اور چاکر تھے جو یہ کام کردیتے آپنے فرمایا کہ البتہ مگر مین نے اپنے نفس کا امتحان چاہا کہ اسکو برا تو نہین جانتا۔ تو آپ کی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اپنے نفس کے صرف عزم پر کفایت نہین کی بلکہ امتحان بھی کرلیا کہ سچا ہے یا جھوٹا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی میوہ یا انجیر وغیرہ اپنے آپ لے آوے وہ کبر سے بری ہے پانچوان امتحان یہ ہے کہ کپڑے گھٹیا پہنے اگر تنہائی مین نفس اوسپر راضی نہو تو کبر ہوگا اور اگر مجمع مین ایسا لباس پہننے سے نفرت کرے تو ریا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رح رات کو ٹاٹ پہنتے تھے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی اونٹ کو باندھے اور اون کا کپڑا پہنے وہ کبر سے بری ہے اور فرمایا کہ مین بندہ ہون زمین پر کھانا کھاتا ہون اور اون کا کپڑا پہنتا ہون اور اونٹ کو باندھتا ہون اور کھانے کے بعد اونگلیان چاٹتا ہون اور غلام کی دعوت منظور کرتا ہون جو میرے طریق سے پھرے وہ مجھسے نہین اور روایت ہے کہ حضرت ابو موسی اشعری رضہ سے کسی نے عرض کیا کہ بعض لوگ جمعہ مین اسواسطے حاضر نہین ہوتے کہ اونکے پاس کپڑے ویسے نہین آپنے صرف ایک عبا پہنکر لوگونکو نماز پڑھائی - غرض یہ کہ یہ جگہ ایسی ہوتی ہین کہ انمین ریا اور کبر دونون اکٹھے ہوجاتے ہین جو خاص مجمع سے ہے اوسکا نام ریا ہے اور جو تنہائی مین ہو اوسکا نام کبر ہے اسکو خوب جان لینا چاہیے اسواسطے کہ جو شر کو نہین جانیگا اوس سے نہین بچیگا اور مرض کو نہ پاویگا اوسکا علاج مین نہ آویگا

**دسوان بیان** تواضع مین نہایت درجے کی ریاضت کا - جاننا چاہیے کہ مثل اور اخلاق کے اس خلق کے بھی تین درجے ہین ایک درجہ زیادتی کیطرف کو جھکتا ہوا ہے اوسکا نام تکبر ہے اور ایک درجہ کمی کیطرف کو مائل ہے اوسکا نام خست و ذلت ہے اور درجۂ اوسط کا نام تواضع ہے اور عمدہ یہ بات ہے کہ درجۂ اوسط یعنی تواضع کو اختیار کرنا چاہیے جسمین ذلت اور خست کی نوبت نہ پہونچے کیونکہ خدای تعالی کی نزدیک اوسط امور محبوب ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ہمسرون پر بڑھنا چاہے وہ متکبر ہے اور جو اونسے پیچھے رہنا چاہے وہ متواضع ہے متواضع مشتق وضع بمعنی رکھنے سے ہے یعنی اپنی قدر و اپنی کسیقدر رکھدینے والا اور عالم اگر کسی موچی کیواسطے اپنی جگہ چھوڑدے پھر اوٹھتے وقت اوسکی جوتیان سیدھی کرے اور دروازے تک ساتھ پہونچانے جاوے تو اوسکے حق مین یہ کام ذلت اور خست کا ہے یہ بھی اچھا نہین بلکہ میانہ روی خدا کے نزدیک عمدہ بات ہے ہر ایک ذی حق کو اوسکا حق دینا چاہیے اسطرح کی تواضع اپنے ہمسرون کے لیے زیبا ہے یا جو شخص اپنے رتبے کے قریب ہو اور بازاری کے لیے عالم کی تواضع اسیقدر چاہیے کہ خندہ پیشانی ہوکر گفتگو کرے جو بات پوچھے نرمی سے پوچھے اور اگر وہ دعوت کرے تو قبول کرے اوسکی حاجت مین حتی الوسع سعی کرے اوسکے لیے کھڑا ہوجاوے اپنے آپکو اوس سے بہتر نہ سمجھے بلکہ اپنے نفس پر اوسکی نسبت زیادہ خائف رہے اوسکو بنظر حقارت نہ دیکھے کیونکہ اپنا اور اوسکا خاتمہ معلوم نہین - حاصل یہ کہ تواضع حاصل کرنے کے لیے اپنے برابریون اور کمتریون سے تواضع کیا کرے تاکہ عمدہ تواضع کا عادی ہو ملاسان ہوجاوے اور کبر جاتا رہے جب یہ امر آسان معلوم ہوگا تب خلق تواضع اسمین ہوجاویگا اور اگر شاق گذریگا اور بتکلف یہ افعال کریگا تو متکلف کہلاویگا متواضع نہین ہوگا کیونکہ خلق وہی ہوتا ہے جسکے باعث فعل بسہولت بے دشواری اور تامل صادر ہو اور

اگر سوات اس درجے کو پہونچے کہ اپنی قدر کی رعایت مشکل پڑجاوے اور نوبت خوشامد اور ذلت کی پہونچ جائے تو یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے اس صورت مین کچھ ایک اپنے نفس کو برتری دینی چاہیے یہان تک کہ درجہ وسط حاصل ہو لیوے کہ ایماندار کو اپنے نفس کا ذلیل رکھنا درست نہین اور درجہ وسط جسکو صراط مستقیم سمجھنا چاہیے اس خلق اور اخلاق مین بہت باریک ہے مگر مائل ہونا کمی کیطرف یعنے خوشامد کیطرف بنسبت زیادتی یعنی تکبر کے جانب کے آسان ہے جیسے مال مین اسراف کیطرف مائل ہونا بخل کی بنسبت لوگون کے نزدیک اچھا ہے حد سے زیادہ اسراف و حد سے زیادہ بخل دونون مذموم مین اور ایک دوسرے سے برائی مین بڑھکر مین سطح نہایت درجے کا تکبر اور نہایت درجے کی ذلت بھی مذموم مین اور ایک بنسبت دوسرے کے زیادہ برا ہے اور بہتر میانہ روی ہے اور سب امور کو انکے درجے جگہ مین رکھنا جیساکہ شریعت و عادت حکم دے اب اخلاق کبر و تواضع کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہین

**فصل دوم بیان عجب مین اس فصل مین پانچ بیان ہین بیان اول عجب کی مذمت** عجب کی برائی کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا اسکو بسبیل انکار ذکر فرمایا ہے کہ عجب بیجا تھا اور فرمایا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا اس آیت مین کفار کے قلعون اور شوکت سے عجب کرنے کا ذکر ہے اور فرمایا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اس آیت کا مآل بھی عجب کرنے کیطرف رجوع کرتا ہے اور انسان سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس عمل مین خطا ہوا اسپر عجب کرتا ہے جیسے کہ صواب کے عمل سے عجب کیا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ اور حضرت ابو ثعلبہ رضہ سے آثار ذکر آخر اس امت مین ارشاد فرمایا کہ جب تو بخل کی پیروی اور ہوای نفسانی کا اتباع اور اہل رائے کی خود رائی دیکھے تو اپنے آپ علیحدہ ہو جائیو اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ دو باتون مین تباہی ہے ایک ناامید ہونا اور دوسرے عجب۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ سعادت دو ہی باتون سے ملتی ہے ایک طلب و کوشش دوسرے مستعد ہونا اور ناامید آدمی سعی و طلب نہین کرتا اور معجب کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ مین سعید ہون اور اپنے مطلب کو پہونچ چکا اور تحصیل حاصل اور امر محال کو کوئی طلب نہین کرتا عجب والے کے نزدیک سعادت حاصل ہے اسلیے اوسکی تحصیل سے باز رہتا ہے اور ناامید کے نزدیک سعادت کا ملنا محال ہے اسلیے عاجز ہے اسلیے حضرت ابن مسعود رضہ نے ان دونون کو مہلک بتایا اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ابن جریج اسکے معنی یون فرماتے ہین کہ

جب آدمی کوئی امر نیک کرے تو یون نہ کہے کہ مین نے کیا - اور زید بن اسلم یہ فرماتے ہین کہ اپنے نفسون کو یہ اعتقاد مت کرو کہ نیکوکار ہین اور یہی معنی عجب کے ہین - جنگ احد مین حضرت طلحہ رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بچانے کے واسطے گر پڑے کہ آپ محفوظ رہین اور میری نذر [illegible] حضرت طلحہ کی ہتیلی زخمی ہوئی چونکہ اونسے یہ کام بہت عمدہ سرزد ہوا تھا کہ اپنی جان کو حضرت پر نثار کر دیا تھا اس نظر سے اونکی نظرون مین بھی اس فعل کی عظمت تھی اونکے اس عجب کو حضرت عمر رضی نے فراست سے معلوم کرکے فرمایا کہ جب سے طلحہ رضی کی انگلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمی ہوئی ہے تب سے اونمین عجب معلوم ہوتا ہے اور شوری کے وقت جب حضرت ابن عباس رضی نے حضرت عمر رضی سے ذکر حضرت طلحہ رضی کا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اوس شخص مین بڑی نخوت ہے تو مقام [illegible] کہ جب ایسے لوگ عجب سے نہ بچے تو ضعیفون کا بدون احتیاط کہان پتا ہے - مطرف رح فرماتے ہین کہ اگر مین رات بھر سونے مین کاٹون اور صبح کو اس خواب غفلت سے نادم ہون تو اس بات سے بہتر جانتا ہون کہ تہجد پڑھون اور صبح کو عجب کرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو لم تذنبوا لخشیت علیکم ما ہو اکبر من ذلک العجب العجب اس حدیث مین آپ نے عجب کو سب گناہون سے بڑا فرمایا اور بشر بن منصور رح چونکہ عبادت پر مواظبت رکھتے تھے اسلیے انکا حال ایسا ہوگیا تھا کہ انکو دیکھنے سے خدا اور روز جزا یاد آتا تھا ایک روز نماز بہت طویل پڑھی اور ایک آدمی آپ کے پیچھے دیکھتا رہا آپ نے سلام پھیر کر اوس سے فرمایا کہ جو کچھ حال تو نے میرا دیکھا اس سے تعجب مت کر کیونکہ ابلیس نے فرشتون کے ساتھ بہت مدت عبادت کی تھی اوسکا مآل جو کچھ ہوا سو ہوا - اور حضرت عائشہ رضی سے کسی نے پوچھا کہ آدمی برا کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرے کہ مین اچھا ہون اور اللہ تعالی فرماتا ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی من یعنی احسان جتانا نتیجہ صدقے کے بڑے جاننے کا ہے اور کسی عمل کا بڑا جاننا یہی عجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عجب قطعاً [illegible]

## دوسرا بیان عجب کی آفت کے ذکر مین

از انجملہ حسب مذکورہ بالا عجب بھی ایک کبر کے اسباب مین سے ہے اسلیے عجب سے کبر پیدا ہوکر اوس سے بہت سی آفتین پیدا ہوتی ہین اور یہ آفتین بندون کے ساتھ ہین اور اگر خدا کے ساتھ دیکھے تو عجب سے اتنی خرابیان ہوتی ہین گناہون کو بھول جاتا ہے کہ بعض کو کبھی یاد و تلاش نہین کرتا اس گمان سے کہ مجھے اب کچھ پروا نہین رہی کہ اوسکی [illegible] تو نسیاً منسیاً کر دیتا ہے اور اگر کسی گناہ کو یاد کرتا ہے تو اوسکو صغیرہ جانتا ہے اوسکے تدارک مین کوشش نہین کرتا بلکہ جانتا ہے کہ یہ تو معاف ہو جاویگا - اور عبادات و اعمال کا بڑا جاننا اور [illegible]

خوش ہونا اور اونکے کرنے سے خدا پر احسان کرنا اور خدا کی نعمت کو بھول جانا کہ اوسی کی توفیق و قدرت سے یہ عمل کیا ہے پھر جب آدمی اپنے اعمال پر عجب کرتا ہے تو اوسکی آفات سے اندھا ہوجاتا ہے اور جو شخص آفات اعمال کو نجانے اوسکی اکثر سعی ضائع ہوجاتی ہے مثلاً اعمال ظاہری اگر پاک و صاف و خالص از آمیزش نہون تو بہت کم نفع دینگے اور آفات کی جستجو اوسیکو ہوتی ہے جسپر خوف غالب ہو عجب والا تو اپنے نفس پر اور اپنے رب پر مغرور ہوتا ہے اور عذاب الٰہی سے امن مین ہوجاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک میرا ایک رتبہ ہے اور گویا خدا پر میرا حق اور احسان ہے یعنی وہ عمل کہ خدای تعالی کی نعمتون اور عطایا مین سے ہین اونکے کرنے سے اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے اور اسی عجب کے باعث اپنے نفس کی حمد و ثنا و تزکیہ کرتا ہے اور جب اپنی رای اور عمل اور عقل پر عجب ہوتا ہے تو استفادہ اور مشورہ لینے اور پوچھنے سے محروم رہتا ہے اپنی ہی رای پر اصرار کرتا ہے اپنے سے زیادہ عالم سے سوال کرنا برا جانتا ہے اور اکثر رای خطا ہی پر عجب کرکے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے کہ یہ بات ہمارے دل مین گذری اور اگر دوسرے کے دل مین آتی تو خوش نہوتا اسیوجہ سے اصرار اوسپر کرتا ہے اور کسی نصیحت و وعظ والے کی بات نہین سنتا بلکہ دوسرون کو جاہل کیطرح دیکھتا ہے اور اپنی خطاؤن پر مصر ہوتا ہے اگر یہ رای امر دنیاوی مین ہوتی ہے تو نیل مرام سے محروم رہتا ہے اور اگر امر دینی مین خصوصاً عقائد مین ہو تو اوس سے ہمیشہ کیواسطے تباہ ہوتا ہے اور اگر اپنی رای پر اعتماد نکرتا اور نور قرآنی سے اقتباس کیواسطے علماء دین کی مدد لیتا اور درس علم پر مواظبت کرتا اور اہل بصیرت سے بیاپے پوچھتا تو حق تک پہونچ جاتا غرض اسطرح کی خرابیان عجب سے ہوتی ہین اور اسلیے عجب کو مہلکات مین سے جانتے ہین اور سب مین بڑی آفت عجب کی یہ ہے کہ آدمی اس گمان سے کہ مین مطلب کو پہونچ گیا اور بے پروا ہوگیا سعی مین سستی کرتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ امر عین بادی ہے خدا بچائے

تیسرا بیان عجب اور ناز کی حقیقت اور اوسکی تعریف واضح ہو کہ عجب ایسے ہی وصف مین ہوتا ہے جو یقیناً کمال ہو اور جو شخص کہ اپنے نفس کا کمال کسی علم یا عمل یا مال مین جانتا ہے اوسکی دو حالتین ہین اول تو یہ کہ اوس کمال کے جاتے رہنے خواہ چھن جانے یا متغیر ہونے کا خوف اوسکو لگا ہو تو ایسی حالت مین آدمی معجب کہلاویگا دوسرے یہ کہ اوسکے زوال کا تو خائف نہین مگر چونکہ اوسکو نعمت من جانب اللہ جانتا ہے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے نہ اس جہت سے کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے تو ایسا شخص بھی معجب نہین اور ایک تیسری حالت اور ہوتی ہے جسکا نام عجب ہے وہ یہ ہے کہ نہ تو خوف زوال ہو اور نہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ یہ کمال و رفعت خدای تعالی کی نعمت و عطا ہے بلکہ اس وجہ سے

اطمینان و فرحت ہو کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے اور میرا ہی وصف ہے اور مین نے ہی اسکو پیدا کیا ہے ایسی حالت مین جب دل پر یہ بات غالب ہو کہ یہ نعمت من جانب اللہ ہے جب وہ چاہیگا چھین لیگا تو اس سے عجب جاتا رہیگا اس بیان سے تعریف عجب کی معلوم ہوئی کہ عجب یہ ہے کہ نعمت کو بڑا جانے اوسپر مطمئن ہو اور اوسکا منعم کیطرف منسوب ہونا یاد نرکھے اور اگر عجب پر اتنی بات اور زیادہ کرے کہ نفس مین یہ جمادے کہ خدا پر میرا حق ہے اور اوسکے نزدیک میرا ایسا رتبہ ہے کہ اتنے عمل کی پاداش مین مجھے دنیا ہی مین توقع بڑائی کی ہے اور بعید ہے کہ مجھے کوئی آسیب پونہچے جیسا اور بدکارونکو ہوتا ہے تو اس حالت کا نام ادلال بالعمل یعنی اپنے عمل پر ناز کہلاتا ہے گویا عمل کیا کرتا ہے اپنے نفس کا نازبردار خدا کو سمجھتا ہے اور دنیا مین بھی یہ صورت ہوتی ہے کہ آدمی کسیکو کچھ چیز دیتا ہے اور اوسکو بڑا کام سمجھتا ہے اور اوسپر احسان کرتا ہے اس بات سے تو صرف معجب ہوتا ہے لیکن اگر اس سلوک کے بدلے مین اوس سے خواستگار خدمت کا ہو یا اوس سے کچھ سوال کرے یا وہ اگر اوسکی حاجتون مین تندہی نکرے تو اس بات کو بعید جانے تو اسکو ناز کہتے ہین حضرت قتادہ رضی اس آیت کی تفسیر مین وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ فرمایا ہے کہ اپنے عمل سے ناز مت کر اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ نماز ناز کرنے والے کی اوسکے سر سے اونچی نہین اوٹھتی اور اگر آدمی ہنسے اور اپنی خطا کا مقر ہو تو اس بات سے بہتر ہے کہ روے اور عمل پر ناز بیجا کرے خلاصہ یہ کہ ادلال کا مرتبہ عجب کے بعد ہے ادلال وہی کریگا جو عجب کریگا اور بعضے عجب والے ناز نہین کرتے اسواسطے کہ عجب تو صرف نعمت کے بڑے جاننے اور منعم کے بھولنے سے ہوتا ہے اسمین یہ شرط نہین کہ توقع جزا کی بھی ہو اور ادلال بے توقع جزا کے نہین ہوتا پس اگر اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع کی اور جب قبول نہوئی تو دل مین برا جانا اور تعجب کیا تو عمل پر ادلال کرنے والون مین ہوگا کیونکہ فاسق کی دعا نہ قبول ہونے سے تعجب نہین کرتا اپنی دعا غیر مقبول ہونے سے تعجب کرتا ہے یہ ہے بیان عجب اور ادلال کا اور یہ مقدمہ اور سبب کبر کا ہے

**چوتھا بیان** عجب کے مجمل علاج مین جاننا چاہیے کہ علاج ہر بیماری کا یہ ہے کہ جو اوسکا سبب ہو اوسکی ضد سبب کے مقابل کیجاوے اور چونکہ سبب عجب کا جہالت محض ہے اسلیے اوسکا علاج وہ معرفت ہوگی جو اوس جہالت کی ضد ہو اور عجب یا تو ایسے فعل سے ہوتا ہے جو بندے کے اختیار مین ہو جیسے عبادت اور صدقہ اور غزا اور خلق کی سیاست و اصلاح یا ایسی چیزون سے ہوتا ہے جنمین اوسکو اختیار نہو جیسے جمال اور قوت اور نسب وغیرہ اور از انجا کہ صورت اول مین

زیادہ عجب ہوا کرتا ہے بہ نسبت دوسری کے اسلیے ہم اوسکی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ آدمی ورع اور تقوی اور عبادت اور دوسرے اعمال سے عجب کرتا ہے تو دو اعتبار سے یہ عجب ہو سکتا ہی ایک تو یہ کہ معجب بہ عبادت وغیرہ کا محل ہے اور ایک اس اعتبار سے کہ وہ عمل اوسنے کیا ہے اور اوسکی قدرت و اختیار سے ظہور مین آیا ہے پس اگر اعتبار اول سے عجب ہے تو محض جہالت ہے اسواسطے کہ محل اور مکان کو کچھ دخل ایجاد اور تحصیل عمل مین نہین وہ ایک مطیع و مسخر چیز ہے کہ دوسرے کے قابو مین رہتی ہے تو ایسی چیز پر کسطرح عجب کرتا ہے جسکا اختیار اپنے ہاتھ مین نہین اور اگر دوسرے اعتبار سے عجب کرتا ہے یعنی اس جہت سے کہ عمل میرے ارادے پر منحصر تھا اور میرے اختیار و قدرت سے کمال کو پہونچا تو یہ سوچنا چاہیے کہ قدرت اور اختیار اور ارادہ اور اعضا اور تمام اسباب جنسے عمل پورا ہوا کہان سے میرے پاس آئے پس اگر یہ سب چیزین خدا کی نعمت سے ہین کہ بلا کسی سابقہ حق اور وسیلے کے عنایت ہوئی ہین تو چاہیے کہ عجب خدا کے کرم اور بخشش اور فضل پر ہو جسنے ایسا انعام کیا جسکا یہ مستحق نہ تھا اور بلا ذریعہ و سابقہ کے دوسرے بندون پر اوسکو ترجیح دے مثلاً اگر بادشاہ اپنے غلامون کو دیکھے اور اونمین سے ایک کو خلعت دے اور اوسمین نہ کوئی وصف ہو نہ جمال نہ کوئی خدمت نہ وسیلہ تو اوس غلام کو چاہیے کہ اس بات کا تعجب کرے کہ بادشاہ نے جو یہ سرفرازی مجھکو بخشی اور اورون پر ترجیح دی اور بے استحقاق نوازا کمال بندہ پروری ہے اور اپنے نفس پر عجب کرنا بے معنی ہے اوسکو ہرگز نہ چاہیے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غلام عجب کرے اور کہے کہ بادشاہ بڑا عادل ہے ظلم نہین کرتا نہ بے سبب تقدیم و تاخیر کیسیکی کرتا ہے اگر اوسنے مجھہ مین کوئی صفت اچھی نہین سمجھی تو خلعت کیسے عنایت فرمایا تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ وہ صفت جو تجھہ مین ہے وہ بادشاہ کی عطا سے ہے کہ تجھی کو عنایت کی اور کسیکو نہین دی یا کسی اور شخص کیطرف سے ہی اگر وہ عطا ہی سلطانی ہی ہے تو تجھکو عجب کرنا نچاہیے بلکہ اوسکی صورت ایسی ہوگی کہ مثلاً پہلے تجھکو گھوڑا دیا تو تونے عجب نکیا جب اوسنے مثلاً غلام دیا تو عجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے پاس چونکہ گھوڑا تھا اسواسطے بادشاہ نے مجھے غلام دیا دوسرے لوگون کے پاس گھوڑا تھا اسواسطے اونکو نہ دیا تو تجھکو یہی کہا جاویگا کہ گھوڑا بھی تو اوسی نے دیا ہے اسمین کیا فرق ہوا کہ دونون اکٹھے دیدیتا یا ایک پہلے دیا ایک پیچھے جب ہر ایک اوسکی دہش ہے تو تجھکو چاہیے کہ اوسکے فضل و کرم کا عجب کرے نہ اپنے نفس کا اور اگر وہ وصف دوسرے کی عطا ہے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ اوسپر عجب کرے کیونکہ وہ بادشاہ کی عطا مین سے نہین مگر یہ بات دنیا کے بادشاہون مین ہو سکتی ہے بادشاہ حقیقی کی

مقابل نہین بن سکتی وہ تو سب چیزون کا پیدا کرنے والا ہے موصوف و صفت سب اوسیکی ایجاد سے
ہین مثلاً اگر آدمی عبادت پر اسوجہ سے عجب کرے کہ خدا نے مجھکو توفیق عبادت اسوجہ سے دی کہ
مجھکو محبت الٰہی تھی تو ہم پوچھتے ہین کہ تیرے دل مین محبت کس نے پیدا کی ہے تو ضرور یہی کہیگا کہ
خدا نے پیدا کی ہے تو ہم کہینگے کہ محبت اور عبادت دونون خدا کی نعمتین ہین کہ تجھکو بے استحقاق اور بیوسیلہ
عنایت فرمائین تو عجب اوسکی نعمتون پر چاہیے کہ اول اپنے فضل سے تجھکو وجود عنایت فرمایا اور اوسمین
صفات اور اسباب اعمال پیدا کیے اس سے معلوم ہوا کہ عابد کو اپنی عبادت پر اور عالم کو علم پر اور خوبصورت
کو جمال پر اور توانگر کو مال پر عجب کرنا بیمعنی ہے کیونکہ سب نعمتین اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہین اور اوسکا جوہر
صرف ان نعمتون کا محل ہے اور وہ بھی اوسیکے فضل و جود سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کام ہم کرتے ہین
اوسپر توقع ثواب کی رکھتے ہین تو اگر وہ کام ہمارا نہین تو ثواب کی توقع کسلیے ہے اگر وہ کام بر سبیل اختراع
خدا کا مخلوق ہے تو ہمکو ثواب کیون ملتا ہے اور اگر وہ ہمارا ہے اور ہماری قدرت سے ہوا تو اوسپر
ہم عجب کیون نہ کرین اوسے کیسے بھول جائین تو اسکا جواب دو طرح پر ہے ایک جواب تو حق صریح ہے
اور دوسرے مین کچھ مسامحت ہے حق صریح تو یہ ہے کہ آدمی اور اوسکی قدرت و حرکت اور ارادہ اور سب
چیزین خدا کی مخلوق اور اختراع کی ہوئی ہین تو جب کبھی جو عمل کرتا ہے خواہ نماز پڑھتا ہے یا خاک پھینکتا ہے
تو وہ نہین کرتا بلکہ خدا کرتا ہے چنانچہ اسکی تصدیق (۱) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى
مین موجود ہے اور یہی بات درست ہے اہل دل کو اسکا ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ آنکھ سے دیکھنے سے
بھی زیادہ ہے اول خدای تعالےٰ نے آدمی کو پیدا کیا پھر اوسکے اعضا کو پھر اعضا مین قوت اور قدرت
اور صحت پیدا کی پھر عقل اور علم اوسکے لیے پیدا کیے اور ارادے کو پیدا کیا اگر آدمی چاہے کہ ان چیزون
مین سے کوئی خود اپنے نفس مین سے دور کرے تو نہین کر سکتا پھر اعضا مین جو حرکات پیدا کین وہ
بھی اپنے اختراع سے بنائین او مین کچھ شرکت انسان کی نہین مگر اتنی بات ہے کہ خداوند کریم نے ان اشیا کو
بترتیب پیدا کیا مثلاً حرکت جب پیدا کی جب عضو مین قوت پیدا کر چکا اور دل مین ارادہ اور ارادہ جب
پیدا کیا جب پہلے علم مراد کا پیدا کیا اور علم اوسوقت پیدا کیا جب اوسکا محل یعنی دل پیدا کر لیا تو یہ ترتیب
جو خدای تعالیٰ نے پیدایش کے باب مین رکھی کہ ایک چیز کو دوسرے کے بعد بنایا اس سے آدمی کو خیال
ہوتا ہے کہ مین خود موجد اپنے عمل کا ہون اور حالانکہ یہ غلطی ہے اور اسکی توضیح اور یہ بات کہ خدا کے
پیدا کیے ہوے عمل پر آدمی کو ثواب کیسے ہوتا ہے باب الشکر مین لکھی ہے اسلیے کہ یہ مضمون اوسی جگہ کے
مناسب تھا جسکی طبیعت چاہے وہان دیکھ لے اب ہم دوسرے جواب کو جسمین تھوڑی سی مسامحت ہے

(۱) اور نہین پھینکی مٹھی خاک جب تو نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲

لکھتے ہین وہ سبب ہے کہ آدمی اگر یہ جانے کہ عمل میری قدرت سے ہوا تو خیال کرے کہ قدرت کہانسے آئی
عمل کا ہونا بدون وجود عامل اور وجود عمل اور ارادہ اور قدرت اور دوسرے لوازم عمل کے نہین ہوسکتا اور یہ سب چیزین
خداے تعالی کی طرف سے ہین آدمی کی جانب سے نہین اگر عمل قدرت ہی سے ہوا ہے تو قدرت صرف
بطور کنجی کے ہے اور وہ خدا کے قبضے مین ہے جب تک کنجی نہین ملے گی انسان عمل کسطرح کریگا کیونکہ
عبادات سعادت کے خزانے ہین اور اونکی کنجیان قدرت اور ارادہ اور علم مین جو خداے تعالے کے اختیار
مین ہین فرض کرو کہ تمکو تمام دنیا کے خزانے ایک مضبوط قلعہ مین نظر پڑین جسکی کنجی کسی محافظ کے
پاس ہے پس اگر اوسکے دروازے پر یا دیوار کے گرد ہزار برس پڑے رہوگے تو لینا تو کیا معنی اشرفی
وغیرہ کا دیکھنا بھی نصیب نہوگا اور اگر محافظ تمکو کنجی حوالہ کر دے تو بہت سہولت سے اشرفیان لے سکتے ہو
کہ قفل کھولتے ہی ہاتھ بڑھایا اور لے لین اب ہم پوچھتے ہین کہ محافظ نے جو تمکو کنجی حوالہ کی اور قفل پر
مسلط کر دیا اور اختیار مین چھوڑ دیا تب تم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دولت لی تو تم محافظ کے کنجی دینے پر
عجب کروگے یا اپنے ہاتھ بڑھا کر لینے کا عجب کروگے اسمین تو شک نہین کہ محافظ کے ممنون احسان
ہوگے کیونکہ ہاتھ ہلانے کی تو محنت چندان نہین سب معاملہ کنجی ملنے پر تھا ـ اسیطرح جب قدرت
دی گئی اور پکا ارادہ مسلط کیا گیا اور تمام دواعی عمل کے حرکت مین آئے اور موانع اور عوائق دور
ہوئے یہانتک کہ کوئی مانع دور ہونے سے نہ رہا اور نہ کوئی باعث فروگذاشت کیا گیا تب مطیع آدمی پر
عمل کرنا آسان ہوا اور بواعث کا حرکت مین آنا اور عوائق کا دور ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا سب
من جانب اللہ ہوا کوئی چیز اپنی اختیاری نہ تھی پس تعجب ہے کہ آدمی اپنے نفس پر عجب کرے اور جسکے
سبب یہ سب کچھ ہوا اوسکے فضل و جود پر عجب نکرے کہ اوسنے کسطرح اوسکو فاسقون پر ترجیح دی
کہ اونپر تو سامان فساد کو مسلط کر دیا اور اس سے دور رکھا اونکے لیے دوست اور صحبتی برے برے
ٹھہرائے اور اس سے دور رکھے اونکے واسطے اسباب شہوات و لذات مہیا کیے اور اس سے
علیحدہ رکھے اونسے خیر کے بواعث علیحدہ رکھے اور اسکے لیے مہیا کیے یہان تک کہ اونکو شر کی سوجھی
اور اسکو خیر کی اور باایں ہمہ یہ باتین جو کین تو کوئی وسیلہ سابقہ اسکی طرف سے اور کوئی پہلا جرم
فاسقون کیطرف سے نہ تھا بلکہ مطیع کو جو ترجیح و تقدم عنایت ہوا وہ بھی اوسکے فضل سے ہے
اور گناہگار کو جو بُعد اور شقاوت ملی وہ بھی اوسکے عدل سے تو جب آدمی اس حال کو جانکر عجب
کرے تو بڑے تعجب کی بات ہے پھر جس عمل میں کہ آدمی کی قدرت کارگر ہوتی ہے اوسکے لیے بھی
خداے تعالی ایک ایسا شوق اوسمین پیدا کر دیتا ہے کہ اوسکے خلاف نہین کر سکتا تو اگر واقع مین انسان ہی

کسی فعل کا فاعل ہے تو گویا مضطر ہو کر اوس فعل کو کرتا ہے اسی جہت سے شکر و احسان اوسیکو سزاوار ہے جسنے انسان مین شوق اوس فعل کا پیدا کیا انسان نے کیا کیا جو عجب کرے اور باب توحید و توکل مین بیان کیا جاویگا کہ اسباب اور سبب متسلسل ہین اور اونسے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل و خالق سوا خدا کے کوئی نہین اور ایک طرفہ بات یہ ہے کہ جس شخص کو خداے تعالی نے عقل مرحمت فرمائی اور مفلس رکھا وہ بے علم توانگر کے حال سے تعجب کر کے کہتا ہے کہ باوجودیکہ مین عاقل و فاضل ہون خدا نے مجکو ایک دن کی غذا بھی اچھی طرح نہین دی اور یہ شخص باوجودیکہ غافل و جاہل ہے اسکو اتنی نعمت دنیا کی عنایت کی اور یہ اوسکا تعجب اس بات کے قریب پہونچ جاتا ہی کہ اس فعل خداوندی کو ظلم تصور کرے اور اوس مغرور کو یہ معلوم نہین کہ اگر خداے تعالی اسکو رزق اور مال دونون دیتا تو یہ فعل ظاہر مین زیادہ تر ظلم کے مشابہ ہوتا اسواسطے کہ تب فقیر جاہل کہتا کہ الٰہی تو نے اوسکو دونون چیزین دین مجھکو دونون سے محروم رکھا مجکو بھی دونون خواہ ایک دی ہوتی اوسیکی طرف اشارہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول مین جب اونسے کسینے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ عاقل مفلس ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ عقل بھی رزق مین شمار ہو جاتی ہے اور زیادہ تر عجب یہ ہے کہ فقیر عاقل جو کسی جاہل کو اپنے آپ سے زیادہ بہتر حال دیکھتا ہے اگر اوس سے کہا جاوے کہ تیرا دل چاہے تو اپنی عقل و مفلسی کا اوسکی جہل و توانگری سے عوض کرے تو اسکو ہرگز نہ ماننے گا اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالی کی نعمت اوسی پر زیادہ ہے پھر تعجب کیون کرتا ہے اسیطرح جو عورت خوبصورت مفلس ہو وہ اگر کسی بدصورت عورت کو زیور و جواہر سے آراستہ دیکھتی ہے تو تعجب کی راہ سے کہتی ہے کہ میرا ایسا جمال تو بے زینت ہے اور یہ بھونڈی صورت یون آراستہ و پیراستہ ہو حالانکہ یہ نہین جانتی کہ مال کے عوض اوسکو خوبصورتی عنایت ہوئی اور اگر اوس سے کہا جاوے کہ خواہ جمال و افلاس کو چھانٹکر یا بدصورتی اور توانگری کو تو جمال ہی کو پسند کریگی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت الٰہی اوسپہ بڑھکر ہے اور جو شخص مفلس دانا و عاقل ہو اپنے دل مین کہے کہ الٰہی تو نے دنیا مجھے کیون محروم رکھا اور جاہلون کی مرحمت کی تو اوسکا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی بادشاہ کسیکو گھوڑا عنایت کرے تو وہ کہنے لگے کہ جہان پناہ مجکو آپ غلام کیون نہین دیتے میرے پاس تو گھوڑا ہے بادشاہ جواب دے کہ اگر مین گھوڑا تجھے نہ دیتا تب تو غلام کے نہ ملنے سے تعجب نہ کرتا فرض کرے کہ مین نے تجھے گھوڑا دیدیا کیا میری ایک نعمت کو دوسری کا ذریعہ کرتا ہے کہ میری ہی نعمت کو دوسری کیواسطے حجت کر دانتا ہے اسطرح کے اوہام جاہلون کو ہوا کرتے ہین اور اون سب کا منشا جہل ہے اور یہ وہم اسطرح جاتا ہے کہ یقیناً جانے کہ

کہ بندہ اور اوسکے عمل اور اوصاف سب من جانب اللہ نعمت ہین اور بے استحقاق ملے ہین اس علم سے
عجب اور ادلال جاتا رہتا ہے اور خضوع اور شکر اور خوف نعمت کے زائل ہونے کا دل مین سماتا ہے
اور جو اسطرح سمجھے گا وہ اپنے علم و عمل پر عجب نکریگا اسواسطے کہ جانے گا کہ یہ سب من جانب اللہ ہین اور
اسیواسطے جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین فخریہ عرض کیا کہ الٰہی کوئی رات ایسی
نہین آتی کہ کوئی آدمی آل داؤد مین سے شب بیدار نہو اور نہ کوئی روز ایسا آتا ہے کہ کوئی اونمین سے
روزہ دار نہو اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کوئی ساعت رات دن کی ایسی نہین گذرتی کہ کوئی عابد
آل داؤد کا تیری عبادت نماز یا روزہ یا ذکر نہ کرتا ہو خدای تعالےٰ نے اونپر وحی بھیجی کہ یہ باتین اونمین
کہان سے ہین یہ تو صرف میرے ہی سبب سے ہین اگر میری مدد تیرے اوپر نہوتی تو تجھکو کچھ طاقت نہوتی
اور دیکھ مین تجھکو تیرے نفس پر چھوڑونگا حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ حضرت داؤد پر جو معاملہ
گذرا وہ عمل پر عجب کرنے کی جہت سے تھا کیونکہ عمل کو آل داؤد کیطرف نسبت کر کے فخریہ بیان کیا یہان تک
کہ خدای تعالیٰ نے اونکو اونکے نفس پر چھوڑدیا اور ایسا گناہ کیا جو موجب غم اور ندامت کا ہوا اور ایک
روایت مین ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بنی اسرائیل تجھسے
دعا مانگتے ہین بطفیل حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا کیون کرتے ہین ارشاد ہوا ایسلیے کہ مین نے
اونکو جانچا تو اونھون نے صبر کیا عرض کیا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لے تو مین بھی صبر کرونگا ہمین ضمناً
اولال قبل اوقت پایا جاتا ہے حکم ہوا کہ مین نے اونکا امتحان جو لیا تھا تو یہ نہین بتایا تھا کہ کس
چیز مین امتحان لونگا اور نہ یہ کہ کونسے مہینے اور کونسے دن مین لونگا اور تجھسے کہے دیتا ہون کہ اسی
برس اور اسی مہینے مین کل کو تیرا امتحان ایک عورت کے باب مین لونگا بچا رہنا پھر جو کچھ اس معاملے
مین اپسے سرزد ہوا وہ معلوم ہی ہے - اسیطرح جب حنین کی لڑائی مین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی قوت و کثرت پر تکیہ کیا اور خدا کے فضل کو بھول گئے اور کہنے لگے کہ آج قلت اور کمی
کے باعث مغلوب نہونگے تو اپنے نفسون پر چھوڑ دیے گئے اور انجام یہ ہوا جیسا کہ قرآن مجید مین
ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ اور ابن عیینہ رحہ روایت کرتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام
نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے مجھکو اس بلا سے امتحان کیا ہے میرے اوپر جب کوئی
واقعہ گذرا ہے تو مین نے تیری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا ہے پس ایک ابر مین سے دس ہزار
آوازسے سنائی دیا کہ یہ بات تجھکو کہان سے حاصل ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام نے خاک اپنے

سر پر ڈالا کر عرض کیا کہ الٰہی تجھی سے عنایت ہوئی تجھی سے عنایت ہوئی اول بھولے ہوے تھے پھر رجوع کر کے اپنے صبر کو منسوب خداے تعالیٰ کیطرف کیا اور اسی سے خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض کو جو سب لوگون سے افضل تھے فرمایا کہ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ يُّنْجِيْهِ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض باوجود صفاے اعمال و قلوب کے اس حدیث سننے کے بعد اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم خاک یا گھاس یا پرند ہوتے تو خوب تھا پس بصیرت والے سے اپنے عمل پر عجب کرنا اور نفس پر خائف نہونا بہت بعید ہے یہ ہے علاج عجب کا جس سے بالکل مادہ عجب کا اوکھڑ جاتا ہی اور جب یہ امر غالب ہوجاتا ہے تو خوف سلب نعمت کا اوسکو عجب نہین کرنے دیتا بلکہ عجب کا فرون اور فاسقون کو دیکھتا ہے کہ بلا کسی گناہ سابق اونسے نعمت ایمان و طاعت چھین لی گئی تو اپنے نفس پر خوف کر کے کہتا ہے کہ جس ذات کو یہ پروا نہین کہ بے گناہ محروم کر دے اور بدون وسیلہ عنایت کرے اوسکو اسکی کہان پروا ہے کہ بکرے لیوے ایسا اکثر ہوا ہی کہ مومن مرتد ہو گیا اور مطیع شخص فاسق ہو کر خاتمہ اچھا نہوا اسطرح خیالات کی طرح اسکے لیے عجب جاتی رہیگی واللہ اعلم

## پانچوان بیان

ان چیزون کے اقسام کا جنسے عجب ہوتا ہے اور جدا جدا ہر ایک کا علاج واضح ہو کہ جن اسباب سے تکبر ہوتا تھا انہین سے عجب بھی ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا اور کبھی عجب ایسی چیز سے بھی ہوتا ہے جس سے تکبر نہین ہوتا مثلاً اپنی رائے خطا سے عجب کرنا جو جہل کے سبب اچھی معلوم ہوتی ہے اس لحاظ سے جن چیزون سے عجب ہوتا ہے وہ آٹھ قسم ہین اول یہ کہ اپنے جمال اور صورت اور صحت اور قوت اور تناسب اعضا اور متعلقات بدن سے عجب کرے اور صرف اپنی خوبصورتی پر التفات کرے بھول جاوے کہ یہ خدا کی نعمت اور معرض زوال مین ہے اور علاج اوسکا وہی ہے جو ہم نے جمال کے باعث کبر ہونے کے باب مین لکھا ہے یعنی اپنی ابتدا اور انتہا امر کی ناپاکیون کو سوچے اور سمجھے کہ پہلے کیسے کیسے خوبصورت اس خاک کے پیوند ہو گئے اور قبر مین اونکے بدن ایسے بدبو ہو گئے کہ طبیعت کو اونسے نفرت ہو گئی ہے

| | |
|---|---|
| خاک اونھون کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے | آہ وہ شکلین پیاری پیاری کیسے جا سوی ہین تہ مین |

دوسرے یہ کہ اپنے زور کے باعث عجب کرے جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جنکا حال قرآن مجید مین خداے تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اور جسطرح عوج اپنی قوت پر اعتماد کر کے ایک پہاڑ کو اوٹھا کر چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر رکھدے کہ سب اوسکے تلے دب جاوین مگر خداے تعالیٰ

حکم سے چند ہدہدون نے جنکی چونچ نرم ہوتی ہے اوس پہاڑ مین اسطرح سوراخ کیا کہ وہ پہاڑ اوسکی گردن کا طوق بنگیا۔ اور کبھی اپنا نہ ابھی اپنی قوت پر تکیہ کرتا ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ مین ایک رات مین سو عورتون کے پاس جاؤنگا اور لفظ انشاء اللہ نکہا اسکے پاداش مین جو انکا ارادہ تھا یعنی لڑکے کا ہونا اوس سے محروم رہے اسیطرح قول حضرت داود علیہ السلام کا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لیگا تو صبر کرونگا قوت پر بھروسا ہونے کے باعث تھا اور قوت پر عجب کے باعث آدمی لڑائیون مین گھس جاتا ہے اور اپنی جان کو خرابی مین ڈالدیتا ہے اور جو شخص اوسکی ایذا کے درپے ہوتا ہے مار پیٹ مین سبقت کرتا ہے اور اس عجب کا علاج وہی ہے جو ذکر ہوا یعنی یہ سمجھے کہ ایکدن کی بخار سے آدمی کی طاقت ڈھیلی ہوجاتی ہے اور کیا عجب ہے کہ خدا تعالی عجب کے باعث کوئی ادنی آفت مجھپر مسلط کرے اور زور دور کرے تیسرے یہ کہ اپنی عقل و کیاست پر عجب کرے کہ بہت دقیقہ رس اور دنیا و دین کی مصلحتون کو خوب سمجھتا ہون اور اسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی راے پر اصرار کرنے لگتا ہے اور جو شخص اوسکی راے کے خلاف کہے اوسکو جاہل تصور کرتا ہے اور کسی سے مشورہ نہین لیتا اور اہل علم کی بات کم سنتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی راے کے سامنے اونکی حاجت نہین سمجھتا ہے بلکہ حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ جو کچھ مبداء فیاض سے اسکو عقل عطا ہوئی ہے اوسپر خدا کا شکر کرے اور سوچے کہ اگر ادنی مرض میرے دماغ مین ہوجاوے تو وسوسہ جنون ایسا ہوجاویگا جس سے لڑکے ہنسینگے اگر مین عقل پر عجب کرون اور شکر خدا بجا نہ لاون تو کیا بعید ہے کہ عقل سلب ہوجاوے اور چاہیے کہ اپنی عقل و علم کو کم نہ سمجھے کہ مجھکو کچھ تھوڑا ہی آتا ہے گو زیادہ ہی پڑھا ہو اور یہ جانے کہ جتنا لوگون کو معلوم ہے اوس قدر مجھے معلوم نہین تو جو بات اور لوگون کو بھی نہین معلوم ہوا ہے تو بطریق اولی جاہل ہونگا اور اپنی عقل کو بیوقوفی اور نقصان کی تہمت لگانے اور احمقون کا حال دیکھے کہ اپنی عقل پر کیسے عجب کرتے ہین اور لوگ اونپر ہنستے ہین تو خوف کرے کہ کہین مین بھی ویسا ہی نہون اور مجھے نہ معلوم ہوا سواسطے کہ جس شخص کی عقل مین قصور ہوتا ہے اوسکو اپنا قصور کبھی نہین معلوم ہوتا اسلیے ضرور ہوا کہ اپنی مقدار عقل کو پہچانے اور یہ بات دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوگی اپنے آپ کو معلوم نہین ہوسکتی اور دشمنون سے معلوم ہوگی نہ دوستون سے کیونکہ جو شخص منہ دیکھی بات کہتے ہین وہ تعریف کرینگے اس جہت سے عجب اور زیادہ ہوگا اور اوسکے گمان مین یہ بات اوسکے نفس مین بہتر ہوگی اور عجب کے باعث نفس کی جہالت نجائیگا چوتھے یہ کہ نسب کے باعث عجب کرے جیسے بعض سیدون کو عجب ہوتا ہے

اور خیال کرتے ہیں کہ شرف نسب و آبا کے طفیل کے باعث ہماری مغفرت ہو جاویگی اور بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ تمام خلق ہمارے لونڈی غلام ہیں اور اوسکا علاج یہ ہے کہ یوں جانے کہ جب ہمین نے افعال و اخلاق میں اپنے بڑوں کی مخالفت کی اور گمان کیا کہ میں اونکے درجے کو پہونچ گیا تو یہ جہالت ہے اور اگر اونکی پیروی کا دعوی ہے تو اونمیں عجب کہاں تھا اونمیں تو خوف اور اپنے آپ کو حقیر جاننا اور خلق کو بڑا سمجھنا اور نفس کی مذمت کرنی وغیرہ باتیں تھیں اور اونکو شرف طاعت اور علم اور عمدہ خصلتوں سے ہوا تھا نہ نسب کی جہت سے تو تمکو بھی وہی شرف حاصل کرنا چاہیے جو اونمیں تھا اور نہ نسب میں تو آخر جنکی اولاد میں اپنے اکابر تھے اونکی اولاد میں بہت سے قبائل ایسے ہیں جو ایمان خدا اور روز جزا پر نہیں رکھتے اور خدا کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی برے ہیں چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰی یعنی تمہارے نسبوں میں کچھ فرق نہیں سب کی اصل ایک ہی ہے پھر فائدہ نسب کا ذکر فرمایا وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا پھر فرمایا کہ شرف تقوی سے ہے نہ نسب سے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بزرگ اور سب سے دانا کون ہے تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ جو میری نسل میں ہو بلکہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرے اور سب سے زیادہ اوسکی تیاری کرے اور اس آیت کی شان نزول یہ تھی کہ حضرت بلال رض نے فتح مکہ کے روز جب اذان دی تو حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور خالد بن اسید نے کہا کہ یہ غلام حبشی اذان دیتا ہے اوسوقت یہ حکم ہوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالی نے تم لوگوں کا کبر دور کر دیا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم خاک سے بنے ہے - اور ایک حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جماعت قریش قیامت میں اور اعمال تو لوگ نہیں لاوینگے تم لوگ دنیا کو اپنی گردنوں پر لاد کر لاؤگے اور محمد محمد پکارو گے میں بھی ایسا ہی جواب دونگا یعنی تم سے مونہہ پھیر لونگا اس حدیث سے یہ غرض ہے کہ اگر دنیا کی طرف میل کروگے تو تمکو نسب قریش مفید نہو گا اور جب یہ آیت اوتری وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ آپ نے سب کو ایک ایک کرکے پکارا یہانتک کہ فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور محمد کی پھوپھی تم اپنے واسطے آپ عمل کر رکھو یہ مت جانیو کہ میں تمکو کچھ خدا سے بچا دونگا تو جو شخص ان باتوں کو جانیگا اور تصور کریگا کہ جسقدر تقوی کرینگا اوسیقدر شرف پاوینگا اور میرے بزرگوں کی عادت بھی تواضع کی تھی تو ضرور تواضع اور تقوی میں اونھوں کی اقتدا کریگا ورنہ اپنے نسب کو اپنی زبان حال سے برا کہے گا -

کیونکہ منسوب تو اچھے لوگون کیطرف ہوگا اور تواضع اور تقویٰ اور خوف مین اون جیسا نہوگا تو گویا غیر کے سا ہونے سے اصل کی برائی ظاہر کریگا اب اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس قول کے کہ مین تمکو خدا سے کچھ نہ بچاؤنگا حضرت فاطمہ رض اور حضرت صفیہ رض سے یہ بھی کہا تھا کہ لیکن تم دونون کو مجھسے قرابت ہے اوسکا حق ادا ہونگا اور قوم سلیم کو فرمایا کہ کیا تم میری شفاعت کی توقع رکھتے ہوا ور عبد المطلب کی اولاد توقع شفاعت نہ کرین تو ان دونون حدیثون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت مین اپنے قرابت والون کو خاص کرینگے اور یہین لحاظ سیدون کو بھی توقع سفارش ہی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا متوقع ہے اور کہا ہے

| | | |
|---|---|---|
| منکر بگناہ و طاعت ما | | ے لب بجنبان پے شفاعت ما |

اور سید بھی بشرطیکہ خدا کے غضب سے ڈرتا ہے اسی بات کا سزاوار ہے کہ آپکی شفاعت کا متوقع ہو لیکن خدا کے غضب مین اگر مبتلا ہوا تو پھر کسیکو اوسکی شفاعت کی اجازت نہین شفاعت کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمین ہین ایک تو ایسے گناہ جو موجب غضب الٰہی کے ہون اونکی شفاعت کے لیے اجازت نہوگی اور ایک اوس قسم کے گناہ ہین جو شفاعت کے سبب معاف ہونگے جیسے دنیوی بادشاہون کے یہان ہوتا ہے کہ بعض خطا مجرم کی ایسی ہوتی ہے کہ اوسپر بادشاہ کو نہایت غصہ ہوتا ہے اوسوقت جتنے مقربین درگاہ ہین اونکو مجال سفارش نہین ہوتی اسیطرح بادشاہ حقیقی کے یہان بھی بعض گناہ ہونگے شفاعت کی باعث چھڑکا اٹھائیگا بلکہ خود شفاعت ہی بے اذن نہو سکے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ اور فرمایا مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ اور فرمایا وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ اور فرمایا فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اور جب گناہ دو قسم کے ٹھہرے کہ کسی مین شفاعت منظور ہوگی اور کسی مین نہوگی تو خوف کرنا واجب ہوا اور اگر سب گناہون کی شفاعت ہوسکتی تو آپ قریش کو طاعت کے لیے امر نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ زہرا اپنے لخت جگر رض کو گناہ سے منع نفرماتے بلکہ اونکو اجازت دیدیتے کہ دنیا مین جتنا چاہو لذات و شہوات سے بہرہ اوٹھا لو پھر آخرت مین اونکی شفاعت کر کے لذت آخرت بھی کامل دلواتے خلاصہ یہ کہ تقویٰ کو چھوڑ کر توقع شفاعت گناہون مین منہمک رہنا ایسا ہے جیسا کوئی مریض پیٹ بھر کر بد پرہیزی کرے اور جانے کہ میرا معالج بڑا طبیب نامی اور نہایت مہربان باپ بھائی سے بھی زیادہ میرے حال کا نگران ہے اور یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ طبیب کی کوشش و ہمت سے بعض امراض دور ہوسکتے ہین کل نہین ہوسکتے تو اوسکے بھروسے پر پرہیز کا چھوڑنا نچاہیے طب کا اثر صرف امراض خفیفہ اور غلبۂ مرض کے وقت کارگر ہوتا ہے

سو وقت اثر نہین ہوتا اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ عنایت شفاعت کرنے والون کی خواہ انبیا ہون یا صلحا قرابتیون اور دوستیون کے حق مین ایسی ہی ہے کہ کبھی منظور ہو اور کبھی نہو اس سے بیخوف و حذر ہونا نچاہیے دیکھو سب خلق سے بہتر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اونکا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ تمنا کرتے تھے کہ ہم چوپائے ہوتے تو خوب تھا باوجودیکہ تقوی بھی کامل رکھتے تھے اور حسن اعمال و صفائے دلی بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص اپنے واسطے وعدہ جنت سن چکے تھے اور شفاعت آپکی سب اہل اسلام کے لیے عموماً جانتے تھے مگر کسی بات پر تکیہ نکیا اور نہ خوف و خشوع اونکے دل سے جدا ہوا تو جس شخص کو اونمین سے کوئی بات بھی میسر نہو نہ معلوم کہ وہ کیسے عجب کرتا ہے

پانچوین یہ کہ ظالم سلاطین کے نسب سے عجب کرے یا اپنے آپ کو اونکے اعوان مین سمجھکر عجب کرے اور دین اور علم کے نسب سے نکرے تو یہ عجب بھی نہایت درجے کی جہالت ہے اور اوسکا علاج یہ ہے کہ اونکی رسوائی کو سوچے کہ جو کچھ ان ظالمون نے اللہ کے بندون پر ظلم کیا اور اللہ کے دین مین فساد مچایا اوسکے باعث وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہین اور اگر دوزخ مین اونکی صورت نظر پڑے اور اونکی بدبو اور پلیدی سوجھائی دے تو پھر دیکھنے والا اونکو ایسا برا سمجھے کہ کبھی اونکی طرف نسبت اپنے آپ کو نہ کرے بلکہ جو اونکی طرف اوسکو منسوب کرے اوسکو بھی برا جانے ایسے اوسکی نظر مین ذلیل و حقیر ہو جاوین اور اگر قیامت کے روز کا اونکا حال اوسپر کھل جاوے کہ جن جن پر اونھون نے ظلم کیا تھا وہ لوگ اونکو لپٹے ہوے ہین اور فرشتے اونکے سر کے بال پکڑے ہوے اوندھے منہ جہنم مین لیے جاتے ہین اور بندون پر ظلم کرنے کی جہت سے طرح طرح کی ذلت و رسوائی مین مبتلا ہین تو خدا اسے پناہ مانگے اور کہے کہ مجھے سور اور کتے کی قرابت منظور ہے ان لوگون کی منظور نہین غرضکہ ظالمون کی اولاد کو چاہیے کہ اگر خدا ہی تعالی اونکو ظلم سے بچاوے تو اوسکا شکر کرین کہ ہمارا دین سلامت رکھا اور اگر اونکے آبا مسلمان تھے تو اونکے لیے استغفار پڑھین ایسے لوگون کے نسب سے عجب کرنا محض جہالت ہے

چھٹے یہ کہ آدمی اسوجہ سے عجب کرے کہ میری اولاد یا خادم یا غلام یا اقربا یا یار و مددگار بہت ہین جیسے کہ کفار نے کہا تھا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا یا جیسا اہل اسلام نے غزوۂ حنین مین کیا تھا کہ آج کمی کے باعث ہم مغلوب نہونگے اور اسکا علاج وہی ہے جو ہم کبر مین لکھ آئے ہین کہ اپنا ضعف اور اونکا دھیان کرے اور جانے کہ سب کے سب بندے ہین عاجز ہین اپنی جانون کیواسطے کچھ نفع و ضرر کا اختیار نہین رکھتے اور خدا تعالی فرماتا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ علاوہ اسکے ایسوں سے عجب کرنے سے کیا فائدہ یہ لوگ تو بعد موت کے سب جدا ہو جاوینگے قبر مین تنہا

ذلیل و خوار جا پڑیگا نہ کوئی رفیق ہوگا نہ آشنا نہ باپ نہ بیٹا نہ یگانہ نہ بیگانہ بلکہ وہ خود ہی جا کر اسکی نعش کو خاک میں سانپ اور بچھو اور کیڑوں کے حوالہ کر دینگے اور ایسے اڑے وقت میں اونسے کچھ کام نہ نکلیگا اوسیطرح قیامت کے میدان میں بھی پاس سے کھسک جاوینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ پس ایسے لوگوں سے کیا فائدہ ہے کہ جب شدت کی حاجت اونکی طرف ہوگی جبھی جدا ہوجا وینگے اور اپنی اپنی راہ لگینگے اور اونپر عجب کیسے آتا ہے قبر میں اور قیامت میں اور پل صراط پر بجز اپنے عمل اور اللہ کے فضل کے اور کچھ کام نہ آویگا تو تعجب ہے کہ آدمی ایسی چیز پر تکیہ کرے جو کام نہ آئے اور جو ذات کہ اوسکے نفع و ضرر اور موت و حیات کی مالک ہو اوسکو بھول جاوے ساتویں یہ کہ مال سے عجب کرے جیسا خداوند کریم دو باغ والے کا قول نقل فرماتا ہے اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غنی کے پاس ایک فقیر آ بیٹھا اوسنے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور سکڑ گیا آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ اوسکا افلاس تجھے لگ جاویگا غرضکہ یہ عجب مال کا ہے اور علاج اوسکا یہ ہے کہ مال کی آفتوں کو اور اوسکے حقوق کی کثرت کو اور فقرا کی فضیلت کو اور جنت کیطرف اونکی سبقت کو سوچے اور یہ کہ مال صبح آتا ہے شام جاتا ہے اسکی کچھ اصل نہیں بہت سے کفار بھی مال و دولت زیادہ رکھتے ہیں اور اس حدیث کے مضمون پر غور کرے کہ اس اثنا میں کہ آدمی لباس پہنکر تبختر کرتا ہے اور دلمیں خوش ہوتا ہے یکایک امر الہی زمین کو ہوتا ہے وہ اوسکو نگل جاتی ہے اور قیامت تک دھستا چلا جاتا ہے اسمیں اشارہ ہے کہ مال و نفس پر عجب کرنے کا ایسا عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابو ذر روایت کرتے ہیں کہ میں ہمراہ رکاب جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد شریف میں داخل ہوا آپنے فرمایا کہ ای ابو ذر اپنا سر اوٹھا میں نے سر اوٹھا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت عمدہ کپڑے پہنے ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا پھر جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص پر اسکے کپڑے پھٹے ہوے ہے آپ نے فرمایا کہ ای ابو ذر یہ شخص خدا کے نزدیک تمام زمین سے بہتر ہے۔ حاصل کہ ایسی روایتیں اور وہ باتیں جو ہم نے باب ذم دنیا اور باب ذم مال میں لکھی ہیں اونسے حقارت اغنیا کی اور شرف فقرا کا خدا کے نزدیک صاف ظاہر ہے پس ایماندار سے کسطرح ہو کہ اپنی ثروت پر عجب کرے بلکہ اوسکو تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ حقوق مال کے ادا کرنے میں کچھ قصور نہوا ہو حلال وجہ سے لیا ہے کہ نہیں موقع پر صرف کیا ہے کہ نہیں اور جو ایسا نہیں کرتا وہ عجب کیا کرتا ہے اوسکا مآل تو بجز ذلت اور وبال کے اور کچھ نہیں آٹھویں یہ کہ اپنی رای غلط پر

عجب کرے چنانچہ اللہ تعالی ایسے ہی شخص کے حال مین فرماتا ہے اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا اور دوسری جا ارشاد ہے يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلط رائی پر عجب کرنا اس امت کے آخر زمانے مین ہوگا اور یہ ایسی بات ہے کہ اس سے پہلی قومین برباد ہوگئین کیونکہ اسی سے ہر ایک فرقہ جدا جدا ہوگیا ہر ایک ہی جانتا ہے کہ مین ہی خوب جانتا ہون اور اپنے ہی اعتقاد پر خوش ہے اور جتنے اہل بدعت و ضلالت ہین سب اپنی بدعت و ضلالت پر اسلیے مصر ہین کہ اپنی راے پر عجب کرتے ہین اور بدعت پر عجب کرنے کے یہ معنی ہین کہ جس بات کیطرف آدمی کی خواہش اور شبہہ اغلب ہو اوسکو اچھا جانے اور اپنے گمان مین اوسکو برحق سمجھے اور اس عجب کا علاج اور ونکی نسبت سخت تر ہے اسلیے کہ جسکی راے غلط ہے وہ اپنی رای کی غلطی سے ناواقف ہے اگر واقف ہوتا اوسکو ترک کرے پس جس بیاری ہی کو نہین جانتا اوسکا علاج کیسے کریگا اسلیے اسکا علاج بہت مشکل ہے مگر عارف آدمی اس بات پر قادر ہے کہ جاہل کو اوسکی جہل سے مطلع کرکے اوس سے دور کرے ہان اگر وہ اپنی جہالت پر بھی عجب ہوگا تو عارف کی کب سنے گا بلکہ اوسکو بھی الزام لگاویگا کیونکہ اوسپر خدای تعالی نے ایک بلا کو مسلط کر دیا ہے جو موجب اوسکی بربادی کی ہے اور وہ اوسکو نعمت جانتا ہے تو اوسکا علاج کیسے ہو سکتا ہے اور جس چیز کو وہ اپنے اعتقاد مین سبب سعادت جانتا ہے اوس سے وہ نفرت کیسے کریگا تاہم علاج مجمل یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی رای کو متہم جانے یعنی غلطی کی تہمت سے خالی نہ سمجھے اور اوسکے دھوکے مین نہ آوے جب تک کوئی دلیل کتاب اللہ اور حدیث سے یا کوئی دلیل عقلی صحیح جسمین سب شرطین دلیلون کی ہون اسکی مدعا کو نہ پاوے اور دلائل شرعی اور عقلی کا جاننا اور اونکی شرطین و مواقع غلطی کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہین اسکے واسطے طبیعت کامل اور عقل تیز اور تلاش اور استعداد قوی اور کلام مجید و حدیث کا مدام مطالعہ اور اہل علم کے پاس ہمیشہ بیٹھنا اور مدام درس و تدریس کا شغل رکھنا چاہیے اور ان امور کے ہوتے بھی بعض امور مین انسان سے غلطی کا خوف موجود ہے اسلیے جو شخص اپنی تمام عمر تحصیل علم مین مستغرق نہ کر سکے اوسکے لیے یہ بہتر ہے کہ مذاہب کی باتون پر کان نہ دھرے اور نہ اونمین خوض کرے صرف یہ اعتقاد کرے کہ خدای تعالی ایک ہے اوسکا کوئی شریک نہین اور نہ کوئی اوسکے مانند ہے وہی سنتا دیکھتا ہے اور اوسکا رسول مقبول برحق ہے جو کچھ اوسنے خبر دی وہ سچ ہے اور طریقہ سلف کو اختیار کرے اور جو کچھ احکام کتاب اللہ اور حدیث مین آئے ہین بے بحث و تکرار اور بدون سوال تفصیل کے مان لے اور ایمان و صدق رکھکر معصیتون سے پرہیز و تقوی کرے اور طاعتون کو بجالاوے اور سب

مسلمانون سے بشفقت پیش آوے اور اگر مذاہب اور بدعتون مین خوض کریگا اور عقائد مین تعصب کا پابند ہوگا تو اسی طرح ہلاک ہو جاویگا کہ اوسکو خبر بھی نہوگی یہ تو اوسکا حال ہوا جو شخص علم کے سوا اور چیز مین اپنی زندگی مین مصروف ہو لیکن جو شخص کہ عزم کرے کہ صرف علم ہی کا ہو رہونگا تو اوسکے لیے اول مہم دلیل اور شروط دلیل کو پہچاننا ہے اور اسمین طول بہت کھنچ جاتا ہے اکثر مطالب مین یقین اور معرفت کو پہونچنا بہت دشوار ہے سواے زبردست لوگون کے جو نور الٰہی سے موید ہوتی ہین اور کی قدرت نہین کہ امر یقینی کو معلوم کرے اور ایسے لوگ اب بہت کمیاب ہین خداے تعالے ہر گمراہی سے بچاوے اور جہال کے خیالات سے بھی پناہ دے الحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

## دسوان باب غرور یعنی مغالطے کی مذمت مین

### رباعی

ہین جو کہ حیات دنیوی پر مغرور
مرنے پہ کھلے گا اونکو یہ راز نہان
بے شک سے ہے دماغ عقل مین اونکے فتور
چکھینگے مزا جبکہ بیاداش قصور

جاننا چاہیے کہ آدمی کیواسطے ہوشیار و چوکنا رہنا مفتاح سعادت ہے اور غرور و غفلت مین رہنا کلید شقاوت بندون پر خداے تعالی کی نعمت ایمان و معرفت سے زیادہ نہین اور نہ کشادگی سینہ کے سوا کوئی اور چیز اوسکی طرف وسیلہ اور کفر و معصیت سے بڑھکر کوئی برائی نہین اور نہ کوئی شی سواے نابینائی دل و جہالت کے اونکی طرف داعی ارباب بصیرت کو دل بینا عنایت ہوا ہے جسکی شان مین یہ آیت ہے کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ و لا غربیۃ یکاد زیتہا یضیئ و لو لم تمسسہ نار نور علی نور اور غفلت والون کے دل کی یہ کیفیت ہے کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا و من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ہوشیارون کو جو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے واسطے اونکے دل کھولدیتا ہے اور غافل و مغرورون کو بصیرت نہین دیتا وہ اپنے نفس کی ہدایت کے کفیل ہون وہ لوگ ہواے نفسانی اور شیطان ہی کو اپنا رہبر اور دلیل سمجھتے ہین بہر حال چونکہ غرور سب شقاوتون کی اصل اور منبع مہلکات ہے اسلیے بیان کرنا اوسکی راہون کا اور تفصیل اون حالات کی جنمین غرور کثرت سے آتا ہے ضروری ہے تاکہ مرید بعد اونکے پہچاننے کے اونسے احتراز کرے اسلیے ہم اقسام غرور و غفلت اور اصناف مغرورین کی قاضیون اور علما و صلحا سے بیان کرتے ہین جو

عاہر امور کو اچھا جانکر اونکے باطن سے غافل رہتے ہین اور اثناء بیان ہین وجہ اونکی غفلت کی بھی بیان کرتے جاوینگے اور اگرچہ یہ امر زائد از حد شمار ہے الا مثالون سے ایسی تنبیہ ہوسکتی ہے کہ کسی حاجت نرہے اور گروہ مغرور خائفون کے اگرچہ بہت ہین مگر چار اصناف مین سب آجاتے ہین صنف اول علما صنف دوم عابد صنف سوم صوفی صنف چہارم ارباب دولت اور ان اصناف کے پھر بہت سے فرقے ہین اور اونکی غفلت و غرور کی وجہین بھی مختلف ہین مثلاً بعض لوگ امر منکر کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بعض لوگ مال حرام سے مسجدین بناکر اونپر زیب و زینت کرتے ہین اور اوسکو کار ثواب جانتے ہین اور بعض لوگ اس باب مین تمیز نہین کرتے کہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتے ہین یا خدا کیواسطے جیسے واعظ جنکی غرض خلق کے نزدیک قبول اور جاہ کی ہوتی ہے اور بعض لوگ امر مہم کو چھوڑکر دوسرے کام مین مصروف ہوتے ہین اور بعض اشخاص فرض کو ترک کرکے نفل مین مشغول ہوتے ہین اور بعض آدمی مغز کو چھوڑکر پوست کیطرف متوجہ ہوتے ہین جیسے نماز پڑھنے والا جسکی ہمت صرف مخارج حروف ہی کیطرف ہو غرض اسیطرح کی بہت سی وجہین ہین کہ بدون تفصیل فرقون اور بیان کرنے مثالون کے توضیح اونکی نہین ہوسکتی اول ہم مذمت غرور کی اور اوسکی حقیقت و تعریف و مثالین بیان کرینگے بعد علما کا غرور بیان کرینگے یہ باب مشتمل ہے دو بیانون پر

## بیان اول غرور کی مذمت اور اوسکی حقیقت اور مثالین

واضح ہو کہ یہ دو آیتین مذمت غرور کے لیے کافی ہین اول فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ دوسری وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ حبذا نوم الاکیاس وفطرهم کیف یغبنون سهر الحمقی واجتهادهم ولمثقال ذرة من صاحب تقوی ویقین افضل من ملاء الارض من المغترین اور ایک حدیث مین فرمایا الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله غرضکہ جو کچھ علم کی فضیلت اور جہل کی مذمت مین وارد ہے وہ غرور کی مذمت پر دلیل ہے اسواسطے کہ غرور بھی ایک قسم کی جہالت کا نام ہے کیونکہ جہالت اسکا نام ہے کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے ویسی نہ جانے اور غرور بھی ایک جہل ہے مگر ہر ایک جہل غرور نہین بلکہ غرور کے لیے مغرور فیہ اور مغرور بہ بھی چاہیے پس جبکہ اعتقاد کسی شے موافق مرضی نفسانی کے ہو اور کسی شبہہ یا خیال فاسد کو بزعم خود دلیل سمجھکر اپنی جہالت پر اڑجاوے اور واقع مین وہ شبہہ یا خیال دلیل نہو تو جو جہل کہ اس وہمی دلیل سے حاصل ہوگا اوسکو غرور کہتے ہین پس تعریف

غرور کی یہ ہوتی کہ شیطان کے شبہ اور مکر کے باعث نفس ایسی چیز پر جم جاوے جو ہوائے نفسانی کے موافق اور خواہش طبع کے مطابق ہو اس سے یہ لازم آیا کہ جو شخص کسی کے شبہ سے حال یا مآل میں خیر کا معتقد ہو وہ مغرور ہے اور اکثر آدمیوں کا یہی حال ہے کہ اپنے نفسوں کے لیے بہتری کا گمان رکھتے ہیں حالانکہ اونکا گمان بہتری غلط ہے اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ مغرور ہیں گو اونکے اقسام غرور جدا ہیں اور درجات بھی مختلف یہانتک کہ بعضوں کا غرور بعض کی نسبت ظاہر تر اور شدید تر ہوتا ہے اور سب میں سخت تر دو غرور ہیں ایک تو کافروں کا اور ایک گناہگاروں اور بدکاروں کا اب ہم ان دونوں کی مثالیں لکھتے ہیں جس سے انکے غرور کی حقیقت معلوم ہو

**مثال اول** کافروں کے غرور کی اونمیں سے بعض تو ایسے ہیں جنکو حیات دنیا نے مغرور کر رکھا ہے اور بعضوں کو شیطان نے حیات دنیا نے جنکو مغرور کر رکھا ہے اونکا قول یہ ہے کہ نقد بنسبت ادھار کے بہتر ہے اور دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار تو اس سے دنیا ہی بہتر ٹھہری اوسیکو اختیار کرنا چاہیے اور اونکا یہ بھی قول ہے کہ دنیا یقینی ہے اور آخرت موہوم اور یقین شک سے بہتر ہوتا ہے شک کیواسطے یقین کو چھوڑنا نہ چاہیے یہ شعر انہیں کے حسب حال ہے

| | |
|---|---|
| اب تو آرام سے گذرتی ہے | عاقبت کی خبر خدا جانے |

اسطرح کی دلیلیں سب نکمی ہیں اور مشابہ دلیل شیطانی کے ہیں جسنے کہا تھا أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ اور ان لوگوں کا حال خدا تعالی فرماتا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور اسطرح کے غرور کا علاج یا تو سچے ایمان ہی سے ہوتا ہے یا دلیل و حجت کی ضرورت ہوتی ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ خدا تعالی کے ان اقوال کو سچا جانے مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ اور وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ اور وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ اور فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انکی خبر بہت سی جماعتوں کو کفار سے پہونچائی تو معاً زمرۂ اسلام میں داخل ہوے اور آپ کو سچا جانا اور ایمان لائے کوئی دلیل نہ مانگی اور بعض لوگ عرض کرتے کہ ہم آپ سے خدا کی قسم دیکر پوچھتے ہیں کہ کیا خدا تعالی نے آپ کو رسول کر کے بھیجا ہے آپ فرماتے کہ ہاں یہ لوگ ایمان لے آتے یہ ایمان عوام کا ہے غرور کے حیطے سے خارج ہے بلکہ اونکی تصدیق ایسی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کا قول سچ جانتا ہے یعنی جب وہ کہتا ہے کہ مکتب کا جانا کھیل کی جگہ جانے سے بہتر ہے تو لڑکا سچ جانتا ہے گو وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کسوجہ سے

ملنے کا جانا بہتر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وجہ اوس قیاس کے فاسد ہونے کی معلوم ہو جاوے جو شیطان نے گڑھکر دل مین جا دیا ہے کیونکہ ہر ایک مغرور کے غرور کا ایک سبب ہوتا ہے اور اوسی سبب کو دلیل جانتا ہے اور کل دلیلین ایک قسم کی قیاس ہوتی ہین جو نفس مین آتی ہین اور باعث اطمینان نفس ہوتی ہین گو اوس شخص کو معلوم نہوا اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ اوسکو علما کے طور پر بیان کیجیے اب اس مثال مین جو قیاس مذکور ہے اوسمین دو جملے ہین ایک تو یہ ہے کہ دنیا نقد اور آخرت اودھار ہے یہ جملہ تو درست ہے مگر دوسرا جملہ کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے اسمین دھوکا ہے یہ جملہ درست نہین بلکہ اگر نقد اور اودھار مقدار اور مقصود مین برابر ہون تب البتہ یہ جملہ درست ہے اور اگر نقد بہ نسبت اودھار کے کم ہے تو اودھار ہی بہتر ہے دیکھو یہی مغرور کافر تجارت مین ایک روپیہ نقد اسلیے لگاتا ہے کہ اوس سے دس اودھار ملینگے تب نہین کہتا کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے مین اس ایک کو کیون ضائع کرون اسیطرح اگر مریض کو طبیب عمدہ کھانون اور میوون سے منع کردے تو اوسوقت مرض کے خوف سے چھوڑ دیگا حالانکہ اونکی لذت نقد ہے اور تکلیف مرض کبھی زمانہ آیندہ مین ہوگی اور سوداگر* خشکی اور تری مین سفر کی تکلیف نقد اوٹھاتے ہین تاکہ آیندہ کو راحت اور نفع ملے اور کیسکے خیال مین نہین آتا کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے حاصل یہ کہ ثانی الحال مین اگر دس ملین تو ایک نقد کی نسبت بہتر ہونگے اب اگر مدت دنیا اور مدت آخرت مین نسبت دیکھو تو کچھ پتا ہی نہین مثلاً انسان زیادہ سے زیادہ سو برس جیتا ہے اور اس عمر کو اگر مدت آخرت سے نسبت کرو تو آخرت کے کرورون حصے کے برابر بھی نہین ہوتی تو اگر ایک دنیا کو چھوڑے تو آخرت مین لاکھ بلکہ بے انتہا پاویگا اور اگر باعتبار نوع کے لحاظ کیا جاوے تو دنیا کی لذت مین سب طرح کی کدورت اور رنج و مصیبت ہین اور آخرت کی لذت صاف و پاک خالص ہے غرض بہرصورت یہ کہنا کہ نقد اودھار سے بہتر ہے یہی غلطی کا مقام اور دھوکا ہے اور اس غلطی کی وجہ یہی ہوئی کہ جیسا لوگون سے سنا ویسا ہی یقین کرلیا یہ نہ سمجھا کہ اس جملے کے معنی یہ ہین کہ نقد و اودھار* اگر مقدار و مقصود مین برابر ہون تب نقد بہتر ہوتا ہے اور اوسوقت شیطان ایک اور قیاس جماتا ہے کہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہے اور آخرت مشکوک ہے یہ قیاس پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ نکما ہے کیونکہ اوسکے دونون جملے بے اصل ہین مثلاً جملہ اول یقین بہتر ہے شک سے یہ جبھی ہے جب دونون مساوی ہون ورنہ ظاہر ہے کہ سوداگر مشقت تو یقینا کرتے ہین اور نفع مشکوک ہوتا ہے اور طالب علم تحصیل علم مین محنت یقینا کرتا ہوا بفضل و علم کے مرتبہ پر پہونچنا امر مشکوک ہے اور شکاری تلاش شکار مین

شے یقینا کرتا ہے اور شکار کا ملنا امر مشکوک ہے اور بیمار بدمزہ دوا کا ذائقہ تو یقینا پاتا ہے شفا مین شک ہوتا ہے غرض جتنے امور عقلا کے نزدیک احتیاط مین داخل ہین وہ سب اسیطرح کے ہین کہ امر مشکوک کے لیے یقین کو چھوڑنا پڑتا ہے تاجر کہتا ہے کہ اگر مین تجارت نکرون اور مصیبت نہ اوٹھاون تو بڑا نقصان ہو اور بھوکا رہون سوداگری سے محنت تھوڑی ہوتی ہے اور فائدہ بہت ہے اسیطرح مریض کہتا ہے کہ صبر تلخی و بدمزگی دوا کا تھوڑا ہے بنسبت اوس خوف کے جو مجکو مرض سے ہی کہ اوسکا انجام موت ہی پس اس بنا پر جو شخص آخرت مین شک ہی رکھتا ہے اوسپر بحکم احتیاط واجب ہے کہ یون کہے کہ زندگی کے چند روز صبر کر لینا میرے حق مین اچھا ہے اون امور کی نسبت جو آخرت مین لوگ کہتے ہین کیونکہ اگر بالفرض آخرت کے معاملات جھوٹ ہوے تو مجھے کیا نقصان ہوا یہ چند روز زندگی کی عیش جاتی رہی ازل سے اب تک بھی تو مین ایسا ہی تھا کہ عیش نکرتا تھا [illegible] کا معدوم رہا اور اگر معاملات اخروی سچ ہوے تو [illegible] آگ مین ہمیشہ [illegible] مین ہونگی چنانچہ حضرت علی رض نے کسی ملحد سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے اگر حق ہے [illegible] تو تیرا اور ہمارا کچھ ضرر نہین اور اگر ہمارا قول درست ہے تو ہم نجات پاوینگے اور تو ہلاک ہوگا اور یہ قول [illegible] اسلیے نہین کہا تھا کہ معاذ اللہ کچھ آپ کو آخرت مین شک تھا بلکہ اوس ملحد کی فہم کے موافق تقریر فرمائی تھی اور اوسکو سمجھا دیا کہ اگر تجکو آخرت کا یقین نہین تو بڑے مغالطے مین ہے - اور دوسرا مقدمہ قیاس مذکور کا یہ ہے کہ آخرت مشکوک ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ آخرت ایمان والون کے نزدیک یقینی چیز ہے اور اوسکا یقینی ہونا دو چیزون سے معلوم ہوتا ہے ایک تو ایمان اور تصدیق انبیا و علما کی تقلید سے کہ اس سے بھی یہ مغالطہ جاتا رہتا ہے اور یقین آخرت کا آجاتا ہے اور عوام اور اکثر خواص کا یقین اسیطرح کا ہوتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار اپنے مرض کی دوا نہین جانتا اور تمام طبیب معالج اسبات پر متفق ہین کہ اسکی دوا فلانی بوٹی ہے تو بیمار کو سنتے ہی اطمینان ہو جاویگا اور اوسکو سچا جانیگا اونسے اس باب مین دلیل طبی نہین پوچھیگا بلکہ اونکے صرف کہنے کا یقین و اعتماد کرکے وہی دوا شروع کریگا اور اگر کوئی سودائی یا مدہوش اطبا کے قول کو جھوٹا بتاوے حالانکہ مریض خود قرائن حال سے جانتا ہے کہ اطبا اول تو گنتی مین اس مدہوش سے زیادہ ہین دوسرے فضل و علم مین بڑھکر ہین تیسرے تجربہ طبی اونکو حاصل ہے اور یہ شخص علم طب خاک نہین جانتا تو ظاہر ہے کہ اطبا کے قول کے سامنے اوسکا قول نمانیگا اور نہ اونکے قول کو اوسکے بہکانے سے جھوٹا جانیگا اور نہ اپنے اعتقاد کو اوسکی جہت سے سست کریگا اور اگر بالفرض اوسکے قول کا اعتماد کرکے اطبا کے قول کو چھوڑ دیگا تو بیشک خود بھی مدہوش او مغرور ہو جاویگا - اسیطرح جو شخص اون لوگونکو دیکھتا ہے

جو آخرت کے مقر اور مخبر ہین کہ یہ فرماتے ہین کہ سعادت اخروی کے حاصل ہونے کے لیے ذریعہ
تقوی ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ لوگ تمام خلق مین سے بہتر ہین اور بصیرت و معرفت و عقل مین
سب سے اعلی رتبہ رکھتے ہین یعنی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما اور اس امر مین تمام اقسام خلق کو انھین
لوگون کا کہنا مانتے ہین البتہ جن لوگون کے اوپر شہوات کا غلبہ ہے اور اونکے نفس تمتع دنیاوی پر
مرتے ہین وہ اونکا کہنا نہین مانتے اس نظر سے کہ اونکو شہوات کا چھوڑنا بہت شاق ہے اور اپنے
منہ سے کیسے کہین کہ ہم دوزخی ہین اسواسطے آخرت کے منکر ہوے اور انبیا کو جھٹلایا تو جس طرح
بچے کے کہنے یا کسی مدہوش کے کہنے سے اطمینان قلبی قول اطبا پر نہین ہوتا اسیطرح ایسے
غبی لوگون اور بندۂ شہوات کا انکار بھی انبیا اور اولیا اور علما کے قول کے سچا ہونے مین کچھ
خلل انداز نہوگا اور اتنا ایمان خلق کے لیے کافی ہے [illegible] اس سے غرور کا زائل ہونا [illegible] اور ایسا
پکا یقین ہے کہ عمل پر بھی برانگیختہ کرتا ہے [illegible] آخرت سے [illegible] ہونے کی [illegible] چیز انبیا
کیواسطے تو وحی ہے اور اولیا کے [illegible]
جو امر آخرت کو جانا یا اور امور دین کو پہچانا ہو صرف حضرت جبریل علیہ السلام سے سنکر بطور تقلید جانا نہ تھا
جیسا کہ ہم لوگون نے آنحضرت صلعم سے سنکر جان لیا ہے اور [illegible] آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ نے حضرت جبرئیل سے سنا تو کچھ نہین جیسے معرفت آپ کی تھی
ویسی ہی ہماری ہے حالانکہ یہ بات نہین تقلید کو معرفت نہین کہتے تقلید تو ایک اعتقاد درست کا نام
اور انبیا جو عارف کاملات ہین اونکی معرفت کا [illegible] اشیا کی جیسی کہ
اصل مین ہین جن کے [illegible] ویسا ہی [illegible] اور وہ اون اشیا کو چشم بصیرت سے ایسا دیکھتے ہین
جیسے ہم لوگ کسی محسوس چیز کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہین تو وہ جو کچھ [illegible] دیکھکر بیان فرماتے ہین
صرف سننے اور تقلید کی جہت نہین ہوتی مثلا [illegible] حقیقت [illegible] منکشف ہوتی ہے کہ روح امر
الہی ہے اور امر الہی سے وہ غرض نہین جو مقابل نہی کے [illegible] کلام کے اقسام سے ہے
اور روح کلام نہین اور امر سے غرض شان بھی نہین [illegible] کہ روح مخلوق [illegible]
کی ہے کیونکہ مخلوق ہوتا تو تمام مخلوق مین [illegible] کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے
کہ عالم کی دو قسمین ہین عالم امر اور عالم خلق اور یہ دونون اللہ ہی کے ہین الا جو چیزین کہ مقدار و کمیت
رکھتی ہین وہ تو عالم خلق مین داخل ہین اسواسطے کہ باعتبار لغت کے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہین
جو مقدار پر صحیح ہو سکتے ہین اور جو چیز وجود کمیت و مقدار سے منزہ و پاک ہے وہ عالم امر مین داخل ہے

اور اوسکو سر روح یعنی راز روح سے تعبیر کرتے ہین اور اوسکے ذکر کی اجازت نہین اسلیے کہ اوسکے سننے سے اکثر خلق کو نقصان ہوتا ہے جیسے راز شب قدر کا افشا نہ کیا گیا تو جو اس راز روح کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور جب نفس کو پہچان لیتا ہے تو خدا کو پہچان لیتا ہے اور نفس اور خدا کی معرفت سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ روح انسانی اپنی طبیعت اور سرشت کی رو سے امر ربانی ہے اور اوسکا عالم جسمانی مین ہونا ایک امر عجیب ہے اس عالم مین اوسکا اوترنا اوسکی مقتضای طبیعت اور ذات سے نہین ہوا بلکہ ایک امر عارضی اجنبی سے ہوا جو اوسکی ذات مین داخل نہین اور یہ امر عارض وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو پیش ہو کر معصیت کہلایا اور اونکو جنت سے اوتارا حالانکہ جنت اونکی ذات کے مقتضا کے بموجب انھین کو سزاوار تھی کیونکہ جنت قرب الٰہی مین ہے اور آدم باعتبار روح کے امر ربانی تھے تو امر ربانی کا شوق بمقتضاے طبع اور ذات کے قرب ربانی کیطرف ہونا چاہیے بشرطیکہ اس عالم اجنبی کا کوئی امر عارضی اوسکے مقتضاے طبع سے مانع نہو ورنہ اپنے نفس اور خداے تعالے کو دونون کو بھول جاویگا اور اپنے نفس پر ظالم ٹھہریگا کیونکہ ایسے لوگون کو یہ حکم ہوتا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ فاسقون کے معنی یہ ہین کہ جو اونکا مقتضاے طبع اور گمان استحقاق تھا اوس سے خارج ہو جاتے ہین یہ لفظ مشتق ہے فسق سے جسکے معنی لغت مین اصل سرشت سے تجاوز کرنے کے بھی آتے ہین اور یہ باتین گلدستۂ گلزار اسرار مین عارفون ہی کے دماغ سے انکی خوشبو کے شائق ہین اور بعض نادان کو تو اونکے الفاظ سننے سے جاڑا چڑھتا ہے اسلیے کہ یہ باتین اونکو مضر پڑتی ہین جیسے گلاب کی خوشبو گوبر کے کیڑے کو بری معلوم ہوتی ہے یا آفتاب کی روشنی شپرہ کو بری لگتی ہے۔ اور سر قلبی سے عالم ملکوت تک منکشف ہونا معرفت اور ولایت کہلاتا ہے اور جسکو یہ راز کھلے اوسکو ولی اور عارف کہتے ہین اور یہ رتبہ آغاز مقامات انبیا کا ہے اور مقامات اولیا کا انتہاے رتبہ ہے تو اولیا کے مقامات کی انتہا انبیا کے مقامات کی ابتدا ہوتی ہے اب ہم اصل مدعا کیطرف رجوع کرتے ہین کہ شیطان کا مغالطہ یعنی یہ جملہ کہ آخرت مشکوک ہے اوسکو یا تو یقین تقلیدی سے دفع کرنا چاہیے یا بصیرت و مشاہدۂ باطنی سے دور کرنا چاہیے اور اہل ایمان جب اپنی گفتگو اور عقائد سے خداے تعالے کے احکام تلف کر دیتے ہین اور شہوات و معاصی مین مبتلا ہو کر اعمال صالحہ ترک کر دیتے ہین تو وہ بھی اس مغالطے مین کافرون کے شریک ہو جاتے ہین کیونکہ اونھون نے بھی زندگی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہان اتنی بات ہے کہ اہل ایمان سے باعث عذاب ابدی سے بچ جاوینگے اور دوزخ سے کچھ عرصے بعد نکل آوینگے

تاہم اونکے مغرور ہونے مین کچھ شبہ نہین اسواسطے کہ گو اونکو اعتراف ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے مگر چونکہ میل دنیا کیطرف کیا اور اوسیکو اختیار کیا اسلیے صرف ایمان فلاح ابدی کے لیے کافی نہین جب تک کہ عمل نہو چنانچہ قرآن شریف اسکا شاہد ہے اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی اور اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور احسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ اور ایک آیت یہ ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ غرضکہ تمام کتاب اللہ مین وعدہ مغفرت متعلق ایمان اور عمل صالح دونون سے ہے صرف ایمان ہی پر نہیں تو جو لوگ کہ دنیا پر مطمئن ہوکر خوش ہوتے ہین اور اوسکی لذات مین ڈوبے رہتے ہین اور مرنے کو برا جانتے ہین اس نظر سے کہ یہ سب لذتین چھوٹ جائینگی نہ اسوجہ سے کہ آگے کو ہم پر کیا معاملہ گذریگا ایسے لوگ دنیا کے مغالطے مین ہین خواہ کافر ہون یا مسلمان اب ہم دو باتین کافرون اور گناہگارون کی مغالطے کی جو اللہ کی نسبت کہتے ہین لکھتے ہین کافرون کا مغالطہ تو خدا سے یہ ہے کہ اون مین سے کچھ لوگ اپنے دلون مین خواہ زبان سے کہتے ہین کہ اگر واقع مین خدا تعالے قیامت برپا فرمایگا تو غیرونکی نسبت ہم زیادہ مستحق ہونگے جیساکہ خدا تعالے نے دو شخصون کے سوال وجواب مین ایک کا قول نقل فرمایا ہے وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور خلاصہ اس قصے کا بموجب تفسیر کے یہ ہے کہ اون دونون شخصون مین سے کافر آدمی نے ایک محل ہزار دینار کو بنایا اور ایک باغ ہزار دینار کو لیا اور خادم بھی ہزار دینار کو لیے اور ایک عورت سے ہزار دینار لگاکر شادی کی اور دوسرا شخص ایماندار اوسکو ہر ایکبار نصیحت کرتا گیا اور کہتا گیا کہ تو نے ایسا مکان مول لیا جو جاتا رہیگا جنت کا مکان مول کیون نہ لیا جو کبھی نہ فنا ہوتا تیرا باغ بھی فنا ہو جاوے گا باغ جنت پائدار تھا وہی مول لیا ہوتا اور یہ نوکر چاکر بی بی سب مر جاوینگے اور جنت کی حورین اور غلمان فناپذیر نہین وہ کافر ہر ایک بات مین یون جواب دیتا کہ جنت ہے کہان جو کچھ ابسکا حال لوگ کہتے ہین وہ سب جھوٹ ہے اور اگر بالفرض جنت ہوگی تو مجھے جنت مین اس سے بہتر ملیگا اسیطرح قول عاص بن وائل کا بھی قرآن مجید مین منقول ہے لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اوسکے جواب مین ارشاد ہوا اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا اور خباب ابن ارت کہتے ہین کہ میرا کچھ قرض عاص بن وائل پر تھا مین تقاضا کرنے کو گیا مگر اوسنے نہ دیا مین نے کہا کہ مین آخرت مین سے لونگا اوسنے جواب دیا کہ میری بھی وہان مال و اولاد ہوگی اور ہمین سے تیرا قرض بھی

دینگے تب یہ آیت اوتری أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا اور دوسری آیت مین ارشاد ہے وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَى غرض اسطرح کی باتین اوس مغالطے کی ہین جو اللہ تعالے سے متعلق ہے اور وجہ اس دھوکے کی یہ ہے کہ شیطان یہان بھی ایک قیاس اپنے قیاسون مین سے لا کھڑا کرتا ہے مثلاً اول وہ لوگ اپنے اوپر دنیاوی نعمتین دیکھتے ہین تو اسی پر آخرت کی نعمتون کو قیاس کر لیتے ہین اور کبھی دیکھتے ہین کہ عذاب مین تاخیر ہوئی یعنی جو ظلم و زیادتی کہ دنیا مین ہوئی اوسکا کوئی جلد پرسان نہوا اسی پر عذاب آخرت کو بھی قیاس کر لیتے ہین جیسا کہ خدا تعالی نے اونکا قول نقل فرمایا وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ اوسکے جواب مین ارشاد ہوا حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ بعض اوقات ایمان والون کو دیکھتے ہین کہ وہ لوگ فقراے خستہ حال گرد آلود ہین تو اونکو حقیر جانتے اور کہتے ہین کہ یہی لوگ ہین جنپر خدا نے احسان کیا اور ہم پر نہین کیا اور نیز کہتے ہین کہ اگر ایمان کوئی عمدہ شی ہوتی تو ان حقیر لوگون کو ہم سے پہلے نہ ملتی غرض جو قیاس کہ شیطان اونکے دل مین ڈالتا ہے اوسکے جملے یون ہوتے ہین کہ اللہ تعالے نے دنیا مین ہم پر احسان کیا اور جو شخص محسن ہوتا ہے اوسکو محبت ضرور ہوتی ہے اور جسکو محبت ہوتی ہے وہ آگے کو بھی احسان کریگا اور مستقبل کو زمان گذشتہ پر قیاس کرنے کی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالی احسان کو اپنی بزرگی اور محبت کی وجہ سے جانتا ہے یعنی یہ تصور کرتا ہے کہ اگر مین خدا کے نزدیک ذی رتبہ اور محبوب نہین تو مجھپر احسان کیون کیا اور مغالطہ اس جملے مین ہے کہ جو محسن ہے وہ محبت رکھتا ہی نہین بلکہ اس جملے مین ہے کہ انعام خداوندی دنیا مین جہان ہے اسی مغالطے کے باعث دھوکا ہو گیا اور اسنے جانا کہ مین خدا کے نزدیک بزرگ و ذی رتبہ ہون اور اوسکی دلیل ایسی چیز کو سمجھ لی کہ جو بزرگی پر دلالت نہین کرتی بلکہ ارباب بصیرت کے نزدیک دلیل ذلت و خواری کی ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے دو غلام صغیر ہون اور وہ ایک سے تو محبت رکھتا ہے اور دوسرے سے نہین جس سے محبت کرتا ہے اوسکو کھیلنے سے منع کر دے اور مکتب مین بٹھلائے رکھے اور وہان سے اوٹھنے نہ دے تاکہ ادب و قاعدہ اوسکو خوب معلوم ہو جائے اور میوجات و لذیذ کھانے جو اوسکو مضر ہون اونکو اوسکے پاس نہ آنے دے بلکہ جو دوائین کہ اوسکو نافع ہون اونکو پلا دے اور دوسرے غلام کو جس سے محبت نہین مہمل چھوڑ دے کہ جہان چاہے وہان سے کھیلے کودے مکتب مین نہ جائے جو چاہے سو کھائے پیے یہ دوسرا غلام اگر یہ تصور کرے کہ مین اپنے آقا کے نزدیک

محبوب و بزرگ ہوں اسلیے کہ مجکو تمام شہوات و لذات و اغراض پر اختیار دیدیا ہے تو یہ محض حماقت اور
او مغالطہ ہے اسطرح چونکہ لذات دنیاوی سب کے سب مہلکات ہیں اور اللہ سے دور کرتے ہیں تو
خدای تعالیٰ اپنے محبوب بندے کو اونسے بچا لیتا ہے جیسے بیمار کو اوسکے گھر والے محبت ہی کی راہ
کھانا پینا بعض اوقات نہیں دیتے اور یہ روایتیں آثار کی اول گذر چکیں ہیں کہ ارباب بصیرت سلف میں
ایسے تھے کہ جب اونپر دنیا آتی تو غم کرتے اور کہتے کہ کوئی گناہ ہو گیا ہے جسکا عذاب ہمکو جلد پہونچا
اور دنیا کو موجب غضب الٰہی اور اوسکی بدا عتنائی کا اپنے اوپر سمجھتے تھے اور جب فقر آتا تو کہتے کہ
خوب ہوا یہ صلحا کا شعار ہمارے پاس آیا اور مغرور پر جب دنیا آتی ہے تو جانتا ہے کہ میں خدا کے
نزدیک بڑا ہوں اور جب چلی جاتی ہے تو جانتا ہے کہ میں خدا کے نزدیک حقیر ہوں چنانچہ
قرآن مجید میں ارشاد ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي اَكْرَمَنِ وَاَمَّا
اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي اَهَانَنِ كَلَّا
اسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اوسکا گمان غلط ہے حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ خدای تعالیٰ نے لفظ
کلا سے دونوں کو جھوٹا کردیا یعنی جسکو اکرام سمجھا ہے نہ وہ میرا اکرام ہے اور جسکو اہانت سمجھی ہے
نہ وہ میری اہانت بلکہ کریم وہ شخص ہے جسکو طاعت کے باعث میں بزرگی دوں خواہ وہ غنی ہو
یا فقیر اور ذلیل وہ ہے جسکو میں گناہ کے باعث حقیر کروں خواہ دولت ور ہو یا گداگر اور اس
مغالطے کا علاج یہ ہے کہ کرامت و ذلت کے دلائل کو بصیرت سے یا تقلید سے پہچانے اس
اسطرح کہ یہ معلوم کرے کہ شہوات دنیوی کیطرف ملتفت ہونا ایسے خدای تعالیٰ سے دور کرتا ہے
اور اونسے علیحدہ رہنے سے کیونکر تقرب الی اللہ ہوتا ہے اور یہ بات مقامات اولیای عارفین
میں الہام سے معلوم ہوتی ہے اسکا اگر بیان کیا جاوے تو ذکر مکاشفہ میں جا پڑتا ہے جو علم
معاملہ کے مناسب حال نہیں اور تقلید کے طور پر معلوم کرنا یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر
ایمان لاوے اور اوسکے رسول کو سچا جانے اور خدای تعالیٰ ایسے لوگوں کا یہ حال بیان فرماتا ہے
اَيَحْسَبُونَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ اور فرمایا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ
حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ اور اسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ جتنا وہ گناہ کرتے ہیں ہم اونکو نعمت زیادہ
دیتے ہیں تا کہ اونکا مغالطہ اور زیادہ ہو اور فرمایا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوتُوا اَخَذْنَا
هُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ اور فرمایا اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا اِثْمًا اور فرمایا
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْاَبْصَارُ اور اسکے سوا اور

بہت سی آیات قرآنی واحادیث مین اونکا حال موجود ہے پس جو شخص ان آیات کا معتقد ہوگا اوسکو دھوکا نہوگا اسواسطے کہ منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ اللہ تعالی اور اوسکی صفات سے مغرور آدمی جاہل ہے اور جو شخص اللہ تعالی کو پہچان لیتا ہے وہ اوسکے عذاب سے بیخوف نہین ہوتا اور نہ اسطرح کے خیالات فاسدہ سے دھوکا کھاوے وہ اپنے مدنظر حالات فرعون وہامان وقارون اور سلاطین روی زمین سے رکھتا ہے کہ اونکو اللہ تعالے نے ابتدا مین کسطرح کا عروج دیا پھر سب کو تباہ وبرباد کردیا اور خود اپنے عذاب سے کلام مجید مین جابجا ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ اور فرمایا وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور فرمایا وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ اور فرمایا اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا فَمَھِّلِ الْکَافِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا پس جیسا کہ وہ غلام جسکو آقا نے چھوڑ رکھا ہے اس چھوڑ رکھنے سے اس بات پر استدلال نہین کرسکتا کہ میرا آقا مجھی کو زیادہ چاہتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آقا نے یہ امر اوسکی تخریب تعذیب کے لیے کیا ہو باوجود اسکے کہ آقا نے اوس غلام کو اپنے عذاب کرنے کی اطلاع بھی نہین دی تو اسطرح کا وسوسہ خدا کے باب مین کب درست ہوگا اوسنے تو جابجا اپنے کلام مین ارشاد بھی فرمادیا ہے کہ ہمارا چھوڑے رکھنا اور نعمت دینا اور عذاب نکرنا ان لوگون کے حق مین اچھا نہین پھر اگر کوئی خدا کے عذاب سے بیخوف ہوجاوے تو بجز مغالطے کے اور کیا متصور ہوسکتا ہے اور اس دھوکا کا منشا یہی ہوا کہ دنیا کے نعمت کے ملنے سے مغرور کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک میرا بڑا رتبہ ہے حالانکہ احتمال یہ بھی ہے کہ یہ نعمت دنیا دلیل ذلت کی ہو مگر چونکہ یہ احتمال ہوای نفسانی کے موافق نہ تھا اسواسطے اسکو نہ مانا جو اوسکے مطابق پایا شیطان نے دل کو اوسی طرف جھکایا یعنی یہی احتمال دل مین رہا کہ دنیا مین نعمت ملنی دلیل بزرگی کی ہے اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے دوسری مثال مغالطہ عاصی ایماندارونکا ہے کہ کہتے ہین خدای تعالی کریم ہے اور ہمکو اوسکے عفو کی توقع ہے اور اسپر اعتماد کرکے اعمال بھی چھوڑ دیتے ہین اور اس اپنی تمنا اور غرور کا نام توقع اور رجا رکھ لیا ہے اور جانتے ہین کہ رجا کرنی دین مین عمدہ بات ہے خدا کی نعمت وسیع ہے اور اوسکی رحمت سبکو پہونچے گی اوسکا کرم عمیم ہے بھلا اوسکے دریای رحمت کے سامنے بندون کے گناہ کی کیا حقیقت ہے ہم موحد اور ایماندار ہین بذریعہ ایمان اوس سے توقع رکھتے ہین اور بعض اوقات اونکے رجا کی دلیل ہوتی ہے کہ ہمارے آباو اجداد نیکبخت اور عالی رتبہ تھے جیسے سید کہ اپنے نسب پر مغرور ہین اور خوف و تقوی وورع مین اپنے آبا کے مخالف اور شاید یہ تصور کرتے ہین کہ ہم خدا کے نزدیک اپنے

باپ دادون کی نسبت کرہی بزرگ ہین کیونکہ اونکے آبا تو باوجود ورع اور تقوی کے خائف رہتے تھے
اور یہ لوگ باوجود فسق وفجور کے بیخوف ہین اور نہایت درجے کا دھوکا ہے انکے دلون مین شیطان نے
یہ مغالطہ ڈالاہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتاہے اوسکی اولاد سے بھی محبت رکھتاہے اور چونکہ
اللہ تعالی تمھارے اکابر کو محبوب جانتا تھا تو تمکو بھی جانیگا پھر تمکو طاعت کی کیا حاجت ہے حالانکہ
ان لوگون کو یہ یاد نہین آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ چاہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کشتی مین ساتھ سوار
کرین اور دعا مانگی کہ رب ان ابنی من اہلی ارشاد ہوا یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے واسطے دعا مانگی مگر نامنظور ہوئی اور ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرین اور اونکے لیے استغفار کرین
زیارت کا حکم ہوگیا مگر مغفرت چاہنے کی اجازت نہوئی آپ جب قبر پر تشریف لے گئے تو محبت
مادری کی جہت سے بیٹھے ہوئے روتے رہے غرضکہ ان لوگون کو ایک دھوکا ہی دھوکا خدا کے ساتھ ہے
کیونکہ اللہ تعالی مطیع سے ساتھ محبت کرتاہے اور گناہگار کو برا جانتاہے تو جیسا باپ اگر مطیع ہو اوسکی
اولاد گناہگار ہے کے باعث اوسکو برا نہین جانتا ایسا ہی باپ کی محبت کے باعث اوسکے گناہگار
بیٹے سے بھی محبت نہین رکھتا اور اگر محبت باپ کی بیٹے تک چلی آوے تو بغض بھی بیشک پہونچے گا
مگر اصل یہی ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری سے اور جس شخص کو یہ خیال ہے کہ باپ کے تقوی کی
جہت سے مجھے نجات ہوجاویگی وہ ایسا ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ باپ کے شکم سیر ہونے سے
میرا پیٹ بھی بھر جاویگا اور اوسکے پانی پینے سے میری پیاس بجھ جاویگی اور اوسکے عالم ہونے سے
مین بھی عالم ہوجاؤنگا اور اوسکے حج کرنے سے مجھے بھی کعبے کی زیارت میسر ہوجاویگی حالانکہ یہ
کوئی امر متصور نہین ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقوی فرض عین ہے اور مین بیٹے کی عوض باپ
کافی نہوگا اور خدا کے یہان ثواب تقوی ہی پر ملیگا اوس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور مان باپ سے
بھاگیگا البتہ جس شخص پر غضب الہی زیادہ نہوگا اور اوسکے لیے سفارش کی اجازت بھی ہوجاویگی
تب سفارش کے طور پر کوئی کچھ کام آوے تو آوے جیسا باب کبر وعجب مین گذرا اگر یہ کہو کہ
گناہگار جو یہ کہتے ہین کہ خدا کریم ہے اور ہم اوسکی رحمت کے متوقع ہین تو اسمین غلطی کیا ہے
یہ دونون جملے صحیح ہین اور دلون پر لگتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے ہی
کلام سے بہکاتاہے جو ظاہر مین مقبول ہو اور باطن مین مردود اور اگر ظاہر کلام بھی اچھا نہوتا تو دل
فریب مین کیون آجاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس قول کی قلعی کھول دی ہے جیسا کہ اوپر

حدیث مذکور ہوئی کہ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو فرمان بردار کرکے مابعد موت کے لیے عمل
کرے اور احمق وہ ہے جو ہوائے نفسانی کے پیچھے پڑا رہے اور پھر اللہ پر آرزوئین کرے تو واقع مین
یہ صورت تمنا اور آرزوئے بے عمل کی ہے جسکو شیطان نے نام بدلکر رجا اور توقع کہدیا اور اوس سے
جاہلون کو فریب دیدیا حالانکہ رجا کی شرح خدا تعالے یون فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ یعنی رجا کرنے کے لائق یہ لوگ ہین کیونکہ
کلام مجید مین ثواب اجرت کو اجرت اور جزائے اعمال قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اب ہم یہ پوچھتے ہین اگر کوئی شخص
کریم ہو اور وعدے کا پورا اور مزدوری جتنی ٹھہرائے اوس سے زیادہ دیوے وہ اگر کسی مزدور کو
برتن مانجنے کیواسطے مقرر کرے اور مزدور سب برتنون کو توڑ تاڑ برابر کرے پھر اجرت کا منتظر ہوکر
بیٹھ رہے کہ اجرت دینے والا کریم ہے وہ اجرت نہ ہی دیگا تو ایسے شخص کو عاقل لوگ بجز اسکے
کہ مغرور اور متمنی کہین اور کیا کہین گے اور وجہ اس غلطی کی جہال کو یہ ہے کہ وہ لوگ توقع اور غرور کے
معنون مین تمیز نہین کرتے۔ حضرت حسن رحمہ سے کسینے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہین کہ ہم اللہ سے توقع
رکھتے ہین اور عمل نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ یہ اونکا خیال خام ہے جو شخص کسی چیز کی توقع رکھتا ہے
اوسکی جستجو کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور مسلم بن یسار رحمہ فرماتے ہین
کہ ایک رات مین سجدے مین اس زور سے گیا کہ میرے دونون آگے کے دانت ٹوٹ گئے کسی نے
مجھسے کہا کہ ہم تو اللہ سے توقع مغفرت رکھتے ہین یعنی اسلیے عمل نہین کرتے مسلم رحہ نے جواب دیا
کہ رجا یہ ہرگز نہین جس چیز کی رجا ہوتی ہے آدمی اوسکو ڈھونڈھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اوس سے
بھاگتا ہے اور ایک مثال یہ ہے کہ کسیکو توقع اولاد کی ہے حالانکہ ابھی تک نکاح نہین ہوا یا نکاح ہوا
مگر نوبت ہمبستری کی نہین آئی تو ایسے شخص کو اولاد کی توقع کرنی خام خیالی ہے اسیطرح جو شخص
اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوقع ہو اور ایمان ہی نہ رکھتا ہو یا ایمان تو ہو اعمال صالح نکیے ہون یا اعمال
صالح بھی کرتا ہو مگر اعمال بد بھی نہ چھوڑے ہون تو وہ بھی خیال خام مین مبتلا ہے ہان جسطرح نکاح
کرنے کے بعد اور صحبت وغیرہ کے بعد اگر خوف و رجا دونون ہون کہ خدا تعالے لڑکے کے
پیدا ہونے مین اپنا فضل رکھے اور رحم مادر سے آفات دور رکھے اور مان بھی سلامت رہے تو یہ
دانائی کی بات ہے ایسا ہی اگر ایمان لاوے اور نیک کام کرے اور برائیون کو چھوڑ دے اور
قبول نہونے کا خوف کرے اور یہ کہ کہین عمل نیک کو دوام نہو یا کہین خاتمہ برا نہو اور اس بات کی

توقع ہو کہ خدای تعالی قول ثابت پر قائم رکھے اور دین کو موت کے وقت بچائے اور خاتمہ توحید پر ہو اور دل کو خواہش شہوات سے تمام حفاظت مین رکھے حتی کہ گناہون کیطرف اوسکا میلان ہی نہو تو ایسا شخص دانا و ہوشیار ہے اور اوسکے سوا سب لوگ خیال خام مین پڑے ہین قیامت کے دن جب عذاب آگھیریگا تب معلوم کرینگے کہ گمراہ کون تھا اور اوسوقت کہینگے رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ یعنی ہمنے یقین کرلیا کہ جیسے لڑکا بدون نکاح و صحبت کے نہین ہوتا اور کھیتی بدون جوتنے بونے کے نہین ہوتی اسیطرح ثواب اخروی بھی بدون عمل صالح کے نہین ملتا تو ہمکو اب دنیا مین بھیجدے کہ ہم نیک عمل کرین ہمکو تیرے کہنے کا یقین اب ہوا ہے جو تونے کہہ رکھا تھا کہ وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی اور اوسی مضمون کے آیات یہ بھی ہین کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ یعنی کیا تمکو عذاب سے ڈرانیوالا نہین دیا تھا کہ اللہ کا طریقہ بندون مین اسطرح جاری ہے اور ہر ایک نفس کو اوسکے کردار کا بدلہ ملیگا تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ تم اللہ تعالی کے باب مین مغالطہ کھا گئے سننے سمجھنے کے بعد کیسے دھوکے مین رہے اوسوقت جواب دینگے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِاَصْحَابِ السَّعِیْرِ اب یہ جاننا چاہیے کہ رجا دو جگہ مین کرنی عمدہ بھی ہے ایک صورت تو یہ ہے کہ جو گناہگار کہ سراپا گناہ ہو جب اوسکے دل مین توبہ کا خطرہ گذرے تو شیطان بہکاتا ہے کہ تیری توبہ مقبول نہوگی اور اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ رحمت الہی سے مایوس ہو جاوے تو ایسے حال مین واجب ہے کہ مایوسی کو دور کرکے رجا کرے اور یاد کرے کہ خدای تعالی کریم ہے توبہ قبول کرتا ہے اور توبہ ایک طاعت ہے جس سے گناہ دور ہو جاتے ہین چنانچہ اسکی تصدیق قرآن شریف مین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ یہان انابت کا حکم بندون کو فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی پس جب آدمی توقع مغفرت توبہ کے ساتھ کرے تو اوسکو راجی اور متوقع کہنا چاہیے ورنہ توقع مغفرت کی باوجود گناہون پر اصرار کرنے کے رکھنی صرف خام خیالی ہے مثلاً ایک شخص بازار مین ہے اور اوسپر جمعہ کا وقت تنگ ہو گیا اور اوسکے دلمین آیا کہ جمعہ کو چلیے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جمعہ تو اب ملنے کا نہین تو کیون کہین جاتا ہے لیکن اسنے شیطان کا قول نمانا اور جمعے کیواسطے دوڑ گیا اور اوسکو امید ہے کہ جمعہ ملیگا تو بیشک یہ شخص راجی اور متوقع ہے اور اگر اپنے کاروبار مین مصروف رہا اور یہ تمنا کی کہ امام میرے واسطے

دیر کریگا یا کسی دوسرے کیواسطے متوسط وقت تک ٹھہر رہیگا یا کسی اور سبب سے توقف کریگا تو ایسا شخص مغرور کہلائیگا دوسری صورت رجا کی یہ ہے کہ نوافل اور فضائل سے اسکا نفس قاصر ہے اور صرف فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور اپنے نفس کیواسطے متوقع نعمت الٰہی کا ہے اور اون اشیا کا جنکا وعدہ خدایتعالیٰ نے نیک بندون کے لیے کیا ہے یہان تک کہ اسی توقع کے سرور سے ایک مزہ عبادت کا جوش کرے اور اسکے نوافل پر متوجہ کرے اور یہ مضمون یاد آوے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ اس آیت تک کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ تو ایسی صورت مین پہلے رجا سے تو ناامیدی جو مانع توبہ ہے ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری رجا سے سستی جو مانع نشاط اور تہیۂ عبادت ہے جاتی رہتی ہے حاصل یہ کہ جو توقع کہ توبہ پر یا تہیۂ عبادت پر برانگیختہ کرے اوسکو رجا کہتے ہین اور جو رجا کہ موجب سستی کا عبادت مین یا باعث میل طبیعت کا طرف ماحق کے ہو تو وہ غرور اور خیال خام ہے مثلاً آدمی کے دل مین آیا کہ گناہ کو ترک کرکے عمل مین مشغول ہو اوسوقت شیطان نے یہ سوجھایا کہ تو اپنے نفس کو کیون عذاب دیتا ہے اور ایذا اوٹھاتا ہے تیرا رب تو کریم اور غفور ہے اور اس شخص نے اس وسوسے سے توبہ اور عبادت مین سستی کی تو یہ غرور مین داخل ہے ایسے حال مین بندے پر واجب ہے کہ خوف کا استعمال کرے اور اپنے نفس کو خدا کے غضب اور نہایت درجے کے عذاب سے ڈرانے اور کہے کہ اگرچہ خدایتعالیٰ گناہون کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے مگر اوسکا عذاب بھی بہت سخت ہے اور باوجودیکہ وہ کریم ہے لیکن کافرون کو ابدالاباد تک دوزخ مین رکھیگا گو اونکے کفر سے کچھ اوسکا ضرر نہین بلکہ عذاب و محنت اور مرض و علت اور فقر و فاقہ جو اوسنے اپنے بندون پر دنیا مین مسلط کیا ہے اوسکو قدرت ہے کہ ان چیزون کو اونسے دور کرے جب ذات کا دستور اپنے بندون مین یون جاری ہے اور اوسنے حکم اپنے عذاب سے ڈرنے کا بھی کیا ہے تو پھر کیسے خوف نکیا جاوے اطمینان کی صورت کیا ہے غرضکہ خوف و رجا دونون سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہے جو آرزو ایسی ہو کہ اوس سے عمل پر اشتغال تک نہوئی ہو اوسکو تمنا اور غرور کہنا چاہیے اور اکثر لوگ جو اعمال مین سستی کرتے ہین اور دنیا کیطرف متوجہ ہین اور خدایتعالیٰ کیطرف سے مونہہ پھیرے ہین اور آخرت کے لیے سعی نہین کرتے تو یہی وجہ ہے کہ اونکو تمنا اور غرور ہے جسکو رجا سمجھے ہوئی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین جو خبر دی ہے کہ اس امت کے آخر زمانے مین غرور غالب ہوگا وہ نہایت درست ہے ایسا ہی دیکھا جاتا ہے پہلے زمانے کے لوگ تو عبادتون پر مداومت کرتے تھے اور جو عمل کرتے تھے د

خوف بھرا رہتا تھا باوجودیکہ رات بھر اللہ کی طاعت مین کاٹ دیتے اور تقوی اور شبہات سے احتیاط اور شہوات سے کنارہ حد سے زیادہ کرتے پھر بھی تنہائی مین اپنے نفسون کے لیے روتے اور اس زمانے کا حال دیکھو تو ہر زمان ہر لحظہ رنگے دیگر ست کا مضمون ہے کہ گو گناہون پر پڑے ہوے ہین اور دنیا مین ڈوبے ہوے اور خدا سے اعراض کیے ہوے تسپر بھی خوش اور بیخوف اور مطمئن ہین کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالی کے کرم پر اعتماد رکھتے ہین اور اوسکے فضل اور عفو و مغفرت کے متوقع ہین گویا اونکا دعوی یہ ہے کہ ہمکو خدا کا فضل و کرم اس درجے کا معلوم ہوا ہے کہ اوس قدر انبیا اور صحابہ اور سلف کے اکابر علما کو بھی معلوم نہوا یہ نہین سمجھتے کہ اگر صرف تمنا سے کاربراری ہوتی اور ادنی سی بات سے حاجت پوری ہو جاتی تو یہ لوگ کیون اتنا ڈرتے اور خوف و حزن مین پڑے رہتے

| عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال | ؛ | صد سال مے توان بتمنا گریستن |
|---|---|---|

وہان تو رونے کے سوا کچھ اور بھی چیز ضرور ہے اور ہمنے اسکی تحقیق باب خوف و رجا مین لکھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معقل بن یسار رض روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ جیسا کہ بدن پر کپڑے پرانے ہو جاتے ہین اسیطرح اوس وقت مین قرآن پرانا ہو جاویگا سب باتین لوگون کی سراسر طمع ہونگی اور اوسکے ساتھ خوف بالکل نہوگا اگر کوئی کچھ نیکی کریگا تو کہیگا کہ یہ مقبول ہوگی اور اگر بدی کریگا تو کہے گا کہ یہ مجھسے معاف کر دی جاویگی اس حدیث مین آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ لوگ خوف کی جگہ طمع استعمال کرینگے اسلیے کہ قرآن مجید کی خوف دلانے والی آیتون سے جاہل ہونگے اور یہی حال خدای تعالی نے نصاری کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد کیا فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور اسکے معنی یہ ہین کہ وہ لوگ وارث کتاب یعنی عالم ہین اور اس ادنی چیز کی متاع لیتے ہین یعنی اپنے شہوات دنیا کے طالب ہین خواہ حلال ہون یا حرام اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ اور فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ قرآن مجید مین اول سے آخر تک تحذیر و تخویف بھری ہے اگر فکر کرنے والا جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہو اوسمین تامل کرے تو بیشک اوسکا غم بڑھجاوے اور خوف زیادہ ہو جاوے اور کچھ تصور نہین مگر لوگون کا یہ حال ہے کہ گھاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین خیال کرتے ہین تو مخارج حروف اور کسرہ اور ضمہ اور نصب پر کرتے ہین اور اشعار کیطرح پڑھتے ہین معانی کیطرف التفات کا قصد کبھی نہین کرتے نہ اوسکے مضامین پر عمل کرین عالم کیواسطے اس سے زیادہ غرور اور خام خیالی کیا ہوگی

یہان تک وہ حصے مذکور ہوے جو اللہ کے باب مین غرور و مغالطے کے لیے لوگ کہتے ہین اور رجا اور
غرور کا فرق بھی بیان کر دیا گیا اور اسکے قریب غرور اون لوگون کا ہے جو طاعت و معصیت دونون
[illegible] مگر [illegible] زیادہ [illegible] اور [illegible] مغفرت کی [illegible] ہین اور جانتے ہین کہ [illegible] ہی
کا [illegible] بھاری [illegible] مین [illegible] اور یہ نہایت جہالت ہے - بعض لوگ چند درم حلال و
حرام سے خیرات کرتے ہین اور جو کچھ مال مسلمانون کا اور شبہات کا لیتے ہین وہ اس خیرات سے بہت
زیادہ ہوتا ہے اور شاید یہ خیرات بھی مسلمانون کے مال ہی مین سے ہو مگر اونکو اسپر تکیہ ہوتا ہے اور
[illegible] ہزار درم حرام کے پیدا کرین اور دس درم حرام سے یا حلال سے خیرات کر دین تو یہ
[illegible] اور یہ کیسی بڑی جہالت ہے اگر ایک پلے مین دس [illegible] اور
[illegible] دوسرے [illegible] مین یا ایک پلہ بھاری کو اوٹھاوے تو اوسکا قول [illegible] درست
ہوتا ہے [illegible] کرتے ہین کہ ہماری نیکیان گناہون سے زیادہ ہین اور اسکی وجہ ہوتی ہی
کہ وہ [illegible] تو تمام نہین کرتے اور نہ اونکی تلاش کرین مگر نیکی کرنے کو یاد رکھتے ہین مثلاً
[illegible] غیبت [illegible]
[illegible] بہ نسبت جسقدر خدا تعالی خوش نہین اور ان باتون کو شمار نہین کرتا تو سب
کہیگا یہی کہیگا کہ مین ایک تسبیح استغفار پڑھا اور کلمے کی پڑھتا ہون اس بات سے محافظ مگر دن بھر کے
[illegible] لغو باتون کو لکھے تو ایک تسبیح سو گنی یا ہزار گنی ہو جاوے [illegible]
[illegible] اور اللہ تعالی نے ہر کلمہ [illegible]
جیسا کہ ارشاد ہوا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اس شخص کو ہمیشہ اپنے تسبیح و تہلیل کے
ثواب کی سوچ رہتی ہے اور اسپر التفات نہین کرتا کہ غیبت کرنے والون اور جھوٹون اور چغل خورون
اور منافقون کے عذاب مین کیا کچھ وارد ہے اور آفات زبان کے باعث کتنی خرابی بھگتنی پڑیگی
[illegible] اگر آدمی سے اپنے لکھنے کی مزدوری لیا کرے اور
تسبیح و تہلیل پر کچھ نہ لیتے تو اوسوقت اپنی ضروری باتون کو بھی نہ بولتا اور اب جن باتون کو مساوی
تسبیح کے سمجھتا ہے اونسے بھی زبان بند کر لیتا ہے اس نظر سے کہ کہین مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے تو
بڑی شرم کی بات ہے کہ آدمی ایک دو پیسے کے بچاؤ کیواسطے تو احتیاط کرے اور جنت فردوس کے
ہاتھ سے جاتے رہنے کے خوف سے کچھ احتیاط نہ کرے اگر سوچو تو بڑی ہی مصیبت ہے کیونکہ ہمکو
وہ کام کرنا پڑا کہ اگر اوسمین شک کرین تو کافر منکر ٹھہرتے ہین اور اگر اوسکی تصدیق کرتے ہین تو احمق

اور مغرور ہوتے ہین تو جو شخص مضامین قرآنی کو سچ جانتا ہے اوسکے یہ عمل نہین ہوتے ہمکو خدای تعالی ناشکری اور کفران سے بچاوے اوسکی ذات اس قابل ہے کہ اوس سے خوف اور حذر کیا جاوے جو لوگون پر ایسی غفلت و غرور کو مسلط کرنے پر قادر ہے کہ باوجود قرآن جیسے احکام واضح کے ہم لوگون کو تنبیہ اور عبرت نہین ہوتی اور جھوٹی آرزوون اور شیطان و نفس کے بہانون پر تکیہ کرکے مغرور بن رہے ہین

## دوسرا بیان مغرورون کی چار بڑی صنفون کے فرقون کا حال اور اسمین چار فصلین ہین

فصل اول صنف اول یعنی اہل علم کے فرقون کا حال اونمین سے ایک فرقہ وہ ہے جو علوم شرعی اور عقلی کو خوب سیکھتے ہین اور اونمین تعمق اور شغل اختیار کرتے ہین اور اعضاء ظاہری کے درپے مطلع نہین ہوتے ہین اور نہ اونکو گناہون سے روکتے ہین اور نہ طاعت بجالاتے ہین اونکو اپنے علم کے باعث مغالطہ پڑگیا ہے اور اس خیال مین ہین کہ ہم خدای تعالی کے نزدیک بڑے رتبہ کے ہین اور علم کے باعث ایسے بزرگ ہین کہ خدای تعالی ہم جیسون کو عذاب نہ دیگا بلکہ لوگون کے حق مین ہماری شفاعت لیگا اور ہماری بزرگی کی جہت سے بازپرس گناہون اور خطایا کی نکریگا اور واقع مین اونکو دھوکا ہے اگر نظر بصیرت سے دیکھین تو معلوم کرین کہ علم دو طرح کے ہین ایک علم مکاشفہ یعنی خدا کو اور اوسکی صفات کو پہچاننا جسکا نام اصطلاح مین معرفت ہے اور دوسرا علم معاملہ یعنی پہچاننا حلال اور حرام کا اور نفس کے اخلاق مذمومہ و محمودہ کا اور کیفیت اونکے علاج کی اور برے اخلاق سے بھاگنے کی تدبیر وغیرہ تو یہ دوسری قسم علم کی یعنی علم معاملہ ایسے تحصیل کرتے ہین کہ عمل ہو اور اگر ان علوم کی علامت عمل نہو تو یہ نکمے ہوتے اور جیسے علم سے [illegible] عمل ہو [illegible] اوسکی [illegible] مبتلا ہے اور اوسکی دوا ایک معجون مرکب چند اجزا سے ہے جسکو بجز طبیب حاذق کے اور کوئی نہین جانتا اور یہ شخص اپنے گھر سے طبیب کی تلاش مین نکلا اور اوسکو تلاش کرکے اوسکے پاس گیا طبیب نے اوسکو دوا بتلا دی اور اوسکے سب اجزا کی قسم اور مقدار اور [illegible] اونکی جگہ اور جہان سے ملتی ہے وہ مقام اور کیفیت اونکے کوٹنے اور چھاننے کی اور ترکیب ملانے اور جوش دینے کی سب مفصل بیان کر دی ایسے اوسکو سیکھکر خوشخط نسخہ لکھ لیا اور اپنے گھر چلا آیا اور ہر روز اوس نسخہ کو دیکھا اور پڑھنا شروع کیا اور دوسرے بیمارونکو دیا مگر آپ کبھی بناکر نہ کھایا تو بھلا اس امر سے اوسکی بیماری کچھ کم ہو جاویگی بلکہ اگر ہزار نسخے روز لکھے اور ہزار آدمیون کو بتلاوے جو سب شفا [illegible] اور ایک ایک رات مین ہزار بار پڑھ لیا کرے تب بھی کچھ اثر نہوگا اور بیماری مین کمی نہ پڑیگی ہان اگر نسخہ مین [illegible] خرچ کرکے دوا مول لے اور اوسکا معجون بنالے اور جس طرح استعمال سکھا تھا ویسا ہی استعمال کرے اور اوسکی تلخی پر صبر کرکے پرہیز مطابق [illegible]

کرتا رہے اور وقت معینہ پر سب شرطون کے ساتھ کھاتا رہے تب توقع شفا کی ہوسکتی ہے اور اوس مین بھی احتمال ہے کہ شفا نہو اور جب بالکل دوا نہ کھاوے اور سمجھے کہ شفا ہوجاویگی تو خام خیالی ہے اسیطرح جو عالم کہ علم فقہ اور احکام عبادات سیکھے اور خود عمل نکرے اور گناہون کو جان لے اور اجتناب نکرے اور اخلاق مذمومہ کا علم خوب پڑھے اور اپنے نفس کا تزکیہ نکرے اور علم عمدہ اخلاق کا تحصیل کرے اور اونکے ساتھ متصف نہو تو وہ مغرور ہے کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے (۱) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا یہ نہین فرمایا کہ فلاح اوس شخص کو ہے جو نفس کے تزکیہ سے واقف ہوا اور اوسکو لکھکر لوگون کو سکھلادے یہان شیطان ایک اور دھوکا پیش کرتا ہے کہ اس مثال سے اور تحصیل علم سے کچھ سروکار نہین یہ تو صحیح ہے کہ دوا کا جاننا مرض کو دور نہین کرتا مگر علم کی تحصیل قرب الٰہی اور ثواب کے لیے ہوتی ہے وہ علم سے حاصل ہے چنانچہ فضائل علم مین اخبار وارد ہین پس اگر آدمی بیچارہ بیہوش ہوا تو اس دھوکے مین آجاتا ہے کیونکہ یہ نفس کی مراد کے موافق ہے اور عمل چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر دانا صاحب تمیز ہوتا ہے تو شیطان کو یہ جواب دیتا ہے کہ تو مجھے فضائل علم کے یاد دلاتا ہے اور جو وعید کہ بدکار عالمون کے باب مین وارد ہے جو اپنے علم پر نہین کرتے اوسکو بھولائے دیتا ہے دیکھ تو خدا تعالی فرماتا ہے فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اور (۲) مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا تو کتے اور گدھے کے مشابہ ہونے سے اور کونسی رسوائی بڑھکر ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ جسکو علم زیادہ ہوا اور ہدایت زیادہ نہو وہ خدا تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے اور فرمایا کہ عالم دوزخ مین ڈالا جاویگا اور اوسکی آنتین نکل پڑینگی اور جیسے گدھا چکی گھماتا ہے اسطرح اونکو آگ مین چکر دیگا اور فرمایا سب مین برے لوگ عالم بے عمل ہین اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ جاہل کو تو ایک ہی بار خرابی ہے کہ اوسنے نپڑھا اگر خدا کی مرضی ہوتی تو پڑھجاتا مگر عالم کی سات بار خرابی ہے یعنی اس جہت سے کہ اوسکا علم اوسپر حجت ہوگا اور یہ کہا جاویگا کہ اپنے علم سے کیا عمل کیا اور اللہ کی نعمت کا شکر کیسے ادا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب لوگون سے زیادہ عذاب قیامت مین اوس عالم کو ہوگا جسکو اپنے علم سے نفع نہوا ہو یعنی عمل نکیا ہو تو یہ روایات اور اور روایتین جو باب علم مین علماے آخرت کی علامات کے بیان مین ہمنے لکھے ہین حد شمار سے زیادہ ہین مگر اتنی بات ہے کہ یہ روایتین عالم بدکار کی مرضی کے موافق نہین اور فضائل علم اوسکے مطلب کے ہین اسیلیے شیطان اونکو اوسکی طرف جھکاتا ہے اور یہ نہایت مغالطہ ہے کیونکہ اگر عقل سے غور کرے تب تو اوسکی مثال یہی ہے جو ہمنے لکھی ہے اور اگر ایمان کی راہ سے غور کرے تو جس شخص نے فضائل علم کی خبر دی ہے اوسی نے علماے بے عمل کی

پہانی بھی کبھی نہت اور یہ کہ اونکا حال خدا کے نزدیک جاہلون کے حال سے بھی ابتر ہے تو پھر کس امر کا معتقد ہونا کہ مین خیر پر ہون باوجودیکہ باز پرس خدای تعالی کی بھی مجھی سے زیادہ ہے مین غرور ہے اور جو شخص علم مکاشفہ کا مدعی ہے کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات و اسما کا علم رکھتا ہے اور علم کا تارک ہے اور اوامر و نواہی کو بجا نہین لاتا اوسکو بہت سخت مغالطہ ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی خدمت کرنی چاہے اور بادشاہ کو اور اوسکے اخلاق و اوصاف و رنگ و شکل اور طول عرض اور عادت و نشست کو جانے مگر یہ معلوم کرے کہ بادشاہ کو کونسی چیز محبوب ہے اور کونسی مبغوض اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناخوش یا ان باتون کو بھی جان لیا مگر اوسکی ملازمت و خدمت کا جو ارادہ کیا تو ایسی باتین کین جو موجب اوسکے غصے کا ہوتی ہین اور لباس اور ہیئت اور حرکات سکنات و گفتگو جو اوسکو محبوب ہین اون سب سے عاری رہا جب بادشاہ کے سامنے گیا اور اوسکا مقرب اور خاص ہونا چاہا اس ذریعے سے کہ مین بادشاہ کے نسب اور نام اور شہر اور صورت و شکل و عادت اور سیاست اور معاملہ رعیت سے واقف ہون لیکن جو باتین کہ بادشاہ کو ناپسند تھین اونمین آلودہ رہا اور اوسکی محبوب چیزون سے عاری تو مقرب و خاص بننا خیال خام ہے ہان اگر بالفرض سب باتین نجانتا اور صرف بادشاہ کو اور اوسکے محبوب اور مبغوض چیزون ہی کو پہچانتا تو البتہ مقرب و خاص ہو جاتا اسیطرح جو شخص کہ تقوی مین کوتاہی کرتا ہے اور شہوات کی پیروی معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے خدا کی معرفت صرف برای نام جانی ہے پوست ہی پر ملتفت ہوا مغز کو چھوڑ دیا اسلیے کہ اگر خدا کو حق معرفت جانتا تو بیشک خوف خدا دل مین ہوتا اور تقوی کرتا۔ یہ نہین ہو سکتا کہ کوئی عاقل آدمی شیر کو پہچانے اور پھر اوس سے نڈرے اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسا درندہ ضرر رسان سے ڈرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات آدمی شیر کا نام اور رنگ اور شکل بھی جانتا ہے اور ڈرتا نہین تو اوسنے اب تک گویا شیر کو پہچانا ہی نہین پس جو شخص کہ خدای تعالی کو پہچانتا ہے وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اوسکی صفت یہ بھی ہے کہ عالم کے لوگون کو تباہ کر دے اور کچھ پرواہ نہ کرے اور یہ کہ اوسکے قبضۂ قدرت مین انسان بھی ہے کہ اگر اوسکو اور اوس جیسے ہزارون کو ہلاک کر دے یا ابد الآباد عذاب مین رکھے تو اوسکی شان مین اس سے کچھ اثر نہوگا اور اوسکو کچھ رحم آویگا اور نہ افسوس ہوگا اور اسی لحاظ سے اوسنے فرمایا ہے إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اور شروع کتاب آسمانی زبور کا ہے کہ خوف خدا سب حکمتون کی جڑ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ خوف خدا کیلیے علم کافی ہے اور اوسمین مغالطہ کھانے کیلیے جہل بس ہے اور ایک شخص نے

ف
اللہ سے ڈرتے وہی ہین
اوسکے بندون مین جو جانتے ہین
یعنی علم والے

حضرت حسن رحمہ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اوسکا جواب دیا اوسنے کہا کہ فقہا اسطرح نہین بیان کرتے
آپ نے فرمایا کہ تو نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے فقیہ اوسکا نام ہے جو رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے
اور دنیا کا تارک ہو اور ایک قول آپ ہی کا یہ بھی ہے کہ فقیہ وہ ہے کہ مدارات کرے اور کسی سے حقوت
نکرے اور اللہ تعالی کی حکمت کو پھیلاوے اگر کوئی اوسکی مانے تب بھی شکر کرے اور نمانے تب بھی شکر کرے
اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ وہی ہے جو اللہ تعالی کے اوامر و نواہی کو سیکھے اور اوسکے صفات مین سے یہ
جانے کہ کونسی چیز اوسکو محبوب ہے اور کونسی اوسکے نزدیک مکروہ اور اوسیکا نام عالم ہے جسکو خدا بہتری دنیا
چاہتا ہے اوسکو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے اور جو ایسا نہو اوسکو مغرور سمجھنا چاہیے اور ایک فرقہ وہ ہے
جو علم و عمل دونون کرتے ہین یعنی ظاہر کی طاعات ادا کرتے ہین اور گناہون سے تارک ہین مگر اپنے
دلون کو نہین ٹٹولتے کہ اونمین وہ صفات جو خدا کے نزدیک مذموم ہین مثل کبر اور حسد اور ریا اور
طلب ریاست اور علو اور اپنے ہمسرونکو ایذا دینی اور شہرون اور بندون کے درمیان شہرت طلب کرنی
وغیرہ نیست و نابود کرین اور بعضون کو تو اتنی بھی خبر نہین ہوتی کہ یہ صفات برے ہین اسیواسطے
انکے مرتکب ہوتے ہین اور کنارہ نہین کرتے اور ان احادیث پر دھیان نہین دیتے کہ آپ نے فرمایا
کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس شخص کے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا وہ جنت مین نہ جاویگا اور حسد
نیکیون کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو اور محبت شرف اور مال کی نفاق ایسا بڑھاتی ہین جیسا
پانی ساگ کو اور سوا ان روایات کے اور بہت سی احادیث اخلاق مذمومہ کے باب مین وارد ہین
جو ابواب مہلکات مین اوپر مذکور ہوئی ہین ان لوگون نے اپنے ظاہر کو تو بنا لیا مگر باطن کو بالکل بھولے
ویسا ہی رہنے دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو یاد نکیا ہو خدای تعالی تمہاری صورتون
اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ دلون اور اعمال کو دیکھتا ہے صرف اعمال کی توضرداری کی دلونکی نہ کی
حالانکہ اصل دل ہی ہے اور نجات اسکی سلامتی پر منحصر ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ
بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے گھورے کے اندر بچنہ کنوان ہو کہ ظاہر مین تو
چونہ وغیرہ سے آراستہ ہو مگر باطن مین بدبو ہو یا جیسے مردون کی قبرین کہ ظاہر مین خوب آراستہ رہتی ہین
اور اونکے اندر مردار ہین یا اندھیری کوٹھری جسکی چھت پر چراغ رکھا ہو کہ اوپر اوپر بہت چاندنا ہے
مگر اندر کچھ نہین یا کوئی شخص بادشاہ کی ضیافت کے لیے دروازہ مکان کا تو خوب مزین کر دے اور
گھر کے اندر خس و خاشاک بھرا رکھے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی غلطی ہے اور اس سے بھی زیادہ قریب کی
مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کھیت بویا اور کھیتی کے ساتھ گھاس بھی اگ آیا جس سے کھیت بگڑ جاوے

اوسکو کہا گیا کہ اگر تو کھیت نولاویگا اور اس گھاس کو جڑ سے اوکھاڑ دیگا تو کھیت درست ہو جاویگا اسنے جڑ سے تو نہ اوکھاڑا گھاس کی پتیان اور سر نوچنا شروع کیا اور جڑین مضبوط ہوتی گئین اور پھوٹتی گئین یہان تک کہ کھیت مین کچھہ واجبی ہی پیدا ہوا اسیطرح گناہون کی جڑین اخلاق ذمیمہ ہین جو دل کے اندر ہین اگر آدمی دل کو اونسے صاف نہ کرے تو طاعات ظاہری سے پھل کیسے پاوے گا بہت سی آفتون مین سے کچھہ بچ رہے تو بچ رہے بلکہ ایسے شخص کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسیکو خارش ہو اور طبیب نے اوسکو دوا ملنے کی اور پینے کی بتائی کہ ملنے کے باعث جلد کو فائدہ ہوگا اور پینے سے اوسکی جڑ جاتی رہیگی مریض نے صرف لگانے کی دوا پر قناعت کی اور پینے کی دوا نہ پی اور ایسی چیزین کھاتا رہا جس سے مادہ خارش زیادہ ہو تو اوسکی خارش کبھی نہ جاویگی گو کیتنی ہی دوا ہر روز لگایا کرے کیونکہ جڑ تو اندر موجود ہے جب وہ جاتے تو یہ بھی جاتے اور ایک فرقہ اور ہے جو ان اخلاق باطنی کا علم بھی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ شریعت کی رو سے یہ بری ہین مگر چونکہ اپنے نفسون کو بڑا سمجھتے ہین اسلیے گمان کرتے ہین کہ ہم مین یہ باتین نہین اور ہم اللہ تعالی کے نزدیک ایسا رتبہ نہین رکھتے جو ہمکو ایسی چیزون سے آزماوے یہ چیزین عوام کے امتحان کی ہین نہ ہم جیسے عالمون کے امتحان کی پھر اگر ان لوگون سے آثار کبر اور ریاست اور شیخی اور شرف کے ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کبر نہین بلکہ دین کی عزت کی خواہش اور شرف علم کا ظاہر کرنا اور خدا کے دین کو مدد دینی اور مخالفون کو اور بدعتیون کو ذلت دینی ہے اسلیے کہ اگر ہم گھٹیا کپڑا پہنین اور مجالس مین نیچی جگہ بیٹھین تو اعدای دین ہنسینگے اور بدگوئی کرینگے اور ہماری ذلت کیا ہوگی گویا اسلام کی ہوگی اور اون مغرورون کو یہ معلوم نہین کہ اونکا دشمن تو واقع مین شیطان ہے جس سے خدای تعالی نے ڈرایا ہے اور وہ انکی ان حرکات پر خوب ہنستا ہے اور انکو مسخرہ بناتا ہے اور یہ بھی معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی نصرت کیسی کی تھی اور کافرون کو کیسی ذلت دی تھی اور آپکے اصحاب کیا درجہ تواضع اور فروتنی کا رکھتے تھے اور فقر اور مسکنت پر کیسے قائم تھے یہانتک کہ جب شام مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر گھٹیا لباس کا اعتراض لوگون نے کیا تو آپنے فرمایا کہ ہم لوگون کو خدای تعالی نے اسلام سے عزت دی ہے ہم دوسری چیز مین اپنی عزت کی خواہش نہین رکھتے پھر یہ فرقہ مغرور دین کی عزت عمدہ لباس اور باریک و حریری وریشمی کپڑون مین جو حرام ہین اور سواریون اور گھوڑون مین کہان سے طلب کرتا ہے اسیطرح اگر کسیکو اپنے ہمسرون مین سے یا اپنے مقابل کو برا اوسکی ادنی بات نہ ماننے براہ حسد کچھہ کہتا ہے تو یہ نہین جانتا ہے کہ براہ حسد کہتا ہون بلکہ تاویل یون کرتا ہے کہ یہ غصہ خدا کیواسطے ہے

اور منکر کا جواب یہ ہے جو عداوت اور ظلم سے امر حق کو نہیں مانتا اور اپنے نفس پر حسد کا تو گمان ہی نہیں کرتا تاکہ یہ بات بھی سوچے کہ اگر وہ عداوت والا کسی اور عالم کی برائی کرے یا اور کسیطرح کی اوسکے ساتھ ریاست وغیرہ مین مزاحمت کرے تب بھی مجھے ایسا ہی غصہ اور عداوت ہو جیسا اب ہے یا نہین تاکہ حسد اور غصے کا حال معلوم ہو کہ خدا کے واسطے ہے یا اپنے نفس کیواسطے لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے عالم پر طعن ہوتا ہے تو اپنے آپ خوش ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اوسکا غصہ اور حسد خبث باطنی کی جہت سے ہے نہ خدا کے واسطے۔ ایسیطرح جو شخص اپنے اعمال و علوم سے ریا کرتا ہے اور اوسکو وسوسہ ریا کا دل مین گذرتا ہے تو کہتا ہے کہ مین ریا تھوڑا ہی کرتا ہون میری غرض اظہار علم و عمل سے یہ ہے کہ لوگ میری اقتدا کرین اور اونکو دین کی راہ ملے اور عذاب الٰہی سے چھوٹ جاوین اور اس مغرور کو یہ نہین سوجھتا کہ اگر واقع مین ایسا ہی ہوتا تو لوگ اگر کسی دوسرے عالم کی اقتدا کرین تب بھی مجکو ایسا ہی خوش ہونا چاہیے جیسا اپنی اقتدا سے ہوتا ہون کیونکہ غرض تو لوگون کی بہتری سے ہے کسیکے ہاتھ پر ہو جیسے کسیکے بہت سے خادم بیمار ہون اور اوسکو اونکا علاج کرانا منظور ہو تو اسمین کچھ فرق نہین ہوگا کہ اونکا علاج یہ شخص کردے یا کوئی دوسرا کرے اور اوسمین بھی شیطان ایک ورغلانا لگاتا ہے اور یون سوجھاتا ہے کہ جب لوگ میری سبب سے ہدایت پاوینگے تو ثواب مجکو ہوگا تو مین خوش ہون تو اپنے ثواب کی جہت سے خوش ہوتا ہون اسلیے نہین ہوتا کہ لوگ مجھے مانتے ہین یہ منصوبے اپنے نفس مین کرلیتا ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ کو دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اگر اوس سے بالفرض کوئی نبی کہہ جاوے کہ تجکو خاموش رہنے اور علم کے خفیہ رکھنے مین بہ نسبت اظہار علم کے زیادہ تر ثواب ہے اور اسکے ساتھ ہی اوسکو قید کرکے زنجیر و نمین جکڑ دیا جاوے تو ضرور ایسے بہلانے کریگا کہ قید خانے کو کسیطرح ڈھا کر اور زنجیرین توڑ کر اوسی جگہ جاوے جہان اسکی وعظ و تدریس کے باعث اسکی ریاست چمکے۔ ایسیطرح جو شخص بادشاہون کے پاس جاکر اونسے دوستی پیدا کرتا ہے اور اونکی ثنا کرتا ہے اور تواضع اور انکسار بجالاتا ہے جب اوسکو یہ بات دل مین گذرتی ہے کہ ظالم بادشاہون کے واسطے فروتنی حرام ہے تو شیطان اوسکو مغالطہ دیتا ہے کہ تیری تواضع اس قسم کی نہین یہ صورت تو جب ہے جب تجھے اونکے مال کی طمع ہو تیری غرض تو یہ ہے کہ مسلمانون کی سفارش بادشاہ سے کرکے اونسے ضرر دور کرے اور شر اعدا سے تو بھی بچائے اور خدا کو اوسکے دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اسکا مقصد یہ نہین جو دعویٰ کرتا ہے اگر یہی مراد ہوتی تو کوئی دوسرا شخص اگر بادشاہ کا مقرب ہو کر تمام مسلمانون کی سفارش کرتا اور اوسکی سفارش منظور ہوتی

تو یہ شخص اوس سے نہ چلتا بلکہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جاوے تو کچھ عجب نہین کہ شخص بادشاہ کے سامنے اوسپر
جھوٹ لگاوے اور اوسکے عیب بتلاوے اور کیا کیا نہ کر گذرے اور بعضون کا غرور اسدرجے کو پہونچتا ہے
کہ بادشاہون کا مال لے لیتا ہے اور جب دھیان آتا ہے کہ یہ مال حرام ہے تو شیطان یہ سوجھاتا ہے کہ یہ
مال لاوارث ہے اور وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہوتا ہے اور تو مسلمانون کا امام اور عالم ہے تجھسے
دین قائم ہے تجکو بمقدار حاجت اسمین سے لینا درست ہے تو اس مغالطے سے تین باتون مین دھوکا
کھاتا ہے اول تو اسمین کہ یہ مال لاوارث ہے اسلیے کہ صریح اوسکو معلوم ہے کہ بادشاہ بطور خراج مال مسلمانون
اور اپنی قلمرو سے لیتا ہے اور جن لوگون سے لیا ہے وہ خود زندہ ہین یا اونکی اولاد و ورثہ موجود ہین
نہایت یہ کہ مثلاً دس آدمیون سے سو دینار لیے تھے وہ سب غلط ملط ہو گئے ہین تو اس مال کی حرمت مین
کیا شبہہ ہے اوسکو یہ سمجھنا کہ مال لاوارث ہے نہایت بیجا ہے بلکہ واجب ہے کہ اونکے مالون کو دیدے
گو ایک چیز دوسری مین ملگئی ہو دوسرا دھوکا اسمین ہے کہ اپنے آپ کو دین کی بہتری اور قیام کا موجب
سمجھا اسلیے کہ جو لوگ بادشاہون کے مال کو حلال جانتے ہین اور طلب دنیا کے راغب ہین اور ریاست پر
متوجہ ہین اور آخرت سے روگردان وہ لوگ دین کے بگاڑنے والے ہین اور ایسے لوگون کی نسبت
بہت زیادہ ہین جو دنیا مین زہد کر کے متوجہ الی اللہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ایسے عالم دین کے دجال
اور باعث استحکام مذہب شیاطین ہین نہ امام و قوام دین متین اسلیے کہ دین کا امام وہی گنا جاتا ہے
جسکی پیروی سے دنیا سے روگردانی حاصل ہوا اور اللہ کیطرف توجہ کامل جیسے انبیاء علیہم السلام اور
صحابہ رضہ اور علمای سلف تھے اور دجال اوسکو کہتے ہین جس سے سب معاملات مذکورۂ بالا اولٹے ہون
تو ایسا شخص جو خدا سے روگردان اور دنیا پر متوجہ ہو اگر دجال نہین تو کون ہے وہ اپنی دانست مین
اپنے آپ کو دین کا ستون سمجھتا ہے اور شاید اوسکے درس سے لوگون کو زیادہ نفع ہو بہ نسبت حیاتکے
اور اوسکی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہے کہ برا عالم ایسا ہے جیسے بہتے پانی کے منہ پر
پتھر کہ نہ خود پانی جذب کرے نہ بہنے دے کہ اور کھیتون کو نفع ہو اور ہر چند اقسام غرور اہل علم کے
اس آخر زمانے مین خارج از حد شمار ہین الامشتے نمونہ از خروارے ہمنے تھوڑے سے لکھدیے اور ایک
فرقہ اور ہے جنھون نے علم بھی خوب پڑھا اور اعضا کو پاک و صاف کیا اور طاعات کو ادا کیا اور
معصیت ظاہری سے بھی بچے اور اخلاق نفس اور اوصاف قلبی یعنی ریا اور حسد اور کبر وغیرہ کے
درپے ہو کر اسمین کوشش کی کہ نفس ان اخلاق سے بری ہو جاوے اور اسیلیے دل مین سے ان چیزونکی جڑین
ظاہری کی کاٹ ڈالین مگر باوجود اسکے مغرور ہے یعنی دل کے کونون مین خفیہ مکر شیطانی اور فریب نفسانی

ایسے رہ گئے جنکا معلوم کرنا بہت مشکل و دقیق تھا اونکو اونکی اطلاع نہوئی اسواسطے اونکو ویسا ہی چھوڑ دیا اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھیت تولانا چاہے اور اوسمین جابجا پھر کر جہان جہان گھاس نظر آئے اوسکو جڑسے اوکھاڑ دے مگر جن روئیدگی کے سر ابھی تک زمین سے نکلے ہی نہ تھے اور اسنے خیال کرلیا کہ سب نکل آئے یا بعض بہت ذرا ذرا سی سوئیان تھین کہ وہ گھاس کی جڑون مین پھوٹ کر زمین کے اندر ہی اندر پھیلگئی تھین اسکی نظر مین نہ آئین تو اسکو تو یہی خیال ہوگا کہ مین نے سب گھاس اوکھاڑ ڈالی حالانکہ یہ بات غفلت ہی غفلت مین نیچے نیچے اون جڑون سے پھیلکر کھیتی کی جڑون کو بگاڑ دیا۔ اسیطرح عالم بھی کبھی سب باتین کرتا ہے مگر خفیہ دقائق کیطرف توجہ نہین کرتا پس بعض عالم دن رات جاگتے ہین اور علوم کی جمع و ترتیب و تحسین الفاظ و تصنیفات کے لکھنے مین بسر اوقات کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے ہماری غرض دین خدا کو ظاہر کرنا اور اوسکی شریعت کو پھیلانا ہے اور خفیہ باعث شاید یہ ہوتا ہے کہ اطراف مین ہمارا نام مشہور ہو اور لوگ سب طرف سے اکر بہت سے رجوع ہون اور زہد و ورع اور علم کی مدح و ثنا مین زبانین کھلین اور حاجات و اغراض مین لوگ ہمکو اپنے اوپر ترجیح دین اور استفادہ کیواسطے گرد جمع رہین اور جب ہم اچھی طرح کسی بات کو بیان کرین تو وہ دل لگاکر سنین اور ہمکو مزا ملے یا جب ہماری گفتگو سنین تو اوسکی تصدیق کے واسطے سر ہلادین یا رقت کرین یا اچنبھے مین ہوجاوین اور اس بات سے خوش ہونا کہ ہمارے توابع اور ساتھی اور مستفیدین بہت ہین اور سب ہمسرون مین ہمین کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ علم و ورع اور زہد ظاہری سب ہم مین موجود ہین اور عامہ خلائق پر زبان طعن دراز کرنا نہ اس نظر سے کہ کچھ دین کی جہت سے درد کیا ہو بلکہ اپنے آپ کو خاص اور تمیز وار سمجھکر عوام کے عیب بیان کرنے اور سوا اسکے اور ایسی ہی باتین اسباب خفیہ اونکے علم و عمل کی ہوسکتی ہین اور ظاہرا زندگی اوس بیچارے مغرور کی در پردہ اوسی حکومت و امارت اور توقیر اور لوگون کی تعریف پر منحصر ہے اگر آدمیون کے دل اس سے پھر جاوین اور اوسکو کسی عمل کے ظاہر ہونے سے زاہد نہ سمجھین تو کیا تعجب ہے کہ اوسکا دل تشویش مین پڑے اور اوس سے درود وظیفہ بھی کچھ نہ بن پڑے اور ہر ایک طرح کے حیلے اور بہانے سے اپنے نفس کا عذر بیان کرے اور اپنے عیب چھپانے کیواسطے جھوٹ بھی بولدے۔ اور کچھ بعید نہین کہ جو شخص اسکے زہد و تقویٰ کا معتقد ہو اوسکی تعظیم و توقیر زیادہ کرے گو جتنا اوسکا اعتقاد ہے اوتنا خود مین نہو اور اگر کوئی بزرگ دکھ سست جسقدر تقویٰ ہے اوسیقدر کا معتقد ہو تو اس سے دلتنگ ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنے یار دوستون سے

ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور یا بعض [illegible] زیادہ ہے اسلیے
اوسکی زیادہ تعظیم کرتا ہون حالانکہ وجہ اوسکی درحقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص اطاعت اور فرمان برداری
زیادہ کرتا ہے اور اوس سے کام بہت نکلتا ہے اور تعریف و توصیف زیادہ کرتا ہے خدمت کا زیادہ
حریص ہوتا ہے بہین سبب اوسکی تعظیم زیادہ ہوتی ہے - اور بعض اوقات جو آدمی عالم سے استفادہ
کرتے ہین اور عمل کی جہت [illegible] گمان ہوتا ہے کہ یہ تاثیر میرے اصلاح [illegible] رسید
کی اور [illegible] شکر کرتا ہے کہ اوسنے میری زبان سے
لوگون کو [illegible] باعث [illegible] اور کفارہ سئیات سمجھتا ہے اور ابھی تک
نیت کی [illegible] ہو سکتا ہے کہ اگر ایسے ہی ثواب کا [illegible] اوسکو ملنا یا جاتا
بشرطیکہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور علم کا پوشیدہ رکھنا اختیار کرے تو اوسکی خواہش نہ ہیگی کا کیونکہ
اس صورت مین لذت قبول اور لذت ریاست مفقود ہے اور شاید شیطان کا قول ایسے ہی شخصون پر
درست ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ بنی آدم مین سے جو اس بات کا مدعی ہو کہ مین اپنے علم کے سبب شیطان سے
پناہ مین ہو گیا تو وہ اپنی نادانی کے باعث میرے جال مین پڑ گیا - اور کبھی عالم شخص تصنیف کتاب مین
بہت کوشش کرتا ہے اور اس خیال مین ہے کہ مین خدای تعالی کا علم جمع کرتا ہون تاکہ لوگونکو اوس سے
فائدہ ہو حالانکہ واقع مین منظور یہ ہوتا ہے کہ تصنیف عمدہ کی جہت سے میرا نام پھیل جاویگا اگر یہ غرض نہین تو پھر جو
کوئی دوسرا شخص اوس کتاب مین سے اصل مصنف کا نام مٹاوے اور اپنا نام اوسکی جگہ لکھدے تو مصنف برا ناگوار کیون
گمان کرتا ہے باوجودیکہ اوسکو معلوم ہے کہ ثواب اس سے استفادہ کا مجھی کو ہوگا اور خدا کے نزدیک بھی مین ہی مصنف ہون
شخص مدعی اسکا مصنف نہین ہے اور کبھی تصنیف مین آدمی اپنی تعریف بطرفہ بڑی لمبی چوڑی خوبی کیساتھ ذکر کرتا ہے اور کبھی مبنا
تعریف اپنی کرتا ہے اسطرح کہ کسی دوسرے پر طعن و اعتراض کرتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا مرتبہ
دوسرے سے بڑھکر ہے حالانکہ اعتراض اور طعن کی کچھ حاجت نہ تھی اور بعض اوقات اگر کسی کی عبارت مین
کچھ غلطی فاحش پاتا ہے تو اپنی کتاب مین اوس عبارت کو مع نام عبارت لکھنے والے کے لکھتا ہے اور اگر
عمدہ عبارت ہوئی تو بے نام لکھتا ہے تاکہ کوئی سمجھے کہ یہ عبارت خود مصنف کی ہے یا تو سب عبارت کو
بعینہ چرا کر درج کر دیتا ہے یا اوسمین کچھ تصرف و تبدل کرکے نقل کرتا ہے جیسے کوئی شخص کپڑا چرا کر
اوسکی قبا بنوا لے کہ چوری کا نہ معلوم ہو - اور کبھی اس بات مین کوشش کرتا ہے کہ الفاظ کتاب کے
مزین اور مسجع ہون اور ترتیب بہت عمدہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ عبارت پوچ ہے اور اپنے گمان مین
یہ سمجھتا ہے کہ اس سے میری غرض حکمت کا رواج دینا اور اوسکا بنانا ہے تاکہ لوگون کو جلد نافع ہو

حالانکہ اوسکو یہ خبر نہین کہ بعض حکمانے تین سو ساٹھ جلدین حکمت مین لکھی تھین اوس وقت کے نبی کو
حکم الٰہی ہوا کہ اوس سے کہدو کہ تونے اس کلام فضول سے تمام زمین بھر دی مین اسمین سے کچھ بھی قبول
نہین کرتا - اور بعض اوقات اس قسم کے مغرور اگر جمع ہوتے ہین تو ہر ایک کو یہی گمان ہوتا ہے کہ میرا
نفس عیوب قلبی اور خفیہ برائیون سے بچا ہوا ہے اور جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہین اور
ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ساتھیون کا ہو لیتا ہے تو ہر ایک اسبات کو تاکتا ہے کہ میرے ساتھ
آدمی بہت ہین یا دوسرے کے ساتھ اگر اپنے ساتھ والے بہت پاتا ہے تو خوش ہوتا ہے کہ جانتا ہو
کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ مستحق کثرت جماعت کا ہے پھر جدا ہو کر جب لوگون کو تعلیم کرنی شروع کردیتے ہین
تو غیرت و حسد آپسمین ہونے لگتی ہے اور اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک عالم کے پاس آتا جاتا تھا اور
اوس سے جدا ہو کر دوسرے کے پاس پڑھنے کو جانے لگا تو اول اسکے دل پر نہایت شاق گذریگا پھر نہ پہلے
اوسکی کبھی خاطر نکریگا نہ اوسکی حاجت روائی کے لیے آمادہ ہوگا جیسا پہلے ہوتا تھا نہ اوسکی ثنا کہیگا
باوجودیکہ معلوم ہے کہ دوسرے عالم کے پاس بھی یہ طالب علم استفادہ ہی کے لیے جاتا ہے شاید
اوس عالم کی جماعت مین رہنے سے اوسکا دینی نفع بہ نسبت جماعت پہلے عالم کے زیادہ ہو پہلے عالم کی جماعت مین
کوئی آفت اوسکو معلوم ہوئی ہو غرضکہ نفرت اوس عالم کے دل سے نہین جاتی - اور جب پہلے اونپر انہین
حسد شروع ہوتی ہے اور اوسکو ظاہر نہین کرسکتا تو بہانہ کرکے اوسکے دین اور ورع مین طعن اور
اعتراض کرتا ہے کہ کسیطرح اوسپر غصہ آئے اور جانتا ہے کہ یہ غصہ مین خدا کے دین کیواسطے کرتا ہون
نہ اپنے نفس کے لیے - اور اگر محسود کے عیب اسکے سامنے ذکر ہون تو اونسے خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی
تعریف کرے تو اوس سے ناخوش ہوتا ہے - اور بعض اوقات اوسکی برائی سننے سے ترشرو ہوتا ہے
کہ کوئی جانے کہ مسلمانون کی غیبت اسکو اچھی نہین معلوم ہوتی اور باطن مین اوسکے عیب سننے سے
راضی اور خواہش مند ہوتا ہے اور اللہ تعالی سب کچھ جانتا ہے - حاصل یہ کہ اسطرح کی باتین خفیہ
عیب مین داخل ہین جنکو بجز دانا لوگون کے اور کوئی نہین دریافت کرسکتا اور نہ بدون بزرگون کے
اونسے کوئی بچ سکے ہم جیسے ضعیفون کو اونسے بچنا بہت دشوار ہے مگر اتنی بات ہے کہ ادنی
درجہ آدمی کے لیے یہ ہے کہ اپنے عیوب کو پہچانے اور اونکو برا سمجھکر اونکی اصلاح مین کوشش کرے
جب خداوند تعالی کسی انسان کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو اوسکے نفس کے عیب سوجھا دیتا ہے
اور جو شخص اپنی نیکی سے خوش ہو اور بدی کو برا جانے توقع ہے کہ اوسکا حال اچھا ہو اور اوسکی اصلاح
جلد ممکن ہو بہ نسبت اوس مغرور کے جو اپنے نفس کو پاک سمجھے اور اپنے علم و عمل سے خدا پر

احسان جتاوے اور گمان کرے کہ سب لوگون سے بہتر مین ہی ہون خداے تعالی ہمکو غفلت و غرور سے
پناہ مین رکھے اور اس بات سے بھی بچاوے کہ مخفیہ عیوب کو پہچانکر اونکی اصلاح نکرین یہان تک بیان
مغالطہ اون لوگون کا تھا جنھون نے علوم ضروری کو حاصل کیا الا عملی کی جہت سے عمل مین کوتاہی کی
اب ہم اون لوگون کا غرور لکھتے ہین جو علوم مین سے ایسے ہی علوم پر قانع ہین جو ضروری نہین اور
علوم ضروریہ کو چھوڑکر غیر ضروریہ ہی پر مغرور ہین یا تو اس نظر سے کہ علم ضروری سے اپنے آپ کو بے پروا
سمجھتے ہین یا اس لحاظ سے کہ جو کچھ جانتے ہین وہ اسی علم غیر ضروری مین جانتے ہین اونمین سے
ایک فرقہ تو وہ ہے جو علم فتوی حکومات اور خصومات کا اور تفصیل معاملات دنیوی کی جو خلق مین
جاری ہوتے ہین اوسکو سیکھتے ہین اور فقہ کا نام خاص اسی علم کو دیتے ہین اور اوسکو علم مذہب جانتے ہین
اور اسکی تحصیل مین اکثر اعمال ظاہری اور باطنی کو ضائع کر دیتے ہین تو اعضاے ظاہری ... ہون
کہ اونکی حفاظت کرین مثلاً زبان کو غیبت سے روکین اور پیٹ کو حرام سے اور پانون کو بادشاہون کے
یہان جانے سے اسیطرح سب اعضا کو اونکے اعمال بد سے بچاوین اور نہ دل کی حفاظت کرین کہ اوسکو کبر
اور حسد اور ریا اور تمام مہلکات سے علیحدہ کرین تو ایسے لوگ دو وجہ سے مغرور ہین اول باعتبار عمل کے
دوم باعتبار علم کے عمل کے اعتبار سے تو وجہ غرور کی ہم پہلے لکھ چکے ہین اور یہ ایسے لوگون کی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی بیمار نسخہ مرض کا لکھکر اوسکو پڑھتا اور لوگون کو تماشا دکھا کرے یا اونکی مثال
ایسی ہے جسکو علت بواسیر یا ہذیان کا روگ ہو اور اوسکے باعث قریب مرگ ہو جاوے اور حاجت اس
مرض کے علاج اور دوا سیکھنے کی ہو اوسکی جگہ علاج استحاضہ کا سیکھے اور رات دن اوسکو پڑھتا ہے باوجودیکہ
جانتا ہے کہ مین مرد ہون مجکو کبھی حیض یا استحاضہ نہو گا لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بیماری اکثر عورتون کو
ہوا کرتی ہے شاید کوئی مجھسے علاج پوچھے اور یہ بڑی غلطی ہے اسیطرح فقیہ بیچارہ پر بھی محبت دنیا
اور اتباع شہوات اور حسد اور کبر اور ریا وتمام مہلکات غالب ہین اور کیا بعید ہے کہ موت توبہ سے
پہلے ہی آدباوے اور اوسکی تلافی نہ کرنے پاوے اور خدا سے ایسے حال مین ملے کہ وہ اوسپر ناراض ہو
پھر اگر یہ شخص انکا علاج تو نکرے اور مسائل سلم اور اجارہ اور ظہار اور لعان اور جراحات اور دیات
اور دعوی اور گواہ اور حیض کے سیکھے جنکی طرف کبھی اوسکو حاجت نہو اور اگر کسی دوسرے کو حاجت بھی
ہو تو اور مفتی بہت ہین تو باوجود اسکے پھر ان مسائل کا سیکھنا اسی نظر سے ہے کہ اسمین جاہ و ریاست
اور مال حاصل ہوتا ہے اور شیطان نے اسکو مغالطہ دے رکھا ہے کہ اسکو خبر نہین کیونکہ یہ اپنے جی مین
یہ گمان کرتا ہے کہ مین اپنے دین کے فرض مین مشغول ہون اور یہ نہین جانتا کہ ... فرض ...

نیت بھی درست ہو اور جیسا کہنا ہے ویسا ہی ہو تب بھی فرض کفایہ میں مشغول ہونا اور فرض عین کو اونکا گناہ ہے اگر فقہ کو خدا ہی کیواسطے سیکھتا ہے تب بھی اپنے اعضاء ظاہری اور دل کے باب میں جو امور فرض عین ہیں اونسے غافل ہے اور غرور باعتبار علم کے یہ ہے کہ اسنے صرف علم فتاوی تحصیل کیا اور اسیکو علم دین جانا علم قرآن و حدیث کو نہ سیکھا بلکہ بعض اوقات محدثین پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے اخبار کے ناقل ہیں روایات کو یاد کر لیتے ہیں اور نیز علم تہذیب اخلاق اور علم معرفت جس سے خدا کی جلال و عظمت معلوم ہوتی ہے اور موروث خوف و ہیبت اور خشوع و مسکنت کا ہوتا ہے اور تقوی اور احتیاط کا باعث اوسکو بھی ترک کر دیا اور اسپر طرہ یہ ہے کہ بیخوف و مطمئن ہو کر خدا پر تکیہ ہے کہ خدا ہم پر ضرور ہی رحم کریگا کیونکہ ہم اوسکے دین کے ستون ہیں اور اگر ہم علم فتاوی نہ سیکھیں تو حرام حلال کیسے معلوم ہوں غرضکہ ایسا شخص علم مقصود و ضروری کو چھوڑ دیتا ہے اور غلطی میں رہتا ہے وجہ اوسکی غلطی کی یہ ہے کہ شرع میں تعریف اور تعظیم فقہ کی بہت سنی یہ نہ جانا کہ یہ کونسا فقہ ہے جس فقہ کی تعریف شرع میں ہے وہ وہ علم ہے جس سے خدا تعالے اور اوسکی صفات کی جو باعث خوف و رجا ہیں معرفت ہو اور اوسکی علت غائی یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ خائف رہے اور تقوی کیا کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ سے وہی علم مراد ہے جس سے خوف حاصل ہو اور وہ یہ علم نہیں ہو سکتا جسکو یہ مغرور فقہ سمجھا ہے اسواسطے کہ اس علم کا مقصود مالونکا بچانا اور شروط معاملات بجالانا اور مالوں سے بدنوں کا محفوظ رکھنا اور قتل و ضرب کا دفع کرنا ہے حالانکہ مال خدا کی راہ میں صرف ذریعہ ہے اور بدن سواری اور علم مقصود یہ ہے کہ راہ سلوک کی معرفت ہو اور دل کی گھاٹیاں جنکو صفات مذمومہ کہتے ہیں طے ہو جاویں کیونکہ بندے کے اور خدا کے درمیان یہی صفات حاجب ہیں اگر انھیں میں ملوث مر جاویگا تو خدا تعالے سے محجوب ہیگا۔ پس جو شخص صرف فقہ ہی پر اقتصار کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی راہ حج میں چلنے کی عوض مشک اور موزہ سینے پر اکتفا کرے۔ ہر چند اگر یہ چیزیں نہوں تو حج نہایت دشوار ہے مگر صرف اونھیں پر اکتفا کرنے سے تو نہ حاجی ہو سکتا ہے نہ راہ حج میں ہو سکتا ہے اور ہمنے اسکی تفصیل باب علم میں لکھی ہے اور بعض لوگ ایسے عالموں میں سے صرف فقہ کے وہ مسائل جنمیں خلاف ہے سیکھتے ہیں اور سوائے تحصیل طریق مجادلہ اور الزام طرف مقابل و ساکت کرنے مخالف کے اور غلبہ و فخر کے لیے امر حق کو نہ ماننے کی اور کوئی بات نہیں سیکھتے اونکو رات دن

ارباب مذاہب کے جھگڑون اور اپنے ہمسرون کے عیوب کی تلاش رہتی ہے اور طرح طرح کے جملے اور فقرے ایذا رسان ڈھونڈھتے رہتے ہین اس قسم کے لوگون کو انسان ہین سے درندہ تصور کرنا چاہیے انکا مقصود حماقت ہے اور علم کا قصد صرف اسلیئے کرتے ہین کہ اقران وامثال پر فخر کے لیے کام آوے اور جس علم کی حاجت عبادات مین نہین دیکھتے ہین مثلاً علم قلب اور صفات مذمومہ کو مٹا کر اونکی عوض صفات عمدہ کو حاصل کر کے راہ خدا پر چلنا ایسے علمون کو حقیر جانتے ہین اور انکا نام چکنی باتین اور واعظون کی گفتگو رکھہ چھوڑا ہے علم تحقیق اونکے نزدیک وہی ہے جس سے دو شخص جھگڑنے والون کے جدال کی تفصیل معلوم ہو- یہ لوگ پہلے فرقہ اہل فتوی سے بھی کچھہ بڑھ چڑھکر ہین اسلیئے کہ وہ فرض کفایہ تو کرتے تھے یہ لوگ جس علم مین مصروف ہین وہ تو فرض کفایہ بھی نہین بلکہ سب دقائق جدال کی فقہ مین بدعت ہین اکابر سلف سے منقول نہین باقی رہین دلیلین احکام کی سو وہ کتاب اللہ اور حدیث مین موجود ہین طریق مناظرہ اور اوسکے حیلے سب بدعت ہین اور صرف اظہار غلبہ اور مخالف کے ساکت کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہین تاکہ اسطرح بحث ہوا کرے حاصل یہ کہ یہ فرقہ بھی مغرور ہے اور اسکا غرور اہل فتوی کی نسبت شدید اور قبیح ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم کلام اور مناظرہ اسلیئے پڑھتے ہین کہ اہل بدعت سے لڑتے جھگڑتے رہین اور مخالفون کے جواب دین یہ لوگ ہمہ تن اسمین لگے رہتے ہین کہ مخالفین کے اعتراضات کو ڈھونڈھیے اور طریق مناظرے کا اور اونکے ساکت کرنے کا سیکھے اسی غرض کیواسطے بہت سے اقوال مختلف یاد کرلیتے ہین اور ایسے لوگون کے بہت سے فرقے ہین اونکا اعتقاد یہ ہے کہ آدمی کا کوئی عمل بدون ایمان کے نہین ہوتا اور جب تک آدمی ہمارا مناظرہ نہ سیکھے اور علم کلام کی دلیلین ہر عقیدون کی نہ جانے جب تک ایمان صحیح نہین ہوتا اور اونکو یہ بھی گمان ہے کہ کوئی شخص ہمسے زیادہ خدا تعالے کو نہین پہچانتا نہ اوسکے صفات کا عارف ہے اور جو شخص ہمارے مذہب کا معتقد نہین اور ہمارا علم نہین جانتا تو وہ بے ایمان ہے اور اونمین کا ہر ایک فرقہ اپنی ہی طرف بلاتا ہے بہر حال اس قسم کے لوگ دو طرح کے ہین ایک گمراہ اور ایک حق پر گمراہ فرقہ تو وہ ہے جو خلاف حدیث کیطرف بلاتا ہے اور فرقہ محق وہ ہے جو سنت وحدیث کیطرف داعی ہے مگر غرور ومغالطہ دونون مین ہے فرقہ گمراہ مین تو اس جہت سے کہ اپنی گمراہی سے غافل ہے اور اپنے نفس کی نجات اوسمین سمجھتے ہے اور اسطرح کی بہت جماعتین ہین کہ ایک دوسرے کو کافر کہتی ہین اور وجہ انکی گمراہی کی یہ ہوئی کہ انھون نے اپنی رای کو متہم نہ جانا اور دلیلون کی شرائط اور اونکا طریق اول معلوم نہ کیا اسی جہت سے

ہو دلیل واقع مین تھی اوسکو شبہہ سمجھ لیا اور جو اصل مین شبہہ تھا اوسکو دلیل مان لیا۔ اور فرقہ محق کا غرور اس لحاظ سے ہے کہ اونھون نے جدال و بحث کو نہایت ضروری اور دین کی عمدہ ثواب کی چیزون مین سے جانا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ جب تک کوئی بحث و تلاش ہار یسی نہین کریگا تب تک اوسکا دین پورا نہوگا اور یہ کہ جو شخص خدا و رسول کو بدون کسی بحث و دلیل کے سچا جانے وہ مومن یا کامل الایمان نہین نہ خدا کے نزدیک مقرب اور اسی گمان فاسد سے اونھون نے اپنی تمام عمر تحصیل جدال و مقالات اور مزخرفات اور اعتراضات اہل بدعت مین بسر کی اور نفسون اور دلونکی خبر نہ لی یہان تک کہ وہ ایسے اندھے ہوگئے کہ گناہ ظاہری اور خطاء باطنی کو نہ دیکھ سکے سبحان اللہ اونکا یہ قول ہے کہ جدال و بحث مین مصروف رہنا افضل اور اولی ہے موجب قرب الٰہی ہے مگر چونکہ علیہ اور ریا کی لذت اور مخالف کے الزام دینے کا مزا اور اپنی دانست مین حمایت دین خدا کی بڑائی دل مین سمائی ہوئی ہے تو اسیواسطے چشم بصیرت نہین ورنہ قرن اول کا حال دیکھتے کہ جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ یہ لوگ تمام خلق سے بہتر ہین اونھون نے بہت سے اہل بدعت اور ہوا دیکھے مگر اپنی عمر اور دین کو نشانہ تیر خصومت و جدال نہ بنایا اور اپنے دلون اور عضا کی تجسس ہی سے اِن بحث و تکرار کی فرصت نہ ملی بلکہ کبھی گفتگو تک کی ہان جس جگہ حاجت یا آثار قبول کے دیکھے وہان کچھ بقدر حاجت کہدیا جس سے گمراہ کو اپنی گمراہی معلوم ہوجاوے اور جب کسی گمراہ کو گمراہی پر اصرار کرتے دیکھا تو اوس سے روگردانی کی اور چھوڑ دیا اور خدا کے لیے اوس سے بغض رکھا گیا کہ اوس سے تمام عمر وحشت مشت رکھی ہو بلکہ اکابر سلف کا قول ہے کہ سنت کیطرف بلانا امر حق ہے اور یہ بھی مسنون ہے کہ اس بلانے مین جدال نکیا جاوے چنانچہ ابو امامہ باہلی رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جس قوم کو ہدایت عنایت ہوتی ہے وہ گمراہ نہین ہوتی جب تک کہ جدال و نزاع نہ پیدا ہو۔ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رض کے پاس تشریف لائے تو وہ جھگڑے اور خصومت مین مصروف تھے آپ کو اسقدر غصہ ہوا کہ مارے غصہ کے منہ سرخ ہوگیا گویا چہرہ مبارک مین انار کے دانون کی سرخی دمکتی تھی اور اوسوقت یہ فرمایا

اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَنْ تَضْرِبُوا كِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ اُنْظُرُوا اِلٰى مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ فَاعْمَلُوْ وَمَا نُهِيْتُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا غرضکہ صحابہ رض کو جدال سے منع فرمایا حالانکہ حجت اور جدال مین سب سے زیادہ بہتر تھے پھر اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجودیکہ تمام اہل ملت والے پر مبعوث ہوے تھے مگر کبھی کسی ملت والون کے پاس مجلس مجادلہ مین اسواسطے نہین بیٹھے کہ کسیکو

الزام دیجیے یا ساکت کیجیے یا کسی حجت کی تحقیق یا کسی اعتراض کا جواب یا خود اپنی طرف سے اعتراض کیجیے البتہ اونسے مجادلہ صرف تلاوت قرآن سے فرمایا جو اون لوگون پر نازل ہوا تھا زیادہ بحث نہین کی کیونکہ زیادہ گفتگو سے اونکا دل پریشان ہوتا اور طرح طرح کے اعتراضات و شک واقع ہوتے کہ پھر دل سے محو نہین ہوسکتے تھے اور یہ بات نہین کہ خدانخواستہ آپ اونکے مجادلے سے عاجز تھے اور قیاس کے دقائق سے ناواقف یا اپنے اصحاب رض کو کیفیت جدل و الزام کی تعلیم نکر سکتے تھے مگر اصل یہ ہے کہ دانا اور اہل احتیاط مجادلے پر فریفتہ نہین ہوتے اونکا یہ قول تھا کہ اگر تمام روی زمین کے لوگ نجات پاوین اور ہم ہلاک ہون تو اونکی نجات سے ہمین کیا فائدہ اور اگر ہم نجات پاوین اور وہ ہلاک ہوجائین تو ہمکو اونکے ہلاک ہونے سے کچھ ضرر نہین اور ہم پر مجادلہ آنا چاہیے جتنا صحابہ رض کو یہود و نصاریٰ سے اور دوسری علت والون سے ہوا اونھون نے کچھ اپنی تمام عمر اونکی مجادلات کی تحریر مین ضائع نہین کی کہ ہم بھی ویسا ہی کرین اور اوس بات سے غافل رہین جو ہمارے فقر و فاقہ کے دن کام آوے علاوہ ازین جس بات مین کہ ہم سے غلطی کا بھی امکان ہے اور خطا سے مامون نہین اوسمین ہم کیون خوض کرین پھر ہم دیکھتے ہین کہ بدعتی کے ساتھ اگر بحث کرو تو وہ بحث کے باعث بدعت نہین چھوڑتا بلکہ تعصب اور خصومت سے اوسکی بدعت اور زیادہ بڑھجاتی ہے اس صورت مین ہمکو اون مخالفون کے ساتھ بحث و تکرار کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس پر کوشش کرین اور اوسی سے بحث و تکرار رکھین تاکہ وہ دنیا کو آخرت کیواسطے چھوڑدے اور یہ ایسے حال مین ہے کہ فرض کرلین کہ ہمکو جدل و خصومت سے ممانعت نہین ہوئی اور جس حال مین کہ ممانعت اس سے وارد ہے تو جدال سے کسیکو سنت کیطرف بلانا گویا ایک سنت کا تارک ہوکر دوسرے کا طالب ہونا ہے تو بطریق اولی ہمارے حق مین یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس کے درپے ہوکر اوسکے صفات کو دیکھین کہ کونسے کو اللہ پسند کرتا ہے اور کسکو ناپسند پھر اوسکے محبوب صفات کو اختیار کرین اور مبغوض کے گرد نہ پھرین اور ایک فرقہ اور ہے جو وعظ و نصیحت مین مصروف رہتے ہین اور اون سب مین اعلے رتبہ اون لوگونکا ہے جو اخلاق نفس اور صفات قلبی یعنی خوف و رجا اور صبر و شکر اور توکل اور زہد اور یقین و اخلاص و صدق وغیرہ کی خوبیان لوگون کو سناتے ہین اور اونکو یہ دھوکا ہے کہ از انجا کہ ہم ان صفات کو بیان کرتے ہین اور لوگون کو انکی تعلیم کرتے ہین تو ہم اول ان صفات سے متصف ہین حالانکہ خدا کے نزدیک اونمین ان صفات کا وجود نہین ہوتا اور اگر تھوڑی بہت کوئی صفت ہو تو ہر ایک عام مسلمان مین بھی کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہی ہے انکو کیا ترجیح ہے مگر غرور انکا بڑا سخت ہے کیونکہ یہ اپنے نفس پر بہت عجب کرتے ہین اونکو یہ گمان ہے کہ جتنا ہمنے جس علم مین تبحر اور استعداد پیدا کی

اوتنی ہی وہ چیز ہم مین باعث کمال ہوئی مثلاً ہمنے محبت مین تجرید کیا تو محبت الٰہی ہم مین ہوئی اور
اخلاص کے دقائق کو سمجھا تو مخلص ہو گئے اور خفیہ عیب نفس کے پہچانے تو اونسے بری ہوے اور
اگر ہم معرفت الٰہی نہوتے تو خداے تعالیٰ ہمکو معنی قرب و بعد کے کیون بتاتا اور علم سلوک الی اللہ اور کیفیت
اس راستے کے منازل طے کرنے کی ہمکو کیون معلوم ہوتی غرض اسطرح کا عالم بیچارہ ایسے ایسے خیالات خام
سے جانتا ہے کہ مین خائف ہون حالانکہ در اصل بیخوف ہے اور جانتا ہے کہ مین رجا رکھتا ہون اور اصل مین
غرور رکھتا ہے اور اپنی دانست مین راضی بقضاے الٰہی ہے مگر حقیقت مین نہین اور بزعم خود متوکل ہے
لیکن واقع مین عزت و جاہ و مال و اسباب پر تکیہ رکھتا ہے اور اپنے گمان مین مخلص ہے اور در واقع
ریاکار ہے بلکہ اگر اخلاص کا وصف بیان کرتا ہے تو اثناے بیان مین اخلاص نہین کرتا اسیطرح ریا کا ذکر
کرتا ہے تو وہ بھی خالی از ریا نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسکی مراد یہی ہے کہ لوگونکا میری طرف یہ اعتقاد
ہوجاوے کہ اگر یہ شخص مخلص نہوتا تو اتنے دقائق ریا کے کہان سے سوجھتے اور زہد دنیا کا بیان بھی
اسلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ شدت سے اوسکا حریص ہے غرضکہ بظاہر لوگون کو اللہ کیطرف بلاتا ہے
اور خود اوس سے بھاگتا ہے اور ونکو خوف خدا دلاتا ہے آپ مامون ہے دوسرونکو یاد الٰہی کو کہتا ہے
خود بھولا ہوا ہے غیرونکو خدا سے قریب کرتا ہے اور اپنے آپ دور ہوتا ہے ترغیب اخلاص کی دیتا ہے
اور خود غیر مخلص ہے صفات مذمومہ کی مذمت کرتا ہے اور اپنے آپ اونسے موصوف ہے لوگون کو
خلق سے روگردان کرتا ہے اور آپ سب سے زیادہ اوسکا حریص ہے جس جگہ بیٹھکر لوگون کو خدا کیطرف
بلاتا ہے اگر وہان کوئی نہ بیٹھنے دے تو جہان اوسپر باوجود وسعت کے تنگ ہوجاوے کہتا ہے
کہ میری غرض خلق کی اصلاح ہے لیکن اگر کوئی اوسکا ہمسر ایسا ہو کہ خلق اوسکے پاس جاوے اور
اوسکے ہاتھون بہتری کو پہونچے تو غم اور حسد کے مارے جلجاوے اور اگر اوسکے سامنے کوئی شخص کسی
اوسکے ہمسرونمین سے تعریف کرے تو تمام خدائی سے اوسکو برا سمجھے تو اس قسم کے لوگون کو
بڑا غرور ہے اور انکا آگاہ ہونا اور راہ راست پر آنا بھی دشوار ہے کیونکہ اچھے اخلاق کی ترغیب اور
اخلاق بد کی نفرت جب ہوتی ہے جب اون اخلاق کے آفات اور فوائد سے واقفیت ہو اور
ان لوگون کو اگرچہ اوسپر وقوف ہوا مگر مفید نہوا کیونکہ خلق کو راہ راست بتلانے کی محبت نے اونکو
عمل سے روکدیا پھر کس چیز سے اونکا علاج کیا جاوے اور کونسی چیز سے اونکو ڈرایا جاوے ڈرانے والی
باتین تو وہ خود لوگون کے سامنے ذکر کرتے ہین مگر خود خوف نہین کرتے ہان اتنی بات ہوسکتی ہے
کہ اونکو جو دعوی ہے کہ ہم سب عمدہ اخلاق سے موصوف ہین تو اسکا امتحان اونکو بتلا دیا جاوے

کہ اوسپر اپنے نفسونکا تجربہ کرلین وہ یہ ہے کہ مثلاً اونکو دعوی محبت الٰہی کا ہے تو سوچین کہ ہم نے خدا کی محبت کے باعث کونسی دنیا کی محبوب چیزین چھوڑ دی ہین اور خوف الٰہی کا جو دعوی ہے اس خوف سے کونسی چیزون سے باز رہے ہین اور زہد کا جو دعوی ہے تو قدرت پا کر کونسی چیز خدا کیواسطے ترک کی ہے اور خدا کے ساتھ انس کا دعوی ہے تو بتاوین کہ تنہائی کبھی اچھی معلوم ہوئی ہے اور خلق کے دیکھنے سے نفرت ہوئی ہے ان امور مین سے کچھ بھی نہین ہوا بلکہ جب مریدون کو حلقہ باندھے گرد و پیش دیکھتے ہین تو دل مین حلاوت کامل پاتے ہین اور اگر تنہا ہو کر خدا کے واسطے بیٹھین تو وحشت ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہین کہ کہین محب کو اپنے محبوب سے بھی وحشت ہوتی ہے اور اوسکے سوا دوسرون سے الفت ہے حاصل یہ کہ دانا لوگ تو اپنے نفسون کا امتحان ان صفات سے کرتے ہین اور طالب صفات حقیقی کے ہوتے ہین یہ نہین کہ صرف ظاہر کی بناوٹ پر قانع ہو جاوین بلکہ خدا سے عہد مستحکم کرتے ہین اور ظاہر و باطن یکسان کرتے ہین اور جو لوگ مغالطے مین ہین وہ اپنے نفسون کو اچھا جانتے ہین مگر قیامت کو حال کھلے گا تب فضیحت ہونگے بلکہ دوزخ مین ڈالے جاوینگے اور اونکی آنتین نکل پڑینگی اور اونکو اسی طرح چکر دینگے جیسا گدھا چکی پھراتا ہے چنانچہ اس مضمون کی حدیث اوپر گذری اور یہ حال اسلیے ہوگا کہ خود فضیحت و دیگرے را نصیحت کو اپنا دستور العمل کیا تھا اور وجہ ان لوگون کے مغالطے کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلون مین کسیقدر اصول ان اشیا یعنی محبت و خوف خدا اور رضا بقضا کے پاتے ہین اور پھر اون امور مین منازل عالیہ کے بیان کرنے کی قوت بیانیہ امین ہوتی ہے تو انکو یہی گمان ہوتا ہے کہ ہم جو مدارج محبت و خوف الٰہی کے بیان کرسکتے ہین اور ہمکو خدای تعالی نے انکا علم دیا ہے اور لوگون کو ہمارے کہنے سے نفع ہوتا ہے یہ سب اسی جہت سے ہین کہ ہم ان اوصاف سے موصوف ہین اور اونھون نے یہ نہ سمجھا کہ نفع کلام کا ہوتا ہے اور کلام معرفت اور زبان کے جاری ہونے سے ہوتا ہے اور معرفت سیکھنے سے ہوتی ہے تو ان باتون مین سے کسی سے یہ نہین لازم آتا کہ بولنے والا اون صفات کے ساتھ موصوف بھی ہو لور علم مسلمانون مین اور سطرح کے عالم مین کیا فرق ہے محبت و خوف نہ اوسمین ہے نہ اسمین صرف قدرت بیانی البتہ اس عالم مین ہے اور بس سے کام نہین چلتا بلکہ کیا عجب ہے کہ اس قدرت کی باعث زیادہ تر بعجوف ہو اور خلق کیطرف میل ظاہر کرے اور دل مین محبت الٰہی برائے نام رہجاوے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار مرض کو اور دوا کو اور صحت اور شفا کو بہت فصاحت سے بیان کرسکے کہ دوسرے مریض نہ کرسکین اور نہ اسباب و علامات صحت و مرض کے اور نہ درجات و اصناف

مرض اور دوا کے بیان کرسکین یہ سب کچھ کہہ سکتا ہے تو اس کہنے سے بیماری مین کیا فرق ہوگا جیسے اور بیمار ہین ویسا ہی یہ بھی ہے فرق صرف علم مین ہے کہ اصطلاحات طبی سے واقف ہے پس صرف صحت کی تعریف جانکر اپنے آپ کو تندرست سمجھنا مین جہالت ہے اسیطرح محبت و خوف الٰہی اور توکل اور زہد اور سب صفات کا جاننا اور چیز ہے اور اونکے ساتھ متصف ہونا اور چیز جوان دونون کو ایک سمجھے وہ بڑی غلطی مین ہے۔ یہ حال اون واعظون کا ہے جنکے بیان مین کچھ عیب نہین یعنی طریق اونکے وعظ کا ایسا ہی ہو جیسا قرآن و حدیث اور حضرت حسن بصری رح وغیرہم کے وعظ کا ڈھنگ ہے اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے وعظ کے طریق واجبی سے عدول کیا ہے اور اب کے سب واعظ اسیطرح کے ہین شاید شاذ و نادر جنکو خدا تعالیٰ نے بچایا ہو ایسے نہون مگر ہم کسیکو نہین جانتے شاید اطراف بلاد مین کہین ہون اس قسم کے واعظون کا یہ دستور ہے کہ لوگون کو اجنبی بات سُنانے کے واسطے بہت سی جھوٹی سچی باتین بے سروپا اور ایسے کلمات جو قانون عقل و شرع سے خارج ہون بیان کرتے ہین اور بعض لوگ الفاظ مزین اور مسجع کہتے ہین اور دلیل مین اشعار وصال اور فراق کے پڑھتے ہین اس غرض سے کہ اونکی وعظ مین لوگ بہت سا چیخین اور حال کرین گو اغراض فاسدہی کے لیے ہو تو ایسے لوگ انسانون مین شیطان ہین خود بھی گمراہ ہوے اور اورونکو بھی گمراہ کیا سیدھا رستہ چھوڑدیا پہلے فرقے نے گو اپنے نفسونکی صلاح نہ کی تھی تو دوسرونکو اصلاح کی تھی وعظ اور کلام صحیح بیان کیا تھا یہ لوگ تو خلق کی راہ مارتے ہین کہ اونکو بھی اللہ پر مغرور کیے دیتے ہین اور اسکا نام رجا بتلاتے ہین اونکے وعظ سے خلق کو زیادہ تر جرات گناہون کی ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہے خصوص اوس حال مین کہ واعظ اچھے کپڑے اور سواری وغیرہ سے آراستہ ہو کیونکہ اس صورت مین اسکی ہئیت سراپا دلیل ہے اس بات کی کہ شدت سے حرص دنیاوی رکھتا ہے تو یہ مغرور جتنی خرابی اپنی وعظ سے کرتا ہے وہ اصلاح کی نسبت زیادہ ہے بلکہ بتامل دیکھو تو اصلاح کچھ بھی نہین بہتونکو گمراہ ہی کرتا ہی اور وجہ اسکے مغرور ہونے کی ظاہر ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو صرف زاہدون کے کلام اور اونکے اقوال مذمت دنیا مین جون کے تون یاد کرلیتے ہین اور بدون اونکے معنی سمجھنے کے اورون سے کہتے ہین بعضے تو منبرون پر چڑھکر بیان کرتے ہین اور بعضے مسجدون مین اور بعضے بازارون مین اپنے ساتھیون کو سناتے ہین اور اونمین سے ہر ایک کو یہی گمان ہے کہ جب ہم ہین اور بازاریون اور سپاہیون مین اتنا فرق ہو گیا کہ ہمکو یہ اقوال زاہدون اور اہل دین کے یاد ہین اور انکو نہین تو اسقدر سے ہمارا مطلب حاصل ہے اور مغفرت الٰہی ہمارے حال کے شامل اور عذاب اخروی سے

بھی باطن پر بینگے کہ اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے نہ بچاوین غرضکہ نجات کیواسطے انکے نزدیک یاد
کرنا کلام اہل دین کا کافی ہے اور اس فرقے کا غرور اس سے پہلے فرقے کی نسبت بھی ظاہر تر ہے
اور ایک فرقہ اور ہے جو اپنے اوقات علم حدیث کے سننے اور بہت سے روایات کے جمع کرنے
اور اونچے اونچے اسناد کی جستجو کرنے مین بسر کرتے ہین ایسے عالم کی ہمت اسی مین مصروف رہتی ہے
کہ شہرون مین گشت کرے اور بہت سے محدثین سے ملاقات کرے تاکہ یہ کہہ سکے کہ مجکو روایت
فلان فلان شخص سے ہے اور جو سند میرے پاس ہے وہ اور کسیکے پاس نہین ان لوگون کا مغالطہ
کئی وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ ان لوگون کا حال ایسا ہے جیسا کہ کوئی کتابین اپنی بغل مین لیے پھرے
لیے پھرنے سے پیٹ نہین ہوتا اسیطرح یہ لوگ بھی معانی سنت کیطرف اپنی توجہ نہین کرتے
بجز نقل کے اور کچھ نہین جانتے اور یہ غرور سے اسیقدر کافی سمجھتے ہین حالانکہ انکا علم ناقص ہے
دوسری وجہ یہ کہ جب معانی حدیث کے نہ سمجھینگے تو اوسپر عمل کیسے کرینگے اور بعضی احادیث کو سمجھتے بھی
ہین اور عمل نہین کرتے تیسری وجہ یہ کہ اس جاننے سے وہ علم جو اوپر فرض عین ہے یعنی معرفت علاج
قلب کی اوسکو چھوڑتے ہین اور سندون کی کثرت کرنے اور اونچی سند کی تحصیل مین
مصروف رہتے ہین حالانکہ انہین سے اونکو کسی چیز کی حاجت نہین چوتھی وجہ جیسا کہ انکے زمانے کے
لوگ کرتے ہین یہ ہے کہ حدیث شریف کے سننے کے لیے جو جو شرط چاہیے اوسکو بھی بجا نہین لاتے
اور یہ امر ضروری ہے اسواسطے کہ صرف سننے سے اور کوئی فائدہ نہین تو الفاظ حدیث کے
معین ہونے کا تو فائدہ ہے جب الفاظ معین ہوجاوین تب اوسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اور
سمجھنے کے بعد عمل ہوتا ہے اسیطرح بترتیب پانچ چیزین ہوتی ہین اول سننا پھر سمجھنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا
پھر اوسکو دوسرون مین منتشر کرنا ان لوگون نے ان پانچ باتون مین سے صرف سننے پر قناعت کی
اور سننا بھی جیسا چاہیے ویسا نہ کیا مثلاً کوئی لڑکا کسی شیخ کی مجلس مین حاضر ہو کہ وہان حدیث پڑہتا
ہو یا ہے اور استاد تو سوتے ہین لڑکا جو کھیل مین مصروف ہے باوجود اسکے اوسکا نام
سماعِ حدیث کرنے کی ملجاتی ہے جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس بات کے درپے ہوتا ہے کہ کوئی مجھسے آکر سنے
اور اگر کوئی بالغ مجلس حدیث مین جاتا ہے تو وہ بھی اکثر غافل ہوکر کان نہین دہرتا اور باتین کرتا ہے
یا لکھنے مین مشغول ہوتا ہے یہان تک کہ استاد جو حدیث بیان کرتا ہے اگر چہ اوسکو بدل کر تغیر تبدیل
کردے تو اوسکو خبر بھی نہو اور نہ اوسکو پہچانے اور یہ سب باتین غرور ہے جہالت کی کیونکہ اصل
کے باب مین یہ ہے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے اور جیسا سنے ویسا یاد رکھے اور اسیطرح

یاد ہوا وسیطرح روایت کرے یعنی روایت بعد حفظ کے ہوتی ہے اور حفظ بعد سننے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا نہو سکے تو صحابہ یا تابعین سے سنے انکے سننا بھی ایسا ہے جیسا آنحضرت سے یعنی غرض سننے سے یاد کرنا ہے تاکہ جون کی تون دوسرون سے بیان کرے اور یاد کرنا بھی اوسی طور پر ہو کہ جیسا سنا ویسا ہی یاد کیا یہان تک ایک حرف کی تبدیل نہونے پاوے اور اگر کوئی شخص دوسرا اوسمین کچھ تبدیل کرے یا خطا کرے تو حفظ کرنے والے کو اوسکی غلطی معلوم ہو جاوے پھر حفظ حدیث کے دو طور ہین ایک تو یہ کہ دل ہی دل مین ہمیشہ یاد کرے اور دوہرالیا کرے جیسے اپنے اور روزمرہ کے حالات مین کان پڑی باتین یاد کر لیتے ہین دوسرے یہ کہ جیسا سنے ویسا لکھ لیوے اور نہایت صحت کے ساتھ لکھے اور اس نوشتے کی حفاظت کرے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اسکو نہ لگے اور حفاظت خواہ اپنے ساتھ رکھنے سے یا اپنی تحویل مین رکھنے سے کرے کیونکہ اگر دوسرے کے ہاتھ وہ کتاب پڑیگی کیا عجب ہے کہ اوسمین کچھ تغیر ہو جاوے اور چونکہ خود اوسکی حفاظت نہین کی تھی تو یہ معلوم بھی نہوگا کہ کسی دوسرے نے اسمین کچھ بدل دیا غرضکہ حفظ حدیث کی یہی دو صورتین ہین یا تو دل مین محفوظ ہو یا کتاب مین لکھی ہوئی ہو کہ جب اوسکو دیکھین تو جو کچھ اوستاد سے سنا ہے اوسکا دھیان آجاوے اور اوسمین تبدیل و تحریف کا خوف نرہے پس جس صورت مین کہ مثلاً تم نے حدیث نہ دلمین یاد کی نہ کتاب مین لکھی اور صرف ایک مبہم آواز کان مین ڈالکر اوستاد کے پاس سے مفارقت کی اور اتفاقاً اوسی اوستاد کی وہی کتاب حدیث کہین نظر پڑی جسمین احتمال ہے کہ شاید کچھ تبدیل ہو گئی ہو یا تمنے اور روایت سنی ہو اور یا اوسمین دوسری طرح ہو تو تم یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمنے یہ کتاب اوستاد سے پڑھی ہے کیونکہ تمکو یہ تو معلوم ہی نہین کہ جو کچھ تمنے سنا ہے وہ اس کتاب کے موافق ہے یا مخالف شاید تمھارا سننا اوس سے ایک ہی دو کلمے مین مختلف ہو بہرصورت تمھارے پاس کوئی قطعی دلیل نہین جس سے اختلاف بیجان سکو یا قطعی پڑھنا ثابت کرو کیونکہ نہ خود تمکو دل مین یاد ہے نہ تم نے اوستاد کا مقولہ صحیح صحیح لکھ رکھا ہے تو بدون ان دونون باتون کے کیسے کہہ سکتے ہو کہ مین نے بھی سنا ہے حالانکہ خدا تعالے فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس زمانے مین مدعی ہین کہ ہمنے فلانی کتاب فلان اوستاد سے پڑھی ہے اگر اونمین یہ شرط مذکورہ بالا موجود نہین تو اونکا دعوی جھوٹ ہے اور کمتر درجہ سننے کی شرط کا یہ ہے کہ تمام و کمال کتاب کان پر ایسی طرح گذرے جو کچھ یاد بھی ہو تی جاوے کہ اگر بالفرض اوسمین کچھ تبدیل ہو تو فوراً معلوم کر لے اور جب یہ صورت جواز کی نکلی کہ خواہ لڑکا ہو یا غافل یا سوتا یا لکھتا

(۱) یعنی جس بات کا تجھکو علم نہین اوسکے پیچھے مت پڑ

سب کے سب پڑھنے مین داخل گنے جاوین تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شیرخوار یا مجنون
مجلس حدیث مین ہو تو اوسکا سننا بھی معتبر چاہیے بالغ ہونے کے بعد خواہ ہوش مین آنے کے پیچھے
اوسنے اور لوگ سند کرین حالانکہ یہ امر سب کے نزدیک ناجائز ہے اسکا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ شیرخوار
تو بات کو نہ سمجھتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے اسلیے اوسکا سننا بھی معتبر نہین تو ہم کہتے ہین کہ جو لڑکا
کھیل رہا ہے اور غافل آدمی جو لکھنے مین مشغول ہے وہ کب سمجھتا اور یاد کرتا ہے اور اگر کوئی جاہل جرأت
کرکے کہے کہ شیرخوار لڑکے کا سننا بھی جائز ہے تو اوسکے الزام کو کہنا چاہیے کہ پھر پیٹ کے بچے کا
سننا بھی معتبر ہونا چاہیے اور اگر وہ یہ فرق نکالے کہ پیٹ کا بچہ آواز نہین سنتا اور شیرخوار سنتا ہے
تو یہ فرق مفید نہین سواسطے کہ غرض تو بیان حدیث سے ہے کچھ آواز کے سننے سے نہین
دوسرون سے جب کہیگا جب حدیث نقل کریگا آواز کی سماعت سے کچھ سروکار نہین اسطرح کے
سننے والے کو چاہیے کہ جب بالغ ہو تو اتنی ہی بات کہے کہ مین نے بڑا ہو کر یون سنا ہے کہ لڑکپن مین
ایک ایسی مجلس مین حاضر ہوا تھا جسمین حدیث ہوا کرتی تھی اور اوسکی آواز مجکو پہونچتی تھی مگر مین نہین
جانتا کہ وہ کیا تھی تو اسمین تو شک نہین کہ سب کے نزدیک اسطرح کی روایت ناجائز ہے اور جسقدر اسمین
کچھ زیادتی کریگا وہ صریح جھوٹ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی ترکی شخص کا حدیث سننا جائز ہو جو عربی سے
محض ناواقف ہے تب البتہ سننا طفل شیرخوار کا بھی معتبر ہوسکتا ہے کہ صورت مبہم دونون کو پہونچتی ہے
اور یہ نہایت جہل ہے علاوہ ازین ماخذ سماع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ فرماتے ہین ح
نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا اب ہم پوچھتے ہین کہ جس شخص کو یہ خبر نہین
کہ کیا سنا ہے وہ ادا کسطرح کریگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی غلطی ہے اور اسمین اس زمانے کے لوگ
مبتلا ہین اگر لوگ احتیاط اور جستجو کرین تو ایسے ہی شیخ ملینگے جنھون نے لڑکپن مین ایسی ہی غفلت کے
ساتھ حدیث کو سنا ہوگا مگر چونکہ محدثین کو جاہ و قبول اسمین حاصل ہے اسواسطے بیچارون کو یہ ڈر ہے
کہ سننے مین یہ شرط لگانے سے کہین حلقہ کم نہو جاوے اور جاہ مین خلل پڑے اور نیز وہ حدیثین جو اس
شرط سے سنی ہونگی وہ بھی کم ہوجاوینگی بلکہ کیا عجب ہے کہ اسطرح کی کوئی بھی نہ نکلے تو فضیحت ہونا پڑے
اسواسطے یہ اصطلاح ٹھہرالی کہ حدیث کے سننے مین صرف یہی شرط ہے کہ آواز سنے گو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اسمین
کیا بیان ہے حالانکہ اس باب مین اونکا قول معتبر نہین کیونکہ سماع کی تعریف داخل اونکے علم مین نہین
یہ امر متعلق علماے اصول فقہ سے ہے ہمنے جو شرائط لکھے ہین وہ اصول فقہ کے قانون کے موجب صحیح ہین
غرض یہ کہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے اور اگر بالفرض احادیث کو شرائط کے ساتھ ہی سیکھین تب بھی

ح ۱ تر و تازہ کرے اللہ اوس شخص کو جسنے میری گفتگو سنی اور اوسکو یاد کیا اور جیسی سنی تھی ویسی ہی بیان کی ۱۲ ابو داود ابن حبان بروایت زید بن ثابت و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن مسعود ۱۲

مغرور ہین اسلیے کہ صرف حدیث کی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین اور روایات کے جمع کرنے مین عمر ضائع کرتے ہین اور ضروریات دین اور معرفت معانی حدیث سے نافہم رہتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ مقصود علم حدیث سے بھی سلوک راہ آخرت ہے اور کیا عجب ہے کہ کسی کے لیے ایک ہی حدیث عمر بھر کو کافی ہو چنانچہ بعض اکابر سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس حدیث مین حاضر ہوے اول حدیث جو شیخ نے پڑھی یہ تھی مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ وہ بزرگ اس حدیث کو سنکر اوٹھہ کھڑے ہوے اور کہا کہ مجھے اسیقدر کافی ہے پہلے اتنا ہو لون تو دوسری سنونگا بس جو لوگ غرور سے بھاگتے ہین اونکا سننا ایسا ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم نحو اور شعر اور لغت مین مشغول ہو کر مغالطے مین پڑے اور اپنی دانست مین مغفور ہین اور دلیل پیش کرتے ہین کہ دین کا مدار کتاب اللہ اور حدیث پر ہے اور ان دونون کا مدار علم لغت اور نحو پر ہے اسیوجہ سے اپنی عمر دقائق نحو اور فن شعر اور معرفت لغت مین تلف کرتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی تمام عمر خوشخطی کی تحصیل مین ضائع کرے اور کہے کہ علوم چونکہ بدون لکھے یاد نہین رہتے اسواسطے لکھنا اچھی طرح سیکھنا اور خوشخط ہونا ضروری ہے اور اگر عقل ہو جانے کہ اصل خط اور املا ضروری کا سیکھنا کافی ہے اسقدر چاہیے کہ پڑھا جاے اور زیادہ مقدار کافی سے تجاوز کرنا ہے اسیطرح ادیب بھی اگر تامل کرے تو جان لے کہ لغت عربی مثل لغت ترکی کے ہے جو اپنی عمر لغت عربی کی تحقیق مین ضائع کرے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو لغت ترکی خواہ ہندی کی تحقیق مین تلف کرے فرق صرف اتنا ہے کہ احکام شریعت زبان عربی مین ہین تو عربی کے لغت کا اتنا ہی علم کافی ہے جس سے احادیث و قرآن کے الفاظ معلوم ہو جاوین اور اسیقدر نحو کا سیکھنا بھی کافی ہے جس سے حدیث و قرآن کے معنی کو تعلق ہو الا اگر اوسمین اتنا تعمق و مشغولی کرے کہ کسی حد پر بس نکرے تو محض فضول ہے جسکی کچھہ حاجت نہین - پھر اگر انھین علوم پر اکتفا کرکے معانی و احکام شرعی سے باز رہے اور عمل نکرے تو شدت سے مغرور ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی عمر صرف قرآن کے مخارج حروف کی تصحیح مین بسر کرے اور اسی پر کفایت کرے تو ظاہر ہے کہ یہ غلطی ہی ہے اسلیے کہ مقصود حروف سے معانی ہین حروف بمنزلہ ظروف اور آلہ کے ہین پس جس شخص کو دفع صفرا کے لیے سکنجبین پینے کی حاجت ہو اور وہ اپنی عمر اوس پیالے کی درستی مین صرف کرے جسمین پینا منظور ہے تو ایسا شخص مغرور و جاہل ہے اسیطرح اہل نحو اور لغت دانون اور ادیبون اور قاریون کا غرور سمجھنا چاہیے اگر وہ ان علوم مین ایسے مستغرق ہون کہ جو علوم اونپر فرض عین ہین اونکو نہ سیکھین خلاصہ یہ کہ سب مین عمدہ مغز تو عمل ہے اور عمل کا جاننا

بمنزلہ پوست کے ہے اور یہ بھی باعتبار اور چیز کے جو اسکے اوپر ہے مغز ہے یعنی معرفت عمل کے اوپر کا پوست الفاظ کا سننا اور بعد اوسکے یاد کرنا ہے اور یہ بھی باعتبار اپنے اوپر کی چیز کی مغز ہے اور اپنے اندر کی چیز کے پوست ہے اسکے اوپر کی چیز معرفت علم لغت و نحو ہے اور سب سے اوپر کا پوست مخارج حروف ہین اور جو شخص کہ ان پوستون مین سے کسی پر قانع ہے وہ مغرور ہے لیکن اگر ان پوستون کو ذریعہ اور سیڑھی نیل مرام کی سمجھے اور ہر ڈنڈے پر بقدر حاجت چڑھکر آگے بڑھجاوے یہان تک کہ مغز عمل اور اصل مقصود کو پہونچ جاوے تو ایسا شخص اپنے دل اور جوارح سے واقع مین حقیقت عمل کا طالب ہے اور نفس سے بھی یہی کام لیتا ہے اور اعمال کی درستی اور اونکو آمیزش آفات سے صاف کرنے مین عمر بسر کرتا ہے اور تمام علوم شرعیہ مین مخدوم اور مقصود بھی یہی بات ہے اور سب علوم اوسکے خادم اور وسیلے اور پوست اور منازل ہین اور جو شخص مقصد تک نہین پونہچا وہ نقصان مین ہے خواہ پاس کی منزل مین ہو یا دور کی اور چونکہ یہ علوم متعلق علوم شرعیہ سے ہین اسواسطے جو انکو سیکھتا ہے اوسکو مغالطہ ہوجاتا ہے مگر علم طب اور حساب اور دوسرے علوم جو علوم شرعیہ سے بظاہر متعلق معلوم نہین ہوتے تو انکے عالمون کو یہ اعتقاد تو نہین ہوتا کہ انسے ہماری مغفرت ہوگی کیونکہ ہمنے علم سیکھا ہے اسی نظر سے ایسے علوم سے غرور بھی کمتر ہوتا ہے بہ نسبت اوس غرور کے جو علوم شرعی کی تحصیل سے ہوتا ہے اسلیے کہ علوم شرعی اچھے بھی ہوتے ہین جیسے پوست مغز کی شرکت مین اچھا کہا جاتا ہے لیکن عمدہ تر بالذات وہی ہے جو سب سے اعلی ہے اور دوسرے کو جو اچھا کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اوس سے اول قسم تک پہونچ سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی پوست ہی کو مقصود سمجھکر اوسمین تفوق حاصل کرے وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو فن فقہ مین بڑا مغالطہ کھاتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ جو کچھ پیشگاہ قاضی سے حکم ہوتا ہے ویسا ہی حکم خدای تعالی کے یہان بھی ہوگا اسی لحاظ سے لوگون کے حق نہ دینے کے لیے حیلے بنائے اور الفاظ مبہم کی بڑی بڑی تاویلین کین اور ظاہر نصوص پر فریفتہ ہوکر اوسمین خطائین کین اور یہ امر از قبیل خطای لغتوی ہے جو اکثر واقع ہوتی ہے مگر یہ قسم ایسی ہے کہ سوای دانائون کے اور سب پر پھیلی ہے ہم انکی توہمات کی کچھ مثالین لکھے دیتے ہین مثلا یہ لوگ فتوے دیتے ہین کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو مہر معاف کردے تو شوہر پر خدا کے یہان بھی مواخذہ نہوگا حالانکہ یہ کلیہ غلط ہے کیونکہ بعض اوقات شوہر اپنی منکوحہ سے برائی کرتا ہے یہان تک کہ وہ سب باتون مین تنگ ہوکر اوسکی بدخلقی سے نجات چاہتی کیونکہ

اوسکو مہر معاف کر دیتی ہے کہ کسیطرح عذاب سے چھٹی پاؤن تو اگرچہ اوسنے معاف تو کر دیا مگر بخوشی خاطر معاف نہین کیا اور خدای تعالی فرماتا ہے فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا تو معلوم ہوا کہ نفس کی رضامندی معاف کرنے مین شرط ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو بات آدمی دل سے کرے اوسمین نفس راضی بھی ہو مثلاً دل سے خون نکلوانا چاہتا ہے لیکن نفس کو برا معلوم ہوتا ہے اسیطرح عورت کے معاف کرنے مین رضامندی نفس کی جب ہوتی کہ کوئی ضرورت معاف کرنے کی مقابل نہوتی اور یہ صورت کہ جب دو باتون مین اوسکو تردد ہوا تو آسان بات کو اختیار کر لیا یہ واقع مین ڈانٹ ہے کہ اپنے نفس پر جبر کر لیا ہان اتنی بات ہے کہ دنیا کا قاضی دلون کے حال کو اور غرض کو نہین جان سکتا اسلیے ظاہر کے معاف کرنے کو دیکھتا ہے اور عورت ظاہر مین کوئی زبردستی نہین ہوئی اور باطن کے جبر پر خلق کو اطلاع نہین لیکن جب قاضی اکبر خداوند کریم قیامت کے میدان مین حکم کے واسطے در پے ہوگا اوس وقت یہ امر محسوب اور مفید نہ پڑیگا اسیطرح جائز نہین کہ کسی انسان کا مال بدون رضاء نفس لیا جاوے پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے مجمع مین کچھ مانگے اور وہ دوسرا لوگون کی شرم کے مارے دینے سے انکار نکر سکے اور ایسکو دین یہ ہو کہ اگر یہ شخص تنہائی مین مانگتا تو دینا نہ پڑتا لیکن لوگون کی مذمت کا خوف اور مال کے جانے کا رنج دونون موجود ہین اور نفس نے ان دونون مین متردد ہوکر دونون مین سے آسان کو اختیار کر لیا یعنی رنج مال کے دینے کا آسان معلوم ہوا اسکو اختیار کیا اور مال حوالہ کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ اسمین اور ڈانٹ مین کیا فرق ہے کیونکہ ڈانٹ مین یہی ہوتا ہے کہ اگر دل مال کے دینے مین پس و پیش کرے تو بدن کو ضرب سے ایذا پہونچے تو بدن کی ایذا مال کی نسبت سخت معلوم ہوتی ہے اسواسطے مال دیدیا جاتا ہے اسیطرح جہان حیا اور ریا کا شبہہ ہو اوس جگہ سوال کرنا گویا دل پر کوڑا لگانا ہے تو بہر حال اسمین باطن کی ضرب ہے اور ڈانٹ مین ظاہر کی ضرب خدا کے نزدیک دونون مین کچھ فرق نہین وہان باطن و ظاہر ایک ہین اور حاکم ظاہری صرف آدمی کے ظاہر قول ہبہ کو دیکھکر حکم ملک کا کر دیتا ہے اسلیے کہ اوسکو دل کا حال معلوم نہین اسیطرح اگر کوئی شخص اسوجہ سے کسیکو کچھ دیوے کہ اوسکی زبان کی شرارت سے محفوظ رہے یا اوسکی چغلی سے بچا رہے تو یہ مال لینا حرام ہے اسطرح پر جو مال لیا جاوے سب حرام ہے دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے مین کیا مذکور ہے کہ بعد اسکے کہ خدای تعالے نے اونکا قصور معاف فرمایا اونھون نے عرض کیا کہ میرا معاملہ طرف ثانی سے کسطرح بنے کا حکم ہوا کہ اوس سے معاف کرا لے وہ شخص مر گیا تھا حکم ہوا کہ بیت المقدس کے تہ مین اوسکو

پکارا آپ نے پکارا کہ ای ادریا اوسنے کہا کہ حاضر ہون ای نبی اللہ آپ نے مجکو جنت مین سے بلا لیا کیا
ارشاد ہوا آپ نے فرمایا کہ مین نے تیرے ساتھ کچھ برائی کی ہے تو معاف کردے اوسنے جواب دیا کہ
مین نے معاف کی آپ اسی معاف کرنے پر تکیہ کرکے واپس گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے
آپ سے پوچھا کہ آپ نے قصور کا ذکر بھی ادریا سے کیا تھا یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اونھون نے
کہا کہ اب پھر جاکر قصہ کو مفصل اوس سے کہو پھر آپ نے آکر اوسکو پکارا اوسنے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے
کہا کہ مین نے تیری کچھ خطا کی ہے اوسنے عرض کیا کہ مینے اوسکو معاف نہین کردی آپنے فرمایا کہ تو ذرا
پوچھا تو ہوتا کہ وہ خطا کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ فرمائین وہ کونسا قصور ہے آپنے تمام قصہ
اوسکی عورت کا سنایا پھر اوسکا جواب کچھ نہ آیا آپ نے فرمایا کہ ای ادریا تو جواب نہین دیتا اوسنے
عرض کیا کہ ای نبی اللہ ایسی حرکت انبیا نہین کرتے اور میرا اور آپکا معاملہ خدا کے سامنے ہوئیگا
حضرت داؤد علیہ السلام نے از سر نو رونا او چیخنا شروع کیا یہانتک کہ خدای تعالی نے اونسے وعدہ کیا
کہ قیامت کو مین اوس سے قصور معاف کرادونگا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون رضای
نفس بخشدینے کا کچھ اعتبار نہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رضای نفس بدون بتلائے معلوم نہین ہوتی
تو اسیطرح معاف کرنے اور ہبہ مین بھی رضای نفس جبھی ہوگی جب انسان اپنے اختیار پر تنہا چھوڑ دیا جاے
اور اوسوقت خود اوسکے ذات مین سے باعث ہبہ وغیرہ کے پیدا ہون یہ نہین کہ حالت اضطرار مین
کوئی حیلہ یا الزام اسکا باعث ہوجاوے اور انہین فقہی حیلون مین سے یہ بھی ہے کہ جب مال پر سال
پورا ہونے کو ہو تو مرد اپنی زوجہ کو مال ہبہ کردے اور جب اوسکی ملک پر سال گذرنے کو ہو تو وہ
شوہر کو بخشدے تاکہ زکاۃ نہ دینی پڑے ایسے حال مین فقیہ یہی حکم دیگا کہ زکوۃ ساقط ہوئی مگر ہم اونسے
یہ پوچھتے ہین کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ مطالبہ سلطان یا محصل زکوۃ کا نہ رہا تب تو یہ حکم درست ہے
اسواسطے کہ اونکی نظر ظاہر ملک پر ہے اور وہ جاتی رہی اور اگر یہ غرض ہے کہ وہ شخص قیامت کی بازپرس
سے بھی بچ رہیگا اور اسکا حال ایسا ہوگا کہ گویا مالدار ہوا ہی نہ تھا جیسا کوئی بیع و شرا بطور تجارت
کرے تو اس صورت مین کمال ہی درجے کی ناواقفیت فقہ دینی اور سر زکوۃ سے ہے کیونکہ زکوۃ
اسیواسطے دیتے ہین کہ آدمی کی طبیعت سے بخل جاتا رہے اسلیے کہ بخل ایک مہلک چیز ہے چنانچہ
حدیث شریف مین آیا ہے تین مہلک چیزون مین بخل مطاع بھی داخل ہے اور صورت مفروضہ مین اوس شخص کا
فعل موجب بخل کی اطاعت کا ہے پہلے سے ایسا نہ تھا پس جس چیز کو اسنے باعث اپنی نجات کا
سمجھا کہ زکوۃ نہ دینی پڑے وہی باعث اسکی بربادی کا ہوا خدای تعالی کو اسکے دل کا حال معلوم ہے

کہ مال کی محبت وحرص رکھتا ہے اور حرص مین اس درجے کو پہونچ گیا کہ بخل کے دور کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈھتا ہے یہی جہالت وغرور ہے اور ایک توہم ان فقہا کا یہ ہے کہ خدای تعالی نے نفقہ وغیرہ کے مصالح کیواسطے بقدر حاجت مال کو مباح فرمایا ہے مگر یہ لوگ حاجت مین اور شہوات اور تمنا وفضول مین فرق نہین کرتے جس چیز سے اپنی رعونت کامل ہوتی دیکھتے ہین اوسکو حاجت سمجھتے ہین حالانکہ یہ اونکی غلطی ہے بلکہ دنیا جو بندونکی حاجت کیواسطے مخلوق ہوئی ہے اوسکے یہ معنی ہین کہ جسقدر عبادت اور سلوک راہ خدا مین کام آوے اوسقدر اونکو مباح ہے پس جسقدر سے آدمی دین اور عبادت مین استعانت لے تو وہ حاجت مین داخل ہوگی اور اوسکے سوا سب فضول اور شہوت کہلاویگی خلاصہ یہ کہ فقہا کی اسطرح کے توہمات اگر ہم ذکر کرین تو اونکے واسطے دفتر چاہیے ہمنے تفصیل کو طویل سمجھکر صرف مشتے نمونہ از خروارے چند مثالین لکھدین جنسے معلوم ہو کہ انکے توہمات اس قسم کے ہوتے ہین

**دوسری فصل** ارباب عبادت وعمل کے غرور مین یہ لوگ بھی چند فرقے ہین بعضونکو نماز مین اور بعضون کو تلاوت قرآن مجید مین اور بعضون کو حج مین بعضون کو جہاد مین بعضون کو زہد مین مغالطہ ہوتا ہے اسیطرح جو جسطرح کا عمل کرتا ہے اوہ اوسمین خالی غرور سے نہین البتہ دانا آدمی مغالطہ نہین کھاتے لیکن ایسے لوگ کمتر ہین غرضکہ انمین ایک قسم ایسا ہے جو فرائض کو چھوڑکر نوافل اور مستحبات مین مشغول ہوتے ہین اور کبھی مستحبات مین ایسا مستغرق ہوتے ہین کہ نوبت افراط واسراف کی پہونچ جاتی ہے مثلاً بعضے لوگون پر وضو مین وسوسہ غالب ہوجاتا ہے تو اوسمین حد سے زیادہ مبالغہ کرتے ہین یہانتک کہ جو پانی شریعت کی رو سے پاک ہوا اوسمین بھی انکو خلجان رہتا ہے اور دور دراز احتمالات نجاست کو قریب متصل تصور کرتے ہین اور اکل حلال کا ذکر آوے تو اوسکے احتمالات قریب کو بھی بعید جانتے ہین بلکہ بعض اوقات حرام محض کھا لیتے ہین حالانکہ اگر پانی کی احتیاط کو کھانے مین استعمال کرتے تو صحابہ رض کی سیرت سے زیادہ مشابہ ہوتے جیسا کہ حضرت عمر رض کے حال مین ہے کہ آپنے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کرلیا باوجودیکہ احتمال نجاست ظاہر ہے لیکن کھانے مین اتنی احتیاط تھی کہ بہت سی حلال چیزین بھی چھوڑ دیتے تھے اس خوف سے کہ حرام مین مبتلا ہون پھر ان لوگون مین سے بعض اشخاص پانی بہانے مین اسراف کرتے ہین حالانکہ اوس سے ممانعت قطعی ہے اور بعضون کو اتنا وہم ہوتا ہے کہ وضو ہی کرتے کرتے جماعت جاتی رہتی ہے خواہ وقت نکلجاتا ہے اور اگر وقت ہو بھی تب بھی انکی غلطی مین کچھ شک نہین اسلیے کہ اول وقت نماز تو فوت ہوگیا اور اگر اول وقت بھی رہے تب بھی

پانی کے اسراف سے معذور ہوگا اور اسراف بھی نکرے تو عمر سی عزیز ترچیز کو ایسی شے مین ضائع کرنا جسمین بہت وسعت ہے محض خیالی ہے مگر کیا کیا جائے کہ شیطان لوگون کو بڑے عمدہ طریق سے عبادت سے باز رکھتا ہے اور جب تک کسی چیز کو عابد کے دل مین جما نہین دیتا کہ یہ عبادت ہے تب تک اوسکی رہزنی نہین کرسکتا مگر اسطرح کے خیالات سے اونکو اللہ سے دور کرتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے جسپر نماز کی نیت مین شک غالب ہوتا ہے اوسکو شیطان اتنی مہلت نہین دیتا کہ نیت درست کرلے بلکہ اتنا پریشان کرتا ہے کہ یا جماعت جاتی رہے یا وقت نماز فوت ہوجائے اور اگر تکبیر نماز کی کر بھی لی تو ابھی تک صحت نیت مین تردد رہتا ہے اور کبھی اللہ اکبر کہتے مین وسوسہ کرتے ہین اتنا کہ شدت احتیاط کے باعث الفاظ تکبیر کے بدلجاتے ہین شروع نماز مین تو یہ صورت ہوتی ہے پھر تمام نماز مین غافل رہتے ہین دل کو حاضر نہین کرتے اور مغالطے سے جانتے ہین کہ یہ کچھ خدا کے نزدیک اچھی بات ہے کہ اپنی جانون پر شروع نماز مین نیت درست کرنے کیلیے اتنی مشقت اوٹھاوین اور ایک فرقہ اور ہے کہ اونپر وسوسہ حروف الحمد اور تمام وظائف کے مخارج کا غالب رہتا ہے وہ ہمیشہ تشدید و مد اور ضاد اور ظا کے جدا کرنے اور تمام مخارج حروف کی تصحیح مین احتیاط کیا کرتے ہین ساری نماز مین اسیکو ضروری جانکر اور چیز مین فکر ہی نہین کرتے معنی قرآن اور اوسکی نصیحتون اور اسرار کے سمجھنے سے کچھ سروکار نہین رکھتے اور یہ بہت بڑا مغالطہ ہے اسلیے کہ خدای تعالی نے خلق کو حکم تلاوت قرآن کا ایسی ہی طرح پر دیا ہے جیسی وہ لوگ روزمرہ گفتگو کرتے ہین پھر اونمین بناوٹ اسدرجے کی کہانسے آئی ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو ایک پیام دیا گیا کہ بادشاہ کے حضور مین جاکر اسکو بجنس ادا کردینا جب یہ بادشاہ کے سامنے پہونچا تو پیام ادا کرنے مین مخارج حروف کا خیال بہت سا کیا اور لفظون کو چبایا اور کئی کئی دفعہ کہنا شروع کیا اس بات کی خبر نرکھی کہ پیام کا مضمون کیا تھا اور بادشاہون کے حضور رعایت آداب کسطرح ہوا کرتی ہے تو ایسا شخص بجز اسکے کہ تادیب و سرزنش کرا کر پاگل خانے مین بھجوادیا جائے اور کس بات کو لائق ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو قرآن پڑھنے مین مغالطہ کھاتے ہین گھاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین اور بعض اوقات ایک دن مین ایک ختم کرتے ہین مگر زبان سے تو قرآن پڑھتے ہین اور دل مین طرح طرح کی آرزوئین گذرتی ہین اسلیے کہ پڑھتے مین معانی کیطرف تو توجہ ہی نہین تاکہ اونکی زجر و توبیخ اور وعظ سے کچھ اثر دل مین ہو اور ان خیالات واہی سے بچے اور اوامر و نواہی پر توقف کرے اور عبرت کے مضامین سے خوف پیدا ہو یا اور کوئی مقصود تلاوت جو باب تلاوت قرآن مین

ہے ہمنے لکھے ہین اونمین سے کوئی حاصل ہوا اور اس پڑھنے پر پھر یہ گمان ہے کہ مقصود قرآن کے اوتارنے سے یہی ہے کہ سینے مین گنگناٹ اوسکا رہے معنی سمجھ مین نہ آوین تو نہ آوین اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو ایک رقعہ لکھے اور حکم دے کہ فلان بات کرنا اور فلان مت کرنا غلام نے اوس رقعے کے سمجھنے کیطرف اور اوسکے موجب عمل کرنے پر توجہ نہ کی بلکہ اوس رقعہ کے یاد کرنے پر کفایت کی تو ظاہر ہے کہ اسنے عدول حکمی اپنے آقا کی کی مگر شقے کو بہت نغمہ اور آواز بلند سے دن مین سو دفعہ پڑھتا رہا تو بیشک یہ غلام سزاوار سزا ہوگا اور اگر اوسکو یہ گمان ہو کہ یہ شقہ اسلیے آیا تھا تو صریح مغالطہ ہے ہان قرآن کی تلاوت سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بھول نجاوے یاد رہے اور حفظ سے یہ مقصود ہے کہ معنی پر غور ہو اور معنی سے یہ مراد ہے کہ اوسکے بموجب عمل کرے اور فائدہ اوٹھاوے - اور بعض اوقات قاری کی آواز اچھی ہوتی ہے تو تلاوت سے لذت پاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ لذت مناجات الٰہی کی ہے اور اوسکے کلام سننے کی ہے حالانکہ یہ لذت صرف آواز کی ہے اگر اسی درد سے اور کوئی شعر اور کلام پڑھیگا تب بھی وہی لذت ہوگی اور اسکو مغالطہ اسی جہت سے ہوا کہ دل مین تامل نہ کیا کہ یہ لذت قرآن مجید کے حسن عبارت و معانی کی ہے یا آواز کی اور ایک فرقہ اور ہے جو روزے پر فریفتہ ہین اور کبھی برابر روزے رکھتے ہین یا ایام متبرک مین روزہ رکھتے ہین مگر اپنی زبانون کو غیبت سے اور دلون کو ریا سے اور پیٹ کو حرام سے اور کلام کو بیہودگی سے نہین بچاتے دن بھر فضول بکتے رہتے ہین اور باوجود اسکے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہین جو بات فرض ہے اوسکو ادا نہین کرتے نفل کے طالب ہوکر اوسکو بھی جیسی چاہیے ویسی نہین ادا کرتے اور یہ صریح دھوکا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ حج پر مغرور ہین حج کرنے جو جاتے ہین تو حقوق اور روپیون لوگون کے نہین دیتے بے اجازت مان باپ کے اور بدون زاد حلال کے نکل کھڑے ہوتے ہین اور کبھی یہ صورت فرض حج کے ادا کے بعد کرتے ہین راستے مین نماز اور فرائض کو ضائع کرتے ہین اور کپڑے اور بدن کے پاک کرنے سے عاجز ہوتے ہین اور لوگون پر چندہ سا ڈالتے جاتے ہین اور اثنائے راہ مین فحش اور جھگڑے سے پرہیز نہین کرتے بعض لوگ مال حرام پیدا کرکے راستے مین رفیقون کو دیتے جاتے ہین اور غرض اس دینے سے ریا اور شہرت ہوتی ہے انکے ذمہ دوہرا گناہ ہوتا ہے کہ اول تو حرام سے پیدا کیا دوسرے ریا مین خرچ کیا پھر گھر پر جو آتے ہین تو دل مین صفات ذمیمہ اور اخلاق بد کا خزانہ ہوتا ہے پہلے حج کرنے سے اونکو دور نہین کرلیتے اور باینہمہ اسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے

اور ایک فرقہ اور ہے جو اپنے ذمے کام محتسب کا لے لیتے ہین اور لوگون کو امر معروف اور نہی منکر کرتے ہین مگر اپنے نفس سے غافل ہوتے ہین جب کسیکو خیر کیواسطے کہتے ہین تو سختی اور درشتی اور ریاست کے طور پر کہتے ہین اور اگر خود اوسنے ارتکاب کسی امر بد کا ہو جاوے اور کوئی شخص اعتراض کرے تو غصہ ہو کر کہتے ہین کہ ہم محتسب ہین ہمارے اوپر اعتراض کرنے والا اور بعضون کا یہ دستور ہوتا ہے کہ اپنی مسجد مین لوگون کو بلاتے ہین اور جو کوئی دیر کر آتا ہے اوسکو سخت و سست کہتے ہین اور اس سے غرض ریا و ریاست ہوتی ہے اور اگر مسجد کی خدمت کا کوئی دوسرا شخص کفیل ہو جاوے تو اوسپر خفا ہونے لگتے ہین بلکہ بعض اشخاص خود اذان کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم خدا کیواسطے اذان کہتے ہین لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اونکے پیچھے اگر اذان کہدے تو اوسپر قیامت ٹوٹ پڑے اور کہین کہ ہمارا حق تو نے کیون لیا اور ہمارے ثواب مین کیون دخل دیا اسیطرح بعض اوقات کفالت امامت کرتے ہین اور اوسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی یون کہے کہ مسجد کے امام ہین یا اسی نظر سے اگر کوئی غیر شخص جو انکی نسبت متقی اور عالم ہو امامت کے لیے بڑھجاوے تو اونکو برا معلوم ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جا رہتے ہین اور اسی دھوکے مین پڑجاتے ہین نہ اپنے دلون کو دیکھتے ہین نہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہین اونکے دل وطنون مین پڑے ہوے ہین اور ہر ایک وشناس سے اس قول کے سننے کے منتظر ہین کہ فلان شخص مکہ کا مجاور رہے اور بعض دفعہ ایسا شخص خود ہی فخریہ کہتا ہے کہ مین اتنے برس مجاور مکہ رہا اور جب لوگون سے سنتا ہے کہ یون کہنا برا ہے تو زبان سے فخر کو چھوڑ دیتا ہے مگر دل مین چاہتا رہتا ہے کہ لوگون کو یہ حال معلوم ہوجاوے۔ پھر یہی مکہ معظمہ مین اسواسطے بیٹھتا ہے کہ لوگ اپنے ہاتھ کے میل مین سے کچھ اسکو دین اور جب اسطرح کچھ پیدا کر لیتا ہے تو بخل کرتا ہے اور اوسکا جی نہین چاہتا کہ کسی فقیر کو ایک لقمہ بھی بطور خیرات دیڈالے تو اس شخص مین ریا اور بخل اور طمع اور چند دوسرے مہلکات جمع ہوجاتے ہین کہ اگر مکہ کا مجاور نہوتا تو اونسے محفوظ رہتا لیکن محبت تعریف کی اور اس قول کی کہ کوئی اسے کہے کہ مجاور مکہ ہے ایسی دل پر سمائی کہ باوجود آلودہ ہونے کے ان رذائل مین مکہ کا پڑا رہنا منظور کیا تو ایسا شخص بھی مغالطے مین ہے حاصل یہ کہ جو عمل خواہ عبادت ہے اونمین بہت سے آفات ہین جو شخص کہ اون آفات کی راہون سے ناواقف ہے اور اوسپر اعتماد بہتری کا رکھتا ہے وہ واقع مین غلطی پر ہے اور آفات کی راہون کی تفصیل بدون تمام ابواب اس کتاب کے معلوم نہین ہو سکتی مثلاً غرور نماز کو ہم مفصل باب نماز مین لکھینگے اور حج اور زکوۃ اور تلاوت اور دوسرے عبادات مین غرور کی راہین اون ابواب مین

ملینگی جنہین ہمنے ان اشیا کا ذکر کیا ہے یہان غرض یہ ہے کہ مجمل اشارہ اون ابواب کے ذکر کیطرف ہو جاوے
اور ایک فرقہ اور ہے جو مال مین زہد کرتے ہین اور خوراک و پوشاک سے گھٹیا پر قناعت کرتے ہین اور
گھرون کی عوض مسجدون مین جا رہتے ہین اپنے گمان مین زاہدون کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے مگر باوجود
اسکے رغبت ریاست اور جاہ کی رکھتے ہین خواہ علم سے یا وعظ سے یا صرف زہد سے تو ایسے لوگون نے
اگرچہ مال چھوڑ دیا مگر بڑی مہلک چیز مین جا پھنسے اسلیے کہ جاہ بہ نسبت مال کے زیادہ مہلک ہے اگر یہ لوگ
جاہ کے تارک ہو کر مال لیتے تو شاید بچ بھی جاتے اب تو مغالطے مین پڑ گئے یعنی اپنے آپ کو تصور کیا
کہ ہم زاہد ہین حالانکہ یہ نہین جانتے کہ دنیا کسکو کہتے ہین اور یہ کہ اوسکی تمام لذتون کا انتہائی درجہ ریاست ہی
اور جو شخص ریاست کی خواہش کرتا ہے وہ بیشک منافق اور حاسد اور متکبر اور ریاکار اور سب اخلاق بد
سے موصوف ہوتا ہے۔ اور کبھی عابد ریاست کا بھی تارک ہو کر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے
مگر مغرور اس صورت مین بھی رہتا ہے اسواسطے کہ اپنے اس فعل سے اغنیا کو سخت و سست کہتا ہے
اور اونکو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور عجب کی راہ سے اپنے نفس کیواسطے اونکی نسبت زیادہ ثواب کا
متوقع ہے اور کچھ اور دل کی خباثتین اپنے اندر رکھتا ہے اور اوسکو معلوم نہین اور اگر کبھی اوسکو
کوئی شخص مال دیتا ہے تو اس خوف سے نہین لیتا کہ لوگ کہینگے کہ زہد جاتا رہا اور اگر دینے والا کہے کہ
یہ مال حلال ہے ظاہر مین نہ لے تو تنہائی مین واپس کر دینا تو نفس پر لوگون کی مذمت کے خوف سے لینا
شاق ہوگا گو زہد مین کچھ فرق نہ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص لوگون کی ثنا کا خواہشمند ہے
جو کہ دنیا کی لذات مین سے سب سے زیادہ لذیذ ہے اور مدعی زہد فی الدنیا کا ہے حالانکہ مغرور ہے
علاوہ ازین بعض اوقات توقیر اغنیا کی کرنے لگتا ہے اور اونکو فقرا پر ترجیح دیتا اور جو اپنا معتقد اور
ثناگو ہے اوسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور جو کسی دوسرے زاہد کا معتقد ہے اوس سے نفرت
کرتا ہے اسطرح کی سب باتین شیطان کے دھوکے اور فریب ہین۔ اور عابدون مین کچھ لوگ ایسے
ہوتے ہین کہ اپنے نفس پر بہت سختی کرتے ہین اور اعضائے ظاہری سے بہت کام لیتے ہین مثلاً
دن رات مین ہزار رکعت نماز پڑھتے ہین اور ایک ختم قرآن کرتے ہین اور ان باتون مین سے کسی مین
رعایت دل کی نہین کرتے کہ اوسکو بھی ریا اور کبر اور عجب وغیرہ مہلکات سے پاک کرین یا تو اس جہت سے
کہ انکو مہلک نہین جانتے اور اگر جانتے بھی ہین تو اپنے نفس کے مہلک نہین سمجھتے اور یا اس جہت سے
کہ اچھے اعمال ظاہری سے یہ سمجھتے ہین کہ گو یہ چیزین نفس کی مہلک ہین مگر ہم مغفور ہین اور ہم سے
احوال دل کا مواخذہ نہوگا اور یا یہ بھی جانتے ہین کہ مواخذہ ہوگا مگر گمان کرتے ہین کہ ہمارے

اعمال ظاہری کی بدولت نیکیون کا پلہ جھکا رہیگا اور یہ سب وہمی خیالات ہین اصل یہ ہے کہ تقوی
کی ایک ذرہ بھر نیکی اور ہوشیاری کی ایک عادت ان جیسون کے پہاڑ کی برابر اعمال ظاہری سے
افضل ہے پھر یہ مغرور باوجودیکہ لوگون کے ساتھ کج خلق اور سخت ہے اور باطن کا ملوث
ریا اور محبت ثنا سے خالی نہین جب کوئی اوسکو کہتا ہے کہ تم زمین کے قطب اور ولی اللہ اور
محبوب خدا ہو تو نہایت خوش ہوتا ہے اور زیادہ تر مغالطے مین پڑتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی دانست مین
لوگون کا اچھا کہنا اس بات کی دلیل سمجھتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک اچھا ہون اور یہ خبر نہین کہ لوگونکو
میرے دل کی خباثتون کا حال معلوم نہین اور ایک فرقہ اور ہے جو نوافل پر حریص ہوتے ہین اور
فرائض کو چندان معتبر نہین جانتے کوئی نماز چاشت سے خوش ہوتا ہے اور کوئی تہجد وغیرہ سے
اور فرضون مین یہ لذت نہین پاتا نہ فرائض کو اول وقت ادا کرنے کا حریص ہوتا ہے اور اس
حدیث قدسی کو یاد نہین کرتا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے[١] کہ جتنا تقرب بندون کو میری طرف ادائے فرض سے
ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ خیرات مین ترتیب کو چھوڑ دینا بھی برا ہے
مثلاً بعض دفعہ آدمی پر دو فرض معین ہوتے ہین کہ ایک جاتا رہتا ہے اور دوسرا نہین جاتا اور
دو نفلین ہوتی ہین کہ ایک کا وقت تنگ ہے اور دوسری کا نہین تو ہر ایک مین ترتیب کا نگاہ
رکھنا ضرور ہے اگر ترتیب کا خیال نکریگا تو مغالطے مین پڑیگا اور اسکی نظیرین بیشمار ہین کیونکہ
گناہ بھی ظاہر ہے اور طاعت بھی ظاہر مگر اسمین مشکل بات یہی ہے کہ کونسی طاعت کو کس پر مقدم
کیا جاوے مثلاً کل فرائض کو نوافل پر مقدم سمجھنا چاہیے اور فرض عین کو فرض کفایہ پر اور
وہ فرض کفایہ جسکا ادا کرنا صرف اپنے ہی اوپر آپڑے اوسکو اوس فرض کفایہ پر مقدم سمجھے جسکو کوئی
دوسرا ادا کردے اور فرض عین مین سے بھی جو مہتم تر ہے اوسکو پہلے ادا کرے اوسکے بعد وہ
ہو جو اوسکی نسبت کم ہے اور جو قضا ہونے والا ہو اوسکو اول ادا کرے اوس سے کہ قضا نہو جیسے
مان کی حاجت کو باپ کی حاجت سے پہلے ادا کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ
کسینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا[٢] کہ مین کس سے سلوک و احسان کرون آپنے فرمایا
اپنی مان سے اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے عرض کیا
کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے پوچھا کہ اوسکے بعد کس سے احسان کرون
آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے پھر اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ ۔
یعنی جو سب سے قریب ہو اوس سے اوسکے بعد وہ جو اوس سے قریب ہو اس سے معلوم ہوا کہ صلہ

[١] بخاری من حدیث ابی ہریرہ
[٢] ترمذی و حاکم و صححہ من روایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ

رحم مین ابتدا زیادہ تر قریب سے کرے اور اگر قرابت مین برابر ہون تو زیادہ تر محتاج سے اون
اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اوس سے شروع کرے اسیطرح جسکے پاس
اتنا مال ہو کہ خدمت والدین اور حج کو کفایت نکرے وہ براہ مغالطہ حج کر لیتا ہے حالانکہ خدمت والدین
حج پر مقدم کرنی چاہیے کیونکہ خدمت والدین مہم تر ہے بہ نسبت حج کے۔ اسیطرح اگر ایک شخص نے
کسی سے کچھ وعدہ کیا اور ایفاء وعدہ کے وقت جمعہ کا وقت آگیا اور جمعہ ایسی چیز ہے کہ قضا
ہو جاویگا تو اس صورت مین ایفاء وعدہ مین مشغول ہونا گناہ ہے گو وہ بھی بذات خود طاعت ہے
اسیطرح اگر کسیکے کپڑے پر نجاست لگ گئی اور اسکے واسطے ماں باپ و گھر کے لوگون کو سخت و سست
کہنے لگا تو مغالطہ ہے ہرچند نجاست بھی بری ہے اور ماں باپ کا ایذا دینا بھی برا مگر اونکی ایذا سے
پرہیز کرنا زیادہ مہم ہے بہ نسبت نجاست سے بچنے کے اسطرح کی مثالین جنمین ایک ممنوع بات
دوسری کے مقابل ہے یا ایک طاعت دوسری کے مزاحم بہت ہین مگر انمین ترتیب کا لحاظ نہ رکھنا
مغالطہ ہے اور یہ مغالطہ نہایت عجیب باریک ہے کیونکہ آدمی کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مین طاعت
کرتا ہون یہ نہین سمجھتا کہ جو طاعت مجھپر اس سے زیادہ مہم اور ضروری تھی اوسکو ترک کرنے سے
یہ دوسری طاعت گناہ ہوگئی۔ اور اسی قبیل سے ہے مشغول ہونا خلافیات فقہ مین اوس
شخص کے حق مین جسکو طاعات و معاصی ظاہری و باطنی کا کام رہا ہو جو اعضاے ظاہری اور
قلب سے متعلق ہین اسلیے کہ فقہ سے مقصود اون مسائل کا جاننا ہے جنسے دوسرے کا کام نکلے
تو اون مسائل کا جاننا جو اسکے دل کے کارآمد ہین بیشک مناسب تر ہے مگر یہ محبت ریاست اور
جاہ اور لذت مباہات اور غلبہ اقران آدمی کو اندھا کر دیتے ہین اسی جہت سے مغالطے مین
پڑجاتے اور جانتے کہ مین دین کا امر ضروری کر رہا ہون

**تیسری فصل** صوفیون کے مغالطے مین ان لوگون پر دھوکا بہت غالب ہوتا ہے اور
انکی بھی بہت سے فرقے ہین ایک فرقہ انمین وہ ہے جو حال کے صوفی ہین اونکا دستور یہ ہے
کہ جیسے صوفیہ اولیا کیطرح اپنا لباس و ہیئت اور الفاظ و آداب و مراسم اور اصطلاحات بناتے ہین
اور ظاہر حالات مین اونکے موافق ہوتے ہین مثلاً راگ سنتے ہین اور حال کرتے ہین اور طہارت
اور نماز اونھین کیطرح بجالاتے ہین مصلون پر سر جھکا کر اور گریبان مین گردن ڈالکر متفکرون کیطرح
بیٹھتے ہین لمبی لمبی سانس لیتے ہین آواز بات کرنے مین بہت پست کرتے ہین غرض جتنی
شمائل و صورت اچھے صوفیون کی ہوتی ہے سب اختیار کرتے ہین اور اسی لحاظ سے اونکو

اونھون نے بھی پیوند لگا پہنا مگر ایسے عمدہ مخطط کو کاٹ کاٹ کر مرقعات سلوانے سے کیسے پہلے
لوگون کے مشابہ ہوگئے ان لوگون کی خام خیالی سب مغرورون سے بڑھکر ہے اسلیے کہ نفیس نفیس
کپڑے پہنتے ہین اور لذیذ کھانے کھاتے ہین خوب مزے اڑاتے ہین حکام ظالم کا مال لیتے ہین
اور ظاہری گناہون سے بھی نہین بچتے باطن کا تو کیا ذکر ہے اور پھر صوفی کے صوفی بنے ہوئے ہین
اور اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہین - ان لوگون کی شر خلق مین بھی پھیلتی ہے کیونکہ جو انکی پیروی
کرتا ہے وہ تباہ ہوتا ہے اور جو پیروی نہین کرتا اوسکا عقیدہ سب صوفیون کیطرف سے ڈھیلا ہوجاتا ہے
سب کو وہ ایسا ہی جانتا ہے اور سچے صوفیون کی نسبت بھی انکی کیفیت کو دیکھنے سے زبان طعن
کھولتا ہے اور یہ سب انہین لوگون کی شامت اور شرارت سے ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے
جو علم معرفت کے مدعی ہین اونکا دعوی ہے کہ ہم سب مقامات و حالات سے عبور کر چکے ہر وقت
مشاہدہ حق مین رہتے ہین اور قرب الی اللہ مین پہونچے ہوے ہین حالانکہ ان باتون کے صرف نام
اور الفاظ ہی سنے ہوتے ہین لیکن چند باتین خلاف قیاس اہل معرفت کی سیکھ لیتے ہین اور انہین کو
کاتے پھرتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ یہ باتین سب اگلون اور پچھلون کے علم سے اعلی ہین اسی لحاظ
فقہا اور مفسرین اور محدثین اور عابدین کو بھی بنظر حقارت دیکھتے ہین عوام بیچارے کس گنتی مین ہین
یہان تک کہ اگر کوئی کسان یا جلاہہ اپنا کام چھوڑکر چند روز انکی صحبت مین رہتا ہے اور وہ باتین وہی
سیکھتا ہے تو وہ بھی اونکو کہتا پھرتا ہے اور جانتا ہے کہ جو کچھ مین کہتا ہون سب وحی کی رو سے کہتا ہون
اور بڑے رازدنیا کی باتین سناتا ہون عابدون اور علما کو کچھ مال نہین جانتا عابدون کو تو کہتا ہے
کہ یہ لوگ محنتی اور مزدور ہین اور علما کے باب مین کہتا ہے کہ یہ بولنے کی جہت سے خدا تعالی سے
محجوب ہین اپنے آپ کو دعوی کرتا ہے کہ خدا رسیدہ اور مقرب ہون حالانکہ خدا کے نزدیک وہی لوگ
منافق اور بدکار ہین اور اہل دل کے نزدیک احمق اور جاہل نہ کبھی علم پڑھا نہ کوئی خلق درست کیا
نہ عمل آراستہ کیا نہ دل کی حفاظت کی بجز اسکے کہ جو دل نے چاہا وہ کیا اور چند بیہودہ باتین سیکھ کر
یاد کر لین اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے شریعت کو لپیٹ دھرا اور آزادی مین مبتلا ہوے
احکام کو ترک کر کے سب حلال و حرام کو برابر سمجھا اون مین سے بعض یہ کہتے ہین کہ خدا تعالی ہمارے
عمل سے بے پرواہ ہے پھر ہمکو اپنے نفس پر تکلیف کرنے سے کیا فائدہ اور بعض کا یہ قول ہے کہ لوگون کو
حکم ہے کہ دلونکو شہوات اور محبت دنیا سے پاک کرین مگر یہ بات محال ہے غرضکہ امر ناممکن کا حکم
دیا گیا ہے اور اس دھوکے مین وہ آوے جسکو تجربہ نہو ہم نے تو امتحان کر کے دیکھ لیا کہ یہ امر محال ہے

اور اس احمق کو یہ خبر نہیں کہ حکم شہوت غضب کے دور کرنے کا جو ہوا ہے تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ اونکو جڑ سے اُکھاڑ دین بلکہ یہ حکم ہے کہ اونکو ایسا دبا دین کہ ہر ایک اونمین سے تابع حکم شرع اور عقل کا ہو جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اعمال ظاہری کا تو کچھ اعتبار نہین خدا تعالی دلون کو دیکھتا ہے اور ہمارے دل خدا کی محبت مین شیفتہ و فریفتہ ہین اور معرفت مین کمال کو پہونچ گئے ہین اس سے تو ہم دنیا کے کام کرتے ہین اور دل آستانہ لامکان کے معتکف ہین ہم مین جو شہوات کی پابندی ہے تو ظاہری کے اعتبار سے ہے دل کے اعتبار سے نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ ہم لوگ عوام کی حد سے بڑھ گئے ہین ہمکو حاجت تہذیب نفس کی اعمال بدنی سے نہین اور چونکہ ہم لوگ معرفت مین قوی ہین تو شہوات ہمکو راہ سلوک سے نہین روک سکتین اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو یہ لوگ انبیا علیہم السلام کے درجے سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین اسلیے کہ اونکو ایک ہی خطا مانع سلوک بھی اوسکے واسطے برسون گریہ زاری اور نوحہ و اشکباری متواتر کرتے تھے۔ ان لوگون کی قسمین جو اپنے آپ کو آزاد اور مشابہ صوفیون کے سمجھتے ہین بہت ہین اور باعث مغالطے کی یہی ہے کہ شیطان کے وسوسے مین آجاتے ہین اسلیے کہ بدون علم کے پڑے اور کسی واقف کار شیخ کی اقتدا کیے بچا ہے ہین آپ ڈھونڈ نیا حالانکہ اقتدا علم کی کرنی چاہیے ؏ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت + اور ایک فرقہ اور ہے جو ان لوگون سے بھی بڑھکر ہے وہ اعمال اچھی طرح کرتے ہین اور طلب حلال میں سعی کرتے ہین اور دل کے درپے رہتے ہین یہان تک کہ بعضے تمام مقامات زہد اور توکل اور رضا اور محبت کے مدعی ہوتے ہین مگر نہ اون مقامات کی حقیقت کو جانتے ہین نہ شروط و علامات و آفات پہچانتے ہین بعضے مدعی اس بات کے ہوتے ہین کہ ہم عاشق خدا اور اوسکے فریفتہ دام محبت ہین اور شاید انھون نے خدا تعالی کے باب مین ایسے خیالات اپنے جی مین باندھ لیے ہون جو بدعت یا کفر ہون اور یہ محبت قبل معرفت کرنے لگتے ہین پھر اسکے ساتھ یہ ہے کہ بعض کام ایسے کرتے ہین جو خدا کو برے معلوم ہین مثلاً خدا کے کام پر اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دینا اور بعضے کام خلق کی شرم سے نہ کرنے اور اگر علیحدہ ہوتے تو خدا تعالی کی شرم سے ہرگز نہ چھوڑتے مگر یہ نہین جانتے کہ یہ بالکل خلاف محبت ہین بعض لوگ قناعت اور توکل پر میل کرتے ہین اور جنگلو مین بے زاد و توشہ پھرتے ہین تاکہ دعوی توکل ٹھیک اُترے لیکن یہ نہین جانتے کہ ایسا کرنا بدعت ہے سلف کے اکابر و صحابہ رضہ سے منقول نہین حالانکہ وہ لوگ انکی نسبت توکل کو زیادہ جانتے تھے اونھون نے یہ نہین سمجھا کہ جان کو خطرے مین ڈالنا اور توشہ نہ لینا توکل ہے بلکہ وہ لوگ توشہ

بلکہ خدا پر توکل کرتے تھے اپنے توشے پر اعتماد نہ کرتے تھے ان لوگون کا یہ دستور ہے کہ بظاہر تو
زاد نہین لیتے مگر کسی اور سبب سے اپنا جی لگا کر لیتے ہین خدا پر توکل حسب بھی نہین کرتے غرضکہ منجیات
کے جتنے مقامات ہین اونمین مغالطہ بھی ہوتا ہے جس سے لوگ دہوکا کھاجاتے ہین اونمین آفات کا
آنا ہم نے جلد چہارم مین بیان کیا ہے یہان کچھہ ضرورت لکھنے کی نہین اور ایک فرقہ اور ہے
کہ اونھون نے غذا ہی کے باب مین اپنے نفس پر تنگی کر رکھی ہے یہان تک کہ غذا حلال ہی
کھاتے ہین مگر سوا اس ایک خصلت کے دل اور اعضا کو اور خصائل کا پابند نہین کرتے اور بعض
اشخاص اپنے کھانے مین اور لباس و مکان مین تو حلال نہین ڈھونڈھتے اور چیزون مین بہت
اسکی کاوش کرتے ہین اور بیچارے کو یہ خبر نہین کہ خدا تعالے اپنے بندون سے نہ تو صرف حلال
غذا سے راضی ہے اور نہ اس بات سے کہ تمام اعمال کرے اور طلب حلال نکرے بلکہ خدای تعالی کی
رضامندی کیواسطے سب طاعات کا بجالانا اور ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے اور جو یہ خیال کرے
کہ تھوڑی سی بات سے کام نکل جاویگا وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ خوش خلقی اور تواضع اور سخاوت کے
مدعی ہین اور صوفیون کی خدمت کے درپے چند لوگون کو جمع کرکے تکلف اونکی خدمت کرتے ہین
اور اس خدمتگزاری کو اپنی ریاست اور مال کا جال بنا رکھا ہے بظاہر تو خدمت کرتے ہین اور
غرض اونکی تکبر ہے ظاہر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کا اتباع کرینگے مگر در اصل مخدوم و متبوع بننا
چاہتے ہین اونکی خدمت سے اپنا نفع ڈھونڈھتے ہین۔ پھر مال حرام اور شبہات کا اکٹھا کرکے
اونکی خدمت کرتے ہین تاکہ خدمتگزاری مین نام مشہور ہو اور بہت سے تابع ہوجاوین بعضے لوگ
بادشاہون کا مال لیکر صوفیون کو کھلاتے ہین اور بعضے اوس مال کو راہ حج مین اونپر صرف کرتے ہین
اور جانتے ہین کہ ہماری غرض صرف ان لوگون کی خدمت ہے حالانکہ ان سب کا باعث ریا اور
شہرت ہوتی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خدا تعالی کے احکام جیسے ظاہر و باطن ہین اور کچھہ
بجا نہین لاتے صرف حرام مال لیکر خدمت کرنے پر راضی ہین اور جو شخص مال حرام لیکر راہ حج مین
صرف کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسجد بنوائے اور اوسپر استرکاری پاخانے کی
کرے اور جانے کہ میری غرض عمارت سے ہے اور ایک فرقہ مجاہدہ اور تہذیب اخلاق
اور نفس کے پاک کرنے مین مشغول ہوکر عیوب نفس کی بحث مین بہت مبالغہ کرتے ہین اور
ہر حال مین عیوب کے جویان رہکر اونکی آفات مین نکتے نکالا کرتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ نفس مین
یہ عیب ہے اور اگر اسکو عیب جاننے سے غفلت کرے تو یہ بھی عیب ہے اور اسکے عیب ہونے کا

اگر توجہ کرے تو یہ بھی عیب ہے اسیطرح گفتگو بھی مسلسل بیان کرتے ہین اور ان لچر باتون مین اوقات ضائع کرتے ہین اور جو شخص عمر بھر عیوب کی تلاش اور اونکے علاج کی تحریر مین رہے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کے موانع اور اوسکی آفات کی تلاش مین رہے اور راہ حج کو طے نکرے تو اس سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا اور ایک فرقہ اور ہے جو اس سے آگے بڑھگئے ہین اور سلوک طریقہ بھی شروع کردیا ہے اور ابواب معرفت اونپر کھل گئے ہین پس جب ان معرفت کے مبادی سے اونکے مغز مین خوشبو پہونچتی ہے تو اوس سے متعجب اور خوش ہوتے اور اوسکی غرابت سے تعجب کرتے ہین اسیواسطے اونکے دل اوسیکی طرف ملتفت ہوکر سوچتے رہجاتے ہین کہ یہ دروازہ ہم پر کیسے کھلا اور ون پر کیون بند ہے اور یہ مغالطہ ہے اسواسطے کہ خدای تعالی کی راہ کے عجائبات کی کچھ انتہا نہین اگر سالک ہر عجیبات پر ٹھہر جاوے اور اوسیکا مقید ہو رہے تو مقصود کیسے حاصل ہوگا اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملازمت کو جاوے اور اوسکے دروازے کے صحن مین ایک باغ دیکھے جسمین ایسے غنچے اور پھول ہون جو اسنے کبھی نہ دیکھے ہون اور کھڑا ہوکر اونکا تماشا کرے یہان تک کہ بادشاہ کی ملازمت کا وقت فوت ہوجاوے تو عجائبات پر توقف کرنا اور اونکی سیر تامل کا پابند ہونا بھی مغالطے مین داخل ہے چنانچہ مولانا روم رح فرماتے ہین شعر

ای برادر بے نہایت درگہیست
ہر چہ بروی میرسی بروی مایست

اور ایک فرقہ اور ہے جو اس سے بھی کچھ آگے نکل گئے ہین یعنی جو انوار و عطایا کہ اونپر راستے مین فائز ہوتے ہین اونپر توجہ نہین کرتے اور نہ اونسے اظہار فرح و سرور کرکے اوسجگہ توقف کرتے ہین بلکہ برابر راہ قطع کرنے سے کام رکھتے ہین یہان تک کہ قریب منزل مقصود پہونچکر اوس حد پر جا لگتے ہین جسکا نام قرب الی اللہ ہے اور یہان آکر یہ گمان کہ ہم واصل الی اللہ ہوگئے توقف کیا اور دھوکا کھایا کیونکہ خدای تعالے کے نور کے ستر پردے ہین جب سالک کسی ایک پردہ ان پردون مین سے پہونچتا ہے اوسکو گمان ہوتا ہے کہ مین خدا رسیدہ ہوگیا اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول مین جسکا حال قرآن مجید مین خدای تعالی اسطرح ارشاد فرماتا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي یعنی اس آیت مین کوکب سے مراد ستارہ آسمانی نہین کیونکہ ان ستارون کو تو آپ کمسنی مین بھی دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ معبود نہین یہ تو بہت سے ہین علاوہ اسکے نادان بھی جانتے ہین کہ ستارے خدا نہین پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے شخص ستارے سے کیسطرح مغالطہ کھا سکتے ہین جس سے گنوار تک مغالطہ نہین کھاتے بلکہ مراد اس کوکب سے ایک نور انوار

انوار مین کا ہے جو اللہ جل شانہ کے حجاب سالکین کے راستے پر ہین اور خدای تعالی تک پہونچنا
بدون ان حجابون کے طے کیے ممکن نہین اور ان نور کے حجابون مین سے بعضے بڑے ہین اور
بعضے چھوٹے اور چونکہ اجرام فلکی مین سب سے چھوٹا ستارہ معلوم ہوتا ہے اسلیے چھوٹے حجاب کے لیے
کوکب کو استعارہ کر لیا اور اجرام نورانی مین سب سے بڑا آفتاب اور متوسط درجے پر قمر ہے اس تحقیق کے
بعد آیت کے معنی سنئے چاہیین کہ بموجب اس آیت کریمہ کے وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیر آسمان کے ملکوت کی فرمائی تو نور کے بعد نور آتا گیا اور
جو نور اول ملا اوسکو معلوم کیا کہ مین پہونچ گیا مگر پھر معلوم ہوا کہ اوسکے بعد اور کچھ ہے اور سیر
ترقی کی اور اسیطرح ترقی کرتے چلے گئے یہانتک کہ صرف ایک حجاب باقی رہا جسکے بعد مرتبہ وصول
شمار ہوا اوسکی عظمت دیکھکر فرمایا کہ ہذا اکبر یعنی یہ سب سے بڑا ہے جب اسکو بھی باوجود عظمت جلال کے
اوج کمال پر نہ پایا اور ستی نقصان و مہبط سے خالی نظر نہ آیا تو فرمایا کہ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ إِنِّي
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
اور سالک طریق معرفت کو کبھی مغالطہ ہو جاتا ہے اور ان حجابون مین سے کسی پر توقف کر دیتا ہے
اور بعض اوقات حجاب اول ہی پر ٹھہر جاتا ہے اور اول حجاب جو بندے کے اور خدا کے درمیان
ہے وہ نفس ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک امر ربانی ہے یعنی ایک نور ہے خدای تعالی کے انوار سے
جسکو سر قلب کہتے ہین اور جسمین حقیقت حق کی تمام کمال جلوہ افروز ہوتی ہے یہانتک کہ
تمام عالم کی گنجایش اوسمین ہو جاتی ہے اور سب پر محیط ہو جاتا ہے اور صورت کل کی اوسمین جھلکتی ہے

| | |
|---|---|
| سدا ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے | میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے |

اور اس حالت مین اوسمین نہایت درجے کی چمک ہو جاتی ہے کیونکہ وجود سب کا سب جیسا کہ
واقع مین ہے ویسا ہی اوسمین ظاہر ہو جاتا ہے اور شروع مین اوسکی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک
فانوس اوسپر سرپوش کیطرح رہتا ہے مگر جب خدای تعالی کے نور کی تجلی اوسپر ہوتی ہے
تو وہ چمک پڑتا ہے اور دل کا جمال کھل جاتا ہے ایسے وقت مین جسکے دل پر یہ حال گذرتا ہے
اگر وہ اپنے دل کیطرف التفات کرتا ہے تو اوسمین اسقدر زیادتی جمال کی پاتا ہے کہ حیران
ہو جاتا ہے بلکہ کبھی اوسی حیرانی مین کلمہ انا الحق زبان سے نکل جاتا ہے اور اگر پھر اوسکو کچھ
دراز ہونہین کھلتا تو اوسی مغالطے پر جم جاتا ہے اور ہلاک ہوتا ہے حالانکہ یہ مغالطہ خدا کے انوار
مین سے ایک ادنی ستارے سے ہو گیا ابھی تک نوبت قمر کی بھی نہ پہونچی تھی شمس کا تو کیا ذکر ہے

اصل واقع مین یہ جگہ بھی مغالطے کی ہے اسلیے کہ تجلی کرنے والی چیز اور جسمین وہ تجلی کرتی ہے دونون ایک صورت کی ہوجاتی ہین مثلاً جو شی رنگین کہ آئینے مین نظر آتی ہے آئینے کا رنگ بھی ویسا ہی نظر آتا ہے یا شیشہ سفید مین اگر کوئی رنگدار چیز بھر دو تو شیشہ اوسی رنگ کا معلوم ہوگا اسی لحاظ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک اور تجلی اونمین زیادہ ہے تو مغالطے سے انھین کو خدا جان لیا جیسے کوئی شخص ستارے کو آئینے یا پانی مین دیکھکر گمان کرے کہ یہ ستارہ اسکے اندر ہے اور اوسکے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاوے تو مغرور کہلاویگا۔ اور طریق معرفت کے طے کرنے مین جتنی قسم کے مغالطے ہوتے ہین اونکے بیان کو دفتر چاہیے اور جب تک تفصیل علم مکاشفہ کی بالکل نکیجاوے تب تک سبکا بیان بھی نہین ہوسکتا اور علم مکاشفہ کے بیان کی اجازت نہین اور غالب ہے کہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہے اسکو بھی ذکر کرنا مناسب تھا اسواسطے کہ جو اس طریق کا چلنے والا ہے اوسکو غیر سے سننے کی حاجت نہین اور جو نہین چلتا اوسکو سننے سے کچھ فائدہ نہین بلکہ احتمال ضرر کا ہے اسواسطے کہ جب ایسی چیز سنتا ہے جو سمجھ مین نہین آتی اوس سے حیرت پیدا ہوتی ہے لیکن اتنا فائدہ ہے کہ جس مغالطے مین وہ رہتا ہے اوس سے نکل جاتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ امر معرفت کو جو اپنے خیال فاسد اور ذہن ناقص اور عقل قاصر مین ایک ادنی بات سمجھتا ہے ان حالات کے سننے سے یقین کر لیتا ہے کہ واقع مین یہ امر بہت بڑا ہے اور نیز اولیاء اللہ کے مکاشفات کا ذکر اگر کیا جاتا ہے تو اوسکا بھی یقین ہوجاتا ہے اور جسکو مغالطہ قوی ہوتا ہے وہ ہر حال مین یکسان ہے جیسا پہلے نہین مانتا تھا اب بھی نہین مانتا

**چوتھی فصل** ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر انکے بھی بہت فرقے ہین ایک فرقہ وہ ہے جو مسجدون اور مدرسون اور سراؤن اور پلون کی تعمیر کے حریص ہوتے ہین یعنی ایسی چیزین بنانے کی جنکو سب لوگ دیکھین اور اون عمارات پر اپنا نام کندہ کراتے ہین تاکہ ہمیشہ اونکی یادگار رہے اور مرنے کے بعد یہ نشانی باقی رہے اور اپنی دانست مین اس فعل سے مستحق مغفرت ہوجاتے ہین حالانکہ دو سبب سے یہ لوگ مغالطے مین ہین اول تو اس جہت سے کہ عمارات مذکورہ کو ایسے مال سے بناتے ہین جو ظلم اور غضب اور رشوت وغیرہ وجوہات ممنوع سے پیدا کرتے ہین پس اول تو اسوجہ سے خدا کے غضب کے سزاوار ہوے کہ مال حرام کمایا دوم اسوجہ سے کہ اوسکو اپنی ریا و شہرت کے لیے لٹا دیا اونپر واجب تھا کہ ایسے مال کو نہ پیدا کرتے اور جب اوسکو تحصیل کرکے خدا کے گناہگار ٹھہرے تو یہ چاہیے تھا کہ توبہ کرکے خدا کیطرف رجوع کرتے اور مال مالکان مال کو حوالہ کرتے خواہ اصل مال

یا اصل نہ رہتا تو اوسکا بدلہ دیدیتے اور اگر مالک نہ ملتا تو اوسکے وارث کو دیتے اور اگر کوئی وارث
بھی نہ ملتا تو اوس مال مسلمان کو جسمین ضروری مصلحت مین خرچ کرتے اور غالب ہے کہ مساکین کو بانٹنا
اوس مال کا زیادہ ضروری معلوم ہوتا مگر مساکین کو نہین تقسیم کرتے اس خوف سے کہ مبادا اوسکو دوسرے
لوگون کو معلوم ہوجاوے تو وہی عمارت بنالین اور کوئی شہرت اونھین کے ہاتھ سے لگے اس سے
معلوم ہوا کہ عمارت پر جو یہ لوگ حریص ہین کچھ اسواسطے نہین کہ بقاے خیر چاہتے ہون بلکہ اونکی
غرض ریا اور نیکنامی اور محبت ثنا ہے اور جانتے ہین کہ انکے باقی رہنے سے ہمارا نام جو ان کنندہ ہی
وہ بھی بنا رہیگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ یہی سمجھتے ہین کہ ان عمارتون مین روپیہ لگانا اخلاص
اور خیر کا کام ہے حالانکہ اگر اونسے کہا جاوے کہ ایک روپیہ خرچ کرو مگر جس جگہ خرچ کرو وہان اپنا نام
نہ لکھو تو ہرگز نفس قبول نہ کرے اور دشوار جانے اور خدا تعالی سب کچھ جانتا ہے خواہ نام لکھا ہو
یا نہین اگر لوگون کو دکھلانا منظور نہوتا صرف خدا ہی کے لیے کام ہوتا تو نام لکھنے کی کیا حاجت تھی
اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال وجہ حلال سے پیدا کرکے مسجدون مین لگا دیتے ہین وہ مغالطے مین ہین
دو جہت سے اول تو ریا اور طلب ثنا کی جہت سے اسلیے کہ بعض اوقات ایسے شخص کی پڑوس مین
یا شہر مین ایسے محتاج ہوتے ہین کہ اونسے سلوک کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے اور مسجدون کے
بنانے سے اونکو دینا افضل ہوتا ہے مگر اونکو جو مسجدون مین لگا دینا اچھا معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ
یہی ہے کہ عمارت لوگون پر ظاہر ہوتی ہے اور دوسری وجہ مغالطے کی یہ ہے کہ مسجدون پر جو
نقش و نگار کرتے ہین وہ ممنوع ہے اور نمازیون کا دھیان اوس سے بٹتا ہے نظر اونھین پر
پڑتی ہے اور مقصود نماز سے فروتنی اور دل کا حاضر ہونا ہے اور جب دل نقش و نگار مین ہوا تو
ثواب باطل ہوگا اور اسکا وبال نقش و نگار کرنے والے کے ذمہ رہیگا اور وہ اس خیال مین ہے
کہ مین امر خیر کرتا ہون یہ میرے لیے وسیلہ رضای الٓہی ہوگا حالانکہ اس سے خدا کی ناراضی کا
مستحق ہوا اوسکو گمان ہے کہ مین خدا کی اطاعت کرتا ہون اور اوسکے حکم کو بجالاتا ہون اور واقع مین
نقش و نگار سے لوگون کے دلون کو پریشان کرتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ مسجدون مین یہ
کیفیت دیکھکر اپنے گھرون کو ایسا ہی فرش کرین اور اسکا وبال بھی اوسی شخص کی گردن پر رہے
حاصل یہ کہ مسجد اسواسطے ہوتی ہے کہ اسمین تواضع اور حضور دل اللہ کے سامنے ہو۔ حضرت
مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ دو شخص ایک مسجد مین آئے اونمین سے ایک مسجد کے دروازے پر
کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ مجھہ جیسا آدمی خدا کے گھر مین جاوے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جملہ کہا

اوسی جگہ صدیقون مین لکھا گیا یعنی تعظیم مسجد اس درجے پر کی کہ اپنے جانے سے گویا مسجد کو آلودہ
سمجھا اور ایسی ہی تعظیم مناسب بھی ہے یہ نہین کہ مسجد کو مال حرام سے یا دنیا کے مزخرفات سے
لیپ پوت دیا اور خدا پر احسان کیا۔ اور حواریون نے ایکبار حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کیا عمدہ ہے آپنے فرمایا کہ ای میری امت مین تم سے سچ کہتا ہون کہ اللہ تعالے
اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑیگا اس مسجد والون کے گناہ کے باعث سب کو برباد کرے گا
اللہ کے نزدیک سونے چاندی کی کچھ قدر ہے اور نہ ان اینٹون کی قدر جو تمکو اچھی معلوم ہوتی ہین بلکہ
اوسکے نزدیک سب سے محبوب چیزین نیکبخت دل ہین اونسے اللہ تعالی زمین کو آباد کرتا ہے اور جب وے
نیکبخت نہین رہتے تو اونھین کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہے اور حضرت ابو دردا رضی فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجدون کو ملمع کروگے اور قرآنون کو چاندی سونا پہناؤ تو
اوسوقت تم پر تباہی آویگی۔ اور حضرت حسن رح سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ
مسجد مدینہ منورہ کی تعمیر کا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی پاس آئے اور فرمایا کہ اسکو سات ہاتھ اونچا
بنائیو اور ملمع اور نقش مت کیجیو غرضکہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے کہ جو بات بری تھی اوسکو اچھا سمجھکر
اوسپر تکیہ کیا اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال صدقات مین خرچ کرتے ہین اور فقرا و مساکین کو دیتے ہین مگر
اس خیرات کیواسطے ایسا موقع ڈھونڈھتے ہین جہان لوگ جمع ہون اور فقرا مین سے بھی ایسون کی
تلاش کرتے ہین جو شکر گزار اور نام مشہور کرنے والے ہون اور خفیہ خیرات کو برا جانتے ہین اور اگر کوئی
فقیر اونسے کچھ لیکر چھپاوے تو اوسکو خطاوار اور ناشکر جانتے ہین اور کبھی حج مین بہت سا اوٹھاتے ہین
کہ ایک حج کے بعد دوسرا کرتے ہین مگر اپنے ہمسایون کو بھوکا ہی چھوڑتے ہین اسی لیے حضرت ابن مسعود
نے فرمایا ہے کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو بے سبب بھی حج کرتے ہونگے چونکہ اونکو پاس
مال ہوگا اسواسطے سفر کرنے کو کچھ دشوار نجانتے ہونگے حج سے جو پھرینگے تو محروم اور لٹے ہوئے
آوینگے یعنی ثواب خاک نہ ملیگا آپ تو سواری پر جنگل و ریگستان مین پھرتے ہونگے اور اونکے پڑوسی
محتاج ہونگے کہ اونکی خبر نہ لینگے اور ابو نصر رح کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت بشر بن الحارث رح کے
پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے مین آپ سے رخصت ہونے آیا ہون آپ کو جو کچھ فرمانا ہو
آپ بھی فرمادین آپ نے پوچھا کہ حج کیواسطے تیرے پاس کیا ہے اوسنے کہا کہ دو ہزار درم آپنے
فرمایا کہ حج سے تیرا مقصود کیا ہے سیر کرنا منظور ہے یا شوق خانۂ خدا کا ہے یا رضامندی اللہ تعالی
کی اوسنے عرض کیا کہ مجکو رضاء الہی منظور ہے آپنے فرمایا کہ اگر گھر بیٹھے تجکو رضاے الہی ان

دو ہزار درمون کے خرچ سے ملجاوے اور تجکو یقین بھی ہوجاوے کہ خدا کی رضا بیشک ہوئی
تو تو کریگا اوسنے کہا البتہ آپ نے فرمایا کہ تو جا اور ان درمون کو دس آدمیون کو دیدے قرضدار
کو دے جو اپنا قرض ادا کرے اور محتاج کو دے جو اپنی شکستہ حالی درست کرے اور عیالدار کو
دے جو اپنے عیال کی پرورش کرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے جو یتیم کو خوش کرکر
اور اگر تیرا دل اس بات پر پکا ہو کہ ایک ہی شخص کو ان اقسام مین سے دے تو ایک ہی کو دیدینا
اور یہ مین نے اسلئے کہا کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنا اور ضرر کو ٹالنا
اور کمزور کی مدد کرنا فرض حج کے بعد سو حجون سے افضل ہین تو اب جا کر جیسا مین نے کہا اوسکے
بموجب اس روپیہ کو تقسیم کر دے ورنہ جو دل مین ہو وہ کہدے اوس شخص نے کہا کہ میرا دل تو سفر ہی پر
جما ہوا ہے پس حضرت بشر رہ نے تبسم فرمایا اور اوسکی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ مال جب تجارات اور
شبہات سے اکٹھا ہو جاتا ہے تو نفس یہ چاہتا ہے کہ کوئی حاجت پوری کیجیے اوسکے لیے اعمال نیک
ظاہر کیا کرتا ہے مگر خدای تعالی نے قسم کھائی ہے کہ متقیون کے اعمال کے سوا اور کسیکا عمل قبول
نہین کریگا اور ایک فرقہ اور ہے کہ بخل کے باعث مال کو جمع کرتے ہین عبادات السی کرتے ہین جسمین کچھ خرچ
نہ پڑے مثلا دن کو روزہ رکھنا رات کو جاگنا یا ختم قرآن کرنا وغیرہ اور یہ لوگ بھی مغرور ہین اسلیے کہ بخل جو
مہلک چیز ہے اونکے دل پر حاوی ہے اول اوسپر اوسکا قلع و قمع مال کو دیکر کرنا چاہیے جو باتین کہ
وہ کرتے ہین اونکا کچھ حاجت نہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کسیکے کپڑون مین سانپ گھس جاوے
اور وہ قریب ہلاکت کی ہو لیکن اطمینان سے تسکین صفرا کے لیے سکنجبین بنا رہا ہو ب سمجھئے جسکو سانپ
کاٹ لیگا اوسکو سکنجبین سے کیا فائدہ اور کب ضرورت ہوگی اسیواسطے حضرت بشر رہ سے کسی نے کہا
کہ فلانا غنی روزہ نماز بہت ادا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ جو اوسکے حال کے مناسب تھا وہ تو اوسنے
چھوڑ دیا جو دوسرے کے لائق بات تھی وہ اختیار کی اوسکو یہ شایان تھا کہ بھوکون کو کھانا کھلاتا اور
مساکین کو کچھ دیتا اپنے آپ جو بھوکا رہتا ہے اوسکی نسبت کرہ داد و دہش بہتر تھی اور ایک فرقہ اور ہے
کہ اونپر بخل اسقدر زیادہ ہے کہ مال مین سے سوا زکوۃ کے اور کچھ نہین دیتے پھر مال زکوۃ بھی ایسا
برا اور نکما دیتے ہین کہ اپنے آپ ویسے مال سے نفرت کرین اور فقیرون مین سے ایسے فقیرونکو دیتے ہین
جو اونکی خدمت کرین اور انکے کاروبار مین پھرا کرین یا آگے کو اونسے کسی خدمت کے محتاج ہون
یا کوئی کسیطرح کی غرض اونسے نکلے یا ایسونکو دیتے ہین جو کسی بڑے شخص کی سفارش لیکر آیا ہو اور ہلکو
اسلیے دیتے ہین کہ ہماری قدر اوس بڑے آدمی کی نظرون مین ہوجاوے کہ ہمنے اوسکا کام کردیا

وہ بھی ہمارے کام مین دریغ نکرے تو یہ باتین سب کی سب نیت کی مفسد اور عمل کی تباہ کرنیوالی ہین اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ مغرور ہے اور اوسکو گمان یہ ہے کہ مین اللہ تعالی کا مطیع ہون حالانکہ بدکار و گناہگار ہے کہ خدا کی عبادت بعوض غیر سے عوض چاہتا ہے اسطرح کی باتین والیون کے مغالطے کی ہین اور یہ بھی زائد از شمار ہین الا بعض مغالطے کی تنبیہ کیطور پر کچھ لکھدی گئین اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ عوام خلق اور مالدارون اور فقرا مین سب مین اوس قسم کے لوگ ہوتے ہین وہ وعظ کی مجالس مین آنے ہی کو اپنی نجات کیواسطے کافی و وافی اعتقاد کرتے ہین اور مجلس وعظ مین آنا ایک رسم و عادت مقرر کرلی ہے اور یہ گمان ہے کہ صرف وعظ کے سننے ہی سے ثواب ملیگا گو اوسپر عمل نکرین اور یہ اونکا خیال خام ہے اسلیے کہ مجلس وعظ کو جو فضیلت ہے تو اسی جہت سے ہے کہ اوس سے آدمی کو رغبت خیر کی ہوتی ہے اگر یہ بات کسی مجلس مین نہو تو اوسمین کچھ بزرگی نہین اور رغبت اسیواسطے اچھی کہ اوس سے آدمی آمادہ عمل ہوتا ہے اگر وعظ سے رغبت ایسی ضعیف ہوئی کہ عمل پر آمادہ نکیا تو ایسی رغبت سے کیا فائدہ اور جو چیز کسی اور چیز کیواسطے مطلوب ہوتی ہے اگر وہ دوسری چیز اوس سے ملے تو اول چیز کو لیکر کیا کرے۔ اور کبھی واعظ کی زبانی جو فضیلت مجلس وعظ کی سنتے ہین اور رونیکا ثواب گوش زد ہوتا ہے تو مغالطے مین پڑتے ہین اور عورتون کیطرح رونے لگتے ہین اور کبھی کوئی کلام خوفناک سنتے ہین تو اس سے زیادہ اور کچھ نہین کرتے کہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتے ہین کہ خدا تو ہی بچائیو یا خدا پناہ بخدا یا معاذ اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ اور اپنے گمان مین جو کچھ کرتے ہین وہ سب اچھا کرتے ہین حالانکہ مغالطہ صریح ہے اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار حکیمون کے مطب مین جایا کرے اور جو کچھ ہان ذکر ہو اوسکو سنا کرے یا کوئی بھوکا کسی ایسے کے پاس بیٹھا کرے جو خوب مزہ دار کھانون کے ذکر اوس سے کیا کرے تو اس سے نہ تو مریض کا مرض جاویگا نہ بھوکے کی بھوک اسیطرح طاعات کے اوصاف سننے اور عمل کرنے سے خدا کے نزدیک کچھ فائدہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس وعظ کے سننے سے آدمی مین کچھ تغیر اسطرح کا نہو جسکے باعث افعال بدجاوین اور خدای تعالی کیطرف متوجہ قوی یا ضعیف متوجہ ہوجاوے اور دنیا سے روگردان ہو تو اسطرح کا وعظ اوسکے حق مین اور زیادہ باعث بازپرس کا ہوگا اگر اوسکو آدمی اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھے تو غلط فہمی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھ تم نے مغالطے کی وجہین لکھی ہین یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی خالی نہین اور اس سے بچنا بھی غیر ممکن ہے اور اس سے آدمی کو ایک یاس پیدا ہوتی ہے کیونکہ اتنی طاقت تو کسی مین ہے نہین کہ ان آفات خفیہ سے بچے تو ضرور ہے کہ ناامید ہو کر بیٹھ رہیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ انسان اگر کسی چیز مین ہمت ہار دے تو

البتہ اوس چیز کو بُرا بھی جانتا ہے اور ناامید بھی ہوتا ہے اور اوس راہ کو دشوار گذار سمجھتا ہے لیکن اگر ہمت اور خواہش صحیح کسی شی کی کرتا ہے تو غرض تک پہونچنے کے لیے اپنی فکر دقیق سے بڑی باریک باتین اور خفیہ راہین نکال لیتا ہے مثلاً اگر اوڑتے جانور باوجود فاصلے کے اوتارنا چاہے تو اوتار سکتا ہے یا مچھلی کو سمندر کی تہ مین سے اوپر نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہی یا پہاڑ زمین سے چاندی اور سونا نکالنا چاہے تو کھود کر نکال سکتا ہے یا جنگل کے وحشی آزاد کو گرفتار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا درندون اور ہاتھیون اور دوسرے بڑے جانورون کو مطیع بنایا چاہے تو بنا سکتا ہے یا سانپ اژدہا کو پکڑ کر کھیلنا چاہے تو ہو سکتا ہے کہ اونکو پکڑ کر زہر مہرہ اونکے اندر سے نکال لے یا اگر چاہے کہ توت کے پتون سے ریشم منقش بنجانے تو تدابیر سے بنا سکتا ہے یا مقدار ستارون کی اور اونکا طول و عرض معلوم کرنا چاہے تو علم ہندسہ کے ذریعے سے زمین پر کھڑا کھڑا دریافت کر سکتا ہے غرضکہ آدمی تدبیرین نکالنے مین استاد ہے ہر ایک چیز کی تدبیر اور ہر ایک کا سامان جدا بنا تا ہے اور ہر شی سے جدا کام لیتا ہے مثلاً گھوڑے سے سواری کا کام اور کتے سے شکار کا اور باز سے پرندون کا شکار کا لیتا ہے اور ان اشیا کو اسیلیے اپنے قابو مین رکھتا ہے مچھلی کے شکار کو جال بناتا ہے غرض بغور دیکھو تو اسطرح کی باریک تدبیرین آدمی کی بہت سی ہین اور یہ سب تدبیرین صرف اسلیے کی ہین کہ اونسے دنیا کی غرض نکلے اور حصول مطلب کے لیے مدد ملے پس اگر اوسکو امر آخرت پیش آوے اور صرف ایک ہی کام ہو یعنی دل کا سیدھا کرنا تو اوسوقت اس کام سے عاجز ہو کر کہنے لگے گا کہ یہ امر محال ہے اور کسکو قدرت ہے کہ ایسا کرے نہین بلکہ انسان کی ہمت کے سامنے محال نہین اگر صرف ایک ہی مطلب پر ہمت لگاوے چنانچہ مشہور ہے ؎

| | |
|---|---|
| بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد | اگر خارے بود گلدستہ گردد ؛ |

اور نیز ہمت مردان مدد خدا مثل مشہور ہے علاوہ ازین سلف کے صلحا اس کام سے عاجز نہوے اور جنھون نے اونکا اتباع اچھی طرح کیا وہ بھی اس سے نہ ہارے اب بھی جو شخص سچا ارادہ اور ہمت قوی رکھتا ہوگا وہ کبھی عاجز نہوگا بلکہ جتنی محنت کہ لوگون کو دنیاوی تدابیر کے پیدا کرنے مین اور اوسکے اسباب کے درستی مین لگتی ہے اوسکا دسوان حصہ بھی اس شخص کو نہین ہوتی۔ اور مغالطے سے بچنے کے لیے تین باتین آدمی مین ضرور چاہیین عقل اور علم اور معرفت عقل سے ہماری مراد وہ نور اصلی خلقی ہے جس سے کہ انسان اشیا کی حقیقت کا ادراک کرتا ہو اصل پیدایش مین آدمی کی ہوشیاری اور دانائی یہی ہے اور حمق اور غباوت بھی عینی آدمی تمیز

مغالطے کی نہین کرسکتا اسلیے عقل کی صفائی اور فہم کی تیزی اصل پیدایش سے ہونی ضروری اگر انسان شروع پیدایش سے ایسا نہوگا تو اوسکا حاصل کرنا ممکن نہین البتہ اتنا ہوسکتا ہے کہ جب اصل عقل موجود ہے تو تجربہ وغیرہ سے اوسکو زور دے سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بنیاد سعادت کی عقل و کیاست ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے تبارک الذی قسم العقل بین عبادہ اشتاتا ان الرجلین لیستوی عملھما وبرھما وصومھما وصلاتھما ولکنھما یتفاوتان فی العقل کالذرۃ فی جنب احد وما قسم اللہ لخلقہ حظا ھو افضل من العقل والیقین

اور حضرت ابو درداء رض سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو تہجد گزار اور حج اور عمرہ ادا کرتا ہو اور صدقہ و جہاد فی سبیل اللہ اور عیادت مریض اور جنازے کا ساتھ دینا اور ضعیف کی اعانت کرنا یہ سب باتین بجالاتا ہو اوسکا درجہ قیامت مین خدا کے نزدیک کتنا ہوگا آپنے ارشاد فرمایا کہ اوسکو ثواب بقدر عقل ملیگا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک آدمی کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی اور سب نے اوسکو اچھا کہا آپ نے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اخلاق اور فضل کا ذکر کرتے ہین آپنے فرمایا کہ اوسکی عقل بتاؤ کہ کیسی ہے کیونکہ بیوقوف اپنی حماقت کے باعث بدکاری کے گناہ سے بھی زیادہ خطا کر بیٹھتا ہے اور قیامت کے روز لوگون کو قرب عقل ہی کے مقدار پر ہوگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپکے سامنے ہوتا تو اوسکی عقل کا حال پوچھتے اگر لوگ عقل کو اچھا کہتے تو آپ فرماتے کہ وہ ہونہار ہے اور اگر عقل کو اچھا نہ بتلاتے تو فرماتے کہ وہ ہرگز رسیدہ نہوگا۔ اور ایک دفعہ جو ایک شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپسے کسی نے کیا آپنے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے کہا کہ عقل تو کچھ بھی نہین آپنے فرمایا کہ جس درجے پر تم گمان کرتے ہو وہان تک وہ شخص نہین پہونچے گا اس سے معلوم ہوا کہ تیزی فہم اور عقل جبلی کا درست ہونا بھی ایک نعمت خدا کی ہے جو اصل پیدایش مین کھدیتا ہے اور اگر یہ نعمت حمق و بلادت سے خالی رہتی ہے تو پھر اسکا تدارک نہین ہوسکتا دوسری بات رفع مغالطہ کے لیے معرفت ہے اور اوس سے ہماری غرض چار چیزون کا پہچاننا ہے اپنے نفس کا اور خدای تعالی کا اور دنیا کا اور آخرت کا اپنے نفس کو یون جانے کہ بندہ ذلیل ہے اور اس عالم مین مسافر ہے اور شہوات بہیمی جنہیں اور اوسکی طبیعت کے موافق صرف معرفت خدای تعالی اور اوسکا دیدار ہے اور اس بات کا

جاننا بدون معرفت نفس اور معرفت رب کے نہین ہو سکتا اسکے جاننے کیواسطے جو کچھہ ہمنے باب عجائب
اور بیان عجائبات دل اور باب تفکر اور باب شکر مین لکھا ہے اوس سے مدد لے کیونکہ اون ابواب مین
وصف نفس اور جلال کبریا کے اشارات مذکور ہین جنسے تنبیہ فی الجملہ ہو جاتی ہے اور کمال معرفت
اوسکے بعد ہے اسلیے کہ وہ علوم مکاشفہ مین سے ہے اور ہم نے اس کتاب مین صرف علم معاملہ کو
لکھا ہے اور معرفت دنیا و آخرت کے لیے اون باتون سے مدد لے جو باب مذمت دنیا اور
باب ذکر موت مین لکھی ہین تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کو آخرت سے کچھہ نسبت ہی نہین جب ان چارون کو
پہچان لیگا تو خدای تعالی کی معرفت کے باعث تو دل مین محبت الٰہی جوش کریگی اور آخرت کی
معرفت سے شدت رغبت اوسکی طرف پیدا ہوگی اور دنیا کے پہچاننے سے اوسکی طرف سے
سخت روگردانی حاصل ہوگی اور سب سے زیادہ ضروری کام اوسکی نظرون مین وہی ہوگا جو خدا تک
پہونچاوے اور آخرت مین کام آوے اور جب یہ ارادہ غالب ہوگا تو سب باتون مین اوسکی نیت
درست ہوگی اگر کھانا کھاویگا یا قضای حاجت کو جاویگا یا اور کوئی کام کریگا سب سے مقصود
یہی ہوگا کہ سلوک راہ آخرت پر مدد ملے اور اس درستی نیت سے مغالطہ دور ہو جاویگا جسکا منشا
کشش اغراض اور میل دنیا اور جاہ اور مال کا ہے اسلیے کہ انھین چیزون سے نیت بگڑتی ہے
اور جب تک دنیا اوسکے نزدیک آخرت کی نسبت محبوب رہیگی اور خواہش اپنے نفس کی رضاے
الٰہی کی نسبت محبوب رہیگی تب تک چھوٹنا مغالطے سے ممکن نہین اور جب دل پر خدا کی معرفت
اور اپنے نفس کی معرفت کے باعث جو کمال عقل کے سبب ہوتی ہے محبت الٰہی غالب ہوگی
تو ایک تیسری چیز کی اور حاجت ہوگی یعنی علم اس بات کا کہ راہ خدا کو کسطرح طے کرنا چاہیے اور
اللہ سے نزدیک کرنے والی اور دور کرنے والی چیزین کونسی ہین اور رستے کے آفات اور
مہلکات اور گھاٹیان کونسی ہین اور ان سب باتون کو ہمنے اس کتاب مین لکھا ہے مثلاً
جلد اول مین شروط عبادت اور اوسکی آفات لکھے ہین شروط کی رعایت رکھنی چاہیے اور آفات سے
احتراز کرنا ضروری سمجھے اور جلد دوم مین اسرار معاملات اور جن چیزون کی طرف آدمی مضطر ہے
اونکو لکھا ہے اونکو قواعد شرع کے بموجب عمل مین لاوے اور جن سے مستغنی ہو اوس سے اعراض
کرے اور اس جلد مین وہ باتین ہین جو خدا کی راہ مین موانع ہین یعنی صفات مذمومہ خلق کے
پس صفت مذموم کو جانے اور اوسکے علاج کا طور دریافت کرے اور جلد چہارم سے صفات محمودہ
معلوم ہوتی ہین کہ جب کوئی صفت مذموم آدمی اپنے اندر سے مٹاوے تو اوسکے عوض مین

اچھی صفت پیدا کرے جب ان سب باتون کو جان لیگا تب ممکن ہے کہ جو اقسام مغالطہ کے ہمنے لکھے ہین اونسے بچ سکے اور ان سب کی اصل یہ ہے کہ محبت الٰہی دل پر غالب ہو اور محبت دنیا دل سے اتر جاوے یہان تک کہ ارادہ مستحکم ہو جاوے اور نیت درست اور یہ بات جبھی ہو سکتی ہے جب وہ باتین جو ہمنے لکھی ہین اونکو پہچانے۔ یہان ایک اور بات جاننے کی ہے کہ ان سب امور کے جاننے کے بعد آدمی پر ایک اور خوف باقی ہے وہ یہ ہے کہ اسوقت شیطان اسکو فریب دیکر اس بات کا آمادہ کرتا ہے کہ خلق کو نصیحت کرنا اور علم کو پھیلانا اور جو بات اپنے آپ کو خدا نے بتلائی اوسکو دوسرونکو بتلانا چاہیے کیونکہ مخلص آدمی جب اپنے نفس کی تہذیب اور اخلاق کی درستی سے فارغ ہوتا ہے اور تمام کدورتون سے دل کو صاف کرکے راہ راست پر آجاتا ہے اور دنیا کو حقیر جانکر ترک کرتا ہی اور خلق سے طمع منقطع کرکے اونکی طرف التفات نہین کرتا اور سوای خدا کے اور اوسکے ذکر و مناجات کے لذت کے اور شوق دیدار کے اور کوئی کام نہین رکھتا اور شیطان اوسکے بہکانے سے عاجز ہوتا ہے کہ دنیا کی طرف سے اگر اوسکو بہکاوے تو اوسکی اطاعت نہین کرتا اسلیے دین کی راہ سے اوسکے پاس آتا ہی اور کہتا ہی کہ خلق خدا پر رحمت کر اور اونکے دین کے بچانے کیواسطے اونکو نصیحت کر اللہ تعالیٰ کیطرف اونکو بھی بلا اوسوقت بندۂ مخلص رحمت کی نظر سے جو لوگون کو دیکھتا ہی تو اونکو اپنے کامون مین سرگردان اور پریشان اور دین مین بہرے اور اندھے پاتا ہے مرض سب پر غالب ہو اور اونکو خبر نہین نہ کوئی طبیب کہ اونکا علاج کرے سب مرنے کے قریب ہین اس حال کے دیکھنے سے اوسکو رحم آتا ہے کیونکہ اسکے پاس وہ دوای معرفت ہے جس سے اونکو راہ راست پر لا سکتا ہے اور اونکی گمراہی ظاہر کرکے راہ سعادت بتلا سکتا ہے اور اس بتلانے مین کچھ محنت و مشقت بھی نہین نہ کچھ دینا پڑے پس اسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسیکو کوئی بڑا مرض ہو جسکی تکلیف کی برداشت نکر سکے اور اوسکے مارے رات بھر بیچین اور دن بھر بے قرار رہے کھانا پینا حس و حرکت شدت درد کی سب کچھ نکر سکے اور اوسکے علاج کو آسان چٹکلا بے دام اور بے محنت کا ہاتھ لگ جاوے جسکے کھانے مین تلخی بھی نہو اور اوسکو استعمال کرکے اچھا ہو جاوے رات کو اچھی طرح سونے لگے اور دن کو آرام و آسایش سے رہے سب کدورت مبدل بصفا ہو جاوے اور تندرستی کی لذت بعد اوس تکلیف کے کام جان مین پہونچنے لگے پھر وہ شخص بہت سے اپنے ہم جنسون کو دیکھے کہ اونکو بھی وہی مرض ہے جو اوسکو تھا اور وہ بھی رات بھر جاگتے ہین اور مضطرب رہتے ہین اور آہ آہ کرتے گذرتی ہے تو جو دوا اسنے اپنی کی تھی وہی یاد آجاوے

اور کہے کہ مین انکو بہت مہلت بہت چند روز مین اچھا کرسکتا ہون اور رحمت اور شفقت کے مارے
الکرم کی تاخیر اونکے علاج مین نکرے ایسا ہی بندہ مخلص جب راہ راست پر پہونچ جاتا ہے اور امراض
دلی سے شفا پاتا ہے اور لوگون کو دیکھتا ہے کہ اونکے دل مریض ہین اور علاج نہایت مشکل کہ طبیب
اوس سے عاجز ہین اور یہ ہلاک و تباہ ہوا جاتے ہین اور مجکو انکا علاج کرنا سہل ہے تو خود بخود اوسکی
ذات مین سے ایک پکا ارادہ اونکی نصیحت کرنے کا پیدا ہوتا ہے اور اس بات پر شیطان اوسکو اشتعال
دیتا ہے کہ شاید اسی بہلانے اوسکو ڈالے جب وہ شخص نصیحت مین مشغول ہوتا ہے تو شیطان کا
منصوبہ بن پڑتا ہے کہ اول اوسکو ریاست کیطرف بلاتا ہے مگر نہایت پوشیدہ کہ چیونٹی کی چال سے بھی
زیادہ خفی ہو اور اوس شخص مخلص کو خبر نہونے پاوے جب یہ سلسلہ منبانی دل مین اوسکے ہونے لگتی ہے
تو پھر بناوٹ اور زینت کیطرف بلاتا ہے کہ اچھے اچھے الفاظ اور نغمات اور حرکات استعمال کرنے
چاہیئین اور لباس و صورت مین تکلف کرنا چاہیئے جب ان باتون پر لا ڈالتا ہے تو آدمی اوسپر
ہجوم کرتے ہین اور اوسکی توقیر و تعظیم بادشاہون سے بھی زیادہ کرتے ہین کیونکہ اپنے امراض کا شافی
اوسکو جانتے ہین کہ محض رحمت اور شفقت کے باعث بلا طمع علاج کرتا ہے اسیواسطے اوسکو ماں باپ
اور اقارب سے بھی زیادہ محبوب جانتے ہین اور اپنے مال و تن سے اوسکی خدمت مقدم سمجھتے ہین
اور اوسکے سامنے مثل نوکر و غلام کے ہوجاتے ہین اور محفلون مین سب پر ترجیح دیتے ہین اور بادشاہون
اور سلاطین سے زیادہ مانتے ہین اس معاملے سے اوسکی طبیعت پھول جاتی ہے اور نفس کو وہ
راحت و لذت ملتی ہے کہ اوسکا کیا کہنا ہے اوسکے سامنے سب لذتین گرد جاتا ہے پس باوجود ترک
دنیا کے اوسکی سب سے بڑی لذت دین جا پڑتا ہے اسوقت شیطان موقع پا کر اپنا ہاتھ اوسکے دل کیطرف
بڑھا دیتا ہے اور اوسکو ایسے ہی کام مین لگاتا ہے جسمین وہ لذت باقی رہے اور نفس کے شیطان کیطرف
جھکنے کی پہچان یہ ہے کہ اگر مثلاً کسی بات مین اوس شخص سے غلطی ہوجاوے اور لوگون کے سامنے
کوئی اوسپر انکار وا عتراض کرے تو غصہ کریگا اور اگر دل مین اس غصے کو برا سمجھے تو فوراً شیطان
سوجھاتا ہے کہ یہ غصہ اللہ کیواسطے ہے کیونکہ اگر مریدون کا اعتقاد مجھپر درست نہوگا تو خدا کی راہ سے
علیحدہ ہوجاوینگے اسی سے مغالطہ کھا جاتا ہے اور کبھی اس ہوس کے سبب سے غیبت کرنے لگتا ہے
یعنی جس شخص نے اعتراض کیا تھا اوسکی غیبت کرتا ہے جو حرام ہے حالانکہ اوسکے کہنے کیواسطے
الفاظ حلال بہت سے ہین اونکو نہین کہتا اور کبر مین مبتلا ہوجاتا ہے جو امر حق سے اعراض کرنے
اور اوسپر مشکور نہونے کا نام ہے اور پہلے خطرات سے بھی احتراز کرتا تھا اسیطرح اگر کسی موقع پر

بعض پڑتا ہے یا بعض وظائف مین سستی کرتا ہے تو نفس کو اضطرار ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کو اسکی خبر ہوجاوے اور میری توقیر جاتی رہے اس خیال سے استغفار کرتا ہے اور اونچی اونچی سانس لیتا ہے اور کبھی اعمال و وظائف اونکے دکھلانے کو بڑھا دیتا ہے اور شیطان دل مین ڈالتا ہے کہ یہ باتین تو اسواسطے کرتا ہے کہ لوگ خدا کی راہ سے سستی نکرین اور تیرے اس عمل کے چھوڑنے سے کہین وہ بھی نہ چھوڑ بیٹھین حالانکہ سب یہ فریب اور دھوکا ہے اصل مین نفس کا اضطراب تلف ریاست کے خوف سے اس بات کا موجب ہوا ہے اور اسی جہت سے اگر لوگ کسی اوس جیسے دوسرے شخص کی خطا یا قصور پر واقف ہون تو کچھ درد نہین آتا بلکہ اوسکو اچھا سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور اگر اوسکے ہمسرون مین سے کیسکی طرف لوگون کے دل مائل ہون اور اوسکے کلام کی تاثیر اوسکی نسبت زیادہ ہو تو اسپر نہایت شاق گذرے پس اگر اوسکو شوق ولذت ریاست نہین تو دوسرے کی ہونے کو غنیمت کیون نہین جانتا اسلیے کہ اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے چند یارون کو کوئین مین گرا ہوا دیکھے اور اوسکے منہ پر کوئی سل رکھی ہو جسکے سبب وہ اوپر نہ نکل سکتے ہون اور یہ شخص درد و رحم کے باعث وہان آوے تاکہ پتھر کو سرکا کر اپنے یارون کو نکالے اور اکیلے اوسکا سرکانا مشکل ہے اب اگر کوئی دوسرا شخص آکر اوسکی مدد کرے کہ اوس پتھر کا ہٹانا اسپر سہل ہوجاوے یا خود وہ شخص اپنے آپ تنہا اوسکو ہٹاوے تو اس شخص کو بہت خوش ہونا چاہیے کیونکہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنے یارون کو اوس قید سے نجات ہوجاوے وہ حاصل ہوگئی اسیطرح نصیحت کرنے والے کی غرض اگر یہی ہے کہ مسلمان لوگ دوزخ سے بچین تو جو شخص اس امر مین اوسکا معین و مددگار ہو یا خود ہی کفیل اس غرض کا ہو تو برا ماننا چاہیے بالفرض اگر سب اپنے آپ ہی ہدایت پر آجاتے تو کیا برائی تھی اب اگر دوسرے کے سبب سے راہ سیکھا تو کیون برا مانتا ہے غرضکہ شیطان کے فریب سے یہ نوبت ہوتی ہے جب یہ بات بھی آدمی مین ہوجاتی ہے تب تو شیطان دل کو بڑے بڑے گناہون کیطرف بلاتا ہے اور اعضاے ظاہری سے فاحش خطائین کرا کر تباہ کرتا ہے خدا بچاوے نفس کا راہ پر آکر گمراہ ہوجانا بہت مصیبت ہے معاذ اللہ منہا اب باقی رہی یہ بات کہ نصیحت کس صورت مین درست ہے تو جاننا چاہیے کہ جب آدمی کا قصد صرف للہ لوگون کی ہدایت ہی ہو اور اس بات کو چاہتا ہو کہ کاش کوئی ایسا ملجاوے جو اس باب مین میرا معین و مددگار ہو یا یہ لوگ آپ ہی آپ راہ راست پر آجاوین اور لوگون کے مال و ثنا خوانی سے طمع بالکل قطع کردے

اور اونکی تعریف و مذمت کو یکسان جانے اور خدا کے نزدیک اگر اچھا ہے تو اونکی مذمت کی کچھ پروا
نکرے اور اگر اوسکے نزدیک سزاوار رحم نہین تو خلق کی تعریف سے خوش نہو اور سب لوگون کو ایسی
نظر سے دیکھے جیسے ساداۃ کو یعنی کسی پر تکبر نکرے اور سب کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اسلیے کہ خاتمے کا
حال معلوم نہین یا جیسے بہائم کو دیکھتے ہین یعنی جسطرح بہائم کو دیکھنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ اونکے
دل مین اپنی جگہ ہو اور نہ اونکے دیکھنے کی پروا ہوتی ہے کہ وہ ہمکو کسطرح دیکھین اور اسلیے اونکے
سامنے کچھ حاجت زینت اور تکلف کی نہین ہوتی مثلاً چوپائے کے چرانے والے کو یہ غرض ہوتی ہے
کہ اونکی نگاہبانی چور اور درندون سے کرے یہ نہین ہوتی کہ وہ مجکو تاکین اسیطرح سالک کو چاہیے جب تک
سب لوگون کو چوپایون کیطرح خیال نکریگا یعنی جیسا اونکا دیکھنا مقصود نہین ہوتا ویسا ہی آدمیون کا
دیکھنا مقصود نہ بنجانے گا تب تک اونکی اصلاح مین مشغول ہونے سے سالم نہ بچیگا بلکہ بعض اوقات
اونکو تو اصلاح پر لاویگا اور اپنے آپ بگڑیگا جیسے شمع کہ اورونکو روشنی دیتی ہے اور اپنے آپ
جلتی جاتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ اگر وعظ کا کہنا اوسی وقت پر منحصر کیا جاوے جب واعظ کو
یہ درجہ جو اوپر مذکور ہوا حاصل ہوجائے تو دنیا وعظ سے خالی ہوجاویگی اور دل خراب ہوجاوینگے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ لیکن اگر لوگ
دنیا کی محبت نکرین تو تمام عالم درہم برہم ہوجائے اور سبکا رخنہ ابتر ہوجاوین اور دل اور
بدن سب ہلاک ہوجاوین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ دنیا کی دوستی مہلک ہے
اور اسکو مہلک بیان کرنے سے بہت لوگون کے دل سے اوسکی دوستی نہین نکلیگی صرف چند لوگ
اوسکی محبت چھوڑینگے جنکے چھوڑنے سے دنیا اوجڑ نہوگی اسیواسطے آپنے حق خیرخواہی بجا
ادا کیا کہ جو کچھہ اوسمین خطرہ تھا اوسکو بیان فرمادیا اور اسکے چھوڑدینے کے خوف وخطرے کے
ذکر کو ترک نہین فرمایا کیونکہ اس بات پر اعتماد کلی تھا کہ اسکے شہوات مہلک جو خدا تعالی نے
اپنے بندون پر مسلط کر رکھے ہین وہ اونکو کشان کشان دوزخ کیطرف لے آوینگے اور اللہ تعالی
کا یہ قول سچا ضرور ہوگا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
جب یہ صورت ہے تو واعظون کی زبان ریاست کی محبت کے باعث کبھی بند نہوگی اور اگر
کوئی اوسے کہے کہ وعظ محبت ریاست کے لیے حرام ہے اوسکے کہنے سے وعظ ترک نکرینگے
جیسے تمام لوگ شراب خواری اور زنا اور چوری اور ریا اور ظلم اور دوسرے گناہ نہین چھوڑتے
حالانکہ خدا اور رسول انکا فرمانا برابر سنتے ہین کہ سب گناہ حرام ہین پس آدمی کو اپنے نفس کا

خیال چاہیے لوگون کا فکر اپنے آپ کو کیا ضرور ہے بقول شخصے کہ قاضی جیو کیون دبلے کہ شہر کا اندیشہ ہے اللہ تعالی کے کارخانے عجیب ہین ایک آدمی کو یا چند آدمیون کو بگاڑ کر بہت سے لوگونکی اصلاح کرتا ہے اور خود فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالی اس دین کو ایسے لوگون سے تقویت دیگا جنکو کچھ بہرہ دین مین نہو پس یہ خوف البتہ ہے کہ عبرت و وعظ کے قبول کرنے کی راہ بند ہوجاوے مگر یہ بات کہ واعظ باعث ریاست اور محبت دنیا کو مدنظر رکھین یا وعظ گوئی سے بدون اس محبت ریاست کی اپنی زبانین روک لین یہ کبھی نہوگا۔ اور اگر کوئی سالک اس فریب شیطانی سے واقف ہوکر اپنے نفس کی اصلاح مین مشغول ہوا اور وعظ چھوڑ دے یا وعظ کہے اور صدق و اخلاص کی شرطین اوسمین ملحوظ رکھے تب بھی اوسے ایک بہت بڑا خوف درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان اوس وقت اوس سے کہتا ہے کہ تو نے مجکو تھکا دیا اور اپنی ذکا اور عقل کے کمال کے باعث مجھسے بچگیا بہت سے اولیا اور اکابر میرے قابو مین آگئے مگر تو میرے ہاتھ سے نکل گیا تو بڑا ہی صابر ہے اور خدا کے نزدیک تیرا بڑا رتبہ ہے اسلیے کہ تجکو اتنی قوت دی کہ مجکو مغلوب کرلیا اور جو جو حیل مین نے تجھپر چلائے سب تو سمجھ گیا پس سالک یہ بات شیطان کی سنکر سچ جانتا ہے اور غرور سے بھاگ کر عجب مین جا پڑتا ہے تو اپنے نفس پر عجب کرنا نہایت درجے کا مغالطہ ہے اور یہی سب مین بڑا مہلک ہے اور سب گناہون سے زیادہ اسیواسطے شیطان کا مقولہ ہے کہ ای ابن آدم اگر تو یہ گمان کرے کہ اپنے علم سے مجھسے چھوٹ گیا تو جان لے کہ جہالت سے میرے پھندے مین آپڑا پس اگر کوئی اپنے نفس پر عجب بھی نکرے اور شیطان کے دھوکے مین نہ آوے اور جانے کہ یہ رتبہ مجکو خدای تعالی کیطرف سے ہے میری طرف سے نہین اور مجھ جیسا شخص شیطان کے دفع پر قادر نہین ہوسکتا مگر یہ کہ توفیق الہی اور اوسکی مدد شامل حال ہو اسلیے کہ نفس انسانی نہایت ضعیف اور عاجز اور اقل قلیل ہے جب اس سے ایسا بڑا کام معلوم ہوا تو ظاہر ہے کہ یہ اپنے آپ اوسپر قادر نہین ہوا بلکہ خدای تعالی کی مدد سے ہوا تو باوجود اس جاننے کے بھی ایک اور خوف اوسکو باقی ہے وہ یہ کہ کہین خدا کے فضل پر مغرور ہوکر اوسکے کرم پر تکیہ نکر بیٹھے اور اوسکے عذاب سے مامون نہوجاوے اور گمان کرنے لگے کہ مین آگے کو بھی ایسا ہی رہونگا اور کسیطرح کے فتور و انقلاب سے خوف نہ کرے یعنی صرف خدا کے فضل پر تکیہ رکھے اور اوسمین خوف عذاب نہ ملاوے اور چونکہ جو شخص خدای تعالی کے عذاب سے بیخوف رہتا ہو وہ قطعاً زیانکار ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مناسب ہے کہ امل تو یہ سب باتین مذکورہ بالا خدا کے فضل سے سمجھے

پر اپنے نفس پر اس بات کا خوف کرتا ہے کہ کہیں کوئی صفت ذمیمہ دل سے صفات سے
محبت دنیا اور ریا اور بدخلقی اور مغالطے وغیرہ سے مجھ سے دور ہونے کو رہ گئی ہو اور میں اوس سے
غافل رہا ہوں اور اس بات کا خوف ہر دم رکھے کہ کہیں یہ حال جو اب حاصل ہے مجھ سے نکل جاوے اور کسیو
خدا کے عذاب اور خاتمے کے اندیشے سے غافل نہ رہے اور یہ اندیشہ ایسا ہے کہ اس سے
چھٹکارا اور نجات بدون پل صراط کے اوترے نہیں ملتی چنانچہ روایت ہے کہ شیطان کسی پر
اولیاء اللہ میں سے اونکی نزع کے وقت کہ کچھ سانس اونکا باقی تھا ظاہر ہوا اور کہا کہ میاں صاحب
تم مجھ سے نکل گئے اونھوں نے فرمایا کہ ابھی تک تو نہیں نکلا یعنی خاتمہ بخیر ہولے تو یقین تجھ سے
بچنے کا ہو اور اسی لیے اکابر فرماتے ہیں کہ آدمی سب تباہ کار ہیں مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک
ہونے والے ہیں مگر عامل اور عامل بھی سب ایسے ہی ہیں مگر مخلص اور مخلص بھی بڑے خطر پر ہیں
اس قول سے معلوم ہوا کہ مغرور سب تباہ کار ہیں اور مخلص جو غرور سے بچ گئے ہیں وہ بھی خطرہ پر
ہیں اسی جہت سے خوف و احتیاط اولیاء اللہ کے دل سے کبھی جدا نہیں ہوتی اور چونکہ اعتبار
خاتمے پر ہے اسلیے خدای تعالی سے ہم دعا مانگتے ہیں کہ حسن خاتمہ نصیب فرماوے آمین یا رب العالمین
وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین جلد ثالث تمام ہوئی اسکے بعد جلد رابع کا ترجمہ انشاء اللہ شروع ہوگا

## تاریخ ختم ترجمہ جلد ثالث از مترجم

ہوا جب کہ آوازۂ ختم ہر سو
ملا جودت طبع احسن کو فوراً
کہا اسنے تو ترجمہ سے ہوا فارغ
١٢٨١ ١٢٩١

تو دل کو ہوئی فکر تاریخ نیکو
کیا پھر یہ تعمیل ایماے ابرو
یہ تاریخ لکھ جلد ثالث بارو
١٢٨١ ١٢٨١

الحمد للہ اولاً و آخراً

